عالم جلیل فاضل نبیل حامی سنت ماحی بدعت
حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مبلغ اسلام مجاہد ختم نبوت
حضرت علامہ قاضی غلام ربانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مبلغ افریقہ شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت علامہ قاضی انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ

محقق ومصنف
حضرت علامہ پروفیسر قاضی محمد سلیم مدظلہ العالی

فاضل علوم اسلامیہ صاحب تصانیف کثیرہ
حضرت علامہ ڈاکٹر قاضی امجد حسین کاظمی مدظلہ العالی

دخترِ نیک اختر حضرت علامہ قاضی انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ
محترمہ ناہید سلیم مدظلہا العالیہ

ختم نبوت اکیڈمی

برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

مملکتِ خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کے مردم خیز علاقہ چھچھ کے ایک معروف قصبہ شمس آباد کے ایک علمی وروحانی خانوادے کی تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر قلمی معرکہ آرائیوں پر مشتمل مضامین ومقالات اور رسائل کا ایک حسین وجمیل علمی وتحقیقی مجموعہ

نگارشاتِ ختمِ نبوت

مجموعہ رسائل ومقالات

عالم جلیل فاضل نبیل حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت

علامہ قاضی غلام گیلانی نوراللہ مرقدہ

مبلغ اسلام مجاہد ختم نبوت

علامہ قاضی غلام ربانی نوراللہ مرقدہ

شیخ الحدیث والتفسیر مبلغ افریقہ

علامہ قاضی انوار الحق نوراللہ مرقدہ

محقق ومصنف

پروفیسر علامہ قاضی محمد سلیم مدظلہ العالی

فاضل علوم اسلامیہ صاحب تصانیف کثیرہ

ڈاکٹر قاضی امجد حسین کاظمی مدظلہ العالی

دختر نیک اختر حضرت علامہ قاضی انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ

محترمہ ناہید سلیم مدظلہا العالیہ (کینیڈا)

ترجمہ عربی و فارسی

مولانا محمد ایوب خان چشتی

ترتیب و تذھیب جدید

ظفر محمود قریشی

ختم نبوت اکیڈمی

برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

کتاب: نِگَارُشَاتِ خَتُمِ نَبُوَّتُ

مجموعہ رسائل ومقالات

تقدیم: پیر سید صابر حسین شاہ بخاری

ترجمہ عربی وفارسی: مولانا محمد ایوب خان چشتی (واہ کینٹ)

ترتیب وتذہیب جدید: ظفر محمود قریشی

تاریخ اشاعت باراول: جنوری 2023ء

ہدیہ:

ناشر: ختم نبوت اکیڈمی

برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

NIGARSHAT E KHATAM E NABOVAT

MAJMOA RISAIL O MAQALAT

KHATAM E NABOVAT ACADEMY

BURHAN SHAREEF DIST ATTOCK PUNJAB

PAKISTAN

0301–5437701 **0315-5712878**

0318-5164053

فہرست نگارشات

تقدیم

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

اثرخامہ: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ النبی الامین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ واصحابہ اجمعین۔

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی ﷺ
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی ﷺ

ہمارے آقا و مولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین ہیں، خاتم المرسلین ہیں اور العاقب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء کرام کے آخر میں آپ کی بعثت فرما کر نبوت و رسالت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے بند فرما دیا۔ آپ پر اپنی آخری آسمانی اور لافانی کتاب قرآن مجید، فرقان حمید نازل فرما کر سلسلۂ وحی کا باب بھی بند فرما دیا۔ آپ کی اُمت آخری ہے۔ قیامت تک قرآن کریم اور آپ کے فرامین ہی نافذ العمل رہیں گے۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ آپ کی اُمت کے علماء و صلحاء قیامت تک سرانجام دیتے رہیں گے۔

عقیدہ ختم نبوت ایمان کی خشت اوّل ہے جس پر ہمارے ایمان کی ساری عمارت قائم و

دائم ہے۔اس خشت اول میں اگر ذراسی بھی خراش آجائے تو ایمان کی عمارت سلامت نہیں رہ سکتی بلکہ منہدم ہو جاتی ہے۔عقیدہ ختم نبوت ایمان کی بنیاد اور اساس ہے اگر اس میں ذراسی بھی لچک آ جائے تو ایمان کے زائل ہونے میں دیر نہیں لگتی۔الامان الحفیظ۔

عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت و فرضیت پر قرآن و احادیث شاہد و ناطق ہیں۔جب بھی کسی بد بخت نے عقیدہ ختم نبوت پر حملہ آور ہونے کی جسارت کی تو سچے اور سُچے مسلمان، محافظین ختم نبوت ان کے سامنے آئے اور اپنی جانوں پر کھیل گئے۔لیکن ختم نبوت پر ذراسی بھی آنچ نہ آنے دی۔اس پر یمامہ سے لے کر فیض آباد تک دعوت و عزیمت کی لازوال داستان جرأت و استقامت شاہد و ناطق ہے۔

خلیفہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب مسیلمہ کذاب نے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف یاوہ گوئی کی اور اپنی حمایت میں لوگوں کا ایک جھتا تیار کیا تو آپ کے حکم پر اس کے خلاف ختم نبوت کے تحفظ میں باضابطہ پہلی جنگ لڑی گئی۔سیف اللہ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اٹھارہ ہزار صحابہ کرام نے یمامہ کے مقام پر مسیلمہ کذاب اور اس کے حامیوں کے خلاف فیصلہ کن جہاد کیا۔بارہ سو سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے جام شہادت نوش کیا۔بالآخر حضرت سیدنا وحشی رضی اللہ عنہ کی تلوار سے مسیلمہ کذاب اپنے انجام کو پہنچا۔یوں یہ فتنہ ختم ہوا لیکن قدرت کو اُمت کا امتحان لینا مقصود ہے۔اسی لیے ہر دور میں نئے نئے مدعیان نبوت بھی سر اٹھاتے رہے اور محافظین ختم نبوت ان کے سامنے آتے رہے۔ان کذابوں کا تعاقب فرماتے رہے اور اس دھرتی سے ان گستاخوں کا صفایا فرماتے رہے۔"وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ" کا نظارہ دکھاتے رہے۔

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

۱۸۴۰ء میں ہندوستان کے قصبہ قادیان (گورداس پور) میں مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی پیدا ہوا جو بعد میں مسیلمہ پنجاب بن کر اُمت مسلمہ کے سامنے آیا۔اس نے نہایت جا بک دستی سے گرگٹ کی طرح رنگ بدلے، پہلے مجدد بنا، پھر مہدی کا دعویٰ کیا، پھر دعویٰ مسیحیت کیا بالآخر ظلی اور بروزی نبی بن بیٹھا۔استغفراللہ اس ازلی بد بخت نے اُمت مسلمہ کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا۔اس نے کتابیں لکھیں،اشتہارات شائع کیے،اس نے اللہ تعالیٰ،انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی شان میں گستاخیوں اور بے باکیوں کی انتہاء کر دی۔ان نازک ترین حالات میں اُمت مسلمہ کے علماء ومشائخ بھلا کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔علماء ومشائخ نے کلمہ حق بلند کیا اور محافظین ختم نبوت بن کر اس خبیث الفطرت شخص کا ہر محاذ پر ناطقہ بند کیا۔اس اور اس کے حواریوں کے خلاف کتابیں لکھیں،اشتہارات شائع کیے،فتاویٰ جاری کیے،مناظرے کیے،مباہلے کیے اور عدالتوں میں مقدمات قائم کیے،اور اسے اور اس کی ذریت کو عدالتوں گھسیٹ کر ان کے بلند وبانگ دعوؤں کو خاک میں ملایا۔

مرزا قادیانی آنجہانی کی زندگی سراپا شرمندگی میں ہمارے جن علماء ومشائخ نے قلمی محاذ پر اس کا رد بلیغ کر کے اسے چاروں شانے چت کیا ان میں علامہ غلام دستگیر قصوری نقشبندی، مفتی غلام رسول نقشبندی، مفتی ارشاد حسین رامپوری، علامہ قاضی فضل احمد لدھیانوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی، حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خان بریلوی، شیخ الاسلام قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گیلانی چشتی، علامہ حیدر اللہ خان درانی، علامہ مفتی فضل رسول قادری بدایونی، شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی، علامہ غلام قادر بھیروی اور مولانا قاضی عبد الغفور قادری شاہ پوری رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی نہایت روشن اور نمایاں ہیں۔

مرزا قادیانی آنجہانی کی موت کے بعد بھی اس کی ذریت نے گستاخیوں اور بے باکیوں کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے اور نہایت ڈھٹائی سے مرزا قادیانی کی بکواسات وخرافات کی

اشاعت بھی جاری ہے۔اسی لیے ہمارے علماء و مشائخ بھی ابھی تک میدان عمل میں ہیں اور ہر محاذ پر فتنہ قادیانیت کا مقابلہ کر کے ختم نبوت کا تحفظ کرتے رہے ہیں۔چونکہ یہ فتنہ قادیانیت ہندوستان سے اٹھا،اسی لیے ہندو پاک کے ہر خطہ کے علماء و مشائخ نے اس کا تعاقب کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کی تحصیل حضرو میں ایک مردم خیز خطہ "شمس آباد" ہے۔جہاں علماء وفضلاء کا ایک خانوادہ شاد و آباد ہے جس کے سرخیل اعلیٰ علامہ قاضی نادرالدین شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔آپ کا سارا خانوادہ،ہمیشہ علم و عرفان کی ضیاء باریاں کرتا رہا ہے۔اس خانوادے نے ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ میں قلمی میدان میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔

ان میں فیض سبحانی علامہ قاضی غلام گیلانی نقشبندی (م ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء) شیر یزدانی علامہ قاضی غلام ربانی چشتی (۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء) مرد حق علامہ قاضی انوار الحق نقشبندی (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) رحمۃ اللہ علیہم اور ان کی اولاد میں علامہ پروفیسر قاضی محمد سلیم زیدہ مجدہ، ڈاکٹر قاضی امجد حسین کاظمی زیدہ مجدہ اور دختر نیک اختر محترمہ ناہید سلیم صاحبہ (عرف چاند بی بی) کی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ماشاء اللہ

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

الحمدللہ ختم نبوت کے حوالے سے اس خانوادے کی تمام نگارشات کو "**نگارشات ختم نبوت**" میں اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

اب آئیں ان سب مصنفین کے حالات زندگی،علمی خدمات اور خصوصاً ختم نبوت کے حوالے سے ان کی نگارشات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔

(ا):۔حضرت علامہ مفتی قاضی غلام گیلانی قدس سرہ العزیز

حالات زندگی:

مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کا خطۂ شمس آباد علم وقلم کے حوالے سے نہایت ذرخیز ثابت ہوا ہے۔عالم جلیل فاضل نبیل حامیٔ سنت ،ماحیٔ بدعت حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی شمس آبادی رحمتہ اللہ علیہ (پ:1285ھ/ 1868ء۔۔م:1348ھ/ 1930ء) بھی اسی خطۂ علم وعرفاں سے اٹھے ہیں۔آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد گرامی عالم باعمل حضرت علامہ قاضی نادرالدین شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ پھر مقامی گاؤں جلالیہ کے مولانا سعدالدین رحمۃ اللہ علیہ اور ویسہ کے مولانا سید رسول رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔

بعد ازاں ہندوستان کا رخ کیا اور مدرسہ عالیہ رام پور کے نامور اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا اور یہاں سے سند فراغت لے کر اسی مدرسہ میں درس و تدریس سے وابستہ ہوگئے۔ خطابت کے میدان میں بھی آپ کی شہرت کچھ کم نہ تھی ۔فاضل جلیل حضرت مولانا عبدالاول جون پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کا ایک خطبہ سنا تو بے حد متاثر ہوئے اور آپ کو بنگال میں باطل قوتوں کے خلاف جہاد بالسیف کے ساتھ جہاد بالقلم کا حکم دیا۔آپ بنگال میں تیس سال تک باطل قوتوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے اور فتوحات کے جھنڈے گاڑھے۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں خانقاہ عالیہ نقشبندیہ احمدیہ سعدیہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے شیخ طریقت **حضرت خواجہ محمد سراج الدین** رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے۔

1321ھ/ 1904ء میں آپ حرمین شریفین کے سفر سعادت سے ہوئے۔حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔اسی سفر سعادت

میں شیخ الدلائل **مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی** رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو" **الحزب الاعظم**"اور دیگر وظائف واوراد کی اجازت مرحمت فرمائی۔

آپکے صاحبزادگان میں سے **مولانا قاضی عبدالسلام شمس آبادی** رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ابتدائی دینی تعلیم آپ سے اور خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل فرمائی۔آپ دم آخریں تک اپنے والد گرامی کی تعلیمات کے مطابق اہل سنت کی تبلیغ اور اشاعت میں مصروف عمل رہے۔

مولانا قاضی نور اسلام شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مختصر مگر جامع کتاب "**سچا نبی** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" رقم فرمائی جو سید نور عالم شاہ صاحب کے اہتمام سے ملٹری پرنٹنگ پریس اٹک صدر سے طبع ہو کر سامنے آئی۔اس کتاب میں آپ نے صادق وامین نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک سو صداقتوں کا گل دستہ پیش فرمایا ہے،اس کے سرورق کی پیشانی پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شہرہ آفاق اسلام کا مطلع دیا گیا ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

آپ نے اس کتاب کے صفحہ ۴۰ پر اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی کچھ اس انداز میں رقم فرمایا:

"قبلہ اعلیٰ حضرت عالم علوم ربانی فاضل فنون سبحانی مولانا الحاج قاری الحافظ احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی"

علامہ قاضی انوار الحق شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ عالمی مبلغ اسلام نے اپنے والد گرامی کی جانشینی کا حق ادا فرما دیا ہے۔نور اللہ مرقدہ الشریف

علمی خدمات:

آپ مصنف تصانیف کثیرہ تھے، مختلف موضوعات پر آپ نے اردو، فارسی، عربی اور بنگالی زبان میں پچاس سے زائد کتابیں لکھی ہیں۔ آپ " راہ ورسم منزل ہا" کے راہی تھے۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں آپ کا کردار نمایاں رہا ہے۔ اس پر آپ کی تصنیفات و تالیفات شاہد و ناطق ہیں۔

حیرت ہے کہ کچھ لوگ جان بوجھ کر آپ کے عقیدہ و مسلک کو دھندلا کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں، حالانکہ آپ کی کئی تصانیف کے نام ہی ایسے ہیں جن سے آپ کا عقیدہ و مسلک ظاہر و باھر ہے۔

آپ کی ایک کتاب کا نام "**الفیض التام فی تقبیل الابہام**" ہے۔ اس میں آپ نے سرکار دو عالم **حضرت محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک سن کر محبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانے کے دلائل رقم فرمائے ہیں۔

اسی طرح آپ کی ایک کتاب "**بحر الکلام فی استحباب المیلاد والقیام**" ہے۔ اس کتاب میں آپ قدس سرہ العزیز نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر پر نہایت ادب واحترام سے کھڑا ہونے پر دلائل رقم فرمائے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی عقیدت ومحبت اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا آپ سے پیار اور آپکے علمی مقام کی قدر:

علاقہ چھچھ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۰ھ/ ۱۰۲۱ء) کو مجدد مأۃ حاضرہ تسلیم کرنے والوں میں سرفہرست ہیں۔ ان کے مستفتی ہیں۔ دونوں کی آپس میں گہری مراسلت رہی ہے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو وسیع وعریض القابات سے یاد کیا

ہے۔علماء دیوبند کے فتاویٰ کے مقابلے میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کو ترجیح دیتے تھے۔ یہاں صرف ایک مکتوب گرامی کا ترجمہ دیا جاتا ہے جو آپ نے ۱۱ محرم ۱۳۳۰ھ کو اپنے گاؤں شمس آباد سے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال کیا ہے۔

''القاب سے مستغنی بلکہ القاب جن کی چوکھٹ پھینکے پڑے ہیں۔مجدد الملۃ والاسلام والدین، دین کے جھنڈے بلند اور کفار بدعتی حضرات فساق اور گمراہ لوگوں کے اصول وقواعد کو مٹانے میں مسلمانوں کے مددگار کی خدمت میں اللہ تعالیٰ قیامت تک ان کے فیوض کے سایہ کو رہنمائی حاصل کرنے والوں کے سروں پر پھیلائے رکھے۔امابعد:

آپ کا جواب مستطاب مطلوبہ قرآن و حدیث وکتب کے حوالوں پر مشتمل موصول ہوا،حجاب اور پردے اُٹھ گئے،اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی مخلوقات کی تعداد کے برابر آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے،لیکن مدرسہ دیوبند سے اس کا خلاف لکھا گیا لہٰذا ضروری ہے کہ اس کا رد مفصل طور پر کیا جائے جو شکوک کو ختم کردے تاکہ خطا کار کے دل کے خیالات پراگندہ ہوجائیں اور اس کو مٹی میں دفن کردے اور اس خلاف کو یہاں سے مقبول اور پسندیدہ امور کے سبب ختم کردے، رسوا لوگوں کی ذلت اور محبوب اصحاب محبت لوگوں کی رونق و شباب کے دن (قیامت) تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں''۔العبد المذنب القاضی غلام گیلانی شمس آبادی

(ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی: خط جواب خط،مطبوعہ جیلانی بک ڈپو دہلی ۲۰۱۰،ص ۴۰۹)

۱۱ محرم ۱۳۳۰ھ ہی کو شمس آباد سے آپ کے بھیجے گئے ایک استفتاء کے جواب میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تاریخی رسالہ ''**الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین**''

(۱۳۳۰ھ۔قسم کی مصیبت سے متعلق قیمتی جوھر) لکھا جو فتاویٰ رضویہ (مع تخریج وترجمہ عربی عبارات) جلد نمبر ۱۳ مطبوعہ رضافاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ لاہور ۱۹۹۸ء میں شامل ہے۔

آپ نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب ''**حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین**'' کو ''کتاب مستطاب'' قرار دیا ہے۔آپ نے بریلی شریف میں جا کر اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور مستفیض ہوئے۔یہی نہیں بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ بریلی شریف میں حاضر ہوئے اور آپ کی تنظیم ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' بریلی شریف کے دفتر میں بیٹھ کر آپ کی خدمات جلیلہ کو احاطہ تحریر میں لایا اور دعائے مغفرت فرمائی۔آپ قدس سرہ العزیز کی ۵۰ کے قریب علمی یادگاریں ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مستفتی قاضی غلام جیلانی

مستفتی کی حیثیت سے فتاویٰ رضویہ میں کئی مقامات پر آپ کا اسم گرامی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔اس سلسلہ میں پیرزادہ عابد حسین شاہ صاحب آف چکوال کا مقالہ ''اعلیٰ حضرت کے مستفتی قاضی غلام جیلانی'' کا مطالعہ کیا جائے۔آپ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ اعلیٰ وارفع القابات وخطابات سے یاد فرماتے ہیں۔آپ کو مجدد تسلیم کرتے ہیں اور آپ کے فتاویٰ پر مکمل اعتماد فرماتے ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب ''**حق الایضاح فی شرطیہ الکفو للنکاح**'' کے آخر میں اپنے موقف کی تائید وحمایت میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور رسالہ ''**اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقاً علی قول الامام**'' (1334ھ) بھی من وعن شامل فرمایا ہے۔

نظریاتی اور اعتقادی دنیا میں آپ کی شہرۂ آفاق کتاب ''**حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین**'' کو کتاب مستطاب قرار دیتے ہیں۔چند مسائل کی تحقیق وراہنمائی کے لئے آپ بنفس نفیس خود اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بریلی شریف حاضر ہوئے،

ان کے ہاں چند روز قیام کیا اور لائبریری سے استفادہ کیا، آپ کی تسلی و تشفی ہوئی اور آپ نہایت مطمئن ہو کر واپس لوٹے۔ بریلی شریف میں آپ نے اپنے قیام کی ساری تفصیلات شیخ الجامعہ استاذ العلماء **علامہ مفتی محب النبی ہاشمی** رحمۃ اللہ علیہ (م:1396ھ/1976ء) کو سنائی تھی جن سے برہ زئی چھچھ سے تعلق رکھنے والے آپ کے شاگرد رشید **مولانا محفوظ الرحمن رضوی** رحمتہ اللہ علیہ نے سماعت افروز کیں اور پھر ایک بار جب اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے تعلقات کا ذکر خیر ہوا تو مجھ ناچیز ہیچ مدان (راقم **سید صابر حسین شاہ بخاری قادری** غفرلہ) کو بھی آپ نے یہ ایمان افروز تفصیلات سنائی تھیں۔

"حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی غلام جیلانی شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ چند مسائل کی تحقیق و راہ نمائی کے لئے مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بریلی شریف حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کتب خانے کی چابی عطا فرما کر مطالعہ کتب اور چند روز قیام کے لیے فرمایا۔ ایک روز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ مولانا قاضی غلام جیلانی شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے تحقیق و راہ نمائی سے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ سب مسائل حل ہو گئے ہیں اور امید سے بڑھ کر فیض ملا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے تبلیغ دین سے متعلق پوچھا تو حضرت قاضی شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے، افریقہ آتا جاتا ہوں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا، افریقہ میں آپ خود جاتے ہیں یا وہ لوگ آپ کو بلاتے ہیں، آپ نے جواب دیا، کہ اکثر میں خود ہی جاتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اب وہاں خود نہ جانا وہ لوگ آپ کو بلایا کریں گے اور ساتھ ہی اعلیٰ حضرت نے

آپ کو ایک خاص وظیفہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ تو حضرت علامہ مفتی قاضی غلام جیلانی شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے دیئے گئے وظیفہ کو میں نے معمول بنا لیا۔ چنانچہ گھر پہنچتے ہی افریقہ سے دعوت ناموں کا ایک سیلاب امنڈ آیا اور پھر فیضانِ اعلیٰ حضرت کی برکت سے باوقار طریقے سے افریقہ آتا جاتا رہا''۔

باہمی پیار و محبت کے اظہار کا ایک جائزہ

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا رابطہ باضابطہ رہا۔ مستفتی کی حیثیت سے فتاویٰ رضویہ میں آپ کا نام نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ آپ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے کیسے اعلیٰ وارفع القابات وخطابات سے یاد فرماتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(1) بحضور لامع النور موفور السرور قامع الشرور والفسق والفجور حضرت عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم بعد نیاز بے آغاز حضور نے فرمایا تھا

(2) بجناب مستطاب حضرت عالم اہل سنت و جماعت مجدد مائۃ حاضرہ زید فضلھم بعد نیاز مندی عقیدت مندانہ

(3) الاستفتاء فی حضرت مجدد المائۃ حاضرہ الفاضل البریلوی غوث الانام مجمع العالم الحلم والاحترام امام العلماء ومقدام الفضلاء لازال بالافادۃ والعزوالاکرام

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے آپ کو جن القابات وخطابات سے نوازا گیا اس کی دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(1) بملاحظہ مولینا المکرم ذالمجد والکرم والفضل الاتم مولینا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب اکرمہ اللہ تعالیٰ وتکرم

(2) بملاحظہ شریفہ مولینا المجل ذی المجد والفضل والکرم مولانا قاضی غلام گیلانی صاحب دامت معالیہ

دونوں کے درمیان جو مراسلت رہی ہے اس سے دونوں کے آپس میں نہایت گہرے تعلقات ظاہر و باھر ہیں ۔ یہی نہیں آپ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد بھی بریلی شریف حاضر ہوئے اور آپ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کیا اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعائیہ کلمات بھی رقم فرمائے ۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی نے **"تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ"** لکھی جسے اسیر مفتی اعظم الحاج محمد سعید نوری صاحب نے 1416ھ/ 1995ء میں رضا اکیڈمی بمبئی کے زیر اہتمام شائع فرما کر عام کیا۔ اس کتاب کے آخر میں فاضل مصنف مولانا محمد شہاب الدین رضوی نے روداد جماعت رضائے مصطفی بریلی کے سال دوم 1921ء اور سال چہارم 1923ء سے جماعت کے بارے میں علماء و مشائخ کے تاثرات بھی دیئے ہیں ۔ اس کے صفحہ 423 پر "مولانا قاضی غلام گیلانی نقشبندی شمس آبادی" کے نام سے آپ کے تاثرات بھی نمایاں طور پر موجود ہیں ۔ جماعت رضائے مصطفی بریلی شریف کے دفتر میں بیٹھ کر آپ نے درج ذیل تاثرات رقم فرمائے ہیں :

[[جماعت رضائے مصطفیٰ حضرت حبیب خدا عز وعلا جناب محمد سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہندوستان شہر بانس بریلی محلہ سوداگران میں منعقد ہوئی ہے دیکھ کر نہایت مسرت ہوئی بوجہ اس کے کہ اس کے اغراض و مقاصد مضامین ایسے ہیں کہ جن کے باعث گم گشتگان بادیۂ ضلالت کو ہدایت اور واقفین علی شفا جرف ہار کو نجات ہوگی۔ فقیر نے بفرمائش حضرت سیادت پناہ نجابت و نقابت پائگاہ سیدی محمد ایوب علی صاحب مدظلہ العالی کے دفتر کو دیکھا اور اس کی خدمات کے طرق و وجوہ کے لحاظ سے محظوظ ہوا اور بلا تامل تہ

قلب سے دعا نکلی۔ باری تعالیٰ اس جماعت کو بساطت وامتداد روز افزوں عطا فرمائے اور اس کے بانیوں اور منتظموں ومعاونوں وخدام وراضی رہنے والوں کو عموماً اور بالخصوص اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ امام اہل سنت وجماعت مرحوم ومغفور کو اس کے ثواب اور صواب سے بہرہ اندوز فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین بجاہ نبیک الامن الامین الی یوم الدین]]۔

عالم جلیل فاضل نبیل حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی شمس آبادی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے، یوں تو آپ نے اسلام اور مسلمین کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے کا تعاقب فرمایا ہے لیکن عقیدہ ختم نبوت کے خلاف اٹھنے والے فتنۂ قادیانیت اور اس کی ذریت کو آپ نے خاص نشانہ پر رکھا۔ آپ نے اس فتنۂ خبیثہ کی سرکوبی کے لیے تین کتابیں لکھی ہیں ان میں پہلی کتاب **"تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی، دوسری "جواب حقانی دَر رَدِّ بنگالی قادیانی" اور تیسری "بیان مقبول دَر رَدِّ قادیانی مجہول"** ہے۔

(1):۔ کتاب **"تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی"** کا پہلا ایڈیشن 1330ھ/ 1911ء میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مصنف بہار شریعت، صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی رحمتہ اللہ علیہ (م: 1367ھ/ 1948ء) کے اہتمام سے مطبع اہل سنت وجماعت بریلی شریف سے شائع ہو کر سامنے آیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن 1430ھ/ 2009ء میں علامہ مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مرتبہ کتاب **"عقیدہ ختم نبوت"** کی جلد ہفتم میں شامل ہو کر ادارہ تحفظ عقائد الاسلامیہ کراچی کے زیر اہتمام شائع ہو کر سامنے آیا۔ حسن اتفاق اسی سال میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے زیر اہتمام دیوبندی مکتب فکر کے مولانا اللہ وسایا صاحب کی جانب سے مرتبہ کتاب **"احتساب قادیانیت"** کی جلد نمبر 28 میں بھی اس کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ مولانا

اللہ وسایا صاحب نے صفحہ 4 پر ''**عرض مرتب**'' میں اس کتاب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کا اعتراف کچھ ان الفاظ میں کیا ہے:

''اس کتاب میں جگہ جگہ مولانا احمد رضا خان کا بہت احترام سے نام لکھتے ہیں،
اس زمانے میں دیوبندی، بریلی تنازعہ نے موجودہ صورت اختیار نہ کی تھی،
علمی اختلاف تھا اور بس''۔

خدا جانے کہ مولانا اللہ وسایا کو کیا سوجھی کہ انہوں نے اس کتاب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہایت صفائی سے حذف کر دیا ہے۔ع

ترے دل میں کس سے بخار ہے

اللہ کی قدرت کہ ایک مقام پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ان سے حذف ہونے سے رہ گیا ہے۔ علامہ قاضی غلام گیلانی رحمتہ اللہ علیہ پہلے مرزا آنجہانی کی ہرزہ سرائی نقل فرماتے ہیں پھر ''**اقول**'' لکھ کر اس کا تعاقب اور تبصرہ فرماتے ہیں۔ نمبر شمار 46 کے تحت آپ مرزا آنجہانی کا حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی شان اقدس میں ایک نہایت گستاخانہ شعر

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

نقل فرما کر" انتہی بلفظہ الخبیث"۔ لکھ کر" اقول" کے تحت اس پر تبصرہ یوں فرماتے ہیں:

''اس بیت خبیث کے سبب سے فاضل بریلوی مجدد مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے مرزا پر اپنی **کتابِ مستطاب حسام الحرمین** میں حکم کفر و ارتداد فرمایا جس کی حقیقت کی وجہ سے علمائے مکہ و مدینہ زادہما شرفا و کرامۃ وغیرہ نام نامی بزرگانِ دین نے اس مرزا کے کفر پر مہریں کر دیں جن حضرات کی تعداد چالیس تک ہے''۔

(احتساب قادیانیت جلد 28،ص 27)

ماشاءاللہ، مقام بھی کیا خاص حذف ہونے سے بچا جس میں" حسام الحرمین" کا ذکر خیر بھی ہے اور

اسے کتاب مستطاب بھی قرار دیا گیا ہے۔۔ثابت ہوا کہ علامہ قاضی غلام گیلانی رحمتہ اللہ علیہ دیوبندی، بریلی تنازعہ سے بخوبی آگاہ تھے۔اہل علم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ حسام الحرمین میں مرزا آنجہانی کی تکفیر کے علاوہ کن کن مولویوں کی تکفیر کی گئی ہے۔

تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی کے پہلے ایڈیشن کے صفحہ 19 پر نمبر شمار 40 کے تحت حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے بارے میں مرزا کے کفریات گنوائے اور آخر میں لکھا:

''قہر الدیان ازمولانا فاضل بریلوی مدفیضہ''

نمبر شمار 40 کے آخر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ یوں دیا گیا ہے:

''قہر الدیان علی مرتد بقادیان للفاضل البریلوی الشیخ احمد رضا خان مجدد المائۃ حاضرۃ''۔

نمبر شمار 78 کے تحت آخر میں لکھا:

''ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، قہر الدیان علی مرتد بقادیان ،لمخدومی و استاذی و مرشدی الشیخ احمد رضا خان الفاضل البریلوی مجدد المائۃ الحاضرہ عم فیضہ''۔

احتساب قادیانیت جلد 28 میں صرف حسام الحرمین والا مقام محفوظ ہے باقی تینوں مقامات پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ اور ان کا نام حذف کر دیا گیا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے رد میں''**تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی**'' ایک لاجواب اور بے مثال کتاب ہے۔آپ نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب''**قہر الدیان علی مرتد بقادیان**'' سے بھرپور استفادہ فرمایا ہے اور مرزا آنجہانی کی کتابوں کی بھی خانہ تلاشی لی ہے۔اس کتاب میں آپ پہلے مرزا آنجہانی کی ہرزہ سرائی نقل کرتے ہیں پھر''**اقول**'' کے تحت اس کی خبر لیتے ہیں اور تبصرہ فرماتے ہیں۔بعض مقامات پر آپ کا تبصرہ انتہائی دلچسپ صورت اختیار کر لیتا ہے۔مثلاً

مرزا کی یاوہ گوئی ہے:''میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ

شہرت دوں گا، تیری محبت دلوں میں ڈالوں گا۔ازالہ اوہام"۔

اب اس پر تیغ غلام گیلانی کی کاٹ ملاحظہ فرمائیے:

[[فقیر کہتا ہے کہ یہ الہام تو مرزا کا برعکس ہوا، جا بجا لوگ برا ہی کہتے ہیں، جہاں تک کوئی نام مرزا کا سنتا ہے، سوائے گالی اور برے کے ذکر خیر کوئی مسلمان نہیں کرتا]]۔

کتاب کے آخر میں آپ نے احوال قیامت اور اس کی نشانیاں اور پھر بڑی بڑی نشانیاں بھی لکھ دی ہیں۔کتاب کا اختتام ان دعائیہ کلمات پر فرماتے ہیں:

یا اللہ! اس فقیر حقیر ہیچ مدان قاضی غلام گیلانی اور اس کے والدین وغیرہ، خویش و اقارب اور پیروں اور استادوں اور دوستوں اور جملہ اہل سنت و جماعت کو خاتمہ با ایمان روزی فرما اور صغیرہ و کبیرہ کل گناہ بخش دے ساتھ برکت اپنے حبیب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔

قاضی غلام گیلانی پنجابی حنفی نقشبندی، سیاح بنگال بقلم 1330ھ ہجری۔

(2):جواب حقانی دررد بنگالی قادیانی:

بنگلہ دیش کے ضلع میمن سنگھ کے قصبہ برہمن بڑیہ کے مرزا قادیانی آنجہانی کے ایک چیلے عبد الواحد سے آپ نے کامیاب مناظرہ کیا اور اسے شکست فاش دی۔اس مناظرے کی روداد کو آپ نے "جواب حقانی دررد بنگالی قادیانی" کے عنوان سے احاطۂ تحریر میں لایا۔یہ کتاب اسی دور میں اردو اور بنگالی زبان میں شائع ہو کر عام ہوئی۔لیکن اس کے پہلے ایڈیشن پر سن اشاعت درج نہیں ہے۔لہٰذا اس کے سن اشاعت کا تعین مشکل ہے۔اس کا دوسرا ایڈیشن علامہ مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مرتبہ کتاب "عقیدہ ختم نبوت" کی جلد ہفتم میں ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء میں سامنے آیا۔اسی سال اس کا تیسرا ایڈیشن دیوبندی مکتب فکر کے مولانا اللہ وسایا صاحب کی مرتبہ کتاب "احتساب قادیانیت" کی جلد ۲۸ میں شائع ہوا۔اب اس کا چوتھا ایڈیشن ۱۴۴۳ھ/۲۰۲۱ء میں ختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک کے زیر اہتمام مرتبہ کتاب "نگارشات ختم نبوت" میں

قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔اس ایڈیشن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عربی اور فارسی عبارات کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔

(3):بیان مقبول دررد قادیانی مجہول:

اس کتاب کا پورا نام ''بیان مقبول دررد قادیانی مجہول بطریق المنطق والمعقول'' ہے اس میں بھی آپ نے مرزا قادیانی آنجہانی کی علمی حقیقت کے پرخچے اڑا دیے ہیں۔پہلے ایڈیشن کے سن اشاعت کا تعین نہیں ہوسکا۔دوسرا ایڈیشن علامہ مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مرتبہ کتاب عقیدہ ختم نبوت کی جلد ہفتم میں ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء میں سامنے آیا۔اب اس کا تیسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب سے ختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک کے زیر اہتمام مرتبہ کتاب ''نگارشات ختم نبوت'' میں منظرعام پر لایا جا رہا ہے۔اس ایڈیشن میں بھی عربی و فارسی عبارات کا اُردو ترجمہ شامل کردیا گیا ہے۔

الغرض!

حضرت علامہ مفتی قاضی غلام گیلانی شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل میں گزری جس پر آپ کی کتاب زیست کا ہر صفحہ ہی شاھد و ناطق ہے۔آپ اپنے گاؤں شمس آباد کے قبرستان میں محوخواب ہیں۔آپ کے خانوادے کا ہر فرد ہی علم وعرفاں سے آراستہ و پیراستہ نظر آتا ہے اور جہاد بالقلم اور جہاد بالسیف کے میدان میں ان کے علم وقلم کی جولانیاں دیدنی ہیں۔

(۲):۔عالمی مبلغ اسلام مجاہد ختم نبوت حضرت علامہ قاضی غلام ربانی قدس سرہ العزیز

نگارشاتِ ختم نبوت میں دوسری معتبر ہستی حضرت علامہ مفتی قاضی غلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ اصغر حضرت علامہ قاضی محمد غلام ربانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (م: 1365ھ/ 1946ء) کی

ہے۔آپ بھی جید عالم فاضل، مبلغ، خطیب اور مصنف بے نظیر تھے۔آپ سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں فاتح قادیان قبلۂ عالم سلطان العلماء پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م:1356ھ/ 1937ء) کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔اور حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں آپ کا ایک نمایاں مقام ہے۔اپنے برادر گرامی علامہ مفتی قاضی غلام گیلانی شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کافی عرصہ بنگال میں تبلیغی خدمات سرانجام دیتے رہے۔وہاں آپ نے "**مولانا پنجابی**" کے نام سے شہرت حاصل کی۔آپ کی کاوشوں سے کثیر تعداد میں غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

آپ حزب البحر کے عامل تھے، آپ بھی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ تھے۔جس پر ان سے آپ کی مراسلت شاہد وناطق ہے۔فتاویٰ رضویہ میں آپ کا اسم گرامی بھی مستفتیان اعلیٰ حضرت میں شامل ہے، آپ بھی ان کو مجدد تسلیم کرتے ہیں اور ان کے فتاویٰ کو دل وجان سے مانتے ہیں۔

ایک استفتاء کا آغاز اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان القابات سے کرتے ہیں:

"الاستفتاء فی حضرت مجدد المائۃ الحاضرۃ الفاضل البریلوی غوث الانام مجمع العلم والاحترام امام العلماء ومقدام الفضلاء لازال بالافادۃ والعز والاکرام"

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ (قدیم) مطبوعہ کراچی ج6،ص416)

علمی خدمات

غوث الاعظم شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی گیارہویں شریف کے حوالے سے ایک رسالہ "**فوز المرام فی بیان الحادی عشر لغوث الانام**" لکھا۔

صالحین اور عابدین کے اعراس کے اثبات میں "**الدلیل المبین فی اعراس الصالحین والعابدین**" کے عنوان سے آپ کا رسالہ موجود ہے۔

اسی طرح اذکار اور تلاوت قرآن کریم پر اجرت کے حوالے سے "**البیان فی اخذ**

الاجرۃ علی الاذکار و تلامذہ القرآن'' کے نام سے آپ کی مختصر مگر جامع تحریر ہے۔

میلاد النبی ﷺ اور اس میں قیام کے جواز پر آپ کی کتاب ''**جامع الکلام فی بیان المیلاد والقیام**'' لکھی جس پر آپ کے برادر اکبر کا تکملہ بھی موجود ہے۔

آپ اہل سنت کے معمولات پر نہایت سختی سے کاربند رہے۔میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر آپ کی کتاب ''**جامع الکلام فی بیان المیلاد والقیام**'' مختصر مگر جامع ہے، لاجواب اور بے مثال ہے۔اس میں آپ نے منکرین میلاد النبی ﷺ کی خوب خبر لی ہے۔علماء دیوبند کے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا خوب تعاقب کیا ہے اور فرقہ اسماعیلیہ کی تقویۃ الایمانی توحید کو طشت از بام کیا ہے۔موقع محل کے مطابق اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے بھی خوب نشتر لگائے ہیں۔اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۰ء میں اور دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۸ء میں انوار حقہ پبلی کیشنز اٹک کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے۔اس پر بھی راقم کی تقدیم ہے۔

ختم نبوت کے سلسلہ میں تصنیفی خدمات

(۱) مرزا کی غلطیاں:

رد قادیانیت میں یہ آپ کا ایک مختصر مگر مفید رسالہ ہے اس میں آپ نے مرزا قادیانی آنجہانی کی عربی کی بے شمار غلطیاں نکال کر اس کی عربی دانی کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔اس کے پہلے ایڈیشن کی سن اشاعت کا تعین نہ ہو سکا۔

دوسرا ایڈیشن راقم کی تحریک پر علامہ مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مرتبہ کتاب ''**عقیدہ ختم نبوت**'' کی جلد ہفتم میں ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء میں سامنے آیا۔تیسرا ایڈیشن شاہد حمید کی مرتبہ کتاب ''**قادیانیت ایک فتنہ**'' میں ۲۰۱۰ء میں بک کارنر شوروم جہلم کے زیر اہتمام شائع ہوا۔اب چوتھا ایڈیشن ''**نگارشات ختم نبوت**'' میں منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔

(۲)رسالہ ردّ قادیانی:

آپ کا یہ رسالہ عربی اور فارسی میں ہے ۔رد قادیانیت میں اپنی مثال آپ ہے۔ پہلے ایڈیشن کی سن اشاعت معلوم نہ ہوسکی، دوسرا ایڈیشن راقم کی تحریک پر کراچی سے علامہ مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مرتبہ کتاب ''عقیدہ ختم نبوت'' کی جلد ہفتم میں شائع ہوا اور اب اس کا تیسرا ایڈیشن پیش نظر کتاب ''**نگارشات ختم نبوت**'' کی زینت بنایا گیا ہے۔

(۳):۔شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی قاضی انوار الحق قدس سرہ العزیز

نگارشاتِ ختم نبوت میں تیسرے مصنف جن کی علمی معرکہ آرائیوں کو شامل کیا گیا ہے۔وہ چودھویں صدی کے محی الدین علامہ قاضی غلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند جلیل ہیں۔آپ عالم بے مثال، حافظ باکمال اور مبلغ اسلام ہیں۔بنگال اور ساؤتھ افریقہ میں آپ نے اسلام کی تبلیغ فرمائی اور شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے۔

علامہ قاضی حافظ انوار الحق شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م:1402ھ/ 1981ء) اپنے والدگرامی کا عکس جمیل تھے۔آپ عالمی مبلغ اسلام تھے۔دنیاوی و دینوی علوم سے مرصع ۱۴ زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔آپ نے جنوبی افریقہ میں ''**انوار العلوم**'' کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا اور ''**اخوان الصفا**'' کے نام سے ایک انجمن بھی قائم کی۔وہاں آپ کو غیر ملکی دوروں کے موقع پر سفیر اسلام علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (م:1373ھ/ 1954ء) کی رفاقت خاص بھی حاصل رہی ہے۔اسی لئے قائد اہل سنت علامہ حافظ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (م:1424ھ/2003ء) آپ کو ہمیشہ چچا کہہ کر پکارتے تھے۔

آپ ریاست جونا گڑھ میں مفتی اعظم کے عہدے پر فائز رہے، آپ ایک نامور عالم دین، نکتہ داں خطیب اور مصنف بے نظیر تھے۔آپ کو اپنے والد گرامی کی طرح بیک وقت کئی

زبانوں پر عبور تھا۔آپ کی تبلیغ کے مثبت نتائج سامنے آئے اور بے شمار غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔آپ نے 1955ء میں اٹک شہر میں **مرکزی جامع مسجد حنفیہ** کی بنیاد رکھی اور دارالعلوم **ضیاء القرآن** کا قیام عمل میں لایا۔

اٹک شہر میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوس کی قیادت بھی آپ کے حصے میں آئی۔آپ ایک ہر عزیز شخصیت کے مالک تھے۔جس نے بھی آپ کی ایک بار تقریر سماعت کی وہ آپ کا والہ وشیدا ہوا۔جس نے بھی آپ سے ایک بار ملاقات کی وہ آپ کا اسیر ہوا۔مختلف موضوعات پر آپ نے مضامین ومقالات لکھے ہیں جو مختلف رسائل میں شائع ہوئے ہیں،یہ تمام ”**مقالات قاضی انوار الحق**“ کے نام سے جلد ہی اشاعت پذیر ہو جائیں گے۔مختلف موضوعات پر آپ کے قلم سے چند کتابیں بھی سامنے آئی ہیں ان میں:

(۱)انوار القرآن (۲)خلق عظیم

(۳)خلا میں خدا کی تلاش (۴)فلسفہ رمضان

(۵)حقوق الوالدین (۶)سیرت غوثیہ

مشہور ہیں۔آپ نے چار کتابیں انگریزی زبان میں بھی لکھی ہیں۔ 73 سال کی عمر میں جب مؤذن نے جمعۃ المبارک کی پہلی اذان دی تو آپ بھی اذان کے کلمات دہراتے جب”مؤذن اشھد ان محمدا الرسول اللہ“ پر پہنچے تو یہ کلمات طیبات پڑھتے ہوئے آپ نے سفر آخرت اختیار کیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

اٹک شہر میں قبرستان کے ایک کونے میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔جہاں ایک جامع مسجد اور عظیم مدرسہ بھی موجود ہے۔

آپ بھی اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق زار ہیں۔اپنے کتب و رسائل میں کلام

رضا کا جا بجا استعمال کیا ہے۔آپ اہل سنت کی نمائندہ شخصیت ہیں۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں راولپنڈی میں شیخ الاسلام علامہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں جب ''سنی کانفرنس'' کا انعقاد ہوا تو اس میں اٹک شہر سے پیر بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ باچا بام خیل، مولانا صاحبزادہ عبد الظاہر رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاضی انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ کی نمائندگی نمایاں رہی۔ختم نبوت کے تحفظ میں آپ کے تین مقالات سامنے آئے ہیں۔

(۱)خاتم النبیین ﷺ کی محققانہ توضیح

آپ کا یہ مقالہ علامہ پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی المعروف مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی ادارت میں پندرہ روزہ ''**الحسن**''، **پشاور** میں چار قسطوں میں شائع ہوا۔پہلی قسط ۱۵ مارچ ۱۹۷۴ء اور آخری قسط یکم تا ۱۵ مئی ۱۹۷۴ء کو شائع ہوئی تھی۔ہمیں یہ ساری اقساط مولانا سید محمد انور شاہ بخاری قادری صاحب نے پشاور سے ارسال فرمائی ہیں۔اب یہ مکمل مقالہ زیرِ نظر کتاب ''**نگارشات ختم نبوت**'' کی زینت بنایا گیا ہے۔

(۲)آیت ختم نبوت ایک محققانہ جائزہ

یہ مقالہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ڈاکٹر قاضی امجد حسین کاظمی صاحب زیدہ مجدہ کی وساطت سے آپ کے ذخیرہ کتب سے دستیاب ہوا جسے سب سے پہلے ماہنامہ ''**الحقیقہ**'' کے ''تحفظ ختم نبوت نمبر'' میں ۲۰۱۲ء میں پہلے باب میں شامل کیا گیا ہے۔اب اسے ''**نگارشات ختم نبوت**'' میں بھی شامل کیا جا رہا ہے۔

(۳)مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت

آپ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر ''انوار القرآن'' کے عنوان سے لکھی جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا۔جب کے دوسرا جدید ایڈیشن ۲۰۱۹ء میں انوار حقہ پبلی کیشنز اٹک کے زیر اہتمام نہایت آب و تاب سے منظر عام پر آیا۔

اس میں آپ نے مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت بھی نہایت احسن انداز میں فرمائی ہے۔ موضوع کی مناسبت سے یہ ''**مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت**'' کے عنوان سے پیش نظر کتاب میں شامل کیا جارہا ہے۔

(۴):۔حضرت علامہ پروفیسر قاضی محمد سلیم (ولادت۔۱۹۵۰)

اس علمی خانوادے کے چوتھے فرد فرید جن کا مقالہ اس کتاب میں شامل ہے، آئیں ذرا ان کی حیات اور علمی خدمات پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

آپ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ قاضی انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔گریجویشن گورنمنٹ ڈگری کالج اٹک سے کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کیا۔جس کے بعد شعبہ تدریس سے وابستہ ہو گئے۔

علمی خدمات

آپ اندرون اور بیرون ممالک کے نامور تعلیمی اداروں میں بطور پروفیسر اپنے مشن سے جڑے رہے۔''**اسلام آباد فیڈرل کالج**'' میں شعبہ اسلامیات وعربیک کے ہیڈ رہے۔بیرون ملک نائجیریا میں ''**کالج فار لیگل سٹڈیز گنگولا سٹیٹ**'' اور ابوظہبی میں ''**خلیفہ بن زید کالج**'' میں خدمات انجام دیں۔نیشنل سنٹر اسلام آباد اور پاک لیبیا فرینڈ شپ میں شعبہ عربی کے انچارج رہے۔

اللہ کریم نے جہاں آپ کو درس وتدریس میں بولنے کا ملکہ عطا فرمایا ہے وہیں قلم کا روحانی فیض بھی اپنے اسلاف سے پایا ہے۔اس لیے جہاں کالجوں، یونیورسٹیوں میں طلباء کی تربیت فرمائی وہیں ''**مسجد سیدنا حسن**'' آئی ٹین میں بیسیوں سالوں سے خطابت کے ذریعے سامعین کے دلوں میں شمع عشق مصطفیٰ فروزاں کر رہے ہیں۔آج کل کامسیٹ یونیورسٹی میں اسلامک و

عریبک کے شعبہ سے منسلک ہیں۔

تحریری میدان میں جہاں آپ نے سیاسی امور پر کتاب لکھی وہیں انگریزی میں سیرت مصطفیٰ ﷺ پر (Glories Prophet) کے نام سے آپ کی ایک کتاب چھپ چکی ہے۔

آپ نے اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ''**سورۃ الفاتحہ انوار القرآن**'' کی تلخیص ''**فاتحۃ القرآن**'' لکھی وہیں آپ کے رمضان شریف میں کیے گئے دروس قرآن بھی زیر اشاعت ہیں۔

آپ کی تقاریر بھی ضبط تحریر میں آ چکی ہیں۔اور ''**خطبات سلیم**'' کے نام سے دستیاب ہیں۔آپ کی کتب تحاریر و تقاریر سے محبت مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو اور عقیدہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کی مہک محسوس ہوتی ہے۔

ختم نبوت پر آپ کا ایک تحقیقی مقالہ ۲۰۰۰ء میں ''**ختم نبوت قرآن اور قادیانیت**'' کے نام سے شائع ہو کر سامنے آ چکا ہے جو قادیانیت کے ردّ میں ایک لاجواب اہمیت کا حامل ہے۔اس کا دوسرا ایڈیشن الحمد للہ اسی کتاب ''**نگارشاتِ ختم نبوت**'' میں شامل ہے۔

(۵):۔حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر قاضی امجد حسین کاظمی (ولادت: ۱۹۶۰)

اس خانوادہ علمی کے پانچویں چشم و چراغ، مصنف و محقق صاحب تصانیف کثیرہ صاحبزادہ ڈاکٹر قاضی امجد حسین کاظمی مدظلہ العالی ہیں۔

آپ بھی حضرت علامہ قاضی انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ کے نور نظر ہیں، آپ نے ساری دینی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔اسلاف شناسی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔انجمن طلباء اسلام اور جمعیت علماء پاکستان ضلع اٹک میں رہ کر گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں۔ملک پاکستان کے نامور ڈینٹل اینڈ اورل سرجن ہیں۔بیرون ممالک کی یونیورسٹیوں سے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔اپنے

اجداد کے ترجمان ہیں۔آپ نعت گو شاعر بھی ہیں۔نعتیہ مجموعہ میں آپ کا کلام "**صدائے ناتمام در مدحت خیر الانام**" کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔شعبہ طب ڈینٹسٹری کے سلسلہ میں آپ کی کتاب "**دانت اور ہم**" نے ایشیاء کی بہترین کتاب کا اعزاز پایا ہے۔

تحریک نفاذ اردو پاکستان نے آپ کو سائنسی اور طبی معلومات کو اپنی قومی زبان میں پیش کرنے پر گولڈ میڈل سے نوازا۔

آپ "پی۔ایم۔ٹائمز" کے چیف ایڈیٹر اور "ایڈیٹوریل بورڈ" کے چیئرمین بھی رہے۔ اب بھی پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن پی ایم اے ضلع اٹک کے نائب صدر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

جماعت اہل سنت کے امیر اور متحدہ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محاذ کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔آجکل سیرت کمیٹی ضلع اٹک کے سرپرست اعلیٰ کی حیثیت سے فروغِ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشن میں مصروف ہیں۔

تقریری میدان میں اپنے والد گرامی حضرت علامہ قاضی انوار الحق قدس سرہ العزیز کے مزار پر انوار کے ساتھ جامع مسجد انوارِ حقہ میں خطابت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

تحریری میدان میں "**مادے کی تہہ تک**"۔"**اسلام کی حقانیت پر سائنس اور حالاتِ حاضرہ کی گواہی**"۔"**اسباب زوالِ اُمت اور نسخہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم**"۔"**روحانیت، سائنس اور جادو**" انتہائی تحقیقی کاوشیں ہیں۔

آپ نے اپنے اسلاف کی تصانیف کو جو مرورِ زمانہ سے ناپید ہو چکی تھیں دوبارہ منصہ شہود پر لانے کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے۔

آپ "**ادارہ انوار حقہ پبلی کیشنز اٹک**" کے بانی ہیں۔آپ نے ردّ قادیانیت میں ایک لاجواب کتاب "**قادیانیت کی گرتی ہوئی دیوار کو ایک دھکا اور**" لکھی، اس پر بھی راقم کو تقدیم لکھنے کی

سعادت حاصل ہوئی ہے۔اب یہ بے مثال اور لاجواب کتاب ''**نگارشات ختم نبوت**'' میں بھی شامل کی جارہی ہے۔

(٦):۔محترمہ ناہید سلیم صاحبہ (عرف چاند بی بی) (پ۔ ١٩٦٥)

الحمدللہ جہاں اس خانوادے کے مرد حضرات نے ختم نبوت کی پاسداری میں اپنا کردار ادا کیا وہاں خواتین کی علمی کاوشیں بھی قابل صد ستائش ہیں۔اس کتاب میں شامل آخری مقالہ کی مصنفہ کے حالات زندگی اور علمی خدمات کا جائزہ کچھ اس طرح سے ہے۔

آپ علامہ قاضی انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر ہیں۔ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین سے گریجویشن کرنے کے بعد پشاور یونیورسٹی سے اسلامیات میں ایم اے کیا۔بہترین نعت خواں، قاریہ اور مقررہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین شاعرہ اور لکھاری بھی ہیں۔آپ کی شاعری میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مسلم اُمہ کا غم اور عورتوں کے حقوق کا درد چھلکتا نظر آتا ہے۔آپ کا مجموعہ کلام ''**چاند کا ہالہ**'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔آپ نہایت زیرک عالمہ فاضلہ خاتون ہیں اور جہد مسلسل سے مسلمان عورتوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہیں۔شادی کے بعد اپنے شوہر پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم صاحب کے ساتھ کینیڈا میں مستقل رہائش پذیر ہیں۔جہاں نہ صرف خود بلکہ آپ کے شوہر بھی اسلامک ہیومن سوسائٹی میں گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔اور دونوں تقاریر، تحاریر اور درس و تدریس سے دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔نگارشات ختم نبوت میں شامل محترمہ کا مقالہ عجالہ ''**عقیدہ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت کی ریشہ دوانیاں**'' ہمیں آپ کے برادر ذی وقار **ڈاکٹر قاضی امجد حسین کاظمی** صاحب کی وساطت سے فردوس نظر ہوا۔یہ مقالہ عجالہ بھی ''**نگارشات ختم نبوت**'' میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

الحمدللہ ''**نگارشات ختم نبوت**'' میں علامہ قاضی نادر الدین شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادے کی چھے نامور شخصیات کی کتب و رسائل اور مضامین و مقالات شامل کر کے اسے ''**گلستان ختم نبوت**'' بنادیا گیا ہے، جس میں ختم نبوت کے حوالے سے گلہائے رنگارنگ کھلے ہوئے ہیں، جن کی خوشبو سے قلب وجگر مہک اُٹھیں گے اور ایمان کو تازگی اور حلاوت ملے گی۔

''**نگارشات ختم نبوت**'' کی حروف چینی اور ترتیب وتذہیب **شاہین صفت نوجوان ظفر محمود قریشی** کے حصے میں آئی۔ عربی اور فارسی عبارات کی ترجمانی **علامہ محمد ایوب خان چشتی** صاحب نے فرمائی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم سب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے شہرت عام اور بقائے دوام بخشے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وزریتہ واولیائے اُمتہ وعلمائے ملتہ اجمعین۔

دعاگو و دعاجو

گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

برھان شریف ضلع اٹک

تَیغِ غُلامِ گیلَانیِ

بَر گَردَنِ قَادیانیِ

سنِ تصنیف (۱۹۱۱ء/۱۳۳۰ھ)

تصنیفِ لطیف

عالم جلیل فاضل نبیل حامی سنت ماحی بدعت

حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

شمس آباد ضلع اٹک پنجاب پاکستان

(۱۸۶۸ء/۱۹۳۰ء)

تفصیلی فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحٰبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ط

امابعد! فقیر حقیر پروردگارِ عالم کی مغفرت کا اُمیدوار، بخشے پروردگار اِس کو اور اِس کے آباءواجداد ومشائخ وتلامذہ، احباب، وکُل مومنین، مومنات کو۔

قاضی غلام گیلانی حنفی المذہب نقشبندی المشرب پنجاب ضلع کامل پور علاقہ چھچھ موضع شمس آباد کا رہنے والا بخدمت اہلِ اسلام گذارش رسان ہے کہ پنجاب ضلع گورداس پور موضع قادیان میں مرزا غلام احمد ایک شخص قوم کا کاشتکار پیدا ہوا تھا۔ کچھ فارسی، اردو سیکھ کر دنیا کمینی کے شوق میں آکر ابتداء میں بزرگ بنا، مداریوں اور جوگیوں کے شعبدے اور ہاتھ کی صفائیاں دکھا کر بعض بد نصیبوں کو کرامت کا دھوکا دے کر حرام کا روپیہ وصول کرنا شروع کیا۔

علمائے کرام وقتاً فوقتاً اس کی اصلاح فرماتے رہے۔ رفتہ رفتہ مرزا نے دعویٰ کیا:

- کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور آسمان پر جانا ان کا اور پھر زمین پر قریبِ قیامت کے آنا یہ کذب اور لغو ہے۔
- اور مہدی بھی اور کوئی نہیں میں ہی مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کے بدلے پیدا ہوا اور ان دونوں کے اوصاف میرے اندر موجود ہیں۔
- مجھ کو جو نہ مانے گا وہ گمراہ اور کافر ہے۔
- اور دجال کوئی خاص شخص نہیں اور نہ خُر دجال کوئی خاص جانور ہے بلکہ دجال سے مراد یہ پادری لوگ ہیں اور گدھا دجال کا یہ ریل ہے۔
- اور یہ جو لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو "لُد" کے دروازے پر قتل کریں گے۔ سو "لُد" مخفف ہے لدھیانہ کا۔ میں نے پادری کو بحث میں لدھیانہ میں زیر کر دیا ہی

مراد قتلِ دجال سے ہے۔

غرض کہ اس قسم کی بے ہودہ بکواس بہت بکی پھر عجب اس پر کہ دعویٰ تو یہ کہ مثیلِ عیسیٰ ہوں اور جس کی مثل بنا اسی کو فحش گالیاں

- پروردگار پر بہتان
- قرآن شریف پر اعتراض
- باقی انبیاء کو بھی اشارے کنائے میں جو دل میں آیا بک دیا۔
- امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام اور موجودہ زمانے کے علمائے عظام کو سخت گالیاں بکیں جو اس کی پلید کتابوں میں سے قدرے مسلمانوں کو اس کا حال ظاہر کرنے کے لیے مع نشانِ صفحات کے بقید تحریر لاتا ہوں۔

قارئین خود جان لیں گے کہ مرزا مسلمان تھا یا کون؟ اور اس پر اعتقاد اور اس کی متابعت کرنے والا بھی مسلمان ہے یا تابع شیطان اور مغضوبِ رحمٰن ہے۔

کتاب میں **اَقُوْل** کے بعد مقولہ اس فقیر کا ہوگا۔

مرزا کی طرف سے پیغمبری کا دعویٰ

مرزا کی کتاب کے الہاموں کی تعداد پر ہند سے لکھے گئے:

(۱)

الہام

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

کہو اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم میری تابعداری کرو۔ (بلفظہ صفحہ ۲۳۹، براہین احمدیہ تصنیف مرزا)

اقول: علم کی یہ لیاقت ہے کہ قرآن شریف کی آیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی تھی اس کو اپنے اوپر جڑ کر الہام ظاہر کر دیا۔ عربی بنا لینا فکر میں نہ آیا ورنہ ضرور ایک آیت عربی کی بنا لیتا۔

(۲)

اس (۱) میں کوئی شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اِس اُمت کے لیے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا

---

(۱)۔ لا الٰہ الا اللہ لقد کذب عدو اللہ ایہا المسلمون۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے یہ حدیث آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! قَدْ كَانَ فِيمَا مَضَى قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ اناس مُحَدَّثُونَ، وَإِنَّهُ إِنْ كَانَ فِي أُمَّتِي هَذِهِ مِنْهُمْ فَإِنَّهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔ اگلی اُمتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی فراستِ صادقہ والہامِ حق والے اگر میری اُمت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر ہیں۔ (رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرہ، واحمد ومسلم والترمذی والنسائی عن اُم المومنین)

فاروقِ اعظم نے تو نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف یہ ارشاد آیا "لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ" اگر میرے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو عمر ہوتا۔ (سنن الترمذی: جز۵، رقم: ۳۶۸۶، دار احیاء التراث العربی)

مگر پنجاب کا محدثِ حادث کہ حقیقۃً نہ محدث ہے نہ محدَّث یہ ضرور ایک معنی پر نبی ہوگیا۔ الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین منہ عفی عنہ **ناقلا عن بعض تصنیفاتِ عالم اھلِ السنۃ والجماعۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ مولانا البریلوی الشیخ احمد رضا خان رضی عنہ الرب السبحان۔**

ہے اور اُمورِ غیبیہ اس پر ظاہر کیے جاتے ہیں اور رسول اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخلِ شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور اس سے انکار کرنے والا مستوجبِ سزا ٹھہرتا ہے۔ **(بلفظہٖ توضیح مرام صفحہ ۱۸، مرزا کی کتاب)**

(۳)

مرسلِ یزدانی و مامورِ رحمانی حضرت جناب مرزا غلام احمد قادیانی۔

(بلفظہٖ ابتداء صفحہ ٹائٹل پیج ازالہ اوہام)

اقول: اگر کوئی کہے کہ میں پیغمبر ہوں یا رسول اللہ ہوں اور ارادہ اس کا خدا کے رسول ہونے کا ہے تو کافر ہوگا۔ **(عقائدِ عظیم، صفحہ ۱۶۶، مطبع سید المطابع سید محمد، ۱۲۹۲ھ)**

قارئین! بانصاف خود جان لیں کہ مرزا پیغمبری کا دعویٰ کرنے سے کون ہوا مسلمان ہوا یا کافر؟

(٤)

مجھ کو قادیان والوں نے نہایت تنگ کیا ہے جس سے کہ میں یہاں سے ہجرت کروں گا۔ میرے روحانی بھائی مسیح (یعنی عیسیٰ) کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔

(بلفظہٖ، صفحہ ابتدائی، ج، مرزا کا شحنۂ حق)

فقیر صاحبِ تیغ کہتا ہے کہ ہجرت کے بارے میں پیشگوئی تو کر بیٹھے مگر کہیں ہجرت نصیب نہیں ہوئی بلکہ باوجود ہزار ہا روپیہ کے حج کو بھی نہ گیا اور اتنا بڑا فرض ترک کر کے قبر میں جا بسا۔ جس کی نسبت رب العزۃ نے فرمایا کہ اس گھر کا حج ہر استطاعت والے پر فرض ہے۔

"وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ" (آلِ عمران: ۹۷)

ترجمہ: اور جو کفر کرے تو اللہ سارے جہاں سے بے پرواہ ہے۔

اور حدیث میں فرمایا جو باوصفِ استطاعت حج نہ کرے

"فَلْيَمُتْ اِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا وَاِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا"۔

وہ چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی۔(۱)

معلوم نہیں کہ اس حدیث کے حکم سے مرزا یہودی ہو کر مرا یا نصرانی ہو کر؟ ظاہر اول ہے کہ مسیح علیہ السلام کو گالیاں دینا یہود کا کام ہے، جب جھوٹے دعاویٰ پیغمبری اور طرح طرح کے مکرو فریب کر کے پختہ دالان بنایا تھا تو خود تو ہجرت کر کے جانا درکنار تھا اگر کوئی باندھ کر نکالتا جب بھی نہ نکلتا یہ بھی ایک مکر کی بات تھی کہ میں ہجرت کر کے چلا جاؤں گا۔

(۵)

خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام اُمتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

(بلفظہ، صفحہ ۵۲۳، ازالہ اوہام، مرزا کی کتاب)

اقول: اس سے معلوم ہوا کہ براہین احمدیہ جو مرزا کی تصنیف ہے وہ خدا کا کلام ہے۔(نعوذ باللہ) اور یہ کہ مرزا نبی ہے (معاذ اللہ)

(۶)

ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے اُمتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔

(بلفظہ صفحہ ۵۶۹، ازالہ اوہام)

اقول: پس مرزا نبیٔ مرسل بنا مگر ناقص نبی دم کٹا ابتر۔ انبیاء میں ناقص آج ہی سنا۔ طرفہ یہ کہ نبوت میں ناقص اور رسول پورا ہے۔ حالانکہ رسول نبی سے مساوی یا اعلیٰ ہوتا ہے۔

(۷)

خدا نے مجھے آدم صفی اللہ کہا اور مثیلِ نوح کہا مثیلِ یوسف کہا، مثیلِ داؤد کہا، پھر مثیلِ موسیٰ کہا، پھر مثیلِ ابراہیم کہا پھر بار بار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔

---

(۱) شعب الایمان: جزء ۵، رقم: ۳۶۹۳، باب، المناسک، مکتبۃ الرشد)، (مسند دارمی: جزء ۲، رقم: ۱۸۲۶، طبع دار المغنی)
(الجامع لعلوم امام احمد: جزء ۳، باب، تارک الزکوٰۃ والحج، دار الفلاح مصر) السنۃ للخلال: جزء ۵، رقم: ۱۵۷۳، طبع دار الرایۃ الریاض

(بلفظہ صفحہ ۲۵۳، ازالہ اوہام مرزا کی کتاب)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ مشہور تو یہ کیا ہوا ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں اور اب تو شوق میں آ کر سب پیغمبروں کے مثیل بن گئے اور احمد بننے میں مثیل کی بھی قید نہ رہی خود احمد ہو گئے۔ الا لعنۃ اللہ علی الکذبین۔

(۸)

پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیحہ کی رو سے ضروری طور پر قرار پا چکا تھا وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آگیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خدا تعالیٰ کی مقدس پیشگویوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔ (بلفظہ صفحہ ۴۱۳۔ ۴۱۴، ازالہ اوہام)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ کیا نشانی پائی گئی خاک بھی نہیں بلکہ جب سے دعویٰ پیغمبری کا شروع کیا اُلٹا طاعون اور روز بروز تباہی ہی ہوتی گئی۔ ع

برعکس نہند نام زنگی کافور

ترجمہ: الٹا زنگی کا نام کافور رکھتے ہیں

پس مرزا کاذب ہے۔

(۹)

چونکہ آدم اور مسیح میں مماثلت ہے اس لیے عاجز کا نام آدم بھی رکھا اور مسیح بھی۔

(بلفظہ صفحہ ۴۵۶، ازالہ اوہام)

اقول: مسیح اور آدم علیہم السلام میں تو یہ مماثلت پائی گئی کہ آدم علیہ السلام بے ماں باپ دونوں کے پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے۔ اور باقی انبیاء علیہم السلام سے مرزا کو کیا مماثلت ہے۔ جن جن کے مثیل بنے ان کے ساتھ مثلیت کی وجہ قلب شریف ہی میں رکھی رہ گئی اور پھر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مرزا کی مماثلت کیا؟ اُن دونوں حضرات کے باپ نہ تھے اور

مرزا کا باپ تھا۔ دونوں کے معجزات بیّنات تھے مرزا کا کیا معجزہ ہے؟ البتہ طلسمات کی کتابوں میں سے کوئی شعبدہ سیکھ کر گاؤں والوں کو فریب دے دینا (نعوذ باللہ ایسی مماثلت ہے)۔

(۱۰)

ہمارا گروہ سعید ہے جس نے اپنے وقت پر اس بندہ (مرزا) نامور کو قبول کرلیا جو آسمان اور زمین کے خدا نے بھیجا ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۱۸۷، ازالہ اوہام)

اقول: سبحان اللہ! آپ کا گروہ سعید ہے فقط جو دو چار اردو خواں اور چند سبزی فروش اور چند جوگی، جولاہے اور چند تیلی اور کاشتکار ہیں اور باقی تمام روئے زمین کے مسلمانِ عرب و عجم، ہندوستان، پنجاب، بنگالہ وغیرہ وغیرہ ملکوں کے علماء فضلاء بزرگانِ دین سب کے سب بد بخت اور شقی ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

(۱۱)

میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ (بلفظہ صفحہ ۶۳۴، ازالہ اوہام)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ یہ الہام تو مرزا کا برعکس ہوا۔ جا بجا لوگ برا ہی کہتے ہیں۔ جہاں تک کوئی نام مرزا کا سنتا ہے سوائے گالی اور برے کے ذکر خیر کوئی مسلمان نہیں کرتا۔

(۱۲)

احمد اور عیسیٰ اپنے اجمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے:

"وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ" (بلفظہ صفحہ ۶۷۳۔ ازالہ اوہام)

اقول: فقیر کہتا ہے پروردگار نے ایسا اندھا کیا کہ جو آیت رسول اللہ ﷺ کے حق میں تھی مرزا نے اپنے اوپر لگا دی اور اتنا خیال نہ کیا کہ میرا نام تو غلام احمد ہے، احمد تو نہیں۔

آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیحؑ ربانی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بنی

اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے توریت کی تصدیق کرتا اور اس رسول کی خوشخبری سناتا جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نامِ پاک احمد ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ازالہ کے قولِ ملعون میں صراحۃً اِدّعا ہوا کہ وہ رسولِ پاک جن کی خوشخبری دی گئی ہے وہ (معاذ اللہ) مرزا قادیانی ہے، یہ صاف کفر ہے۔

(۱۳)

اور یہ آیت: ”هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ“ (الصف:) درحقیقت اسی مسیح بن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے۔ (بلفظہ ۶۷۵)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ خیال کرو اے مسلمانو! کہ مرزا کذاب نے یہ آیت جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور تعریف میں ہے اپنے حق میں بنالی ایسی بناوٹ پر لعنت پڑے اور پڑ گئی۔

(۱۴)

وہ آدم اور ابنِ مریم یہی عاجز (یعنی مرزا) ہے کیونکہ اوّل تو ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کسی نے کبھی نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس برس سے شائع ہو رہا ہے۔

(بلفظہ صفحہ ۶۹۵، ازالۂ اوہام، طبع ۱۳۰۸ھ)

اقول: اگر نیا دعویٰ ہونا دلیلِ حقانیت ہو تو ابلیس سے پہلے ” اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡهُ “ (اعراف: ۱۲) کا دعویٰ کسی نے نہ کیا تھا اور اس کا یہ دعویٰ ہزاروں برس سے شائع ہو رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں شریک ہونے کا دعویٰ مسیلمہ ملعون سے پہلے کسی نے نہ کیا اور برسوں سے یہ دعویٰ شائع رہا۔

(۱۵)

ہر ایک شخص روشنیٔ روحانی کا محتاج ہو رہا ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس روشنی کو دے کر ایک شخص دنیا میں بھیجا، وہ کون ہے؟ یہی ہے جو بول رہا ہے۔ (بلفظہ ۷۶۸، ۷۶۹، ازالۂ اوہام)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ ہاں اسی کا نام روشنی ہے جو سینکڑوں علمائے عرب وعجم کو کافر کہہ دیا اور بعض کو اپنا مرید بنا کر ان کو اسلام سے گمراہ کر کے ان کی نمازیں اور روزے سارے برباد کر دیئے۔ تف ایسی روشنی پر۔ ایسے کفر اور ظلمت کو روحانی روشنی کہنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا کفر بر کفر ہے۔

(۱۶)

حضرتِ اقدس امامِ انام مہدی و مسیح موعود مرزا غلام احمد (علیہ السلام)

(بلفظہ صفحہ ۶۵ رسالہ آریہ دھرم کا اخیر نوٹس مؤلفہ مرزا قادیانی)

ع اپنے منہ آپ ہی میاں مٹھو

کون سنتا ہے کہانی تیری پھر وہ بھی زبانی تیری

اب مرزا کے رسالہ ''انجامِ آتھم'' میں جو واہیات اور کفریات ہیں

قارئین باانصاف ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح اپنے دلِ جاہل کی تراشیدہ باتوں کو پروردگار کے الہام کہتا ہے۔

(۱۷)

اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو۔

(بلفظہ صفحہ ۵۲، انجامِ آتھم)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ جو کہے کہ پروردگار کا نام پورا اور کامل نہیں ہوا کافر ہے۔ اور اللہ کے نام کے پورا ہونے سے پہلے میرا نام پورا ہو گا یہ بھی کفر ہے۔ پروردگار مستجمع جمیع صفاتِ کمال نہ رہا۔ (معاذ اللہ)

(۱۸)

تیری شان عجیب ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۵۲، انجامِ آتھم)

اقول: فقیر کہتا ہے بے شک عجیب ہے جو روپیہ کمانے کے لیے دغابازی اور کذب اور فریب بازی کو پیشہ بنائے پھر ان ناپاکیوں پر نبی ورسول بنے۔

(۱۹)

میں نے تجھے اپنے لیے چن لیا ہے۔(صفحہ ۵۲،انجامِ آتھم)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کیا چن لے گا جس کی باتیں اللہ تعالیٰ کے خلاف ہوں اللہ کے رسولوں کو گالیاں دیتا ہو۔

(۲۰)

پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے کو رات میں سیر کرائی۔(بلفظہ صفحہ ۵۳ انجامِ آتھم)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ مرزا کا معراج کا انکار تھا مگر اب چونکہ:

(سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَیٰ بِعَبْدِہِ لَیْلًا ''(الاسرا:۱)

آخر تک یہ آیت دوبارہ مرزا کے حق میں نازل ہوئی ہے لہٰذا معراج کا شوق ہوا۔ بیچارے کا حافظہ بڑا نکما ہے آگے کی بات یاد نہیں رہتی کہ میں نے پہلے اس سے کیا کہا تھا اور اب کیا کہتا ہوں۔

(۲۱)

تجھے خوشخبری ہو اے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔(صفحہ ۵۵،انجامِ آتھم)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ جھوٹا الہام ہے اگر پروردگار کے ساتھ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے کلام پاک قرآن شریف پر اعتراض نہ کرتا، اللہ تعالیٰ کے مقدس انبیاء علیہم السلام کو برا نہ کہتا، شریعتِ نبوی پر ثابت قدم رہتا، ہاں بامعنی مراد کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے پیدا ہوا ابلیس بھی ہے اور مرزا بھی۔

(۲۲)

میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا۔(صفحہ ۵۵،انجامِ آتھم)

اقول: دوسرا بھائی ان سے بھی بڑھ کر بھنگیوں چوہڑیوں کا امام اور پیغمبر بنے۔

(۲۳)

تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں تیرا بھید میرا بھید ہے۔(صفحہ ۵۹، انجامِ آتھم)

اقول: لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكَاذِبِيۡنَ۔

(۲۴)

ابراہیم یعنی اس عاجز (مرزا) پر سلام۔(صفحہ ۶۰، انجامِ آتھم)

اقول: اب پھر ابراہیم علیہ السلام بننے کا شوق چرایا۔

(۲۵)

اے نوح اپنے خواب کو پوشیدہ رکھ۔(صفحہ ۶۱، انجامِ آتھم)

اقول: اب نوح پیغمبر بنا۔

(۲۶)

جس نے تیری بیعت کی اس کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ۔(صفحہ ۷۸، انجامِ آتھم)

اقول: خدا سے اگر مراد شیطان ہے جو مرزا کو وحی بھیجتا ہے تو ضرور سچ ہے بے شک اس سے بیعت کرنے والے کے ہاتھ پر شیطان کا ہاتھ ہے۔

(۲۷)

”وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ“(الانبیاء:۱۰۷)

تجھ کو تمام جہاں کی رحمت کے واسطے روانہ کیا۔(صفحہ ۷۸، انجامِ آتھم)

اقول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو آیت تھی اپنے اوپر جما لی۔ اللہ کی لعنت کہہ کر نہیں آتی۔ لطف یہ ہے کہ مرزا کو آیت کے اپنے اوپر انزال کا تو بہت شوق ہے اور بے چارے کو عربی

کی لیاقت نہیں لہٰذا قرآن شریف سے کوئی نہ کوئی آیت لے کر کہہ دیتا کہ مجھ کو الہام ہوا ہے۔

(۲۸)

"اِنِّیْ مُرْسِلُكَ اِلٰی قَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ" "میں نے تجھ کو قوم مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (صفحہ ۷۹، انجامِ آتھم)

اقول: سب روئے زمین کے لوگ مرزا کے آنے سے پہلے مفسد اور فتنہ باز اور گمراہ تھے۔

(نعوذ باللہ من ذلك كالبول)

(۲۹)

مجھ کو خدا نے قائم کیا، مبعوث کیا اور خدا میرے ساتھ ہم کلام ہوا۔ (صفحہ ۱۱۳، انجامِ آتھم)

اقول: اس کا جواب قرآنِ مجید دے چکا ہے کہ فرماتا ہے!

"وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللهُ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ" (انعام:۹۳)

ترجمہ: اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا کہا مجھے وحی ہوئی حالانکہ اسے کچھ بھی وحی نہ ہوئی اور جس نے کہا اب میں اتارتا ہوں جیسا اللہ نے اتارا اور کہیں تم دیکھو جب یہ ظالم موت کی بے ہوشیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ان سے کہہ رہے ہیں نکالو اپنی جانیں آج تمہیں بدلہ دیا جائے گا ذلت کا عذاب سزا اس کی کہ اللہ پر جھوٹ باندھتے اور اس کی نشانیوں سے تکبر کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ کا جملہ جملہ قادیانی پر صادق ہے اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ اس نے مجھے نبی کیا اور میرا یہ نام رکھا اور میرے حق میں یہ یہ کہا اور اس نے وحی کا ادعا کیا حالانکہ اس پر

کچھ وحی نہ آئی، اوراس نے اپنی کتاب ''براہینِ احمدیہ'' کو اللہ کا کلام بتایا تو اللہ کے اتارے کے مثل اتارنے کا مدعی ہوا۔اوراس نے اللہ کی نشانیوں سے جواس نے اپنے بندے اور سچے رسول عیسیٰ مسیح کو عطا فرمائیں تکبر کیا کہ میں ایسی باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو عیسیٰ سے کم نہ رہتا تو بتصریح قرآن وہ کافر ہوااوراس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

(۳۰)

خدا کی روح میرے میں باتیں کرتی ہے۔(صفحہ ۱۶۷،انجامِ آتھم)

اقول: سبحان اللہ! کیا کہنا جب مسیح روح اللہ کے مثیل ہوئے تو خدا کی روح مرزا میں کیسے باتیں نہ کرے گی۔ یہ وہی کفر ہے۔

(۳۱)

جوشخص مجھے بے عزتی سے دیکھتا ہے وہ اس خدا کو بے عزتی سے دیکھتا ہے جس نے مجھے مامور کیا اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اس خدا کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔(صفحہ ۳۶،ضمیمہ انجامِ آتھم)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ سوا مرزا کے مریدوں کے جس قدر مسلمان روئے زمین کے ہیں مرزا کو بے عزتی سے دیکھتے ہیں اور قبول نہیں کرتے تو مرزا اوراس کے مریدوں کے نزدیک معاذ اللہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کو بے عزت کیا اور قبول نہ کیا اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں پس سارے مسلمان کافر ہوئے۔(معاذ اللہ)۔

اور یہ مسئلہ علمِ عقائد کا ہے کہ جوشخص ساری اُمتِ مرحومہ کو کافر جانے وہ خود کافر ہے تو مرزا اوراس کے مرید سب کافر ہوئے۔

(۳۲)

خدا اِن سب کے مقابل پر میری فتح کرے گا کیونکہ میں خدا کی طرف سے ہوں پس ضرور ہے کہ بموجب آیت کریمہ ''کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ ''۔میری فتح ہو۔

ترجمہ: اللہ نے لکھا کہ میں ضرور غالب آؤں گا۔ اور میرے رسول بھی۔ (بلفظہ صفحہ ۵۸، ضمیمہ انجامِ آتھم)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ (الحمدللہ) بالکل برعکس ہوا۔ مرزا کو خود لاہور لدھیانہ وغیرہ مباحث کی قرارداد جگہوں میں مشہور شکست ہوئی، اعتراضوں کے جوابات نہ دے سکا اور شرمندہ ہوگا۔ ہاں ایسی فتوحات مرزا کو ضرور ہوئیں جیسے مشہور ہے کہ ماہ رمضان میں ایک بار مرزا امرتسر کو گیا، وعظ کے وقت تمام ہندو و مسلمان وغیرہ مذاہب کے لوگ جمع ہوئے، مرزا نے دن میں شربت کا گلاس پی لیا۔ لوگوں نے گالیاں دینا اور تالیاں بجانا اور کلوخ مارنا شروع کیا۔ مرزا بڑی دقت سے بگھی میں سوار ہو کر بھاگا۔ سواری کے جانور اور بگھی کو بھی نقصان پہنچا اور اس قدر جوتے برسے کہ بگھی کے اندر تمام جوتے ہی جوتے تھے پس اب وہ ضرور لا ضرور ہوگیا اگر اللہ کا رسول ہوتا تو بے شک غالب ہوتا اور فتح پاتا مگر کذاب تھا لہٰذا مردود و مطرود ہی رہا۔

(۳۳)

میرے پاس خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ (بلفظہ صفحہ ۵۷، ۶۲، ضمیمہ انجامِ آتھم)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ خدا کا نشان تو کوئی دیکھا نہ گیا البتہ شیطان کے نشان مرزا پر ہمیشہ جھڑتے رہے۔

(۳۴)

دافع البلاء، صفحہ ۶ سطر ۱۹ میں مرزا لکھتا ہے کہ! مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "انت منی بمنزلۃ اولادی انت منی وانا منک" تو اے غلام احمد میری اولاد کی جگہ ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

اقول: اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے بچائے۔ یہ کیسا ملعون کلام ہے۔

کلام کنب ازدل بافد و میخواند الهامش

ہم ابن اللہ شدست وہم رہ حق می نہد نامش

خود او گمراہ شدہ ست و خلق راہم میکند گمراہ

کسی کو پیروش باشد نہ بیم نیک انجامش

(۳۵)

تو ہمارے پانی میں سے ہے۔(بلفظہ صفحہ ۵۵، انجامِ آتھم)

اقول: پانی اور آگ ہر چیز اللہ کی ہے۔یوں تو تمام جاندار اللہ ہی کے پانی سے ہیں۔

”وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ“(الانبیاء:۳۰)

اس میں تو کوئی تعریف نہ تھی۔ظاہراً مرزا نے پانی سے نطفہ مراد لیا۔کیونکہ مثیلِ عیسیٰ بنا تو خدا کا بیٹا بھی بننا ضرور ہوا اور مرزا اپنا الہام بتا ہی چکا ہے کہ تو بمنزلہ میری اولاد کے ہے اب یہ نصرانیت سے بھی لاکھوں درجے بدتر کفر ہے۔نصرانی بھی خدا کا بیٹا یوں نہیں مانتے۔(کہ خدا کے نطفہ سے بنا ہو۔ نعوذ باللہ)

(۳۶)

خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔(بلفظہ صفحہ ۵۵، انجامِ آتھم)

اقول: ہاں دیکھو نا کیسی تعریف کی جس کا بیان ابھی نمبر ۲۹ میں گزرا۔مرزا کے کفریات اس کے رسالہ ”دافع البلاء“ سے مسلمان لوگ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۷)

چار سال ہوئے کہ میں نے ایک پیشگوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والا ہے اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔تا کہ تم سمجھو کہ قادیان اسی لیے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔(بلفظہ ملتقطاً صفحہ ۵ معیار)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ اس وقت قادیان میں طاعون نہ تھا۔مرزا کو اس کے ابلیس نے دھوکہ دیا ،دعویٰ کر بیٹھا کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا۔اللہ واحدِ قہار نے مرزا کذاب کا کذب ظاہر کیا قادیان میں طاعون آیا۔اس وقت مرزا بات کو پھیر کر کہنے لگا کہ میری مراد یہ تھی کہ طاعونِ جارف نہ آئے گا جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں۔مرزا کا قاعدہ تھا کہ غیب کی باتیں اور کفریات بکتا تھا جب اس کے خلاف ثابت ہونے پر لوگ گرفت کرتے تو جھوٹی تاویل سے کام لیتا۔

اعلان: مرزا کو نیچے حصے کے بدن میں بیماری ذیابیطس یعنی پیشاب کے جاری ہونے کی اور اسہال کی بیماری تھی اور اوپر کے بدن میں دورانِ سر تھا۔دعویٰ عیسویت کا اور خود مرضوں میں ایسا مبتلا رہ کر اسفل او راعلیٰ کے ہزارہا مکروہات کے ساتھ جس خاک سے نکلے تھے اسی میں جا ملے۔

ع مژدہ باد ای مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہیں

(۳۸)

اے عیسائی مشنریو!اب "رَبَّنَا الْمَسِیْح "مت کہواور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔(بلفظہ صفحہ ۱۳ معیار)

(روحانی خزائن: جلد ۱۸،دافع البلاء، صفحہ ۲۲۰،ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۲۰۰۸)

اقول: دیکھو مسلمانو انصاف کرو کہ پروردگار کے اولو العزم پیغمبر سے اپنے آپ کو بڑھ کر کہتا ہے۔جو ماوشما ہو کر پیغمبر سے بڑا ہونا چاہتا ہے وہ کیسا مسلمان ہے؟ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ کوئی ولی کسی پیغمبر کے درجے کو کبھی نہیں پہنچتا۔یہ صاف کفر ہے اس مضمون پر بیسیوں علمائے عرب وعجم نے کفر کے فتوے مرزا پر دیئے ہیں۔

(۳۹)

خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام تر شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تا کہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے

جو احمد کے ادنیٰ غلام سے مقابلہ نہیں کرسکتا یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔(بلفظہ صفحہ ۱۴،معیار)

(روحانی خزائن: جلد ۱۸، دافع البلاء، صفحہ ۲۳۳،ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۲۰۰۸)

اقول: پیغمبر سے اپنے آپ کو اعلیٰ جاننا صاف کفر ہے۔

(٤٠)

نصاریٰ کو خطاب کر کے کہتا ہے ایسا ہی آپ بھی اگر مسیح بن مریم کو درحقیقت سچا شفیع اور منجی قرار دیتے ہیں تو قادیان کے مقابل میں آپ بھی کسی اور شہر کا پنجاب کے شہروں میں سے نام لے دیں کہ فلاں شہر ہمارے خداوند مسیح کی برکت اور شفاعت سے طاعون سے پاک رہے گا۔(بلفظہ ۱۴، معیار) (روحانی خزائن: جلد ۱۸، دافع البلاء، صفحہ ۲۳۴،ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۲۰۰۸)

اقول: اوّل تو اپنی نجاست گاہ کا مامون ہونا اس بنا پر کہا تھا کہ وہ رسول کی تخت گاہ ہے تو اس کے مقابل نصاریٰ سے پنجاب کے کسی شہر کی حفاظت چاہنا کیسی بے ہودہ و بے معنی بات ہے۔

مرزا کے گمانِ باطل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے شفیع نہ تھے بلکہ جھوٹا سفارشی تھا یہ پیغمبر کو عیب لگانا ہے اور اسی کو سب وشتم کہتے ہیں جو باتفاق علماء کفر ہے اور پیغمبروں کو گالی دینے والے،عیب لگانے والوں کی توبہ ہی قبول نہیں نزدیک اکثر فقہاء کے۔(دُرِمختار، بزازیہ، بحر الرائق وغیرہ)

(٤١)

اور اگر ایسا نہ کرسکیں تو پھر آپ سوچ لیں کہ جس شخص کی اسی دنیا میں شفاعت ثابت نہیں وہ دوسرے جہاں میں کیونکر شفاعت کرے گا۔(بلفظہ صفحہ ۱۴،معیار)

اقول: عقل کا اندھا تھا بھلا اگر نصاریٰ کی کوئی دعا قبول نہ ہو تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام مولویوں سے بھی گزر گئے جو سفارش ہی نہ کرسکیں گے۔(نعوذ باللہ من ذلك الكفر)

(۴۲)

اس جگہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی کو ہمارے مقابلے کے لیے خوب موقع مل گیا ہے۔ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں ہے تا کہ کسی طرح حضرت مسیح بن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنا دیں۔(بلفظہ الخبیث، صفحہ ۱۵،معیار)

اقول: اس ملعون تحریر سے یہ ظاہر کیا کہ جن لوگوں کا یہ اعتقاد ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آسمان سے اتریں گے وہ مشرک اور کافر ہیں۔ یہ حکم سارے علمائے دین بلکہ تابعین، بلکہ صحابہ، بلکہ خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ہو گیا، کیونکہ اگر حدیث شریف میں نہ ہوتا اور صحابہ وغیرہ علمائے متقدمین روایت نہ کرتے تو ہم کیسے جانتے۔اب خود جان لو گے کہ مرزا کون تھا؟ اور خاتم الانبیاء بنانے کا بہتان علماء پر لگا دیا اس کا کون قائل ہے؟ یہ محض افتراء اس مفتری کذاب کا ہے۔

(۴۳)

بلکہ یہ مولوی صاحب اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح یہی چاہتے ہیں کہ وہی ابن مریم جس کو خدا بنا کر قریباً پچاس کروڑ انسان گمراہی کے دلدل میں ڈوبے ہوئے ہیں دوبارہ فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے اور ایک نیا نظارہ خدائی کا دکھلا کر پچاس کروڑ کے ساتھ پچاس کروڑ اور ملا دے کیونکہ آسمان پر چڑھتے ہوئے تو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔وہی مقولہ تھا:

''پیراں نمی پرند مریداں می پرانند''

ترجمہ: پیر نہیں اڑتے (پرواز نہیں کرتے) بلکہ مرید اُسے اڑاتے ہیں۔(اُن کے اُڑنے کا دعوٰی کرتے ہیں۔)

اس منحوس دن میں اسلام کا کیا حال ہوگا؟ کیا اسلام دنیا میں ہوگا؟ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

(بلفظہ الخبیث، صفحہ ۱۵،معیار)

اقول: یہ قولِ ملعون اس کا صاف حدیثِ صحیح کے مخالف ہے۔ حضرت ﷺ کی فرمائش میں عیب نکال کر عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کے دن کو نحس دن کہنا اور پچاس کروڑ مسلمان کا اس دن مشرک ہونا اور اسلام کا اس دن تباہ ہونا حدیث شریف کی تکذیب ہے اور لَّعۡنَتُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ میں صحابہ کرام اور عام مسلمان کہ آج تک بلکہ اس روز تک نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل اور معتقد ہیں داخل ہو گئے بلکہ لعنتی کو یہ لعنت خود حدیث تک بڑھی اَلَاۤ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ اور ظاہر ہو کہ حدیثِ صحیح کی رو سے مسلمان سچے ہیں تو مرزا اور مرزائی کاذب ہوئے اور انہی کے منہ سے لعنت اللہ تعالیٰ کی انہی پر آئی۔

مرزا کا کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا جھوٹا دعویٰ اور تحقیقی جائزہ

(٤٤)

<u>جو شخص کشمیر سری نگر محلہ خان یار میں مدفون ہے اس کو ناحق آسمان پر بٹھایا گیا کس قدر ظلم ہے۔(بلفظہ الخبیث، صفحہ ۱۵ معیار)</u>

اقول: یہ تیرے منہ کا ناحق اور ظلم تو جنابِ رسول ﷺ نے کیا ہے۔ واہ رے مرزا کا اسلام کہ رسول اللہ ﷺ کو ظالم اور ناحق کہنے والا کہہ دیا۔

اب تحقیق اس امر کی کہ کشمیر میں قبر کس شخص کی ہے اور مرزا نے بے ایمانی کر کے اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی بتایا۔ مصنف رسالہ ''کلمہ فضلِ رحمانی'' نے جمیع معتبروں کے خطوط جمع کیے ہیں میں بعینہ وہی نقل کر دیتا ہوں۔

منہا خط خواجہ سعد الدین ابن خواجہ ثناء اللہ مرحوم کشمیری از ینجا شروع می شود:

السلام علیکم!

مکاتبۃ مسرت طراز بخصوص دریافت کردن کیفیت اصلیت مقبرہ یوز آصف

مطابق تواریخِ کشمیر در کوچہ خان یار حسبِ تحریر مرزا کادیانی در زمان سعید رسید باعث خوش وقتی شد آنکہ واضح شد اطلاع میکنم مقبرہ روضہ بل یعنی کوچہ خان یار بلا شک بوقت آمدن از راہ مسجد جامع بطرف چپ واقع است مگر آن مقبرہ بملاحظہ تاریخ کشمیر نسخہ اصل خواجہ اعظم صاحب دیدہ مردی کہ ہم صاحبِ کشف وکرامات محقق بودند" مقبرہ سید نصیر الدین قدس سرہ می باشد۔ وبملاحظہ تاریخِ کشمیر معلوم نمی شود کہ آن مقبرہ، بمقبرہ یوز آسف مشہور ست۔ چنانچہ مرزا قادیانی نوشتہ بلی ایں قدر معلوم می شود کہ در مقبرہ حضرت سنگ قبری واقع ست آنرا قبر یوز آصف ننوشتہ است بلکہ تحریر فرمودہ اند کہ در محلہ "انز مرہ"۔ مقبرہ یوز آصف واقع ست ای بلفظہ صاد نہ بسین۔ وایں محلہ بوقت آمدن از راہ مسجد جامع طرف راست ست طرف چپ نیست درمیان "آنز مرہ" وروضہ بل یعنی کوچہ خان یار مسافت واقع ست بلکہ نالہ مارہم درمیان حائل ست پس فرق بدو وجہ معلوم می شود ہم فرق لفظی کہ ایں نام بصاد ست وہم فرق معنوی کہ یوز آسف کہ مرزا نوشتہ کہ در محلہ خان یار ست ایں در محلہ انزمرہ است و تغایر مکان بر تغایر مکیں دلالت میکند کہ یک شخص در دو جا مدفون بودن ممکن نیست۔ و عبارت تاریخ خواجہ اعظم صاحب این ست حضرت سید نصیر الدین خانیاری از سادات عالیشان ست در زمرہ مستوری بود بتقریبی ظہور نمود مقبرہ میر (قدس سرہ) در محلہ خان یار مہبط فیوض وانوار ست ودر جوار ایشان سنگ قبری واقع شدہ در عوام مشہور ست کہ آنجا پیغمبری آسودہ است کہ در زمان سابقہ در کشمیر مبعوث شدہ بود۔ ایں مکان بمقام آن پیغمبر معروف ست در کتابی از تواریخ دیدہ ام کہ بعد قضیہ دور و دراز حکایتی می نو

یسد که یکی از سلاطین زاد ها براه زہد و تقویٰ آمده ریاضت و عبادت بسیار کرد برسالت مردم کشمیر مبعوث شده در کشمیر آمده بدعوت خلائق مشغول شده و بعد رحلت در محله انزمره آسود دران کتاب نام آن پیغمبر یوز آصف نوشته۔ ازیں عبارت معلوم شد که یوز آصف در محله انزمره مدفون ست نه در محله کوچه خان یار وایں یوز آصف از سلاطین زاد ها بوده است۔ عبارت مناقص تحریر مرزا کاقیانی ست زیرا که یسوع خود را بکسی از سلاطین منسوب نکرده فقط والسلام۔

راقم خواجه سعد الدین عفی عنه فرزند خواجه ثناء اللہ مرحوم و مغفور از کوٹھی خواجه ثناء اللہ۔ غلام حسن از کشمیر۔ ۱۵ ذی قعده ۱۳۱۴ھ

ترجمہ: ان میں سے خواجہ سعد الدین ابن خواجہ ثناء اللہ کشمیری مرحوم کا خط ہے جو یہاں سے شروع ہوتا ہے۔

السلام علیکم۔

آپ کا مسرت سے بھرپور خط باعثِ سعادت بنا جس میں تواریخ کشمیر کے مطابق کوچہ خان یار میں یوز آصف کے مقبرہ کی اصلی کیفیت کے متعلق خصوصی طور پر دریافت کرنے کا کہا گیا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی تالیفات میں اسی طرح تحریر کیا ہے (کہ کوچہ خان یار میں ان کی قبر ہے) مجھے جب اس قسم کے دعاویٰ کی اطلاع موصول ہوئی اور آپ جیسے مہربان لوگوں کی چھٹی مجھے ملی تو میں اس بارے میں عام لوگوں سے اس کی معلومات کرنے کے لیے وہاں گیا۔ تاکہ کشمیر سے متعلقہ احوال ان سے جان سکوں۔ مجھ پر واضح ہوا اور اس کی اطلاع آپ کو کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ روضہ بل کا مقبرہ یعنی کوچہ خان یار بلاشک جامع مسجد کی راہ سے آتے ہوئے بائیں طرف واقع ہے۔ مگر وہ مقبرہ خواجہ اعظم صاحب دیدہ مری جو کہ خود صاحب کشف و کرامات تھے کے اصل نسخہ

تاریخ کشمیر کے ملاحظہ کرنے کے مطابق سید نصیر الدین قدس سرہ کا مقبرہ ہوگا۔تاریخ کشمیر کے ملاحظہ سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ مقبرہ یوز آصف کے نام سے مشہور ہے جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے لکھا ہے۔ ہاں اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مقبرہ حضرت سنگ میں ایک قبر واقع ہے مگر اس کا نام لفظ سین کے ساتھ نہیں بلکہ لفظ صاد کے ساتھ ہے اور یہ محلہ جامع مسجد کی راہ سے آتے ہوئے دائیں طرف سے بائیں طرف نہیں ہے۔انزمرہ اور روضہ بل یعنی کوچہ خان یار کے درمیان مسافت واقع ہے بلکہ ان کے درمیان پانی کا ایک نالہ بھی حائل ہے۔پس دو وجہ سے فرق معلوم ہوتا ہے فرقِ لفظی بھی اور فرقِ معنوی بھی۔فرقِ لفظی یہ کہ یوز آصف صاد (کے ساتھ) ہے اور انزمرہ میں مدفون لکھا ہے لفظ سین کے ساتھ نہیں۔اور تغائر اسم تغائر مسمّٰی پر دلالت کرتا ہے۔اور فرقِ معنوی یہ کہ یوز آصف جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ کوچہ خان یار میں واقع ہے وہ محلہ ازمرہ میں ہے (کوچہ خان یار میں نہیں)۔اور تغائر مکان تغائر مکین پر دلالت کرتا ہے۔کہ ایک شخص کا دو جگہوں میں مدفون ہونا ممکن نہیں۔

جو عبارت تاریخ خواجہ اعظم صاحب میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت سید نصیر الدین خانیاری سادات عالی شان میں سے تھے۔مرہ میں مستور (پوشیدہ) تھے بعد میں ظہور فرمایا۔

میر قدس سرہ کا مقبرہ محلہ خان یار میں فیوض و انوار کا مہبط (نازل ہونے کی جگہ) ہے ان کے پڑوس میں ایک پتھر کی قبر واقع ہے عوام میں مشہور ہے کہ یہاں ایک پیغمبر آرام فرماہیں جو کہ سابقہ زمانہ میں کشمیر میں مبعوث ہوئے تھے۔یہ جگہ اس پیغمبر کے مقام سے مشہور و معروف ہے۔

تاریخ کی ایک کتاب میں میں نے دیکھا ہے کہ دور دراز قضیہ کے بعد ایک حکایت لکھتے ہیں کہ بادشاہ زادوں میں سے ایک شہزادہ زہد وتقوی کی راہ پر آیا۔بہت ریاضت اور عبادت کی اور کشمیر کے لوگوں کے لیے رسالت (پیغمبری) پر مبعوث ہوئے۔کشمیر میں آکر مخلوق کو دعوتِ حق دینے میں مشغول ہوئے۔رحلت فرمانے کے بعد محلہ انزمرہ میں (مدفون ہوکر) آرام فرما ہوئے۔اس

کتاب (تاریخ) میں اس پیغمبر کا نام یوز آصف لکھا (ہے)۔انزمرہ اور خان یار متصل واقع ہیں۔
اس عبارت کے ملاحظہ کرنے سے یہ صاف ظاہر ہے کہ یوز آصف محلہ انزمرہ میں مدفون ہے کوچہ خان یار میں مدفون نہیں ہے۔اور یہ یوز آصف بادشاہ زادوں میں سے تھا اور یہ عبارت تاریخ مرزا صاحب کے ارادہ کے مخالف اور مناقض ہے اس لئے کہ یسوع (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے اپنے آپ کو کسی بھی بادشاہ وغیرہ کی طرف منسوب نہیں کیا ہے۔

فقط زیادہ والسلام۔

خواجہ سعد الدین عفی عنہ بن خواجہ ثناء اللہ مرحوم و مغفور از کوٹھی خواجہ ثناء اللہ غلام حسن از کشمیر ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

دوسرا خط: سید حسن شاہ صاحب کشمیری کا۔

قولہ: اطلاع باد چوں ارقام کردہ بودید کہ در شہر سرینگر در ضلع خانیار پیغمبری آسودہ است معلوم سازند موجب آن خود بذات بابت تحقیق کردن آن در شہر رفتہ ہمیں تحقیق شدہ کہ پیشتر از دو صد سال شاعری معتبر و صاحب کشف بودہ است۔نام آن خواجہ اعظم دیدہ مری یک تاریخ از تصانیف خود نمودہ است کہ دریں شہر درین وقت بسیار معتبر ست۔دران ہمیں عبارت تصنیف ساختہ است کہ در ضلع خانیار میگویند کہ پیغمبری آسودہ است یوز آصف نام داشتہ و قبر دوم دران جا ست از اولاد زین العابدین رضی اللہ عنہ سید نصیر الدین خانیاری ست۔و قدم رسول در آنجا ھم موجود ست اکنوں در انجا بسیار مرجع اہل تشیع دارد بہرحال سوائی تاریخ خواجہ اعظم صاحب موصوف دیگر سندی صحیح ندارد واللہ اعلم۔
انتھی کلامہ۔سید حسن شاہ از کشمیر ۲۲ ذی الحج ۱۳۱۴ھ

(عقیدہ ختم النبوۃ، مفتی محمد امین، جلد ہفتم، تیغ غلام گیلانی، صفحہ ۲۱، ادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ ۲۰۰۹ء)

ترجمہ: دوسرا خط: سید حسن شاہ صاحب کشمیری کا

قولہ: اطلاع ہو جب آپ نے لکھا تھا کہ سری نگر شہر میں ضلع خانیار میں ایک پیغمبر آرام فرما ہے (اس کے بارے میں) معلومات فرمائیں۔ اس وجہ سے بذاتِ خود اس بات کی تحقیق کے لیے اس شہر میں گیا یہی تحقیق ہوئی کے دوسو سال پہلے یہاں ایک صاحبِ کشف معتبر شاعر رہ چکا ہے جس کا نام خواجہ اعظم دیدہ مری تھا۔ انہوں نے ایک تاریخ لکھی ہے جو اس وقت اس شہر میں بہت معتبر ہے۔ انہوں نے اس میں یہ لکھا ہے کہ ضلع خانیار کے محلہ روضہ بل کے بارے میں کہتے ہیں کہ ایک پیغمبر آرام فرما ہے جو کہ یوز آصف نام رکھتے ہیں اور یہاں دوسری قبر حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ کی اولاد میں سے سید نصیر الدین خانیاری کی ہے اور وہاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدم مبارک بھی موجود ہے۔ اب اس جگہ بہت سے اہل تشیع حاضر ہوتے ہیں (یہ جگہ ان کا مرجع ہے)۔ بہرحال سوائے تاریخ خواجہ اعظم صاحب موصوف کے اس کی اور کوئی صحیح سند نہیں ہے۔ واللہ اعلم عند اللہ۔

سید حسن شاہ آزاد کشمیر ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

اور ''غایۃ المقصود'' کا مصنف بعد تحقیق کے لکھتا ہے!

فقیر حقیر هم اکنون در هیچ تاریخی ندیده که قبر حضرت عیسیٰ در کشمیر نوشته باشند و نه از کدام باشنده معتبر کشمیر این قول شنیده۔ بلکه تمامی فضلا و رؤسای معتبرین و عوام الناس ملک کشمیر حلفاً و قسمیه میگویند که حاشا و کلا در کشمیر قبر حضرت عیسیٰ نمی باشد و علاوه ازیں دو خط گزشته بسیار دستخط و مواهیر بر نبودن قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام در کشمیر موجود ند چنانچه انجمن نصرة السنة امرتسر در رساله عقائد مرزا درج کرده در اینجا بعینها درج میکنم اصل شهادت ایں ست از باشندگان کشمیر شهر سری نگر که مرزا

قادیانی در دعوائے خود کہ قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام در کشمیر ست کاذب و مفتری ست۔۔۔الخ

ترجمہ: فقیر حقیر نے بھی ابھی تک کسی تاریخ میں نہیں دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا کشمیر میں ہونا لکھا ہو۔ اور نہ کشمیر کے کسی معتبر باشندہ سے یہ قول سنا ہے بلکہ ملک کشمیر کے تمام فضلاء و رؤسا معتبرین اور عوام الناس حلفاً اور قسمیہ طور پر یہ کہتے ہیں کہ حاشا و کلا کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے۔ اور ان دو سابقہ مذکورہ خطوں کے علاوہ بہت سے دستخط اور مہریں کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہ ہونے پر موجود ہیں جیسا کہ انجمن نصرۃ السنہ امرتسر نے رسالہ عقائد مرزا میں درج کیا ہے۔ یہاں بعینہٖ اس کو اسی طرح درج کرتا ہوں۔ سرینگر شہر کے باشندگان کشمیر کی یہ اصل شہادت ہے کہ مرزا قادیانی اپنے اس دعویٰ میں کہ قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں ہے کاذب اور مفتری (جھوٹا) ہے۔

مفتی واعظ رسول و نعمت اللہ و محمد شاہ مفتی کوٹھی وار روضہ بل خانیار۔ و مفتی محمد دلاور شاہ سکنہ خانیار۔ و مفتی محمد شریف ایضاً۔ و غلام محمد احمد قادری۔ و غلام مصطفیٰ خانیاری۔ و غلام یٰسین حسن قادری۔ و میر یوسف قادری۔ و مفتی یوسف شاہ صاحب۔ و مفتی جلال الدین صاحب۔ و مفتی سعد الدین صاحب۔ و مفتی و مولوی صدر الدین صاحب۔ و مفتی ضیاء الدین صاحب۔ و احمد شاہ صاحب۔ و محمد یوسف شاہ صاحب۔ و غلام محمد صاحب۔ و پیر قمر الدین صاحب سجادہ نشین۔ و سید کبیر صاحب سجادہ نشین۔ و احسن صاحب بشانی۔ و پیر غلام مصطفیٰ صاحب تارہ بلی۔ و غلام محمد عالی کدلی۔ و پیر علی شاہ صاحب۔

مواہیر خادمان خانقاہ معلیٰ محمد یوسف صاحب۔ و غلام رسول صاحب ہمدانی۔ و سید علی شاہ صاحب ہمدانی۔ و خلیل بابا صاحب۔ و بابا عبد الکبیر صاحب ہمدانی۔ و سید احمد

شاہ صاحب ہمدانی۔ وسید محی الدین صاحب۔ وعلی بابا صاحب موذن۔ ویا احمد۔ وعبدالمجید صاحب۔ واحمد صاحب فراش درگاہ نورالدین نعمت خان صاحب۔ یوسف ہمدانی سجادہ نشین خانقاہ معلیٰ۔ ومولوی حسن صاحب تقی خانیاری۔ وسید محی الدین صاحب قادری۔ وغلام علی صاحب ہمدانی۔

مواہیر خادمان مسجد جامع سری نگر کشمیر احمد بابا صاحب خادم مسجد جامع وعبداللہ بابا صاحب خادم وسید حسن صاحب خادم وعبدالصمد صاحب خادم وغلام رسول صاحب خادم وسید سکندر صاحب خادم و مولوی سلام الدین صاحب امام مسجد جامع مواہیر خادمان آستان حضرت مخدوم صاحب شہر سری نگر وغلام الدین صاحب مخدومی ونورالدین صاحب مخدومی واحمد بابا صاحب مخدومی واسداللہ صاحب مخدومی ونورالدین صاحب مخدومی واحسن اللہ صاحب مخدومی ومحمد شاہ صاحب مخدومی ومحمد بابا صاحب مخدومی وحفیظ اللہ صاحب مخدومی و میرک شاہ صاحب مخدومی وصدیق اللہ صاحب مخدومی۔

مواہیر حضرات خاندانِ رفیقیہ سہروردیہ نقشبندیہ سری نگر۔ نظام الدین صاحب۔ ومحمد بن محمود صاحب رفیقی۔ وغلام حسین صاحب رفیقی۔ وغلام حمزہ صاحب رفیقی۔ وعبد السلام صاحب رفیقی۔ وسیف الدین صاحب رفیقی۔ وعبداللہ صاحب رفیقی۔ ونورالدین صاحب۔ وشریف الدین صاحب رفیقی۔ وغلام نبی رفیقی۔ ومحمد قاسم صاحب رفیقی۔ وانور رفیقی۔ وعبدالصمد صاحب رفیقی۔ ومحمد مقبول بن نصیر الدین رفیقی۔ ومحمد یوسف رفیقی اسلام آبادی۔ وسعدالدین صاحب رفیقی۔ ومحمد مقبول صاحب رفیقی۔ وعبدالرحمن صاحب رفیقی۔ ونورالدین محمد بن محی الدین صاحب رفیقی۔ وصدر الدین صاحب رفیقی۔ وعبدالاحد

صاحب رفیقی۔ ومحمد یوسف صاحب رفیقی۔

مواہیر خاندانِ قدیمی سری نگر۔علی شاہ صاحب قدیمی۔ و غلام محمد صاحب قدیمی۔ وامیر الدین صاحب قدیمی۔ وغلام محی الدین صاحب قدیمی۔ وغلام حسن صاحب قدیمی۔ ومحمد شاہ صاحب قدیمی۔ ومولوی نورالدین صاحب قدیمی۔ وقمر الدین صاحب قدیمی۔ وغلام الدین صاحب قدیمی۔ وغلام حسین صاحب قدیمی۔

مواہیر خاندانِ قرشی سری نگر۔محمد سعید الدین صاحب قرشی۔ و بدر الدین صاحب قرشی۔ ونظام الدین صاحب قرشی۔ وسعد الدین صاحب قرشی محلہ خانیار۔ وعبد المجید صاحب قرشی۔ وغلام حسن صاحب قرشی۔تمام شد۔

پس مرزا کا دعویٰ غلط اور باطل ہوا مرزا نے باری تعالیٰ کے قول:

”وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِينٍ“ (المومنون:۵۰)

ترجمہ: اوران کو ایک اونچی جگہ پر جو رہنے کے لائق تھی۔

کو کشمیر بنا کر عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے لیے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے مگر تحریف کی۔معنی اس کلام پاک کے یہ ہیں (اور ٹھکانا دیا ہم نے ان دونوں کو طرف ٹیلے صاحب آرام اور صاف چشمہ دار پانی والے کے) پس ابلیس نے مرزا کو سوجھائی کہ اسے کشمیر گڑھ دو کہ کشمیر میں پہاڑ بھی ہیں اور پانی بھی چشمہ دار ہیں اور آرام بھی ہے، بوجہ معتدل ہونے آب وہوا اور میوہ جات کے جیسا کہ عرفی نے کہا ہے کشمیر کی تعریف میں ع

ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر درآید

گر مرغ کباب ست کہ با بال و پر آید

ترجمہ: جو بھی جلے ہوئے جسم والا کشمیر میں آئے گا اگر وہ کباب شدہ مرغ بھی ہو اُسے بھی بال اور پَر

اُگ آئیں گے۔(کشمیر کی آب و ہوا میں اتنا اثر ہے)

اگر مرزا ''انجیل متی، باب، دوم'' پڑھ لیتا تو اس مغالطے میں نہ پڑتا وہاں لکھا ہے کہ!

''جب دیارِ مشرق سے مجوسی حضرت مسیح کی زیارت کو آئے اور بادشاہ ہیرودیس کو خبر لگی کہ مسیح یہودیوں کا بادشاہ میرے ملک میں پیدا ہوا ہے تو اس نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ باندھا اور بچوں کا قتلِ عام کرڈالا مگر بادشاہ کے منصوبہ پر خدا پاک کے فرشتے نے حضرت مسیح کے محافظ کو خواب میں اطلاع کردی اور حکم دیا کہ اُٹھ اس لڑکے کو اس کی ماں کے ساتھ لے کر مصر کو چلا جا اور جب تک میں تجھے نہ کہوں وہیں رہنا کیونکہ ہیرودیس اس بچے کو ہلاک کرنے کے لیے ڈھونڈھنے کو ہے پس وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو لے کر مصر کو روانہ ہو گیا اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا اور جب ہیرودیس مر گیا تو پھر خواب میں ہدایت پا کر گلیل کے علاقہ کو روانہ ہو گیا اور ایک شہر میں جس کا نام ناصرت تھا جا بسا۔پس وہ ربوہ یا تو مصر میں کوئی مقام تھا یا خود ناصرت کو ربوہ کہا۔

اور تفسیر کشاف میں ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ ربوہ رملہ فلسطین ہے۔

(تفسیرِ حسینی: جلد دوم، صفحہ ۹۸، سورہ المومنون، آیت ۵۰، مطبع نامی نول کشور)

(تفسیرِ کشاف: جز ۳، سورۃ المومنون، دار الکتاب العربی بیروت)

قصبہ ناصرت جس کو مسیح و مریم نے اپنی جائے قرار بنا لیا تھا دراصل ایک پہاڑی پر بسا تھا۔(لوقا ۴/ ۲۹)اس میں ایک چشمہ آج تک موجود ہے جو ''چشمہ بتول'' کے نام سے مشہور ہے اور شاید:

''قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا'' (مریم:۲۴)

اسی طرف اشارہ ہے (یعنی بنا دیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ)

تفسیرِ خازن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ربوہ بیت المقدس ہے اور

کعب نے کہا کہ بیت المقدس بہت قریب ہے سب زمینوں سے بطرف آسمان کے بقدر ۱۸ میل کے۔

اور تفسیر کبیر صفحہ ۱۹۸ طبع مصر جز ۶ میں ہے "رَبْوَةٍ" اور "رباوہ" راء کی تین حرکات سے ہے بمعنی بلند زمین کے۔ حضرت قتادہ اور ابو العالیہ نے کہا ہے کہ وہ ایلیاء ہے بیت المقدس کی زمین ابوہریرہ نے کہا ہے کہ وہ رملہ ہے، کلبی اور ابنِ زید نے کہا کہ یہ رملہ مصر میں ہے اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ وہ "ربوۃ" دمشق ہے اور مقاتل اور ضحاک نے کہا کہ "ھی غوطۃ دمشق" یعنی دمشق کی فراز زمین۔

"تفسیرِ حسینی" میں ہے کہ بی بی مریم اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ جس کو یوسف نجار کہتے تھے ماثان کا بیٹا، بارہ سال اس ربوہ میں مقیم رہیں اور چرخہ کات کر اس کی مزدوری سے عیسیٰ علیہ السلام کو کھلاتی تھیں۔

اب ایک اور حدیث سن لو اور گریبان میں سر ڈال لو۔ سب لوگ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر انتقال فرمایا اور زمین پر آپ کی قبر موجود ہے اگرچہ صحیح پتہ معلوم نہیں اور توریت شریف کے آخر باب میں لکھا ہے کہ کسی بشر کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا پتا نہ لگا باوجود یہ کہ اس قبر کا پتا لگ جانا کوئی بہت بڑی ضروری بات نہ تھی، تو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اس قبر کا پتہ ہے اور بتلا دیا کہ وہ بیت المقدس سے ایک پتھر کی مار پر راہ کے کنارے سرخ ریتی کے تلے ہے۔

صحیح مسلم میں فضائل موسیٰ میں ہے!

"قَبْرُهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ تَحْتَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ"

(صحیح البخاری: جز، ۲، رقم: ۱۳۳۹، کتاب بدء الوحی، باب، من احب الدفن فی الأرض، دار الشعب القاھر)

(صحیح مسلم: جز، ۷، رقم: ۶۲۹۷، باب، من فضائل موسیٰ، طبع دار الجیل بیروت)

(مسندِ احمد: جز، ۱۳، رقم: ۷۶۴۶، مسند ابوھریرہ رضی اللہ عنہ، طبع موسسۃ الرسالۃ)

(سنن نسائی: جز، ۴، رقم: ۲۰۸۹، طبع مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

پھر کیوں حضرت مسیح کی قبر کا پتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ بتلا دیتے جس کا صرف پتا ہی لوگوں کو نہ معلوم تھا بلکہ جس کے وجود کا لوگوں کو گمان بھی نہیں ہوا تھا۔ اور جو بقول مرزا ایک ایسی اہم اور ضروری بات تھی جس کے فاش ہو جانے سے دین عیسائی مٹ جاتا اور صدیوں کے عیسائی چند روز میں کُل کے کُل مسلمان ہو جاتے۔ شاید کہ مرزا کی معلومات جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی بہت بڑی ہیں جن کے غلام ہونے کا مرزا کو فخر حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تو عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا پتا نہ بتایا اور معاذ اللہ اتنی بڑی فروگزاشت کی مگر مرزا نے تیرہ سو برس کی اُتری ہوئی آیت کریمہ!

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" (المائدۃ: ۳) کی تکذیب کر کے اب دین کی تکمیل کی۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں

(۴۵)

خدا تو پابندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے لیکن ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لا سکتا جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ (انتہی بلفظہ الخبیث الملعون)

(روحانی خزائن: جلد ۱۸، دافع البلاء، صفحہ ۲۳۵، ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۲۰۰۸)

اقول: اس میں دو صریح خبیث نجس کفر ہیں، ایک اللہ تعالیٰ کو عاجز بتانا کہ کسی طرح نہیں لا سکتا۔ دوسرے رسول اولو العزم مرسل کو فتنہ گر اور تباہ کن کہنا۔ افسوس کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بوجہ اس کے فتنے کے نہیں لا سکتا، مگر مرزا کو دنیا میں لایا جو ایسا فتنہ باز کہ کسی نیک شخص کو حتیٰ کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم وغیرہ اصحاب کو بلکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی گالیوں سے خالی نہ چھوڑا کسی کو مشرک کسی کو ملعون، کسی کیا، کسی کو کیا کہہ دیا۔

(٤٦)

اب خدا کہتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بہتر ہے جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام۔ شعر

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(انتہیٰ بلفظہ الخبیث)

(روحانی خزائن: جلد ۱۸، دافع البلاء، صفحہ ۲۴۰، ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۲۰۰۸)

اقول: اس بیتِ خبیث کے سبب سے **فاضل بریلوی مجدد مائۃ حاضرہ مولانا اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب نے مرزا پر اپنی کتابِ مستطاب "حسام الحرمین"** میں حکم کفر و ارتداد فرمایا جس کی حظیت کی وجہ سے علمائے مکہ و مدینہ زادھما اللہ شرفا و کرامۃ وغیرہ کے نامی نامی بزرگانِ دین نے اس مرزا کے کفر پر مہریں کردیں۔ اِن حضرات کی تعداد چالیس تک ہے۔

(٤٧)

ہم مسیح کو بے شک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانے کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا، واللہ اعلم مگر وہ حقیقی منجی نہیں تھا۔ (بلفظہ الخبیث)

(روحانی خزائن: جلد ۱۸، دافع البلاء، صفحہ ۲۱۹، ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۲۰۰۸)

اقول: فقیر کہتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے پیغمبروں میں سے جو اولو العزم ہین ان کی صرف اتنی قدر مرزا کے یہاں ہے کہ وہ ایک راست باز آدمی تھا فقط ایک نیک قسم کا آدمی تھا وہ بھی نہ ایسا کہ کسی دوسرے کو خلاصی ملنے کا سبب ہو سکے۔ ہاں حقیقی نجات دینے والا اب قادیانی ہے جیسا کہ وہ خود بکتا ہے کہ!

(٤٨)

"حقیقی منجی وہ ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور اب بھی آیا مگر بروز کے طور پر خاکسار مرزا غلام احمد"۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۲۵، معیار)

(۴۹)

عیسیٰ کوئی کامل شریعت نہ لایا تھا۔۔۔الخ (دافع البلاء ٹائٹل پیج مرزا کی کتاب، صفحہ ۴)

اقول: اب تو پروردگار کی شریعت بھی ناتمام اور ناقص ہوگئی اس سے خبیث تر اور کفر کیا ہے؟

(۵۰)

مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ یعنی یحییٰ شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام "**حَصُور**" رکھا مگر مسیح کا نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔ (روحانی خزائن: جلد ۱۸، دافع البلاء، صفحہ ۲۲۰، ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۲۰۰۸)

(۵۱)

اسی ملعون قصے کو اپنے رسالہ ضمیمہ "انجامِ آتھم"، صفحہ ۷ میں اس طرح لکھا!

"آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ (یعنی عیسیٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے)" ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔ (بلفظہ الخبیث)

اقول: اس رسالہ میں تو صفحہ ۴ سے ۸ تک مناظرہ کی آڑ لے کر خوب جلے دل کے پھپھوڑے پھوڑے ہیں، اللہ عزوجل کے سچے مسیح عیسیٰ بن مریم کو نادان، اسرائیلی، شریر، مکار، بدعقل زنانے خیال والا، فحش گو، بدزبان، کٹیل، جھوٹا، چور، علمی عملی قوت میں بہت کچا، خلل دماغ والا، گندی گالیاں

دینے والا، بدقسمت، نرافریبی، پیروشیطان وغیرہ وغیرہ خطاب اس قادیانی دجال نے دیئے۔

(قہرالدیان ازمولاناصاحب فاضل بریلوی مدفیضہ)

اقول: اے مسلمانوں ذرا خیال کروکہ یہ بکواس مرزا قادیانی کا کیسا برا ہے معلوم ہوا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور جمیع مسلمانوں سے کچھ شرم وحیا نہیں کرتا بلکہ اس کو حیا بالکل نہیں ہے اُسی کتابِ کفر نصاب کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے!

''حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا''۔

(۵۲)

صفحہ ۷ میں لکھا اس زمانے میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے آپ سے کوئی معجزہ ہوا بھی تو وہ آپ کا نہیں اس تالاب کا ہے آپ کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے کچھ نہ تھا۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک ومطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھی جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔ (بلفظہ الخبیث)

اقول: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ خدائے قہار کا کیسا حلم ہے کہ رسول اللہ کو باحیلہ اور بے حیلہ یہ ناپاک گالیاں دی جاتی ہیں اور آسمان نہیں پھٹتا۔ کیسا ظلم ہے مسلمانوں کیا پروردگار ایسے ظالم کو اس کی جزا نہ دے گا اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ۔ وہ پاک کنواری مریم صدیقہ کا بیٹا کلمۃ اللہ جسے اللہ نے بے باپ پیدا کیا سارے جہان کے لیے قادیانی شیطان نے اس کے لیے دادیاں بھی گنادیں اور ایک جگہ اس کا دادا بھی لکھا ہے اور اس کے حقیقی بھائی سگی بہنیں بھی لکھی ہیں ظاہر ہے کہ دادا، دادی، حقیقی بہنیں، سگے بھائی اسی کے ہوسکتے ہیں جس کے لیے باپ ہو جس کے نطفے سے وہ بنا ہو پھر بے باپ کے پیدا ہونا کہاں رہا یہ قرآنِ عظیم کی تکذیب اور مریم طیبہ طاہرہ کو سخت گالی ہے الا لعنۃ اللہ علی الکافرین۔

(۵۳)

وہ مرزا اپنی کتاب ''کشتیٔ ساختہ'' کے صفحہ ۱۶ پر بکتا ہے!

مسیح تو مسیح میں اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں، مسیح کی دونوں ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں۔

اور خود ہی اُس کے نوٹ میں لکھا!

یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔(بلفظہ الخبیث)

اقول: دیکھو کیسے کھلے لفظوں میں ایک بڑھئی کو سیدنا عیسیٰ کلمۃ اللہ کا باپ بنا دیا اور اس صریح کفر میں صرف ایک پادری کے لکھے جانے پر اعتماد کیا۔ اللہ واحدِ قہار سے سخت لعنت پائے گا وہ جو ایک پادری کی بے معنی زٹل سے قرآن کو ردّ کرتا ہے۔

(٥٤)

"اعجازِ احمدی" صفحہ ۱۳ پر صاف بک دیا کہ یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی۔

(٥٥)

بلکہ ابطالِ نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔(بلفظہ الخبیث)

اقول: یہاں پر تو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قرآن شریف پر بھی اعتراض جڑ دیا وہ قرآن ایسی بات بتا رہا ہے کہ جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔

ع آفریں بر دست بر بازوئے تو

(٥٦، ٥٧)

نیز اسی صفحہ پر لکھا ہے کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔ ان کی اکثر پیشگوئیاں غلطی سے پُر ہیں۔

اقول: یہ بھی صراحۃً نبوتِ عیسیٰ علیہ السلام سے انکار ہے۔

(۵۸)

کیونکہ قادیانی اپنی کتاب پُرعتاب "کشتیٔ ساختہ"، صفحہ ۵ پر بکتا ہے!

ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔

اور دافع الوساوس، صفحہ ۳ پر بکتا ہے!

کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔

"ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ ۲۷" پر بکا

کیا اس کے سوا کسی اور چیز کا نام ذلت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ پورا نہ ہوا۔

صفحہ ۷، اپنی کتاب "کشتیٔ ساختہ میں بکتا ہے کہ اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی پیشگوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو اُسے نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی"۔

اقول: فقیر کہتا ہے کہ مرزا نے اپنے لیے تو یہ عزت ثابت کر لی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے سوائے رسوائی کے کوئی عزت نہیں جو پیشگوئیاں مرزا کے خلاف اور غیرِ صادقہ نکلیں اور مرزا ایمان رکھتا تو شرمندہ ہوتا مگر بے ایمان کو شرم کہاں، میں ہی دو چار سنائے دیتا ہوں۔

مرزا کی جھوٹی پیشگوئیاں

۱۔۔۔ عبد اللہ آتھم کی نسبت موت کی پیشگوئی کر کے سخت جھوٹا ہوا۔

۲۔۔۔ ایک مولوی ثناء اللہ امرتسری کی نسبت اشتہار میں شائع کر دیا کہ اگر میں سچا ہوں تو میرے سامنے وہ مر جائے گا اور اُمید ہے کہ میرا پروردگار ایسا ہی کرے گا پس وہ تو زندہ رہا اور خود مرزا مر گیا۔

اس کے جھوٹے ہونے پر یہی اس کے دو فیصلے دعا کے شاہد ہیں مگر مرزائی اس کو خیال نہیں کرتے۔

۳۔۔۔ مرزا نے ایک الہام اشتہار میں چھاپ دیا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی کا نکاح میرے ساتھ ہوگا لڑکی کے اولیاء کو نامنظور ہوا تو مرزا نے چند لطائف الحیل طمع وغیرہ پر ان کو راضی کرنا چاہا وہ راضی نہ ہوئے۔

بعدہٗ مرزا احمد بیگ کے رشتہ داروں کو خط لکھے کہ تم لوگ اس امر کی کوشش کرو ورنہ میں سخت شرمندہ ہو جاؤں گا، جب ادھر سے بھی کام نہ چلا تو مرزا کے چھوٹے بیٹے فضل احمد کے نکاح میں مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی ہمشیرہ زادی مسماۃ عزت بی بی تھی اس کو دھمکی دی کہ اگر تم اپنے ماموں مرزا احمد بیگ سے کہہ کر اس کی بیٹی محمدی کا نکاح میرے ساتھ نہیں کراؤ گی تو جس روز کہ محمدی کا نکاح کسی غیر سے ہوا اسی روز تم کو اپنے بیٹے فضل احمد سے طلاق دلوا دوں گا۔ بعدہٗ عزت بی بی نے اپنے والدین اور ماموں کو لکھا مگر خدا کو تو اسے جھوٹا کرنا تھا انہوں نے کذاب کی ایک نہ سنی اور بڑے زور شور کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے ہوگیا۔ اب اس نے اپنے بیٹے فضل احمد سے کہا کہ تم اپنی عورت عزت بی بی کو طلاق دے دو اس نے انکار کیا اور مرزا نے اس کو عاق کر کے ورثے سے محروم کر دیا۔ جس کا پورا قصہٗ دلچسپ **"کلمہ فضلِ رحمانی بجواب اوہامِ غلام قادیانی"** میں ہے۔ اس قصہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خوب شہوتی اور نفسانی تھا اور کس قدر ذلت اس کو خلاف ثابت ہونے پر ہوئی۔

۴۔۔۔ مرزا نے دعا کی تھی اور الہام ہوا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا بجائے اس کے لڑکی پیدا ہوئی۔

۵۔۔۔ پھر الہام ہوا کہ اب کی بار ضرور لڑکا ہوگا کہ جس سے قومیں برکت پائیں گی، زمین کے کناروں تک مشہور ہوگا تب لڑکا تو ہوا لیکن سولہ (۱۶) ماہ کا ہو کر گمنام اور بے برکت مر گیا اور اپنے باپ ملہم کو کاذب بنا کر الٹا داغ جگر پر دھر گیا۔

۶۔۔۔ مرزا کا الہام کہ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا، تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ **(صفحہ ۱۳۴، ازالہ)** اسکے برعکس ہوا، سخت بے عزتی اور

نفرت کے ساتھ دور تک شہرت ہوئی لوگوں کے دلوں میں غایت شدت کی دشمنی پڑگئی۔ اگر اسی کا نام عزت ومحبت ہے تو یہ مرتبہ مرزا سے بدرجہا بڑھ کر ابلیس کو حاصل ہے۔ یہ پیشگوئیاں اس کی مشتی نمونہ خرواری کا مضمون ہے۔ اگر پوری پیشگوئیاں جو غلط نکلی ہیں بیان ہوں تو دفتر بن جائے۔

(۵۹)

کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ۔ (اربعین نمبر ۲، صفحہ ۱۳ پر مرزا نے بکا)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ جو اولو العزم مرسلین میں سے تھے وہ کامل مہدی نہ ہوئے اور ایک مکار، غدار، بے شرع، تارک الصلوٰۃ، تارک الصوم، تارک الحج، شہوانی، نفسانی، شیطانی خیالات والا کامل مہدی ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام جب کہ اس کمبخت کے نزدیک مسلمان ہی نہیں تھا تو مہدی کیسے ہوتا جیسے کہ اسے مرزا نے اپنی کتاب ''مواہب الرحمن'' کے صفحہ ۱۲، ۱۳ پر صاف طور پر بک دیا کہ عیسیٰ یہودی تھا۔

(٦٠)

لو قدر اللّٰہ رجوع عیسیٰ الذی ھو من الیھود لرجع العزۃ الی تلک القوم۔

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ اُس عیسیٰ کے لوٹانے پر قادر ہوتا جو کہ یہودی ہے تو اس قوم کی طرف عزت کو لوٹا دیتا۔

اقول: یہ تو ظاہر بات ہے کہ یہودی مذہب کا نام ہے، نسب کا نام نہیں ہے۔ کیا مرزا جو پارسیوں کی اولاد ہے مجوسی ہے، اے مسلمانوں اب تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس عَدُوَّ اللّٰہِ اور عَدُوَّ الرَّسُوْل نے صاف کافر کہہ دیا اب تو کچھ باقی نہ چھوڑا وہ اتنا احمق نہیں کہ صاف حرفوں میں لکھ دے کہ عیسیٰ کافر تھا بلکہ اس معظم نبی کے کفر کے مقدمات متفرق کر کے لکھے، دیکھو اُسکی کتابِ پُر عذاب ''کشتی ساختہ'' کے صفحہ ۱۸ پر بکتا ہے۔

(٦١)

جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے۔ کون خدا پر ایمان لایا صرف وہی جو ایسے ہیں۔ (بلفظہ الخبیث)

اقول: دیکھو! کیسا صاف بک دیا کہ جس کو خدا پر ایمان ہے ممکن نہیں کہ اسے خدا رسوا کرے لیکن عیسیٰ کو رسوا کیا تو ضرور اس کو خدا پر ایمان نہ تھا۔ اور کیا کافر کہنے والے کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ۔

مگر الحمد للہ خدا نے آفتاب کی طرح سارے زمانہ کو دکھا دیا کہ مرزا ہی ہمیشہ رسوا ہوا، کیا اور کیوں نہ ہوتا کہ وہ خدا سے کافر تھا رسولوں سے کافر تھا۔ فَلَعْنَۃُ اللہِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ۔

(۶۲)

احیائے جسمانی کچھ چیز نہیں احیائے روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۳)

اقول: دیکھو! وہ ظاہر باہر معجزہ جس کو قرآنِ عظیم نے تعظیم کے ساتھ بیان کیا اور آیت اللہ ٹھہرایا۔ قادیانی کیسے کھلے لفظوں میں اس کی تحقیر کرتا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔ پھر اسی ازالہ اوہام صفحہ ۴ میں بکتا ہے۔

(۶۳)

ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء یا غلط فہمی سے گڑھے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔ (بلفظہ الخبیث)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ یہ کہہ کر (کہ اگر کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا) تمام معجزات سے کیسا صاف انکار کر دیا۔

(۶۴)

پھر صفحہ ۴،۵ میں بک دیا، زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

اقول: یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام خود اپنے معجزے سے منکر تھے رسول اللہ پر محض افتراء اور قرآنِ عظیم کی صاف تکذیب ہے قرآنِ پاک تو مسیحِ صادق سے یہ نقل فرماتا ہے کہ!

اَنِّیۡ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۙ اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَاُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ (۱) وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡیِ (۲) الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۔(آلِ عمران:۴۹)

ترجمہ: بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب سے یہ معجزے لے کر آیا ہوں کہ میں مٹی سے پرند کی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں وہ خدا کے حکم سے پرند ہو جاتے ہیں اور میں بحکمِ خدا مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا اور مُردے زندہ کرتا ہوں اور تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں اُٹھا رکھتے ہو بے شک اس میں تمہارے لیے بڑا معجزہ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

''وَجِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوۡنِ''۔(آلِ عمران:۵۰)

ترجمہ: میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بڑے معجزات لے کر آیا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

---

(۱)۔۔۔تفسیر کبیر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بارہا پچاس ہزار بیمار جمع ہوتے تھے جو آنے کی طاقت رکھتا خود آتا اور جو نہ آسکتا تو عیسیٰ علیہ السلام خود اس کے پاس چلے جاتے تھے اور فقط دعا ہی کیا کرتے تھے۔امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یا حی یا قیوم کے لفظ سے مردہ کو زندہ کرتے تھے مگر یہ شرط کرلیا کرتے تھے کہ بعد اچھا ہونے کے میرے رسول ہونے پر ایمان لانا ہوگا۔

(۲)۔۔۔جو جو لوگ زندہ ہوئے ہیں ان میں سے ابن عباس نے چار شخص ذکر کیے ہیں۔عازر، پیرزن کا بیٹا اور عاشر کی بیٹی اور نوح علیہ السلام کے بیٹے سام۔سوائے سام بن نوح کے سب کے سب دنیا میں زندہ رہے اور ان کی اولاد ہوئی۔بعد مرجانے عازر کے اس کی ہمشیرہ نے عیسیٰ علیہ السلام سے آ کر کہا کہ تمہارا دوست عازر فوت ہونے والا ہے پس تین دن کا راستہ طے کر کے گئے دیکھا تو وہ مرگیا تھا اس کی قبر پر جا کر دعا کی عازر زندہ ہوا اور اس کی اولاد بھی ہوئی اور ابن العجوز یعنی بوڑھیا کا بیٹا کہ وہ مرا ہوا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے پاس گئے اور دعا کی پس وہ اپنی چارپائی پر اُٹھ بیٹھا اور لوگوں نے اس کو اپنے کاندھوں سے اتارا اور اس نے کفن اتار کر اپنے کپڑے پہن لیے اور مکان میں آیا اور زندہ رہا۔یہاں تک کہ اس کی اولاد بھی ہوئی اور عاشر کی بیٹی یعنی ایک شخص لوگوں سے عشر لیا کرتا تھا اس کی بیٹی مرگئی اور عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی پس وہ زندہ ہوگئی اور اس کی اولاد بھی ہوگئی اور نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی قبر پر عیسیٰ علیہ السلام آئے اور دعا کی پس وہ قبر سے نکلے اور آدھا سر ان کا سفید ہوگیا تھا بوجہ خوفِ قیامت کے اور حالانکہ اس زمانے میں لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے تھے پس انھوں نے پوچھا کیا قیامت قائم ہوگئی ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے اسمِ اعظم کے ساتھ تمہارے لیے دعا کی ہے پھر ان سے مرجانے کو کہا انھوں نے کہا کہ مروں مگر یہ شرط ہے کہ موت کی سختی میرے اوپر دوسری بار نہ ہو پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور ان پر موت کی سختی نہ ہوئی۔(تفسیر لباب التاویل، ج۱، صفحہ ۳۲۸)

اور مرزا قرآن کا جھٹلانے والا کہتا ہے کہ ان کو اپنے معجزات سے انکار ہے۔کیوں مسلمانوں! قرآن سچا یا قادیانی؟ ضرور قرآن سچا ہے اور قادیانی کذاب جھوٹا۔کیوں مسلمانوں! جو قرآنِ پاک کی تکذیب کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ ضرور کافر ہے۔بخدا ضرور کافر ہے۔

(قہر الدیان علی مرتد بقادیان للفاضل البریلوی الشیخ احمد رضا خان مجدد المائۃ الحاضرہ)

(٦٥)

اسی قادیانی نے ''ازالہ شیطانی'' میں آخر صفحہ ۱۵۱ سے ۱۶۲ تک تو پیٹ بھر کر رسول اللہ وکلمۃ کو گالیاں دیں اور آیات اللہ وکلام اللہ سے وہ مسخریاں کیں جن کی حد ونہایت نہیں،صاف بک دیا کہ: جیسے عجائب انھوں نے دکھائے عام لوگ بھی کر لیتے تھے۔اب بھی لوگ ویسی باتیں کر دکھاتے ہیں۔

(٦٦)

بلکہ آج کل کے کرشمے ان سے زیادہ عمدہ ہیں۔

(٦٧)

وہ معجزے نہ تھے کل کا زور تھا۔

(٦٨)

عیسیٰ نے اپنے باپ بڑھئی یعنی مستری کے ساتھ لکڑی لوہے کا کام کیا تھا۔

(٦٩)

اس سے یہ کلیں بنانا آگئیں تھی۔

(٧٠)

عیسیٰ کی سب چالاکی مسمریزم سے تھی۔

(٧١)

وہ جھوٹی رونق تھی۔

(۷۲)

سب کھیل تھا لہو ولعب تھا۔

(۷۳)

سامری جادوگر کے گوسالے کی مانند تھا۔

(۷۴)

بہت مکروہ اور

(۷۵)

قابلِ نفرت کام تھے۔

(۷۶)

اہلِ کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔

(۷۷)

عیسیٰ ہدایت کرنے میں بہت ضعیف۔

(۷۸)

اور نکما تھا۔

وہ ناپاک عبارات مزخرفات یہ ہیں:

انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہیں۔

ایک محض سماوی جس میں انسان کی تدبیر وعقل کو کچھ دخل نہیں جیسے شق القمر۔

دوسرے عقلی جو خارقِ عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں جو الہام سے ملتی ہے جیسے سلیمان کا معجزہ! ''صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِيۡرَ'' (کہا یہ ایسا محل ہے جس میں (نیچے بھی) شیشے جڑے ہوئے ہیں) بظاہر مسیح کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے اُمور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے جو شعبدہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو

فریفتہ کرنے والے تھے ۔وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھاتے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے ۔مسیح کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے ۔سو کچھ تعجب نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ یا پیروں سے چلتا ہو کیونکہ مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کی ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے ۔پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں حال کے زمانے میں بھی اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنالیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں، دُم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں ۔

بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں ۔ماسوا اس کے یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزم کے طریق سے بطریق لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں کیونکہ مسمریزم میں ایسے ایسے عجائبات ہیں ۔سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس فن میں مشق والا مٹی کا پرند بنا کر پرواز کرتا دکھا دے تو کچھ بعید نہیں کیونکہ کچھ اندازہ نہ کیا گیا کہ اس فن کی کہاں تک انتہاء ہے۔ سلبِ امراض عمل الترب (مسمریزم) کی شاخ ہے ہر زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس عمل سے سلبِ امراض کرتے ہیں اور مفلوج، مبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں ۔نقشبندی وغیرہ نے بھی ان کی طرف بہت توجہ کی تھی، محی الدین ابن عربی کو بھی اس میں خاص مشق تھی ۔کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ بحکمِ الٰہی اس عملِ مسمریزم میں کمال رکھتے تھے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل اس قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں ۔اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا، اس عمل کا ایک نہایت برا خاصہ یہ ہے کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے وہ

روحانی تاثیروں میں جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ گو مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل مسمریزم کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے۔مگر ہدایت و توحید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے، جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں صرف جھوٹی حیات، جھوٹی جھلک نمودار ہو جاتی تھی تو ہم اس کو تسلیم کر چکے ہیں ممکن ہے کہ عمل الترب (مسمریزم) کے ذریعے سے پھونک میں وہی قوت ہو جائے جو اس دخان میں ہوتی ہے جس سے غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہ تھے بلکہ وہ ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ ایک فطری طاقت تھی جو ہر فرد بشر میں ہے مسیح کی کچھ خصوصیت نہیں چنانچہ اس کا تجربہ اسی زمانے میں ہو رہا ہے مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق و بے قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہرِ عجائبات تھا جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم ومفلوج مبروص ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے لیکن بعض بعد کے زمانے میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھائے اس وقت تو کوئی تالاب بھی نہ تھا۔یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر تھی۔بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل تھا جیسے سامری کا گوسالہ۔۔انتہی۔(بلفظہ الخبیث اللعین الملعون)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ اے مسلمانوں دیکھو! کہ اس دشمنِ اسلام نے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کو کیسی سخت گالیاں دی ہیں۔ان کے معجزے کو صاف کھیل بتا دیا اور کہا کہ لہو ولعب وشعبدہ وسحر تھا۔برص والے اور کوڑھی کو اچھا کرنا عملِ مسمریزم کا تھا اور معجزۂ پرندہ میں تین احتمال پیدا کیے۔بڑھئی یعنی نجار کی کَل یا مسمریزم یا کراماتی تالاب کا اثر اور اس کو صاف سامری کا بچھڑا بتا دیا بلکہ اس سے بھی بدتر کہ سامری نے جو اسپ جبریل کی خاکِ سم اٹھائی وہ اسی کو نظر آئی دوسرے

نے اس پر اطلاع نہ پائی۔مگر مسیح کا کام ایک ایسا دستِ مال اور مشہور تھا جس سے دنیا جہان کو خبر تھی۔مسیح پیدا بھی نہ ہوئے تھے جب سے تالاب کی کرامات شہرۂ آفاق تھیں تو اللہ کا رسول یقیناً اس کافر جادوگر سامری سے بہت کم رہا اور جب کہ مسیح کے وقت میں ایسے شعبدے تماشے بہت ہوتے تھے پھر معجزہ کدھر سے ہوا۔

اللہ اللہ رسولوں کو گالیاں پھر اسلام باقی ہے؟ مرزا تو یقیناً قطعاً کافر مرتد اور (ان شاء اللہ القہار) مخلد فی النار حریق النیران (اگر قہار اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ جلانے والی آگ یعنی دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہے گا) ہوا ہی ہے مگر اندھے وہ لوگ ہیں جو قدرے اردو فارسی عربی پڑھ کر زعمی مولوی ہو کر مرزا کے ان صریح کفریات کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ میں مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا خطا پر جانتا ہوں۔ہاں شاید ایسے شخصِ نالائق کے نزدیک کافر وہ ہوگا جو انبیاء اللہ کی تعظیم کرے۔کلام اللہ کی تصدیق وتکریم کرے۔کیا ایسے نالائق مولویوں کو یہ خبر نہیں کہ جو شخص مخالف ضروریاتِ دین کو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے۔من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔جب تکذیبِ قرآن پاک وسب وشتم انبیاء کرام بھی کفر نہ ٹھہرا تو خدا جانے فرقہ آریہ وہنود ونصاری ویہود نے اس سے بڑھ کر کیا جرم کیا ہے کہ وہ کفار ٹھہرائے جائیں؟ شاید ایسوں کے دھرم میں تمام دنیا مسلمان ہے نہ کوئی کافر تھا اور نہ اب ہے اور نہ آئندہ کوئی ہوگا۔ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔(**قہر الدیان علی مرتد بقادیان لمخدومی و استاذی و مرشدی الشیخ احمد رضا خان الفاضل البریلوی مجدد المائۃ الحاضرۃ عم فیضہ**)

قادیانی مرکب شیطانی نے خاص رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین کے حق میں جو گستاخی کی ہے اُس کا بیان:

(۷۹)

سیرِ معراج حضرت ﷺ کو اس جسمِ کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف

تھا۔(بلفظہ الخبیث (۱) صفحہ ۷۴، ازالہ اوہام)

اقول: اب تو حضرت ﷺ کی صاف صاف اہانت کر دی جو کفر ہے۔کیونکہ جو کوئی پیغمبرِ خدا کی اہانت کرے وہ کافر ہے۔(عقائدِ عظیم، صفحہ ۱۷۰،۱۶۶)

یادرکھیں

مسئلہ: ہر پیغمبر کی جناب میں بے ادبی کرنا کفر ہے۔

(بلفظہ ضمان الفردوس صفحہ ۳۲، سطر اور دیگر کُتبِ عقائد و مالابد منہ صفحہ ۱۵۸)

مسئلہ: جو کوئی پیغمبر ﷺ کے بال مبارک کو بالڑا یا بالٹا کہے وہ کافر ہے۔(عقائدِ عظیم، صفحہ ۱۷۱)

مسئلہ: جس کلمے میں کسی طرح کی بے ادبی یا اہانت جنابِ رسول ﷺ کی پائی جائے وہ یقیناً کفر ہے بلکہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔(بلفظہٖ صفحہ ۳۱، ضمان الفردوس)

معلوم ہوا کہ مرزا کا ایمان فلسفیوں کی فضلہ خواری ہے۔

(۸۰)

حضرت رسولِ خدا ﷺ کے الہام و وحی غلط نکلی تھیں۔(بلفظہ الخبیث، ص ۶۸۸، ازالہ اوہام)

(۸۱)

اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی اور نہ دجال کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی اصلیت تک وحی الٰہی نے خبر دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ھی ہی ظاہر فرمائی گئی ہو۔(صفحہ ۶۹۱، ازالہ اوہام)

اقول: فقیر عرض کرتا ہے کہ آگے چل کر جواب اس کا دندان شکن قادیانی فگن دیا جائے گا، یہاں اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ معاذ اللہ محمد ﷺ سے علم مرزا کا زیادہ ہے جو چیز احکامِ دین میں سے

حضرت ﷺ نہیں جانتے تھے وہ مرزا جانتا تھا۔

(۸۲)

نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی نہیں پہنچ سکتا پس اس جسم کا کرۂ آفتاب و ماہتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۴۷، ازالہ اوہام)

اقول: جس کا نام مشہور "**ازالہ اوہام**" ہے مگر اس پر "**اذادہ اوہام**" ہی صادق ہے بلکہ وہ حقیقۃً **اذادۂ اوہام** ہے۔ مطلب یہ کہ نہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے اور نہ رسول اللہ ﷺ کا شبِ معراج میں آسمان پر جانا ہوا۔ خدا پناہ دے ایسے عقیدے سے ع

ای روشنی طبع تو برمن بلا شدی

ترجمہ: اے روشنی طبع! کہ تیری طبیعت کی روشنی تو مجھ پر بلا ہوئی۔

حیف امامت بلکہ نبوت کا جبہ اور دستار مرزا نے اتار کر پھینک دیا اور فلسفے کے ڈر کے مارے سر سید احمد کی آرام کرسی کے تلے جا چھپا۔ افسوس کہ مرزا یہ تو مان رہا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام تین (۳) رات، دن مچھلی کے پیٹ میں تسبیح و تہلیل کرتے زندہ رہے اور پھر صحیح و سلامت اس کے پیٹ سے منہ کی راہ سے نکل کر قوم سے جا ملے۔ پھر نئے اور پرانے فلسفے نے مرزا کے وہم کا ازالہ نہ کیا اور آج تک نہ ڈانٹا کہ اے احمق تو نے کیسے مان لیا کہ ایک خاکی انسان گوشت کا ٹکڑا نہنگ دریا کا طعمہ ہو جائے اور اس کے معدہ کے کرۂ نار میں جو کہ استخوان کو راکھ کر ڈالتا ہے تین دن رہا اور گل سڑ کر کیلوس اور کیموس اور مچھلی کا گوشت و خون کیوں نہ بن گیا۔ تو نے کیسے مان لیا کہ وہ پھر دوبارہ منہ کے رستے سے صحیح سلامت برآمد ہوا مگر مسیح و مصطفیٰ ﷺ کے رفع جسمانی کے لیے کرہ زمہریر کو سدِ راہ سمجھ لیا۔

(۸۳) قولہ

الف: اگر عذر ہو کہ بابِ نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوئی اس پر مہر لگ چکی ہے میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ بابِ نبوت مسدود ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی

گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس اُمت مرحومہ کے لیے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔

(بلفظہ الخبیث، صفحہ ۱۸، توضیح مرام)

(۸۴)

ب: وحیٔ الٰہی پر صرف نبوتِ کاملہ کی حد تک کہاں مہر لگ گئی ہے۔اے غافلو! اس اُمتِ مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں۔(بلفظہ الخبیث، صفحہ ۴۲۱، ۴۲۲، ازادہٗ اوہام)

اقول: تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین والمرسلین نہ ہوئے۔

اہانت حضرت موسیٰ علیہ السلام

(۸۵)

حضرت موسیٰ کی پیشگوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں اُمید باندھی تھی غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔

(صفحہ ۸، ازالہ اوہام)

اقول: اس سے یہ نکلا کہ موسیٰ علیہ السلام کی باتیں بھی غلط ہوتی تھیں گو عیسیٰ علیہ السلام کی غلطی سے کم سہی۔

(۸۶)

سورۂ بقرہ میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نعش پر مارنے سے وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا اور اپنے قاتل کا پتا دیدیا تھا یہ محض موسیٰ علیہ السلام کی دھمکی تھی اور علمِ مسمریزم تھا۔

(ملخصاً صفحہ ۷۴۵، ازالہ)

اقول: نعوذ باللہ من ذٰلک الکفر۔ معجزہ کو مسمریزم کہہ دیا نرا معجزہ کیسا دجال نے حشر ہی اُڑا دیا کہ اللہ عزوجل نے اسکے بیان میں فرمایا!

''فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى''(البقرۃ: ۷۳)

ہم نے حکم دیا کہ اس میت پر گائے کا ایک حصہ مارو۔ اللہ اسی طرح مُردوں کو زندہ کرے گا۔

دیکھو یہ فعل وقول موسیٰ کا نہ تھا بلکہ خود اللہ عزوجل کا۔ جب اس دجال کے نزدیک یہ دھمکی تھی اور اسی کی طرح اللہ تعالیٰ حشر کے جلانے کو بھی بتاتا ہے تو وہ بھی دھمکی ہو اور اگر کچھ حقیقت بھی رکھے اور مرزا اپنے آپ کو قبر سے اُٹھتا دیکھ لے تو صاف کہہ دے گا کہ کچھ خدا کی قوت نہیں خدا نے مسمریزم کے زور سے ایسا کر دکھایا کیونکہ اس دن بھی یہی خدا ہوگا جو آج اس کے نزدیک مسمریزم دکھا کر دھمکی دے رہا ہے۔

توہین حضرت ابراہیم علیہ السلام

(۸۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے وہ بھی مسمریزم کا عمل تھا۔ (صفحہ ۷۵۲، ازالہ)

اقول: یہ بھی کفر ہے۔

ذکر جمیع انبیاء علیہم السلام کی اہانت کا

(۸۸)

بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آسکتے۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۱۴۰، ازالہ)

اقول: تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیگر پیغمبروں کی وحی اور الہام کا کیا اعتبار ہے جب کہ وحی ان کی سمجھ میں ہی نہیں آسکتی تھی۔

(۸۹)

ایک بادشاہ کے وقت میں چار نبی نے اسکی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ (صفحہ ۶۲۹، ازالہ)

اقول: یہ اس دجال کا کذب ہے پیغمبروں کو جھوٹا کہنا کفر ہے۔

(۹۰)

جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کر لیا۔ (صفحہ ۶۸۳، ازالہ)

اقول: الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین تم کو تو خاک بھی معلوم نہیں ہوا جب کہ تیرا خدا عاجی گوبر کا یا ہاتھی دانت کا خدا تجھ عیسیٰ نو ماہہ شراب انگوری یا عیسیٰ دہقان پر انگریزی عبرانی زبان میں الہام نازل کرتا ہے۔

مرزا ''براہین احمدیہ'' کے صفحہ ۵۵۶ میں انگریزی، عربی، عبرانی زبانوں کے الہام درج کر کے لکھتا ہے کہ ان کے معنی مجھے معلوم نہیں ہوئے کوئی انگریزی خوان اس وقت موجود نہیں اس الہام کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا وغیرہ وغیرہ ملخصاً۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ مرزا کا خدائے ملہم ایسا ہے کہ اپنے ملہم کو محض فضول بے سود الہام کرتا ہے جس کا مطلب دونوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ خوب ہوئی جو الہام ہوتا ہے وہ مرزا کی سمجھ میں ہی نہیں آتا اور نہ کوئی انگریزی دان ہوتا ہے جو ترجمہ کر کے مرزا کو سنائے تاکہ مرزا تعمیل احکام کریں۔ عجیب الہام ہیں کہ مرزا جن زبانوں سے کورا اور نابلد ہے اس کا خدا اس زبان میں الہام اتارتا ہے۔ اس سے مرزا کے خدا کی جہالت اور بے علمی ثابت ہوئی کیونکہ اگر مرزا کا خدا جانتا تو اس کو انگریزی، عبرانی یا بعض عربی الفاظ میں جن کو مرزا نہیں جانتا الہام نہ کرتا۔ کیا یہی الہام قطعی ہیں جن کو نہ مرزا سمجھتا ہے اور نہ غیر کو سمجھا سکتا ہے؟ انھیں الہامات پر واہیات بک کر مسیح موعود بننا چاہتا ہے اور ایسے ہی الہاموں کی تلقین کر کے دن رات دین کو جاری کر رہا ہے۔ ع

گر ہمیں مکتب ست و ایں مُلّا

کارِ طفلان تمام خواہد شد

ترجمہ: اگر یہی مدرسہ ہے اور یہ مُلا ہے تو بچوں کا کام پورا ہو جائے گا۔

بقیہ توہینات حضرت عیسیٰ علیہ السلام

(۹۱)

یسوع (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) نے ایک کنجری کو اپنی بغل میں لیا اور عطر ملوایا۔

(ملخصاً صفحہ ۴۶، ۴۷، رسالہ نور القرآن)

(۹۲)

مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کچھ عجوبہ بات نہیں حضرت آدم علیہ السلام ماں اور باپ دونوں نہیں رکھتے تھے۔ اب قریب برسات آئی ہے باہر جا کر دیکھئے کہ کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۷، جنگِ مقدس مرزا کی کتاب)

اقول: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا لوگوں کے واسطے نشان ہے اور رحمت۔ اور مرزا کی نظر میں قرآنِ کریم بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ پروردگار نے قرآنِ پاک میں فرمایا!

''وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا'' (مریم:۲۱)

اس کو لوگوں کے لئے اپنی طرف سے نشانی اور (ذریعۂ) رحمت اور (مہربانی) بناؤں۔

(۹۳)

مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۴۱، انجام آتھم)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ کشلیا راجہ رام چندر کی والدہ کا نام ہے جس کو ہندو لوگ اوتار پرمیشر (خدا) کہتے ہیں۔ آریہ لوگ صرف راجہ لکھتے ہیں اور پیدائش اس کی ہندوستان، مقامِ اجودھیا میں ہوئی۔

پس مرزا صورتِ انسان سیرتِ شیطان کے اس قول کا لبول کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزدیک اللہ اور رسول کے ایک ہندو راجہ سے وقعت اور عزت میں کم تھا۔ پروردگار ایسے عقائد پر مکائد سے مسلمانوں کو پناہ دے۔

مرزا قادیانی کے عقائد سب اہلِ اسلام کے مخالف ہیں

عقیدہ نمبر ۱

مرزے کا خدا ''عاجی'' ایک تحقیقی جائزہ:

مرزا کے خدا کا پتا نہیں چلتا کہ کون ہے کیونکہ وہ خود اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں بکتا ہے۔ ہمارا خدا عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے) **(بلفظہ الخبیث صفحہ ۵۵۶)**

اقول: اصل الہام زبانِ عربی میں مرزا کا یہ ہے رب اغفر وارحم من السماء ربنا عاج۔ **(بلفظہ الخبیث، صفحہ ۵۵۵، براہین احمدیہ)**

ثم اقول: معنی اس عربی کے یہ ہیں کہ (اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر۔ رب ہمارا عاج ہے) مرزا نے ترجمہ میں عاج کی جگہ عاجی لکھا ہے اب یا تو اس نے اسے ناقص ٹھہرایا ہے یا یائے نسبت ہے۔

مرزا اگرچہ اپنی جہالت کا اقرار کرتا ہے مگر لفظ کے معنی واضح ہین پہلی تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ مرزا کا معبود جو اسے وحی بھیجا کرتا ہے اونٹ ہے، گلے سے آواز نکالتا ہوا یا منہ کھولے ہوئے یا چہرہ سکوڑے ہوئے یا بدخو اونٹ۔

❁ اور دوسری تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ وہ مرزا کا معبود ہاتھی کی ہڈی کا ہے جو امام محمد و امام شافعی کے نزدیک سُوّر کی ہڈی کی طرح نجس ناپاک ہے یا گوبر کا ہے۔

❁ مرزائیوں کو مبارک ہو کہ ان کے پیغمبر کا خدا کیا معقول ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کسی چھوٹی موٹی لغت کی کتاب کے دیکھنے پر قادر نہیں ہے کہ عاجی کے معنی جان لیتا اگر مرزائی کہیں کہ الہامی الفاظ کے معنی وہی ہو سکتے ہیں جو خدائے ملہم بتائے کتاب، لغت پر اعتبار نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے لفظوں کے واسطے لغت کے دیکھنے کا حکم ہے تو اس کا جواب ان کو مرزا ہی کی کتاب

سے دیا جاتا ہے۔

"براہین احمدیہ"،صفحہ ۳۳۸ پر لکھا ہے اور یہ الہام اکثر معظمات اُمور میں ہوتا ہے۔کبھی اس میں ایسے الفاظ بھی ہوتے ہیں جن کے معنی لغت کی کتابیں دیکھ کر کرنے پڑتے ہیں۔

(بلفظہ)

اقول: مرزا ہی اس کا جواب دیں گے کہ انہوں نے کیوں عاجی اپنے خدا کے معنی لغت سے نکال کر نہ کیے اور کیوں کہہ دیا کہ"اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بحکم "الکذوب قد یصدق"(جھوٹا شخص بھی کبھی سچ بول لیتا ہے) مرزا کے ملہم ابلیس نے یہ سچ لفظ ان پر القاء کیا اور بے معنی سمجھے آپ کے قلم سے نکل گیا جب بعد میں اس کے معنوں پر علم ہوا اور مخالف معلوم ہوئے تو لکھ دیا کہ اس کے معنی معلوم نہیں ہوئے۔مگر خداوند کی حکمت ہے کہ مرزا ہی کے قلم سے اس کے معنی سچے نکل گئے۔میں اب معتبر کتابوں سے"عاجی"مرزا کے خدا کے معنی بیان کیے دیتا ہوں۔

قاموس میں ہے"العَجْوَةُ أن تُؤَخِّرَ الأُمُّ رَضاعَ الوَلَدِ عن مواقِيتِه وقد عَجَّتْه۔۔۔

وعَجا البعيرُ: رَغا وفَاهُ: فَتَحَه ووَجْهَه: زَواهُ وأمالَه كعَجَّاهُ والبعيرُ: شَرِسَ خُلُقُهُ"**(القاموس المحیط: فصل العین،موسسۃ الرسالۃ بیروت)**

اسی میں ہے!

والعاجُ: الذَّبْلُ والناقةُ اللَّيِّنَةُ الأَعْطافِ وعَظْمُ الفِيلِ۔

اور منتخب میں ہے!

۱۔۔۔استخوان فیل(ہاتھی کی ہڈی)

۲۔۔۔ناقہ کہ جائے خواب او نرم باشد(وہ اونٹنی جس کی خواب گاہ نرم ہو)

۳۔۔۔کلمہ کہ بدان شتر راننِد(وہ کلمہ جس کے ساتھ اونٹوں کو چلاتے ہیں)

۴۔۔۔سرگیں (گوبر)

۵۔۔۔ممتلی (بھرا ہوا)

۶۔۔۔راھزن (ڈاکو) **(منتخب اللغات، صفحہ ۳۰۴، بلفظہ)**

''**مجمع البحار**'' میں ہے!

واما العاج الذی ھو عظم الفیل فنجس عند الشافعی۔

ترجمہ: اور جو عاج ہاتھی کی ہڈی ہے پس وہ شافعی کے نزدیک نجس ہے۔

پس لفظ معاجی کے معنی وہ معانی ثابت ہو گئے جن کو ہم نے بیان کیا اور جتنی کاروائی مرزا کی اب تک ہوئی سب خاک میں مل گئی اور برباد ہو گئی۔

میرے خیالِ ناقص میں ہے کہ شاید یہ صفحہ ۵۵۶ ''براہین احمدیہ'' کا کسی صاحب علم کے زیرِ نظر نہیں آیا ورنہ پہلے ہی سے سب جھگڑے بکھیڑے طے ہو جاتے۔ جب مرزا کا خدا (عاجی) بدخو اونٹ یا ہاتھی کی ہڈی کا یا گوبر کا ہے تو اس کے الہامات مندرجہ بالا کے کیا معنی ہوئے اور کیا سمجھے جائیں گے؟ یہ کہ مرزا یا تو بے عقل ہے کہ!

''لایدری ما یخرج من راسه''

(جو اُس کے سر (دماغ) سے نکلتا ہے وہ اُسے نہیں جانتا (کہ کیا نکلتا ہے)

یا بحکم!

''الکذوب قد یصدق'' جھوٹا شخص بھی کبھی سچ بول لیتا ہے۔ یا اس کا ملہم معلم الملکوت (شیطان) ہے اس سے چھچھلیاں کھیلتا اور اسے مسخرہ بناتا ہے۔

یہاں تو مرزا نے اپنے معبود کی حقیقت بتانے کو لفظ بتایا اور معنی سے انکار کیا۔ اپنے عیسیٰ بننے کی حقیقت کھولنے کو لفظ عیسیٰ کے اور اطلاقات کی توجہ دلائی ہے، لکھتا ہے کہ!

''مجھے سخت تعجب ہے کہ ہمارے علماء عیسیٰ کے لفظ پر کیوں چڑتے ہیں اسلام کی

کتابوں میں تو ایسی چیزوں کا بھی عیسیٰ نام ہے جو سخت مکروہ ہیں چنانچہ "برہان قاطع" میں حرفِ عین میں ہے کہ عیسیٰ دہقان، کنایہ شرابِ انگوری سے ہے۔ عیسیٰ نو ماہہ اس خوشۂ انگور کا نام ہے جس سے شراب بنائی جاتی ہے اور شراب انگوری کو بھی عیسیٰ نو ماہہ کہتے ہیں۔ اب غضب کی بات ہے کہ مولوی لوگ شراب کا نام تو عیسیٰ رکھیں اور تالیفات میں بے محابہ اس کا ذکر کریں اور ایک پلید چیز کی ایک ناپاک کے ساتھ مشارکت کریں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ کے نام سے موسوم کرے وہ ان کی نظر میں کافر ہو"۔

(بلفظہٖ صفحہ ۲۰، کتاب نشان آسمانی تصنیف مرزا)

یعنی میں نے اگر اپنے آپ کو عیسیٰ کہا کیا اچھنبا ہوا عیسیٰ تو شراب کو کہا گیا ہے جو مثل پیشاب کے نجس العین ہے۔ ایسے ہی ایک دوسرے نجس کو بھی عیسیٰ کہا تو کیا گناہ ہوا؟ واقعی بدخو اونٹ یا ہاتھی کی ہڈی یا گوبر کی ساخت کا معبود اگر وحی بھیجے، اپنا نبی بنائے تو ضرور ایسے ہی کو جس پر اطلاقِ عیسیٰ کی سند میں پیشاپ کی طرح نجس العین چیز پیش کی جائے۔ پس میری طرف سے علماء کی خدمت میں گزارش ہے کہ مرزا کے خدا عاجی اور شراب کی طرح اس کے نام عیسیٰ پر ہرگز غصہ نہ کریں۔ بلکہ یوں کہیں کہ مرزا کا خدا عاجی اور مرزا کا نام عیسیٰ شراب انگوری اس کی رہائش قادیان "حرص والی" اور اس کی الہامی کتاب انجیل "انجام آتھم" مع ضمیمہ مرزا اور مرزائیوں کو مبارک ہو۔

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مرزا کا عقیدہ

اعتقاد:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراجِ جسمانی سے انکار ہے اور حضرت کے جسمِ اطہر نور الانوار کو کثیف کہہ دیا جو ضد ہے لطیف کی۔ حالانکہ اپنی الہامی کتاب "براہین احمدیہ" میں لکھا ہے کہ وجودِ

مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کئی نور جمع تھے سوان نوروں پر ایک اور نورِ آسمانی جو وحیٔ الٰہی سے وارد ہو گیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باوجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔

(بلفظہٖ صفحہ ۱۸۰)

اقول: دیکھو یہ شخص دعویٰ کرتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم کثیف تھا اور یہی بکتا رہا اپنی متعدد تصانیف میں مگر حضور پرُنور حیات النبی ہیں اور یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ جو دشمن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدگوئی کرتا ہے یکا یک بھی اس کے منہ سے حق بات یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ صادقہ نکل ہی جاتی ہے۔

مسئلہ سَبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اہلِ سنت وجماعت کے عقائد کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی توہیناً کسی نبی علیہ السلام کے میلے کپڑوں کو میلا کہے تو کافر ہو جائے گا۔

- چہ جائے کہ حضرت کے جسم نورالانوار کو جو "یری من خلفه کما یری من قبله" جو سامنے اور پس پشت سے برابر دیکھتے تھے
- اور مگس (مکھی) تک جسم مبارک پر نہیں بیٹھتی تھی
- اور اسی لیے سایہ بھی جسمِ اطہر کا نہ تھا کثیف کہہ دے

اب میں بحمدہ تعالیٰ مرزا پر اسی کی کتاب سے حکم کرتا ہوں کہ وہ فاجر ہے۔ مرزا نے دیباچہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے حضرت کی مدح میں: شعر

نورِ شان یک عالمی را در گرفت

تو ہنوز ای کور در شور و شرے

لعل تابان را اگر گوئی کثیف

زین چه کاہد قدر روشن جوہرے

طعنه برپا کان نه برپا کان بود

خود کنی ثابت که ہستی فاجرے

ترجمہ: اس کے نور نے ایک پورے عالم کو اپنی گرفت میں لیا۔ اُس پر چھا گیا اور اے اندھے تو اب تک شور و شر میں (محو و مصروف) ہے۔ تو اگر چمکدار موتی کو کثیف کہے تو اس سے روشن جوہر کا کیا گھٹتا ہے، اسے کیا نقصان ہے۔ پاک لوگوں پر طعنہ زنی کرنا ان پر طعنہ نہیں ہوتا بلکہ تو اپنے بارے میں خود ثابت کر رہا ہے کہ تو فاجر ہے۔

لیجئے یہاں اپنی ہی مسلمہ مثبتہ دلیل سے مرزا جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا تھا حضرت ﷺ کے جسم مبارک مجمع الانوار کو کثیف کہنے کے سبب سے خود ہی فاجر ہو گیا۔

شعر

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنۂ پاکان برد

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی کا پردہ پھاڑنا یا فاش کرنا چاہتا ہے تو پاک لوگوں کی طعنہ زنی کی طرف اسے مائل کر دیتا ہے۔ (ان کے خلاف بدگوئی کرنا شروع کر دیتا ہے)

ضمناً اتنا بھی یاد رہے کہ مرزا کی گمراہی سے کوئی دھوکہ نہ کھائے۔ اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک حضرت ﷺ کو کئی بار معراج ہوئی ایک بار جسم مبارک کے ساتھ اور باقی روح مبارک کے ساتھ۔

تفسیر السراج المنیر جلد دوم طبع مصر صفحہ ۲۲۵ میں ہے!

والأكثرون على أنه أسرى بجسده فى اليقظة وتواترت الأخبار الصحيحة على ذلك۔ الخ

ترجمہ: اور اکثر اس بات پر ہیں کہ آپ ﷺ کو بیداری میں سیر کرائی گئی (معراج پر لے جایا گیا) اور اس پر صحیح اخبار تواتر کے ساتھ ہیں۔

تفسیر روح البیان جلد ثانی صفحہ ۳۹۰ میں ہے!

وعروجه بجسده الى الملاء الاعلى۔۔۔ الخ

ترجمہ: آپ کی معراج ملاء اعلیٰ کی طرف آپ کے جسم مبارک کے ساتھ تھی۔
حضرت ﷺ کا آسمانوں پر تشریف لے جانا جسم مبارک ہی کے ساتھ ہوا ہے۔
روضۃ الاحباب صفحہ ۱۷۱ میں ہے!
آنچہ معظم سلف و خلف برانند آنست کہ معراج آنحضرت در بیداری بودہ بروح و جسد۔
ترجمہ: سلف وخلف (پہلوں اور بعد والوں) کی ایک بڑی تعداد اس بات پر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی معراج جسم وروح کے ساتھ بیداری میں تھی۔
اس کتاب میں دلائل بھی مذکور ہیں۔
مظاہرِ حق جلد چہارم صفحہ ۵۵۳ میں ہے!
اور تحقیق یہ ہے کہ معراج آنحضرت ﷺ کو ایک بار جاگتے میں ہوئی ہے ساتھ بدن شریف کے اور یہی ہے مذہب جمہور فقہاء اور متکلمین اور صوفیہ کا۔
تفسیر رؤفی صفحہ ۱۲۱ میں ہے جلد اوّل!
لیکن صحیح یہ ہے کہ روح اور جسد سے ہوئی ہے۔
زاد المعاد صفحہ ۳۰۰ میں ہے!
ثم اسری برسول اللہ ﷺ بجسدہ علی الصحیح۔ **(جلد اوّل مطبع نظامی کانپور)**
ترجمہ: پھر صحیح قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو آپ کے جسم کے ساتھ اسراء کرایا گیا۔
طریقہ محمدیہ صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ مصر میں ہے!
والمعراج لرسول اللہ ﷺ فی الیقظۃ بشخصہ حق۔
ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ کی معراج بیداری میں آپ کے جسم اطہر کے ساتھ حق ہے۔
وفی شرحہ صفحہ ۲۳۱!

ای بصورته الجسمانیة لا بالروح فقط کما زعم۔

یعنی آپ کی جسمانی صورت کے ساتھ (معراج ہوئی) نہ کہ صرف روح کے ساتھ جیسا کہ اس نے گمان کیا۔

اوراس شرح کے اسی صفحہ میں ہے!

والحق اسراء واحد بمجموع روحه وجسده یقظة وهو مذهب الجمهور من المحدثین والفقهاء والمتکلمین۔الخ

ترجمہ: اورحق یہ ہے کہ اسراء ایک ہے بیداری میں جسم وروح کے مجموعہ کے ساتھ اور یہ جمہور محدثین اور فقہاء ومتکلمین کا مذہب ہے۔

تفسیر روح البیان صفحہ ۳۹۰ جلد ثانی میں ہے!

قال الکاشفی آنا نکه درین قصه ثقل جسد مانع دانند از صعود ارباب بدعت اند و منکر قدرت۔

ترجمہ: کاشفی نے کہا ہے وہ لوگ جو اس قصہ میں جسم کے ثقل (بھاری ہونے) کو صعود (اوپر کی طرف) جانے سے ممنوع سمجھتے ہیں وہ اربابِ بدعت اور منکرِ قدرت ہیں۔

اسی صفحہ میں ہے!

قال الشیخ الاکبر قدس سرہ ان معراجه علیہ السلام اربع و ثلاثون مرة واحدة بجسده والباقی بروحه۔انتہی

ترجمہ: شیخ اکبر نے کہا کہ آپ ﷺ کی معراج چونتیس مرتبہ ہے۔ایک مرتبہ جسم اطہر کے ساتھ اور باقی آپ ﷺ کی روح مبارک کے ساتھ۔۔

جو شخص ان معتبر تفاسیر پر ایمان لایا ہوا ہے وہ تو ہرگز ہرگز شک نہ کرے گا۔حضرت ﷺ کی معراج جسمی میں صاف فرمارہے ہیں کہ اسی جسم مبارک کے ساتھ بیداری میں ایک بار

آسمان پر تشریف لے جانا حق ہے۔ پس حق کے مقابل باطل ہی ہے۔ جو لوگ کہ بوجہ کثافتِ جسم معراجِ جسمی کے قائل نہیں ہیں جیسے مرزائی وہ گمراہ اور پروردگار کی قدرت کے منکر ہیں۔ پروردگار ہدایت کرے کہ صحیح حدیثیں صحاح ستہ میں بھی نہیں دیکھتے۔ انبیاء علیہم السلام کی اہانت کے سبب سے ایسے اندھے ہو گئے ہیں کہ روزِ روشن ان کے آگے شبِ دیجور کی طرح سیاہ ہو رہا ہے۔

سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود اس کی قائل نہیں ہیں کہ اسی جسم مبارک سے معراج ہوئی بلکہ وہ کہتی ہیں کہ وقتِ معراج کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک نہیں غائب ہوا تھا۔

صحیح بخاری میں ہے!

عن عائشة ما فقد جسد رسول الله ﷺ۔۔۔الخ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مفقود نہیں ہوا۔ پس اس سے اور دوسری دلیل جسم مبارک کے نہ جانے کی کون سی ہوگی؟۔

جواب: اس امر کی تحقیق یہی ہے جو مذکور ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے مشاہدے کی خبر نہیں دیتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم گم نہیں ہوا تھا بلکہ سنی سنائی کہہ رہی ہیں۔ کیونکہ وقتِ معراج کے بی بی عائشہ رسول اللہ کی زوجہ نہیں تھیں۔ اور نہ کسی بات اور قصہ کے ضبط کرنے کی عمر رکھتی تھیں اور شاید کہ اس وقت تو حضرت عائشہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔

عینی بخاری صفحہ ۲۲۹ جلد ۷ میں ہے!

وَذَهبت طَائِفَة إِلَى أَن الْإِسْرَاء بالجسد يقظة إِلَى بَيت الْمُقَدّس وَإِلَى السَّمَاء بِالروحِ، وَالصَّحِيح أَنه أسرِي بالجسد وَالروح فِي الْقِصَّة كلهَا. وَعَلِيهِ يدل قَوْله تَعَالَى: {سُبْحَانَ الَّذِي أسرى بِعَبْدِهِ} (الْإِسْرَاء: 1). إِذْ لَو كَانَ مناماً لقَالَ: بِروح عَبده وَلم يقل بِعَبْدِهِ، وَلَا يعدل عَن الظَّاهِر والحقيقة إِلَى التَّأْوِيل إلاَّ عِنْد الاستحالة، وَلَيْسَ فِي الْإِسْرَاء بجسده وَحَال يقظته استِحَالَة. وَقَالَ ابْن عَبَّاس: هِيَ رُؤْيا عين رَآهَا لَا رُؤْيا مَنَام. وَأما قَول عَائِشَة: مَا فقد جسده، فَلم تحدث عَن مُشَاهدَة لِأَنَّهَا لم تكن حِينَئِذٍ زَوْجَة وَلَا فِي سنّ من يضْبط، ولعلها لم تكن

ولدت، فَإِذا كَانَ كَذٰلِك تكون قد حدثت بذلك عَن غَيرهَا. فَلَا يرجح خَبَرهَا على خبر غَيرهَا، وَقَالَ الْحَافِظ عبد الْحق فِي (الْجمع بَين الصَّحِيحَيْنِ) : وَمَا روى شريك عَن أنس أَنه كَانَ نَائِما. فَهُوَ زِيَادَة مَجْهُولَة. وَقد روى الْحفاظ المتقنون وَالْأَئِمَّة المشهورون كَابْن شهَاب وثابت الْبنانِيّ وَقَتَادَة عَن أنس، وَلم يَأْتِ أحد مِنْهُم بهَا. وَشريك لَيْسَ بِالْحَافِظِ عِنْد أهل الحَدِيث. (**عمدۃ القاری: جز۱۵،باب** ذکر الملائکۃ صلوات اللہ، **داراحیاء التراث العربی بیروت**)

ترجمہ: اور ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ بیت المقدس تک اسراء بیداری میں جسم کے ساتھ ہے اور آسمان تک روح کے ساتھ ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کو معراج میں جسم اور روح دونوں کے ساتھ لے جایا گیا۔ اور اس پر اللہ تعالی کا یہ قول ''سبحان الذی اسراء بعبدہ'' دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ خواب میں ہوتا تو یہ فرماتا کہ اپنے بندے کی روح کے ساتھ (معراج کرائی)۔ اور یوں نہ فرمایا کہ ''بعبدہ'' (اپنے بندے کو سیر کرائی) اور ظاہر اور حقیقت سے تاویل کی طرف عدول نہیں کیا جا سکتا مگر استحالہ کے وقت یعنی جب ظاہر اور حقیقی معنی لینا محال ہو۔ اور بیداری کی حالت میں جسم کے ساتھ اسراء کرانے میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آنکھ کے ساتھ دیکھنا ہے جو آپ ﷺ نے دیکھا، خواب میں دیکھنا نہیں ہے۔ اور جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا قول ہے کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک گم نہیں ہوا تھا، تو وہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالی عنہا اپنے مشاہدے کی خبر نہیں دے رہیں، کیونکہ آپ اس وقت حضور ﷺ کی زوجہ نہیں تھیں، اور نہ کسی چیز یا بات کو ضبط کرنے کی عمر میں تھیں۔ اور شاید کہ اس وقت آپ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔ پس جب بات یہ ہے تو شاید انہوں نے کسی غیر سے سن کر یہ روایت بیان کی ہو۔ پس آپ کی خبر کو کسی دوسرے کی خبر پر ترجیح نہیں دی جائے گی۔ اور حافظ عبد الحق نے الجمع بین الصحیحین میں کہا ہے کہ جو شریک نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ سو رہے تھے تو یہ مجہول زیادت (اضافہ) ہے اور پختہ حفاظِ حدیث اور

مشہور ائمہ جیسا کہ ابن شہاب، ثابت البنانی اور قتادہ رضی اللہ تعالی عنہما نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے لیکن کسی نے بھی اس اضافے کو ذکر نہیں کیا ہے۔اور اہل حدیث کے نزدیک شریک حافظ نہیں ہے۔(انتھی)

اور اس سے پیشتر بھی بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ ثقلِ بدن مانع ہے عروج سے مگر اس کا جواب عینی بخاری نے اس طور سے دیا ہے کہ ارواح چار قسم پر ہیں۔

اول قسم ارواح کی وہ ہیں جو کہ مکدّر رہیں صفاتِ بشریہ کے ساتھ۔اور اُن پر حیوانی قوتیں غالب ہیں، وہ ارواح عوام کی ہیں جو بالکل عروج اور ترقی کو قبول نہیں کرتے۔

دوسری قسم ارواح کی وہ ہے کہ جو قوتِ علمیہ اور نظریہ کے ساتھ کامل ہوں، وہ ارواح علماء کی ہیں۔

تیسری قسم وہ ہے جو کہ اخلاقِ حمیدہ سے کامل ہوئی اور ان کے ابدان اور اجساد صفائی اور طہارت سے تربیت اور پرورش پا چکے اور نفسانی قوتوں کو عبادت کی تکالیف اور محنتوں سے توڑا، یہ ارواح ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں عابدوں اور زاہدوں کی ہیں۔

چہارم وہ قسم ہے ارواح کی جن کو دونوں قوتوں کا کمال حاصل ہے۔قوت مدبرۃ للبدن اور قوتِ علمیہ، یہ ارواح انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کی ہیں پس جیسے کہ ان حضرات کی ارواح کو کمال قوت حاصل ہے ایسا ہی ان حضرات کے ابدان کو قوت ارتفاع اور ترقی اور بلندی کی حاصل ہے۔اسی واسطے انبیاء علیہم السلام کا عروج ہوا آسمان پر اور سب انبیاء علیہم السلام سے قوت میں زیادہ ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔لہٰذا اس قدر عروج ہوا کہ قابَ قوسین او ادنیٰ تک تشریف لے گئے۔

اور عبارت عینی جلد ثانی صفحہ ۲۱۰ کی یہ ہے!

ومنها (أی من السوالات فی هذا المقام ای مقام المعراج) ما قيل كيف تصور الصعود إلى السموات وما فوقها والجسم الإنسانی كثيف قبل هذا أجيب بأن

الأرواح أربعة أقسام

(الأول) الأرواح الكدرة بالصفات البشرية وهي أرواح العوام غلبت عليها القوى الحيوانية فلا تقبل العروج أصلا

(والثاني) الأرواح التي لها كمال القوة النظرية للبدن باكتساب العلوم وهذه أرواح العلماء

(والثالث) الأرواح التي لها كمال القوة المدبرة للبدن باكتساب الأخلاق الحميدة وهذه أرواح المرتاضين إذ كسروا قوى أبدانهم بالارتياض والمجاهدة

(والرابع) الأرواح التي حصل لها كمال القوتين فهذه غاية الأرواح البشرية وهي أرواح الأنبياء والصديقين فكما ازداد قوة أرواحهم ازداد ارتفاع أبدانهم عن الأرض ولهذا لما كان الأنبياء صلوات الله عليهم قويت فيهم هذه الأرواح عرج بهم إلى السماء وأكملهم قوة نبينا فعرج به إلى قاب قوسين أو أدنى۔

قولہ: مرزا ''ازالہ اوہام'' میں بکتا ہے کہ جب چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی ہوا ہے کہ اس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو حضرت عیسیٰ کیونکر اُٹھائے گئے اور اتارے جائیں گے؟۔۔الخ

یہی دلیل حضرت ﷺ کی معراج سے منکر ہونے کی بھی ہے جیسے کہ قبل اس کے اس کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔

اقول: میں سخت متعجب ہوں اس مرزا کی عقل پر کہ وہ قادر قوی جس نے نصوص میں اپنی قدرتِ کاملہ اور طاقتِ شاملہ سے خبر دی ہے اور کتنے ہی اُمور کا وقوع جن تک ہماری عقلِ ناقص کی رسائی ناممکن، بیان فرمایا یہ مرزا اس پروردگار کو دفع ایذاء ہوا پر قادر نہیں جانتا۔

اصحاب کہف:

اصحابِ کہف کو کس طرح تین سو نو (۳۰۹) سال تک سُلا یا اور قیامت تک اُسی طرح رہیں گے۔

بلندی کشتی نوح علیہ السلام:

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تو ستر ہزار فٹ کی بلندی سے بھی زیادہ اونچائی پر تھی جس میں انواعِ حیوانات موجود تھے وہ سب کے سب کس طرح زندہ رہے؟

حضرت ادریس علیہ السلام:

سورہ مریم میں باری تعالیٰ نے فرمایا!

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ (مریم:۵۶)

ترجمہ: یاد کرو (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت ادریس علیہ السلام کا حال تحقیق تھا وہ سچا نبی، اُٹھالیا ہم نے اس کو مکان عالی پر۔

یہ تمام کُتبِ تفاسیر اور اہلِ اسلام میں یہی معنی اور یہی اعتقاد ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے، اسی جسم عنصری کے ساتھ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ (النساء:۱۵۸،۱۵۷)

ترجمہ: اور انہوں نے یقیناً اسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔

وہی لفظ ''رفع'' کا ذکر یہاں بھی ہے۔

یہاں صرف حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مسئلہ فصوص الحکم سے نقل کرتا ہوں جن کی سندیں مرزا بھی اپنی ازالہ اوہام میں لکھتا ہے، فرماتے ہیں کہ!

حضرت الیاس، حضرت ادریس علیہ السلام ہی ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام سے پیشتر نبی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مکان عالی پر اُٹھا لیا۔ پس وہ قلب الافلاک یعنی فلک الشمس میں رہتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ شہر بعلبک کی طرف مبعوث فرمایا۔۔۔الخ

کیا اب بھی حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمی معراج اور صعودِ عیسیٰ علیہ السلام کا بجسدہ العنصری محالات

سے معلوم ہو گا؟ کیا خداوند کریم مرزا کا فلسفہ توڑنے کی قدرت نہیں رکھتا؟ اسی فلسفے نے مرزا کو بے وقوف اور سفیہ بنایا، جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بکتا ہے کہ آسمان پھاڑ کر مسیح کا آنا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں بکتا ہے کہ وہ آسمان پھاڑ کر تشریف لے گئے اور واپس تشریف لائے۔۔۔۔الخ

مگر وجہ یہ ہے کہ مرزا میں اس کے خدا اجی کی روح باتیں کرتی ہے جیسے کہ اس کا الہام ہے اور اس کے مریدوں میں کسی معلم الملکوت کی روح باتیں کرتی ہے۔

شعر

فلسفه چوں اکثرش باشد سفه پس کل آن

ہم سفه باشد که حکم الکل حکم الاکثرست

ترجمہ: جب فلسفہ کی اکثر باتیں احمقانہ اور بے وقوفانہ ہوتی ہیں تو اس کا کل بھی ایسی ہی احمقانہ باتیں ہوں گی اس لیے کہ کل کا حکم اکثر کا حکم ہوتا ہے۔

فرشتوں کے انکار کا عقیدہ:

اعتقاد: فرشتے کوئی نہیں جو کچھ عالم میں ہو رہا ہے وہ سیارات کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔

مرزا نے "توضیح مرام" صفحات ۳۳، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۶۷ میں بکا ہے ملائکہ وہ روحانیات ہیں کہ جن کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوسِ فلکیہ یا دساتیر اور وید کے موافق ارواحِ کواکب نامزد کریں۔ درحقیقت یہ ملائکہ ارواحِ کواکب اور سیارات کے لیے جان کا حکم رکھتے ہیں اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے ان ہی سیاروں کے قوالب اور ارواح کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ (**ملخصاً بلفظہ الخبیث**)

اقول: مرزا جب کہ فرشتوں کا منکر ہوا تو قرآن وحدیث کا منکر ہوا۔ ایمانِ تفصیلی میں فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے اور منکر اس کا کافر ہے۔ یہ خود قرآن شریف ہی کی آیت سے ثابت ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق عقیدہ:

اعتقاد: جبرائیل علیہ السلام انبیاء علیہ السلام کے پاس زمین پر کبھی نہیں آئے اور نہ آتے ہیں۔

(صفحہ ۶۸،۷۰،۸۵،توضیح المرام)

اقول: حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صدہا حدیثوں میں فرمایا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آتے ہیں۔اور یہ ایسا مشہور ہے کہ ادنیٰ درجہ کا طالب العلم بھی جانتا ہے پس مرزا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جھوٹا جانا۔نعوذ باللہ منہ

قرآن شریف کے بارے میں عقیدہ:

اعتقاد: قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن شریف سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔**(ازالہ اوہام،صفحہ ۲۵،۲۶)**

اقول: یہ قرآن شریف کی عیب گوئی وعیب جوئی ہوئی اور یہ کفر ہے۔واہ رے مرزا کا ایمان قرآن پر۔

اعتقاد: ''براہین احمدیہ'' (مؤلفہ مرزا) خدا کا کلام ہے۔**(ازالہ اوہام،صفحہ،۵۳۳)**

مرزا نے لکھا ہے خدا تعالیٰ نے ''براہین احمدیہ'' میں اس عاجز کا نام اُمتی بھی رکھا اور نبی بھی۔انتہی

اعتقاد: قرآن شریف کے معجزات مسمریزم اور شعبدے ہیں۔

(ازالہ اوہام،صفحہ ۷۴۸ تا ۷۵۰)

قادیان کا ذکر قرآن میں ہے (کھلا جھوٹ)

اعتقاد: قرآن شریف میں یہ عبارت ''اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قَرِيْبًا مِّنَ الْقَادِيَان'' موجود ہے۔

اقول: دیکھو مرزا کیا بکتا ہے۔

قولہ: جس روز الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے،ہوا تھا،اس روز

کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر با آوازِ بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا اِنَّآ اَنۡزَلۡنَاہُ قَرِیۡبًا مِّنَ الۡقَادِیَان ۔تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے ۔تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے ۔تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے مکہ، مدینہ، قادیان ۔

(بلفظہ الخبیث ملتقطا صفحہ ۷۶ تا ۷۷، ازالہ اوہام)

اقول: لیجئے یہ خاص آیت قرآن شریف میں درج ہے اور اعزاز کے ساتھ بمثل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں ثبت ہے پھر کہیے قادیان کے معرب کرعہ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور کیونکر؟ مگر افسوس مرزا کے حافظہ پر پہلے تو قادیان کی نسبت اس طور پر بک چکا ہے ۔

قادیان کا نام پہلے نوشتوں میں استعارہ کے طور پر دمشق رکھ کر پیشگوئی بیان کی گئی ہوگی، کیونکہ کسی کتاب، حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا پایا نہیں جاتا ۔**(بلفظہ صفحہ ۷۴، ازالہ اوہام)**

اور اب بکتا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے ۔مرزا نے یہ عیاری کی کہ امام مہدی تو کرعہ سے نکلے گا اور میرے گاؤں کا نام قادیان ہے کس طور پر مناسبت پیدا کی جائے؟ پس کہہ دیا کہ قادیان کی عربی کدعہ بنائی گئی حالانکہ قادیان تو خود عربی ہے

پس مرزا کی کس بات یا الہام پر اعتبار کیا جائے ۔"قادی" بمعنی جلدی کنندہ یا جنگل سے آنے والا ۔ قاموس میں ہے:

قدت قادیة جاء قوم قحموا من البادیة والفرس،قدیانا" اسرع"۔

قادیان اس کی جمع اور قادیانی اسی کی طرف منسوب ہے یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنے والوں کا ایک۔اس مناسبت سے میری تفصیل میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوا۔

اچھا خیر اصل مطلب پر آتا ہوں مرزا اپنے اعتقادِ بے بنیاد کے موافق ٹھیک پتا دے دے کہ آیت "اِنَّآ اَنۡزَلۡنَاہُ قَرِیۡبًا مِّنَ الۡقَادِیَان "کس پارہ؟کس سورہ؟کس رکوع میں ہے؟ مرزا اور تین سو تیرا مرزائی قرآن شریف سے نکال کر دکھلائیں لیکن ہرگز دکھلا نہ سکیں گے۔ اس سے نعوذ باللہ تعالیٰ قرآن شریف کا تنسیخ اور کم وبیش ہونا ثابت ہوتا ہے اور حالانکہ تمام اہلِ اسلام کا اتفاق ہے کہ قرآن شریف کا ایک شوشہ بھی کم وبیش نہیں ہوسکتا۔

مرزا اپنے فتوی کی رو سے کافر:

میں مرزا ہی کا الہامی حافظہ اس امر میں تحریر کردوں وہ خود "ازالہ اوہام" میں بصفحہ ۱۳۸ لکھتا ہے کہ!

ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے ایک شوشا یا نقطہ اس کے شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے اور اب ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہوسکتی جو احکامِ قرآن کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کرسکتا ہو۔اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعتِ مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔**(بلفظہٖ)**

مرزا کی تحاریر میں تعارض وتناقص:

اقول: مرزا اپنے ہی اعتقاد اور تحریرِ الہامی سے جماعتِ مومنین سے خارج ملحد اور کافر ہوگیا۔کسی مولوی صاحب کے فتوے کی بھی ضرورت نہ رہی۔مرزا کی ہر کتاب میں ایسے تعارض اور تناقص موجود ہیں اس کا رد خود اس کی کتابوں میں موجود ہے۔نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔

تحقیق لفظ کدعہ:

اب میں اسی لفظ ”کدعہ“ کی طرف رجوع کرتا ہوں ۔مرزا جو جا بجا اپنی کتابوں میں لکھتا ہے کہ قادیان کی عربی کدعہ ہے۔”کدعہ“ سے مراد قادیان ہے ۔پس میں مہدی ہوں جو کہ کدعہ یعنی قادیان سے پیدا ہوا ہوں۔

سو اس میں میرا دعویٰ ہے کہ وہ لفظ کدعہ کا ک ۔د۔ع۔ہ۔سے اصل حدیث میں ہرگز ثابت نہیں، یہ مرزا کا محض دھوکہ ہے اور اگر بفرض محال کہیں پایا بھی جائے تو کاتب کی غلطی ہے۔ البتہ صحیح لفظ حدیث کا کرعہ ہے ۔ک۔ر۔ع۔ہ۔سے بجائے دال مہملہ کے راء مہملہ ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کی خصوصیات اور مرزا کا مہدی بننے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا:

حافظ محمد لکھنوی اپنی کتاب ”احوال الاخرۃ“ میں فرماتے ہیں جس کا اردو زبان میں مطلب یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”یہ بیٹا میرا سید ہے اس کی پشت سے ایک مرد ہوگا اس کا نام محمد ہوگا۔خصلت اس کی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ ہوگی ۔زمین کو عدل سے پُر کر دے گا۔اس کی والدہ کا نام آمنہ، باپ کا نام عبد اللہ ہوگا۔ملک یمن میں ایک بستی ہے، کرعہ اس کا نام ہے وہاں سے ہوگا۔وقت بات کرنے کے صاف نہ بولے گا بوجہ لکنت کے زبان میں پس اپنی رانوں پر ہاتھ مارے گا۔انتہی

اکثر ہوتا ہے کہ جس شخص کی زبان میں لکنت ہوتی ہے وقت بات کرنے کے اُڑ کر بولتا ہے اور ران پر ہاتھ مارتا ہے ۔پس اس سے ثابت ہوا کہ یمن میں ایک قریہ ہے، جس کا نام کرعہ ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں موجود اور آباد تھا اور اب بھی موجود ہے۔

موضع قادیان کی تحقیق

دراصل نام اس کا قادیان نہ تھا بلکہ مرزا کے مورث اعلیٰ مسمی قاضی ماجھی نے اس کو آباد کیا۔ بابر بادشاہ کے زمانہ میں اس کا نام ”اسلام پور قاضی ماجھی“ رکھا۔جب اس موضع کے باشندے

یزیدی اور شریر ہو گئے تو اسلام پور جاتا رہا محض قاضیان رہ گیا۔تلفظ عوام میں ضاد کو دال سے مناسبتِ صوتی ہے قاضیان کا قادیان ہو گیا اور بابر بادشاہ نے ۱۵۲۶ء سے لے کر ۱۵۳۰ء تک ہندوستان وغیرہ میں بادشاہی کی ہے۔ ملا ماجھی صاحب مورث اعلیٰ مرزا کا سلطان سکندر بادشاہ پسر بہلول شاہ لودھی کے وقت میں تھا اور بابر بادشاہ نے کابل سے آ کر ابراہیم بادشاہ کو شکست دیکر اس کا تخت لے لیا۔ یہ واقعہ ۱۵۲۴ء کا ہے۔خیر تاریخی اُمور کو ترک کر کے ثابت ہوتا ہے کہ قصبہ قادیان مدت چارسو سال سے آباد ہے قبل اس کے آباد نہ تھا۔ یہ تحقیق مرزا ہی کی کتاب ''ازالہ اوہام'' صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳، میں درج ہے۔

پس ظاہر ہو گیا کہ ظہور و تولد امام مہدی صاحب کی حدیث کو موضع قادیان سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔حدیث کو ۱۳۲۲ برس ہوئے اور قادیان اس وقت معدوم تھا اب چارسو سال سے آباد ہوا اگر مرزا اور مرزائی تین سو تیرہ مع مردوں کے بھی شامل ہو جائیں اور قیامت تک تلاش کریں تب بھی ہرگز نہ کر سکیں گے کہ امام مہدی صاحب کدعہ مغرب قادیان سے پیدا ہوں گے خواہ اپنے عاجی خدا سے گریہ اور الحاح بھی کر لیں بلکہ معاملہ ہی برعکس ہے کیونکہ اکثر احادیثِ صحیحہ میں ہے کہ دجال مشرق سے نکلے گا۔خود مرزا اس بات کو مانتا ہے ''ازالہ اوہام'' صفحہ ۷۲۹ میں لکھتا ہے:

(۱)

دجال مشرق کی طرف سے خروج کرے گا یعنی مُلک ہند سے۔کیونکہ یہ مُلک ہند زمین حجاز سے مشرق کی طرف ہے۔(متفق علیہ،ازالہ اوہام)

(۲)

حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دجال ہندوستان سے نکلے گا۔(ازالہ اوہام، صفحہ ۸۴۸)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مرزا کا قادیان مُلک ہند میں حجاز سے پورب کو ہے اور کسی حدیث میں یہ بات نہیں کہ امام مہدی صاحب مُلک مشرق یا ہندوستان سے ہوں گے بلکہ

دجال ہی کے بارے میں وارد ہے کہ ملک عرب سے پورب کے ملک سے دجال ہوگا۔ جس کو مرزا خود بھی مانتا ہے تو اب ثابت ہوگیا کہ مرزا خود ہی دجال ہے اگرچہ بڑا دجال نہ ہو مگر خلیفۂ دجال تو ہے۔

مرزا دجال ابجدی لحاظ سے:

جب مرزا نے رسالہ ''انجامِ آتھم'' بنایا تو اس وقت ۱۸۹۶ء تھا اور ھذا خلیفۃ الدجال کے اعداد ابجدی سے بھی ۱۸۹۶ء پورے نکلتے ہیں۔ پس ''انجامِ آتھم'' کے بنانے کے وقت ہی سے خلیفہ دجال ہوا کیونکہ رسالہ ''انجامِ آتھم'' اسی سنہ میں بنایا گیا شعر

آنکه اصلا ہر و بر نشناخته

در چنیں جاہا سپر انداخته

ترجمہ: وہ جو اصل کے ہر و بر کو نہیں جانتا اس کے لیے ایسے مقامات ہٹا دیے جاتے ہیں۔

(۳)

مرزا جو صفحہ ۴۱ ضمیمہ میں بکتا ہے۔ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔

اقول: کیا مرزا کے ہاتھ پر مکہ معظمہ کے لوگوں نے رکن یمانی پر بیعت کر لی ہے؟ جیسا کہ امام مہدی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا آچکا ہے، بلکہ مکہ معظمہ تو خواب یا الہام میں بھی دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

❁ کیا ابدالِ شامی مرزا کے پاس حاضر ہو گئے ہیں؟ جیسے کہ امام مہدی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں گے بلکہ ابدال سے مرزا ہزاروں کوس دور بھاگتا تھا۔

❁ کیا غیب سے آواز آئی ہے؟ کہ ھذا خلیفۃ اللہ المھدی فاسمعوا لہ واطیعوا۔ یہ خلیفہ اللہ تعالیٰ کا مہدی ہے اس کی بات سنو اور تابعداری کرو'' بلکہ غیب سے تو یہی ارشاد ہو رہا ہے کہ:

هذا خليفة الشيطان فلا تسمعوا له ولا تطيعوا۔
(یہ خلیفہ ہے شیطان کا نہ اس کی بات سنو اور نہ اس کی تابعداری کرو)

یہی آواز ہر طرف سے آرہی ہے ہر طرف سے مرزا کی تکذیب اور تکفیر کے فتاوے اور رسالے آرہے ہیں۔ جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہی کے لوگوں نے صاف حُکمِ کفر کا مرزا پر کردیا تو اب اور کس جگہ کا اعتبار ہوگا؟

دیکھو! مرزا خود لکھتا ہے۔ مکہ اسلام کا مرکز اور لاکھوں صلحاء اور علماء اور اولیاء اس میں جمع ہوتے ہیں اور ایک ادنیٰ امر بھی جو مکہ میں واقع ہو فی الفور اسلامی دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے۔

(بلفظہٖ صفحہ ۲۳، مرزا کی کتاب ست بچن)

جب مرزا بڑے گھر سے نکالے جاچکے اور مکے سے دھکے لگے تو اب دنیا بھر میں کیوں نہ مشہور ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب اور دجال ہے۔ افسوس مہدی بننا چاہتا ہے اور ایک بات بھی مہدی کی اس میں نہیں پائی جاتی۔ (از کتاب کلمہ فضل رحمانی)

(٤)

مرزا کا الہام دروغ ہوا صفحہ ۴۱ ”ضمیمہ انجام آتھم“ میں بکا ہے۔ دور دور سے اس کے (مہدی کے) دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہلِ بدر کے شمار کے برابر ہوگا یعنی تین سو تیرہ ہوں گے اور ان کے نام بقید مسکن و خصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے یہ پیشگوئی میرے حق میں پوری ہوئی۔ بلفظہٖ

اقول: مرزا کے وہی تین سو تیرہ دوست ہیں جن میں انہوں نے سترہ آدمی مدتوں کے فوت شدہ لکھ کر تعداد پوری کی ہے۔ کیا عمدہ فخر کی بات ہے چورانوے کروڑ مسلمانوں مقبولہ سے مرزا کے صرف تین سو تیرہ ہی دوست ہیں وہ بھی بعض تنخواہ لینے والے۔

آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ

□ مسیلمہ کذاب جس نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں پیغمبری کا کاذب دعویٰ کیا تھا اس کے ساتھ لاکھ آدمی سے زیادہ معتقد تھے

□ اور مہدی سوڈانی کے پاس بھی جو مرزا کے یومِ ولادت میں برابر تھا تین لاکھ فوج جان نثار محض مفت سر دینے والی موجود تھی۔

□ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ملک ایران میں ایک شخص جس کا نام "باب" تھا بے شمار معتقد اس کے پاس موجود تھے

□ پھر ذرا رام سنگھ کوکہ(۱) کو دیکھو کہ ایک لاکھ کوکہ تو اس کے ساتھ بھی مفت بلا تنخواہ ہی ہو گیا تھا اب بھی ہزاروں کوکے اس کی عدم موجودگی میں موجود ہیں پھر مرزا کو تین سو تیرہ معتقد پر کیا فخر ہونا چاہیے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی کذاب سے مطابقت

چونکہ مہدی سوڈانی محمد احمد نامی کا تذکرہ درمیان میں آچکا ہے جس کی مطابقت مرزا کی تاریخِ پیدائش وظہور و دعویٰ وغیرہ اُمورات میں ٹھیک ہوتی ہے۔ اس لیے جناب مولوی محمد فضل الدین صاحب مالک مطبع "اخبار وفادار" کی مرتبہ کتاب سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ وھو ھذا۔

ان کے یعنی مہدی سوڈانی کے عالم وجود میں آنے کا زمانہ سن ہجری ۱۲۵۹ اور سن عیسوی ۱۸۴۲ء اور ان کے ظہورِ مہدویت کی تاریخ اگست مطابق رمضان ۱۸۸۱ء سے محسوب ہوتی ہے اور ان کے اعلانِ مہدویت کا خلاصہ یہ تھا کہ "میں ہی وہ مہدی موعود ہوں جس کا تمہیں دس گزشتہ صدیوں سے انتظار تھا اور میں ہی وہ آخر الزمان ہوں جو اس مشکل مسئلہ کو حل کروں گا کہ مسلمانوں کے پولیٹیکل نفاق کو دور کروں اور ان کو ایک ہی سچی راہ شریعت پر چلاؤں اور حشر ونشر

(۱)۔ رام سنگھ نام ہے ایک کافر کا اور کوکا اس کی ذات اور قوم تھی۔

کی سہولتوں کے لیے تیار کروں او مخالفانِ اسلام کا دشمن اور محبانِ اسلام کا دوست اور حامی بنا رہوں"(صفحہ ۵)

اوراس نے اپنا نام محمد اور احمد لکھا جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔بہرحال وہ بھی تمام قرائن کی رو سے کاذب تھا مگر پھر بھی ایک نہایت درجہ کا محتاط، پرہیزگار، عالم، فاضل، اسلام پرست تھا جس کی علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ آج ان کے پاس کم وبیش تین لاکھ جان نثار خدا واسطے لڑنے کو موجود ہیں۔ان کے تین ہم عصر اور بھی مہدی کہلاتے ہیں۔ (بلفظہٖ صفحہ ۹)

کتاب "کلمہ فضل رحمانی" میں ہے کہ راقم آثم کے دل میں پروردگار نے فتنۂ پیدائش قادیانی کا یوں القاء کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تبارک اسمہ سیپارہ (وَاعۡلَمُوۡا) میں فرماتا ہے!

أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا۔(التوبہ:۴۹)

یعنی آگاہ ہوجاؤ وہ فتنے میں گرے۔

گویا عوام کو ان کے فتنہ سے آگاہی دی گئی ہے۔

حروف ابجد کے لحاظ سے:

اس آیت شریفہ سے بحساب ابجد ۱۲۵۹ھ سن پیدائش مرزا کا نکلا اور یہی ۱۲۵۹ھ مہدی سوڈانی کی پیدائش کا سن بھی ہے۔

مرزا خود اپنی کتاب "آئینہ کمالاتِ اسلام" میں لکھتا ہے کہ سو یہی سن ۱۲۷۵ھ جو آیت:

"وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ "۔(الجمعۃ:۳)

ترجمہ: اور ان میں سے اور لوگوں کی طرف بھی (ان کو بھیجا ہے) جو ابھی ان (مسلمانوں سے) نہیں ملے۔

کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے۔اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولدِ روحانی کی

تاریخ ہے۔(بلفظہٖ)۔

یعنی ۱۲۷۵ھ کو مرزا جوان اور بالغ ہوا اور یہی ۱۲۷۵ھ شبابِ ظلم کا بھی ہے اس کے اعداد بھی ۱۲۷۵ھ ہیں۔جب پندرہ سال بلوغت کے اس سے نکال دیئے جائیں تو ۱۲۵۹ھ بارہ سو اُنسٹھ پیدائشی سال مرزا کا رہتا ہے جس کی خبر باری تعالیٰ نے

''اَلَا فِی الْفِتْنَۃِ سَقَطُوْا''(دیکھو یہ آفت میں پڑ گئے ہیں) میں دی ہے اور یہی تاریخ مہدی کاذب سوڈانی کی بھی ہے۔

مہدی سوڈانی کی تاریخِ ظہور ۱۸۸۲ء ہے وہی تاریخ مرزا کی مجددیت اور مثیل مسیح وغیرہ کی ہے جیسا اس نے خود ''براہین احمدیہ'' کے حصہ سوم میں لکھا ہے۔مرزا لکھتا ہے کہ!

''میں تیرھویں صدی پر ہوا۔میرے نام کے اعداد بھی پورے تیرہ سو ہیں۔غلام احمد قادیانی۔اسی واسطے میں مجدد اور مسیح موعود ہوں''

مرزا اس کو اپنے دعویٰ پر بڑی قوی دلیل جانتا ہے۔

اقول: اے حضرات ذرا خیال کرنا چاہیے کیا اگر اور کسی کے نام کے اعداد بھی پورے تیرہ سو نکل آئیں تو کیا وہ بھی تیرھویں صدی کا مجدد ہوگا؟ ہم نہ مانیں گے مگر مرزا اور مرزائیوں کو ضرور ماننا چاہیے۔لیجئے سنیے چند آدمیوں کے پورے تیرہ سو اعداد میں نکال دیتا ہوں۔ان کو بھی مجدد کہنا ہوگا حالانکہ مرزا ان میں سے بعض کو سخت گالیاں دے چکا ہے۔

۱۔ مہدی کاذب محمد احمد برم (عاجز) سوڈانی۔۱۳۰۰

مرزا کا بھائی جو خاکروبوں کا پیغمبر موجود ہے یعنی

۲۔ مرزا امام الدین ابو اوتار لال بیگیان قادیانی۔اس کے نام کے اعداد ہی تقریباً تیرہ سو ہیں۔

مرزا کا فاضل حواری نور الدین موجود ہے یعنی

۳۔ مولوی حکیم نورالدین مستہام(۱) (حیران) بھیروی۔ ۱۳۰۰

۴۔ مولوی کامل سید نذیر حسین دہلوی۔ ۱۳۰۰ علی ھذا القیاس

اور جس قدر نام چاہوں نکالوں ان کے عدد تیرہ سو پورے کرتا چلا جاؤں لیکن کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ فلاں مجدد یا مسیح موعود اور مہدی مسعود ہے؟۔ ہر گز نہیں مرزا کا اپنے نام کے اعداد نکال کر دعویٰ پیغمبری کرنا محض بے ہودہ اور ہیچ و پوچ بازیچۂ طفلان ہے۔ **(کلمہ فضل رحمانی)**

سب سے لطیف تر بلکہ قرآنی معجزہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے!

تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۔(الشعراء:۲۲۲)

(شیطان) ہر جھوٹے گنہگار پر اُترتے ہیں۔

یہ پوری آیت کریمہ اور اس کے عدد پورے تیرہ سو۔ بلاشبہ مرزا پر شیطان اترا کرتے تھے اور انھیں کے وسوسوں کو مرزا وحی جانتا تھا۔

مرزا کی نحوست کا بیان

جب سے مرزا پیدا ہوا اس کی موت تک ملک پر تنگی اور قحط اور بلایا اور فتن ہی جوش زن رہے۔ کیا مہدی موعود ایسا ہی ہوگا جو تمام عالم کے لیے زحمت اور محنت ہوگا؟۔ سنیے مرزا کی تاریخ بلوغ ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء زمانہ غدر گزرا ہے اور لوگوں کو یاد ہے کہ کیا کیا حالتیں مخلوقات کی ہوئیں جو ناگفتہ بہ ہیں حتیٰ کہ سلطنتِ اسلامی کی رہی سہی رونق کا بھی ستیاناس ہوگیا۔ بہادر شاہ کو جلا وطن کر کے دہلی سے رنگون میں پہنچایا اور ان کے دو بیٹے اور ایک پوتا دہلی کے فتح ہوتے ہی گولی سے مار ڈالے گئے۔ **(دیکھو واقعاتِ ہند کا صفحہ ۲۳۱)**

پھر جب ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء میں دعوی مہدی مسعود ہونے کا کیا تو تمام جہان کو قحط سخت و امساکِ باران و وبائے طاعون اور زلزلوں نے برباد کر دیا یہ اثر مرزا کی نحوست کا اب تک باقی ہے۔ (نعوذ باللہ) ایسے مہدی مردود سے۔

---

(۱)۔ مرزا کا مصداق بن کراب سخت حیرانی میں ہے۔ حیا دامنگیر ہے۔

اعتقاداتِ مرزا:

مرزا نے اپنے اعتقاد میں جو جو غلط اور جھوٹ بکا ہے وہ تحریر کرتا ہوں:

الف: سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ امام مہدی فوت ہو گئے آخری زمانے میں انہی کے نام پر ایک اور امام پیدا ہو گا لیکن محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی امر یقینی نہیں ہے۔ (بلفظہٖ الخبیث صفحہ ۴۵۷، ازالہ اوہام)

ب: امام مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے جب مسیح بن مریم آئے گا تو امام مہدی کی کیا ضرورت ہے؟ (بلفظہٖ الخبیث صفحہ ۵۱۸، ازالہ اوہام)

ج: اور ''انجامِ آتھم'' میں تو عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے بھی منکر ہو گیا تھا۔ ع

مگر درغگو را حافظہ نباشد

چ: مرزا امام مہدی کے آنے کا بھی منکر:

دیکھو! رسالہ ''انجامِ آتھم'' مرزا کی تصنیف صفحہ ۶۹ میں بکتا ہے کہ!

من بآمدن ہیچ مسیح خونی و مہدی خونی قائل نمی باشم۔

میں کسی بھی مسیح خونی اور مہدی خونی کی آمد کا قائل نہیں ہوں۔ (یعنی انکار کرتا ہوں)

اقول: فقیر کہتا ہے کہ مرزا کا دعویٰ کہ میں مہدی موعود ہوں علاوہ اس بحث اور دلائل کے جو پیچھے گزر چکے ہیں ان کی اپنی ہی تحریراتِ الہامی سے باطل ہو گیا۔ اور باطل میں ایسا کہ تاویل کی بھی گنجائش نہیں رکھتی۔ مرزائیوں کے لیے شرم کرنے اور ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ مرزا خود ہی لکھتا ہے کہ مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے ابن مریم کے آنے سے مہدی کی کوئی ضرورت نہیں پھر اسی مہدی کا ادعائی بنتا ہے کہ حدیث کے مطابق میں ہی مہدی ہوں اور کیسی جمہور کی مخالفت کر کے سیدھے مسلمانوں کو دھوکہ دیا کہ اہلِ سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ مہدی فوت ہو گئے۔ قارئین کُتبِ حدیث اور سیر کو ملاحظہ کریں کہ یہ کسی کا مذہب نہیں۔ مگر سچ ہے کہ جب کسی کے دماغ میں

فتور آجاتا ہے تو اس کو اگلی پچھلی باتیں یاد نہیں رہا کرتیں۔اشرف الانبیاء اور دو جہاں کے سردار رسول اللہ ﷺ کی باتوں میں چون و چرا کرنا سخت گستاخی و بے ادبی ہے جس کا نتیجہ خراب ہے۔

حضرت ﷺ خود حضرت عیسیٰ اور امام مہدی علیہم السلام دونوں کا آنا قیامت کی علامات سے بیان فرماتے ہیں اور صدہا احادیث میں مذکور ہوا اور مرزا کہتا ہے کہ کیا ضرورت ہے؟ مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ اللہ عزوجل کے کاموں کے لیے ضرورت و علت تلاش کرنی عجب گمراہی ہے جبکہ رسول کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ!

''امام مہدی آئیں گے''

تو اب مسلمان کو ضرورت اور علت تلاش کرنے کی کیا حاجت ہے؟ دل اور جان سے ماننا چاہیے بمقابلہ روشن نصِ جلی وافی کافی کے اپنے قیاس اور عقل کو دخل دینا شیطانی کام ہے۔

عینی جلد ۴ صفحہ ۶۰۸ میں ہے:

وَفِيه: قَول عمر، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ، التَّسْلِيم للشارع فِي أُمُور الدّين وَحسن الِاتِّبَاع فِيمَا لم يكْشف عَن مَعَانِيهَا. وَقَالَ الْخطابِيّ: فِيهِ: تَسْلِيم الْحِكْمَة وَترك طلب الْعِلَل وَحسن الِاتِّبَاع فِيمَا لم يكْشف لنا عَنهُ من الْمَعْنى، وَأُمُور الشَّرِيعَة على ضَرْبَيْنِ: مَا كشف عَن علته وَمَا لم يكْشف، وَهَذَا لَيْسَ فِيهِ إِلَّا التَّسْلِيم۔

ترجمہ: اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ امور دین میں شارع کو تسلیم کرنا ہے (حکم کو ماننا ہے) اور جن معانی کا مطلب ظاہر نہ ہو ان میں شارع کا احسن طریقہ سے اتباع (پیروی) کرنا ہے۔اور خطابی نے فرمایا اس میں حکمت کو تسلیم کرنا اور علتوں کی تلاش کو چھوڑنا ہے۔اور جو معنی ہمارے لئے ظاہر نہ ہو اس کے بارے میں حسن اتباع کرنا ہے۔اور شریعت کے امور دو قسموں پر ہیں ایک وہ جن کی علتیں واضح ہوں اور دوسری وہ جو ظاہر نہ ہوں اور ان میں تسلیم کرنے (ماننے) کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

فرشتوں کے بارے میں اعتقاد:

قولہ: میں ایک مسلمان ہوں۔ اٰمنت باللہ وملائکتہ و کتبہ ورسلہ والبعث بعد الموت۔ **(بلفظہٖ صفحہ ۲، ٹائٹل، ازالہ اوہام)**

اعتقاد: قبل اس سے ''توضیح المرام'' کی عبارت میں مرزا نے بکا تھا کہ فرشتے کوئی چیز نہیں ارواحِ کواکب اور تاثیراتِ کواکب سے عبارت ہے۔ اور اب ملائکہ پر ایمان لایا اس کا باعث بھی وہی حافظہ کا فتور ہے۔ ورنہ اگر یاد ہوتا کہ میں پہلے فرشتوں کا انکار کر چکا ہوں تو اب کبھی اقرار نہ کرتا۔ مگر اس میں دو باتیں اور مرزا کی قباحتِ اعتقاد پر پائی گئیں کہ وہ قیامت اور قدر پر ایمان نہیں رکھتا والیوم الآخر والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ (یومِ آخرت، اللہ کی جانب سے اچھی بری تقدیر) پر ایمان ضروری ہے۔ اس کا منکر کافر ہے اور اس کا منکر گمراہ بددین فاجر۔

اعتقاد: پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظاری تھی یہی پادریوں کا گروہ جوٹڑی دَل کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے۔ **(بلفظہٖ الخبیث، صفحہ ۴۹۵، ۴۹۶، ازالہ اوہام وانجامِ آتھم وضمیمہ)**

اقول: مرزا کے اعتقاد میں دجال پادری ہیں اور کوئی دجال نہیں آئے گا۔ اور اہلِ اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ نکلنا دجال اور یاجوج ماجوج کا اور نکلنا سورج کا مغرب سے اترنا حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اور باقی تمام نشانیوں میں قیامت کا حق ہے۔ **(فقہ اکبر)**

اعتقاد: وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنایا ہوا ہوگا پھر اگر وہ ریل نہیں ہے تو اور کیا ہے؟۔

(صفحہ ۶۸۵، ازالہ اوہام)

اقول: مرزا مہدی ہو کر دجال کے گدھے پر سوار ہوتا ہے کیا یہ بھی اس کو الہام ہوا ہوگا کہ مہدی دجال کے گدھے پر سوار ہوگا۔

اعتقاد: یاجوج ماجوج سے دو قومیں انگریز اور روس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔

(بلفظہٖ صفحہ ۵۰۸،۵۰۲،ازالہ اوہام)

اقول: مطلب یہ ہوا کہ یاجوج ماجوج کوئی نہیں ہوں گے اس اعتقاد کے سبب سے آیت اور حدیثِ صحیح پر اعتقاد نہ رہا اور انکار پایا گیا جو کفر ہے۔ معلوم نہیں کہ اور قوموں کو کیوں ترک کیا فقط دو ہی قوم کفار انگریز اور روس کو یاجوج ماجوج بنایا۔

اعتقاد: دابۃ الارض وہ علماء اور واعظین ہیں جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ **(بلفظہٖ صفحہ ۵۱۰،ازالہ اوہام)**

اقول: مطلب یہ ہوا کہ دابۃ الارض علماء ہیں اور کچھ نہیں ہے پس دابۃ الارض سے بھی انکار ہوا۔

اعتقاد: دخان سے مراد قحطِ عظیم وشدید ہے۔ **(بلفظہٖ صفحہ ۵۱۳،ازالہ اوہام)**

اقول: مطلب مرزا کا یہ ہے کہ دخان جو صحیح حدیث میں وارد ہے وہ کچھ نہ ہوگا۔ یہ صحیح حدیث سے انکار ہوا۔

اعتقاد: مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کیے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ **(بلفظہٖ صفحہ ۵۱۵،ازالہ اوہام)**

اقول: یہ بھی صحیح حدیثوں سے انکار ہے اور جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔ کافر اسلام لائے تو قبول نہیں، فاسق توبہ کرے تو قبول نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

''یَوْمَ یَأْتِیْ بَعْضُ آیَاتِ رَبِّكَ لَا یَنفَعُ نَفْسًا إِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ''

(انعام:۱۵۸)

(مگر) جس روز تمہارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آجائیں گی تو جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا۔

اسلام پھیلنے کی اچھی برکت ہوئی کہ اسلام ہی قبول نہیں۔ پھر مرزا کا ہدایت عبث کرتا اور اپنی دعوت میں قرآنِ عظیم کا مخالف تھا، جب ایمان قبول ہی نہیں تو دعوت کس لیے؟ مرزا کا نبی بنانے والا بھی عجیب احمق تھا کہ مردود چیز مانگنے کے لیے مرزا کو مقرر کیا۔

عذاب قبر سے انکار

اعتقاد: کسی قبر میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔ **(ملخصًا صفحہ ۴۱۵، ازالہ اوہام)**

اقول: اب عذابِ قبر سے بھی انکار کر دیا۔ جب نہ دیکھے تھے اب تو ہر وقت انہی سے پالا پڑتا ہو گا، جو چیز نظر نہ آئے اس پر ایمان نہ لانا ہی ملحد دہریہ کا شبہ ہے کہ ''خدا ہے تو دکھاؤ''۔

عقیدۂ تناسخ:

اعتقاد: ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام، بارہا چون سبزہ ہا روئیدہ ام۔

ترجمہ: سات سو ستر قالب میں نے دیکھے ہیں اور کئی بار سبزہ کی طرح میں اُگا ہوں (بار بار میں پیدا ہوا ہوں) **(بلفظہٖ صفحہ ۸۴، کتاب ست بچن مرزا کی تصنیف)**

اقول: اب تناسخ کا بھی اعتقاد کر لیا جو ہنود اور کفار کا اعتقاد ہے اور کیوں نہ ہو کہ مرزا جی مہاراج کرشنی اوتار بھی تو ہیں۔

اعتقاد: (الہام) ہم نے تم کو بخش چھوڑا ہے جو جی چاہے سو کر۔

(بلفظہٖ ملخصا صفحہ ۵۶۰، براہین احمدیہ)

اصل عربی عبارت یہ ہے: اعمل ماشئت فانی قد غفرت لك۔

ترجمہ: تو جو چاہے عمل کرے بے شک میں نے تجھے بخش دیا۔

اعتقاد: (الہام) ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے یعنی کھلی کھلی فتح دیں گے تاکہ تیرا خدا (عاجی) تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔ **(بلفظہٖ صفحہ ۵۷، ضمیمہ انجامِ آتھم)**

اقول: فقیر کہتا ہے کہ چونکہ مرزا کو حسبِ دلخواہ عمل کرنے کا حکم خدا سے ہو چکا ہے اسی واسطے پیغمبروں کو گالیاں دیتا ہے اور آیات اور احادیث اور ضروریاتِ دین سے انکار کرتا ہے جب کہ پہلے ہی سے معافی کی دستاویز مل چکی ہیں تو اب کس بات کا خوف رہا البتہ یہ دستاویز دینے والا عاجی خدا ہو گا۔ ہاتھی دانت کا یا گوبر کا۔

آیت کریمہ کی غلط تاویل:

اعتقاد: قولہ ''وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِنًا'' ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا؟ ہم نے ہر ایک بات میں

تیرے لیے آسانی نہیں کی؟ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔''بیت الفکر'' سے اس جگہ وہ چوبارہ مراد ہے جس میں یہ عاجز کتاب کلی کی تالیف کے لیے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور ''بیت الذکر'' سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور وَمَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ آمِنًا۔ اس مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔ **(بلفظہ الخبیث ملتقطا، صفحہ ۵۵۸، براہین احمدیہ)**

اقول: وعلی اعتقاد ذلك المهدی الضال المضل۔

ترجمہ: اور اُس گمراہ اور گمراہ کرنے والے مہدی کے اعتقاد پر۔

یہ آیت شریفہ مسجدِ حرام بیت اللہ شریف کے حق میں وارد ہوئی ہے یہاں تک مسجد نبوی ﷺ اور مسجدِ بیت المقدس کے بارے میں ایسا فرمان نہ آیا مگر مرزا کی مسجدِ قادیان میں اس کے حق میں یہ فرمان وارد ہوا۔ مرزا کے خدا اعاجی نے اس کے سارے گناہ بھی بخش دیئے، جو اس کا جی چاہے وہی کرے اور پھر اس کی مسجد میں جو کوئی داخل ہوا وہ پروردگار کے عذاب سے امن میں ہوا۔ قادیان کو مکہ بنایا اور اپنی مسجد کو مسجدِ حرام اور بیت اللہ بنایا۔ پس اسی واسطے حج کو نہیں گیا۔ اب عرب کے ملک کو مشقت کر کے حج کی کیا ضرورت رہی۔ مرزا کے بھائی مرزا امام الدین اوتارلال بیگیاں نے بھی قادیان میں چوہڑوں کا حج مقرر کیا تھا۔ **(دیکھو کتاب ''ویدحق'' مولفہ مرزا امام الدین)**

مرزائی مسلمانوں کے دشمن جانی ہیں:

قولہ: جو شریر بد باطن نالائق نام کے مسلمان جمعہ کی نماز نہ پڑھیں گے وہ گورنمنٹ برٹش انڈیا کے باغی ہیں ان کو سزا ملنی چاہیے۔ انتہی **(دیکھو اشتہار جمعہ کی تعطیل کا مورخہ یکم جنوری ۱۸۹۶ء)**

اقول: پس دیہاتی مسلمان جہاں نماز نمازِ جمعہ نہیں پڑھی جاتی سب باغی ہوئے۔ (نعوذ باللہ)

اعتقاد: مرزا اپنی کتابوں میں تصویریں بھی بناتا تھا تصویر یسوع کی شکل پر مجسم بیٹا، تصویر کبوتر کی شکل پر مجسم روح القدس، تصویر آدم کی شکل پر مجسم باپ۔ **(بلفظہ صفحہ ۳۵، انجام آتھم)**

(تین تصویریں، کبوتر، آدم، یسوع کی بنائی ہیں)

اقول: پس مرزا کا عمل احادیثِ صحیحہ کے خلاف پایا گیا۔ کیا یہی مہدی ہے؟ نہیں نہیں بلکہ صاف ضالِ مضل کاذب ہے اور یہ تین لیے تو نصاریٰ کے باپ کو کیوں بدل لیا وہی اپنے گوبر والے کی تصویر دی ہوتی۔

مرزا کا کوئی پیر و مرشد نہیں ہے:

قولہ: میرا کوئی والد روحانی نہیں ہے کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسلِ اربعہ نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی میں سے کسی سلسلہ میں داخل ہے؟

(بلفظہٖ ملخصاً صفحات ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ازالہ اوہام)

اقول: سچ ہے من لم یکن له شیخ فشیخه الشیطان۔ (بے پیرے کا پیر شیطان)

مرزا اپنے مریدوں سے چندہ یک مشت اور ماہوار وصول کر کے اپنے آرام کا مکان اور سامان تیار کرتا ہے:

قولہ: ہم کو مکان فراخ کرنے کا دوبارہ الہام ہوا ہے، جماعت مخلصین دو ہزار روپیہ جلد بہم پہنچائیں اور پہلے سے ثابت قدم ہو جائیں۔ **(دیکھو اشتہار مورخہ ۷ افروری ۱۸۹۷ء مرزا کا)**

اقول: اللہ کے سچے رسولوں کو تو ہمیشہ یہ الہام ہوا ہے کہ!

"مَا أَسۡأَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ أَجۡرٍ" **(الفرقان: ۵۷)**

ترجمہ: میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا

مگر شیطانی رسول کا یہی الہام چاہیے کہ لاتے جاؤ دھرتے جاؤ۔

مرزا پکا طالبِ دنیا اور عبد الدینار و الدراہم تھا

قولہ: مالی فتوحات آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوحِ غیب کا روپیہ آیا جس کو شک ہو ڈاک خانہ کی کتابیں دیکھ لے۔ **(ملخصاً صفحہ ۲۸ ضمیمہ انجامِ آتھم)**

حاجی سیٹھ عبد الرحمٰن اللہ رکھا تاجر مدراس نے کئی ہزار روپیہ دیا۔ **(صفحہ ۲۸، ضمیمہ انجامِ آتھم)**

شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار سے زیادہ دے چکے ہیں۔ منشی رستم علی کورٹ انسپکٹر گورداسپور بیس

روپیہ ماہوار دیتے ہیں۔حیدر آباد کا مولوی سید مردان علی، مولوی سید ظہور علی، مولوی عبدالمجید دس دس روپیہ اپنی تنخواہ سے دیتے ہیں۔خلیفہ نورالدین صاحب پانچ سو روپیہ دے چکے ہیں۔
(ضمیمہ انجام آتھم، ۲۸،۲۹)

مرزا نے برائی اور حرام کی کمائی کے مال کے لیے کی درخواست کی تھی

مرزا کو معلوم ہوا کہ اللہ دیا نام کا ایک نقارچی گانے بجانے والا بُرے کاموں اور ناجائز پیشے سے تائب ہو کر موحد مسلمان ہوگیا اور اس کے پاس چند ہزار روپیہ حرام کی کمائی کا موجود تھا جس کو وہ بوجہ پرہیز گاری کے صرف نہ کرتا تھا۔مرزا نے یہ خبر فرحت اثر سن کر فوراً کہلا بھیجا کہ وہ روپیہ میرے پاس بھیج دو ہم اشتہارات وغیرہ میں صرف کر دیں گے۔جب اس نے علماء سے فتویٰ پوچھا تو علماء نے منع کر دیا۔اس سبب سے مرزا کا یہ شکار بھی خالی گیا۔(رسالہ ”تائیدِ آسمانی“ تصنیف منشی محمد جعفر تھانیسری مطبوعہ اختر ہند پریس امرتسر، ۲۳ ماہ جولائی ۱۸۹۳ء)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر تشریف لے جانا اور اُس کا ثبوت اور پھر اترنا قبل روزِ قیامت کے:

”تفسیر ابن کثیر“ کی عبارت عربی کا مطلب بیان کرتا ہوں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکان میں جو چشمہ تھا۔اُس سے باہر نکل کر اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔اپنے بارہ حواریوں (۱) کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کافر ہوگا۔بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جائے اور وہ میری جگہ مقتول ہو اور میرے درجے میں میرے ساتھ رہے؟ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں ہوں یا

(۱)۔حواریوں میں اختلاف ہے کہ یہ کون لوگ تھے بعض نے کہا مچھلی پکڑنے والے تھے بعض نے کہا رنگریز بعض نے کہا اول میں اور قوم تھی بعد کو وہ لوگ کپڑے دھونے والے ہوگئے، بعض نے کہا بادشاہ تھے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعض رنگریز ہوں، بعض کپڑے دھونے والے بعض ماہی گیر بعض بادشاہ۔بارہ (۱۲) تھے یا تیرا (۱۳) یا زائد۔کبیر

رسول اللہ! تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ تو بیٹھ جا اور آپ نے دوبارہ پھر اسی لفظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی شخص کھڑا ہوا غرض چوتھی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈالی گئی یعنی بعینہٖ مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہر ایک چیز میں ہو گیا باذن پروردگار، اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشن دان سے آسمان کی طرف اُٹھائے گئے۔ بعد ازاں یہود کے جاسوس آئے اور اس شبیہ کو پکڑا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر مقتول اور مصلوب کیا۔ پھر بعض لوگ بارہ مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پھر گئے بعد ایمان کے۔

عیسائیوں کے فرقے:

اور اس کے بعد تین فرقے ہو گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا قائل ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے درمیان میں خدا ہو کر رہے، جب تک اس نے چاہا، پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ اس فرقے کو **"یعقوبیہ"** کہتے ہیں۔ دوسرے فرقے نے کہا کہ خدا کا بیٹا تھا جب تک اس نے چاہا ہم میں رہا، خداوند کریم نے اپنی طرف اس کو اُٹھا لیا۔ اس گروہ کا نام **"نسطوریہ"** ہے۔ تیسرے (۱) فرقے کا یہ مذہب تھا کہ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہمارے گروہ میں رہا جب تک خداوند کریم نے چاہا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھا لیا۔ اس گروہ کو **"مسلمان"** کہتے ہیں۔ پھر دونوں فرقے کافروں کے مسلمانوں کے فرقے پر غالب آئے اور قتل کر ڈالا پھر اسلام معدوم رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور یہ اسناد صحیح ہے ابن عباس کی طرف۔ اور روایت کیا اس اثر کو نسائی نے ابی کریب سے انہوں نے ابی معاویہ سے مثل طریق مذکور کے اور اسی طرح ذکر کیا ہے بہت علمائے متقدمین نے اور روایت کیا عبد بن حمید اور ابن مردویہ اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے کہ یہود نے دار پر چڑھایا عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہہ کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اس شبیہہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حالانکہ مسیح علیہ السلام کو پروردگار نے زندہ آسمان پر اُٹھا لیا۔ اور قتادہ تابعی شاگرد انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود حضرت

---

(۱)۔ بلکہ چار فرقے ہوئے تھے۔ یعقوبیہ، نسطوریہ، ملکانیہ، اہلِ حق۔ ملکانیہ کا یہ مذہب تھا کہ خدا تین ہیں، اللہ تعالیٰ اور بی بی مریم اور عیسیٰ۔ انتہیٰ "کتاب السبعیات للامام ابی نصر محمد بن عبد الرحمن الہمدانی صفحہ ۳۹۔

عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے پر فخر کرتے تھے مگر ان کا گمان غلط ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور ان کی شبیہہ ایک شخص پر ڈالی گئی اور وہی قتل کیا گیا۔اور روایت کیا ابن جریر نے سدی تابعی شاگرد ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا سدی نے کہ محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مع ان کے مددگاروں کے ایک مکان میں۔پس فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو کہ تم میں سے کون قبول کرتا ہے صورت میری تاکہ قتل کیا جائے میری جگہ اور واسطے اس کے جنت ہو؟ پس قبول کیا ایک نے ان میں سے اور اُٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام طرف آسمان کے۔یہی ہے مضمون پروردگار کے قول کا!

”وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ “(آلِ عمران:۵۴)

ترجمہ:ورکافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔

وَأخرج ابْن جرير عَن أبي مَالك {وَ اِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ}قَالَ: ذَلِكَ عِنْدَ نزُول عِيسَى ابْن مَرْيَم لَا يبْقى أحد من أهل الْكتاب إِلَّا آمن بِهِ۔

اور اخراج کیا ابن جریر نے ابی مالک سے بیچ تفسیر قولِ باری تعالیٰ ({وَ اِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ ۔۔۔ الخ) کہ فرمایا انہوں نے یہ بات نزدیک نزولِ عیسیٰ ابن مریم کے ہوگی یعنی اس زمانے میں جو اہلِ کتاب ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

اور اخراج کیا عبد بن حمید اور ابن المنذر نے شہر بن حوشب سے کہ روایت ہے محمد بن علی بن ابی طالب سے آیت مذکورہ کی تفسیر میں کہ ہر ایک اہلِ کتاب کو ملائکہ منہ اور کولھے پر ماریں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹ بولے تھے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے۔وہ فوت نہیں ہوئے اور اُٹھائے گئے ہیں آسمان پر پھر نازل ہوں گے قیامت سے آگے۔پس کُل اہلِ کتاب ایمان لائیں گے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل موت عیسیٰ علیہ السلام کے۔اور انھیں محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ قوم یہود ملعون باوجود یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑے بڑے معجزے دیکھ چکے تھے اور پھر ان کی تکذیب اور مخالفت اور ایذا

رسائی میں اس قدر کوشش کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کسی بستی میں یہود کے ہمراہ رہ نہیں سکتے تھے اور اپنی والدہ ماجدہ کو ہمراہ لے کر سیر کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس میں تشریف لے گئے پس یہود ملعون نے وہاں کے کافر ستارہ پرست بادشاہ سے جا کر کہا کہ بیت المقدس میں ایک شخص فتنہ گر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ پس بادشاہ نے غصہ ہو کر اپنے نائب کو قدس میں لکھا کہ کوشش کر کے اس شخص کو پکڑ کر دار پر چڑھادے اور اس کے سر پر کانٹا رکھ دے اور لوگوں کو اس کے ضرر سے بچالے۔

پس والیٔ بیت المقدس یہود کی جماعت ہمراہ لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مکان میں تھے گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو مع ان کے اصحاب کے جو تعداد میں بارہ تھے یا تیرہ یا سترہ بند کر دیا۔ بعد عصر کے جمعہ کے روز ہفتہ کی رات میں پس عیسیٰ علیہ السلام جان چکے کہ یہود آ کر مجھ کو پکڑیں گے اور باہر نکالیں گے۔ پس اپنے حواریوں سے فرمایا کہ کون شخص تم میں سے قبول کرتا ہے کہ وہ میری صورت بن جائے اور میرے شبے میں قتل کیا جائے اور جنت میں میرا رفیق ہو۔ پس قبول کیا اس بات کو ایک جوان نے مگر عیسیٰ علیہ السلام نے اس پر اعتبار نہ کیا یہاں تک کہ تین بار عیسیٰ علیہ السلام نے وہی بات لوٹائی پس وہی جوان قبول کرتا گیا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈال دی۔ جیسا کہ بعینہ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہو گیا اور ایک روشدان چھت سے کھل گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اونگھ آئی یعنی مقدمہ نوم جو پوری نیند آنے سے پہلے آنکھیں نیم بندسی ہو کر بدن میں سستی آجایا کرتی ہے۔ پس اُٹھائے گئے طرف آسمان کے۔

اور یہی معنی ہیں باری تعالیٰ کے قول کے:

"یَاعِیسَی اِنِّی مُتَوَفِّیكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ"...الخ۔ (آل عمران:۵۵)

اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو نیند لا کر اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں۔ پھر بعد کو وہ بند شدہ اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کے نکلے۔ پس جب کہ یہود نے اس جوان کو دیکھا، عیسیٰ علیہ السلام گمان کر کے پکڑ کر رات کو سولی دے دی یعنی دار پر چڑھادیا۔ اور یہود نے مشہور کر دیا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو کوشش کر کے قتل کرادیا اور نصاریٰ کے چند گروہ نے بسبب بے وقوفی اور کم عقلی کے اس کو سند پکڑ لیا۔ سوا

ان چند آدمیوں کے جو مکان میں بند تھے اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا چڑھ جانا مشاہدہ کیا تھا لیکن باقی کے لوگ سب یہود کی طرف ظن اور گمان میں رہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ یہاں تک مشہور کر دیا کہ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بی بی مریم صاحبہ دار کے نیچے بیٹھی رو رہی تھیں اور مصلوب نے بی بی مریم صاحبہ کو پکارا بھی تھا اور یہ کل باری تعالیٰ کا امتحان تھا۔

" وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ "ای راؤ شبهه فظنوا انه اياه ولهذا قال(وَ اِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ)يعنى بذلك من ادعى انه قتله من اليهود ومن سلمه اليهم من جهال النصارىٰ كلهم فى شك من ذلك وحيرة وضلال و سعر ولهذا قال(وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا)اى وما قتلوه متيقنين انه هو بل شاكين متوهمين(بَل رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيهِ وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا)اى منيع الجناب لايلام جنابه ولا يضام من لاذ ببابه(حَكِيْمًا)اى فى جميع ما يقدره و يقضيه۔

ترجمہ: اور نہ انھوں نے اُسے قتل کیا اور نہ اُسے سولی پر چڑھایا لیکن اُن کے لیے مشتبہ کر دیا گیا۔ یعنی انہوں نے آپ جیسے دوسرے کو دیکھا تو انہوں نے اُسے آپ کی ذات کا گمان کیا، اور اسی لیے (اللہ نے) فرمایا (اور بے شک جنہوں نے آپ کے بارے میں اختلاف کیا وہ آپ کے متعلق شک میں ہیں۔ ان کو ظن کی اتباع کے سوا کوئی علم نہیں) اس سے مراد یہ ہے کہ یہود میں سے جنھوں نے دعویٰ کیا کہ (انہوں نے آپ کو یقیناً قتل نہیں کیا) یعنی یہ یقین کرتے ہوئے آپ کو قتل نہیں کیا کہ یہ مقتول آپ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں بلکہ وہ وہم اور شک کرنے والے تھے۔

(بلکہ آپ علیہ السلام کو اللہ نے اپنی طرف اُٹھالیا اور اللہ عزیز ہے۔ محفوظ اور قوی پہلو والا ہے آپ کی جانب پر ملامت نہیں کی جاتی اور جو آپ کے دروازہ پر پناہ لے اُس پر ظلم نہیں کیا جاتا)۔ (حکیم) ہے یعنی وہ جو بھی مقدر کرتا ہے اور اُس کا فیصلہ کرتا ہے اُس میں حکمت والا ہے۔

حدیث شریف:

ابن جریر نے کہا کہ حدیث پہنچی مجھ کو ابن بشار سے، وہ لیتے ہیں عبد الرحمن سے، وہ سفیان سے، وہ ابی حصین سے، وہ سعید بن جبیر سے، وہ ابن عباس سے اس بات کی کہ کوئی اہلِ کتاب باقی

نہ رہے گا مگر عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا قبل موتِ عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اور عوفی نے بھی ایسا ہی ابن عباس سے بیان کیا اور ایسا ہی بیان کیا ابو مالک نے۔ ابن جریر نے جو حدیث حسن سے روایت کی بواسطہ ابو رجاء اور ابن علیہ اور یعقوب کے اس میں اتنا زیادہ ہے۔ واللہ انہ لحی الان عند اللہ ولکن اذا نزل اٰمنوا بہ اجمعون۔ یعنی قسم ہے پروردگار کی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اس وقت زندہ ہیں باری تعالیٰ کے پاس اور جب اتریں گے ان پر سب لوگ ایمان لائیں گے بدکار اور نیک۔ اور ایسا ہی ابن ابی حاتم اپنے باپ سے وہ علی بن عثمان لاحقی سے وہ جویریہ بن بشیر سے روایت کرتے ہیں یہ جملہ حضرات اور سوا ان کے جس قدر ثقات مفسرین اور محققین ہیں سب کے سب متفق ہیں کہ مرجع ضمیر مضاف الیہ کا جو (قَبۡلَ مَوۡتِہٖ) میں ہے عیسیٰ علیہ السلام ہیں الا من شذ، شمس الھدایہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے آخر زمانے میں قیامت سے آگے۔ اور لوگوں کو پروردگار وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی طرف بلائیں گے۔

حدیث امام بخاری: امام بخاری نے کتاب ذکر الانبیاء میں اپنی صحیح میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”قسم ہے اس پروردگار کی مجھ کو جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ قریب ہے کہ نازل ہو گا تمہارے اندر عیسیٰ ابن مریم حاکم اور عادل یکسر الصلیب (صلیب کو توڑے گا) ویقتل الخنزیر (خنازیر کو قتل کرے گا) ویضع [1] الجزیۃ

(۱)۔فَإِن قلت: وضع الْجِزْيَة مَشْرُوع فِي هَذِه الْأمة فَلم لَا يكون الْمَعْنى: تقرر الْجِزْيَة على الْكفَّار من غير مُحَابَاة، فَلذَلِك يكثر المَال؟ :قلنا مَشْرُوعِيَّة الْجِزْيَة مُقَيّدَة بنزول عِيسَى، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام، وَقد قُلْنَا أَن عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام لَا يقبل إِلَّا الْإِسْلَام وَقَالَ ابْن بطال وَإِنَّمَا قبلناها قبل نزُول عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام للْحَاجة إِلَى المَال بِخِلَاف زمن عِيسَى، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام، فَإِنَّهُ لَا يحْتَاج فِيهِ إِلَى المَال، فَإِن المَال يكثر حَتَّى لَا يقبله أحد.

پس اگر آپ کہیں کہ اس وقت میں جزیہ مقرر کرنا جائز ہے، پس اس کا معنی یہ کیوں نہ ہو گا کہ وہ کفار پر بغیر کسی مدد اور سہولت کے جزیہ مقرر کر دے گا۔ تا کہ اس طرح مال کی کثرت ہو جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ جزیہ کا مشروع (جائز ہونا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے ساتھ مقید ہے اور ہم نے یہ کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلام کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کریں گے۔ اور ابن بطال نے کہا ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے مال کی طرف حاجت مند ہونے کی وجہ سے جزیہ کو قبول کیا ہے (جزیہ لینے کو جائز قرار دیا ہے) بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے کیونکہ اس وقت مال کی حاجت نہیں ہو گی۔ اس زمانہ میں مال اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔ (عینی بخاری، جلد سابع، صفحہ ۴۵۲)

(جزیہ موقوف کر دے گا کسی سے سوائے اسلام کے جزیہ وغیرہ کچھ قبول نہ کرے گا) **ویفیض المال حتی لایقبلہ احد** (اتنا مال لوگوں کو دیں گے یعنی ان کے زمانے میں اس قدر ترقی برکت اور دولت کی ہوگی کہ بہ سبب استغناء کے کوئی قبول نہ کرے گا) یہاں تک عبادت کا شوق ہوگا کہ ایک سجدہ کرنا اس وقت دنیا کے سب اسباب سے بہتر جانیں گے اور ہر ایک اہلِ کتاب عیسیٰ علیہ السلام پر قبل ان کی موت کے ان پر ایمان لائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام ان پر روزِ قیامت کے گواہی دیں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام کا حج وعمرہ:

اور ایسا ہی روایت کیا ہے امام مسلم نے بھی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''البتہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام حج اور عمرہ کا احرام باندھیں گے روحاء کی وادی میں''۔ **(وکذا رواہ امام مسلم)**

اور امام احمد نے چند طریقوں سے بھی اس حدیث کو بیان کیا اور ایسا ہی امام مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے متعدد طریق سے اخراج کیا ہے اور امام مسلم نے ایک اور طریق سے ابی ہریرہ سے روایت کی۔ حدیث لمبی ہے اس کی آخر میں یہ ہے کہ لوگ نماز کی تیاری کرتے ہوں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور ان کو امام کریں گے جب ان کو اللہ کا دشمن دیکھے گا نمک کی طرح پگھل جائے گا یعنی اگر اس کو چھوڑیں گے تو نمک کی طرح پگھل جائے گا مگر اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے اپنے نیزہ میں اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔

نزول من السماء کی دلیل:

تفسیر کبیر میں ہے! ''وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً وَمِنَ الصَّالِحِيْنَ'' کے متعلق امام حسین بن فضل بجلی نے کہا کہ: کہل ہوگا بعد اترنے کے آسمان سے اور اس وقت لوگوں سے کلام کرے گا اور دجال کو مارے گا اور اس آیت میں نص ہے اس بات پر کہ عیسیٰ علیہ السلام قریب ہے کہ نازل ہوں گے طرف زمین کی۔ انتہی **(صفحہ ۴۵۰)**

دیگراحادیث:

اب صرف دو تین حدیثیں واسطے تسکین قارئین کے نقل کیے دیتا ہوں۔

۱)-قال الإمام أحمد، أخبرنا عبد الرزاق، أخبرنا معمر عن الزهری، عن عبد الله بن ثعلبة الأنصاری، عن عبد الله بن زید الأنصاری عن مجمع بن جاریة، قال، سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: یقتل ابن مریم المسیح الدجال بباب لد-أو إلی جانب لد-

ترجمہ: مجمع بن جاریہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابن مریم مسیح علیہ السلام دجال کو باب لد کے پاس یا لد کے قریب قتل کریں گے۔

اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ:

’’جب دجال احد پہاڑ کے پیچھے آئے گا تو فرشتے اس کا منہ ملک شام کی طرف لوٹا دیں گے اور وہ وہاں جا کر ہلاک ہوگا‘‘۔

چوں کہ بابِ لُد بھی ملک شام ہی میں ہے لہٰذا دونوں روایتوں میں مطابقت ہوگئی۔

۲)-رواه أحمد أيضاً عن سفيان بن عيينة من حديث الليث والأوزاعی، ثلاثتهم عن الزهری عن عبد الله بن عبيد الله بن ثعلبة، عن عبد الرحمن بن يزيد عن عمه مجمع بن جارية، عن رسول الله ﷺ قال: يقتل ابن مريم الدجال بباب لد، وكذا رواه الترمذی عن قتيبة عن الليث به، وقال: هذا حديث صحيح. قال: وفی الباب عن عمران بن حصين ونافع بن عيينة وأبی برزة وحذيفة بن أسيد وأبی هريرة، وكيسان، وعثمان بن أبی العاص، وجابر وأبی أمامة، وابن مسعود، وعبد الله بن عمرو، وسمرة بن جندب والنواس بن سمعان، وعمرو بن عوف، وحذيفة بن اليمان رضی الله عنهم. ومراده برواية هؤلاء ما فيه ذكر الدجال وقتل عيسى بن مريم عليه السلام له۔فاما احاديث ذكر الدجال فقط فكثيرة وهی اكثر من ان تحصى لا نتشارها وكثرة روايتها فی الصحاح

والحسان والمسانید وغیر ذالك۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا ابن مریم دجال کو باب لد کے پاس قتل کرے گا۔ جن احادیث میں دجال کے قتل کا ذکر ہے وہ لاتعداد ہیں کتب احادیث صحاح، حسان، اور مسانید وغیرہ میں بکثرت پھیلی ہوئی ہیں۔

۳)۔حدیث آخر: قال الإمام أحمد: حدثنا سفیان، عن فُرَات، عن أبی الطُّفَیل، عن حذیفة بن أسید الغِفَاری قال: أشرف علینا رسول الله ﷺ من غرفته ونحن نتذاکر الساعة، فقال: "لا تقوم الساعة حتی تروا عشر آیات: طلوع الشمس من مغربها، والدُّخَان، والدابة، وخروج یأجوج ومأجوج، ونزول عیسی ابن مریم، والدجال، وثلاثة خُسوف: خَسْف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف بجزیرة العرب. ونار تخرج من قعر عَدَن، تسوق -أو تحشر- الناس، تبیت معهم حیث باتوا، وتَقیل معهم حیث قالوا"۔

وهکذا رواه مسلم وأهل السنن من حدیث القزاز به. ورواه مسلم أیضًا من روایة عبد العزیز بن رُفَیع عن أبی الطفیل عن أبی شَریحَة حذیفة بن أُسَید الغفاری، موقوفًا والله أعلم۔

ترجمہ: حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت ہے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایک کمرے کی بالکونی سے ہمارے اوپر جھانکا۔ ہم اس وقت آپس میں قیامت کا تذکرہ کررہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیں نہ دیکھ لو۔ سورج کا مغرب سے نکلنا۔ دھواں، دابۃ، یاجوج ماجوج کا نکلنا۔ عیسٰی ابن مریم کا نازل ہونا۔ دجال۔ تین خسف (زمین میں دھنسنا) ایک خسف مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا خسف جزیرۃ العرب میں۔ اور آگ جو عدن کے قصر یعنی نشیبی علاقے سے نکلے گی، لوگوں کو اکٹھا کرے گی، جہاں وہ رات گزاریں گے، آگ وہاں رات گزارے گی اور جہاں وہ قیلولہ کریں گے آگ وہاں رہے گی۔ اسی طرح اس کو مسلم اور اہل السنن نے روایت کیا ہے اور عبدالعزیز بن رُفیع عن ابی الطفیل عن ابی شریحۃ حذیفہ

بن اُسید الغفاری کی روایت سے موقوفاً امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

فهذه أحاديث متواترة(۱) عن رسول الله ﷺ من رواية أبي هريرة، وابن مسعود، وعثمان بن أبي العاص، وأبي أمامة، والنواس بن سمعان، وعبد الله بن عمرو بن العاص، ومُجَمِّع بن جارية وأبي شَرِيحة وحذيفة بن أُسَيْد، رضي الله عنهم.

وفيها بيان صفة نزوله ومكانه، أنه بالشام، بل بدمشق، عند المنارة الشرقية، وأن ذلك يكون عند إقامة صلاة الصبح وقد بنيت في هذه الأعصار، في سنة إحدى وأربعين وسبعمائة منارة للجامع الأمَويّ بيضاء، من حجارة منحوتة، عِوَضا عن المنارة التي هدمت بسبب الحريق المنسوب إلى صنيع النصارى وكان أكثر عمارتها.

من أموالهم، وقويت الظنون أنها هي التي ينزل عليها المسيح ابن مريم، عليهم السلام، فيقتل الخنزير، ويكسر الصليب، ويضع الجزية، فلا يقبل إلا الإسلام كما تقدم في الصحيحين، وغيرهما وهذا من إخبار النبي ﷺ بذلك وتشريع وتسويغ له على ذلك في هذا الزمان، حيث تنزاح عللهم، وترتفع شبههم من أنفسهم؛ ولهذا كلهم يدخلون في دين الإسلام ومُتَابعين لعيسى، عليه السلام، وعلى يديه؛ ولهذا قال تعالى: { وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ

---

(۱)۔ترجمہ یہ احادیث متواترہ ہیں رسول اللہ ﷺ سے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی تعریف اور صفت میں اور اس بات پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کی جگہ ملک شام ہے بلکہ دمشق شہر میں مشرقی منارہ سے وقت قائم ہونے نماز صبح کے۔ اور اب جو منارہ ہے یہ اس وقت کا نہیں ہے بلکہ اس وقت کے موجودہ منارہ کو نصاریٰ نے جلا دیا تھا بسبب آگ لگا دینے کے کہ اس منارہ سے عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور کفار، نصاریٰ اور یہود وغیرہم سے جزیہ نہ قبول کریں گے سوائے اسلام کے۔پس اس منارے کے عوض میں جامع اموی میں 741 میں سفید پتھر چھیل کر ایک اور منارہ قائم کیا گیا۔۔الخ

قَبۡلَ مَوۡتِهِ۔

وهذه الآية كقوله تعالى وَإِنَّهُ لَعِلۡمٌ لِلسَّاعَةِ } وقرى: "لعَلَم" بالتحريك، أى امارة ودليل على اقتراب الساعة، وذلك لأنه ينزل بعد خروج المسيح الدجال، فيقتله الله على يديه، كما ثبت فى الصحيح: "إن الله لم يخلق داء إلا أنزل له شفاء" ويبعث الله فى أيامه يأجوج ومأجوج، فيهلكهم الله به ببركة دعائه، وقد قال تعالى: { حَتَّى إِذَا فُتِحَتۡ يَأۡجُوجُ وَمَأۡجُوجُ وَهُمۡ مِنۡ كُلِّ حَدَبٍ يَنۡسِلُونَ . وَاقۡتَرَبَ الۡوَعۡدُ الۡحَقُّ... الاية۔

حاصل اس عبارت عربی کا بطریق اختصار اور نیز پہلے مضمون احادیث کا جو اردو میں بیان ہوا یہ ہے کہ قتل کرنا اور سولی دینا عیسیٰ علیہ السلام کا ہرگز نہیں ہوا جیسا کہ زعمِ یہود اور اکثر نصاریٰ کا تھا بلکہ اس حواری نوجوان کا جس پر شباہت مسیح علیہ السلام کی ڈالی گئی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور دونوں ضمیریں ''بہٖ'' اور ''موته'' کی عیسیٰ علیہ السلام طرف ہیں (وَ اِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتَابِ) میں۔

کیونکہ ماقبل میں ذکر عیسیٰ علیہ السلام ہی کا ہے اور آثارِ صحابہ وتابعین مثل ابن عباس و ابی ہریرہ وعبداللہ بن مسعود ومجاہد وقتادہ وغیرہم کے اسی پر دالِ باکمال ہیں اور ضمیر ''بہٖ'' کی محمد ﷺ یا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرنی اور ''موته'' کی اہلِ کتاب کی طرف۔ اگرچہ یہ احتمال واقع میں درست ہے کیونکہ اس وقت یعنی نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جو کافر موجود ہوگا اہلِ کتاب وغیرہ قبل اپنی موت کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اور ان پر ایمان لانا بعینہٖ ایمان لانا ہے محمد ﷺ پر۔

لیکن آیت مذکورہ سے اس مقام میں یہ مراد نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اُتریں گے آسمان سے قبل قیامت کے حاکم عادل۔ توڑیں گے صلیب کو یعنی دین اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل کریں گے، قتل کریں گے خنازیر کو یعنی حکم قتل کا دیں گے تاکہ کوئی اہلِ کتاب بعد ایمان کے بعد

بوجہ میلان اور عادتِ قدیمہ کے ان خنازیر کی طرف دل میں رغبت تک بھی نہ کر سکے لقمع مادۃ الفتنۃ صبح کی نماز کی اقامت ہوتی ہوگی کہ دمشق کے منارہ شرقی سے اتریں گے اور نصاریٰ نے اس منارہ کو گرا دیا تھا۔ پھر ۱۴۱ھ میں دوسرا سفید منارہ اس جگہ بنایا گیا ہے۔ اہلِ کتاب سے سوائے دین اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے۔ مال اس قدر ہو گا کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ لذت عبادت کی ایسی ہو گی کہ ایک سجدہ کل دنیا سے زیادہ لذیذ ہو گا۔ حسد، بغض، عداوت اور بواقی صفاتِ ذمیمہ نہ رہیں گے۔ شیر، اونٹ، چیتا، گائے، بھیڑیا، بکری، سانپ، لڑکے ایک دوسرے کے ساتھ چریں گے اور کھیلیں گے اور ایک دوسرے کو ضرر نہ دیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام حج وعمرہ ادا کریں گے۔ حضرت مسیح سے قبل دجال کے زمانے میں سخت قحط سالی ہو گی۔ اس زمانے میں طعام کی جگہ تہلیل، تکبیر، تسبیح سے حیات بسر کریں گے۔ جب آسمان سے نازل ہوں گے تو امام مہدی علیہ السلام کو نماز میں آگے کھڑا کریں گے اور خود بھی بعد کو امام ہوں (۱) گے۔ قتل کریں گے دجال کو جو ایک شخص معین ہے اور ہلاک ہو گی قوم یاجوج ماجوج ان کی برکت سے۔

حیوۃ الحیوان میں بھی ابو داؤد سے اس مضمون کی حدیث کو نقل کیا ہے اور اس میں تصریح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطرف زمین کے نازل ہوں گے۔ پس اس سے لزوماً معلوم ہو گیا کہ آسمان سے بطرف زمین کے نازل ہوں گے ورنہ الی الارض کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔

سنن ابی داؤد میں روایت ہے!

حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ آدَمَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ - يَعْنِي عِيسَى - وَإِنَّهُ نَازِلٌ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الإِسْلاَمِ فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُهْلِكُ اللَّهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلاَّ الإِسْلاَمَ وَيُهْلِكُ

(۱)۔ اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَيَمْكُثُ فِي الأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يُتَوَفَّى فَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ ۔ (۱)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اور ان یعنی عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں، یقیناً وہ اتریں گے، جب تم انہیں دیکھنا تو پہچان لینا، وہ ایک درمیانی قد و قامت کے شخص ہوں گے، ان کا رنگ سرخ و سفید ہوگا، ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوں گے، ایسا لگے گا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے گو وہ تر نہ ہوں گے، تو وہ لوگوں سے اسلام کے لیے جہاد کریں گے، صلیب توڑیں گے، سور کو قتل کریں گے اور جزیہ معاف کر دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں سوائے اسلام کے سارے مذاہب کو ختم کر دے گا، وہ مسیح دجال کو ہلاک کریں گے، پھر اس کے بعد دنیا میں چالیس سال تک زندہ رہیں گے، پھر ان کی وفات ہو گی تو مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے ''تاریخ الکبیر'' اور امام طبرانی علیہ الرحمہ نے ''معجم الکبیر'' روایت نقل کی ہے!

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بن أَحْمَدَ التِّرْمِذِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بن عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بن نَافِعٍ، عَنْ عُثْمَانَ بن الضَّحَّاكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بن يُوسُفَ بن عَبْدِ اللهِ بن سَلامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: "يُدْفَنُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلامُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ، فَيَكُونُ قَبْرُهُ الرَّابِعَ۔

عبد اللہ بن سلام نے فرمایا ''دفن کیے جائیں گے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحبین کے پس ہوگی قبر ان کی چوتھی''۔(۲)

---

(۱)۔سنن ابی داؤد: جز، ۲، رقم: ۴۳۲۴، کتاب الملاحم، باب ذکر خروج الدجال، دار الفکر بیروت

(۲)۔اس روایت کی سند میں ایک راوی عثمان بن ضحاک ہے جس کو تقریباً تمام محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔امام بخاری نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ روایت میری نظر میں درست نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی متابع موجود ہے۔

امام ہیثمی لکھتے ہیں! رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ عُثْمَانُ بْنُ الضَّحَّاكِ، وَثَّقَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَضَعَّفَهُ أَبُو دَاوُدَ، وَقَدْ ذَكَرَ الْمِزِّيُّ رَحِمَهُ اللهُ هَذَا فِي تَرْجَمَتِهِ، وَعَزَاهُ إِلَى التِّرْمِذِيِّ وَقَالَ: حَسَنٌ، وَلَمْ أَجِدْهُ فِي الْأَطْرَافِ، وَاللهُ أَعْلَمُ۔(مجمع الزوائد: جز،۸، رقم: ۱۳۷۹۲، باب ذکر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام، مکتبہ القدسی القاهره)

امام ابن عساکر علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں!

وعن عائشة رضی الله عنها قالت: قلت: یا رسول الله، إنی أری أن أعیش من بعدك، أفتأذن لی أن أدفن إلی جنبك؟ فقال: وأنی لك بذلك الموضع! ما فيه إلا موضع قبري وقبر أبي بكر وقبر عمر، وقبر عيسى بن مريم ۔(۱)

فرمایا حضرت عائشہ نے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں فرمایا! آنحضرت ﷺ نے کہ کیسے دے سکتا ہوں میں یہ جگہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں ہے۔

اور روایت کیا ابن جوزی نے اپنی کتاب ''وفاء'' کے اندر، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسولِ کریم ﷺ نے ''اُتریں گے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے پس نکاح کریں گے اور صاحب ولد ہوں گے۔ جب فوت ہوں گے مدفون ہوں گے ساتھ میرے پاس، کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر سے (یعنی ایک مقبرے سے) درمیان ابوبکر اور عمر کے۔(۲)

حکمتیں عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کی:

سوال: کیا حکمت ہے عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے میں زمین پر؟

---

(۱)۔تاریخ دمشق لابن عساکر: جز،۴۷، صفحہ ۵۲۲، عیسیٰ بن المثنیٰ الکلبی، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع۔
اس روایت کی دو سندیں ہیں: پہلی سند میں صالح اور ابی بکر کے درمیان سند کا انقطاع ہے۔اور دوسری سند میں شعیب بن طلحہ ہے جن کے بارے میں دارقطنی کی رائے یہ ہے کہ یہ متروک ہے۔ابن کثیر نے اس روایت کو نقل کیا تو فرمایا کہ اس کی سند درست نہیں۔ابن حجر نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ روایت سند کے لحاظ سے ثابت نہیں۔

(۲)۔عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ لَهُ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَأَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ مَعِي فِي قَبْرِي فَأَقُومُ أَنَا وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ -
ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں اور عبدالرحمن بن زیاد افریقی انتہائی کمزور راوی ہے۔قال ابن الجوزی: هذا حديث لا يصح، والإفريقي ضعيف بمرة۔

جواب: یہود کا رد کرنا منظور ہے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور سولی دیا ہے پس جب خود آ کر یہود کو قتل کریں گے تو ان کی تکذیب ہوگی۔

۲۔۔۔ ان کی موت کا زمانہ قریب ہوگا تا کہ زمین پر فوت ہو کر زمین میں دفن ہوں کیونکہ مٹی کی پیدائش کو مٹی میں دفن ہونا چاہیے۔

۳۔۔۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تو دعا کی تھی کہ پروردگار ان کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت سے کرے۔ پس دعا ان کی اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور ان کو باقی رکھا یہاں تک کہ آخر زمانے میں نازل ہوں گے اور اسلام کو تازہ کریں گے جو سست ہو چکا ہوگا اور وہ وقت خروجِ دجال کا بھی ہوگا پس اس کو قتل کریں گے۔

۴۔۔۔ عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے ان چند باتوں سے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ!

انا اولی الناس بابن مریم لیس بینی و بینہ نبی وھو اقرب الیہ من غیرہ۔ **(عینی بخاری، ج ۷)**

اور روایت کیا امام ترمذی نے بعض اس حدیث کا! وقد بقی فی البیت موضع قبر یعنی قبر مبارک کے پاس جگہ خالی ہے واسطے عیسیٰ علیہ السلام کے۔

محقق ابن جزری فرماتے ہیں کہ:

پاس عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن ہوں گے کیونکہ خبر دی ہم کو بہتیروں نے حجرہ شریف کے اندر جانے والوں میں سے کہ خالی جگہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنب میں ہے۔ روایات در بارۂ مرفوع ہونے جسم مسیح کے۔

اور احادیث نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سوا ان کے جو بیان کر چکا ہوں اور بھی بکثرت موجود ہیں جس کا جی چاہے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر درِ منثور اور تفسیر ابن جریر کو ملاحظہ فرمائے۔ اگر ان سے بھی اطمینان نہ ہو تو کنز العمال و مسند امام احمد وغیرہ کتب احادیث کا مطالعہ کرے۔ مگر مومن منصف کے

لیے تواس قدر بس ہیں ان روایات متکاثرہ اور احادیث متواترہ سے نزولِ مسیح کا جو مستلزم ہے رفع کو سب میں اتفاقی ہے۔

زیادہ تر بیان ہونا افعال اور صفات کا بعض حدیثوں میں اور بعضوں میں کم۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جس قدر اوصاف بذریعہ وحی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ان کو بیان فرمایا سامع نے ان کو یاد رکھا پھر جب اور معلوم ہوئے ان کو پھر بیان فرمایا:

علی ھذا القیاس ''وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی () اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ()''
یہی وجہ ہے کہ بعض روایات بعض سے صفات اور افعال کے بیان میں کم وبیش ہوا کرتی ہیں۔

حدیث شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ:

اب میں ایک حدیث شیخ اکبر کی بیان کرتا ہوں جن کی جلالتِ شان اور تبحر فی الکشف اور غوثیت اور صدق کو خود مرزا بھی مانتا ہے اور ان سے بعض مواضع میں نقل بھی کیا ہے۔ مرزائی کی عبارت پر ایمان لائے اس حدیث میں بھی تاویل بہ مثیل عیسیٰ ممکن نہیں۔ جیسا کہ گزشتہ احادیث و روایات میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد تھے نہ مثیل ان کا۔

قال الشیخ الاکبر قدس سرہ الاطھر فی الباب السادس والثلثین من الفتوحات بعد سوق الاسناد مرفوعا عن ابن عمر قال کتب عمر بن الخطاب الی سعد بن ابی وقاص وھو بالقادسیۃ ان وجہ نضلۃ بن معاویۃ الانصاری الی حلوان العراق فلیغر علی نواحیھا فوجھہ مع جماعۃ فاصابوا غنیمۃ وسبیا وانقلبوا یسوقون الغنیمۃ والسبی حتی زھقت بھم العصر وکادت الشمس تغرب فاجا نضلۃ السبی والغنیمۃ الی صفح الجبل ثم قام فاذن فقال اللہ اکبر اللہ اکبر فقال مجیب من الجبل کبرت کبیرا یا نضلۃ ثم قال اشھد ان لا الہ الا اللہ فقال ھی کلمۃ الاخلاص یا نضلہ ثم قال اشھد ان محمدا رسول اللہ فقال

هذا هو الذی بشر نابه عیسیٰ بن مریم وانه علی راس امته تقوم الساعة ثم قال حی علی الصلاۃ فقال طوبیٰ لمن مشی الیها وواظب علیها ثم قال حی علی الفلاح قال قد افلح من اجاب محمداﷺ وهو البقاء لامته ثم قال الله اکبر الله اکبر قال کبرت کبیرا ثم قال لااله الا الله قال اخلصت الاخلاص یا نضلة حرم الله جسدك علی النار قال فلما فرغ من اذانه قمنا فقلنا من انت یرحمك الله ملك انت ام سا کن من الجن ام من عباد الله اسمعتنا صوتك فارنا شخصك فانا وفد الله ووفد رسول اللهﷺ ووفد عمر بن الخطاب قال فانفلق الجبل عن شخص هامته کالرحی ابیض الراس واللحیة علیه طمران من صوف فقال السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته فقلنا وعلیك السلام ورحمة الله وبرکاته من انت یرحمك الله فقال انا زریب بن برتملا وصی العبد الصالح عیسیٰ بن مریم اسکننی بهذا الجبل ودعا لی بطول البقاء الی نزوله من السماء فیقتل الخنزیر و یکسر الصلیب ویتبرأ مما تحلته النصاری ثم قال ما فعل ینبی اللهﷺ قلنا قبض فبکی بکاءً طویلا حتی خضبت لحیته بالدموع ثم قال فمن قام فیکم بعده قلنا ابو بکر قال مافعل به قلنا قبض قال فمن قام فیکم بعده قلنا عمر قال اذن فاتنی لقاء محمدﷺ فاقرء واعمر منی السلام وقولوا له یا عمر سدد وقارب فقد هذا الامر واخبروه بهذه الخصال التی اخبرکم بها وقولوا یا عمر اذا ظهرت هذه الخصال فی امة محمدﷺ فالهرب الهرب اذا الستغنی الرجال بالرجال والنساء بالنساء وانتسبوا فی غیر مناسبهم وانتموا الی غیر موالیهم ولم یرحم کبیرهم صغیرهم ولم یوقر صغیرهم کبیرهم وترك الامر بالمعروف فلم یومر به وترك النهی عن المنکر فلم ینه عنه وتعلم عالمهم

العلم لیجلب به الدنانیر والدراھم وکان المطر قیظا وطولوا المنابر و فضضوا المصاحف وزخرفوا المساجد واظهروا الرشی وشیدوا البناء واتبعوا الهوی وباعوا الدین بالدنیا واستسفحوا الدماء وانقطعت الارحام وبیع الحکم واکل الربا وصار التسلط فخرا والغنی عزا وخرج الرجل من بیته وقام الیه من هو خیر منه ورکبت النساء السروج قال ثم غاب عنا فکتب بذلك نضلة الی سعد وکتب سعد الی عمر فکتب عمر الیه اذهب انت ومن معك من المهاجرین والانصار حتیٰ تنزل بهذا الجبل فاذا لقیتة فاقرأه منی السلام فان رسول اللہ ﷺ قال ان بعض اوصیاء عیسیٰ بن مریم نزل بهذا الجبل بناحیة العراق فنزل سعد فی اربعة الاف من المهاجرین والانصار حتی نزل بالجبل وبقی اربعین یوما ینادی بالاذان فی وقت کل صلاۃ فلم یجده۔

ترجمہ: فرمایا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ ”میرے والد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب روانہ کروتا کہ اس کے گرد ونواح میں حملہ کریں۔پس روانہ کیا سعد نے نضلہ انصاری کو جماعتِ مجاہدین کے ساتھ،پس ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بہت سا مال غنیمت کا حاصل کیا اور آدمیوں کو قید کیا اور ان سب کو لے کر واپس ہوئے تو آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا۔

پس نضلہ انصاری نے گھبرا کر ان سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے ہو کر اذان دینی شروع کی۔جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ کے اندر سے ایک مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ تو نے عظمت والے کی بڑائی کی،

پھر نضلہ نے اشھد ان لاالہ الا اللہ کہا تو اسی مجیب نے جواب میں کہا! کہ اے نضلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے،اور جس وقت نضلہ نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو اسی شخص نے جواب دیا کہ یہ

نام پاک اس ذات کا ہے جس کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے ہم کو دی تھی۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اس نبی کی اُمت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔

پھر نضلہ نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو اس نے جواب دیا کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔

پھر جس وقت نضلہ نے حی علی الفلاح کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ جس شخص نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس شخص نے نجات پائی۔

پھر نضلہ نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو وہی پہلا جواب مجیب نے دیا۔

جب نضلہ نے لاالہ الااللہ پر اذان ختم کی تو مجیب نے فرمایا تم نے اخلاص کو پورا کیا۔ تمہارے بدن کو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔

جب اذان سے نضلہ فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر دریافت کرنا شروع کیا کہ اے صاحب! آپ کون ہیں فرشتہ یا جن یا انسان جیسے آواز اپنی ہم کو سنائی ہے اسی طرح اپنے آپ کو دکھایئے اس واسطے کہ ہم خدا پاک اور رسول اللہ اور عمر بن الخطاب کی جماعت ہیں۔

پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص باہر نکلا جس کا سر مبارک بہت بڑی چکی کے برابر تھا، سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور ران پر دو پرانے کپڑے صوف کے تھے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ کہا صحابہ نے وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کہہ کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟

فرمایا کہ میں زریب بن برتملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے "**نزول من السماء**" تک میری درازی عمر کے لیے دعا فرمائی۔

جب وہ اتریں گے تو خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور بیزار ہوں گے نصاریٰ کے اختراع سے۔

پھر دریافت کیا کہ وہ نبی صادق محمد ﷺ بالفعل کس حال میں ہیں؟ ہم نے عرض کی کہ

آپ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔اس وقت وہ بہت روئے یہاں تک کہ آنسوؤں سے تمام داڑھی بھیگ گئی۔پھر پوچھا کہ ان کے بعد تم میں کون خلیفہ ہوا؟ ہم نے جواب دیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

پھر فرمایا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ اور کس حال میں ہیں؟ ہم نے کہا کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا۔

فرمایا کہ ان کے بعد تم میں کون خلیفہ ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ۔

پھر فرمایا کہ محمد ﷺ کی زیارت تو مجھے نصیب نہ ہوئی پس تم لوگ میرا اسلام عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچائیو اور کہو کہ اے عمر انصاف کیجئے اور عدل کیجئے کہ قیامت قریب آ گئی ہے اور یہ واقعات جو میں تم سے بیان کروں گا ان سے عمر کو خبردار کیجئے۔اور کہو کہ اے عمر جس وقت یہ خصلتیں محمد ﷺ کی اُمت میں ظاہر ہو جائیں، تو کنارہ کشی کے سوا مفر نہیں۔

قیامت کی نشانیاں بزبان وصی حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

- ☐ جس وقت مرد شہوت رانی میں مردوں پر قانع ہوں اور عورتیں عورتوں پر
- ☐ اور لوگ اپنا نسب بدل کر اور نسب بنائیں۔مثلاً کوئی سید بن جائے اور سید نہ ہو، قرشی بن جائے اور قرشی نہ ہو
- ☐ اور آزاد شدہ غلام اپنے آزاد کنندہ کے سوا اور قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے
- ☐ اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور چھوٹے بڑے کی توقیر و عزت نہ کریں
- ☐ اور امر بالمعروف متروک ہو جائے کہ کوئی بھلائی کا حکم نہ کرے اور نہی عن المنکر چھوڑ دیں کہ کوئی برائی سے نہ روکے
- ☐ اور عالم بغرض حصولِ دنیا کے علم سیکھے اور مینہ کا موسم گرم و خشک ہو یعنی بارش کا قحط ہو
- ☐ اور بڑے بڑے منبر بنائیں
- ☐ اور قرآن مجید کو نقری وطلائی کریں
- ☐ اور مسجدوں کی از حد زینت کریں یعنی قرآنِ عظیم و مساجد کی عظمت دلوں سے گھٹ جائے یہاں

تک کہ ظاہری زینت سے ان کی نگاہوں میں وقعت پیدا کرنے کی حاجت ہو۔

- اور رشوت علانیہ لیں
- اور پختہ پختہ مکانات بنائیں
- اور خواہشات کا اتباع کریں
- اور دین کو دنیا کے بدلے بیچیں
- اور خونریزیاں کریں
- اور صلۂ رحم منقطع ہو جائے
- اور حکم دام لے کر ہو
- اور بیاج کھایا جائے
- اور حکومت فخر ہو جائے
- اور مالداری عزت بن جائے
- اور ادنیٰ شخص کی تعظیم اعلیٰ کرے
- اور عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوں۔

پھر ہم سے غائب ہو گئے۔ پس اس قصہ کو نضلہ نے سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمر کی طرف، پھر حضرت عمر نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمرائیوں کو ساتھ لے کر اُس پہاڑ کے پاس اترو جس وقت ان سے ملو تو میرا اسلام ان کو پہنچاؤ اس واسطے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصی عراق کی طرف اس پہاڑ میں اُترے ہوئے ہیں، پس چار ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اس پہاڑ کے قریب جا اُترے اور چالیس روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے ہیں مگر ملاقات نہ ہوئی۔

اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسنادِ حدیث

یں محدثین کے نزدیک کچھ کلام ہو مگر ہم اصحابِ کشف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

پھر شیخ نے ۳۶۰ باب میں حدیث ''نواس بن سمعان'' کی ذکر فرمائی ہے جس میں

''ینزل عیسیٰ بن مریم بالمنارۃ البیضاء شرقی دمشق...الخ''

ہے اور جا بجا شیخ قدس سرہ فتوحاتِ مکیہ میں نزولِ عیسیٰ بن مریم کا ذکر فرماتے ہیں اور پھر اسی فتوحات میں فرماتے ہیں!

کہ میں ان مضامین کی تحریر میں بالکل خالی اور معرا ہوں پروردگارِ عالم ان مضامین کا عطا فرمانے والا ہے۔

اور نیز فرمایا!

ھذا ما حدلی رسول اللہ ﷺ۔

یعنی یہ وہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو عطاء فرمائی۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق مرزا کی تاویلات کا علمی محاسبہ:

سوالِ مرزا: افقہ الناس(۱) (مُتَوَفِّيكَ) کے معنی ''مُمِيتُكَ'' کے لیے ہیں بناء علیہ ''يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ'' کے معنی یہ ہوئے کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں۔

اسی طرح ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ'' (جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو تو ان کا نگران تھا) میں بھی۔

اس سے جب وفاتِ مسیح بن مریم ثابت ہو چکی تو بالضرور ''بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ'' بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔(رفع) سے رفعِ روحانی مراد لینا پڑے گا اور احادیث نزولِ عیسیٰ واجب التاویل ہوں گی، کیونکہ مرنے کے بعد ارواح مقربین بشہادت ''قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ'' (حکم ہوا

---

(۱)۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کو افقہ الناس کہنا مرزا کا اختراع ہے۔افقہ الناس خلفائے اربعہ ہیں پھر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کما فی مرقاۃ علی القاری۔

کہ بہشت میں داخل ہوجا)اور''فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ () وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ()''(تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہوجا۔اور میری بہشت میں داخل ہوجا)اور بشہادت احادیث صحیحہ کے جنت میں داخل ہوتی ہیں بعدازاں بموجب آیت'' وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ()''جنت سے نکالی نہیں جاتی۔بناءعلیہ مسیح بن مریم بعد مرجانے کے دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آسکتے۔

جواب: افقہ الناس ابن عباس کا فیصلہ ہم کو بسر وچشم منظور ہے مگر پہلے مرزا اور مرزائی علی رؤس الاشہاد اقرار کرلیں کہ ہم بھی افقہ الناس کے قول سے منحرف نہ ہوں گے۔انسان معاملہ سے پہچانا جاتا ہے۔قارئین باانصاف مرزا کی کتاب''ازالہ اوہام''اور''ایام الصلح'' سے معلوم کرسکتے ہیں۔کیا مرزا نے قصہ عود ایلیا سے جو کتاب سلاطین میں مذکور ہے اپنے دعویٰ پر تمسک نہیں پکڑا؟اور اسی کتاب میں صعود ایلیا بجسدہ العنصری جو مذکور ہے۔پھر اس سے منحرف نہیں ہوا؟یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لے کر بعدازاں رفع جسمی سے جو کتاب''اعمال''میں صراحۃً مذکور ہے منحرف نہیں ہوا؟یا''تَوَفِّی''کے معنی موت لینے میں ابن عباس کو اعلم بالقرآن سمجھ کر مقتداء بنا کر اور ان کے اتباع کا دم بھر کر بعدازاں آیت ''''بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ''اور ایسا ہی''وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ''(بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی)اور ایسا ہی''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ''(جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا)اور ایسا ہی''قَبْلَ مَوْتِهٖ''کے معنی میں جو''وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ''(اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا)میں مذکور ہے اور ایسا ہی''وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ''(اور وہ قیامت کی نشانی ہیں)ان سب میں قول افقہ الناس ابن عباس کو سلام نہیں کیا؟اور احادیث نزول اور ظہورِ دجال کو پہلے بعض کو ضعیف اور بعض کو مضطرب اور بعض کو مخالفِ توحید ٹھہرا کر بعدازاں کیا انھیں کا مصداق خود ہی نہیں بن گیا؟

بعد اس کے مرزا کو اگر عقل سے مس ہوتا،کوچۂ علم کی کبھی ہوا لگی ہوتی تو کبھی ایسے پادر ہوا استدلال نہ لاتا۔تمام علماء اہلِ زبان کا اتفاق ہے کہ''واو عاطفہ''مقتضی قریب نہیں۔جاءنی زید وعمرو سے صرف اتنا مفہوم ہوگا کہ آنا زید وعمرو دونوں کے لیے ثابت ہے۔خود اس پر ہرگز دلالت

نہ ہوگی کہ دونوں ایک ساتھ نہ آئے، آگے پیچھے آئے، ان میں ایک کا بالتعین آگے آنا تو دوسری بات ہے اور آیۃ ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي'' تو روزِ قیامت کا بیان ہے اس سے پہلے تو موت واقع ہونا ضرور ہے اس کا کسے انکار ہے؟ کلام تو اس میں ہے کہ ''رفع'' سے پہلے موت واقع ہوئی، آیت میں اس کا کیا ذکر ہے؟ تو مرزائی استناد نرے جنون وخرط القتاد۔ (مرزا کا سند پکڑنا بالکل پاگل پن اور کانٹوں کو ہاتھ سے جھاڑنا ہے) پھر بھی زیادتِ ایلام (زیادہ درد دینے) کے لیے معروض:

اولاً: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے خود مروی کہ عیسیٰ رضی اللہ عنہ قریبِ قیامت نزول فرمائیں گے۔ قوم شعیب علیہ السلام بنی جذام میں نکاح کریں گے، ان کے اولاد ہوگی۔

روی ابو نعیم فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس ان اذذاك یتزوج فی الارض فیقیم بها تسع عشرة سنة الی ان قال وعن ابن عباس یتزوج الی قوم شعیب وهو ختن موسی علیه السلام وهم جذام فیولد له فیهم ویقیم تسع عشرة سنة لا یکون أمیرا ولا شرطیا ولا ملکا وعن یزید بن أبی حبیب یتزوج امرأة من الأزد لیعلم الناس أنه لیس بإله وقیل یتزوج ویولد له ویمکث خمسا وأربعین سنة ویدفن مع النبی فی قبره ولیس فی أیامه إمام ولا قاض ولا مفت وقد قبض الله العلم وخلا الناس عنه فینزل وقد علم بأمر الله فی السماء ما یحتاج إلیه من علم هذه الشریعة للحکم بین الناس والعمل فیه فی نفسه فیجتمع المؤمنون ویحکمونه علی أنفسهم إذ لا یصلح لذلك غیره۔ (عینی بخاری جلد ۷)

ترجمہ: ابونعیم نے کتاب الفتن میں ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ یہاں زمین میں شادی کریں گے۔ اُنیس سال تک اس میں رہیں گے۔ یہاں تک آپ نے فرمایا۔ وعن ابن عباس کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں شادی کریں گے جو کہ حضرت موسیٰ

علیہ السلام کے سسر ہیں۔اور وہ جذام ہیں۔حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اُن میں اولاد ہوگی اور انیس سال اسی طرح مقیم ہوں گے کہ نہ کوئی امیر ہوگا نہ سپاہی اور نہ بادشاہ۔اور یزید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ آپ ازد قبیلے میں شادی کریں گے تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ وہ الہ(معبود) نہیں ہیں۔اور کہا گیا ہے کہ شادی کریں گے اور آپ کی اولاد ہوگی اور پینتیس سال ٹھہریں گے اور نبی ﷺ کے ساتھ (نزدیک) قبر میں دفن ہوں گے۔اور آپ کے ایام میں کوئی اور امام، قاضی اور مفتی نہیں ہوگا۔اور اللہ تعالی علم کو قبض کر لے گا اور لوگ علم سے خالی ہو جائیں گے پس آپ نازل ہوں گے اس حال میں کہ آسمان میں ہی آپ کو امر الٰہی کا اتنا علم ہو چکا ہوگا جتنا اس شریعت کے علم ہونے کی ان حاجت ہوگی تاکہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرسکیں اور فی نفسہ اس پر عمل کرسکیں۔پس ایمان والے جمع ہو جائیں گے اور آپ کو اپنے اوپر حکم بنالیں گے کیونکہ آپ کے علاوہ کوئی اور اس کی صلاحیت نہ رکھتا ہوگا۔

اب یا تو ’’**اماتت**‘‘ بمعنیٰ ’’**انامت**‘‘ لیں یا تسلیم کریں کہ بعد موت نزول وتزوج وولادت سب کچھ ہوگا یہ مرزا کی ساری عمارت ڈھا دے گا بالجملہ تمام احادیثِ نزول مرویہ ابن عباس اور ان کے آثارِ صحیحہ ومعتبرہ متعلق کریمہ ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ‘‘ وکریمہ ’’وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ‘‘ وکریمہ ’’وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ‘‘ ضلالاتِ مرزا کے مبطل (مرزا کی گمراہیوں کو باطل کرنے والی) ہیں ان سے آنکھ بند کر کے ایک محتمل لفظ پر سر منڈانا کیا ایمان داری ہے؟

ثانیاً: اگر ابن عباس کا مذہب بھی مانا جائے تاہم عقیدۂ اجماعیہ اسلامیہ کو مضر نہیں کیونکہ ابن عباس بلحاظ نص ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ‘‘ جس میں موت طبعی کے معنی لینا ممکن نہیں جیسا کہ آتا ہے ’’یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ‘‘ میں بعد ارادۂ معنیٰ ’’ممیتك‘‘ کے قائل بہ تقدیم وتاخیر ہیں اخرج اسحٰق بن بشر وابن عساکر من طریق جویبر عن الضحاك عن ابن عباس فی قوله ’’اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ‘‘ یعنی رافعك ثم متوفيك فی اخر

الزمان۔(دُرِمنثور)

اور ایسا ہی تفسیر ابن عباس میں بھی ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی باعثِ قول تقدیم وتاخیر کا آیت مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔شواہد تقدیم وتاخیر کے آیات قرآنیہ میں یہ ہیں قولِ باری تعالیٰ ''فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً''((ان سے) کہتے تھے ہمیں خدا ظاہر (یعنی آنکھوں سے) دکھادو) میں بھی ابن عباس سے تقدیم وتاخیر مروی ہے۔یعنی انہوں نے یوں تفسیر کی فقالوا جھرۃ ارنا اللہ۔اور حضرت مجاہد سے مروی ہے بیچ قولِ باری تعالیٰ کے ''اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا () (جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی، اور اس میں کسی قسم کی کوئی خامی نہیں رکھی) قَيِّمًا''یعنی انزل علی عبدہ الکتاب قیما ولم یجعل لہ عوجا اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کی ہے بیچ قولِ باری تعالیٰ کے ''فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ''(تم ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا۔خدا چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی میں ان کو عذاب دے)مادہ تقدیم و تاخیر کے اس طور پر یعنی مقصود یہ ہے فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْاٰخِرَةِ۔اور قتادہ سے روایت ہے بیچ قولِ باری تعالیٰ کے ''يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ''اس طور پر انی رافعك الی و متوفيك اور عکرمہ سے باری تعالیٰ کے قول ''لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ''(ان کے لئے سخت عذاب (تیار) ہے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا) میں لھم عذاب یوم الحساب بما نسوا مروی ہے۔

اور اگر اس سے زیادہ روایات صحابہ کرام وتابعین عظام کی دربارۂ تقدیم وتاخیر دیکھنا منظور ہو تو بالتفصیل ''تفسیر اتقان'' سے ملاحظہ فرمائیں اور جیسے کہ قولِ باری تعالیٰ ''فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ''(پھر فاصلہ دو کمان کے برابر تھا یا اس سے بھی کم) کا مقصود یہ ہے فکان کقابی قوس اوادنی۔(تفسیر سیوطی) اور قولِ باری تعالیٰ کا ''فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''(جو

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا) ''بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ''(وہ) بغیر کسی سابقہ مثال کے آسمانوں اور زمین کو نیا پیدا کرنے والا ہے) ''خَلَقَکُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ ''(جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا) ''کَذٰلِكَ یُوۡحِیۡۤ اِلَیۡكَ وَاِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ''(اسی طرح تمہاری طرف مضامین اور (براہین) بھیجتا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں کی طرف وحی بھیجتا رہا ہے) میں معطوف باعتبار تحقق خارجی کے معطوف علیہ سے مقدم ہے۔ یونہی ہزاروں مثالیں موجود ہیں جن میں معطوف معطوف علیہ سے تحقق میں مقدم ہے۔ الغرض مرزا کو قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ''مُتَوَفِّیۡكَ'' کے معنی میں ''ممیتك'' ہرگز مفید نہیں۔

اب ہم قولِ ابن عباس کا متعلق ''فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ'' کے جو دال ہو ارادۂ معنی غیر موت پر بیان کرتے ہیں:

وأخرج أبو الشيخ عن ابن عباس {اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ} يقول: عبيدك قد استوجبوا العذاب بمقالتهم {وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ} أي من تركت منهم ومد في عمره (يعني عيسىٰ علیہ السلام) حتى أهبط من السماء إلى الأرض يقتل الدجال فنزلوا عن مقالتهم و وحدوك وأقروا انا عبيد {وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ} حيث رجعوا عن مقالتهم ''فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ''۔ (جلال الدین سیوطی دُرِّمنثور)

ترجمہ: ابوالشیخ نے ابن عباس سے روایت کی ہے (اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ) اگر تو ان کو عذاب دے پس وہ تیرے بندے ہیں یعنی وہ تیرے ایسے بندے ہیں جو اپنے قول کی وجہ سے عذاب کے مستوجب ہو گئے ہیں۔ (اور اگر تو ان کو بخش دے) یعنی جن کو تو چھوڑے اور اس کی عمر لمبی ہو جائے یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام یہاں تک کہ آسمان سے زمین کی طرف اتارے جائیں۔ وہ دجال کو قتل کریں گے پس وہ اپنی بات سے اترے (شرک سے تائب ہوئے) اور تجھے ایک مانا اور اقرار کیا کہ ہم بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخشے جب وہ اپنی بات (شرکیہ قول) سے لوٹ

جائیں (توبہ کرلیں) پس بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔

لطیفہ:

اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) کے معنی ''رَفَعْتَنِي'' مذکور ہے۔ اگر آپ کو ابن عباس کا مسلک اور طریقہ لینا ضروری ہے تو قبول کریں یہ نہ ہو کہ جیسا کسی تارک الصلوٰۃ نے آیۃ ''لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ'' (جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے پاس نہ جاؤ) سے سند پکڑی۔ دوسرے نے کہا میاں ابھی مضمون پورا نہیں ہوا ''وَاَنْتُمْ سُكَارٰى'' (اور جنابت کی حالت میں بھی) کو بھی ساتھ ملاحظہ کرو جس کا مضمون یہ ٹھہرا کہ حالتِ نشہ میں نماز مت پڑھو، تو تارک الصلوٰۃ نے کہا کہ سارے قرآن شریف پر تمہارا باپ عمل کرتا ہوگا ہم سے اگر ایک آیت پر بھی عمل ہو سکے تو بڑی بات ہے۔

پس قولِ ابن عباس اگر قابلِ احتجاج ہے تو اس کو اوّل سے آخر تک ملاحظہ کرو پھر دیکھو کہ رفع جسمی کس طرح بشہادت تفسیر ابن عباس کھلے کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اب قارئین بانصاف سمجھ چکے ہوں گے کہ تفسیر ابن عباس کا متبع کون ہے؟ ہم لوگ یا مرزا، اور اس کے اذناب؟ ابن عباس کا اتباع تو بجائے خود چھوڑا بلکہ ان پر اُلٹا بہتان باندھا جیسا کہ امام بخاری کے اوپر کہ وہ بھی حدیث نزولِ ابن مریم میں مثیل ابن مریم مراد لیتے ہیں بلکہ کہا کہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا۔

سوال: مرزا نے ''ازالہ اوہام'' میں علمائے اہلِ سنت و جماعت پر بڑے زور و شور سے اعتراض کیا ہے کہ بخاری کی حدیث والذی نفسی بیدہ۔۔الخ، میں مولوی صاحبان فقرہ ''یَكْسِرُ الصَّلِيْبَ'' اور ''وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ'' میں تو تاویل کرتے ہیں اور اصلی معنی مراد نہیں لیتے یعنی قتل کرے گا نصاریٰ کو جو اسلام قبول نہ کریں گے اور خنزیر کی حرمت کا حکم دیں گے اور خنزیروں کو بھی مار ڈالیں گے تا کہ بوجہ پہلی محبت اور رغبت کے ان کی طرف میلان پیدا

نہ ہو "لقمع مادۃ الفساد" اور ابن مریم میں مثیل ان کا مراد نہیں لیتے اور تاویل کرنے والے کو کافر اور ملحد قرار دیتے ہیں۔

جواب: جب کہ علماء نصوصِ قرآنیہ اور تفسیر ابن عباس وغیرہ احادیث و آثار کے اقتضاء کے بموجب رفع جسمی اور نزولِ مسیح صاحبِ انجیل پر ایمان لا چکے ہیں اور پیشن گوئیاں حلفی اور تاکیدی طور پر اسی مسیح کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے بطریق تواتر معنوی سن چکے جس میں امکانِ تاویل بہ مثیل گنجائش نہیں رکھتا تو اب مرزا کے خانہ زاد اصولوں پر کیسے ایمان لائیں؟ تفسیر خازن اور درمنثور اور ابن کثیر اور مسند امام احمد میں ہے کہ!

"شب معراج میں جب کہ حضرت محمد ﷺ کی ملاقات ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تو قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں کہا کہ مقرر وقت تو میں کہہ نہیں سکتا مگر میرے ساتھ میرے رب نے عہد کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہو گی جب تک تو زمین پر اُتر کر قوم یاجوج ماجوج اور دجال کو ہلاک نہ کرے گا"

اور اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے دوسری اسناد سے۔ یہ وعدہ کا بیان اور حضرت محمد ﷺ سے بات چیت شب معراج میں شاید کہ مرزا ہی نے کیا ہو گا۔ پس مولوی صاحبوں کو کیا غرض ہے کہ ابن مریم سے مثیل اس کا مراد لے کر اپنا دین برباد کریں اور مرزا کا تو اتنا فائدہ ہوا کہ دنیا میں چند سادہ لوحوں کے آگے شانِ عیسویت اور مہدویت تو دکھائی گو ایمان گیا تو گیا۔ فقرہ "یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ" اور "وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ" میں اس واسطے تاویل کی گئی کہ معنی حقیقی متعذر ہے اور تعذر حقیقت دلیل ہے ارادۂ مجاز کی۔ شاید کہ مرزا کے نزدیک کلام کے ایک فقرہ میں مجاز کا واقع ہونا دلیل ہے کلام کے سب فقرات مجاز لینے کی۔ واہ واہ، ایسے خانہ زاد اُصولوں کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں۔

سوال: آیت ''یَا عِیْسیٰ اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ'' میں تقدیم تاخیر کہنا اور ترتیب قرآنی کو بگاڑنا اور ایسا ہی (فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) سے معنی رفع کے مراد لینا یہ الحاد ور تحریف ہے۔قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انھیں معنی موت کا التزام ہے۔ازالۂ اوہام کے صفحہ ۶۰۱ اور صفحہ ۹۲۲ کا خلاصہ یہ ہے،اور ازالۂ اوہام صفحہ ۳۰۳ میں کہتا ہے کہ غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اُترے گا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں۔بھلا اگر ہے تو کم از کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارے میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہوں ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بد دیانتی ہے۔

جواب: جس ابن عباس کو افقہ الناس جانا تھا اس کو اب مع دیگر مفسرین اہلِ اسلام کے محرف اور ملحد کہہ دیا یہ مرزا کا ایمان اور یہ وعدہ اور اسلام ہے۔آیاتِ قرآنیہ میں جس جس جگہ میں تقدیم و تاخیر مذکور ہے وہ سب واجب التسلیم ہے بوجہ سیاقِ معنی کے اور لفظ ''تَوَفِّی'' سے معنی ''رفع'' اور ''قبض کا لینا'' بشہادت قرآن کریم جب ثابت ہے تو پھر بے اصل اور لغو بات کس طرح ہوئی؟ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع اُمت تو خبر دے رہے ہیں مگر جس کے نصیب میں ازلی ہدایت نہ ہو ان کو وعظ اور ہدایت کچھ کارگر نہیں ہوتی۔

مرزا اور مرزائی پہلے کسی مسئلہ اجماعیہ میں روایاتِ صحابہ باسانید وقید اسامی تین چار سو تک بیان کریں بعد ازاں ہم تین چار ہزار تک بیان کر دیں گے۔ارے مکار غدار تم نے ایسے مغالطے اور دھوکے دینے سے اردو خوانوں کو اور عوام کو گمراہ کرنا سمجھا ہے صحابہ کرام کے نام فارسی رسالہ ''ھدیۃ الرسول'' میں تم خود دل بھر کر دیکھ چکے ہو اور اس میں بھی دیکھ لو گے۔پھر جب تک تم آٹھ،دس کا انکار ثابت نہ کرو گے تو اجماع منقوض نہ ہو گا اور بہت صحابہ کرام سے جو رفع جسمی کی تصریح نہ ہوئی اس کی وجہ بہت ظاہر اور باہر ہے وہ یہ کہ صحابہ کرام کو قرآن کریم کے واقعات

منصوصہ پر ایمان تھا پختہ طریق پر اور وہ حضرات اہلِ لسان تھے۔اس مضمون کو آیت مذکورہ سے بلا تکلف اور بلا احتمال غیر رفع جسمی کے سمجھ چکے تھے تو پھر کیا ضرورت تھی جو اختلافیات کی طرح ذکر رفع جسمی کا مابین صحابہ کے ہوتا؟۔بلکہ ذکر نہ کرنا ہی بڑی دلیل ہے اس کے مجمع علیہ ہونے پر۔

مرزا اور مرزائی ہی کسی قصہ میں جو قصص قرآنیہ سے صریح طور پر سمجھا گیا ہو مثلاً قصہ اصحابِ کہف میں اقوالِ صحابہ کے دس تک بھی ذکر کریں، پانچ سو کی بات تو بڑی ہے۔اسی لیے آج تک ذکر نزولِ مسیح نص محکم قرآنی سے علمائے کرام تلاش کرتے آئے بخلاف صعود جسمی کے کہ وہ تو صراحۃً مذکور تھا اور یہ امر بہت ظاہر ہے جس کو ادنیٰ مہارتِ علمیہ ہو وہ بھی واقف ہوسکتا ہے مگر ہدایت باری تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

سوال: ہم نے مانا کہ ابن عباس آیۃ ''یا عِیسٰی اِنّیِ مُتَوَفِّیكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ'' میں تقدیم اور تاخیر کے قائل ہیں مگر وجہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی کیا ہے؟ یعنی مقدم ذکر کرنا ''متوفی'' کا جس کا وقوع بعد نزول کے اور نزول بعد ہے رفع کے پس ''متوفی'' فی الواقع رفع اور نزول دونوں کے بعد ہے۔

جواب: وجہ اس کی یہ ہے کہ یہود مردود نے جب کہ باہم مشورت کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیں اور قتل کے سامان مہیا کیے اور دن رات اسی کی فکر میں رہتے تھے یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مع چند مسلمانوں کے ایک مکان میں بند کر دیا تو عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ میری موت یہودیوں ہی کے ہاتھ سے ہوگی اور میری رسوائی اور ذلت یہودی ہی کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس وہمِ عیسیٰ علیہ السلام کو دور کرنے کے لیے ان سے محقق کر کے ضمیر متکلم کو مسند الیہ اور لفظ ''متوفی'' کو مسند بنا کر فرمایا ''یا عِیسٰی اِنّیِ مُتَوَفِّیكَ'' ''اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو وفات دینے والا ہوں''۔نہ کوئی غیر اور پھر ''رَافِعُكَ '' سے تسلی بخشی بلاغت کا یہی مقتضی ہے کہ موافق حال مخاطب کے کلام چلایا جائے اور اگر ''ساتوفك'' فرماتے تو مطابق حال مخاطب کے نہ ہوتا کیونکہ فعل مضارع فقط حدوث فعل ''تَوَفّٰی'' سے خبر دیتا ہے بخلاف صیغہ اسم فاعل ''مُتَوَفّٰی''

کے کہ مزید براں صفت مختصہ پر حسبِ محاورہ دلالت کرتا ہے، یعنی تمہارا وفات دینا میرا ہی کام اور صفت ہے۔ مثلاً یہ قول کہ میں ہی تجھ کو دوں گا اور یہ قول کہ میں ہی تیرا دینے والا ہوں، دونوں میں فرق ہے کیونکہ قولِ اوّل فقط وعدہ دینے پر مشتمل ہے اور دوسرا مزید براں افادہ اس مضمون پر مشتمل ہے کہ دینا تمہیں میرا ہی کام ہے۔ الغرض "اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ" سے جو اطمینان اور تسلی مستفاد ہوتی ہے وہ اور صیغوں سے نہیں ہوتی اور ایسا ہی یہود کا کہنا "اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ" یعنی "تحقیق ہم نے ہی قتل کیا ہے مسیح کو جو کہ عیسیٰ ہے بیٹا مریم کا اور وہ جو رسول ہے اللہ تعالیٰ کا"۔ سمجھو کہ "اِنَّا قَتَلْنَا" مفید حصر ہے جو ان کے زعم کے مطابق ان کے فخر اور تکبر کا باعث ہے یعنی اتنا بڑا کام کہ قتل ہے یہ ہم ہی سے ہوا ہے نہ کسی دوسرے سے ولہٰذا خالی فعل "قَتَلْنَا" پر بس نہ کی اور پھر "قَتَلْنَا" کے مفعول کو معرا اور سادہ ذکر نہ کیا بلکہ موصوف کر کے۔ اور "اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ" پر اکتفا نہ کیا یہ دلیل ہے اس بات پر کہ مناط افترا اور موجب خوشی ان کا فقط صدور فعل یعنی قتل ہی نہیں بلکہ قتل شخص خاص کا جو موصوف برسالت خداوندی ہے۔ پس باری تعالیٰ نے اس کی تردید اور تکذیب کے لیے فرمادیا "وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" ماہر ذہین پر پوشیدہ نہ رہے گا کہ اس آیت نفی کی مناط بھی اسی نسبتِ وقوع پر ہے، یعنی مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا نہ نسبتِ صدوری پر یعنی صدور نفس قتل پر۔ پس دفع ہو گیا مرزا کا کہنا "ازالہ اوہام" میں "وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ" کے متعلق جو بیان لکھا ہے کیونکہ اس نے مناط تردید کا نسبت صدوری کو سمجھا ہے نیز آیات مذکورہ کی تفسیر میں روایات ان لوگوں سے لی ہیں جن کی تکذیب اور تضلیل قرآن شریف انہیں آیات سے فرما رہا ہے۔

سوال: بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، معالم التنزیل، کشاف وغیرہ نے "تَوَفِّیْ" سے معنی موت کے لیے ہیں جیسا کہ مرزا نے "ازالہ اوہام" صفحہ ۳۴۱ میں استشہاداً ذکر کیا ہے۔

جواب: مشتی نمونہ خروارے یہ استشہاد مرزا کا ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت

ابن عباس کی تفسیر سے کیا تھا اور آخر کار اس سے فرار در فرار کیا اس دھوکے کا بیان بھی عرض کیا جاتا ہے کہ ان سب تفاسیر کے ملاحظہ کرنے سے یہ چالاکی مرزا کی بھی معلوم ہو جائے گی۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب صاحب مفسرین آیت ''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ'' کے حکم کو زیرِ نظر رکھ کر'' اِنِّي مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ'' کے معنی میں دو مسلک اختیار کرتے ہیں۔

ایک تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یعنی تقدیم تاخیر بر تقدیر ثبوت ارادۂ معنیٰ ''مُمِيْتُكَ'' کے لفظ ''مُتَوَفِّيْكَ'' سے مطلب یہ ہوا اس مسلک پر'' اے عیسیٰ میں تجھے بالفعل اُٹھانے والا ہوں اور بعد نزول تجھے مارنے والا ہوں''۔

دوسرا لفظ ''مُتَوَفِّيْكَ'' سے معنیٰ قبض اور رفع کے لینا اور اس بنا پر یہ مطلب ہوا کہ ''اے عیسیٰ میں تجھے پکڑنے والا ہوں اور اُٹھانے والا ہوں''۔ اور بعض مثل صاحب کشاف کے ''مُتَوَفِّيْكَ'' کو کنایہ ٹھہراتے ہیں عصمت اور بچا لینے سے۔ اور اس بنا پر یہ مطلب ہوا کہ'' اے عیسیٰ میں تجھے یہود کی ایذاء سے بچانے والا ہوں'' پس مرزا کے قولِ باری تعالیٰ ''مُمِيْتُكَ'' کو جو تفسیر معنی کنائی کے ضمن میں صاحب کشاف کے قول میں واقع ہے معنیٰ ''مُتَوَفِّيْكَ'' کا سمجھ لیا ہے اور یہ خیال نہ کیا کہ اس احتمال کو یعنی ''مُتَوَفِّيْكَ'' سے معنیٰ ''مُمِيْتُكَ'' لینے کو تو خود صاحب کشاف بعد اسکے تضعیف کر رہا ہے اور عبارت کشاف کی یہ ہے!

(مُتَوَفِّيكَ) أي مستوفى أجلك ومعناه : إني عاصمك من أن يقتلك الكفار ومؤخرك إلى أجل كتبته لك. ومميتك حتف أنفك لا قتيلا بأيديهم وَرَافِعُكَ إِلَيَّ إلى سمائى ومقرّ ملائكتي وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا من سوء جوارهم وخبث صحبتهم. وقيل متوفيك : قابضك من الأرض، من توفيت مالى على فلان إذا استوفيته : وقيل : مميتك فى وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الآن : وقيل : متوفى نفسك بالنوم من قوله (وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا) ورافعك وأنت

نائم حتی لا یلحقك خوف، وتستیقظ وأنت فی السماء۔انتہی

ترجمہ: یعنی میں تیری اجل کو پورا کرنے والا ہوں۔اور اس کا معنی یہ ہے کہ میں تجھے کفار کے قتل کرنے سے بچانے والا اور اُس اجل (وقت مقررہ) تک مؤخر کر کے پہنچانے والا ہوں جو میں نے تیرے لئے لکھی ہے۔اور تجھے اپنی فطرت موت سے مارنے والا ہوں نہ کہ اُن کے ہاتھوں مقتول ہو کر۔اور اپنی طرف اپنے آسمان اور فرشتوں کے مقر کی جانب تجھے بلند کرنے والا ہوں۔اور کافروں سے تجھے پاک کرنے والا یعنی ان کے بُرے پڑوس اور خبث صحبت سے پاک کرنے والا ہوں۔اور بعض نے کہا ہے کہ تجھے وفات دینے والا یعنی زمین سے قبض کرنے والا ہوں (یہ مشتق ہے اس سے) کہ ''تُوَفَّیْتُ مَالِیْ عَلَی فُلَانٍ'' جب تو اس سے پورا وصول اور قبض کرلے۔اور بعض نے کہا ہے کہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد اپنے وقت میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔اور اب تجھے اٹھانے والا ہوں۔اور بعض نے کہا ہے کہ ''متوفی نفسك بالنوم'' یعنی نیند کے ساتھ تیرے نفس کو وفات دینے والا ہوں۔یہ اس قول ''والتی لم تمت فی منامها'' سے بنتا ہے یعنی جس نفس نے نہیں مرنا ہے اس کو نیند میں قبض کرتا ہے اور نیند کی حالت میں تجھے اٹھانے والا ہوں تاکہ تجھے کوئی خوف لاحق نہ ہو اور جب تو جاگے تو تو آسمان پر موجود ہو۔انتہی

اب عرض ہے کہ رفع جسمی کا چونکہ قولہ تعالیٰ ''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ'' سے صراحۃً اور ''وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ...الخ'' اور ''وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ'' اور احادیث صحیحہ متواترہ سے استلزاماً ثابت اور مومن بہ اہلِ اسلام کا سلف سے خلف تک ہو چکا اور بظاہر آیت ''یٰعِیْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ'' منافی اس کے معلوم ہوتی تھی کیونکہ مفاد اس آیت کا یہ نکلتا ہے کہ ''اے عیسیٰ میں تجھ کو مار کر بعد ازاں اُٹھانے والا ہوں'' لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رفع منافات یوں فرمائی کہ آیت میں تقدیم و تاخیر کا قول کیا یعنی ''اے عیسیٰ میں تجھ کو اوّل اُٹھانے والا ہوں آسمان کی طرف اور

بعد ازاں نازل کر کے زمین پر تجھ کو مارنے والا ہوں" اور باقی مفسرین کسی نے تو "تَوَفِّی" سے معنی قبض کے لیے اور کسی نے نیند کے۔ سب کا مقصود یہی تھا کہ یہ آیت مخالف نہ ہو اس نص "بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ" کے۔ جس کا مدلول آنحضرت ﷺ سے بوضاحتِ تامہ استلزاماً بیان ہو چکا ہے" صاحب کشاف" نے ان سب مسالک کو ضعیف سمجھ کر حتی کہ "مُمِيتُكَ" کو بھی جیسا کہ وقیل ممیتك فی وقتك۔۔۔الخ سے تمریض اور تضعیف اس کی ظاہر ہے ایک اور راستہ لیا۔ وہ کیا "اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ" کنایہ ہے عاصمك سے۔ یعنی میں "تمہارا بچانے والا ہوں شر یہود سے"۔ کیونکہ استیفاء اجل اور عصمت لازم ہیں "تَوَفِّی" کو بعد ملاحظہ حصر کے جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کے مسند الیہ اور مشتق کے مسند بنانے سے یعنی جب اللہ ہی انکا مارنے والا ہے بغیر مداخلت یہود اور ان کی ایذاء کے تو ضرور معنی استیفاء اجل اور عصمت کے متحقق ہوں گے۔ اس معنی کنائی کی تشریح میں "صاحب کشاف" نے ومعناہ اِنی عاصمك ذکر کیا۔

اب قول اس کا "وممیتك حتف انفك" یہ معنی کنائی کے ضمن میں داخل ہوا نہ یہ کہ مراد متوفیك سے ممیتك ہے۔ اس کی تو خود "صاحب کشاف" وقیل ممیتك فی وقتك۔۔۔الخ سے تضعیف کر رہا ہے وروجہ تضعیف کی یہ ہے کہ استیفاء اجل بسبب مشتمل ہونے اس کے تاخیر اجل پر منافی حیات اور مسیح کے آسمان پر زندگی کرنے کا نہیں ہے بخلاف "ممیتك" کے بغیر انضمام قیودِ خارجہ عن المدلول کے یعنی الآن اور بعد النزول دفع منافاۃ میں مفید نہ ہوگا۔ پس معنی اس بنا پر بھی یہ ہوئے کہ "اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو بچانے والا ہوں کفار کے ہاتھ سے تا تمام ہونے تیری عمر کے اور بعد ازاں میں تجھ کو تیری طبعی موت سے مارنے والا ہوں بعد نزول کہ آسمان سے اور بعد قتل کرنے دجال کے"۔ "مُتَوَفِّيْكَ" کا لفظ کچھ اسی بات کی خواہش نہیں کرتا کہ جس وقت متوفیك فرمایا گیا اسی وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دے دیتا بلکہ اگر بعد دو ہزار، چار ہزار، دس ہزار، لاکھ برس کے ہو تو بھی "متوفی" کے معنی صادق آتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ یا عیسیٰ انی متوفیك الان او بعد سنه وغیر ذالك ''اے عیسیٰ میں تجھ کو مارنے والا اب یا دس دن یا برس سو برس کے بعد'' بلکہ مطلق فرمایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ ان کو مارے گا ''اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡكَ'' صادق ہو جائے گا، اور یہ بات تو خوب ظاہر ہے ہر شخص جان سکتا ہے۔ اگرچہ منصف کو اس تقریر سے کفایت ہے مگر تائید اور تاکید اور تجدید فوائد کے لیے ایک اور تفسیر سے بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ''وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ'' (اور خدا جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف ہدایت کرتا ہے)۔

نقل از تفسیر کبیر الامام الرازی رحمۃ اللہ علیہ:

يا عِيسى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔۔۔الخ۔

المسئلة الاولى اعترفوا بأن الله تعالى شرف عيسى في هذه الآية بصفات۔

الصفة الأولى: إِنِّي مُتَوَفِّيكَ ونظيره قوله تعالى حكاية عنه فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ [المائدة: 117] واختلف أهل التأويل في هاتين الآيتين على طريقين أحدهما: إجراء الآية على ظاهرها من غير تقديم، ولا تأخير فيها **والثاني**: فرض التقديم والتأخير فيها، أما الطريق الأول فبيانه من وجوه الأول: معنى قوله تعالى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ أي الیّ متمم عمرك، فحينئذ أتوفاك، فلا أتركهم حتى يقتلوك، بل أنا رافعك إلى سمائي، ومقربك بملائكتي، وأصونك عن أن يتمكنوا من قتلك۔

وهذا تاويل حسن۔

(اقول) لانه ليس فيه دلالة على الوفاة بمعنى الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فيه اظهار ان الرفع قبل اتمام العمر وہذا لا يخفى على اولى النهى (الوجه الثانى) مُتَوَفِّيكَ أي مميتك، وهو مروي عن ابن عباس، ومحمد بن إسحاق قالوا:

والمقصود أن لا یصل أعداؤه من الیهود إلی قتله ثم إنه بعد ذلك أکرمه بأن رفعه إلی السماء ثم اختلفوا فی هذا الوجه علی وجهین۔(احدهما) قال وهب توفی ثلاث ساعات من النهار ثم رفع ای بعد احیائه (وثانیها) قال محمد بن اسحاق توفي سبع ساعات من النهار ثم احیاه اللّٰہ تعالیٰ ورفعه الیه من الوجوه في تأویل الآیة أن الواو في قوله مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ لا تفید الترتیب فالآیة تدل علی أنه تعالی یفعل به هذه الأفعال فأما کیف یفعل ومتی یفعل فالأمر فیه موقوف علی الدلیل وقد ثبت الدلیل أنه حي وورد الخبر عن النبي (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (أنه سینزل ویقتل الدجال) ثم إنه تعالی یتوفاه بعد ذلك۔

ترجمہ: پہلا مسئلہ: انہوں نے اعتراف کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کئی صفات سے مشرف فرمایا۔

پہلی صفت: (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ) یعنی میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔اور اس کی نظیر آپ کے قول کی حکایت بیاں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ'' پس جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر نقیب (نگران) تھا۔اور ان دو آیتوں میں دو طریقوں پر اہل تاویل نے اختلاف کیا ایک یہ کہ آیت میں بغیر تقدیم و تاخیر کے اس کو اپنے ظاہر پر جاری کرنا (اس کا ظاہری معنی مراد لینا) دوسرا اس میں تقدیم و تاخیر کو فرض کر لینا۔جو پہلا طریقہ ہے تو اس کا بیان کئی وجوہ پر ہے۔پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ'' کا معنی ہے کہ میں تیری عمر کو پورا کرنے والا ہوں پھر اس وقت تجھے وفات دوں گا۔پس (اب) میں ان کو نہیں چھوڑوں گا کہ آپ کو مار ڈالیں بلکہ میں تجھے اپنے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں اور اپنے فرشتوں کے قریب کرنے والا ہوں اور ان کے قتل سے تجھے بچانے والا ہوں۔اور یہ بہت اچھی تاویل ہے۔میں کہتا ہوں اس لئے کہ اس میں وفات بمعنی موت کے ہونے اور وقت رفع عمر کے پورا ہونے پر کوئی دلالت نہیں بلکہ کہ اس میں اس بات کا اظہار ہے کہ عمر کے پورا کرنے سے پہلے رفع

یعنی اٹھانا ہے۔اور اہلِ عقل و شعور پر یہ بات مخفی نہیں۔

دوسری وجہ: (مُتَوَفِّيكَ) یعنی تجھے موت دینے والا ہوں۔اور یہ ابن عباس اور محمد بن اسحاق سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ اس کا مقصود یہ ہے کہ آپ کے یہودی دشمن آپ کے قتل کرنے تک رسائی حاصل نہیں کریں گے پھر اس کے بعد اللہ نے آپ کو عزت بخشی اس طرح کے آپ کو آسمان کی طرف اٹھایا۔پھر تین وجوہ پر (علماء) کا اختلاف ہوا۔ایک وجہ ان میں سے یہ ہے، وھب نے فرمایا کہ دن کی تین ساعتیں آپ کی وفات ہوئی۔پھر آپ کو اٹھایا گیا۔دوسری وجہ یہ ہے محمد بن اسحاق نے کہا کہ سات ساعتیں آپ کی وفات ہوئی پھر اللہ نے آپ کو زندہ کیا اور اٹھالیا۔تیسری یہ ربیع بن انس نے کہا کہ جب اللہ نے آپ کو آسمان کی طرف اٹھایا تو آپ کو وفات دی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جان کو اس کی موت کے وقت پورا لے لیتا ہے اور وہ نفس جو ابھی مرا نہیں یعنی جس نے ابھی مرنا نہیں اس کو نیند میں قبض کر لیتا ہے۔

تیسری وجہ: آیت کی تاویل میں یہ ہے کہ (مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ) کے قول میں واو ترتیب کا فائدہ دیتا ہے۔پس آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالی آپ کے ساتھ یہ افعال کرے گا۔مگر یہ کہ کیسے اور کب کرے گا؟ تو یہ امر دلیل پر موقوف ہے اور دلیل یہ ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام زندہ ہیں۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ خبر وارد ہوئی ہے کہ آپ علیہ السلام عنقریب نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے پھر اللہ تعالی اس کے بعد آپ کو وفات دے گا۔

غرض کہ نفس واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سچا ہے کہ ایسا ہو گا باقی یہ کہ کیسا ہو گا اور کب؟ یہ بطرف پروردگار کے اس روایت کے بموجب سپرد کیا جائے گا اور اس کی تفصیل سے بحث نہ کی جائے۔بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ ان کا ہونا حق ہوتا ہے اور وجوہ کیفیت اور تعیین زمان و مکان و اسم میں احتمال اور اختلاف ہو جایا کرتا ہے

بعض اختلافی واقعات

جیسے کہ ''عینی'' جلد ساتویں صفحہ ۱۳۷ میں ہے کہ ہابیل کا قاتل آدم علیہ السلام کا بیٹا تو ہے مگر

اس کے نام میں اختلاف ہے کہ قابیل ہے یا کہ قین بن آدم علیہ السلام یا کہ قائن بن آدم۔ اور ایسا ہی قتل کرنے کے سبب میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ قابیل کے ساتھ کے بطن کی ہمشیرہ جس کا نام اقلیمیا یا اقلیما تھا وہ ہابیل کو شادی ہوگئی اور ہابیل کے ساتھ کے بطن والی ہمشیرہ اس کی جس کا نام لیوذا یا دیما یا لبورا تھا اس کی قابیل سے شادی ہوگئی اور اس وقت اس قدر جائز تھا بسبب ضرورت کے کہ ایک بطن کی لڑکی سے دوسرے بطن کے لڑکے کی شادی ہو جاتی تھی، کیونکہ دنیا میں اور کوئی عورت اور مرد نہ تھا۔

اور بعض نے کہا کہ یہ بہن اور بھائی کا نکاح ہونا آدم علیہ السلام کی اولاد میں غلط بات ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ جیسا کہ حکایت (۱) کیا ثعلبی نے معاویہ بن عمار سے کہ میں نے سوال کیا صادق رحمۃ اللہ علیہ سے اس بات کا کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے سے کیا کرتے تھے؟ اس نے کہا کہ پناہ ہے اللہ تعالیٰ کی اس بات سے وہ بلکہ ایسا ہوا کہ جب آدم علیہ السلام اُترے طرف زمین کی تو اماں حوا کے ایک بیٹی پیدا ہوئی اس کا نام رکھا ''عناق'' اور اسی نے سب سے اوّل زمین پر بغاوت اور بدکاری اور گناہ شروع کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسا کوئی مقرر کر دیا جس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر اس کے بعد قابیل پیدا ہوا جب وہ جوان ہوا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی ایک عورت جنیہ قوم میں سے، جس کا نام ''حمامہ'' تھا۔ پس آدم علیہ السلام نے بحکم پروردگار قابیل سے اس کا نکاح کر دیا اور جب ہابیل جوان ہوا تو اس کے لیے جنت سے حور آئی نام اس کا بذلہ تھا۔ پس بحکم پروردگار اس کا نکاح ہابیل سے کر دیا۔ پس قابیل خفا ہوا آدم علیہ السلام پر

---

(۱)۔ یہ روایت باطل ہے اور ثعلبی حاطب اللیل نص قرآن عظیم اس کے بطلان پر شاہد ہے کہ (خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا) تمہیں ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اس کا جوڑا (حضرت حوا) اسی سے بنایا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت حواء حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے بنائی گئیں تو ہر طرح سلسلہ تخلیق بنی آدم صرف سیدنا آدم علیہ السلام پر منتہی ہوا۔ جیسا کہ فرمایا کہ تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور یوں بنی آدم کا نسب مادری جنیہ یا حور سے جا ملے گا تو دو جانوں سے تخلیق ہو جائے گی نہ صرف ایک سے۔

اور کہا کہ میں ہابیل سے عمر میں بڑا ہوں اور میں اس سے بہتر ہوں پس میرا نکاح ’’بدلہ‘‘ کے ساتھ کیوں نہ کیا؟ جو کہ جنت کی حور ہے۔ کہا آدم علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ایسا ہی تھا پس تم دونوں قربانی کرو کہ کس کی قربانی اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے دیکھا جائے گا۔

پس بعض نے کہا کہ قابیل کے قتل کرنے کا سبب ہابیل کو یہ تھا کہ اس کی ہمشیرہ اقلیما سے جو خوبصورت تھی ہابیل کا نکاح ہوگیا تھا پس آسمان سے سفید آگ نے آ کر ہابیل کی قربانی کو جلا دیا اور کھا لیا اور یہ قربانی قبول ہونے کی نشانی تھی ور قابیل کی قربانی کو نہ جلایا اور نہ کھایا۔ پس قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔

اور بعض نے کہا کہ وجہ حسد کی دوسری بات ہے یعنی ہابیل کو جنت کی حور مل گئی تھی اور اس کو جنیہ عورت ملی تھی۔ اور ایسا ہی اختلاف ہے اس میں کہ وہ قربانی ان دونوں کی کس جگہ میں ہوئی تھی؟ اکثر علماء کہتے ہیں کہ ہندوستان میں ہوئی بعض کہتے ہیں منیٰ کے پہاڑ میں ہوئی تھی اور بعض اور جگہ بتاتے ہیں۔ اور ایسا ہی اختلاف ہے اس میں کہ کس طریقہ سے ہابیل کو مارا؟ ابن جریج نے کہا کہ قابیل اسی فکر میں تھا کہ سو گیا اور شیطان ایک صورت بن کر آیا اور اس نے ایک پرندہ پکڑ کر ایک پتھر پر اس کا سر رکھا اور دوسرے پتھر سے اس کو ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ پس قابیل نے ہابیل کے ساتھ ایسا ہی کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پتھر مار کر مار ڈالا۔

اور مجاہد سے روایت ہے کہ سخت ڈھیلوں سے یعنی مٹی کے کلوخ سے سر اس کا کچل ڈالا۔

اور ربیع سے روایت ہے کہ دھوکہ دے کر اس کو قتل کر دیا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کا گلا گھونٹ ڈالا، اور بعض نے کہا کہ اس کو لوہے کے ساتھ قتل کر ڈالا، اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ پر اس کو قتل کیا؟ پس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبل ثور پر قتل کیا۔ اور جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بصرہ کی جامع مسجد میں۔ اور امام طبری سے روایت ہے کہ حراء کی وادی میں، اور مسعودی سے روایت ہے کہ دمشق میں، اور ایسا ہی کہا ہے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں جس میں

دمشق کا بیان ہے پس کہا کہ قابیل باہر رہا کرتا تھا، باب جابیہ سے اور اس نے قتل کیا اپنے برادر کو جبل قاسیون پر نزدیک "مغارۃ الدم" کے اور کہا حضرت کعب نے کہ جو خون قاسیون کے پہاڑ پر ہے وہ خون آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کا ہے۔

اور کہا ابن جوزی کے پوتے نے کہ عجب ہے ان اقوال سے اور حالانکہ متفق ہیں تواریخ اور صحابہ اور انبیاء علیہم السلام کے حالات بیان کرنے والے لوگ اس بات پر کہ یہ قتل کا واقعہ ہندوستان میں ہوا ہے۔ اور قابیل نے غنیمت جانا کہ میرا باپ مکہ میں ہے۔ پس ہند میں اس کو قتل کر ڈالا اور جبل ثور اور حراء پر اس کو کون لایا وہ دونوں پہاڑ تو مکہ میں ہیں ور بصرہ شہر کی تو خود اس وقت بنیاد تک بھی نہ تھی اور کہاں تھا ہند اور دمشق اور باب جابیہ؟ اے میرے پروردگار میں ایسی باتوں سے پناہ مانگتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ روایت ہے ابن عباس سے کہ قتل کیا ہے اس نے ہابیل کو "جبل نوذبا" پر ہند میں اور یہی قول صحیح ہے۔ انتہی **(مافی العینی للامام بدر الدین علی البخاری، جلد۷)**

خیال کرو کہ واقعہ سچا مگر اس کے اسباب و وجوہ میں کس قدر خلاف ہے۔ پس ایسا ہی عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کہ ضرور نازل ہوں گے زمین پر اور مریں گے۔ مگر کس طور پر اور کب؟ سو اس کی بحث ضروری نہیں ہے۔ یہ بیان اس وجہ تاویل میں تھا کہ آیت کریمہ میں ترتیبِ مفید نہ مانی جائے۔

ومنها فی التأویل ما قاله أبو بكر الواسطى، وهو أن المراد إِنِّي مُتَوَفِّيكَ عن شهواتك وحظوظ نفسك، ثم قال: وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وذلك لأن من لم يصر فانياً عما سوى الله لا يكون له وصول إلى مقام معرفة الله، وأيضاً فعيسى لما رفع إلى السماء صار حاله كحال الملائكة فى زوال الشهوة، والغضب والأخلاق الذميمة ومنها إن التوفى أخذ الشيء وافياً ولما علم الله إن من الناس من يخطر بباله أن

الذی رفعه الله هو روحه لا جسده ۔(مفاتیح الغیب للرازی:الجز،طیٔ،سورہ آلِ عمران،دار احیاء التراث العربی بیروت)

کما زعمت النصاری ان المسیح رفع لاهوته یعنی روحه و بقی فی الارض ناسوته یعنی جسده فرد الله علیهم بقوله "اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ"

جیسا کہ صفحہ نمبر ۳۷۴ طبع مصر تفسیر کبیر جلد نمبر ۳ میں ہے" فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم والمراد منه وفاۃ الرفع الی السماء من قوله انی متوفیك ورافعك الیّ۔

اور جیسا تفسیر خازن جزءاول صفحہ ۵۰۹ میں ہے:

"فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی" یعنی فلما رفعتنی إلی السماء فالمراد به وفاۃ الرفع لا الموت۔
(تفسیر الخازن:الجز،۲،سورہ المائدہ،دارالکتب العلمیہ بیروت)

فذكر هذا الكلام ليدل على أنه عليه الصلاة والسلام رفع بتمامه إلى السماء بروحه وبجسده ويدل على صحة هذا التأويل قوله تعالى: وَما يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ۔

ومنها! إِنِّي مُتَوَفِّيكَ أي أجعلك كالمتوفى لأنه إذا رفع إلى السماء وانقطع خبره وأثره عن الأرض كان كالمتوفى، وإطلاق اسم الشيء على ما يشابهه في أكثر خواصه وصفاته جائز حسن.

ومنها! إن التوفي هو القبض يقال: وفاني فلان دراهمي وأوفاني وتوفيتها منه، كما يقال: سلم فلان دراهمي إلي وتسلمتها منه، وقد يكون أيضاً توفى بمعنى استوفى وعلى كلا الاحتمالين كان إخراجه من الأرض وإصعاده إلى السماء توفياً له.

فإن قيل: فعلى هذا الوجه كان التوفي عين الرفع إليه فيصير قوله(وَرافِعُكَ إِلَيَّ) تكراراً

قلنا: فی مُتَوَفِّيكَ يدل على حصول التوفى وهو جنس تحته أنواع ولم يكن تكرار بعضها بالموت وبعضها بالإصعاد إلى السماء. فلما قال بعده (وَرَافِعُكَ إِلَيَّ) كان هذا تعييناً للنوع ولم يكن تكراراً.

ومنها!: أن يقدر فيه حذف المضاف والتقدير: متوفى عملك بمعنى مستوفى عملك (وَرَافِعُكَ إِلَيَّ) أى ورافع عملك إلى، وهو كقوله (إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ) والمراد من هذه الآية أنه تعالى بشّره بقبول طاعته وأعماله، وعرفه أن ما يصل إليه من المتاعب والمشاق فى تمشية دينه وإظهار شريعته من الأعداء فهو لا يضيع أجره ولا يهدم ثوابه۔ **(تفسیر مفاتیح الغیب: الجز،۸، سورہ آلِ عمران، داراحیاء التراث العربی بیروت)**

ومنها! المراد بالتوفى النوم ومنه قوله عز وجل: (اللهُ يَتَوَفَّى الأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا) فجعل النوم وفاة، وكان عيسى عليه السلام قد نام فرفعه الله وهو نائم لئلا يلحقه خوف، فمعنى الآية أنى منيمك ورافعك إلى۔

(تفسیر الخازن: الجز،ا، سورۃ آلِ عمران، صفحہ ۲۵۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

فهذه الوجوه المذكورة على قول من يجرى الآية على ظاهرها. **الطريق الثانى:** وهو قول من قال: لا بد فى الآية من تقديم وتأخير۔

(مفاتیح الغیب: الجز،۸، سورہ آلِ عمران، داراحیاء التراث العربی بیروت)

تقديره أنى رافعك إلى ومطهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد إنزالك إلى الأرض وقيل بعضهم هل تجد نزول عيسى إلى الأرض فى القرآن؟ قال نعم قوله تعالى (وَكَهْلًا) وذلك لأنه لم يكتهل فى الدنيا وإنما معناه و كهلا بعد نزوله من السماء۔ **(تفسیر الخازن: الجز الاوّل، سورہ آلِ عمران، دارالکتب العلمیہ بیروت)**

ومثله من التقديم والتأخير كثير فى القرآن.واعلم أن الوجوه الكثيرة التى قدمناها تغنى عن التزام مخالفة الظاهر والله أعلم۔

(مفاتیح الغیب: الجز،۸،سورہ آلِ عمران،صفحہ ۲۳۸،داراحیاء التراث العربی بیروت)

الصفة الثانية : من الصفات التى ذكرها الله تعالىٰ يا عيسىٰ عليه السلام قوله(وَرَافِعُكَ إِلَيَّ)والمشبهة يتمسكون بهذه الآية فى إثبات المكان لله تعالى وأنه تعالىٰ فى السماء وقد د للنافى المواضع الكثيرة من هذا الكتاب بالدلائل القاطعة على أنه يمتنع كونه تعالى فى المكان فوجب حمل اللفظ / على التأويل، وهو من وجوه۔**(مفاتیح الغیب: الجز،۸،سورہ آلِ عمران،صفحہ۲۳۸،داراحیاء التراث العربی بیروت)**

الاول: أن المراد إلى محل كرامتى، وجعل ذلك رفعاً إليه للتفخيم والتعظيم ومثله قوله (إِنِّي ذاهِبٌ إِلى رَبِّي) وإنما ذهب إبراهيم ﷺ من العراق إلى الشام وقد يقول السلطان: ارفعوا هذا الأمر إلى القاضى، وقد يسمى الحجاج زوار الله تعالىٰ، ويسمى المجاورون جيران الله، والمراد من كل ذلك التفخيم والتعظيم فكذا ههنا.

الوجه الثانى: فى التأويل أن يكون قوله(وَرافِعُكَ إِلَيَّ) معناه إنه يرفع إلى مكان لا يملك الحكم عليه فيه غير الله لأن فى الأرض قد يتولى الخلق أنواع الأحكام فأما السموات فلا حاكم هناك فى الحقيقة وفى الظاهر إلا الله تعالىٰ.

الوجه الثالث: إن بتقدير القول بأن الله فى مكان لم يكن ارتفاع عيسى إلى ذلك سبباً لانتفاعه وفرحه بل إنما ينتفع بذلك لو وجد هناك مطلوبه من الثواب والروح والراحة والريحان، فعلى كلا القولين لا بد من حمل اللفظ على أن

المراد : ورافعك إلى محل ثوابك ومجازاتك ، وإذا كان لا بد من إضمار ما ذكرناه لم يبق فى الآية دلالة على إثبات المكان لله تعالى-وبقى من مباحث هذه الآية موضع مشكل وهو أن نص القرآن دل على أنه تعالى حين رافعه ألقى شبهه على غيره على ما قال :(وَما قَتَلُوهُ وَما صَلَبُوهُ وَلكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ)والأخبار أيضا واردة بذلك إلا أن الروايات اختلفت ، فتارة يروى أن الله تعالى ألقى شبهه على بعض الأعداء الذين دلو اليهود على مكانه حتى قتلوه وصلبوه ، وتارة يروى أنه عليه الصلوٰة والسلام رغب بعض خواص أصحابه فى أن يلقى مشبه عليه حتى يقتل مكانه ، وبالجملة فكيف ما كان ففى إلقاء شبهه على الغير إشكالات :

الإشكال الاول: إنا لوجوزنا إلقاء شبه إنسان على إنسان آخر لزم السفسطة ، فإنى إذا رأيت ولدى ثم رأيته ثانياً فحينئذا جوز أن يكون هذا الذى رأيته ثانياً ليس بولدى بل هو إنسان ألقى شبه عليه وحينئذ يرتفع الأمان على المحسوسات ، وأيضاً فالصحابة الذين رأوا محمداً ﷺ يأمرهم وينهاهم وجب أن لا يعرفوا أنه محمد لاحتمال أنه ألقى شبهه على غيره وذلك يفضى إلى سقوط الشرائع ، وأيضاً فمدار الأمر فى الأخبار المتواترة على أن يكون المخبر الأول إنما أخبر عن المحسوس ، فإذا جاز وقوع الغلط فى المبصرات كان سقوط خبر التواتر أولى وبالجملة ففتح هذا الباب أوله سفسطة وآخره إبطال النبوات بالكلية.

والإشكال الثانى : وهو أن الله تعالى كان قد أمر جبريل علیہ السلام بأن يكون معه [1] فى

---

[1] -وقال بعض المفسرين كان معه لا زما فى جميع الاحوال رفع مع عيسیٰ عليه السلام الى السماء كما فى التفسير الحسينى والعزيزى والمظهرى والمعالم وابن كثير دفع البيان ۱۲منه حفظه ربه

أكثر الأحوال ، هكذا قاله المفسرون فى تفسير قوله تعالىٰ(إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ) ثم إن طرف جناح واحد من أجنحة جبريل عليه السلام كان يكفى العالم من البشر فكيف لم يكف فى منع أولئك اليهود عنه؟ وأيضاً أنه عليه السلام لما كان قادراً على إحياء الموتى ،(وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ) فكيف لم يقدر على إماتة أولئك اليهود الذين قصدوه بالسوء وعلى إسقامهم وإلقاء الزمانة والفلج عليهم حتى يصيروا عاجزين عن التعرض له؟.

والإشكال الثالث :إنه تعالى كان قادراً على تخليصه من أولئك الأعداء بأن يرفعه إلى السماء فما الفائدة فى إلقاء شبهه على غيره ، بل فيه إلالقاء مسكين فى القتل من غير فائدة إليه؟.

والإشكال الرابع :أنه إذا ألقى شبهه على غيره ثم إنه رفع بعد ذلك إلى السماء۔ فالقوم اعتقدوا فيه أنه هو عيسى مع أنه ما كان عيسى ، فهذا كان إلقاء لهم فى الجهل والتلبيس ، وهذا لا يليق بحكمة الله تعالى.

والإشكال الخامس:

أن النصارى على كثرتهم فى مشارق الأرض ومغاربها وشدة محبتهم للمسيح عليه السلام ، وغلوهم فى أمره أخبروا أنهم شاهدوه مقتولًا مصلوباً ، فلو أنكرنا ذلك كان طعناً فيما ثبت بالتواتر ، والطعن فى التواتر يوجب الطعن فى نبوّة محمد صلى الله عليه وسلم ، ونبوّة عيسى ، بل فى وجودهما ، ووجود سائر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام وكل ذلك باطل.

والإشكال السادس:

أنه ثبت بالتواتر أن المصلوب بقى حياً زماناً طويلًا ، فلو لم يكن ذلك عيسى بل كان غيره لأظهر الجزع ، ولقال : إنى لست بعيسى بل إنما أنا غيره ، ولبالغ فى

تعريف هذا المعنى، ولو ذكر ذلك لاشتهر عند الخلق هذا المعنى، فلما لم يوجد شيء من هذا علمنا أن ليس الأمر على ما ذكرتم، فهذا جملة ما فى الموضع من السؤالات:

والجواب عن الاول:

أن كل من أثبت القادر المختار، سلم أنه تعالى قادر على أن يخلق إنساناً آخر على صورة زيد مثلًا، ثم إن هذا التصوير لا يوجب الشك المذكور، فكذا القول فيما ذكرتم:

والجواب عن الثانى:

أن جبريل عليه السلام لو دفع الأعداء عنه أو أقدر الله تعالى عيسى عليه السلام على دفع الأعداء عن نفسه لبلغت معجزته إلى حد الإلجاء، وذلك غير جائز.

وهذا هو الجواب عن الإشكال الثالث:

فإنه تعالى لو رفعه إلى السماء وما ألقى شبهه على الغير لبلغت تلك المعجزة إلى حد الإلجاء.

والجواب عن الرابع:

أن تلامذة عيسى كانوا حاضرين، وكانوا عالمين بكيفية الواقعة، وهم كانوا يزيلون ذلك التلبيس.

والجواب عن الخامس:

أن الحاضرين فى ذلك الوقت كانوا قليلين ودخول الشبهة على الجمع القليل جائز والتواتر إذا انتهى فى آخر الأمر إلى الجمع القليل لم يكن مفيداً للعلم.

والجواب عن السادس:

إن بتقدير أن يكون الذى ألقى شبه عيسى عليه السلام عليه كان مسلماً وقبل

ذلك عن عيسى جائز أن يسكت عن تعريف حقيقة الحال فى تلك الواقعة،ليثبت العزم والصبر على البلاء و كذلك العزم على الصبر والكف عن اظهار المحن من طريقة الكبراء من محبى الله تعالىٰ وبعيد بل ابعد عن شكاية الله لدى العباد وليس فيه نفع للشاكى. وبالجملة فالأسئلة التى ذكروها أمور تتطرق الاحتمالات إليها من بعض الوجوه ، ولما ثبت بالمعجز القاطع صدق محمد صلى الله عليه وسلم فى كل ما أخبر عنه امتنع صيرورة هذه الأسئلة المحتملة معارضة للنص القاطع ، والله ولى الهداية-(ما فى التفسير مفاتيح الغيب للامام الرازى مخلوطا معانى بعض المواضع)(***مفاتیح الغیب: الجز،۸،سورہ آلِ عمران، صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۰، داراحیاء التراث العربی بیروت***)

وانا الفقير الحقير اقول:

فى تتمته الجواب عن الاشكال الخامس ان ادعاء هم قتل عيسىٰ علیہ السلام وصلبهم اياه واثباته بالتواتر وانتهاء التواتر الى امر محسوس وهو القتل والصلب فى حق عيسىٰ علیہ السلام ادعاء مجرد واشتباه وهمى ناش من الاجتماع على حمية قومية ونصرة دينية و تحفظ مسلكى كما ادعى الشيعة تواتر نص جلى من حضرة الرسالة على خلافة امير المومنين سيدنا على ابن ابى طالب يوم غدير خم مع انه لم يثبت باخبار الاحاد ايضاً فضلاً عن المشاهير فضلا عن المتواتر على ان التجربة والتواتر من قوم لايكون حجة ملزمة على قوم آخرما لم يصل اليهم على ذلك النمط كما تقرر فى موضعه ولمنع هذا التواتر وجوه:

(**الاول**)ان من شرائط التواتر وجود هذا المبلغ المحيل للكذب فى كل طبقة ولذا قالوا له اوله كآخره واوسطه كطرفيه ووقت حدوث تلك الواقعة لم

یتجاوز عدد المخبرین سبعة انفار الذین دخلوا علیه وزعموا انهم صلبوه کانوا ستة او سبعة والغالب فی هذا العدو عدم بلوغهم حد العلم والقطع بخبرهم۔

(**والثانی**) ان دعوی اهل الاسلام لیس نفی مطلق المصلوبیة والمقتولیة بل مدعاهم ان المصلوب هو من صور علی صورة عیسیٰ علیہ السلام فی اللون والشکل و توجه لانفس جثة المقدسة "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ" والثابت بالتواتر لو سلم مصلوبیة من هو علی صورته وهو کلی یصدق علیه وعلی غیره فهو غیر مضرلنا لان الدلیل اعم من دعواهم فلا یتم التقریب فمبنی الامر علی غلط الحس او علی عدم تمیزه او علی عجزه وکلاله عن ادراك التشخص الواقعی وهذا واقع کثیر فی المتشابهات کما یورده اهل المعقول فی نقص الکلیة ببدلیة البیضات۔

(**والثالث**) انه قد انقطع عرق الیهود فی عهد بخت نصر فانه قتلهم واعدم عن الارض بذرهم و کسر اصنامهم فلم یبق الاواحد بعد واحد غیر بالغ حد التواتر وکان ملکا قبل البغتة قابضاً لمشارق الارض مغاربها فانقطعت الطبقة الوسطی فلا یصدق حد التواتر علی قولهم "إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ"

(**والرابع**) ان من شرائط التواتر ان لایکون معارضا لامر قطعی وهو قول اللّٰه تبارك و تعالیٰ "وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج" (النساء:۱۵۷)

انتخبت هذا من کلام الفاضل محمد حسن السنبهلی من تعلیقاته علی العقائد السعد التفتازانی مزیدا امنا بمواضع للایضاح۔

ترجمہ:

چوتھی وجہ: اس کی تاویل میں یہ ہے کہ جو ابوبکر واسطی نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں تجھے

تیری شہوات اور نفس کے حضوظ (لذات وغیرہ) سے بچاؤں گا۔پھر فرمایا اور تجھے اپنی طرف اٹھاوں گا۔اور یہ اس لیے کہ جب تک کوئی ماسوی اللہ سے فانی نہ ہوگا اس وقت تک اس کے لئے معرفت الٰہی کے مقام تک رسائی نہیں ہوگی اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب آسمان کی طرف اٹھالیا تو آپ کا حال شہوت، غضب اور اخلاقِ ذمیہ کے زائل ہونے میں ملائکہ کے حال جیسا ہوگیا تھا۔

پانچویں وجہ: یہ ہے کہ ''تَوَفِّی'' کا معنی ہے کسی چیز کو پورے طور پر لے لینا اور جب اللہ تعالیٰ نے جانا کے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے دل میں یہ بات گزرے گی کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اٹھایا وہ اس کی (صرف) روح تھی، آپ کا جسم نہیں تھا۔

جیسا کہ نصاریٰ کا گمان ہے کہ مسیح کی لاہوت یعنی روح کو بلند کیا گیا اور زمین میں آپ کا ناسوت یعنی جسم زمین میں رہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول کے ساتھ اُن کی تردید فرمائی کہ (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ)۔

(فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ) پس تو نے جب مجھے وفات دی اور اس سے مراد آسمان کی طرف اٹھانے کی وفات ہے اس قول سے ماخوذ ہے۔(اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ)

یعنی تو نے مجھے آسمان کی طرف اٹھایا۔پس اس سے مراد اٹھانے کی وفات ہے نہ کہ موت۔

پس اس کلام کو ذکر کیا تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مکمل طور پر اپنی روح اور اپنے جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔اور اس تاویل کی صحت پر اللہ تعالیٰ کا قول (وَمَا یَضُرُّوْنَکَ مِنْ شَیْءٍ) دلالت کرتا ہے۔

چھٹی وجہ: یعنی میں تجھے فوت ہونے والے کی طرح کرنے والا ہوں۔کیونکہ جب آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا جائے گا اور آپ کی خبر اور اثر (نشانی) زمین سے منقطع ہوجائے گی تو آپ فوت ہونے والوں کی طرح ہوجائیں گے اور کسی اسم کا اطلاق اپنے بہت سے خواص اور صفات میں

مشابہ جائز اور حسن ہے۔

ساتویں وجہ: یہ کہ بے شک "تَوَفِّی" کا معنی قبض کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے فلاں نے مجھے اپنے دراہم (پورے) دے دیے اور میں نے اس سے وصول (قبض) کیے۔ کہا جاتا ہے فلاں نے مجھے میرے دراہم حوالے کیے اور میں نے اس سے وصول کئے۔ اور کبھی "تَوَفِّی" بمعنی "اِسْتِوْفی" بھی ہوتا ہے۔ اور دونوں احتمالات کی صورت میں آپ کا زمین سے نکالنا اور آسمان کی طرف چڑھانا (بلند کرنا) آپ کے لئے "تَوَفِّی" ہے۔ پس اگر کہا جائے کہ پھر تو اس وجہ سے "تَوَفِّی" عین آپ کو اٹھانا ہی ہے لہذا "وَرَافِعُكَ اِلَیَّ" کا قول تکرار ہو جائے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ "اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ" کا قولِ خدا "تَوَفِّی" کے حصول پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ ایک جنس ہے جس کے تحت کئی انواع ہیں۔ بعض ان میں سے موت کے ساتھ اور بعض آسمان کی طرف اٹھانے کے ساتھ ہیں۔ پس جب اس "مُتَوَفِّیْكَ" کے بعد "وَرَافِعُكَ اِلَیَّ" فرمایا تو یہ ایک نوع کی تعیین ہوگئی (یعنی "تَوَفِّی" سے مراد موت نہیں ہے) پس یہ تکرار نہ ہوگا۔

آٹھویں وجہ: یہ کہ اس میں مضاف کا حذف مقدر کیا جائے۔ تقدیر یہ ہوگی کہ "مُتَوَفِّیْ عَمَلَكَ، مُسْتَوْفِیْ عَمَلَكَ" کے معنی میں ہوگا اور "رَافِعُكَ اِلَیَّ" یعنی رَافِعُ عَمَلَكَ اِلَیَّ (تیرے عمل کو پورا وصول کروں گا اور تیرے عمل کو اپنی طرف اٹھاؤں گا) کے معنی میں ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے "اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ" اس کی طرف پاکیزہ کلمات (اعمالِ صالحہ) بلند ہوتے ہیں۔ اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی اطاعت اور اعمال کے قبول ہونے کی بشارت دی اور آپ کو یہ بتا دیا کہ اللہ کے دین کو پھیلانے اور اس کی شریعت کو ظاہر کرنے کی راہ میں دشمنوں کی جانب سے جو مصائب اور مشقتیں پہنچتی ہیں پس وہ اللہ اس کا اجر ضائع نہیں کرے گا اور نہ اس کا ثواب ختم کرے گا۔

اور ایک وجہ ان میں سے یہ ہے کہ "تَوَفِّی" سے نیند مراد ہو اور اس میں سے اللہ تعالیٰ کا

قول ہے ''اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الأَنفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا ۔۔الخ''پس یہاں نیند کو وفات قرار دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سو گئے تھے پس نیند کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھا لیا تا کہ آپ علیہ السلام کو کوئی خوف لاحق نہ ہو پس آیت کا معنی یہ ہو گا کہ میں تجھے سُلانے والا (نیند عطا کرنے والا) اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

پس یہ تمام مذکورہ وجوہات اُس فرد کے قول کے مطابق ہیں جو آیت کو اپنے ظاہر پر جاری کرتا ہے (آیت سے ظاہری معنی مراد لیتا ہے)

دوسرا طریقہ: اور وہ اس کا قول ہے جو کہتا ہے کہ آیت میں تقدیم اور تاخیر ضروری ہے۔ اس کی تقدیر یہ ہے کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور زمین کی طرف نازل کرنے کے بعد تجھے وفات دینے والا ہوں۔

اور بعض سے کہا گیا کہ کیا تو قرآن میں عیسیٰ علیہ السلام کے زمین کی طرف نازل ہونے کا حکم پاتا ہے تو اس نے کہا اللہ تعالی کا قول ہے (وَ کَہلاً ''ادھیڑ عمر والا'') اور یہ اس طرح کہ آپ دنیا میں ادھیڑ عمر والے نہیں ہوئے اور اس کا معنی یہ ہے کہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد آپ ادھیڑ عمر والے ہوں گے اور اس قسم کی تقدیم اور تاخیر قرآن میں کثرت سے ہے۔ جان لو کہ جو بہت سی وجوہات ہم نے پہلے ذکر کر دی ہیں یہ ظاہر کی مخالفت کا التزام کرنے سے مستغنی کرتی ہیں (ظاہر کی مخالفت نہیں کرنے دیتی) واللہ اعلم۔

دوسری صفت: ان صفات میں سے ہے جنہیں اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ذکر کیا ہے وہ اللہ تعالی کا قول ''وَرَافِعُكَ اِلَيَّ'' ہے۔ اور مشبہ (فرقہ والے) اس آیت سے اللہ تعالی کے لیے مکان کے ثابت کرنے پر استدلال کرتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ آسمان میں ہے اور ہم نے اس کتاب میں بہت سی جگہوں پر دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالی کا کسی مکان میں ہونا ممتنع ہے پس لفظ کو تاویل پر محمول کرنا واجب ہے اور وہ کئی وجوہ پر ہے۔

پہلی وجہ: اس سے مراد اپنی کرامت کے محل تک اٹھانا ہے اور اسے تفہیم اور تعظیم کے لئے اس کی طرف اٹھانا قرار دیا گیا ہے اور اس کی مثال یہ قول ہے ''اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ '' میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں۔ حالانکہ ابراہیم علیہ السلام عراق سے شام کی طرف گئے تھے۔ اور کبھی سلطان کہتا ہے کہ یہ معاملہ قاضی کی طرف اٹھاؤ (لے جاؤ) اور کبھی حجاج کرام کو زوار اللہ (اللہ کی زیارت کرنے والے) کا نام دیا جاتا ہے اور مجاورین کو جیران اللہ (اللہ کے پڑوسی) کہا جاتا ہے اور ان تمام سے مراد تفخیم و تعظیم ہے۔ پس یہاں بھی یہی مراد ہے۔

دوسری وجہ: تاویل میں دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''وَرَافِعُكَ اِلَیَّ '' کا معنی یہ ہو کہ وہ اسے ایسی جگہ تک اٹھا کر لے جائے گا جہاں اللہ کے سوا آپ پر کوئی حکم کا مالک نہیں ہوگا۔ کیوں کہ زمین میں مخلوق بعض اوقات قسما قسم احکام کی مالک ہوتی ہے۔ جہاں تک آسمانوں کا تعلق ہے تو وہاں حقیقت اور ظاہر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے۔

تیسری وجہ: اس قول کی تقدیر کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ مکان میں ہے تو اس جگہ تک عیسیٰ علیہ السلام کا بلند ہونا آپ کے فائدہ اٹھانے اور خوش ہونے کا سبب نہ ہوگا بلکہ آپ صرف اس وقت اس سے منتفع ہوتے جب وہاں پر آپ، ثواب، کشادگی، آرام اور خوشبو جیسا مطلوب پاتے۔ پس دونوں قولوں کے مطابق لفظ کو یہ مراد لینے پر محمول کرنا ضروری ہے کہ آپ کو اپنے محل ثواب اور آپ کو بدلہ دینے کی جگہ تک اٹھائے گا۔ اور جب ہمارے مذکورہ لفظ کو مضمر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ تو آیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کے اثبات پر کوئی دلالت باقی نہ رہی۔

اور اس آیت کے مباحث میں سے ایک مشکل جگہ باقی رہ گئی اور وہ یہ کہ نصِ قرآنی دلالت کرتی ہے اس پر کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا تو آپ کی تشبیہ دوسرے شخص پر ڈال دی جیسا کہ فرمایا ''وَمَا قَتَلُوْهُ ۔۔ الخ'' اور نہ انہوں نے آپ کو قتل کیا اور نہ آپ کو سولی دی لیکن ان پر مشتبہ کر دیا گیا۔

اور اخبار (احادیث) بھی اس کے متعلق وارد ہوئی ہیں مگر روایات مختلف ہیں۔ کہیں تو یوں روایت ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کی شبیہ آپ کے ان بعض دشمنوں (میں سے ایک) پر ڈال دی تھی جنہوں نے یہود کو آپ کی موجودگی کی جگہ بتا دی تھی۔ یہاں تک کہ ان یہودیوں نے اس شخص کو قتل کر دیا اور اسے سولی دی اور کبھی یہ روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے بعض خواص کو رغبت دلائی کے اس پر آپ کی شبیہ ڈال دی جائے تاکہ آپ علیہ السلام کی جگہ اسے قتل کیا جائے اور بالجملہ جیسا بھی ہو غیر پر آپ کی شبیہ ڈالنے میں کئی اشکالات ہیں۔

اشکال اول: ہم اگر ایک انسان کی شبیہ کو دوسرے انسان پر ڈالنے کو جائز قرار دیں تو اس سے سفسطہ لازم آتا ہے۔ پس جب میں اپنے بیٹے کو دیکھ لوں پھر دوبارہ اسے دیکھوں تو اس وقت میں یہ جائز قرار دوں کہ یہ جس کو میں نے دوسری مرتبہ دیکھا ہے وہ میرا بیٹا نہیں ہے بلکہ یہ ایک (دوسرا) انسان ہے جس پر (میرے بیٹے) کی شبیہ ڈال دی گئی ہے اور اس وقت محسوسات پر امان اٹھ جائے گا۔ (اعتبار ختم ہو جائے گا) اور اس طرح یہ بھی کہ صحابہ کرام نے محمد ﷺ کو دیکھا کہ آپ انکو حکم دیتے ہیں اور منع کرتے ہیں۔ واجب ہے کہ وہ نہ پہنچائیں کہ یہ محمد ﷺ ہیں۔ اس احتمال کی وجہ سے کہ آپ کی شبیہ کسی غیر پر ڈال دی گئی ہے اور یہ بات شرائع کے سقوط کی طرف لے جائے گی (اس سے سارے شرعی احکام ساقط ہو جائیں گے) اور یہ بھی کہ اخبارِ متواترہ میں امر کا مدار اس پر ہوتا ہے کہ مخبر اول نے محسوس کے متعلق خبر دی ہو۔ پس جب مبصرات (نظر آنے والی اشیاء) میں غلطی کا وقوع جائز ہے تو خبر متواتر کا ساقط ہونا بطریق اولیٰ ہوگا۔ پس اس دروازہ کو کھولنا اول میں سفسطہ (وہ قیاس جس کی بنیاد مغالطہ پر ہو) ہے اور اس کا آخر کلی طور پر نبوات (نبوت کی خبروں) کا ابطال ہے۔

اشکالِ ثانی: یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ اکثر احوال میں آپ علیہ السلام کے ساتھ رہیں۔ مفسرین نے اللہ تعالی کے اس قول "إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ"

جب میں نے روح القدس کے ساتھ تیری تائید (ومدد) کی۔کی تفسیر میں یہی کہا ہے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پروں میں ایک پر کا حصہ بھی تمام عالم بشریت کے لیے کافی ہے۔پس کیسے ان یہودیوں کو آپ علیہ السلام سے روکنے کے لئے کافی نہ ہوا۔اور یہ بھی کہ آپ علیہ السلام جب مردوں کو زندہ کرنے، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو درست کرنے پر قادر تھے تو ان یہودیوں کو مارنے پر کیسے قادر نہ ہوئے، جنہوں نے آپ کے ساتھ برا سلوک کرنے (قتل کرنے) کا ارادہ کیا۔اور آپ ان کو بیمار کرنے، اپاہج بنانے اور پھاڑنے یعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر کیوں قادر نہ ہوئے تاکہ وہ آپ کے ساتھ تعرض کرنے سے عاجز آجاتے۔

اشکالِ ثالث: تیسرا اشکال یہ ہے کہ اللہ تعالی ان دنوں سے آپ کو خلاصی دینے پر قادر تھا اس طرح کے آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیتا پس آپ کی شبیہ کسی دوسرے پر ڈالنے میں کیا فائدہ ہے اور اس میں کسی مسکین کو بغیر کسی فائدہ کے قتل میں ڈالنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اشکالِ رابع: چوتھا اشکال یہ ہے کہ جب آپ کی شبیہ کسی دوسرے پر ڈال دی گئی اور اس کے بعد آپ کو آسمان کی طرف اٹھا دیا گیا تو آپ کے بارے میں قوم نے اعتقاد کیا کہ وہ (مقتول) حضرت عیسٰی ہیں حالانکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نہ تھے۔تو یہ ان کو جہالت اور تلبیس (اخفاء حقیقت) میں ڈالنا ہے اور یہ اللہ تعالی کی حکمت کے لائق (شایان شان) نہیں۔

اشکالِ خامس: پانچواں اشکال یہ ہے کہ نصاریٰ نے زمین کے مشارق و مغارب میں اپنے کثیر ہونے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ شدت سے محبت کرنے اور آپ کے معاملہ میں غلو کرنے کی بنیاد پر یہ خبر دی کہ انہوں نے آپ کو مقتول و مصلوب (قتل کیا ہوا، سولی پر چڑھا ہوا) مشاہدہ کیا۔(اپنی آنکھوں سے دیکھا) پس ہم اگر اس کا انکار کردیں تو یہ تواتر کے ساتھ ثابت ہونے والی چیز میں طعن ہوگا اور تواتر میں طعن کرنا محمد ﷺ کی نبوت اور عیسٰی علیہ السلام کی نبوت بلکہ ان دونوں کے وجود اور سارے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے وجود میں طعن کرنے کو واجب کرتا ہے۔اور یہ

تمام باطل ہے۔

اشکالِ سادس: چھٹا اشکال یہ ہے کہ تواتر سے ثابت ہے کہ مصلوب (سولی دیا جانے والا شخص) طویل زمانہ تک زندہ رہا۔ پس اگر وہ حضرت عیسٰی نہ تھے بلکہ کوئی اور آدمی تھا تو وہ جزع (بے صبری) کا اظہار کرتا اور یہ کہتا کہ میں حضرت عیسٰی نہیں ہوں۔ بلکہ میں غیر عیسٰی ہوں۔ اور اس معنی کی تعریف میں مبالغہ کرتا اور اگر اس کا ذکر کرتا تو یہ معنی لوگوں میں مشہور ہو جاتا۔ پس جب اس میں سے کوئی چیز نہیں پائی گئی تو ہم نے جان لیا کہ معاملہ ایسا نہیں جیسے تم نے ذکر کیا۔ پس یہ تمام سوالات ہیں جو اس جگہ پیدا ہوتے ہیں

پہلے اشکال کا جواب: پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ جو قادر مختار کو ثابت کرے یعنی اس کو مانے وہ یہ بات بھی تسلیم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی دوسرے انسان کو مثلاً زید کی صورت پر پیدا کرنے پر قادر ہے پس یہ تصویر مذکورہ شک کو واجب نہیں کرتی پس یہی قول تمہارے مذکورہ اشکال میں ہوگا۔

دوسرے اشکال کا جواب: یہ ہے کہ اگر جبرئیل علیہ السلام کے دشمنوں کو آپ علیہ السلام سے دفعہ دور کرتے یا اللہ تعالیٰ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اپنی ذات سے دشمنوں کو دور کرنے کی قدرت دیتا تو آپ کا معجزہ حد الجا یعنی اضطرار اور مجبوری کی حد تک پہنچ جاتا اور یہ جائز نہیں ہے۔

اور تیسرے اشکال کا بھی یہی جواب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو آسمان کی طرف اٹھا لیتا اور کسی دوسرے پر آپ کی شبیہ نہ ڈالتا تو یہ معجزہ الجا کی حد تک پہنچ جاتا۔

چوتھے اشکال کا جواب: یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے شاگرد حاضر تھے اور وہ واقعہ کی کیفیت کو جانتے تھے اور وہ اس تلبیس کو دور کر سکتے تھے۔

پانچویں اشکال کا جواب: یہ ہے کہ حاضرین اس وقت قلیل تھے اور تھوڑی جماعت پر شبہ کا داخل ہونا جائز ہے اور تواتر جب آخر الامر میں تھوڑی جماعت تک پہنچ جائے تو وہ مفید العلم نہیں ہوتا۔ یعنی اس سے علم کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

چھٹے اشکال کا جواب: یہ ہے کہ یہ فرض کر لینا کہ جس پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شبیہ ڈالی گئی وہ مسلمان تھا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اس نے یہ قبول کیا تو جائز ہے کہ اس واقعہ میں حقیقت حال کی تعریف سے خاموش رہے تا کہ آزمائش پر عزم وصبر کرنا ثابت کر دے اور اسی طرح صبر کا عزم کرنا اور محنتوں کے اظہار سے روکنا اللہ کے بڑے بڑے مجبین کا طریقہ ہے اور بندوں کے ہاں اللہ تعالی کی شکایت کرنے سے دور بلکہ زیادہ بعید ہے اور اس میں شکایت کرنے والے کا کوئی نفع نہیں۔ مختصر یہ کہ جو سوالات انہوں نے ذکر کیے ہیں وہ ایسے امور ہیں جن میں بعض وجوہات کی بنا پر احتمالات پائے جاتے ہیں۔ اور جب معجزہ قاطع (قطعی دلیل) سے نبی ﷺ کی ہر دی ہوئی خبر میں سچا ہونا ثابت ہو گیا تو ان محتمل سوالات (غیر یقینی سوالات) کا نصِ قطعی کے لیے معارض (ومقابل) ہونا ممتنع ہو گیا اور اللہ ہدایت دینے والا ہے۔

اور میں فقیر کہتا ہوں اس کے تتمہ میں:

پانچویں اشکال کا جواب یہ ہے کہ ان کا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے قتل ہونے (کرنے) اور انہیں سولی پر چڑھانے اور تواتر سے اس کا ثابت کرنا اور تواتر کا ایک امر محسوس تک جو کہ قتل اور صلب ہے پہنچنا یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حق میں صرف ایک (جھوٹا خالی) دعوی کرنا اور مسلکی تحفظ و دینی نصرت وقومی حمیت (وغیرت) پر اجتماع سے پیدا ہونے والا وہمی اشتباہ ہے۔ جیسا کہ فرقہ شیعہ نے یوم غدیر خم امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کی خلافت پر حضرت رسالتمآب ﷺ کی جانب سے نصِ جلی کے تواتر کا (جھوٹا) دعوٰی کیا باوجود اس کے کہ یہ اخبار احاد سے بھی ثابت نہیں۔ چہ جائیکہ یہ مشہور یا متواتر روایات سے ثابت ہو۔ اس لیے کہ کسی ایک قوم کا تجربہ اور تواتر دوسری قوم کے اوپر لازم کرنے والی حجت نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان تک اسی طور پر نہ پہنچے جیسا کہ اپنی جگہ پر اس کا بیان ہوا۔ اور اس تواتر کے منع (غیر مقبول) ہونے کی کئی وجوہ ہیں۔

اوّل: یہ کہ تواتر کی شروط میں سے ہے کہ جھوٹ کو محال قرار دینے والی یہ تعداد و مقدار ہر طبقہ میں

پائی جائے اور اسی لیے اسے کہا کہ اس کا اول اسی کے آخر کی طرح اور اس کا درمیان اس کے طرفین (اول و آخر) کی طرح ہو۔ اور اس واقعہ (قتل وصلب) کے وقت مخبرین کی تعداد ان سات افراد سے متجاوز (زیادہ) نہ ہوئی جو آپ علیہ السلام کے پاس داخل ہوئے اور انہوں نے گمان کیا کہ انہوں نے آپ علیہ السلام کو سولی دی۔ وہ چھ یا سات تھے اور اس عدد میں غالب یہ ہے کہ ان کی تعداد حدِ علم اور قطعی خبر دینے تک نہیں پہنچی۔

دوم: دوسری وجہ یہ ہے کہ مصلوب اور مقتول ہونے کی مطلق نفی کرنا اہلِ اسلام کا دعویٰ نہیں بلکہ ان کا مدعا یہ ہے کہ مصلوب وہ ہے جس کی صورت، رنگ، شکل اور چہرے میں عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر تھی نہ کہ نفس مقدس جثہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا جثہ مبارک مصلوب نہیں ہوا) بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔ اور تواتر کے ساتھ ثابت اگر آپ کی صورت پر ہونے والے کی مصلوبیت کو تسلیم کیا جائے اور یہ ایک کلی ہے جو آپ علیہ السلام پر اور آپ کے غیر پر صادق آتی ہے تو یہ ہمارے لئے مضر نہیں کیونکہ دلیل ان کے دعویٰ سے زیادہ عام ہے۔ پس تقریب پوری نہیں ہوتی پس اس امر کی بنیاد حس کی غلطی، اس کے عدم تمیز یا تشخص کی پہچان سے درماندہ رہنے اور عاجز ہونے پر ہے۔ اور یہ بہت سے مشابہات میں اکثر واقع ہوتا ہے۔ جیسا کہ اہل مفقول کلینہ کے نقص میں بیضات کی بدلیت کے ساتھ اس کو پیش کرتے ہیں۔

سوم: تیسری وجہ یہ ہے بخت نصر کے عہد میں یہود کی جڑ کٹ گئی تھی۔ اس نے ان کو قتل کر دیا اور زمین سے ان کی اولاد کو معدوم کر دیا۔ اور ان کے بتوں کو توڑ دیا۔ اور ان میں سے یکے بعد دیگرے چند افراد کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ اور وہ حد تواتر تک نہ پہنچے اور وہ اچانک آنے سے پہلے بھی بادشاہ اور زمین کے مشارق و مغارب پر قابض تھا۔ پس درمیانی طبقہ منقطع ہو گیا پس ان کے اس قول پر کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا تو اتر کی تعریف صادق نہیں آتی۔

چہارم: چوتھی وجہ یہ ہے کہ تواتر کی شرائط میں سے ہے کہ وہ امر قطعی کے مخالف نہ ہو اور وہ اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے: ”اور انہوں نے اسے نہ قتل کیا اور نہ اسے سولی دی۔ لیکن ان پر مشتبہ کیا گیا اور تحقیق جن

لوگوں نے اس میں اختلاف کیا وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں ظن کی اتباع کرنے کے سوا انہیں آپ کے بارے میں کوئی علم نہیں"۔

فاضل محمد حسن سنبھلی کے کلام سے سعد الدین تفتازانی کے عقائد پر تعلیقات سے میں نے اس کا انتخاب کیا اور کئی جگہوں پر وضاحت کے لئے ہماری جانب کچھ اضافہ ہے۔

تفسیر خازن میں سورہ یٰسین شریف کے اس قول پاک پر ہے!" وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلاً اَصۡحَابَ الۡقَرۡيَةِ اِذۡ جَآءَهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ" آخر آیت تک ایک قصہ طول طویل اس آیت کریمہ کے متعلق ذکر کیا اور آخر میں کہا کہ کھل گئے دروازے آسمانوں کے اور دیکھا میں نے ایک جوان خوبصورت ان تینوں شمعوں اور دو قاصدوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کر رہا ہے۔۔۔الخ

اس جوان سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ اوّل قصہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے، پورا قصہ دیکھنے کے لیے اشتباہ نہیں رہتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان پر جانے کی دلیل:

حضرت شیخ امام اجل ابو نصر محمد بن عبد الرحمن ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مستطاب "السبعیات فی مواعظ البریات" میں فرمایا ہے کہ "یوم السبت" یعنی سنیچر کے روز سات شخص نے سات شخصوں کے ساتھ مکر کیا ہے:

۱۔ نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر

۲۔ صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھائیوں کا مکر

۴۔ موسیٰ علیہ السلام سے اُن کی قوم کا مکر

۵۔ عیسیٰ علیہ السلام سے کی قوم کا مکر ان سے

۶۔ قریش کے سرداروں کا مکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

۷۔ بنی اسرائیل کا مکر پروردگار کے منع کرنے کے ساتھ شکار کرنے سے بروز ہفتہ کے (یعنی شنبہ کے روز)

اور بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر کے سبب سے پروردگار نے بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آسمان پر بلا لیا اور عبارت اس امامِ اجل کی یہ ہے!

اعلم ان صاحب البراق و سید یوم المیثاق ورسول الملك الخلاق لم یسم یوم السبت یوم مکر و خدیعة وانما سماہ یوم المکر و الخدیعة لان سبعة نفر مکروا فی ھذا الیوم بسبعة نفر۔

الاوّل قوم نوح علیہ السلام مکروا بنوح علیہ السلام قوله تعالیٰ "وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ۔۔۔الایۃ" فاستحقوا لطوفان والمحنة قوله تعالیٰ "فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ"

الثانی قوم صالح علیہ السلام مکروا بصالح علیہ السلام قوله تعالیٰ "وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ"

الثالث اخوۃ یوسف علیہ السلام مکروا بیوسف علیہ السلام قوله تعالیٰ "فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا"

الرابع قوم موسیٰ علیہ السلام مکروا بموسی علیہ السلام قوله تعالیٰ "فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا"

الخامس قوم عیسیٰ علیہ السلام مکروا بعیسیٰ "وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللهُ وَاللهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ"

السادس صنادید قریش مکروا برسول اللہ ﷺ قوله تعالیٰ "وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔۔۔الایة"

السابع بنو اسرائیل مکروا بنھی اللہ تعالیٰ قولہ تعالیٰ" وَاسْاَ لْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ"وھی ایلۃ التی کانت حاضرۃ ای مجاورۃ البحر بحر القلزم "اِذْ يَعْدُوْنَ"ای یعتدون فی السبت فاستحقوا المسخ واللعنۃ۔

ترجمہ: جان لوکہ صاحب براق یوم میثاق کے سردار اور پیدا کرنے والے بادشاہ کے رسول ﷺ نے سنیچر کے دن کو یومِ مکر اور خدیعت (دھوکہ) کا نام نہیں دیا، صرف اس لیے اس کو مکر اور خدیعت کا نام دیا کہ اس دن سات قسم کے افراد نے ساتھ لوگوں کے ساتھ مکر (وفریب) کیا۔

اول: نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ کے ساتھ مکر کیا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ: انہوں نے بہت بڑا مقرر کیا۔

پس وہ طوفان اور محنت (ومصیبت) کے مستحق ہوئے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ہم نے موسلا دھار پانی کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیے۔

دوم: صالح علیہ السلام کی قوم نے آپ کے ساتھ مکر کیا۔ اللہ کا قول ہے: اور انہوں نے ایک مقرر کیا اور ہم نے بھی خفیہ تدبیر کی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔

سوم: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کے ساتھ مکر و فریب کیا۔ قولِ خداوندی ہے "فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا" پس وہ آپ کے بارے میں کوئی مکر وفریب کریں گے۔

چہارم: قوم موسیٰ علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر کیا۔ اللہ تعالی کا قول ہے: پس تم اپنا مکر وفریب جمع کرو پھر صفوں کی شکل میں آؤ۔

پنجم: قوم عیسیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مکر کیا (قولِ خداوندی ہے) اور انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر فرمانے والا ہے۔

ششم: قریش کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مکر کیا۔ قولِ خداوندی ہے۔ اور یاد کرو جب کفار آپ کے بارے میں مکر (قتل کرنے کا پوشیدہ منصوبہ) تیار کر رہے تھے۔

ہفتم: بنی اسرائیل اللہ تعالی کی نہی (شکار سے منع کرنے) کے خلاف مکر وحیلہ کیا۔ قولِ خداوندی

ہے اور آپ ان سے اس ایلہ نامی گاؤں کے متعلق پوچھیے جو کہ بحر قلزم کے قریب پڑوس میں تھا جب وہ ہفتے کے روز (شکار) میں تجاوز کر کے حد سے بڑھ رہے تھے۔ پس وہ مسخ اور لعنت کے مستحق ہو گئے۔

پھر دو ورق کے بعد ہر ایک قوم کے مکر کو جو تفصیلاً بیان کرنا شروع کیا تو قوم یہود کا جو مکر عیسیٰ علیہ السلام سے ہوا اس کا قصہ بیان فرما دیا:

(وقصة) ان الیهود قالوا عیسیٰ ساحر واحیاوه الموتی وغیر ذلك كله من السحر فسمع عیسیٰ علیه السلام ذلك فاغتم وقال الٰهی انك اعلم بافترائهم فاتهم المسخ فجعلهم الله القردة والخنازیر فبلغ الخبر ملك الیهود فخاف ان یدعو علیه ایضاً فامر بقتل عیسیٰ علیہ السلام فاجتمع الیهود وجاؤ الی عیسیٰ وكان فی البیت فادخلوا علیه واحداً منهم لیقتله فنزل جبرئیل علیہ السلام فصعد بعیسیٰ الی السماء من سقف البیت وحول الله صورة الرجل الذی دخل علیه علی صورة عیسیٰ علیہ السلام فاخذ الیهود ذلك الرجل وقتلوه فظنوا انهم قتلوا عیسیٰ علیہ السلام (وَمَا قَتَلُوْهُ) كما قال الله تعالیٰ "وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا () بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ "الاية.یقال ان اسم الرجل الذی شبه بعیسیٰ علیہ السلام اشبوع ...الخ

ترجمہ: اور قصہ یہ ہے کہ یہودی کہنے لگے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جادوگر ہیں۔ اور آپ کا مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ سب کا سب جادو ہے۔ پس عیسٰی علیہ السلام نے جب یہ سنا تو غمگین ہوئے اور دعا مانگی کہ اے اللہ تو ان کے افترا یعنی جھوٹ کو خوب جانتا ہے لہذا ان کو مسخ کر دے۔ پس اللہ نے ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا، پھر یہ خبر یہودیوں کے بادشاہ کو پہنچی۔ اُسے ڈر ہوا کہ آپ علیہ السلام مجھے بھی بددعا دیں گے تو اس نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ پس یہود جمع ہوئے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف آئے۔ آپ علیہ السلام ایک گھر میں تھے۔ انہوں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو آپ کو قتل کرنے کے لیے بھیج دیا۔ پس حضرت جبریل علیہ السلام نازل

ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کمرے کی چھت کی طرف سے آسمان کی جانب لے گئے اور جو آدمی آپ کے پاس اندر داخل ہوا تھا اللہ تعالی نے اس کی صورت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ یہودیوں نے اس آدمی کو پکڑا اور اسے قتل کیا۔ اور یہ گمان کرنے لگے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے آپ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ: انہوں نے آپ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔ (الآیۃ) کہا جاتا ہے کہ جس آدمی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے کر دیا گیا تھا اس کا نام اشبوع تھا۔

مطلب یہ ہے کہ یہود کی قوم نے جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اور سخت بیماروں کو شفا دینا وغیرہ بڑے بڑے معجزے دیکھے تو یہودیوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام جادوگر ہے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے وہ یہودی خنزیر اور بندر بن گئے۔ جب یہ خبر ان کے بادشاہ کو پہنچی تو وہ ڈرا کہ شاید میرے اوپر بھی عیسیٰ علیہ السلام بددعا کریں گے۔ پس اس نے قتل کا حکم دیا اور قتل کے واسطے ایک مکان میں ان کو بند کیا۔ پس جب ایک شخص کو واسطے قتل کرنے عیسیٰ علیہ السلام کے مکان کے اندر داخل کیا جس کا نام اشبوع تھا اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ڈالی گئی اور یہود نے اس کو عیسیٰ علیہ السلام جان کر قتل کر دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے آسمان پر طلب کرلیا۔۔۔ الخ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر ہونے کی دلیل

عینی بخاری جلد گیارھویں صفحہ ۳۱۷ میں ہے!

عیسیٰ یقتله بعد ان ینزل من السماء فیحکم بشریعة المحمدیة۔۔۔ الخ۔ یعنی دجال کی باتوں سے ایک یہ بات ہے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے، آسمان سے نازل ہونے کے بعد پس حکم کریں گے ساتھ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

عینی بخاری نے جلد ۴ صفحہ ۵۹۸ میں حضرت ابو ھریرہ کی حدیث:

(قَالَ: يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ) کے متعلق فرمایا کہ کعبہ کے خراب ہونے کے ذکر میں جو احادیث وارد ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابو داؤد طیالسی نے صحیح سند کے ساتھ فرمایا کہ حبشی لوگ آ کر خانہ کعبہ کو ایسا خراب کریں گے کہ بعد اس کے پھر اس مکان متبرک کی تعمیر نہ ہوگی اور وہی لوگ نکالیں گے خزانہ اس کا، اور ذکر کیا حلیمی نے کہ یہ بات عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگی اور ایک حبشی ذوالسویقتین آئے گا اور بیت اللہ شریف کو گرائے گا۔ پس اس کے آنے کے بعد آٹھویں برس سے نویں برس کے درمیان میں عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گا اس کی طرف ایک جماعت کو ذوالسویقتین کے معنی صاحب دو چھوٹی پنڈلیوں کا یہ اشارہ بطرف باریک ہونے پنڈلیوں کے ہے۔ کیونکہ قومِ حبش کی پنڈلیاں باریک ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کو خراب کرے گا ایسا ایک شخص جو کہ قومِ حبشہ کا ضعیف ہے اور وہ عبارت عربی یہ ہے عینی کی:

وَمِنْهَا: مَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُد الطَّيَالِسِيّ بِسَنَد صَحِيح فِي: يُبَايع لرجل بَين الرُّكْن وَالْمقَام، وَأول من يسْتَحل هَذَا الْبَيْت أَهله، فَإِذا اسْتَحلُّوهُ فَلَا تسْأَل عَن هلكة الْعَرَب ثمَّ تَجِيء الْحَبَشَة فيخربونه خرابا لَا يعمر بعده، وهم الَّذين يستخرجون كنزه، وَذكر الْحَلِيمِيّ: أَن ذَلِك فِي زمن عِيسَى، عَلَيْهِ السَّلَام، وَأَن الصَّرِيخ يَأْتِيهِ بِأَن ذَا السويقتين قد سَار إِلَى الْبَيْت يهدمه فيبعث، إِلَيْهِ عِيسَى، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام، طَائِفَة بَين الثمان إِلَى التسع... الخ۔

اور اسی عینی کے دوسرے صفحہ میں ہے کہ امام غزالی سے مذکور ہے کہ ہر روز مغرب کے وقت طواف کرتا ہے ایک شخص ابدال میں سے خانہ کعبہ کا اور ہر صبح کو طواف کرتا ہے اس کا ایک شخص اوتاد سے جب یہ بات تمام ہو جائے گی تو یہ سبب ہوگا خانہ کعبہ کے اُٹھ جانے کا زمین سے۔ پس ایک روز ایسا ہوگا کہ جب صبح کو لوگ اُٹھیں گے تو خانہ کعبہ کا کوئی نام ونشان اس جگہ پر نہ

ہو گا اور یہ امر اس کے غائب ہو جانے کا اس وقت ہو گا کہ پہلے سے سات برس تک کوئی شخص حج اس کا نہ کرے گا۔ پھر قرآن شریف اُٹھ جائے گا اپنی تختیوں سے (یعنی لوگوں کو اس کے لکھنے اور خریدنے کا شوق نہ رہے گا) پھر قرآن شریف دلوں سے اُٹھ جائے گا۔ (یعنی نہ کوئی عمل کرے گا اور نہ کوئی پڑھے گا) پھر لوگ متوجہ ہوں جائیں گے بطرف شعر اشعار اور غزل خوانی اور مرثیہ خوانی اور گانے بجانے اور جاہلیت کے قصوں کے۔ پھر نکلے گا دجال اور نازل ہو گا عیسیٰ علیہ السلام۔ اور امام قرطبی نے فرمایا کہ اُٹھ جانا قرآن شریف کا سینوں سے اوّل ہو گا اور خراب ہونا خانہ کعبہ کا بعد اس کے ہو گا اور یہ بعد موت حضرت علیہ السلام کے ہو گا اور یہی بات صحیح ہے۔۔۔ الخ من العینی۔

غرض کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس وقت ضرور ہے۔ خراب ہونا خانہ کعبہ کا بعد ہو رفع قرآن شریف کے یا قبل ہو، اور پہلی روایتوں میں مطلق جمع مراد ہے سوائے ترتیب مذکور کے یعنی یہ سارے اُمور ہوں گے قطع نظر تقدیم وتاخیر مذکور فی العبارۃ سے۔ پس ان روایات میں تطبیق بھی ہو گئی اور بالتبع گانے بجانے کی برائی اور اس کا موجب الٰہی ہونا بھی پایا گیا۔

عینی بخاری جلد ثانی صفحہ ۲۱۰ میں ہے کہ:

جب جبریل علیہ السلام جنت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے براق لائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم براق پر سوار ہونے لگے تو گھوڑے نے تیزی کی۔ پس جبریل علیہ السلام نے گھوڑے سے کہا کہ کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سے سختی کرتا ہے؟ یہ حصر کے کلمہ کے ساتھ اس واسطے کہا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام بھی اس براق پر سوار ہو چکے ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وجہ یہ تھی کہ پہلے انبیاء علیہم السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک زمانہ بہت گزر چکا تھا۔ اس پر کسی نے سواری نہ کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک تو خود زمانہ دراز تھا''۔۔۔ الخ

پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس گھوڑے پر مثل انبیائے سابقین کے سواری کی تھی۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک زمانہ چونکہ بہت گزر چکا تھا لہٰذا وہ گھوڑا موافق دنیا کے گھوڑوں کے ذرا تیزی کرتا تھا جیسے کہ دنیا کے گھوڑے کہ

اگر زمانہ دراز تک ان پر سواری نہ کی جائے تو ذرا تیزی دکھاتے ہیں اور سوار کے سوار ہونے کے وقت تک اچھلتے کودتے ہیں۔ وھذا ظاھر جدا۔

عینی بخاری جلد دوم صفحہ ۲۰۷ میں ہے

بطور سوال و جواب کے

سوال: یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فقط پانچ انبیاء آدم و ادریس و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام یا آٹھ انبیاء اور یحییٰ و یوسف و ہارون علیہم السلام ہی کا نام لیا؟ کہ ان سے میری ملاقات ہوئی اور حالانکہ بقیہ انبیاء علیہم السلام سے بھی ملاقات ہوئی تھی شب معراج میں۔

پس جواب میں سب کے نام لینے اور خاص کرنے کی وجوہ بیان کیں کہ ان حضرات کو نبی کریم ﷺ سے مناسبت زیادہ تھی بہ نسبت دیگر انبیاء علیہم السلام کے اور حضرت ادریس علیہ السلام کے بیان میں فرمایا کہ ادریس علیہ السلام آسمانِ چہارم پر اُٹھائے گئے جب کہ ان کی عمر ۳۶۵ برس کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام جب کہ ارادہ کیا ان کے قتل کا یہود نے۔ پس پروردگار نے ان کو اپنی طرف اُٹھا لیا ایسا ہی نبی ﷺ کو جب یہود نے بکری میں زہر ملا کر قتل کرنے کا ارادہ کیا تو پروردگار نے حضرت کو نجات دے دی۔۔۔ الخ

اسی "عینی" کے اسی جلد، اسی صفحہ میں ہے!

سوال: انبیاء علیہم السلام کی جائے قرار زمین میں ہے، پس کس طور پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو آسمان میں دیکھا؟

کسی نے جواب اس کا اس طرح دیا ہے کہ انبیاء کی ارواح کو پروردگار نے جسم کی شکل پر متشکل کیا تھا ذکرہ ابن عقیل وکذا ذکرہ ابن التین اور ابن التین نے کہا ہے کہ ارواح بدن کی طرف بروز قیامت لوٹیں گی مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ وہ زندہ ہیں اور نہیں مرے اور وہ حضرت نازل ہوں گے بطرف زمین کے۔ چونکہ ابن التین کے کلام سے فقط عیسیٰ علیہ السلام ہی کی حقیقی حیات معلوم ہوتی

تھی اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیات اس طور پر کہ ان کی ارواح طیبہ متشکل بشکل اجسام ہوگئی تھیں اور ان کی اصلی حقیقی حیات اور جسم دنیوی اس روز ہوگا کہ جب بروز قیامت ان میں روح ڈالی جائے گی۔

پس علامہ عینی نے رد کردیا کہ سارے انبیاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقیقۃً دیکھا ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے اور موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور دیکھا ان کو ششم آسمان میں غرضیکہ مثل دیگر اہلِ اسلام کے ابن التین بھی اس کا قائل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہی نہیں ہوئے بلکہ زندہ تشریف لے گئے ہیں۔۔۔الخ (مفصلاً)

قادیانی دجال اور بطال نے جس جلیل الشان پیغمبر اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ نبی کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کو گالیاں دی ہیں اور طرح طرح کے عیب اور طعن ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ عابدہ متقیہ بی بی مریم علیہا السلام پر لگائے ہیں میں تھوڑا اقدر ان کے اوصافِ حمیدہ سے ہدیہ اہلِ اسلام کرتا ہوں تاکہ جان لیں کہ قادیانی مسلمان تھا یا کیا؟

اور ان اوصاف کے ذکر کو اپنی نیک بختی کا ذریعہ شمار کرتا ہوں۔ پس بعد حمد رب العلمین اور صلوٰۃ سید المرسلین کے عرض کرتا ہوں کہ

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم صاحبہ حضرت سلیمان پیغمبر علیہ السلام کی لڑکیوں کی اولاد میں سے ہیں درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام اور بی بی مریم صاحبہ کی ۲۴ پشتیں ہیں۔ بی بی مریم کے باپ کا نام عمران بن ماثان اور بعض نے کہا ابن اشیم ہے، سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام بھی عمران ہے مگر وہ بن قاہت بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ہے اور ہر دو عمران کے درمیان مدت ایک ہزار آٹھ سو برس کی تھی۔ (خازن، صفحہ ۲۲۹)

۲۔ حدیث شریف میں ہے کہ بی بی مریم جب پیدا ہوئیں تو ان کی والدہ حنّہ نے مسجد بیت المقدس کی خدمت کے لیے مسجد میں ان کو دے دیا اور ایک ساعت بھی اپنی والدہ

نے ان کو خوراک نہیں دی بلکہ مسجد کے چوبارہ میں جنت سے بے موسم میوہ ان کے پاس آیا کرتا تھا۔اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ حضرت ذکریا علیہ السلام ان کی پرورش کا انتظام کیا کرتے تھے۔خورد سالی میں بی بی مریم صاحبہ نے پروردگار سے سوال کیا ایسے گوشت کھلانے کا جس میں خون نہ ہو۔پس اللہ تعالیٰ نے ان کو طعام کھلایا ٹڈی ملخ۔ بی بی مریم کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ ان کو پروردگار نے اپنی عبادت کے لیے خاص کرلیا دن رات بیت المقدس میں مسجد کی خدمت کرتی تھیں اور روبرو اس کو فرشتوں نے کلام سنایا۔ یہ بات اور کسی عورت کو نہیں حاصل ہوئی اور باوجود کہ مردوں سے بیت المقدس میں اختلاط نہ تھا مگر باجماعت نماز ہر وقت ادا کرتی تھیں یہ بات بھی کسی دوسری عورت کو نہیں ہاتھ آئی اور جماعت کی نماز کا ان کو امر تھا اس آیت کریمہ کے ساتھ" وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ "جب یہ کلمات فرشتوں سے بی بی مریم نے سنے روبرو ہو کر، تو کھڑی ہوئیں نماز میں یہاں تک کہ ورم کر گئے قدم ان کے اور خون اور پیپ ان سے جاری ہو گیا۔اور بی بی مریم ہر روز اتنی بڑھا کرتی تھیں جس قدر کہ برس روز میں اور لڑکے بڑھتے ہیں۔اور جب کہ حضرت ذکریا علیہ السلام نے بے موسم میوہ مریم کے پاس دیکھ کر کہا کہ "اے مریم کہاں سے یہ میوہ آتا ہے؟" تو اس وقت بی بی مریم تو صغیرہ تھیں کہا" هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ "یہ میوہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔پس مریم صاحبہ نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مہد میں بحالت طفلی کلام کیا اور اس وقت قابل بات کے نہ تھیں اور بے خاوند کے ان کو پروردگار نے بیٹا دیا اور کسی عورت کو یہ بات حاصل نہیں ہوئی۔(تفسیر خازن جلد چہارم)

۳۔ عرائس میں ذکر کیا ہے کہ بی بی مریم صاحبہ اور ایک شخص یوسف نام تھا اور مریم کا چچازاد بھائی تھا دونوں مسجد میں جو کہ جبل صہیون کے پاس تھی نوبت بہ نوبت پانی ڈالا کرتے تھے اور یہ یوسف مریم کا چچازاد بھائی ہے بعد ضعیف ہو جانے ذکریا پیغمبر کے مریم اسی کی پرورش میں رہی۔بوجہ قحط سالی کے کوئی شخص بنی اسرائیل سے مریم کو نہیں لیتا تھا اور قرعہ ڈالا تو یوسف کا

قرعہ نکلا۔ پس مریم کی دعا سے اس کو رزق کافی ملتا گیا۔ (خازن)

۴۔ ایک روز بی بی مریم صاحبہ کے کرتے کے گریبان میں جبرائیل علیہ السلام نے آدمی کی صورت بن کر وہ مٹی پھونک دی جو کہ آدم علیہ السلام کے قالب سے بچی تھی۔ اس مٹی کے لگنے کے سبب حمل قرار پا گیا تھا پس دردِ زہ یعنی پیدائش اولاد کا درد جب شروع ہوا تو گئیں جامع مسجد میں اپنی ہمشیرہ کے پاس اور برا جانا اس بات کو اس یوسف نجار نے اور کہا کہ اے مریم کیا کھیتی بغیر بیج کے ہوتی ہے؟ فرمایا بی بی صاحب نے کہ ہاں ہوتی ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے کھیتی کو پیدا کیا تھا تو بغیر بیج کے پیدا کیا تھا۔

اور ان کی ہمشیرہ زوجہ تھی حضرت ذکریا علیہ السلام کی اور وہ بھی اس وقت حاملہ تھی ساتھ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جن کو ''یوحنا'' بھی کہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ''اے مریم میرے پیٹ میں جو ہے تیرے پیٹ والے کو سجدہ کرتا ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے'' ابن عباس نے کہا ہے کہ بی بی صاحبہ کو حمل اور وضع عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی ساعت میں ہوا تھا مگر ''تفسیر کبیر'' میں ابن عباس کا قول ۹ ماہ کا ذکر کیا گیا ہے اور ایک ساعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ دوسرا قول عیسیٰ علیہ السلام کے حمل میں ۸ ماہ ہے۔ تیسرا قول ''عطاء اور ابو العالیہ'' اور ضحاک کا ۷ ماہ کا ہے۔ چہارم ۶ ماہ کا۔ پانچواں قول تین ساعتوں کا ہے ایک ساعت میں حمل ہوا اور دوسری ساعت میں صورت بنی اور تیسری ساعت میں پیدا ہوئے۔ **(تفسیر کبیر، صفحہ ۵۳۲، جلد ۵)**

۵۔ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے بعد زوال کے ایسا کہا ہے علامہ نیشا پوری نے اور بی بی صاحبہ حیض و نفاس سے پاک رہیں کما فی الکبیر لفخر الرازی وغیرہ۔ اور بی بی مریم کے ساتھ فرشتوں نے روبرو باتیں کی ہیں یہ بزرگی کسی دوسری عورت کو نہیں دی گئی۔ اور پروردگار نے بی بی کو برگزیدہ کیا اپنے زمانہ کی ساری عورتوں پر کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کو عنایت کیا بغیر باپ کے۔ حدیث شریف میں ہے کہ چار عورتیں بڑے مرتبہ والی ہیں۔ مریم اور فرعون کافر کی عورت آسیہ جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بی بی خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہما۔

فرمایا ''امام رازی'' نے کہ قرآن شریف کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی مریم صاحبہ سب عورتوں سے افضل ہیں۔ ''امام برماوی'' نے صحیح بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حمل کے وقت بی بی مریم کی عمر تیرہ برس کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد ۳۶ سال تک زندہ رہیں اور اپنی موت کے وقت عمر بی بی صاحبہ کی ایک سو بارہ برس کی تھی۔ مگر یہ روایت تفصیل چاہتی ہے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ماں کا نام الیشاء اور خالہ کا نام حنتہ بنت فاقوذا ہے۔ اور بی بی مریم روزہ کی حالت میں سجدہ میں گری پڑی تھیں کہ انتقال ہوا۔ بعد کو عیسیٰ علیہ السلام نے خواب میں والدہ اپنی کو دیکھا کہ جنت دارالسلام میں اکرام اور عزت کے تخت پر بیٹھی ہوئی ہے۔ پس کہا کہ ''اے میرے بیٹے جنت میں آ کر پروردگار کے انعام کی شراب پر میں نے افطار کیا ہے'' اور عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کی ناف مبارک سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ''تفسیر حسینی'' میں ہے کہ بعد تولد کے ملائکہ نے ان کو غسل دے کر بہشت کے ریشم میں لپیٹ کر بی بی مریم کے کنار میں رکھ دیا۔ ہر مولود کو اس کی پسلی میں شیطان دو انگلیوں سے دبا کر درد دیتا ہے اور جب عیسیٰ علیہ السلام و درد پہنچانے لگا تو وہ انگلیوں سے دبانا اس کا حجاب میں پایا گیا۔

''امام علائی'' نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے بیت لحم میں۔ اور بعض نے فرمایا کہ پیدا ہوئے ناصرہ میں جو قریہ ہے صہیون کے قریوں میں سے اور چونکہ حضرت ذکریا علیہ السلام بی بی مریم کے پاس آیا جایا کرتے تھے لہٰذا قوم یہود نے ان کو زنا کی تہمت دی اور کہا کہ یہ لڑکا تمہارا ہے اور یہود نے ذکریا علیہ السلام کو جب پکڑنا چاہا تو ذکریا علیہ السلام بھاگ کر ایک درخت کی طرف دوڑے اور وہ درخت پھٹ گیا اور ذکریا علیہ السلام اس کے اندر گھس گئے۔ پس شیطان نے قوم یہود کو بتایا کہ وہ درخت میں ہے۔ پس یہود مردود نے آرہ رکھ کر چیرنا شروع کیا اس درخت کو۔ یہاں تک کہ ذکریا علیہ السلام کے جسم تک چیرتے چیرتے جا پہنچے۔ پس یہود نے ذکریا علیہ السلام کے دو ٹکڑے کر کے چیر ڈالا۔ جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا بعد اس کے

پروردگار کے حکم سے ملائکہ نے ان کا غسل اور کفن کر کے مقام ''نابلوس'' میں دفن کر دیا۔

''امام قرطبی'' نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعد پیدا ہونے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے یہود نے جب کہ بی بی مریم کو آ کر طعن و تشنیع کرنا شروع کیا تو بی بی صاحبہ نے کہا کہ اسی لڑکے سے سارا حال دریافت کرو۔ کفار نے کہا کیا ہم اس سے دریافت کریں جو کہ مہد میں بچہ پڑا ہوا ہے؟ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پینا ترک کر کے بائیں کروٹ پر تکیہ کر کے ان کی طرف ہو کر اپنے دہنے ہاتھ کی نر انگلی سے اشارہ کیا اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ پس پہلا کلام ان کا یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو کتاب دی ہے انجیل اور مجھ کو نبی کیا ہے یعنی روزِ ازل میں مجھ کو نبی کر دیا ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو لڑکپن ہی میں اسی ساعت میں کتاب پڑھائی گئی اور آپ علیہ السلام نے نبوت کا اعلان فرمایا۔ ''تفسیر حسینی'' میں ثعلبی سے منقول ہے کہ والدہ کے شکم میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل کی تعلیم دے دی۔ اور نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب کہ میں مکلف لائق نماز اور زکوٰۃ کے ہو جاؤں اور اتنے کلام کے بعد پھر اور کوئی کلام نہیں کیا جب تک کہ اتنی عمر کو پہنچے ہیں کہ لڑکے جتنی عمر میں باتیں کرنا شروع کرتے ہیں۔ ابو السعود فی قولہ تعالیٰ انی عبد اللہ و تفسیر خازن اور اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے اور اسی ''خازن'' میں اس کے متصل یہ بھی ہے کہ کہا مریم صاحبہ نے کہ جب میں اور عیسیٰ تنہا ہوتے تو مجھ سے باتیں وہ کرتے اور میں ان سے کرتی تھی اور جب کسی اور سے میں مشغول ہوتی تو اس وقت عیسیٰ علیہ السلام تسبیح کرتے تھے اور جب کہ نو ماہ کے ہوئے تو بی بی صاحبہ نے ان کو مکتب میں داخل کیا واسطے تعلیم کے۔

پنگوڑے کے اندر باتیں کرنے والے:

مہد میں سات لڑکوں نے باتیں کی ہیں:

۱۔۔۔عیسیٰ علیہ السلام

۲۔۔۔یوسف علیہ السلام کا شاہد جو لڑکا تھا۔

۳۔۔۔اور وہ لڑکا جس نے اپنی والدہ بیٹی فرعون سے کہا تھا کہ آگ پر صبر کر جب کہ فرعون نے

اس کو ڈالنا چاہا۔

۴۔۔۔اور اصحابِ اخدود کے قصہ میں ایک لڑکا۔

۵۔۔۔اور یحییٰ علیہ السلام

۶۔۔۔اور ایک عورت نے ایک چرواہے سے زنا کیا تھا اور کہا کہ یہ لڑکا جریج کا ہے اور وہ عابد تھا مگر والدہ اپنی کو نماز پڑھتے جواب نہیں دیا تھا اس واسطے ماں کی بد دعا سے تہمتِ زنا کی اس پر لگائی گئی تھی اس لڑکے نے کہا کہ میں چرواہے کا بیٹا ہوں جریج کا نہیں ہوں۔

۷۔۔۔اور ساتواں وہ کہ بنی اسرائیل کی عورت لڑکے کو دودھ دے رہی تھی اور ایک سوار گزرا عورت نے کہا "یا اللہ میرے لڑکے کو ایسا کر دے" لڑکے نے منہ سے پستان نکال کر کہا کہ "یا اللہ مجھ کو ایسا نہ کر" پھر ایک باندی کنیز گزری عورت نے کہا "یا اللہ میرا لڑکا اس کی مثل نہ کر" لڑکے نے کہا "یا اللہ مجھ کو اس کی مثل کر"۔ پس ماں نے سبب دریافت کیا تو کہا کہ وہ سوار ظالم تھا اور اس کنیز کو چوری اور زنا کی تہمت دیتے ہیں حالانکہ یہ اس سے پاک ہے۔**(عینی بخاری، جلد ساتویں صفحہ ۴۴۲، مصری)**

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے استاذ:

امام زمخشری نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام سب لڑکوں سے زیادہ دانا اور عاقل تھے۔ معلم نے کہا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کہو بسم اللہ، تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم، معلم نے کہا کہو: ابجد، عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اس کے معنی جانتے ہو؟ معلم نے کہا کہ نہیں جانتا ہوں تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ:

الف سے مراد اللہ ہے۔

ب سے مراد بہجت اللہ کی۔

ج سے مراد جلالت اور بزرگی اللہ کی۔

د سے مراد دین اللہ کا۔

ھوز: ہا سے مراد ہاویہ جہنم۔

واو سے مراد ویل اور افسوس اہلِ دوزخ کا۔

ز سے مراد زفیر اور آواز جہنم کی۔

حطی: حطت الخطایا عن المستغفرین۔ دور کیے گئے گناہ توبہ کرنے والوں سے۔

کلمن: کلام اللہ کی قدیم غیر مخلوق ہے۔

سعفص: صاع بدلہ صاع کا یعنی زیادہ سود ہے۔

قرشت: ای تحشر ھم جمیعا۔ اُٹھائے گا اے پروردگار تو سب لوگوں کو۔

پس معلم نے کہا کہ اے بی بی صاحبہ اپنے لڑکے کو لے جا اس کو استاد معلم کی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بی بی صاحبہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو معلم کے پاس روانہ کیا تو معلم نے کہا کہو بسم اللہ۔ کہا عیسیٰ علیہ السلام نے کیا معنی ہیں بسم اللہ کے؟

معلم نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ کہا عیسیٰ علیہ السلام نے: الباء بھا اللہ والسین سناء اللہ والمیم ملك اللہ۔

حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام چھوٹی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ ایک شہر کے پاس پہنچے وہاں کے لوگ بادشاہ کے دروازے پر جمع تھے۔ انہوں نے سبب پوچھا کسی نے کہا کہ بادشاہ کی عورت پر لڑکا پیدا ہونے کی سختی ہے۔ اپنے بتوں سے یہ لوگ آسانی کے لیے سوال کر رہے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر میں اس عورت کے پیٹ پر ہاتھ رکھوں تو لڑکا جلدی نکلے گا۔ پس لوگ بادشاہ کے پاس ان کو لے گئے۔ بادشاہ سے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں خبر دوں کہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے تو تو ایمان لائے گا؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ اس کے شکم میں لڑکا ہے جس کے رخسار پر سیاہ داغ ہے اور اس کی پشت پر سفید نشان ہے۔ پھر فرمایا کہ اے لڑکے میں تم کو پروردگار کی قسم دیتا ہوں کہ جلدی نکل آ۔ پس پیدا ہوا لڑکا اور ویسا ہی

تھا جیسا کہ بتایا تھا عیسیٰ علیہ السلام نے۔ پس بادشاہ نے ایمان لانا چاہا مگر اس کی قوم نے اس کو منع کر دیا اور کہا کہ مریم جادوگر عورت ہے اس کو بیت المقدس سے لوگوں نے نکال دیا ہے یعنی اس کے بیٹے کا خبر دینا تاثیر ہے جادو کی۔

حضرت وہب نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اوّل معجزہ یہ ہے کہ مصر میں ایک شخص مالدار مسکین سے محبت کرتا تھا اور غریب لوگ اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ پس اس کا مال چوری ہو گیا اور اس نے مسکینوں کو ملامت کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ اس کو کہو کہ سارے مسکینوں کو جمع کرے اپنے مکان میں۔ پس جب اس نے سب کو جمع کیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص بے دست و پا یعنی لنگڑے لولے، شل کو ایک مرد اندھے کی گردن پر بٹھا دیا اور اندھے سے کہا کہ اس کو اُٹھا، اس نے کہا کہ میں ضعیف و کمزور ہوں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ گزشتہ رات میں اس پر کیسے قوی ہو گیا تھا، یعنی اے اندھے اس شل کو رات کے وقت کیسے اُٹھا کر اپنے ہمراہ کر کے چوری کر لی؟ اور حالانکہ ان دونوں نے مل کر چوری کی تھی۔ بعد ازاں اس صاحبِ خانہ نے لڑکے کی خوشی اور شادی شروع کی مگر پینے کی کوئی چیز نہ تھی اس وجہ سے وہ غمناک تھا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام اس کے مکان میں جا کر جس برتن پر ہاتھ لگاتے وہی برتن شربت سے پُر ہو جاتا اور اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بارہ برس کی تھی۔۔۔۔ الخ

باری تعالیٰ نے فرمایا قرآن پاک میں ''وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ'' اور ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مضبوط کیا ساتھ جبرائیل علیہ السلام کے۔ تفسیر حسینی و تفسیر مظہری و تفسیر عزیزی و معالم التنزیل و ابن کثیر نے لکھا ہے کہ روح القدس یعنی جبرائیل علیہ السلام ہر وقت قرین اور رفیق عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے تھے، فتح البیان میں ہے کہ جبرائیل عیسیٰ علیہ السلام سے ایک دم بھی جدا نہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ ان کے ساتھ ہی آسمان کو گئے۔

حکایت: حضرت کلاباذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ ایک بار عیسیٰ علیہ السلام کے

سامنے شیطان آیا رستہ میں افیق وادی میں قریب بیت المقدس کے۔ پس ابلیس نے کہا کہ کون ہے تو؟ فرمایا کہ میں بندہ اللہ کا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی کنیز اور اس کی بندی کا بیٹا ہوں۔ یعنی بی بی مریم کا فرزند ہوں۔ شیطان نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ساری زمین کا خدا ہے کیونکہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مریضوں کو اچھا کرتا ہے اور کوڑھی اور راندھے مادر زاد کو اچھا کرتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سب فخر اور شان اور بڑائی ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ میں اس کے اذن اور حکم سے بیماروں کو اچھا کرتا ہوں میرا کوئی اختیار نہیں وہ اگر چاہے تو مجھ کو مریض کر دے۔ شیطان نے کہا کہ صبر کریں میں شیطانوں کو تیرے آگے سجدہ کرواتا ہوں۔ پس بنی آدم بھی دیکھ کر تم کو سجدہ کریں گے اور تو زمین کا خدا ہو جائے گا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفت کرنا شروع کر دی اور شیطان کی بات کو ردّ کر دیا۔

بعد ازاں حضرت جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام تینوں فرشتے آئے عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنے کے لیے۔ پس میکائیل علیہ السلام نے شیطان کو پھونک مار کر ایسا مشرق کی طرف اُڑایا کہ سورج سے جا لگا اور اس کی گرمی اور تپش سے جل گیا۔ بعد ازاں اسرافیل علیہ السلام نے شیطان کو مغرب کی طرف پھونک مار کر ایسا اُڑایا کہ جس چشمہ میں سورج جا گرتا ہے وہاں جا پڑا۔ جب نکلتا تھا جبرائیل علیہ السلام اس کو پھر اسی میں دھکیل دیتے تھے اس طور پر سات روز اس میں رہا۔ پس بعد اس کے عیسیٰ علیہ السلام سے بہت خوف کرتا تھا۔

حکایت: لڑکپن کی عمر میں عیسیٰ علیہ السلام لڑکوں کو خبر دیا کرتے تھے کہ ان کے ماں باپ نے ان کے لیے کیا کیا رکھا ہے۔ پس لڑکے آ کر مکان میں وہ چیزیں طلب کیا کرتے تھے۔ ماں باپ دریافت کرتے تھے کہ تم سے کس نے یہ کہا ہے؟ تو وہ کہتے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے۔ پس لوگوں نے اپنے لڑکوں کو عیسیٰ علیہ السلام سے الگ کر کے ایک مکان کشادہ میں کر دیا تا کہ ان کی ملاقات لڑکوں سے نہ ہوا کرے اور لڑکے ان سے حال اپنے گھر کی چیزوں کا سن کر ماں باپ کو

تنگ نہ کیا کریں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم لوگوں کے لڑکے کیا اس مکان میں ہیں؟ ان لوگوں نے عذر کیا اور کہا کہ اس میں تو بندر اور سؤر رہیں اور کچھ نہیں۔ تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ ایسے ہی ہوں گے۔ پس جب لوگوں نے دروازہ کھولا تو بے شک بندر اور سؤر رہی تھے۔

"کبیر و ابو السعود خازن" نے کہا کہ ایسی خبریں دینا عیسیٰ علیہ السلام کا اس سبب سے تھا کہ پروردگار نے ان کو اپنا برگزیدہ نبی کر کے بعض اُمور کا علمِ غیب عطا فرما دیا تھا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ کو ساتھ بتانے پروردگار کے ہوا کرتا ہے۔ کما صرح بہٖ غیر واحد۔ نہ اس سبب سے کہ جیسا کہ بعض نصاریٰ کا اعتقاد ہے کہ وہ اقنوم تھا اقنوم ثلثہ سے۔ عینی بخاری جلد اوّل صفحہ ۶۵ میں ہے!

والنصاری لا يقولون في عيسى أنه نبي يأتيه جبريل عليه السلام وإنما يقولون أن أقنوما من الأقانيم الثلاثة اللاهوتية حل بنا سوت المسيح على اختلاف بينهم في ذلك الحلول وهو أقنوم الكلمة والكلمة عندهم عبارة عن العلم فلذلك كان المسيح في زعمهم يعلم الغيب ويخبر بما في الغد في زعمهم الكاذب۔۔۔الخ۔

ترجمہ: نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ نہیں کہتے کہ وہ نبی ہیں۔ ان کے پاس جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں۔ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ تین لاہوتی اقانیم میں سے ایک اقنوم مسیح پر اترا اور اس حلول (اترنے) میں ان کا اختلاف ہے اور وہ کلمہ کا اقنوم ہے اور کلمہ ان کے نزدیک علم سے عبارت ہے پس اسی لئے حضرت مسیح ان کے گمان میں غیب کو جانتے ہیں اور ان کے جھوٹے گمان کے مطابق کل ہونے والے واقعات اور اشیاء کے بارے میں خبر دیتے ہیں۔

لفظ زعمِ کاذب کا تعلق اعتقاد عدم اتیان جبریل اور حلول اقنیم سے ہے نہ اخبار بالغیب سے۔ فانہ صحیح۔

''امام رازی'' نے سورۂ آلِ عمران میں کہا کہ سب سے اوّل عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے مسیح نام ہونے کی وجہ:

اوّل: تو یہ کہ جب پیدا ہوئے تو بدن پر ان کے تیل ملا ہوا تھا، دہن مبارک سے جس تیل کے ساتھ انبیاء لوگ ملے جاتے تھے خاص اور یہ تیل علامت ہو گا اس بات کی کہ ملائکہ جان لیں کہ جو تیل ملا ہوا پیدا ہوتا ہے وہ نبی ہوتا ہے، پس مسیح بمعنیٰ ''ممسوح'' ہوا فعیل بمعنیٰ مفعول۔ (تفسیر کبیر)

دوم: یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔

سوم: اور یا یہ کہ وقت پیدا ہونے کے جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پروں سے ان کو ملا تھا شیطان سے بچنے کے لیے۔

چہارم: اور یا یہ کہ زمین کی سیاحی کیا کرتے تھے اور مقیم نہ ہوتے تھے۔

پنجم: اور فقیر کو بعض دوسری کتابوں میں یاد ہے کہ بیماروں پر تندرستی کے لیے ہاتھ پھیرنا بھی ایک وجہ ہے۔

''تفسیر کبیر رازی'' میں ہے کہ لفظ مسیح اسم مشتق ہے یا موضوع۔ پس اس میں دو قول ہیں۔ ابو عبیدہ اور لیث نے کہا کہ اصل اس کا مشیحا ہے عبرانی زبان میں اور عرب والوں نے مسیح بنا لیا اور عیسیٰ علیہ السلام کا اصل یشوع ہے جیسا کہ موسیٰ کا اصل موشی اور میشا ہے عبرانی میں۔ فعلی هذا القول لا یکون له اشتقاق۔ اور دوسرا قول اشتقاق کا ہے۔ پانچ وجوہ تو یہ جو گزرے ہیں۔

ششم: یہ کہ انه مسح من الاوزار والآثام یعنی گناہوں سے پاک تھا۔

ہفتم: یہ کہ بوجہ ننگے پاؤں چلنے کے ان کے قدم ملے گئے تھے۔ چہارم معنی پر میم زائد ہے مسیح بمعنی ''سیاح'' ہے۔ وعلی هذا المعنی یجوز ان یقال عیسیٰ مسیح بالتشدید علی

المبالغة کما یقال للرجل فسّیق و شرّیب اور دوسرے معنی پر مسیح بمعنی ''ماسح'' ہے فعیل بمعنی فاعل ہے جیسے رحیم بمعنی راحم۔ (تفسیر کبیر)

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ''وجیہ'' فرمایا ہے جیسا کہ سورۃ احزاب میں موسیٰ علیہ السلام کو ''وجیہ'' فرمایا اور وجیہ کے معنی صاحبِ جاہ کے۔ اور دجال کو بھی مسیح کہتے ہیں مگر اس معنی سے کہ وہ ممسوح العین ہے یعنی ایک آنکھ اس کی بیٹھی ہوئی ہے یا یہ کہ اس کی ناک نہیں ہے۔ پس وہ امسح الوجہ والانف۔ اور سوائے اس کے ہزاروں معجزات ان کے کتابوں میں مذکور ہیں اور پھر اس سے بڑھ کر کیا فخر ہوگا کہ جن کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ''کیسے ہلاک ہوگی وہ اُمت کہ جس کے اوّل میں میں ہوں اور آخر میں مسیح ہوں گے''۔ (قوت القلوب لابی طالب المکی) اور امام یافعی کی ''روض الریاحین'' میں ہے ''کس طرح خوف کروں میں اس اُمت پر کہ اوّل اس کے میں ہوں اور آخر اس کے عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے''۔۔۔ الخ۔

ھذا الکل من الکتاب المستطاب نزھۃ المجالس و منتخب النفائس للشیخ عبدالرحمن الصفوری رحمۃ اللہ علیہ۔

یہ تمام تفصیل نزہۃ المجالس و منتخب النفائس سے ماخوذ ہیں جو کہ شیخ عبدالرحمن صفوری کی تصانیف ہیں۔

خوشخبری اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کہ دونوں جلیل الشان پیغمبروں کے درمیان میں ہے اور دونوں کو برحق نبی مانتی ہے۔ سبحان اللہ باوجود اتنے بڑے مرتبہ کے پھر بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تابع اور پیروہی ہوں گے۔ وصلی اللہ علیہ وعلی سائر النبیین وآلھم واصحابھم اجمعین۔

علامات امام مہدی رضی اللہ عنہ

سب مسلمانوں کو واضح ہو کہ کاذب مکار مہدی بہت گزر چکے۔ ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ۸۲ یا ۸۳ شخصوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور بعض بعض کو لوگوں نے خوب مانا اور

لاکھوں خلقت تابع ہوگئی مگر آخر امر میں پردہ کھل گیا اور جب کہ سچا مہدی آئے گا تو روز بروز اسلام کا چرچا، کفر کی تباہی ہوتی جائے گی۔ جمیع روئے زمین کی بادشاہی کرے گا اور ہر کس و ناکس اس سے خبر دار ہو گا نہ ایسا کہ قادیانی غلام احمد مرزا چند روز کے بعد قبر میں چپ چاپ جا گھسا اور کوئی کام مہدی کا نہ کیا۔

پس فقیر کُتبِ اسلام سے ان کے اوصاف اور علامات ذکر کرتا ہے۔ امام مہدی صاحب خوبصورت جوان عمدہ بال والا، بال ان کے لٹکتے ہوں گے دونوں شانوں پر، قد ان کا میانہ ہو گا، ناک ان کی دراز اور بلند، کشادہ پیشانی، داہنے رخسارہ پر سیاہ خال ہو گا، ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مہدی کی پیشانی فراخ اور بینی بلند اور دراز ہوگی، پُر کر دے کا زمین کو عدل اور انصاف سے جیسا قبل اس سے ظلم کے ساتھ پر ہوگی۔ (ترمذی)

حضرت ابوعبداللہ نے روای کیا ہے اپنی کتاب میں علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع کر کے کہ اگر زمانہ کا ایک روز باقی رہے گا جب بھی امام مہدی میرے اہلِ بیت سے آئے گا اور زمین کو عدل سے ایسا پُر کرے گا جیسا کہ ظلم سے ہوگئی تھی۔ (ابو داوٗد)

سات برس تک بادشاہی کرے گا اور ''نظم الفرائد برشرح عقائد'' صفحہ ۲۵۴ میں ہے کہ بیس برس تک بادشاہی کرے گا۔

ابونعیم نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ ''جس وقت تم دیکھو کہ ملک خراسان سے کالے جھنڈے اور نشان ظاہر ہوئے ہیں تو تم آؤ ان نشانوں میں اگرچہ گھٹنوں کے زور پر۔ کیونکہ وہ نشان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی کے ہوں گے''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دیلمی نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ''امام مہدی میرے قبیلہ سے فاطمہ کی اولاد سے ہوگا''۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ''امام مہدی جس قریہ سے ظاہر ہوں گے اس کا نام کریمہ

ہے“۔(رواہ ابو نعیم)

اور امام مہدی رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہیں ہیں بلکہ اسی زمانہ میں پیدا ہوں گے۔شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ امام مہدی وہ ابو القاسم محمد حجۃ بن حسن عسکری ہے۔۲۵۵ میں پیدا ہوئے ہیں سر من رائی میں اور ان کے باپ کے دوسرا سوا ان کے بیٹا نہیں تھا۔جب ان کا باپ فوت ہوا تو عمر امام مہدی کی پانچ برس کی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہے جیسے کہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو۔اور وہ مدینہ میں دشمنوں کے خوف کے سبب سے پوشیدہ ہوگیا ہے۔اس فرقہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ شریعت کے نطقاء سات ہیں یعنی سات پیغمبر ہیں جو کہ ناطق بالشریعۃ ہیں۔آدم،نوح،ابراہیم، موسیٰ،عیسیٰ،محمد و محمد مہدی علیہم السلام اور ہر دو نطقاء کے درمیان میں سات امام ہوتے ہیں جو کہ شریعت کی ہر زمانہ میں تتمیم کرتے ہیں اور اس اعتقاد والے فرقے کو اسماعیلیہ اور سبعیہ اور قرامطہ کہتے ہیں۔۔الخ **(شرح المواقف ۷۵۴)**

اور غیبوبت دو قسم ہے ایک صغریٰ دوسری کبریٰ۔مگر یہ صاف غلط ہے کیونکہ علامہ سبکی نے جمہور شیعہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ حسن عسکری کا کوئی ولد نہیں رہا فقط تعصب کر کے اس کی اولاد ثابت کر رہے ہیں۔

حاصل یہ کہ شیعہ لوگوں کے بیس قول ہیں اس میں کہ بعد حسن عسکری کے کس کا انتظار ہے؟ اور کون کون امام ہے؟ اور شیعہ غیر امامیہ اس بات کے قائل ہیں کہ جس کو امامِ حجت کے لقب سے مشہور کیا ہوا ہے وہ مہدی نہیں سوائے مہدی کے کوئی اور ہے اور ہم اہل سنت والجماعۃ سے شیعہ لوگوں کا چند باتوں میں اختلاف ہے۔

اوّل یہ کہ: ہمارے نزدیک امام مہدی امام حسن کی اولاد سے ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہم کی اولاد سے کہنا بڑی واہیات روایت ہے۔

دوسرا یہ کہ: وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔

تیسرا یہ کہ: امام عسکری کے اولاد ہی نہ تھی کیونکہ ان کے بھائی جعفر نے ان کے ترکہ سے میراث لی ہے۔

واما نفس وجود الامام المهدی الخليفة الحق فمتفق عليه تواترت به الاخبار اخرجها احمد والخمسة والحاكم ونصير بن حماد وابو نعيم والرويانی والطبرانی وابن حبان وغيرهم عن جماعة من الصحابة بطرق كثيرة۔

ترجمہ: جہاں تک امام مہدی خلیفہ حق کا نفسِ وجود ہے وہ متفق علیہ بات ہے۔ اخبار اس بارے میں متواتر ہیں جن کو (پانچ کتب احادیث) احمد، حاکم، نصیر بن حماد، ابو نعیم، رویانی، طبرانی اور ابن حبان وغیرہ نے کثیر طرق سے صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے۔

امام الطبرانی اور رویانی وغیرہما نے کہا! کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مہدی میری اولاد سے ہو گا۔ اس کا منہ روشن ہو گا مثل ستارہ روشن کے۔ رنگ اس کا عربی ہو گا اور بدن اس کا اسرائیلی ہو گا۔ اس کی بادشاہی اور خلافت پر زمین اور آسمان اور ہوا کی چیزیں راضی ہوں گی۔

اور ابن عساکر نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب مقیم ہو گا لوگوں میں وہ شخص جس کا لقب قائم ہے (مہدی) آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کے لوگ سارے جمع کر دے گا۔ رفقاء ہوں گے اہلِ کوفہ سے اور ابدال لوگ اہلِ شام سے۔

قال الطبرانی مرفوعا قالوا لفاطمة نبينا خير الأنبياء وهو أبوك وشهيدنا خير الشهداء وهو عم أبيك حمزة ومنا من له جناحان يطير بهما فی الجنة حيث شاء وهو ابن عم أبيك جعفر ومنا سبطا هذه الأمة الحسن والحسين وهما ابناك ومنا المهدی وفی اخبار كثيرة متواترة المعنی۔ واما كونه من العباسيين او خبر لا مهدی الا عيسیٰ بن مريم فضعيف لا يسمع نظم الفرائد۔

طبرانی نے مرفوعاً کہا لوگوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا ہمارے نبی خیر الانبیاء ہیں

اور وہ آپ کے باپ ہیں۔ اور ہمارے شہید خیر شہداء ہیں جو کہ تمہارے باپ کے چچا یعنی حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں اور ہم میں سے ایک وہ ہیں جن کے دو پر ہیں جن کے ذریعے وہ جنت میں جہاں چاہیں وہاں اڑ کر پہنچ جائیں گے اور تیرے باپ کا چچازاد بھائی ہے یعنی حضرت جعفر اور ہم میں سے اس امت کے دو سبط (نواسے) حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما ہیں جو کہ آپ کے بیٹے ہیں اور ہم میں مہدی ہیں اور متواتر المعانی بہت سی اخبار میں ہے۔ اور عباسین میں سے آپ کا ہونا یا یہ خبر کہ عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں۔ یہ ضعیف ہے اسے نہیں سنا جائے گا۔

(نظم الفرائد)

بعض لوگ بے علم کہتے ہیں کہ امام مہدی کوئی نہیں بلکہ فقط عیسیٰ علیہ السلام ہی ہوں گے حدیث میں ہے "لا مھدی الا عیسیٰ" مگر اس کا جواب چند وجہ سے ہے:

اوّل تو یہ کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے۔

دوسرا یہ کہ محتمل التاویل ہے بلکہ بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً ماوّل ہے کیونکہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہم السلام کے اوصاف میں تغائر ظاہر ہے تو معنی حقیقی اس کا متعذر ہے یعنی نفی وجود امام مہدی رضی اللہ عنہ کی اور وقت تعذر معنی حقیقی کسی لفظ کے معنی مجازی لیے جاتے ہیں پس یہاں مجاز متعین ہوا اور وہ معنی ماوّل ہیں۔ پس بعض تاویل کرنے والوں نے مہدی کو معنی منسوب الی المھد پر محمول کیا ہے اور یہ حصر بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے ہے اور ابن جریج کی حدیث سے اب یہ معنی مخدوش نہ ہوں گے اور بعض علماء نے مہدی سے مہدی لغوی مراد لیا ہے چونکہ مطلق مہدی کا ذکر ہے لہٰذا اس سے فردِ کامل مراد ہوگا "لان المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل (اس لیے کہ جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے فردِ کامل مراد ہوتا ہے)" اور مہدی ہونے میں فردِ کامل نبی اور پیغمبر ہی ہوتا ہے لہٰذا معنی یہ ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے بعد پورا اور کامل مہدی اور ہدایت یافتہ نہ ہوگا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''لانبی بعدی'' اس عموم سے متوہم ہوتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اگرچہ انبیائے سابقین میں سے۔ پس حضور اس وہم کی نفی فرماتے ہیں کہ میرے بعد نبی جو نہ آئے گا تو مراد یہ ہے کہ اب جدید نبوت کسی کو نہ دی جائے گی نہ مستقلہ نہ تابعہ ہاں انبیاء سابقین میں سے ایک نبی ہماری شریعت کا تابع ہو کر آئے گا، وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آیت کریمہ یا احادیث متواترہ یا اجماع اُمت یا مسئلہ ضروریہ دینیہ کہ حضور ﷺ کا ختمِ نبوت ان چاروں وجوہ سے آفتاب کی طرح بلکہ اس سے ہزار ہا درجہ زائد واضح اور روشن ہے اس سے اس قدر ثابت ہے کہ اب کسی کو نبوت عطا کیے جانے کا دروازہ بند فرما دیا گیا۔ اصلاً مطلقاً ہرگز اب کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ کیسا ہی تابع و غیر مستقل ٹھہرایا جائے۔

ہم پوچھتے ہیں وہ نبی کہ شریعتِ جدید نہ رکھتا ہو شرائع میں دوسرے نبی کا تابع ہو، جیسے حضرات حاملانِ تورات تھے علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ نبی ہیں یا نہیں؟ اگر نبی نہیں تو ہمارا مطلب حاصل کہ اب کوئی نبی نہیں ہوسکتا نہ تابع، نہ مستقل۔ اور اب اسے نبی کہنا غیر نبی کو نبی کہنا اور اللہ عزوجل پر افترا ہوگا اور اگر نبی ہے تو قرآن مجید نے جملہ نبیین کا ہی خاتم فرمایا ہے استقلال کی قید نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ اجماع میں نہ ضروریاتِ دین میں تو جدید نبی تابع کا آنا ان سب کے خلاف ہوا۔

ہاں کسی سابق کا تشریف لانا وہ ختمِ نبوت کے منافی نہیں ہوسکتا کہ اس کو نبوت پہلے مل چکی نہ کہ جدید۔ اور ''فتاویٰ کاملیہ'' میں کہا ہے کہ اگرچہ حضرت محمد ﷺ کی اُمت میں سے ہوں گے مگر درجہ ان کا اول سے زیادہ ہوگا بوجہ زندہ کرنے کے دینِ محمدی ﷺ کو۔ کہ اس وقت دین میں بہت کمزوری اور ضعف ہوگا اور یا تو آسمان سے احکامِ شریعت کے سیکھ آئے گا یا یہاں آ کر قرآن شریف اور حدیث کو معائنہ کرے گا اور پوری مراد شریعت پر واقف ہو جائے گا اور حجاباتِ علمیہ دور ہو جائیں گے اور یا اپنے اجتہاد سے حکم کرے گا یا بواسطہ وحی کے، جو جو نبی ﷺ کی شریعت سے جانتے ہیں اس پر حکم کریں گے اور یا رسول ﷺ سے علمِ شریعت کا حاصل کریں گے اور یہ جو

بعض جاہلوں نے مشہور کیا ہے غلط ہے کہ حکم کریں گے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر، اور خواجہ خضر نے امام رحمۃ اللہ علیہ سے علم سیکھا ہے بارہ برس میں اور ان سے امام ابو القاسم قشیری نے سارے علوم تین برس میں جان کر بہت سی کتابیں تصنیف کر کے صندوق میں رکھ کر اپنے کسی مرید سے دریائے جیحون میں ڈلوادی ہیں۔ تاکہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو ان کتابوں کو نکال کر ان کے مسائل پر عمل کریں گے۔ پس یہ کلام بالکل باطل ہے اور بے اصل ہے اس کا نقل کرنا بھی درست نہیں سوائے ردّ کرنے کے۔ اوّل تو اس میں علامہ قہستانی صاحب جامع الرموز نے سخت غلطی کی اور بعد کے لوگ اس کی متابعت کرتے گئے۔ یہ کوئی ماننے کی بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر مجتہد غیر نبی کی تقلید کریں گے اور خواجہ خضر علیہ السلام جن کا مرتبہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے چند مرتبہ زیادہ ہے یقیناً اور وہ استاد موسیٰ علیہ السلام کے ہیں۔ انہوں نے کیسے بارہ برس امام رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا؟ اور پھر اسی علم کو خواجہ خضر علیہ السلام سے امام ابو القاسم نے تین برس میں حاصل کر لیا۔ پس شاگرد استاد سے زیادہ ذہین ہے اور اس بناء پر تو عیسیٰ علیہ السلام امام رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کے شاگرد ہوئے۔ بہت لوگوں نے اس بات کو سخت ردّ کیا ہے۔

فتاویٰ کاملیہ میں ہے:

سئلت عن السید عیسیٰ ابن مریم اذا نزل آخر الزمان هل یکون کواحد من هذه الامة واذا قلتم انه یکون کواحد من هذه الامة هل یتنزل عن مرتبة الرسالة

الجواب: ما فی حواشی شیخ مقدیش علی وسطی الشیخ السنوسی وهذا نصه قوله کواحد من امة یعنی یکون کواحد منهم فی المشی علی شریعة صلی اللہ علیہ وسلم۔ واما نزوله عن مرتبة الرسالة فلا بل یزیده الله تعالیٰ رفع درجات و علو مقامات حیث احیی الله تعالیٰ به هذا الدین و کاد یضمحل لما یقع فی هذا الدین من محو آثار الحق

وتفاقم الحن وزلازل الضلال فیکون عیسیٰ علیہ السلام حاکما بنصوص الکتاب والسنة ویکشف اللہ لہ الغطاء عن المراد من احکام کتاب اللہ وسنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبھذا تعلم بطلان ما تقولہ بعض الجھلة من الاحناف المتاخرین من ان عیسیٰ علیہ السلام اذا نزل یحکم بمذھب الامام الاعظم ابی حنیفة رحمۃ اللہ علیہ وقد ر ذلک القول محققوا المتاخرین من الحنیفة کالسید احمد الطحطاوی والسید محمد امین فی حواشیھما علی الدر المختار و شنعوا علی القائل بذلک۔اقول:قال الشامی علی قول الدر المختار فی مدح الامام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ وقد جعل اللہ الحکم لاصحاب الامام الاعظم واتباعہ من زمنہ الی ھذہ الایام الی ان یحکم بمذھبہ عیسیٰ علیہ السلام تبع فیہ القھستانی۔ لکن لا دلیل فی ذلک علی ان نبی اللہ عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰة والسلام یحکم بمذھب ابی حنیفة رحمۃ اللہ علیہ وان کان العلماء موجودین فی زمنہ فلا بدلہ من دلیل ولھذا قال الحافظ السیوطی فی رسالہ سماھا الاعلام ماحاصلہ ان مایقال انہ یحکم بمذھب من المذاھب الاربعة باطل لا اصل لہ و کیف یظن بنبی انہ یقلد مجتھدا مع ان المجتھد من آحاد ھذہ الامة لا یجوز لہ التقلید وانما الحکم بالاجتھاد او بما کان یعلمہ قبل من شریعتنا بالوحی او بما تعلمہ منھا ۔وھو فی السماء او انہ ینظر فی القرآن۔ فیفھم منہ کما کان یفھم نبینا علیہ السلام الخ۔واقتصر السبکی علی الاخیر۔

وذکر ملا علی القاری ان الحافظ ابن حجر العسقلانی سئل ھل ینزل عیسیٰ علیہ السلام حافظاً للقرآن والسنة۔ او یتلقاھاعن علماء ذلک الزمان فاجاب لم ینقل فی ذلک شئی صریح۔والذی یلیق بمقامہ علیہ السلام انہ یتلقی ذلک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیحکم فی اُمتہ کما تلقاہ منہ لانہ فی الحقیقة خلیفة عنہ۔وما یقال ان الامام المھدی یقلد ابا حنیفة ردہ ملا علی القاری فی رسالة المشرب الوردی

فی مذهب المهدی و قرر فیها انه مجتهد مطلق ورد فیها ما وضعه بعض الکذابین من قصة طویلة حاصلها ان خضر علیہ السلام تعلم من ابی حنیفة الاحکام الشرعیة ثم علمها للامام ابی القاسم القشیری وان القشیری صنف فیها کتبا وضعها فی صندوق وامر بعض مریدیه بالقائه فی جیحون ،وان عیسیٰ علیہ السلام بعد نزوله یخرجه من جیحون۔ ویحکم بما فیه۔ وهذا کلام باطل لا اصل له،ولا یجوز حکایته الالرده کما اوضحه الطحطاوی واطال رده وابطاله فراجعه...الخ

(شامی جلد اول)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے متعلق مجھ سے پوچھا گیا کہ جب وہ آخر الزمان میں اتریں گے کیا وہ اس امت میں سے ایک فرد کی طرح ہوں گے اور جب تم کہو کہ ہاں وہ اس امت میں سے ایک فرد کی طرح ہوں گے تو کیا وہ مرتبہ رسالت سے نیچے اتر آئیں گے۔

جواب: وسطی الشیخ السنوسی کے اور شیخ مقدیش کے حواشی میں ہے اور یہ اس کی نص ہے یہ کہنا کہ اس امت سے ایک کی طرح ہوں گے۔اس کا معنی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر چلنے میں اُن میں سے ایک کی طرح ہوں گے،مگر مرتبہ رسالت سے آپ کا نزول یعنی نیچے اترنا نہیں ہو گا۔بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کی رفعت اور مقامات کی بلندی کو اور بڑھائے گا۔اس طرح کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اس دین کو زندہ کر دے گا۔حالانکہ اس دین میں حق کے آثار کے مٹنے،اغلاط کے کثیر ہونے اور گمراہی کے زلزلوں کے واقع ہونے سے یہ نیست و نابود ہونے کے قریب تھا۔پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کتاب وسنت کی نصوص کے مطابق حاکم ہوں گے،اور اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی مراد سے پردہ ہٹائے گا (حجابات کو دور کرے گا) اور اس سے بعض جاہل متاخرین احناف کے قول کا بطلان واضح ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق فیصلہ کریں گے۔اور متاخرین احناف کے محققین میں سے سید احمد طحطاوی اور سید محمد امین

نے درمختار پر اپنے حواشی میں اس کا رڈ کیا ہے۔ اور اس بات کے کہنے والوں کو بہت برا کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی مدح میں دُرِمختار کے اس قول پر کہ اللہ تعالی نے امام اعظم کے زمانے سے لے کر اس زمانے تک امام اعظم کے اصحاب اور اتباع کے حکم (فیصلے کا مختار) بنایا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی آپ کے مذہب کے مطابق حکم کریں گے۔ شامی نے (اس قول پر) فرمایا ہے کہ صاحب درمختار نے اس بات میں قہستانی (صاحب جامع الرموز) کی اتباع کی ہے لیکن اس میں کوئی دلیل نہیں اس بات پر کہ اللہ کے نبی عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مذہب کے مطابق حکم کریں گے اور اگر چہ علماء آپ کے زمانے میں موجود ہوں تو پھر بھی اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہوگی۔ حافظ (جلال الدین) سیوطی نے اپنے رسالے الاعلام میں فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام چار مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کے مطابق فیصلہ کریں گے یہ کہنا باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور ایک نبی کے متعلق کیسے یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ ایک مجتہد کی تقلید کرے گا۔ حالانکہ مجتہد جو اس اُمت کے افراد میں سے ایک فرد ہے اس کے لیے تقلید (کسی کی) جائز نہیں۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام صرف اپنے اجتہاد پر فیصلہ کریں گے یا ہماری شریعت میں سے پہلے وحی کے ذریعے جو کچھ آپ جانتے ہیں یا جو کچھ اس میں سے سیکھ لیں گے۔ جب کہ وہ آسمان میں تھے یا وہ قرآن میں دیکھیں گے وہ اس سے سمجھ لیں گے جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ جانتے تھے۔۔۔ الخ اور سبکی آخیر پر اقتصار کیا ہے۔

اور ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت عیسٰی علیہ السلام قرآن وسنت کے حافظ بن کر اتریں گے یا اس زمانے کے علماء سے ان دونوں کو حاصل کریں گے تو آپ نے جواب دیا کہ اس بارے میں کوئی صریح چیز منقول نہیں۔ اور آپ علیہ السلام کے مقام کے لائق یہ ہے کہ آپ اس (قرآن وسنت) کو رسول اللہ ﷺ سے حاصل

کریں گے اور آپ کی امت میں اس پر حکم کریں گے جیسا کہ آپ نے حضور ﷺ سے اس کو حاصل کیا۔اس لیے کہ آپ علیہ السلام حقیقت میں حضور ﷺ کے خلیفہ ہیں۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ امام مہدی ابوحنیفہ کی تقلید کریں گے اس کو ملا علی قاری نے اپنے رسالے "المشرب الوردی فی مذہب المہدی" میں رد کیا ہے۔اور اس میں قرار دیا ہے کہ آپ مجتہد مطلق ہے۔اور بعض کذابین (جھوٹوں) نے اس بارے میں جو لمبا قصہ وضع کیا ہے (گھڑا ہے) اس رسالے میں اس کا رد کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے احکامِ شرعیہ ابوحنیفہ سے سیکھے پھر امام ابو القاسم القشیری نے وہ احکام سکھائے اور قشیری نے ان کے متعلق بہت سی کتب لکھیں ان کو صندوق میں ڈالا اور اپنے مریدین میں سے کسی کو انہیں دریائے جیحون میں ڈالنے کا حکم دیا۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) نازل ہونے کے بعد ان کتب کو جیحون دریاء سے نکال کر ان کے مسائل پر عمل کریں گے اور یہ باطل اور بے اصل کلام ہے اور اس کی حکایت (نقل) کرنا جائز نہیں مگر صرف ردّ کرنے کے لئے جیسا کہ طحطاوی نے اس کو واضح کیا ہے اور اس کا خوب رد و ابطال کیا ہے پس ادھر رجوع کر۔

چونکہ مستقل نبی میں ہادی ہونے کی شان غالب ہے اور تابع نبی میں مہدی ہونے کی شان غالب ہے۔حتیٰ کہ اس کا ہادی ہونا خود ناشی ہوگا مہدی ہونے کی شان سے اسی واسطے بعنوان مہدی تعبیر فرمایا پس معنی یہ ہوئے کہ میرے بعد میرے تابع ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔تیسری تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ ایسی ترکیب دو چیزوں کے کمالِ اتحاد پر مشعر ہوتی ہے۔گویا معنی یہ ہوئے کہ مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہیں۔پس مہدی موضوع اور عیسیٰ علیہ السلام۔۔محمول ٹھہرا اور موضوع و محمول میں اتحاد کا حکم کبھی باعتبار حقیقت کے ہوتا ہے اور کبھی باعتبار مجاز کے مثلاً دو چیزوں کا زمانہ آپس میں بہت متقارب ہو اور ایک چیز کے واقع ہونے سے دوسری چیز کا واقع ہونا سمجھا جاتا ہو تو اس لحاظ سے ان دونوں کو موضوع و محمول بنا کر حکم اتحاد کا

کیا جاتا ہے۔ اس کے نظائر کتب عربیہ میں بکثرت موجود ہیں اور خود حضرت معاذ بن جبل کی حدیث میں موجود ہیں۔ جو ابوداؤد وغیرہ میں وارد ہیں۔

عن معاذ بن جبل قال: قال رسول اللہ ﷺ عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمة وخروج الملحمة فتح قسطنطينية وفتح القسطنطينية خروج الدجال " ثم ضرب بیدہ علی فخذ الذی حدثه أو منکبه ثم قال إن هذا لحق كما أنك ها هنا أو كما أنك قاعد یعنی معاذ بن جبل ۔۔۔ الخ

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔ بیت المقدس کا آباد ہونا یثرب کی خرابی (اُجڑنا) ہے اور یثرب کا اجڑنا گھمسان کی جنگ کا خروج (ظہور) ہے اور ملحمہ کا خروج (نکلنا، ظاہر ہونا) قسطنطنیہ کی فتح ہے اور قسطنطنیہ کی فتح دجال کے خروج کی نشانی ہے۔

پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس آدمی کی ران یا کندھے پر مارا جس کو حدیث بتائی۔ پھر کہا کہ یہ حق ہے جیسا کہ تو یہاں ہے یا جیسا کہ تو یہاں بیٹھا ہوا ہے یعنی معاذ بن جبل۔

غور کرو کہ اس حدیث میں اسی صورت کے چار قضایا ایسے ہیں کہ جن میں ثبوت المحمول للموضوع اسی معنی سے ہے۔

فتح الودود حاشیہ ابوداؤد میں ہے اس حدیث کے متعلق:

والمعنی ان کل واحد من هذا الامور امارة لوقوع ما بعده وان وقع هناك مهلة۔

پس ما نحن فیہ کا مطلب یہ ہوا کہ امام مہدی کے آتے ہوئے تھوڑا زمانہ گزرے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں گے۔

ایضاح امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کی خبر پر اجماع جمہور ہے اور خلاف جمہور کے نہایت

اشد اور اندر اور اقل ہیں اور پُر ظاہر کہ غیر جمہور کا قول بمقابلہ جمہور کے قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابتداء سے لے کر آج تک برابر بڑے بڑے علمائے متقدمین و آئمہ معتبرین فقہاء و محدثین و مفسرین اسی پر متحد ہیں اور کسی نے مخالفت نہ کی۔ ابو ہریرہ و انس سعید الخدری و ثوبان وام سلمہ وام حبیبہ و ابن عباس و ابن مسعود و ابن عمر و حضرت طلحہ امام بزار و ابن ماجہ والحاکم و ابویعلی الموصلی و طبرانی نے بطریق مختلفہ نقل کیا۔

سوال: صحیح مسلم، صحیح بخاری میں امام مہدی کے ظہور کی حدیث نہیں۔ پس یہ نہ ہونا صحیحین میں موجب ضعف ہے اور قادح اجماع ہے۔

جواب: بخاری اور مسلم میں مذکور نہ ہونا اس خبر کا اجماع کو مضر نہیں ہے۔ دو وجہ سے اوّل تو یہ کہ ہم نہیں مانتے کہ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ خبر مذکور نہیں بلکہ مسلم میں یہ خبر موجود ہے اگر چہ مبہم طور پر سہی۔

ونصه فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا ۔۔۔الخ

مگر مبہم کو جب کہ مفسر پر محمول کیا جاتا ہے تو وہ اُس کا عین ہو جاتا ہے۔ پس صحیحین خبر مہدی سے خالی نہ رہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ کسی امر کے اجماع کے لیے ہر ایک کا قول جدا جدا نقل ہونا شرط نہیں۔ بلکہ کسی قول کا مشہور ہو جانا اور اس میں کسی کا انکار منقول نہ ہونا اس کے مجمع علیہ کے لیے کافی ہے۔ جیسا کہ محدثین اور اُصولیین نے اس پر تصریح کر دی ہے پس جب تک کہ امام مسلم اور امام بخاری سے اس خبر مہدی کا انکار نقل نہ ہوا اجماع میں کوئی خرابی نہیں آتی علاوہ یہ کہ خبر امام بخاری اور امام مسلم سے پیشتر متقدمین میں مشہور بلکہ اشہر تھی اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ پس اجماع منعقد ہو گیا اور یہ مسئلہ کتب فقہ شامی، بحر حموی و علم اصول میں مبرہن ہے کہ ”خلاف متاخر رافع اجماع متقدم کا نہیں ہوتا“۔

ایضاً اگر چہ اہلِ اصول علمِ حدیث نے حدیثِ متواتر کے متعین ہونے میں کلام کیا

ہے۔بعض نے تین حدیثیں صرف اتنی لاکھوں احادیث سے معین کیں اور بعض علماء نے چار، وعلی ہذا مگر کتب احادیث کو پورے طور پر معائنہ کیا جائے اور بتامل تلاش کی جائے اور احادیث کے طرق اور اسانید مختلفہ متعددہ کو دیکھا جائے تو بہت احادیث ایسی نظر آئیں گی جو متواتر ہوں گی۔ کما حقق به المحققون و صرحوا به۔پس اگر اسی خبر مہدی علیہ السلام کو دیکھا جائے کہ اس کی طرق مختلفہ اور اسانید متکثرہ اور رواۃ متوفرہ ہیں تو بے شک متواتر کی مصداق ہے اور کسی حدیث کے متواتر ہونے میں یہ بھی شرط نہیں کہ سارے راوی اس کے عادل ہی ہوں۔ کما هو مسلم عند القوم۔پس اگرچہ بعض راویوں کی وجہ سے بعض طریقوں میں ضعف معلوم ہوتا ہے مگر یہ ضعف اختلافی ہے اور محدثین نے تصریح کردی ہے اتفاقی ضعف بھی کثرت طرق سے محصر ہو جاتا ہے۔پس ضعف مختلف فیہ کا انجبار بطریق اولی ہوگا بالخصوص ایسی کثرت کہ حد تواتر تک ہو۔

سوال: امام مہدی کی خبر میں جو راوی ہیں ان میں سے بعض راویوں کو بعض نقادِ حدیث نے ضعیف و مجروح کہا ہے۔

جواب: اگرچہ بعض علماء سے ان کی تضعیف نقل ہے مگر دوسرے آئمہ نے ان کی توثیق بھی کر دی۔پس یہ جرح ضعیف مختلف فیہ ہوئی۔اور حالانکہ متواتر میں رواۃ کا ثقہ و عادل ہونا بھی شرط نہیں، اگرچہ یہ جرح قوی ہو۔پس جس جگہ میں کہ جرح قوی بھی مضر نہ ہو وہاں پر جرح ضعیف مختلف فیہ کیا ضرر دے گی؟

سوال: کیوں ضرر نہ دے گی حالانکہ جرح مقدم ہے تعدیل پر؟ پس موثقین کی توثیق اور تعدیل کا کوئی اعتبار نہ رہا۔

جواب: جرح کا مقدم ہونا تعدیل پر یہ قاعدہ خود ظنی ہے۔

دوسرا یہ کہ اس میں کلام طویل ہے۔

تیسرا یہ کہ مسلمان میں اصل عدالت ہے اور یقینی امر ہے اور جبکہ اختلاف ہو کسی شخص میں کہ عادل

ہے یا غیر عادل تو بقاعدہ الیقین لا یزول بالشک تعدیل کو مقدم کرنا مسوغ ہے۔

دوسرا جواب: یہ کہ خبر مہدی میں جو کہ بعض راویوں پر جرح کی گئی ہے وہ جرح مضر نہیں کیونکہ اس جرح کا انجبار ہو چکا ہے تواتر اور اجماع سے۔

سوال: امام مہدی کی ایک حدیث میں ایک راوی سلیمان بن عبید بھی ہے اور اس سے صحاح ستہ میں کسی نے روایت نہیں کی۔

جواب: یہ استخراج نہ کرنا علتِ قادحہ نہیں ہے کیونکہ کسی راوی کے مجروح ہونے کی علت کسی نے آج تک یہ نہیں بیان کی کہ اس کی حدیث فلاں محدث نے نہیں لی۔ بلکہ سلیمان بن عبید ثقہ ہے، اس کو ذکر کیا ہے ابن حبان نے ثقات میں اور کہیں مذکور نہیں کہ اس میں کسی ثقہ نے کلام کیا ہو۔

سوال: بعض اخبارِ مہدی میں عمار ذہبی ہے اور اس میں تشیع کا شبہ ہے۔

جواب: یہ امام مسلم کا راوی ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ امام مسلم کی روایات صحیح ہیں اور امام مسلم اعلیٰ درجہ کے منقدین علمِ حدیث کے مجروح لوگوں سے روایت نہیں کرتے۔ پس جب کہ امام مسلم نے عمار ذہبی سے روایت کی تو معلوم ہوا کہ وہ اس کی جرح کو صحتِ حدیث کا قادح نہیں سمجھے تھے۔ ایسے لوگ جب کسی سے حدیث نقل کرتے ہیں تو اس کے صدق اور حفظ پر پورا اطمینان کر کے نقل کرتے ہیں او بڑا مدار اس باب میں صدق اور حفظ ہی پر ہے۔ پس عمار ذہبی کے سبب سے صحتِ حدیث میں کوئی قدح نہ ہوا۔ بشر بن مروان نے فقط تشیع کا قول اس میں کیا ہے ورنہ احمد اور ابن معین اور ابو حاتم اور نسائی نے اس کو ثقہ کہا ہے اور امام حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ مطین نے کہا ہے کہ ۱۳۳ میں فوت ہوا ہے۔ یہ عمار بن معاویہ ذہبی ہے اور اس کو ابن ابی معاویہ اور ابن صالح بھی کہتے ہیں اور اس سے بڑے بڑے زبردست فاضلوں نے روایت کیا ہے۔ **(تہذیب التہذیب صفحہ ۳۰۶)**

سوال: امام مہدی کے بارے میں امام طبرانی نے حدیث نقل کی اور آخر اس کے کہا ہے!

رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ جَمَاعَةٌ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ، فَلَمْ يُدْخِلْ أَحَدٌ مِمَّنْ رَوَاهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَبِي سَعِيدٍ أَحَدًا إِلَّا أَبُو وَاصِلٍ ۔ **(معجم الاوسط: ج ۱، رقم ۱۰۷۵، ص ۵۷۳، طبع پروگریسو بکس لاہور)**

ترجمہ: یہ حدیث ابو صدیق سے ایک جماعت نے روایت کی ہے اور ان کے درمیان اور ابو سعید کے درمیان صرف ابو واصل کے سوا کوئی نہیں۔

اور ابن خلدون مورخ نے اپنے مقدمہ میں امام ذہبی ناقدِ حدیث سے نقل کیا ہے کہ حسن بن یزید مجہول ہے پس اس سبب سے اس حدیث میں ضعف ہوا۔

جواب: یہ جرح مبہم ہے اور جرح مبہم پر تعدیل مقدم ہے اور وہ تعدیل اس جرح کے متصل ہے۔ خود مورخ مذکور کے کلام میں مذکور ہے!

لکن ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔

جیسے کہ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث "تمر بالرطب" میں فرمایا تھا کہ زید بن عیاش مجہول ہے تو تمام محدثین اور نقادِ حدیث نے جواب میں کہا کہ!

زید بن عیاش کذا و کذا فان لم یعرفه ابو حنیفة فقد عرفه غیرہ۔

اور ابو الواصل سے اگرچہ صحاح ستہ میں روایت نہ ہونا اسی مقدمہ میں مذکور ہے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو یہ وجہ جرح نہیں ہوسکتا۔ دوسرا یہ کہ وہ ثقات میں سے ہے جیسے کہ خود مورخ نے کہا ہے!

وذکرہ ابن حبان فی الثقات فی الطبقة الثانیة۔

ثم اقول: بڑے بڑے محققین علماء اور مدققین فضلاء نے ثابت کیا ہے کہ کوئی شخص مجتہد اگر کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ اس حدیث کی صحت کا حکم ہے۔ کما قال الشامی فی غیر

موضع، اور اگر مجتہد کسی بات کا امر کرے یا نفس اخبار کسی شے سے دے تو وہ بھی مانی جاتی ہے چہ جائے کہ حدیث سے سند پکڑنا۔ وجہ یہ ہے کہ مجتہد کا امر اور اخبار شارع کے امر اور اخبار سے ناشی ہوتا ہے۔

شامی ج ۱ صفحہ ۳۷۶، فصل ویجھر الامام میں ہے:

ولا یخفی ان امر المجتھد ناشی عن امر الشارع فکذا اخبارہ۔۔۔الخ

ترجمہ: اور پوشیدہ نہیں کے مجتہد کا امر شارع کے امر سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح اس کا خبر دینا بھی امر شارع سے ہوتا ہے۔

اور آخر زمانہ میں اگر کسی وجہ سے اس حدیث میں ضعف لاحق ہوگیا ہو تو وہ ضعف استدلال متقدم کو مضر نہیں ہے۔ پس جب کہ متقدمین نے ان رواۃ مجروحین سے اس حدیث کو نقل کیا اور اس کے مضمون کے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کا آنا فلاں فلاں صفت کے ساتھ ہے، معتقد ہے تو انہوں نے حدیث الباب کی صحت کا حکم کر دیا اور ضعف سند میں بعد اس کے عارض ہوا اور یہ ضعف احتجاج متقدم کو مضر نہیں ہوسکتا۔ اب علمائے متاخرین کے لیے اس حدیث کا قابلِ استدلال ہونا وہ اس اس طور پر ہے کہ متقدمین کا اس حدیث کو بنا بر قاعدہ صحیح کہہ دیا اور اس تصحیح کی ان کی طرف نسبت متواتر ہونا مثل تعلیقات امام بخاری کے حجت ہوگیا کہ بخاری بعض احادیث کو بلا سند ذکر کرتے ہیں، مگر بوجہ اس کے کہ انھوں نے التزامِ صحت کا کرلیا ہے۔ لہٰذا لوگ ان کی سند نہیں ڈھونڈتے اور بخاری کی اس تصحیح ضمنی پر اکتفا کرتے ہیں۔ فکذا فیما نحن فیہ۔

دوسرا یہ کہ متاخرین کو متقدمین کی اتباع ضروری و واجب ہے کیونکہ ہر دور والوں پر اپنے ماقبل کا اتباع ضروری ہے ابلاغِ احکام و تفصیلِ اجمال میں اور ہر دور کے علماء کے کلام میں جو جو اجمال ہو گا ان کے بعد والے اس اجمال کی تفصیل اور اس مبہم کی تفسیر کر دیں گے۔ پس لوگوں کو ان کی تفصیل اور تفسیر پر عمل کرنا ہو گا جیسا کہ اس مطلب کو کتاب ''انوارِ ساطعہ'' میں

معتبر کتابوں کے حوالے دے کر واضح طور پر مع عبارات کے لکھا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام مہدی ہم اہلِ بیت سے ہوں گے یا غیر کسی سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہم سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس دین کو ختم کر دے گا۔(رواہ الطبرانی)

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی دیگر نشانیاں

ورواہ ابونعیم فی الحلیۃ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے کہ

☐ مہدی رضی اللہ عنہ جب ظاہر ہوں گے ان کے سر پر دستار ہوگی

☐ اور ان کے ساتھ منادی ہوگا اور یہ آواز دے گا کہ یہ مہدی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ان کی تابعداری کرو اور یہ منادی فرشتہ ہوگا۔

☐ خطیب ابونعیم اور طبرانی نے روایت کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اس کی پشت سے ایسا جوان پیدا ہوگا جو زمین کو عدل اور انصاف سے پُر کر دے گا۔پس جب تم اس کو دیکھو تابعداری کرو۔اور تحقیق یہ کہ وہ مشرق سے آئے گا اور یہی مہدی ہوگا۔(رواہ الطبرانی)

☐ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس وقت تم دیکھو کہ سیاہ نشان خراسان کے ملک سے ظاہر ہوئے ہیں تو تم بھی ان لوگوں میں آملو۔اگر چہ تم کو برف پر چلنا پڑے ہاتھ اور شکم سے کیونکہ ان نشانوں میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔روایت کیا ہے اس کو ابونعیم اور حاکم اور امام احمد اور نسیم بن داؤد نے اور جب امام مہدی کی شہرت ہوگی اس وقت سفیانی کافر بہت لشکر جمع کر کے ان کے مقابلے کے لیے لائے گا اور لشکر اس کا خشک زمین میں دھنس جائے گا اور یہ خوشخبری امام صاحب کو پہنچے گی

☐ ماہِ شعبان کے نصف میں سورج سیاہ ہو جائے گا اور آخر مہینہ میں چاند سیاہ ہو جائے گا۔برخلاف اپنی عادت کے اور حالانکہ نجومیوں کا حساب یہ ہے کہ چاند سیاہ نہیں ہوتا۔مگر تیرھویں یا چودھویں میں وقتِ تقابل نیرین کے ہیئتِ مخصوصہ پر اور سورج سیاہ نہیں ہوتا مگر مہینہ کی ۲۷ یا ۲۸ یا ۲۹

تاریخ میں، یمانی کا خروج اور مغربی کا ظہور مصر میں، مشرق سے ایسا ستارہ نکلے گا جس کی روشنی چاند کی طرح ہو گی اور دوہرا ہو جائے گا ایسے کہ دونوں طرفیں اس کی قریب ملنے کی ہو جائیں گی۔ آسمان میں سرخی ظاہر ہو کر دیر تک رہے گی آسمان کے اطراف میں

□ اور پورب سے ایک آگ ظاہر ہو گی لمبی اور باقی رہے گی درمیان زمین اور آسمان کے۔

□ تین روز یا سات روز تک عرب کے لوگ خروج کریں گے عجم کی بادشاہی سے، اور مالک ہو جائیں گے عرب کے لوگ ان شہروں کے

□ قتل کرنا اہلِ مصر کا اپنے امیر کو

□ قیس اور عرب کے نشان چلیں گے بطرف مصر کے

□ اور ساٹھ کذاب نکلیں گے جو پیغمبری کا دعویٰ کریں گے۔

□ اور ذریع کی موت ملک شام کے دیہات میں سے قریہ جابیہ کا خشک زمین میں غرق ہو جانا۔

روایت کیا ابونصر نے ابوعبداللہ سے کہ

□ خارج ہوگا امام مہدی طاق برسوں پر مثلاً پہلا، تیسرا، پانچواں، ساتواں، نواں۔ شاید کہ صدی کے طاق برس مراد ہیں اور رمضان کی تئیسویں رات میں ندا کرے گا ساتھ اسم قائم کے اور محرم کی دسویں تاریخ عاشورا کے روز مکہ شریف میں خانہ کعبہ میں درمیان رکن اور مقام ابراہیم کے کھڑا ہو گا اور ندا کرے گا ایک شخص کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرو اس وقت زمین کی رگیں کھینچی جائیں گی اور زمین تنگ ہو کر لپٹ جائے گی۔ پر ہر ملک سے مددگار مسلمان آ کر اقرار کریں گے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، اور مکہ سے کوفہ تک آئیں گے، اور وہاں سے لشکر کو تقسیم کر کے ملکوں کی طرف روانہ کر دے گا، اور کوفہ کی مسجدوں کو کشادہ کرے گا، اور دور کرے گا ہر گناہ کو اور ہر بدعت کو، اور قائم کرے گا سنت کو، اور فتح کرے گا قسطنطنیہ کو، اور چین اور پہاڑوں کو، اور ویلم کو۔

اور نیز اسی ابونصر نے ابوعبداللہ سے روایت کیا کہ!

مہدی رضی اللہ عنہ قیام کرے گا سات برس اور جب خارج ہو گا اس وقت خانہ کعبہ کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھے گا اور جمع ہوں گے اس وقت ان کے پاس تین سو تیرہ آدمی ان کے تابع اور اوّل کلام ان کا یہ آیت ہو گی" بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ "یعنی میں خلیفہ پروردگار اور حجت اس کی ہوں اور بہتر ہوں تمہارے لیے اگر تم لوگ ایماندار ہو۔ اور جو کوئی امام مہدی رضی اللہ عنہ کو سلام دے گا تو اس طور پر کہے گا السلام علیکم بقیۃ اللہ فی الارض جب کہ وہاں ہزار مسلمان جمع ہوں گے اس وقت کوئی یہودی اور نصرانی سوائے ایمان کے باقی نہ رہے گا اور اس کو سچا جانے گا۔ (لعرائس الواضحہ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ!

زوراء میں ایک واقعہ ہو گا لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوراء کیا ہے؟ فرمایا کہ پورب کے ملک میں دریاؤں کے درمیان میں ایک شہر ہے کہ اس میں بڑے شریر اور سرکش لوگ میری اُمت کے ہوں گے۔ ان کو اللہ تعالیٰ چار بلا میں مبتلا کرے گا۔

"تلواریں اور خشک غرق ہو جانا زمین میں اور پتھر پڑنا ان پر اور صورت ان کی بدل جانا"۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس وقت خارج ہوں گے سودان اور تلاش کریں گے عرب کو اور وہ ظاہر ہوں گے، پس ناگاہ ایک بادشاہ ظاہر ہو گا تین سو ساٹھ سواروں میں اور دمشق کو آئے گا۔ پس قبل گزرنے ایک ماہ کے قبیلہ بنی کلب کے تیس ہزار آدمی ان کے تابع ہو جائیں گے اور بعد اس کے روانہ کریں گے لشکر کو طرف عراق کے اور قتل کریں گے زوراء میں ایک لاکھ آدمی کو اور ان کو خارج کر دیں گے اور کوفہ کے قیدی لوگ ان کے ہاتھ سے نجات پائیں گے اور خارج ہو گا ایک اور بادشاہ سفیانی لشکر لے کر بسوئے مدینہ منورہ کے پس غرق کر دے گا زمین میں ان کو اللہ تعالیٰ فقط دو آدمی غرق ہونے سے باقی رہیں گے جو کہ سفیانی کو ایک ان میں سے جا کر اس بات کی خبر دے گا اور دوسرا امام مہدی کو۔ اور قریش کے لوگ بھاگ کر قسطنطنیہ کو چلے جائیں گے اور سفیانی

روم کے سردار کو لکھے گا کہ یہ لوگ میری طرف روانہ کر دو، پس وہ سردار روم کا ان کو سفیانی کی طرف روانہ کر دے گا اور زیادہ اجتماع کریں گے یہ لوگ دروازہ دمشق پر۔

کہا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ اس وقت آسمان سے آواز آئے گی کہ اے لوگو ظالموں اور منافقوں کا ظلم تم سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہے اور تمہارا مددگار ایسے شخص کو کیا ہے جو کہ اس وقت اُمتِ محمدی میں سے بہتر ہے جاؤ مکہ میں اور اس سے مل جاؤ کہ وہ مہدی ہے اور نام اس کا احمد بن عبد اللہ ہے۔

حذیفہ نے کہا کہ عمران بیٹا حصین کا کھڑا ہو کر کہنے لگا! کہ ہم کس طور پر اس کو شناخت کریں گے؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ''وہ ایک مرد ہے میری اولاد میں سے۔ بنی اسرائیل کے لوگوں سے مشابہ ہے۔ اس پر دو چادریں صوف کی ہوں گی۔ منہ اس کا ستارہ کی طرح چمکتا ہوگا۔ **اس کے منہ پر دائیں رخسار پر کالا تل ہوگا** اور اس کی چالیس برس کی عمر ہوگی۔

شام کے ملک سے ابدال اور مصر سے نجباء وغیرہ اس قسم کی بزرگی اور غوثیت کے مرتبے والے لوگ اور مشرق وغیرہ ملکوں سے لوگ اس کے پاس آ کر بیعت کریں گے۔ مکہ شریف میں درمیان رکن اور مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے بعد شام کی طرف جائے گا اور حضرت خواجہ خضر علیہ السلام ان کے لشکر کے سپہ سالار ہوں گے اور میکائیل علیہ السلام اس لشکر کے ساقی ہوں گے۔ پس خوش ہوں گے اس سے اہلِ آسمان و زمین اور پرندے اور جنگلی وحشی جانور اور دریا میں مچھلیاں۔ اور ان کی حکومت میں پانی بہت ہوگا اور زمین سے خزانے خارج کرے گا بعدہ ملک شام میں جا کر سفیان کافر کو ذبح کرے گا اس درخت کے نیچے جس کی شاخیں بحیرہ طبریہ کی طرف کو ہیں اور قتل کرے گا قبیلہ کلب کو۔۔۔الخ

اور روایت کیا ابو نعیم نے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو امام مہدی رضی اللہ عنہ لوگوں کے سردار کہیں گے کہ آیئے اور امامت کیجئے، تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ خبردار ہو

جاؤ کہ تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے سردار ہو، اس اُمت کی کرامت کے سبب سے۔ یعنی تمہارے اوپر دوسرا آدمی سرداری اور پیشوائی نہیں کرسکتا۔ ابوعمرو الدارانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ میری اُمت سے ایک قوم حق پر اس قدر لڑتی رہے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام اُتریں گے وقت طلوعِ فجر کے بیت المقدس میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پاس۔ پس اس سے کہا جائے گا کہ اے نبی اللہ کے آگے ہو کر نماز پڑھایئے۔ پس فرمائیں گے کہ اس اُمت کے بعض لوگ امیر ہیں بعض کے اوپر۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کی ایک علامت یہ ہے کہ منا بازار کے حاجی لوگ سخت لوٹے جائیں گے اور قبائل جنگ آپس میں زور سے ہوگا اور اس قدر خون جاری ہوگا کہ جمرات پر پڑے گا۔ پس امام مہدی رضی اللہ عنہ کو لوگ خلیفۂ وقت اور بادشاہ بنائیں گے درمیان رکن اور مقامِ ابراہیم کے اور وہ انکار کریں گے یہاں تک کہ ایک منادی غیب سے ندا کرے گا کہ یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی اتباع کرو اس وقت آپ بیعت لیں گے اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز خطبہ پڑھ کر ذکر دجال کا کیا اور فرمایا کہ مدینہ سے شر اور پلیدی اس طور پر نکالی جائے گی جیسے کہ لوہار کی بھٹی میں لوہے کا میل دور کیا جاتا ہے اور اس روز کو ''روزِ اخلاص'' کہا جائے گا۔ اُمِ شریک نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس روز عرب لوگ کہاں ہوں گے فرمایا کہ وہ تھوڑے ہوں گے اور اکثریت بیت المقدس میں جارہیں گے اور ان کا امام اور بادشاہ ایک مردِ صالح ہوگا جو مہدی ہے۔۔۔ الخ (مختصراً)

ابن جوزی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سارے روئے زمین کے بادشاہ چار شخص ہوئے ہیں۔ دو مومن اور دو کافر پس مومن سکندر ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور کافر نمرود اور بخت نصر۔ اور قریب ہے کہ مالک ہوگا ساری زمین کا پانچواں میری اولاد سے یعنی امام مہدی۔ انتہی

ترمذی اور ابو داؤد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا ختم نہ

ہوگی جب تک کہ مالک نہ ہولے عرب کا ایک مرد میرے اہلِ بیت سے اس کا نام میرا نام ہوگا اور اُسکے باپ کا میرے باپ کا نام ہوگا زمین کو عدل سے پُر کردے گا جیسے کہ ظلم سے پُر تھی قبل اس کے جب مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور ہوگا تو اس پر ایک شخص اپنا لشکر جنگ کے لیے روانہ کرے گا اور اس شخص کے ماموں نانا قبیلہ بنی کلب سے ہوں گے اور امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی اس پر لشکر روانہ کریں گے، پس مہدی رضی اللہ عنہ اس پر غالب ہوں گے اور مہدی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کریں گے اور ان کے وقت میں اسلام آرام لے گا۔ اور جب وفات پائیں گے تو مسلمان ان پر نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور دفن کریں گے اور مہدی رضی اللہ عنہ بے شمار مال دونوں ہاتھ سے تقسیم کریں گے اور ان کے زمانہ میں مال بہت ہوگا سب لوگ دولت مند ہوں گے مالدار زکوٰۃ کا مال دے گا اور فقیر قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ (صحیح مسلم و بخاری وغیرہ)

اور حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ کی علامات رسالہ میں جا بجا ذکر ہو چکے ہیں اور یہاں پر چنداں بیان کی ضرورت نہیں کہ ان کا آنا موقوف ہے بعد آنے امام مہدی کے۔

مؤلف رسالہ کی طرف سے آخری عرض مسلمانوں کی خدمت میں یہ ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خروج بے شک قریب ہے مگر یہ بات کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور کوئی آج کل کے موجودہ لوگوں سے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرے یا کوئی شخص امام مہدی ہو چکا ہے یہ سب غلط اور خبط ہے اور یہ اعتقاد خلافِ شرع ہے۔ صاحب "مجمع بحار الانوار" فرماتے ہیں کہ بڑے بے وقوف اور نادان اور نقصان کار ہیں وہ لوگ جو کہ اپنے دین اسلام کو مزاح سمجھتے ہیں اور بے علموں کو پیشوا بناتے ہیں اور جب کوئی مسافر غریب الوطن مثلاً دعوے کرتا ہے کہ میں امام مہدی ہوں تو اس کو بلا تامل تسلیم کر لیتے ہیں اور امام مہدی رضی اللہ عنہ کے اوصاف اور خواص اور علامات اس میں نہیں ہوا کرتے بلکہ بعض ایسے بے دین ہوتے ہیں کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افضل جانتے ہیں اور اس کے ساتھ والوں کے ایک کا نام ابوبکر صدیق اور حضرت عمر و حضرت عثمان اور حضرت

علی رضی اللہ عنہم اور بعض کو مہاجرین اور بعض کو انصار اور عائشہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہن رکھتے ہیں اور بعض بے وقوفوں نے ملک سندھ کے ایک شخص کاذب غدار کو عیسیٰ مقرر کرلیا۔ پس اس فقیر کی کوشش سے بعض جلاوطن کیے گئے اور بعض قتل کیے گئے اور بعضوں نے اس اعتقادِ بد سے توبہ کرلی اور عبارت ''مجمع بحار الانوار'' کی یہ ہے!

ومنه مهدی آخر الزمان

ز: أی الذی فی زمن عیسی علیه السلام ویصلی معه، ویقتلان الدجال، ویفتح القسطنطینیة، ویملك العرب والعجم، ویملأ الأرض عدلًا وقسطًا، ویولد بالمدینة، ویکون بیعته بین الرکن والمقام کرهًا علیه، ویقاتل السفیانی، ویلجأ إلیه ملوك الهند مغلغلین - إلی غیر ذلك؛ وما أقل حیاء وأسخف عقلًا واجهل دینًا ودیانة قومًا اتخذوا دینهم لهوا ولعبًا کلعب الصبیان بالخزف والحصی فیجعل بعضها میرا وبعضها سلطانًا ومنها فیلا وأفراسًا وجنودا! فهکذا هؤلاء المجانین جعلوا واحدًا من غرباء المسافرین مهدیًا بدعواه الکاذبة بلا سند وشبهه جاهلًا متجهلًا بلا خفاء، لم یشم نفحة من علوم الدین والحقیقة فضلًا من فنون الأدب، یفسر لهم معانی الکلام الربانی ویتبوأ به مقاعد فی النار ویسفههم بالاحتجاج بآیات المثانی بحسب ما یأولها لهم فیما شرع لهم عن عقائد ظهر فسادها عند الصبیان، وإذا أقیم الحجج النبویة الدالة علی شروط المهدوی یقول: هی غیر صحیح، ویعلل بأن کل حدیث یوافق أوصافه فهو صحیح وما یخالفه فغیر صحیح، ویقول: إن مفتاح الإیمان بیدی، فکل من یصدقنی بالمهدویة فهو مؤمن ومن ینکرها فهو کافر، ویفضل ولایته علی نبوة سید الأنبیاء وینسبه إلی الله عز وجل، ویستحل قتل العلماء وأخذ الجزیة وغیر ذلك من خرافاتهم، ویسمون واحدًا أبا بکر الصدیق واخر بأخر

وبعضهم المهاجرين والأنصار وعائشة وفاطمة وغير ذلك، وبعض أغبيائهم جعلوا شخصًا من السند عيسى، فهل هذا إلا لعب الشيطان،وكانوا على ذلك مدوا كثيرة و قتلوا في ذلك من العلماء عديدة الى أن سلط الله عليهم جنودًا لم يروها فأجلى أكثرها وقتل كثيرًا وتوب أخرين توبة وفيرًا، ولعل ذلك بسعى هذا المذنب الحقير، واستجابة لدعوة الفقير- والله الموفق لكل خير، فالحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات

(مجمع بحار الانوار: ج ۵، هدی، التکملۃ، صفحہ ۶۶۸، ۶۶۹، طبع دار المعارف العثمانیۃ الھند)

ترجمہ: اور اس میں سے مہدی آخر الزمان ہے۔ یعنی وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھے گا اور دجال کو قتل کرے گا اور قسطنطنیہ کو فتح کرے گا عرب وعجم کا بادشاہ ہوگا اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ مدینہ میں پیدا ہوگا۔ آپ کی بیعت رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان ہوگی جس پر آپ کو مجبور کیا جائے گا۔ (آپ بیعت کو پسند نہیں کریں گے) اور سفیانی سے آپ جنگ کریں گے اور ہند کے بادشاہ جلدی اور سختی کرتے ہوئے آپ کی پناہ لیں گے۔ وغیر ذالک۔

اور وہ قوم کتنی بے حیا، کمزور عقل والی اور دین و دیانت سے جاہل ہے جنہوں نے اپنے دین کو لھو ولعب (کھیل کود) بنا دیا ہے جیسا کہ چھوٹے بچے کنکریوں اور ٹھکریوں سے کھیلتے ہیں کہ وہ بعض کو امیر اور بعض کو سلطان بنا دیتے ہیں۔ اور ان میں سے ہاتھی گھوڑے اور لشکر بناتے ہیں۔ پس اسی طرح ان پاگلوں نے مسافر اجنبیوں میں ایک کو بغیر کسی سند کے اپنے جھوٹے دعوے کرنے کی وجہ سے مہدی قرار دیا اور وہ بغیر کسی پوشیدگی کے جاہل اور متجہل بن کر اسے تسلیم کرلیا اور اُس نے علوم دینیہ اور حقیقت کی خوشبو تک نہیں سونگھی چہ جائیکہ فنونِ ادب سیکھے ہوں۔ وہ ان کے لیے کلامِ ربانی کے معانی کی تفسیر بیان کرتا ہے اور دوزخ میں اپنا (اور ان کا) ٹھکانہ بناتا ہے اور آیاتِ مثانی (قرآنی آیات) سے استدلال کرنے کے ساتھ ان کو بے وقوف بناتا ہے اور وہ عقائد جن کا فاسد ہونا بچوں کے نزدیک بھی ظاہر ہے ان کا مشروع ہونا اپنی غلط تاویلات کے

ذریعے ثابت کرتا ہے۔

اور جب مہدی ہونے کی شرائط پر دلالت کرنے والی حجتیں اس کے خلاف قائم کی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ صحیح نہیں اور یہ علت پیش کرتا ہے کہ جو حدیث اس کے اوصاف کے موافق ہے وہ صحیح ہے جو اس کے مخالف ہے پس وہ غیر صحیح ہے۔ اور کہتا ہے کہ ایمان کی چابی میرے ہاتھ میں ہے۔ پس جو میری مہدویت کی تصدیق کرتا ہے وہ مومن ہے۔ جو اس کا انکار کرتا ہے پس وہ کافر ہے۔ اور اپنی ولایت کو سید الانبیاء ﷺ کی نبوت پر فضیلت دیتا ہے (اور ترجیح) دیتا ہے۔ اور اس کی نسبت اللہ کی طرف کرتا ہے۔ اور علمائے (حق) کے قتل کرنے اور جزیہ کے لینے کو حلال سمجھتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی اس کی بہت سی خرافات ہیں۔ اور (اپنے میں سے) ایک کو ابوبکر صدیق کا اور دوسرے کو دوسرا نام دیتے ہیں۔ بعض کو مہاجرین اور انصار اور عائشہ و فاطمہ کہتے ہیں اور ان میں سے بعض غبیوں (کند ذہنوں) نے سندھ میں سے ایک شخص کو عیسیٰ بنا دیا۔ پس یہ شیطان کے لعب (ولھو) کے سوا کچھ نہیں۔ اور اسی (عقیدے) پر وہ ایک لمبی مدت تک رہے اور کئی علماء کو بھی قتل کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نظر نہ آنے والے لشکر مسلط کر دیے ان میں سے اکثر کو جلاوطن کر دیا اور بہتوں کو قتل کر دیا۔ اور دوسرے بہتوں کو توبہ کرائی گئی اور شاید یہ اس حقیر گناہگار کی کوشش اور اس فقیر کی دعا کے قبول ہونے کی وجہ سے ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر خیر کی توفیق دینے والا ہے۔ پس تمام حمد و ثنا اس اللہ کے لئے ہے جس کی نعمت سے صالحات (نیکیاں اور نیک کام) پورے ہوتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے اَدلّہ

قولہ تعالیٰ: ''وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا () بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ''منجملہ اقسامِ قصر الموصوف علی الصفتہ کے ایک قسم ہے یعنی قصرِ قلب۔ کلمہ بل کا مفرد میں اضراب یعنی اعراض کے لیے ہوتا ہے اگر بعد ام یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کے لیے کرے گا اور معطوف علیہ کو کالمسکوت عنہ کر دے گا اور بعض نفی یا نہی کے حکمِ اوّل یعنی منفی یا منہی کو برحال خود رکھے گا اور ضد اس حکم کی مابعد کے لیے ثابت کرے گا۔ قام زید بل عمروا۔ لیقم بکر بل خالد۔ شعر

لم اکن فی مربع بل فیھا   لا تضرب زیدا بل عمروا

اور جس صورت میں مابعد بل کے جملہ ہو تو ابطال جملۂ اولیٰ اور اثبات جملہ ثانیہ کے لیے ہوگا۔قولہ تعالیٰ ’’بَلۡ عِبَادٌ مُّکۡرَمُوۡنَ ‘‘(بلکہ وہ عزت دار بندے ہیں) یا انتقال من غرض الی غرض آخر پر دال ہوگا۔قولہ تعالیٰ ’’بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ‘‘(لیکن تم دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو) نیز یہ بھی معلوم ہو کہ ’’بَلۡ ‘‘ دونوں صورتوں یعنی مفرد اور جملہ میں عطف کے لیے ہوتا ہے۔بنا بر تحقیق اور مشہور عند النحاۃ عاطفہ ہونا اس کا مختص بالمفرد ہی ہے یعنی جس صورت میں کہ بعد اس کے مفرد واقع ہو اور جملہ میں حرف ابتدا کا ہوگا۔بنا بر مشہور ’’بَلۡ ‘‘ مشترک ٹھہرا عطف اور ابتدا میں اور ظاہر ہے زکی ماہر پر کہ عدمِ اشتراک صحیح ہے بہ نسبت اشتراک کے۔فقط بودے لوگ سرسری جو امتیاز درمیان معنی وضعی اور اس کے افراد میں نہیں کر سکتے جب استعمال لفظ کا افراد میں بھی معنی قضعی مطلق کی طرف پاتے ہیں تو ان کو دھوکہ اشتراک اللفظ بین المطلق والافراد کا لگ جاتا ہے۔بلکہ فردِ معین ہی کو بلحاظ کثرتِ استعمال کے موضوع لہ سمجھ لیتے ہیں۔جیسا کہ آج کل اردو خوانوں کو لفظ ’’تَوَفّٰی ‘‘ میں دھوکہ لگا ہوا ہے بیان اس کا عنقریب آئے گا۔کلمہ ’’بَلۡ ‘‘ کا موضوع لہ فقط اعراض ہے پہلے کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اس کی علیٰ ہذا القیاس۔ابطالِ ذات پہلی کی یا انتقالِ غرض سے یہ سب انواع ہیں اعراض کے لیے جو معنی وضعی ہیں۔(**بحر العلوم مسلم الثبوت**)

الغرض کلمہ ’’بَلۡ ‘‘ کا بنا بر تحقیق ہذا آیت مذکورہ میں حرفِ عطف ٹھہرا ابطال جملہ اولیٰ یعنی ’’قَتَلُوۡہُ ‘‘ کے لیے اور منجملہ طرقِ قصر کے قصر بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المثبت والمنفی کرے کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیزا بین الخطاء والصواب کے بولتا ہے تا کہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خلط بین الصواب والخطاء ہے نکل جائے یہود کا افتراء دو وجہ سے تھا۔ایک مسیح کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا دوسرا اس مقتولیت کو محقق بولنا۔یعنی ’’اِنَّا قَتَلۡنَا ‘‘ سے تعبیر تاکیدی کرنی۔وجہ اوّل کو متکلم بلیغ نے ’’وَمَا قَتَلُوۡہُ وَمَا صَلَبُوۡہُ ‘‘ سے ردّ کیا۔وجہ دوسری

کو" وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا () بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ " سے۔اب اگر "بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ "کو کنایہ اعزاز و اکرام سے کہا جائے جیسا کہ مرزا قادیانی ورافعک الی میں کہتا ہے تو بمقتضائے قصر قلب کے چاہیے کہ مابعد "بَلْ "یعنی اعزاز اور ما قبل یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں مع آنکہ مقتول مومنین میں سے ظلماً اعلیٰ درجہ کا معزز اور مکرم عنداللہ ہوتا ہے۔قصر قلب میں اگرچہ تنافی بین الوصفین بنابر تحقیق ضروری نہیں۔مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسرے وصف کے لیے نہایت ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس مایذکرہ المتکلم کے متصور ہو اور اگر رفع سے مراد موت طبعی بعد واقعہ صلیب بعرصہ دراز مثل مزعوم مرزا کے لی جائے تو بحسب مضمون بالا کے تصریح بہ بل بقی حیا ثم توفہ اللہ ورفعہ الیہ کے ضروری ہے ورنہ فصاحت اور بلاغتِ قرآن کریم میں جو اعلیٰ وجوہِ اعجاز اس کے سے ہے، خلل واقع ہوگا۔متکلم بلیغ کی شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام یعنی تمیز ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسے کلام بولے جس کا معنی بحسب التبادر مخالف ہوں معنی مراد سے کیونکہ "بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ " سے تحقق رفع در واقعہ صلیب یا قبل اس کے بحسب محاورہ قرآنیہ وغیرہ مفہوم ہوتا ہے۔دیکھو "بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ "(بلکہ وہ ان کے پاس حق کو لے کر آئے ہیں)، "اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ "(یہ کیا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن ازخود بنالیا ہے)کے ہے۔

اور ارادہ رفعِ روح کا موتِ طبعی کے طور پر یستلزم بین الحقیقۃ والمجاز کما ھو مزعوم القادیانی۔کیونکہ مرزا بصورت ہونے کلمہ الیٰ کے صلہ رفع اس ترکیب کو مجاز فی التقرب ٹھہراتا ہے۔پس یہ ارادہ مرزا کا قول باری تعالیٰ "بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ " سے مع زعمِ تحقق اس کے قبل از واقع صلیب مستلزم ہے وقوعِ کذب کو کلامِ الٰہی میں والعیاذ باللہ۔لانتقاء المحکی عنہ بعد ملاحظہ ماضویت اضافیہ کے یعنی بہ نسبت ما قبل "بَلْ " کے اور ظاہر کہ ماضویت بالاضافۃ الی زمان النزول مخل ہے فصاحت میں بعد از قطع احتمالات مذکورہ آیت "بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ "کی محکم ٹھہری رفعِ جسمی مسیح میں لہٰذا اہلِ لسان اور محاورہ داں صحابہ اور سلف سے رضی اللہ عنہم رفعِ جسمی کو آیت ہذا

سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف مروی نہیں اور اسی وجہ سے یعنی چوں کہ محکم ہے رفعِ جسمی میں تو مخصص ہوگی واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفاتِ مسیح پر مثل ''قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ''(ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں) اور مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ ۔۔الخ

وغیرہ وغیرہ اور یہی آیت قرینہ صارفہ ہے ارادہ کرنے معنی موت کے ''تَوَفَّيْتَنِيْ '' سے اور ''مُتَوَفِّيْكَ '' سے برتقدیر عدم تقدیم وتاخیر کے۔اور یہی آیت بآوازِ بلند کہہ رہی ہے کہ ''شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ''میں حیاء ملحوظ نہیں ہے اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث ''فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ۔۔۔الخ''میں ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ '' سے معنی غیر موت کا لینے کے۔اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث ''لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین۔۔الخ''میں برتقدیرِ صحت کے حیات حیات فی الارض مراد لینے کے۔اور یہی آیت بعد از قطع احتمالات مذکورہ کے استبعادِ عقل انسانی کو جو دربارہ مرفوع ہونے جسمِ مسیح کے بجسدہ العنصری آسمان پر تھا زائل کر رہی ہے۔ھذہ الایۃ تکفی جوابا لجمیع السوالات وان اجبنا عن کل سوال تبرعا من بعدہ اور نیز معلوم ہو کہ مرزا جو بڑے شور سے کہتا ہے کہ ''اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ'' سے معنی ''مُمِيْتُكَ ''کا بشہادت محاورہ قرآنیہ لیا جائے گا اور ایسا ہی ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ '' سے تحقق موت کا اور ''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ '' سے رفعِ روحانی مراد ہو گا جیسا کہ ''ازالہ اوہام'' میں کہتا ہے۔لفظ ''تَوَفِّيْ ''میں مرزا اور اس کے اذناب کو سخت دھوکہ لگا ہوا ہے لہٰذا اس میں قدرے بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ مرزائی جان لیں کہ ''تَوَفِّيْ '' کے معنی سوائے موت کے قرآن اور لغت سے ثابت ہے اور اسی سے تطبیق بین الآیات بھی ہاتھ آئے گی۔

''تَوَفِّيْ '' ماخوذ ہے ''وفا'' سے، وفا کے معنی پورا ہونا۔کہتے ہیں فلانی چیز وافی و کافی ہے۔ایفا کے معنی پورا کرنا اور ''تَوَفِّيْ ''تفعل ہے بمعنی استفعال کے۔یعنی استیفاء جس کا ترجمہ پورا

لینا۔لغت کی کتابیں مثل صحاح ،صراح ،قاموس وغیرہ اور ایسا ہی تفاسیر سب اس معنی پر متفق ہیں اور یہ بھی واضح ہو کہ لغت اور تفاسیر میں معنی مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں اگر چہ موضوع لہ نہ بھی ہو، بلکہ فرد ہی اس موضوع لہ کا ہو یا کسی نوع کا علاقہ معنی موضوع لہ سے رکھتا ہو۔جیسا کہ لفظ ''الہ''، جس کا معنی معبود مطلق ہے واجب ہو یا ممکن اور ''الھۃ''، بمعنی معبوداتِ مطلقہ کو اکب ہوں یا بت یا آدمی حالانکہ بہت جگہ اہلِ لغت میں ظاہر ہے اور تفسیر ابن عباس میں متعلق اموات غیر احیاء کے لکھا ہے ''امواتِ اصنام'' وہیں پر ظاہر ہے کہ اصنام یعنی بت لفظ ''الھۃ'' کے معنی وضعی نہیں ہیں بلکہ اس معنی موضوع لہ کا ایک فرد ہے جو کہ معبوداتِ مطلقہ ہیں۔بے علم مولوی اردو خواں زعمی مولوی ایسے الفاظ کو دیکھ کر دھوکہ کھا جاتے ہیں یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بیان معنی وضعی کا ہے بلکہ اسی کو حصر کے طور پر نسبت اس مطلق کے موضوع لہ قرار دیتے ہیں بوجہ اس کے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کر سکتے۔

الغرض الفاظِ مشتقہ میں معنی حقیقی کبھی اور ہوتے ہیں اور معنی مستعمل فیہ اور ہوتے ہیں۔

پس ما نحن فیہ میں بھی مرزا اور اس کے اذناب کو یہی دھوکہ لگا ہوا ہے۔لغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ تَوَفّی کے معنی موت کے بھی ہیں اور صحیح بخاری میں ''مُتَوَفِّیکَ'' کی تفسیر ''مُمِیتُكَ'' کے ساتھ کی ہے تو اس اشتباہ مذکور میں پڑ گئے۔میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ ''الہ'' اور اموات کے معنی اصنام ہی خیال کرتے ہوں گے ورنہ تَوَفّی سے معنی موت ہی کے لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ''تَوَفّی'' نے جس سے تعلق پکڑا ہے وہ شے کیا ہے یا روح ہوگی یا غیر روح؟ اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر ایک تو اس کا پکڑنا مع الامساک یعنی پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا۔اس کا نام تو موت ہے۔پس موت کے مفہوم میں دوامر ''تَوَفّی'' کے مفہوم سے زیادہ اعتبار کیے گئے ایک روح دوسرا امساک۔اور دوسری قسم پکڑنے کی نیند ہے۔جس کے مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنی چھوڑ دینا ماخوذ ہے،الحاصل موت اور نیند دونوں

فرد ہیں ''تَوَفّی'' کے۔(تفسیر کبیر،تفسیر ابن کثیر،شرح کرمانی،صحیح بخاری)

اور متعلق ''تَوَفّی'' کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع الروح ہو گا جو مذکور ہو چکا ہے۔یعنی ''تَوَفّی'' کا معنی فقط کسی شے کا پورا لے لینا عام ہے اس سے کہ وہ شے روح ہو یا غیر روح اور بتقدیر روح ہونے کے مقید بارسال ہو یا بامساک۔نص سے بھی ثابت ہے یعنی قرآنِ کریم کی آیت سے پروردگار اپنی قدرت کا تصرف ظاہر فرماتا ہے اس طور پر کہ ارواح کو بعد القبض کہیں تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے۔

''اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا...الخ''

اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے ارواح کو حالتِ موت اور نیند میں۔

فقط فرق اتنا ہے کہ موت میں امساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے۔اس آیت میں تو استعمال لفظ ''تَوَفّی'' کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض۔اور ارواح مدلول ہے لفظ ''انفس'' کا اور آیت:

''وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفَّاکُمْ بِاللَّیْلِ...الخ'' (وہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے)

میں مستعمل ہے،نیند میں جو فرد ہے مفہوم ''تَوَفّی'' کا یعنی قبض کا اور آیت:

''وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ...الخ'' (اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں)

وغیرہ آیات میں مدلول اس کا موت ہے جو منجملہ افراد اسی ''تَوَفّی'' کے ہے۔پس ''یَاعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ'' میں اور ''فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ'' میں بھی معنی موت کے مطابق بعض نظائرِ قرآنیہ وغیر قرآنیہ جیسا کہ ''توفی اللہ زیداً،توفی اللہ بکراً'' وغیرہ وغیرہ لیا جاتا ہے بشرطیکہ نص ''بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ'' کی رفعِ جسمی عیسیٰ علیہ السلام پر شہادت نہ دیتی یا آیت:

''وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ...الخ'' (اہل کتاب میں ایک بھی ایسا نہ بچے گا)

اور "وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ" (وروہ قیامت کی نشانی ہیں)

اور احادیثِ صحیحہ رفعِ جسمی پر استلزاماً وارد نہ ہوتیں اسی واسطے معنی موت کے نہیں لیے جا سکتے، کیونکہ جب ایک شخص کا بخصوصہ کسی نص سے حکم معلوم ہو جائے تو جو آیات کے برخلاف اس کے عام ہوتی ہیں ان میں داخل نہیں ہوتا اور نہ اس لفظ کو پھر اپنے نظائر پر محمول کیا جاتا ہے۔

مثال اس کی سنو! حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال جب کہ نص "خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ" سے معلوم ہو چکا تو پھر "اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ مِّنْ مَّاءٍ مَّھِیْنٍ" اور ایسا ہی "خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ () یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ" سے مستثنیٰ ہے اور قول قائل کا خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ محمول نہ ہو گا اپنے کروڑہا نظائر پر خلق اللہ زیدا۔ خلق اللہ بکرا۔ خلق اللہ خالدا۔ وغیرہا پر یعنی یہ نہ کہا جائے گا کہ کیفیت خلقتِ آدم وغیرہا بنی نوع یکساں ہے۔ ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا یہ دلیل نہیں ہوسکتا کہ بروقت قائم ہونے قرینہ مانعہ اس معنی کے بھی وہ معنی مستعمل فیہ مراد ہو۔ جیسا کہ مُتَوَفِّی اور "فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ" میں معنی موت کے نہیں لے سکتے ہیں بوجہ اس کے کہ آیت "بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ" بوجہ افادہ دینے اس کے رفعِ جسمی کو معنی موت سے روک رہی ہے۔ پس اب منصف ایماندار پر ظاہر ہو گیا ہو گا کہ "یَاعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ" اور "فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ" میں معنی موت کے لے کر اس پر بطور شہادت کے "وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ" وغیرہ وغیرہ کو پیش کرنا محض عناد و ضد یا جہالت ہے۔ مرزا اپنے ازالہ میں اور اپنی کتاب "ایام الصلح" میں لفظ "تَوَفِّی" بحسب محاورۂ قرآن شریف کے موت ہی کے معنی میں منحصر کہتا ہے اور کسی جگہ وجہ اطلاق "تَوَفِّی" کے نیند پر النوم اخ الموت کو قرار دیتے ہیں ایک تو یہ دھوکہ کھایا کہ موضوع لہ کے فرد کو عین موضوع لہ سمجھ گیا اور دوسرا یہ دھوکہ کھایا کہ اطلاق المطلق علی بعض افرادہ کو از قبیل اطلاق الفرد علی الفرد فھم کر لیا اور پھر بعد دعوائے حصر مذکور کے قائل بھی ہوا کہ "تَوَفِّی" کے معنی باستعمال محاورۂ قرآن شریف نیند ہے۔ واہ واہ

پس صاف معلوم ہوا کہ اگر کسی لفظ کا ایک معنی میں استعمال زیادہ ہو تو بوقت قیام قرینہ

مانعہ وصارفہ استعمال اس کا دوسرے معنی میں بھی کیا جائے گا اگرچہ وہ قرینہ صارفہ حدیث ہے اخبار احاد میں سے یا کوئی اور۔

خیال کرو قرآن شریف میں ہر جگہ ''اَسَف'' کے معنی غم ہیں مگر غضب کے معنی بھی آئے ہیں۔''فَلَمَّا آسَفُوْنَا'' کے معنی ''فَلَمَّا اَغْضَبُوْنَا'' ہیں۔انہوں نے غضب دلایا ہم کو۔اور ہر جگہ قرآن کریم میں ''بُعْلٍ'' کے معنی زوج ہیں مگر باری تعالیٰ کے قول ''اَتَدْعُوْنَ بَعْلاً'' میں بت ہے۔اور ہر جگہ قرآن پاک میں ''مِصْبَاحٌ'' کے معنی کوکب ہیں مگر سورۂ نور میں ''مِصْبَاحٌ'' سے مراد چراغ ہے اور ہر جگہ قرآن شریف میں قنوت سے مراد طاعت ہے مگر قولہ تعالیٰ ''كُلٌّ لَّهُ قَانِتُوْنَ'' میں مراد اقرار کرنے والے ہیں اور ہر جگہ بروج سے مراد کواکب ہیں مگر قولہ تعالیٰ ''فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ'' میں مراد محل پختہ ہے قرآن شریف میں صلوٰۃ سے مراد رحمت یا عبادت ہے مگر بیع وصلوت ومساجد میں مراد صلوات سے مقامات ہیں۔ہر جگہ قرآن شریف میں کنز سے مراد مال ہے مگر سورۂ کہف میں جو لفظ کنز ہے اس سے مراد صحیفۂ علم کا ہے۔نظائر ان کے اور بھی موجود ہیں تفسیر اتقان میں ملاحظہ کرو۔علی ہذا القیاس اکثر جگہ قرآن شریف میں ''تَوَفّٰی'' کے معنی موت یا نیند ہیں مگر ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ'' میں قبضتنی یا رفعتنی یا اخذتنی وافیا مراد ہے بقرینہ ''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ'' کے اور ایسا ہی ''مُتَوَفِّيْكَ'' سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے۔(شمس الدرایہ)

الغرض آیۃ ''يَا عِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ'' میں بعد تقدیم و تاخیر کے معنی موت کے لیے جائیں اور ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ'' سے رفع کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرح پر لینا پڑے گا اور یا ہر دو جگہ میں معنی قبض کے لیں گے سوائے موت کے اور اس دوسری صورت پر تقدیم و تاخیر کی ضرورت نہ پڑے گی۔واضح ہو کہ یہ مطلب عام فہم کرنے کے لیے کئی بار صراحۃً اور ضمناً بیان ہو چکا۔

اب مرزا اور مرزا کے بڑے مددگار فاضل حکیم نور الدین کے معنی اس آیت کے متعلق

سنادوں۔فاضل نورالدین اپنی کتاب ''تصدیق براہین احمدیہ'' میں لکھتا ہے!

''اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ۔۔۔۔الخ ''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف۔(بلفظہٖ صفحہ ۵۵۷،براہین احمدیہ)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹ میں لکھتا ہے!

اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اُٹھاؤں گا۔بلفظہٖ

اب خیال کرنا چاہیے کہ مرزا نے دو دفعہ یہ ترجمہ الہام کے ذریعے سے لکھا ہے کون سے ترجمہ کو صحیح کہا جائے گا؟ پس خود ہی اس نے فیصلہ تو کیا ہوا ہے عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر تو خود اس کو جزم اور یقین نہیں ہے مگر بے چارہ ایک بار جو کہہ چکا ہے اسی کو شرم کے مارے چھوڑ نہیں سکتا۔اور''براہین احمدیہ''صفحہ ۳۶۱،میں خود اقرار کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں ہیں میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھول دے گا اور علم دین کو بمرتبہ کمال پہنچا دے گا۔سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں میں جا بیٹھے۔۔۔۔الخ بلفظہٖ

اور''براہین احمدیہ''صفحہ ۴۹۸،۴۹۹ میں لکھتا ہے!

''هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۔

یہ آیت جسمانی اور سیاستِ ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین واسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔بلفظہٖ

خیال کرو کہ اب عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا دنیا میں اظہر من الشمس بیان کر دیا۔پس کونسی بات اس کی مانی جائے؟ موافق دین واسلام کے یہی بات ہے،ہم یہی مانتے ہیں،الحمدللہ کہ حق بات اس کی زبان پر جاری ہوگئی پس مرزائیوں کو بدل وجان یہ فیصلہ مرزا کا ہی ماننا چاہیے۔غرض یہ کہ

ایسے تناقص ہزاروں اس مجنون اور بے علم کے کلام میں موجود ہیں عوام کا خیال کر کے چند ورق اس کے ردّ میں لکھے گئے ورنہ اہلِ علم کے مخاطبہ کے قابل نہیں ہے۔ پس مسلمان اس کی ہر ایک بات کو ایسا ہی بے قرار جانیں۔ فقط

وفیہ کفایۃ لذوی الدرایۃ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔
اور اس میں درایت (سمجھ) والوں کے لیے کفایت ہے اور اللہ جسے چاہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

احوالِ قیامت اور اس کی نشانیاں

قیامت کی علامات دو قسم کی ہیں۔ چھوٹی اور بڑی۔ پس چھوٹی علامات یہ ہیں کہ

چھوٹی علامات:

- علم اُٹھ جائے گا اور جہالت زیادہ ہو جائے گی
- اور علم کے ہوتے ہوئے علماء اس پر عمل نہ کریں گے۔
- زنا اور شراب بہت ہوگا۔
- عورتیں بہت ہوں گی اور مرد کم۔ یہاں تک کہ ایک مرد بیس عورتوں کی پرورش کرے گا۔
- صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ جاہل لوگ سردار ہوں گے اور حکم کریں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔
- امام احمد وغیرہ ائمہ محدثین نے زیاد بن لبید سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں کہ کہا میں نے یا رسول اللہ ﷺ **علم کیسے نہ ہوگا؟** ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور وہ پھر اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے۔ پس قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔ پس حضرت محمد ﷺ نے مجھ کو فرمایا کہ میں تم کو دانا مرد جانتا تھا، کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ یہود اور نصاریٰ توریت اور انجیل کو پڑھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ یعنی ایسا ہی میری اُمت میں ہوگا کہ لوگ علم پڑھیں گے

مگر اس پر عمل نہ کریں گے۔ نالائق لوگوں کے ذمہ لیاقت کے کام سپرد کیے جائیں گے اور بوجہ سختی اور مصیبت کے لوگ موت کی آرزو کریں گے۔

☐ ترمذی شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے مال کو یعنی غنیمت کے مال کو جو غازیوں اور فقیروں کا حصہ ہے سردار اور امیر لوگ اپنا مال سمجھیں گے

☐ امانت میں خیانت کریں گے

☐ زکوٰۃ دینے کو تاوان اور نقصان جانیں گے

☐ علم دنیا کمانے کے لیے سیکھیں گے

☐ مرد اپنی عورت کی تابعداری ہر بات میں کریں گے

☐ دوست اور یار کو نزدیک اور ماں باپ کو دور کریں گے

☐ مسجدوں میں زور سے آواز بلند کریں گے

☐ بدمعاش فاسق لوگ سرداری کریں گے

☐ رزیل اور کمینے لوگ بڑے مرتبے میں جائیں گے

☐ اور بدمعاش لوگوں کی عزت کریں گے بوجہ خوف کے

☐ ڈھول طبلہ، باجا، دوتارا، سارنگی، ستار، رباب، چنگ وغیرہ اسباب گانے بجانے کے ظاہراً استعمال کریں گے۔

☐ اس اُمت کے لوگ پچھلے اگلے لوگوں کو ملامت اور طعن کریں گے

☐ لواطت بہت ہوگی

☐ بے حیائی بہت ہوگی

☐ سود حرام خوری بہت ہوگی

☐ مسجدیں بہت ہوں گی اور پختہ خوبصورت مگر لوگ ان کو عبادت کے ساتھ آباد نہ کریں گے

□ اور جھوٹ بولنا ہنر سمجھا جائے گا۔

غرض کے اس قسم کی علاماتِ قیامت بہت ہیں۔

نتائج:

رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ ایسے وقت میں ایسے ایسے عذابوں کے منتظر رہو

□ کہ سرخ آندھی آئے اور بعض لوگ زمین میں دھنس جائیں

□ اور آسمان سے پتھر برسیں

□ اور صورتیں آدمی کی سوّر، کتے کی ہوجائیں

□ اور بہت سی آفتیں پے در پے جلدی آنے لگیں۔ جیسے کہ بہت سے دانے کسی تاگے اور ڈورے میں پرور کھے ہوں اور وہ تاگا ٹوٹ جائے اور سب دانے اوپر تلے گرنے لگیں گے۔

□ کفار کا سب طرف زور ہو جائے گا

□ اور جھوٹے جھوٹے طریقے نکلیں گے۔

ان نشانیوں کے بعد اس وقت میں سب ملکوں میں نصاریٰ لوگوں کی **عملداری** ہو جائے گی

□ اور اسی زمانہ میں ابوسفیان کی اولاد سے ایسا ایک شخص پیدا ہو گا کہ بہت سیدوں کا خون کرے گا۔ مُلکِ شام اور مُلکِ مصر میں اس کے احکام چلنے لگیں گے۔

□ اس عرصہ میں روم کے مسلمان بادشاہ کی نصاریٰ کی ایک جماعت سے لڑائی ہو جائے گی اور نصاریٰ کی ایک جماعت سے صلح بھی ہو جائے گی۔ پس دشمن کی جماعت شہر قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے اپنا دخل کرلے گی اور وہ روم کا مسلمان بادشاہ اپنا ملک چھوڑ کر شام کے ملک میں چلا جائے گا اور نصاریٰ کی جس جماعت سے صلح اور محبت ہو گی اس جماعت کو ہمراہ کر کے اس دشمن کی جماعت سے بھاری لڑائی ہو گی مگر اسلام کے لشکر کو فتح ہو گی۔

□ ایک دن بیٹھے بٹھلائے جو نصاریٰ کی جامعت موافق ہو گی اُس میں سے ایک نصرانی ایک

شخص مسلمان کے سامنے کہنے لگے گا کہ ہماری صلیب یعنی دین عیسوی کی برکت سے فتح ہوئی ہے اور مسلمان اس کے جواب میں کہے گا کہ اسلام کی برکت سے فتح ہوئی ہے اسی میں بات بڑھ جائے گی یہاں تک کہ دونوں آدمی اپنے اپنے طرف داروں اور مذہب والوں کو جمع کریں گے اور آپس میں لڑائی شروع ہو جائے گی۔اس میں اسلام کا بادشاہ شہید ہو جائے گا

☐ اور شام کے ملک میں بھی نصاریٰ کا عمل ہو جائے گا اور نصاریٰ اس دشمن کی جماعت سے صلح کر لیں گے

☐ اور باقی رہے سہے مسلمان مدینہ منورہ کو چلے جائیں گے

☐ اور خیبر کے قریب تک نصاریٰ کی عمل داری ہو جائے گی

امام مہدی کی تلاش:

اس وقت مسلمانوں کو فکر ہو گی کہ امام مہدی تلاش کریں تاکہ ان مصیبتوں سے امن پائیں۔اُس وقت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ہوں گے اور اس ڈر سے کہ کہیں مجھ کو حاکم اور بادشاہ نہ بنادیں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو چلے جائیں گے اور اس زمانے کے بزرگ ولی لوگ جو ابدال کا درجہ رکھتے ہیں سب امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تلاش کریں گے اور بعض اس وقت جھوٹے مہدی بننا شروع ہوں گے غرض کہ امام مہدی خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے اور رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان میں ہوں گے کہ بعض نیک لوگ ان کی شناخت کرلیں گے اور ان کو زبردستی گھیر گھار کر حاکم بنادیں گے اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور اسی بیعت میں ایک آواز آسمان سے ایسی آئے گی جس کو سب لوگ جتنے وہاں موجود ہوں گے سنیں گے وہ آواز یہ ہو گی کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور حاکم بنایا ہوا امام مہدی رضی اللہ عنہ ہے۔اور اس وقت سے بڑی بڑی نشانیاں قیامت کی ظاہر ہوں گی اور جب امام مہدی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا قصہ مشہور ہو گا تو مسلمانوں کے لشکر کی جو فوجیں مدینہ منورہ میں ہوں گی وہ مکہ معظمہ کو چلی آئیں گی اور مُلکِ شام اور یمن اور

عراق والے ابدال، نجباء، غوث لوگ سب امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور مُلکِ عرب کی فوجیں اور جگہ سے بھی بہت آجائیں گے۔

جب یہ خبر مسلمانوں میں خوب مشہور ہو جائے گی تو ملک خراسان یعنی افغانستان جس میں کابل، سوات، بنیر، غزنی، قندھار وغیرہ ہیں ایک بڑی فوج لے کر امام مہدی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے روانہ ہوگا اور اس کے لشکر کے آگے چلنے والے کا نام منصور ہوگا اور وہ راہ میں چلتے چلتے بہت بد دینوں کی صفائی کرتا جائے گا اور وہ ظالم جو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوگا اور سید لوگوں کا قاتل ہوگا چوں کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی سید ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے ان کے لڑنے کے لیے ایک فوج روانہ کریں گے۔

یہ فوج مکہ اور مدینہ کے درمیان جنگل میں پہنچے گی اور ایک پہاڑ کے تلے ڈیرا لگائے گی پس سب فوج اس زمین میں دھنس جائے گی صرف دو آدمی بچیں گے ان میں سے ایک تو امام مہدی رضی اللہ عنہ کو خوشخبری جا کر سنا دے گا اور دوسرا اس ظالم سفیانی کو جا کر خبر دے گا۔ پھر نصاریٰ لوگ ہر ملک سے لشکر جمع کر کے مسلمانوں سے لڑنا چاہیں گے۔ اس لشکر میں اس روز تعداد (۸۰) جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ساتھ بارہ ہزار آدمی ہوں گے۔ پس کُل آدمی لشکر کا نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوگا۔ امام مہدی رضی اللہ عنہ مکہ سے چل کر مدینہ منورہ تشریف لائیں گے اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار مبارک کی زیارت کر کے مُلکِ شام کی طرف روانہ ہوں گے اور شہر دمشق تک پہنچنے پائیں گے کہ دوسری طرف سے نصاریٰ کی فوج مقابلہ میں آجائے گی۔ پس امام مہدی رضی اللہ عنہ کی فوج تین حصہ ہو جائے گی ایک حصہ تو بھاگ جائے گی اور ایک حصہ لڑ کر شہید ہو جائے گی اور ایک یہاں تک لڑے گی کہ اس کو نصاریٰ پر فتح ملے گی اور اس فتح کا قصہ یہ ہوگا کہ جب حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ نصاریٰ سے لڑنے کے لیے لشکر تیار کریں گے تو بہت سے مسلمان آپس میں قسمیں کھائیں گے کہ بے فتح کیے ہوئے ہرگز نہ ہٹیں گے۔

پس سارے آدمی شہید ہو جائیں گے صرف تھوڑے سے رہیں گے ان کو لے کر امام مہدی رضی اللہ عنہ اپنے لشکر میں چلے آئیں گے دوسرے دن پھر اسی طرح سے قسم کھا کر لڑائی شروع کریں گے اکثر آدمی شہید ہو جائیں گے اور تھوڑے آدمی بچ جائیں گے اور تیسرے روز پھر ایسا ہی ہو گا آخر چوتھے روز یہ تھوڑے سے آدمی مقابلہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور بعد اس کے کافروں کے دماغ میں حکومت کا شوق نہ رہے گا۔ پس اب امام مہدی رضی اللہ عنہ ملک کا بندوبست کرنا شروع کریں گے اور سب طرف کو مسلمانوں کی فوجیں روانہ کریں گے اور خود امام مہدی رضی اللہ عنہ ان سب کاموں سے فراغت پا کر قسطنطنیہ کے فتح کرنے کو چلے جائیں گے جب کہ دریائے روم کے کنارے پر پہنچیں گے اس وقت بنو اسحاق قبیلہ کے ستر ہزار آدمیوں کو کشتیوں کے اوپر سوار کر کے اس شہر کے فتح کرنے کے واسطے روانہ فرمائیں گے جب یہ لوگ قسطنطنیہ کی حد سے قریب پر پہنچیں گے اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز سے کہنا شروع کریں گے اس نام کی برکت سے شہر پناہ کے سامنے کی دیوار پھٹ جائے گی اور گر پڑے گی اور مسلمان لوگ حملہ کر کے شہر کے اندر گھس پڑیں گے اور لڑ کر کفار کو قتل کریں گے اور عمدہ طور سے ملک کا انتظام کریں گے اور ابتدائی بیعت سے لے کر اس شہر کی فتح تک چھ یا سات سال کی مدت گزری ہو گی کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ اس طرف انتظام کرتے ہوں گے کہ یکا یک ایک بے اصل اور جھوٹی خبر مشہور ہو جائے گی کہ یہاں کیا بیٹھے ہو وہاں شام کے ملک میں تو دجال آگیا ہے اور فتنہ و فساد تمہارے خاندان میں کر رکھا ہے۔ اس خبر کے سننے سے امام مہدی رضی اللہ عنہ شام کی طرف جا کر اس حال کے معلوم کرنے کے لیے پانچ یا نو سواروں کو اپنے آگے روانہ کر دیں گے ان میں سے ایک شخص واپس آ کر خبر دے گا کہ وہ بات دجال کے آنے کی غلط ہے امام مہدی رضی اللہ عنہ کو سن کر تسلی ہو جائے گی اور پھر خوب بندوبست کے ساتھ درمیان کے ملکوں اور شہروں کا حال دیکھتے بھالتے تسلی کے ساتھ مُلکِ شام جا پہنچیں گے۔ بعد پہنچنے کے تھوڑے روز گزریں گے کہ دجال ظاہر ہو جائے گا اور

دجال یہودیوں کی قوم میں سے ہوگا۔

دجال کی نشانیاں:

دجال سے پہلے تین برس سخت قحط ہوگا۔اول برس میں تیسرا حصہ بارش کا آسمان کم کر دے گا اور زمین تیسرا حصہ زراعت کا کم کر دے گی۔دوسرے برس سے زمین و آسمان دونوں دو حصے کم کر دیں گے اور تیسرے برس میں آسمان سے ایک قطرہ بارش کا نہ برسے گا اور زمین سے کوئی سبزی نہ ہوگی مال مویشی ہلاک ہوں گے اور مسلمان لوگوں کے لیے طعام کا بدلہ اللہ کی تسبیح تہلیل، حمد وثنا ہوگی اور دجال کی صورت مثل عبد العزیٰ بن قطن کے ہوگی، اور دجال کے ماں باپ کے گھر میں قبل پیدا ہونے دجال کے تیس برس تک اولاد نہ ہوگی۔

شرح والسنۃ وغیرہ کتب حدیث اور صحیح مسلم میں تمیم داری کے قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال موجود ہے مگر دریائے شام یا دریائے یمن کے جزیرے میں بند ہے۔باذن پروردگار اوّل شام اور عراق کے درمیان میں سے نکلے گا اور پیغمبری کا دعویٰ کرے گا۔جب شہر اصفہان میں جا پہنچے گا وہاں کے ستر ہزار یہودی مرد اور عورت اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور مسلمان طرف وادی انیق کے چلے جائیں گے پھر خدائی کا دعویٰ شروع کر دے گا۔حلیہ اس کا یہ ہے کہ اس کی دائیں آنکھ اندھی ہے اور بعض روایت میں بائیں آنکھ کا ذکر ہے۔دونوں آنکھوں کے درمیان میں کافر لکھا ہوگا اس کو ہر مسلمان پڑھ لے گا منشی ہو یا غیر منشی اور دجال جوان ہوگا پریشاں بال ہوں گے چالیس روز زمین پر رہے گا۔ایک روز برس کی مثل، ایک روز مہینہ کی مثل ایک روز ہفتہ کی مثل اور سوائے ان تین دنوں کے باقی دن ہمارے دنوں کی طرح ہوں گے ان دنوں میں جو سال اور ماہ اور ہفتہ کے برابر ہوں گے نمازوں کا حساب کر کے پڑھنا ہوگا فقط پانچ ہی نمازیں کافی نہ ہوں گی۔

دجال کے تصرفات:

آسمان سے کہے گا پانی برسا تو برسائے گا جب زمین سے کہے گا کہ سبزی نکال تو زمین

سبزی نکالے گی۔ جولوگ اس کے تابع ہوں گے ان کا مال کھیتی خوب ہوگا اور بیل گائے موٹے ہوں گے اور جو اس کے مخالف ہوگا اس کا مال و اسباب خراب ہوگا، غیر آباد زمین سے خزانے نکالے گا، جنت اور دوزخ کی صورت اس کے پاس ہوگی فی الواقع اس کی جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہے۔ ایک شخص سے کہے گا کہ مجھ کو خدا جان۔ وہ انکار کرے گا پس آرہ کے ساتھ دو ٹکڑے کردے گا پھر دونوں پارے کے درمیان سے گزرے گا اور اس سے کہے گا کہ زندہ ہوجا اور اُٹھ۔ پس وہ زندہ ہوگا پھر اس سے وہی بات کہے گا وہ کہے گا تو دجال ہے اب مجھ کو خوب یقین ہو گیا۔ پس اس کو ذبح کرنا چاہے گا مگر اس کی گردن تانبے کی ہوجائے گی تلوار اس پر تاثیر نہ کرے گی۔ پس اس کو پاؤں سے پکڑ کر پھینکے گا، لوگ جانیں گے کہ دوزخ میں پھینک دیا مگر وہ جنت میں چلا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص شہادت کے درجہ میں نزدیک اللہ تعالیٰ کے بہت بزرگ ہوگا۔ صحابی لوگ سمجھتے تھے کہ وہ شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوں گے مگر جب وہ فوت ہو گئے تو وہ گمان جاتا رہا اور بعض حضرت خضر علیہ السلام کو کہتے تھے۔ اسی طرح بہت ملکوں سے پھرتا ہوا یمن کے کنارے پر جا پہنچے گا اور ہر جگہ سے بددین، بدنصیب، بدمعاش، شیطانی رنے والے ساتھ ہوتے جائیں گے اور تند باد کی طرح تیز چلے گا۔ آتے آتے مکہ معظمہ سے باہر قریب جا ٹھہرے گا لیکن فرشتوں کی چوکیداری کے سبب سے شہر مکہ معظمہ کے اندر نہ جاسکے گا۔ فرشتے تلوار لے کر آگے ہوجایا کریں گے۔

پھر وہاں سے مدینہ منورہ کا ارادہ کرے گا وہاں پر فرشتوں کے حفاظت کی وجہ سے اندرونِ شہر مدینہ منورہ کے جانے نہ پائے گا بلکہ کوہِ احد کے پاس قیام کرے گا، مگر پروردگار کی یہ آزمائش ہوگی کہ مدینہ منورہ کو تین زلزلے ہوں گے جتنے آدمی کمزور اور سست دین میں ہوں گے وہ زلزلہ کے سبب سے ڈر کر باہر مدینہ سے جا کھڑے ہوں گے اور دجال کے جال اور مکر میں گرفتار ہوجائیں گے اس وقت مدینہ منورہ میں کوئی بزرگ نیک شخص ہوں گے وہ دجال سے خوب بحث کریں گے۔ دجال آکر ان کو قتل کردے گا پھر زندہ کرکے پوچھے گا کہ اب بھی میرے خدا ہونے پر قائل ہوتے ہو یا نہیں؟ وہ بزرگ صاحب جواب میں کہیں گے کہ اب اور زیادہ میرا

یقین ہو گیا ہے کہ تو دجال لعین ہے۔

پھر اس بزرگ صاحب کو مارنا چاہے گا مگر اس کی ہمت نہ ہو گی اور اس بزرگ پر کچھ تاثیر نہ کر سکے گا۔ پس وہاں سے دجال مُلکِ شام کو روانہ ہو گا جب دمشق شہر کے قریب جا پہنچے گا اور امام مہدی رضی اللہ عنہ تو آگے ہی سے وہاں پہنچ چکے ہوں گے اور جنگ و جدل کا سامان کرتے ہوں گے کہ عصر کی نماز کے لیے مؤذن اذان کہے گا اور نماز کی تیاری میں لوگ ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے اترتے دکھائی دیں گے۔ جب سر نیچے کریں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر کو بلند کریں گے تو مروارید موتی کی طرح دانے گریں گے اور صورت ان کی مثل صورت عروہ بن مسعود صحابی کے ہو گی۔ (مسلم)

اور سینہ ان کا چوڑا ہو گا (بخاری) اور جامع مسجد کے مشرق کی طرف کے منارے سفید پر آ کر ٹھہریں گے اور وہاں سے زینہ لگا کر نیچے تشریف لائیں گے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ لڑائی کا سارا سامان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کرنا چاہیں گے مگر عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ لڑائی کا سامان اور انتظام آپ ہی رکھیں میں فقط دجال کے قتل کرنے کو آیا ہوں۔ جب رات گزر کر صبح ہو گی امام مہدی رضی اللہ عنہ لشکر کو تیار کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گھوڑے پر سوار ہو کر ایک نیزہ ہاتھ میں لے کر دجال کی طرف جائیں گے اور مسلمان لوگ دجال کے لشکر پر حملہ کریں گے اور بہت بڑی جنگ ہو گی اور اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس یعنی دم کی یہ تاثیر ہو گی کہ جس جگہ تک نظر جائے گی اس جگہ تک سانس بھی جائے گی اور جس کافر کو ان کی سانس کی ہوا جا پہنچے گی اسی وقت وہ کافر ہلاک ہو جائے گا۔ دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے تشریف لے جائیں گے۔ لد کے دروازہ شرقی پر جا کر اس کو نیزہ مار کے قتل کر دیں گے۔

بیہقی نے روایت کیا کہ گدھے پر سوار ہو گا اس کے دونوں کانوں میں فاصلہ دو سو اسی (۲۸۰) گز ہو گا اس قدر بڑا وہ خر دجال ہو گا۔ پس اگر قتل نہ کرتے جب بھی ان کو دیکھ کر ایسا پانی ہو جاتا جیسا کہ پانی میں نمک گھل جاتا ہے مگر لوگوں کو اس کا خون نیزے پر دکھائیں گے اس لیے قتل کریں گے۔

مقام لُد:

"لُد" وہاں ایک جگہ کا نام ہے ایک گاؤں ہے قریب بیت المقدس کے اور بعض علماء نے کہا کہ ملک شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے اور بعض نے کہا کہ موضع فلسطین ہے۔

فقیر مؤلف الکتاب عرض کرتا ہے کہ بہر صورت وہ "لُد" مخفف لدھیانہ کا نہیں ہے پنجاب میں، جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے۔ بعد قتل ہونے دجال کے مسلمان لوگ اس کے (۱) لشکر کو قتل کریں گے اور حضرت شہر بشہر تشریف لے جائیں گے اور مسلمانوں کو تسلی دیں گے اور درجاتِ بہشت کی خوشخبری سنائیں گے۔ پس اس وقت کافر کوئی باقی نہ رہے گا۔ پھر حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو جائے گا اور سب بندوبست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔ پس پروردگار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پیغام روانہ کرے گا کہ اب میں نے اپنے ایسے بندے ظاہر کیے ہیں کہ کسی کو لڑائی کرنے کی طاقت ان کے ساتھ نہیں۔ اے عیسیٰ علیہ السلام میرے بندوں کو تو کوہ طور میں لے جا پس خارج ہوں گے یاجوج وماجوج اور ان کے رہنے کی جگہ شمال کی طرف آبادی ختم ہونے سے بھی آگے سات ولایت سے باہر ہے اور بوجہ زیادہ سردی کے اس طرف کا دریائی سمندر ایسا جما ہوا ہے کہ کشتی جہاز بھی اس پر نہیں چل سکتے۔

یاجوج ماجوج میں سے کچھ لوگ جو آگے ملک شام میں طبریہ بستی کے دریا پر گزریں گے اس کا سارا پانی پی جائیں گے بعد والے جب آئیں گے تو کہیں گے کہ جیسا کہ کبھی اس دریا میں پانی نہیں ہوا تھا، ایسا خشک ہوگا۔ پس وہ کیچڑ چاٹیں گے اور ان کی موت کی صورت یہ ہے کہ ہر ایک کی اولاد جب ایک ہزار پوری ہوتی ہے جب مرنا شروع ہوتے ہیں بعض کا قد بقدر یک بالشت کے اور بعض بلند مثل آسمان کے، کان ان کے اتنے بڑے ہوں گے کہ ان کو بچھا کر سویا

---

(۱)۔ جس درخت یا دیوار، پتھر یا اور جس چیز کے پیچھے کافر ہوگا وہ چیز کہے گی کہ اے مومن کافر یہاں پر ہے اس کو قتل کر مگر غرقدہ جو ایک قسم کا درخت ہے یہود کے درختوں میں سے وہ نہ بولے گا۔

کریں گے۔ پس سیر کرتے ہوئے بیت المقدس کے قریب ''جبلِ خمر'' ایک پہاڑ ہے اس کے پاس جا پہنچیں گے اور کہیں گے کہ اہلِ زمین کو قتل کر چکے، اب اہلِ آسمان کو قتل کریں گے۔ پس آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون سے آلودہ کر کے نیچے ڈال دے گا وہ اس سے خوش ہوں گے کہ واقعی آسمان کے رہنے والوں کو ہم نے قتل کر دیا ہے اور اس حال میں عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو لے کر طور پہاڑ پر بند ہوں گے۔

ایک سر بیل، گائے کا ان لوگوں کو بوجہ بھوک کے سو (۱۰۰) اشرفی سے بہتر ہوگا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام سے التماس کریں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ والوں کو لے کر دعا کریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی گردن میں ایک کیڑا پیدا کرے گا اس سبب سے سب مر جائیں گے۔ بعد میں عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو لے کر پہاڑ سے نیچے اتریں گے مگر یاجوج ماجوج کی بدبو اور مردار کے سبب سے ایک بالشت زمین بھی خالی نہ ہوگی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے جانور پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں بختی خراسانی اونٹوں کی طرح بڑی بڑی ہوں گی وہ جانور ان مرداروں کو اُٹھا کر کوہ قاف کے پیچھے ڈال دیں گے اور ان کے تیر و کمان اس قدر باقی رہیں گے کہ مسلمان لوگ سات برس تک جلاتے رہیں گے۔ پس پروردگار بارش برسائے گا۔ کوئی جگہ زمین، پتھر، جامہ، لباس اس بارش سے خالی نہ رہے گی۔ پس تمام زمین کو دھو کر صاف کر کے مثل آئینہ کے صاف کر دے گا۔ پس پروردگار زمین کو ایسی برکت دے گا کہ میوہ غلہ بکثرت ہوگا۔ ایک ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ آدمیوں کی ایک جماعت اس سے پیٹ بھر کر کھائے گی اور اس کے پوست کے سایہ میں بیٹھ سکے گی اور چار پایوں میں ایسی برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی یعنی شُتر مادہ کا دودھ ایک چند جماعت کو کافی ہوگا اور ایک گائے کا دودھ ایک بڑے قبیلہ کے لوگوں کو بس ہوگا اور بکری کا دودھ چھوٹے قبیلہ کو کفایت کرے گا۔ (۱)

---

(۱)۔ عمدہ گھوڑا تھوڑے روپیہ کے ساتھ ملے گا بوجہ نہ ہونے لڑائی کے گھوڑا بہت سستا ہوگا اور بیل کی قیمت زیادہ ہوگی بوجہ کاشتکاری کی محنت کے۔ ایک من تخم سے ۷۰۰ من غلہ ہوگا۔

اور عیسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب پیغمبر کے خاندان میں نکاح کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی (ا) بعد چالیس برس کے انتقال فرمائیں گے اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضۂ پاک میں دفن ہوں گے۔ تفسیر در منثور میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر حضرت ﷺ کے مقبرہ میں ہوگی اور عبارت ''تفسیر در منثور'' کی یہ ہے!

وَأخرج التِّرمِذِیّ وَحسنه عَن مُحَمَّد بن یُوسُف بن عبد الله بن سَلام عَن أَبِیه عَن جده قَالَ: مَکْتُوب فِي التَّوْرَاة صفة مُحَمَّد وَعِیسَی بن مَرْیَم یدْفن مَعَه۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ بَقِيَ فِي الْبَیْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ۔

ترجمہ: ترمذی نے محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔ فرمایا تورات میں محمد ﷺ کی صفت لکھی ہوئی ہے۔ اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آپ کے ساتھ دفن ہوں گے۔ ابو داؤد نے کہا اور گھر (حجرہ) میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔

اور مرقات میں ہے قال رسول اللہ ﷺ:

یَنْزِلُ عِیسَى ابْنُ مَرْیَمَ إِلَى الْأَرْضِ، فَیَتَزَوَّجُ وَیُولَدُ لَهُ، وَیَمْکُثُ خَمْسًا وَأَرْبَعِینَ سَنَةً... ثُمَّ یَمُوتُ، فَیُدْفَنُ مَعَهُ ") أَيْ: مُصَاحِبًا لِي (فِي قَبْرِي) أَيْ: فِي مَقْبَرَتِي، وَعَبَّرَ عَنْهَا بِالْقَبْرِ لِقُرْبِ قَبْرِهِ بِقَبْرِهِ، فَکَأَنَّهُمَا فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ۔ (مرقاۃ المفاتیح: جز ۸،

(ا) بعض روایات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پچاس وقت نماز پڑھا کریں گے دن رات میں۔ مگر قوی یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر فقط پانچ وقت کی نماز پڑھا کریں گے۔ اور مشکوۃ شریف وغیرہ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ۴۵ سال زمین میں زندگانی کریں گے۔ ''مرقاۃ'' میں ہے کہ جب آسمان پر گئے تو عمران کی ۳۳ برس کی تھی اور بعد اترنے کے سات برس زندگانی کریں گے۔ سات برس کا ذکر ''صحیح مسلم'' میں ہے۔ اگرچہ اس حساب سے ۴۰ برس ہوتے ہیں مگر فی الواقع ۴۵ برس زمین پر پورے ہوں گے اور جس نے چالیس برس کو بیان کیا ہے اس نے کسر کو بیان نہیں کیا جو کہ ۵ برس ہے کیونکہ عینی اور ابونعیم نے ذکر کیا ہے کہ بعد نزول کے ۱۹ برس رہیں گے۔ جیسا کہ مرزا کے جواب وسوال میں ہر امر گزرا ہے۔ پس اس حساب سے مجموعہ ۵۲ برس ہوتا ہے۔

باب،نزول عیسیٰ علیہ السلام،رقم:۵۵۰۸،دار الفکر بیروت)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف اتریں گے پس شادی کریں گے اور آپ کی اولاد ہوگی اور پینتالیس سال رہیں گے۔۔۔۔(پھر آپ کی وفات ہوگی)۔اور آپ ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے یعنی میرے مقبرے میں دفن ہوں گے اور آپ کی قبر کے قریب ہونے کی وجہ سے اس کو قبر سے تعبیر کیا۔گویا دونوں ایک قبر میں ہوں گے۔

اور ابن جوزی نے اسے ''کتاب الوفاء'' میں بھی لایا ہے اور سوائے ان کے اور کئی کتابوں میں ہے طبرانی اور امام بخاری نے تاریخِ کبیر میں اور جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے:

''یدفن عِیسٰی بن مَرْیَم مَعَ رَسُوْل اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم وصاحبیہ فَیکون قَبرہ رَابِعا''

ترجمہ: حضرت عیسٰی ابن مریم رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہوں گے پس آپ کی قبر چوتھی (قبر) ہوگی۔

مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے گنبد میں بالفعل تین قبریں ہیں۔حضرت ﷺ کی قبر مبارک اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی دو قبریں اور چوتھی قبر کی جگہ باقی ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب فوت ہوں گے تو دفن ہوں گے اور ان کی جگہ پر ایک شخص جہجاہ نامی مُلکِ یمن کا رہنے والا بیٹھے گا اور وہ قبیلہ قحطان کا ہوگا اور بہت انصاف اور عدل کے ساتھ حکومت کرے گا اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے کئی اور بادشاہ ہوں گے۔پھر رفتہ رفتہ نیک باتیں کم ہونا شروع ہوں گی اور بری باتیں زیادہ ہوتی جائیں گی۔

اب قیامت کی بڑی نشانیوں کا بیان ہے۔

بیان قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں کا

امام مسلم نے حضرت حذیفہ بن اسد غفاری سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت برپا نہ ہوگی جب تک کہ دس نشانیاں ظہور میں نہ آجائیں:

۱۔۔۔دخان	۲۔۔۔دجال
۳۔۔۔دابۃ الارض	۴۔۔۔طلوع آفتاب کا مغرب سے
۵۔۔۔اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا	۶۔۔۔نکلنا یاجوج ماجوج کا

۷۔۔۔اور تین بار خسف یعنی دب جانا زمین میں ایک بار مشرق میں

۸۔۔۔دوسری بار مغرب میں ۹۔۔۔تیسری بار جزیرۂ عرب میں اور

۱۰۔۔۔آخر سب سے ایک آگ مُلکِ یمن سے نکلے گی جو کہ لوگوں کو بطرف محشر کے مُلکِ شام کی زمین میں لے جائے گی۔اور ایک روایت میں دسویں نشانی باد سخت کا ذکر آیا ہے جو کہ لوگوں کو دریا میں پھینک دے گی۔اور ابو ذر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ بعد ظاہر ہونے دجال اور دابۃ الارض اور طلوع آفتاب کے مغرب سے کافر کا ایمان اور کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی۔اور امام بغوی وغیرہ نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ جو آگ کہ لوگوں کو چلا کر بطرف محشر کے لے جائے گی وہ عدن شہر کے غار سے نکلے گی۔حذیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ دخان کیا ہے؟ فرمایا حضرت ﷺ نے اس آیت کو:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ () يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ()۔

ترجمہ: منتظر ہو اس روز کا کہ لائے گا آسمان ایک دھواں ظاہر جو کہ ڈھانک لے گا لوگوں کو یہ عذاب درد دینے والا ہے۔

اور فرمایا کہ وہ دھواں مشرق سے مغرب تک ہو جائے گا اور چالیس دن رات تک رہے گا۔ مسلمانوں کو زکام کی طرح پہنچے گا اور کافروں کو بے ہوشی دے گا اور ان کی ناک اور کان اور پاخانہ

کے رستہ سے نکلے گا۔اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ دخان ہو چکا اس وقت میں جب کہ کفارِ قریش نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کمال برائی اور بے ادبی کی تو حضرت نے بددعا کی۔ پس ایسا قحط ہوا کہ لوگ ہڈیاں کھاتے تھے اور بھوک کے سبب سے ان کو زمین سے آسمان تک دھواں نظر آتا تھا۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ فی الواقع دھواں نہیں ہے لیکن حضرت حذیفہ وغیرہ حضرات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو دخان ہے فی الواقع وہ علامات کبری قیامت سے ہے اور یہی ہے نزدیک عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اور وہ قحط کا واقعہ دوسرا ہے۔ بعد چالیس روز کے آسمان صاف ہو جائے گا اور اسی زمانہ کے قریب بقرعید کے مہینے میں دسویں تاریخ کے بعد دفعتہً ایک رات ایسی لمبی ہوگی کہ لوگوں کا دل گھبرا جائے گا اور بچے سوتے سوتے دق ہو جائیں گے اور چار پائے جانور جنگل میں جانے کے واسطے شور مچائیں گے اور کسی طرح صبح ہی نہ ہوگی اور تمام آدمی ہیبت اور پریشانی سے بے قرار ہو جائیں گے۔جب بقدر تین راتوں کے وہ ایک رات ہو چکے گی اس وقت سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا اور روشنی اس کی تھوڑی سی ہوگی۔ جیسے کسوف یعنی گہن لگنے کے وقت روشنی تھوڑی ہوتی ہے اس وقت جو لوگ موجود دنیا پر ہوں گے کسی کافر کا ایمان لانا قبول نہ ہوگا اور مسلمان جو کوئی گناہ سے توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ پس سورج اتنا اونچا آئے گا جیسا کہ دوپہر سے ذرہ قدر پہلے بلند ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مغرب کی طرف لوٹ جائے گا اور دستور کے موافق غروب ہو گا۔پھر ہمیشہ پہلے کی طرح روشن اور صاف اپنے قدیمی دستور کے موافق نکلتا رہے گا،اس کے بعد تھوڑے دنوں میں قریب دابۃ الارض نکلے گا جیسا کہ پروردگار نے فرمایا ہے!

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ۔

یعنی جس وقت واقع ہوگا حکم اللہ تعالیٰ کا ساتھ قائم ہونے قیامت کے یعنی قیامت نزدیک پہنچے گی تو

خارج کریں گے ہم لوگوں کے لیے چار پایہ زمین سے کہ لوگوں سے باتیں کرے گا اس امر میں کہ ہماری آیتوں کے ساتھ وہ لوگ یقین نہیں رکھتے تھے۔

اور ایک متواتر قرأت میں ''تُكَلِّمُهُمْ'' ساتھ سکون کاف اور تخفیف لام کے بھی آچکا ہے۔ یعنی لوگوں کو زخمی کرے گا اس بات کے لیے کہ ہماری آیات کے اوپر یقین نہ رکھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دونوں باتیں ہو سکتی ہیں یعنی مسلمانوں سے کلام کرے گا اور کافروں کو زخم پہنچائے گا۔ اور احادیث کی روایات میں اختلاف ہے بعض میں ذکر ہے کہ منہ اس کا مثل انسان کے منہ کے ہوگا اور داڑھی اس کی ہوگی اور باقی سارا بدن اس کا پرندے کے بدن کی طرح ہوگا اور اکثر روایات میں آیا ہے کہ چہار پایہ ہوگا کہ صفا کے پہاڑ سے نکلے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا عصا حج کے موسم میں صفا کے پہاڑ پر مارا اور کہا کہ دابۃ الارض اس میرے عصا مارنے کی آواز سنتا ہے۔ پس مکہ شریف میں زلزلہ پیدا ہوگا اور صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اور اس جگہ وہ دابۃ الارض جانور نہایت عجیب صورت کا نکلے گا، قد اس کا بہت بڑا ہوگا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ سر اس کا ابر کے ساتھ لگے گا اور پاؤں اس کے ابھی زمین میں ہوں گے۔ اور امام بغوی نے ابو شریح انصاری سے روایت کی ہے کہ دابۃ الارض تین بار خارج ہوگا۔ اول بار یمن میں خارج ہوگا اور بات چیت اس کی فقط جنگل میں پہنچے گی اور مکہ شریف میں ذکر اس کا نہ پہنچے گا۔ دوسری بار مکہ شریف کے قریب ایک جنگل میں سے نکلے گا اور چرچا اس کا مکہ شریف میں جا پہنچے گا۔ تیسری بار خاص مکہ شریف سے نکلے گا اور سر اپنے کو جھاڑے گا اور بہت جلدی سے لوگوں پر گزرے گا۔ اور اس سے کوئی بھاگ نہ سکے گا اور بات کرے گا مسلمان کو کہے گا یا مومن اور کافر کو کہے گا یا کافر۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی ایمان والوں کی پیشانی پر اس عصا کے ساتھ سفید نقطہ لگائے گا اس

سے لفظ مومن کا لکھا جائے گا اور سارا چہرہ روشن ہو جائے گا مثل ستارہ چمکنے والے کے اور بے ایمان کافر کی پیشانی پر اس انگوٹھی سے سیاہ نقطہ لگائے گا جس سے لفظ کافر لکھا جائے گا اور منہ اس کا کالا ہو جائے گا۔

بعد اس کے لوگ ایک دوسرے کو شناخت کرلیا کریں گے یہاں تک کہ بازار میں کہیں گے مومن سے کہ اے مومن اپنی فلانی چیز کتنی قیمت پر بیچتا ہے؟ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ دابۃ الارض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں خارج ہو گا کہ زمین کانپ جائے گی اور صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اور دابۃ الارض نکلے گا لیکن قوی بات یہی ہے کہ بعد عیسیٰ علیہ السلام کے نکلے گا۔ جلال الدین سیوطی نے کہا کہ بعد دابۃ الارض کے نیک کام کا امر کرنا اور برے کام سے منع کرنا باقی نہ رہے گا اور بعد اس کے کوئی کافر ایمان نہ لائے گا۔ پس دابۃ الارض یہ کام کر کے غائب ہو جائے گا۔ اس کے بعد جنوب کی طرف سے ایک ہوا نہایت فرحت دینے والی چلے گی اس ہوا سے سب ایمان والوں کی بغل میں کچھ نکل آئے گا جس سے وہ سب مرجائیں گے۔ جب مسلمان مرجائیں گے اس وقت کافر حبشیوں کا ساری زمین میں عمل دخل ہو جائے گا اور وہ لوگ خانۂ کعبہ کو شہید کریں گے اور حج بند ہو جائے گا اور قرآن شریف دلوں سے اور کاغذوں سے اُٹھ جائے گا اور خدا کا خوف اور خلقت کی شرم سب اُٹھ جائے گی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ اس وقت شام کے ملک میں غلہ کی بہت ارزانی ہو گی بہت لوگ سواریوں پر اور پا پیادہ اس طرف کو روانہ ہو جائیں گے اور جو رہ جائیں گے ایک آگ پیدا ہو گی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ آگ سب لوگوں کو ہانکتی ہوئی شام کے مُلک میں پہنچا دے گی اس واسطے کہ قیامت کے دن ساری مخلوقات کو اسی جگہ مُلکِ شام میں کھڑا ہونا ہو گا، پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی اور اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہو گی۔ تین چار برس اسی حال میں گزریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ اسرافیل علیہ السلام فرشتہ جو کہ صور لیے کھڑا ہے اس صور کو پھونک

دے گا۔صور کی شکل سینگ کی طرح ہوتی ہے۔اول ہلکی ہلکی آواز ہوگی پھر اسقدر بڑھے گی کہ اس کی ہیبت سے حاملہ عورتوں اور جانوروں کے حمل گر جائیں گے۔کھانے والے کے منہ سے لقمہ گر جائے گا۔جس جگہ میں جو کوئی ہوگا وہیں رہ جائے گا، زمین و آسمان پھٹ جائیں گے اور دنیا فنا ہو جائے گی اور جب کہ آفتاب مغرب سے نکلا تھا صور پھونکنے تک ایک سو بیس برس کا زمانہ ہوگا۔پس اب یہاں سے قیامت کا دن شروع ہوگیا۔

فقط یا اللہ اس فقیر حقیر ہیچمداں قاضی غلام گیلانی اور اس کے والدین وغیرہ خویش و اقارب اور پیروں اور استادوں اور دوستوں اور جملہ اہلِ سنت و جماعت کو خاتمہ با ایمان روزی فرما اور صغیرہ و کبیرہ گناہ بخش دے ساتھ برکت اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے۔

قاضی غلام گیلانی پنجابی حنفی نقشبندی (سیاح بنگال بقلم ۱۳۲۰ ھجری)

اعلان

اگر کسے مولوی از فرقہ احمدیہ یعنی از فرقہ قادیانی کہ ایں فرقہ را مرزائی فرقہ نیز نامند رد ایں کتاب۔۔ بدلائل قویہ موافق اہل سنت و جماعت مسلمہ فریقین و ہد ہزار روپیہ انعام یا بدو نیز مرزائیاں را واضح باد کہ بناں بارہا نوشتہ اند کہ اگر کسے یک حدیث کتب احادیث اگرچہ موضوع باشد برفتن عیسیٰ برآسمان بہمیں جسم خاکی و باز آمدن او برزمیں پیدا کند ما بست ہزار روپیہ انعام مے وہیم پس من میگویم کہ حدیث موضوع چہ معنی دارد ما از احادیث صحیحہ و آثار متواترہ یعنی ثابت کردہ ایم کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہمیں جسم عنصری برآسمان رفتہ و در آنجا زندہ است و باز بقرب قیامت بحکم پروردگار را از آسمان نازل خواہد شد و ہمہ تحریرات مرزا غلام احمد قادیانی باطل و گمراہی اند و ہیچ علامت مہدی بر مرزا صادق نمے آید مرزائیاں وہ دیانیان اگر نفس مسلمانی خود را ثابت کنند ماہم غنیمت شمارند مثیل عیسیٰ بودن و ولی اللہ بودن و عامل بشرع بودن از قادیانیاں بمنزلہا دورست۔ ہرگاہ کہ مرزا ایں قد اقوال و افعال و اعتقاد کفر دارد ہیچ کسے مسلمان را ور گمراہ و بے دین بودن ایچنیں مرو ہرگز شبہ نباشد ۔ اگر قادیانیاں مسلمانی و اقرار را واجب العمل دانند تا از کردہ و گفتہ خود برسر بازار توبہ نامہ خود را طبع کردہ در اہل اسلام مشہور کنند و ایمان آرند کہ عیسیٰ و امام مہدی علیہما السلام بقرب قیامت ہر دو تشریف آرند و بر مرزا غلام احمد ہیچ علامت مہدی صادق نیست بلکہ اقوال و افعال او سرا سر ضلالت و کفر اند و مرا بست ہزار روپیہ انعام دہندو نیز بعض واضح بارد کہ در رد فرقہ قادیانی ہمہ علمائے اسلام عمدہ عمدہ کتابہا تیار ساختہ اما از ہمہ عمدہ کتاب شمس الدرایہ است و فقیر حقیر نیز بعض مضمون ۔۔۔اخذ نمودہ ولعمری الفضل للمتقدم و نیز دریں کتاب رد ہدایۃ المہتدی ست کہ مولوی عبد الاحد قادیانی بنگالی ضلع پترہ

باشندہ مقام برہمن بریہ نوشتہ ورد و مستقل نیز تیار شدہ کہ نامش جواب حقانی در رد بنگالی قادیانی نہادہ شد تصنیفات مصنف ایں کتاب فتاویٰ فتاح الجنۃ 12 جلد فارسی وارد و عربی مشتمل بر ابحاث غریبہ علمیہ ہر فن غیر مطبوع نا تمام خیر الماعون فی جواز الدعا برفع الطاعون بقدرہ جزو، تحقیق نغزک در مسئلہ سمک و دریں رسالہ اقسام ماہی و علامات ماہی و حکم عدم جواز خوردن ماہی خورد کہ مرارہ از وجدا نگردو ماہی بے نمک بدبودار وغیرہ ۔۔۔۔بقدر 3جزو بحر الفوائد معروف بہ فوائد گیلانیہ بقدر 10 جزو دریں کتاب فوائد فقیہہ و رسم المفتی و فوائد ادبیہ و حدیثیہ وغیرہ مذکور اند تنجیۃ الھالک فی جواز العمل علی مذہب الامام مالک در زوجہ مفقود الخبر بقدر یک جزو۔بدیع الکلام فی لزوم الظہر علی الانام بروز جمعہ نماز جمعہ و ظہر احتیاطی ہر دو بہ نیت فرض خواندن از یکصد و دوازدہ کتاب ثابت کردہ ازدو بقدر 6جزو نہایت مدلل رسالہ در آداب دعا و اسباب رد وقبول دعا بقدر 3جزو فارسی راحۃ الافکار فی مسئلۃ الخیار در کار فسخ نکاحیکہ غیر اب وجد کردہ باشد مشتمل بر ابحاث علمیہ بقدر 2جزو فارسی، قول فاصل در پیر حق و باطل اردو بقدر 2 جزو نفخۃ الازہار فی مسجد الضرار یک جزو اردو تتمۃ المقالات فی جواز اخذ المال علی الختمات یک جزو اردو، مسائل ضروریہ اردو، حق البیان فی مقام الاذان بروز جمعہ اذان ثانی بیرون از مسجد بر دروازہ مسجد باید گفت بقدر 2جزو، الایضاح فی الاصلاح ورد بعض مولویان بے علم، ازالۃ الشقاق فی اخذ الخطوات بعد الصلوٰۃ الی العراق بقدر 2جزو فارسی التحریر المتین فی طلاق الیمین بقدر 2 جزو نہایت عمدہ بحث فارسی، جامع التحریر فی حرمۃ الغناء والمزامیر در اردو فارسی عربی 9 جزو مطبوع تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی بقدر 9جزو اردو مطبوع۔

محمد غلام ربانی شمس آبادی

(مترجم مولانا محمد ایوب خان چشتی)

فرقہ احمدی یعنی فرقہ قادیانی میں سے کہ جسے فرقہ مرزائی بھی کہتے ہیں کوئی مولوی اس کتاب کا رد اہل سنت و جماعت کے موافق اور فریقین کے نزدیک مسلمہ قوی دلائل کے ساتھ کرے تو ایک ہزار روپے انعام پائے گا اور نیز مرزائیوں پر واضح ہو کہ انھوں نے بارہا لکھا ہے کہ اگر کوئی احادیث کی کتب سے ایک حدیث اگرچہ موضوع ہو عیسیٰ علیہ السلام کے اس جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر جانے اور پھر زمین پر آپ علیہ السلام کے آنے کے متعلق پیدا کرے۔ تو ہم بیس ہزار روپے انعام دیں گے۔ پس میں کہتا ہوں کہ حدیث موضوع کیا معنی رکھتی ہے (اس کی کیا ضرورت ہے) ہم نے صحیح اور متواتر المعنی آثار سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں اور وہاں زندہ ہیں اور پھر قیامت کے قریب اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوں گے۔

اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تمام تحریریں باطل اور گمراہی ہیں اور امام مہدی رضی اللہ عنہ کی کوئی علامت مرزا پر صادق نہیں آتی۔ مرزائی اور قادیانی لوگ اگر اپنی مسلمانی بھی ثابت کریں اسے بھی غنیمت شمار کریں گے۔ مثیل عیسیٰ ہونا، ولی اللہ ہونا اور عامل بشرع ہونا قادیانیت سے کوسوں دور ہے۔ ہرگاہ مرزا اس قدر اقوال، افعال و اعتقادات کفریہ رکھتا ہے کہ کسی بھی مسلمان کو اس کے گمراہ گرد اور بے دین ہونے میں ہرگز شبہ نہیں ہوسکتا۔ اگر قادیانی مسلمانی اور اقرار کو واجب العمل جانتے ہیں تو اپنے اقوال و افعال سے برسر بازار اپنا توبہ نامہ طبع و شائع کرا کے اہل اسلام میں مشہور کر دیں اور ایمان لے آئیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام دونوں قیامت کے قریب تشریف لائیں گے اور مرزا غلام احمد پر امام مہدی رضی اللہ عنہ کی کوئی علامت صادق نہیں آتی بلکہ اُس کے تمام اقوال و افعال سراسر گمراہی اور کفر ہیں اور مجھے بیس ہزار روپے انعام دیدیں۔

نیز واضح ہو کہ فرقہ قادیانی کے رد میں تمام علمائے اسلام نے عمدہ عمدہ کتابیں تیار کی ہیں مگر ان تمام سے عمدہ کتاب "شمس الدرایہ" ہے اور فقیر حقیر نے بھی بعض مضمون اس سے اخذ کیے ہیں اور قسم ہے کہ فضیلت متقدم (آگے بڑھنے والے اور پہلے آنے والے) کے لیے، نیز اس کتاب میں" ہدایۃ المہدی" کا رد ہے جو کہ مولوی عبد الاحد قادیانی بنگالی ضلع پترہ مقام برہمن بریہ نے لکھی ہے۔ اور اس کا مستقل رد بھی تیار ہوا ہے جس کا نام" جواب حقانی در رد بنگالی قادیانی" رکھا گیا ہے۔

اس کتاب کے مصنف کی تصنیفات:

1۔ فتاویٰ مفتاح الجنۃ 12 جلد اردو/ عربی کی ہیں اور ہر فن کی نادر علمی بحثوں پر مشتمل غیر مکمل غیر مطبوع

2۔ خیر الماعون فی جواز الدعاء برفع الطاعون بقدر 5 جزو

3۔ تحقیق نغزک در مسئلہ سمک۔ اس رسالہ میں مچھلی کی اقسام، مچھلی کی علامات اور چھوٹی مچھلی کھانے کا عدم جواز۔۔ اور بے نمک بدبودار مچھلی وغیرہ مذکور ہے بقدر 3 جزو

4۔ بحر الفوائد معروف بفوائد گیلانیہ بقدر 10 جز۔ اس کتاب میں فوائد فقیہہ ورسم المفتی وفوائد ادبیہ وحدیثیہ وغیرہ مذکور ہیں۔

5۔ تنجیۃ الھالک فی جواز العمل علی مذہب الامام مالک در زوجہ مفقود الخبر بقدر یک جزو

6۔ بدیع الکلام فی لزوم الظہر علی الانام۔ بروز جمعہ نماز جمعہ وظہر احتیاطی دونوں بہ نیت فرض پڑھنا ایک سو بارہ کتابوں سے ثابت کیا ہے۔ اردو بقدر 6 جز نہایت مدلل

7۔ رسالہ در آداب دعا واسباب رد وقبول دعا بقدر 3 جزو فارسی

8۔ راحۃ الافکار فی مسئلۃ الخیار۔ اس نکاح کے فسخ کے بارے میں جو کہ باپ دادا

کے علاوہ کسی نے کیا ہو، علمی بحثوں پر مشتمل بقدر 2 جز فارسی

9۔ قول فاصل در پیر حق و باطل اردو بقدر 2 جز۔

10۔ نفحۃ الازھار فی مسجد الضرار ایک جز واردو

11۔ تتمۃ المقالات فی جواز اخذ المال علی الختمات ایک جز واردو

12۔ مسائل ضروریہ اردو

13۔ حق البیان فی مقام الاذان، بروز جمعہ اذان ثانی مسجد سے باہر مسجد کے دروازہ پر دینی چاہیے بقدر 2 جز

14۔ الایضاح فی الاصلاح۔ بعض بے علم مولویوں کے بارے میں

15۔ ازالۃ الشقاق فی اخذ الخطوات بعد الصلوٰۃ الی العراق۔ نماز کے بعد عراق کی طرف قدم اُٹھانے کے بارے میں بقدر 2 جز فارسی

16۔ التحریر المتین فی طلاق الیمین بقدر 2 جز نہایت عمدہ بحث فارسی

17۔ جامع التحریر فی حرمۃ الغنا والمزامیر اردو، فارسی، عربی، 9 جز مطبوع

18۔ تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی بقدر 9 جز اردو مطبوع

محمد غلام ربانی الشمس آبادی

رسول اللہ وخاتم النبیین

جَوَابِ حقّانِی

دَر رَدِّ

بَنگَالِی قَادِیَانِی

تصنیفِ لطیف

عالم جلیل فاضل نبیل حامی سنت ماحی بدعت

حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

شمس آباد ضلع اٹک پنجاب پاکستان

(1868ء/1930ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ حمد الشاکرین کحمد اھل السموات والارضین من الجنة والناس اجمعین والصلاة والسلام علی رسوله محمد وآله واصحابه اجمعین۔اللھم اغفرلنا ولوالدینا ولأساتذنا ولاحبائنا ولتلامذنا ولاقاربنا ولمن له حق علینا ولجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات انك سمیع قریب مجیب الدعوات یا خالق الارضین والسموات۔ امین ثم امین ثم امین الی یوم الدین بجاہ سید المرسلین.

اما بعد!! بخدمت اہل اسلام عموماً واہل بنگال ضلع پترا مقام برہمن بریہ خصوصاً عرض ہے کہ ملک پنجاب موضع قادیان ضلع گورداسپور میں مسمی غلام احمد پیشہ کاشتکاری قوم مغل نے پہلے بزرگی کا دعوی کیا رفتہ رفتہ مہدی مطلق ہوا بعد کو یہ کہا کہ میں وہ مہدی موعود ہو جس کا تم لوگ انتظار کر رہے ہو ۔حضرت عیسیٰ بن مریم مرگیا۔اب وہ دنیا میں نہ آئے گا بلکہ اس کی روح میرے پر آ گئی ہے۔غرض کے کبھی کچھ بکا اور کبھی کچھ جیسا موقع اور لوگ دیکھے بکتار ہا اور اپنی زبان اور تحریر میں ایسے کفریات بکتا رہا کہ شیطان پر بھی سبقت لے گیا۔عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دیں۔حضرت مریم علیہ السلام وغیرہ پروردگار کے محبوں کو گالیاں دیں۔عجب یہ کہ جس کا مثیل بننا چاہتا ہے اس میں طرح طرح کے ناشائستہ گناہ کے کام اپنے گمراہ اعتقاد کے موافق ثابت کرتا ہے۔علماء نے ہر طرف سے سمجھایا بجھایا مگر وہ باز نہ آیا۔آخرالامر علماء ربانیین نے مجبوراً ان الفاظوں پر کفر کا حکم دیا۔خود تو وہ مرگیا مگر بعض جگہ اس کے تعلیم یافتہ گمراہ بے دین خلیفے اور چیلے رہ گئے ہیں جو کہ مسلمانوں کو کافر کرنا چاہتے ہیں۔اور دن رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین متین کے خراب کرنے کے درپے ہیں۔مگر الحمدللہ کہ نتیجہ برعکس ہوتا جاتا ہے۔چنانچہ اہل اسلام کے علماء کے وعظ ونصیحت کی تاثیر سے صدہا قادیانی مسلمان ہو گئے۔اور اب بھی ہمیشہ توبہ کر کے مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔اور قادیانی چونکہ اپنے

دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکتے اور قیامت تک بھی ثابت نہ کر سکیں گے کیونکہ باطل چیز کا ثبوت ہی کیا ہوگا۔لہذا علماء نے ان کو لاجواب جان کر ان سے خطاب و عتاب ترک کر دیا تھا۔ ع

جواب جاہلاں باشد خموشی

بے وقوفوں کا جواب خاموشی ہے۔

لیکن ملک بنگال ضلع پترا مقام برہمن بڑیہ میں ایک ملا عبدالواحد نامی مسجد کا خطیب اردو، فارسی لکھا پڑا ہوا نصیب کی شامتوں سے قادیانی ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے آمادہ ہوا۔اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی کہنے لگا۔اور جن باتوں کے سبب سے اس پر علماء نے کفر کا حکم دیا تھا انہی باتوں کو برحق کہنے لگا اور اسی اپنے پیغمبر کی کتابوں سے چند باتیں پرانی نکال کر ایک رسالہ بنایا اور اس کا نام ''ہدایۃ المھتدی'' رکھا۔

ع برعکس نہند نام زنگی کافور

اُلٹا زنگی کا نام کافور رکھتے ہیں۔

اور اس رسالے کا نام ''ضلالۃ المھتد ی'' ہونا چاہیے اور جاہل نے اتنا نہ سوچا کہ ان باتوں کا جواب دندان شکن بارہا دیا گیا ہے۔جس کے سبب سے قادیانی بحر خاموشی اور چاہ مرگ میں غرق ہو چکے ہیں۔مگر برہمن بڑیہ اور اطراف کے بعض جاہل بے وقوف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے بظاہر ایک صورت نکالی کہ کتاب کا نام سن کر عوام الناس دام فریب میں آئیں گے اور اہل اسلام کے علماء اس کی کتاب کو قابل جواب نہ سمجھ کر اپنے دین و اسلام کی اشاعت میں سرگرم رہتے ہیں۔اس طرف قادیانیوں کو بے علم لوگوں کے ورغلانے کا خوب موقع ہاتھ آیا۔گاؤں بہ گاؤں بکتے ہیں کہ اگر اس رسالہ کی باتوں کا کوئی جواب ہوتا تو مسلمان علماء جواب کیوں نہ دیتے مجھے معلوم ہوا کہ قادیانیوں کا اعتقاد حق ہے اور کل روئے زمین کے مسلمانوں کا اعتقاد باطل ہے۔کیونکہ اس میں بعض سیدھے سادے مسلمانوں کے گمراہ ہو جانے کا احتمال ہے۔لہذا میں نے اس ملا عبدالواحد خطیب کے

رسالہ کی بعض موٹی موٹی غلطیوں کا رد لکھا تھا کہ اگر پروردگار اپنا فضل کرے تو لوگ اس کے مکر کے دام میں نہ آئیں۔ اور وہ ملا خود اور اس کے ہم مذہب لوگ اگر بغور اس کتاب کو اور میری دوسری کتاب کو جس کا نام **"تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی"** ہے مطالعہ کریں اور کسی مسلمان عالم ذہین سمجھدار سے پڑھیں تو امید ہے کہ اپنے کفری اعتقاد سے توبہ کریں۔ اور کم از کم اتنا تو ہو کہ اپنی بے علمی اور جہالت پر خبردار ہوں۔

لفظ قولہ کے بعد عبدالواحد برہمن بڑیا کے خطیب کی عبارت ہے اور لفظ الجواب کے بعد اس فقیر کا جواب ہوگا۔

قولہ: ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں آئے۔

الجواب: انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں مشہور ہے کہ روایات مختلفہ وارد ہیں۔ ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ دوسری روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار۔ تیسری روایت میں بائیس لاکھ (رواہ کعب الاحبار) چوتھی روایت میں دس لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ (رواہ مقاتل)

پس درست بات یہی ہے کہ کوئی تعداد مقرر نہ کرنی چاہیے بلکہ پروردگار کے علم کے سپرد کرے اور کہے کہ سب انبیاء پر میرا ایمان ہے جس قدر بھی ہوں۔ کیونکہ اگر خاص ایک عدد اور ایک مقدار کو لے لیا تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ کسی غیر نبی کو نبی کہنا ہوگا یا نبی کو غیر نبی کہنا ہوگا۔ واقعی مقدار سے اگر تھوڑے کہے تو بعض انبیاء کو نہ مانا۔ اور اگر واقعی عدد سے زائد کہہ دیے تو جو نبی نہ تھے ان کو نبی کہا۔ اور یہ دونوں باتیں کہ نبی کو غیر نبی کہے ہے یا غیر نبی کو نبی کہے، کفر کی ہیں "بناء علی ان اسم العدد اسم خاص فی مدلولہ لایحتمل الزیادۃ والنقصان۔ (دیکھو شرح عقائد نسفی وغیرہ)

اسم العدد اپنے مدلول میں خاص اسم ہونے کی بنا پر زیادتی یا کمی کا احتمال نہیں رکھتا۔

مگر مرزائیوں کے لیے یہ دونوں باتیں سہل معلوم ہوتی ہیں کہ اگر کسی موقع میں کسی نبی

اللہ کو درجہ نبوت سے نکال کر عدد کو درست کرنا ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مثلاً طرح طرح کے طعن ،کذب اور زنا اور مکاری و دغابازی و شراب خوری کے اس میں ثابت کر کے نکال دیں گے اور کسی غیر نبی کو نبی بنانا ہوا واسطے پورا کرنے کسی خاص عدد کے تو مرزا غلام احمد قادیانی یا اس کے کسی خلیفہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثل کر کے پیغمبر کر دیں گے اور قرآن شریف کی آیات اس کے حق میں فوراً نازل کریں گے۔اور جو نہ مانے اس کو کافر اور مردود اور مرتد کہہ دیں گے کیونکہ مرزا خود اپنی کتاب ''توضیح المرام'' صفحہ ۱۸ میں لکھتا ہے کہ باب نبوت کا من کل الوجوہ مسدود نہیں ۔اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔(دیکھو تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی) نعوذ باللہ من ذالک

قولہ: اور کتب آسمانی بھی بہت نازل ہوئیں کہ سب سے اکمل قرآن کریم ہے۔

الجواب: ارے ملاجی کیا کہتے ہو۔تم تو اپنے پیغمبر قادیانی سے مخالف ہو گئے۔اور تمہارے نزدیک قادیانی کا مخالف اسلام سے خارج ہے۔تم قرآن کریم کو اکمل کہتے ہو۔تمہارا نبی تو اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں لکھتا ہے کہ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں۔اور قرآن شریف سخت زبانی کے طریقے کو استعمال کر رہا ہے۔قرآن شریف کے معجزات مسمریزم اور شعبدے ہیں ۔اور اسی ''ازالہ'' میں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے وہ بھی انکا مسمریزم کا عمل تھا تو پھر قرآن شریف تو انقص بلکہ اس سے بھی زیادہ نکمّا ہوا۔ معاذ اللہ دیکھو ''تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی'' کہ قادیانی نے کیسے کیسے اعتراض اور نقصان قرآن شریف میں نکالے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ لفظ اکمل کا مقابل انقص ہے۔یعنی سوائے قرآن کریم کے سب آسمانی کتابیں انقص ہیں۔مرزا نے اپنی کتاب ''دافع البلاء'' کے ٹائٹل پیج کے صفحہ 4 میں لکھا ہے۔عیسیٰ کوئی کامل شریعت نہ لایا تھا۔اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر شریعت کی کتاب انجیل تھی

یعنی انجیل کامل نہ تھی بلکہ ناقص تھی۔اور فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ جوکوئی پروردگار کی شریعت کو ناتمام اور ناقص کہے گا وہ کافر ہے۔اگر ملاجی کا یہ اعتقاد ہے جوکہ اس کے پیغمبر کا ہے تو یہ تو صاف کفر ہے۔اور اگر وہ کتب آسمانی اور انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کو کامل اور اکمل جانتا ہے تو اس کے نزدیک پھر بھی کفر ہے۔کیونکہ وہ اپنے نبی قادیانی سے مرتد ہوا۔ شعر

دوگونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را

بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ

مجنوں کی جان کو دوگنا عذاب ہے ایک لیلیٰ کی صحبت کی بلا اور دوسرا لیلیٰ کے فراق کا عذاب۔

قولہ: صفحہ ۳ میں کیونکہ موعود کے صفات من قبیل پیشگوئیوں کے ہیں۔اور پیشن گوئیوں کی حقیقت قبل وقت کے کھل جانا ضروری نہیں ہے۔اکثر وقت وقوع کے ان کی حقیقت کھلتی ہے۔

الجواب: جومہدی موعود ہوگا اس میں وہ ساری نشانیاں جو صحیح طور پر وارد ہیں ضرور پائی جائیں گی اور مرزا کی زندگانی میں تو خود وقت پیشگوئیوں کے وقوع کا تھا کیوں واقع نہ ہوئیں؟ یقیناً معلوم ہوا کہ مرزا ہرگز ہرگز سچا مہدی موعود نہ تھا۔بلکہ کذاب، مکار مہدیوں میں سے ایک مہدی تھا کہ اتنی عمر دراز میں دعویٰ مہدویت کا کیا۔اور اقوال وافعال اس کے اکثر شرع شریف کے برخلاف تھے۔ ع

برعکس نہند نام زنگی کافور

قولہ: صفحہ ۴۔ہر ایک کو ایک مدت معینہ عمر انسانی پا کر ضرور پیالہ موت کا نوش جان کرنا ہے۔اگر کسی فرد بشر کو یہ مرتبہ حاصل ہوسکتا کہ زمین میں کیا بلکہ آسمان پر جا کر برخلاف دوسرے افراد بشر کے ہزاروں برس زندہ رہ سکے تب ضرور رسول اللہ ﷺ کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا۔۔الخ (صفحہ ۴)

الجواب: اس عبارت سے قادیانی ملا کو کوئی فائدہ نہیں ہم خود سب مسلمان لوگ مدت معینہ عمر

انسانی پر موت کے قائل ہیں نہ ایک ساعت آگے ہوگی نہ ایک ساعت پیچھے ہوگی۔قرآن شریف میں خود موجود ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔

ور ہر ایک کے لیے (موت کا) ایک وقت مقرر ہے۔جب وہ آجاتا ہے تو نہ تو ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی۔

مگر یہ تو تصریح کے ساتھ کسی آیت یا حدیث میں مذکور نہیں کہ زید کی عمر بیس برس اور بکر کی تیس برس اور خالد کی سو برس کی ہوگی۔باقی یہ امر کہ جس کا مرتبہ زیادہ ہو جیسے کہ محمد ﷺ اُن کی عمر بھی زیادہ ہونی چاہیے یہ کوئی شرع کی بات نہیں۔البتہ قادیانیوں کی نئی شریعت میں ہوگی۔دیکھو خیال کرو کہ قرآن پاک میں خبر ہے کہ اصحاب کہف جو کہ تین آدمی مع ایک کتے کے یا چار آدمی مع ایک کتے کے یا اس سے زیادہ ہیں تین سو نو برس تک غار میں سوئے اور یہ خبر آنے سے اب اس وقت تک اور تیرہ سو چھتیس برس گزر چکے ہیں۔مجموعہ سولہ سو پینتالیس برس ہو گئے۔اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو برس تھی۔حضرت آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس سال تھی اور حضرت شیش علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ سال اور حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر تین سو پینسٹھ برس کی ہوئی تو آسمان چہارم پر اٹھائے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر دو سو تیئیس برس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔کیا اس بات سے ان کا مرتبہ زائد اور حضرت محمد ﷺ کا کم ہو جائے گا۔نہیں ہرگز نہیں۔بلکہ جمیع انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ عطا ہوا وہ بذریعہ سرور عالم ﷺ کے ہوا۔ان کے کمالات اور مراتب سب کے سب ظلی اور طفیلی تھے۔پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس قدر دراز حیات واسطے ارشاد اور ہدایت دین محمدی ﷺ کے عطا ہوئی تو اس سے حضرت محمد ﷺ کی شان اور بھی اعلیٰ ہو جاتی ہے۔ کما لا یخفی۔بلکہ بعض کافروں کو بھی پروردگار نے دراز عمر دی ہے۔"شرعۃ الاسلام" صفحہ ۵۴۸ میں ہے کہ صمصام بن عوق بن عنق کی عمر ایک ہزار

سات سو برس کی تھی ۔ یاجوج ماجوج کے ہر ایک فرد بشر کی اتنی عمر ہوتی ہے کہ ہر ایک کی ہزار اولاد ہوتی ہے جب مرنا شروع ہوتا ہے ۔(دیکھو" تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی")

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب "ایام الصلح" میں علماء اہل اسلام پر یہ سوال کیا ہے کہ آیت (وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ)(اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں) دال ہے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر کیوں کہ حسب مفاد اس آیت کے جو شخص اسیؔ یا نوے سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور واژگوئی بنسبت پہلی حیاتی کے پیدا ہو جاتی ہے تو کیا حال ہوگا اس شخص کا یعنی (عیسیٰ علیہ السلام کا) جو دو ہزار سال تک زندہ رہے ۔اس میرے جواب سے اس سوال کا جواب بھی ہو گیا۔ مرزا کی جہالت کے اَسی ،نوے برس کی عمر کو اس آیت قرآنی کا مفاد سمجھ رہا ہے ۔افسوس جہالت بھی لاعلاج بیماری ہے۔

قولہ: صفحہ ۴ میں ہے اور وفات عیسیٰ علیہ السلام کی قرآن کریم سے ایسی ثابت ہے کہ کسی دوسرے پیغمبر کی وفات ایسی ثابت نہیں ۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود و مہدی آخر زمان علیہ السلام نے تیس آیتوں سے وفات عیسوی پر استدلال فرمایا ہے اور دوسرے علماء سلسلہ حقہ احمدیہ نے تو پچاس ساٹھ آیات تک پیش کی ہیں ۔اور ان میں ایسی آیات بھی موجود ہیں جن میں خاص لفظ "تَوَفِّیْ" کے مشتقات جس میں صریح وفات کا مادہ واقع ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت وارد ہوئی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مفید معلقا ایک لفظ بھی قرآن پاک میں نہیں ہے چہ جائیکہ مادہ حیات پر کوئی لفظ کوئی شخص دکھا سکے ۔۔۔۔الخ

الجواب: لعنت اللہ علی الکاذبین ۔بالکل دروغ بے فروغ ہے جس قدر آیات سے قادیانی موت کی دلیل لاتا ہے انہی آیات سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے ۔جمیع احادیث شہادت حیات کی دے رہی ہیں ۔ ہر چہار اماموں کا مذہب بلکہ جمہور اہل اسلام بلکہ مخالف فرقوں کا بھی یہی اعتقاد ہے

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ گئے اور اب تک زندہ ہیں۔ قرآن کریم کی ایک آیت سے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت نہیں ملتا۔ مگر جب کہ کسی کو حیا نہ ہو تو جو چاہے سو کہے۔ اذا لم تستحی فافعل ما تشاء۔ وہ تیس آیتیں فقط قادیانیوں کو معلوم ہیں۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم نہ تھیں اور نہ بعد کے صحابہ وتابعین وائمہ کبار وعلمائے اخیار کو معلوم تھیں جو انہوں نے قرآن شریف کے مخالف اعتقاد رکھا۔ اگر قرآن کریم میں اتنی آیات سے موت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کبار اور تابعین وتبع تابعین وغیرہ جمیع مذاہب اسلام سے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور وہاں رہنے اور اترنے اور دجال کو قتل کرنے کی صحیح حدیثیں اور اقوال کیسے وارد ہوتے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان سب علماء نے قرآن کریم کے مطلب کو نہیں سمجھا اور معاذ اللہ یہ سب غلط ہیں۔ پس مرزائی لوگوں کا ایمان تو ایسی ہی باتوں سے اڑا ہوا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ کتب احادیث میں ہے کہ صحابہ کرام دس آیتوں کو جب پڑھتے تو آگے نہیں گزرتے تھے۔ جب تک کہ ان دس آیات کے معانی اور ان پر عمل کا طریقہ نہیں سیکھ لیتے تھے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا إِذَا تَعَلَّمَ عَشْرَ آيَاتٍ، لَمْ يُجَاوِزْهُنَّ حَتَّى يُعْرَفَ مَعَانِيَهُنَّ وَالْعَمَلَ بِهِنَّ۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الَّذِينَ، كَانُوا يُقْرِؤُنَنَا أَنَّهُمْ كَانُوا يَسْتَقْرِئُونَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانُوا إِذَا تَعَلَّمُوا عَشْرَ آيَاتٍ، لَمْ يُخْلِفُوهَا حَتَّى يَعْمَلَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْعَمَلِ، فَتَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ وَالْعَمَلَ جَمِيعًا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم میں جب کوئی آدمی دس آیات پڑھ لیتا تو اُن سے آگے نہ گزرتے تھے یہاں تک کہ وہ ان کے معانی اور ان پر عمل کرنے کا طریقہ سیکھ نہ لیتا تھا۔ ابو عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ جن لوگوں نے ہمیں

قرآن پڑھا انہوں نے ہمیں بتایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے قرآن پڑھتے تھے پس جب دس آیات سیکھ لیتے تھے تو ان کے بعد دوسری آیات نہ پڑھتے یہاں تک کہ ان آیات کے مطابق عمل کرتے پس ہم نے قرآن اور عمل دونوں کو اکٹھے سیکھا۔

غرض کہ سب صحابہ سے حیات عیسوی مذکور ہے اور خود معلوم ہے کہ صحابی کی تفسیر غیر کی تفسیر پر مقدم ہے۔ دیکھو اللہ تعالی کا قول: ''وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ'' اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہیں مگر وہ اپنی موت سے پہلے آپ پر ایمان لائے گا۔

یہ آیت صاف طور پر حیات عیسوی کو مثل دیگر آیات کے ثابت کر رہی ہے۔

ولکن التعصب اذا تملك اهلك۔ لیکن جب تعصب حاوی ہو جاتا ہے تو ہلاک کرتا ہے۔

اور لفظ ''متوفی'' کے مشتقات سے مرزائیوں کی سند لانی باطل ہے۔ کیونکہ یہ مادہ موت کے معنی میں خاص نہیں کیوں کہ ''توفی'' کا معنی قبض کرنا بھی ہے۔ اور قبض موت سے بھی ہوتا ہے اور صعود سے بھی۔ جلالین کے حاشیہ میں ابن حزم کا قول جو کہ موت کا نقل کیا ہے اسی حاشیہ میں دوسرا معنی بھی موجود ہے اور موت کا قول ضعیف لکھا ہے سو وہ بھی وہ موت ہے جو کہ قبل چلے جانے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بعض علماء کا اعتقاد ہے ظاہر لفظ ''توفی'' کو دیکھ کر وہ عبارت یہ ہے: التوفی هو القبض يقال وفاني فلان درهمي و اوفاني و توفيتها منه غير ان القبض بكون بالموت وبالاصعاد۔ فقوله (ورافعك الى) من الدنيا من غير موت تعيين للمراد وفى البخارى قال ابن عباس (متوفيك) مميتك اى مميتك فى وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الان- قال شيخ الاسلام ابن حجر قد اختلفوا فى موت عيسىٰ قبل رفعه فقيل على ظاهر الاٰية انه مات قبل رفعه ثم يموت ثانيا بعد النزول وقال متوفى نفسك بالنوم اذ روى انه رفع نائما۔ (کرمانی)

(تَوَفّٰی) کا معنی ہے ''قبض کرنا''۔ کہا جاتا ہے فلاں نے مجھے اپنے دراہم پورے ادا کر دیے اور

میں نے اس سے وصول کر لئے ۔مگر قبض کرنا موت اور اوپر اٹھا لینے کے ساتھ ہوتا ہے ۔پس یہ قول کے دنیا سے تجھے اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں بغیر موت کے یہ مراد کی تعیین ہے ۔اور بخاری میں ہے کہ ابن عباس نے فرمایا ''مُتَوَفِّيكَ'' تجھے اپنے وقت میں موت دینے والا ہوں۔ آسمان سے نازل ہونے کے بعد اور اب تجھے اٹھانے والا ہوں ۔شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے سے پہلے موت میں اختلاف ہے پس آیت کے ظاہر کے مطابق کہا گیا کہ آپ رفع سے پہلے فوت ہو گئے پھر نازل ہونے کے بعد دوبارہ فوت ہونگے اور فرمایا کہ نیند کے ساتھ تیرے نفس کو وفات دوں گا کیونکہ روایت ہے کہ آپ کو نیند کی حالت میں اٹھایا گیا۔

دیکھو ''تُوَفَّى'' کے مشتقات کا استعمال قرآن شریف میں غیر معنی موت میں:

ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۔پھر ہر جان کو اس کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ ۔وہ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں۔

اس میں بھی مادہ وفات کا موجود ہے ۔حالانکہ موت کا معنی نہیں لیا گیا۔

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر:۱۰)

صبر کرنے والوں ہی کو ان کا ثواب بے حساب بھرپور دیا جائے گا۔

دیکھو ''تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی'' کو غور سے کہ کیسے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے ۔اور سب سے بڑا فیصلہ تو الحمد للہ مرزا قادیانی نے خود کر دیا ہے کہ وہ خود ہی ''براہین احمدیہ'' میں لکھتا ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ) یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے ۔اور جس

غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔۔(الخ بلفظہ)

قادیانی کے سب کلمہ گو اُمتی یہی پکار رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور اپنے نبی کا خیال نہیں کرتے کہ اس کا ایسا نکما حافظہ ہے کہ اگلی پچھلی بات اس کو یاد ہی نہیں رہتی کہ اس عبارت بالا میں کیسا صاف امر حق کا اقرار کرلیا ہے۔مرزائیوں کو ضرور ان پر ایمان لانا چاہیے ورنہ راندۂ درگاہ نبی اپنے کے ہوں گے اور کم از کم مرزا کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت وحیات میں تردد ضروری ہے۔(دیکھو رسالہ تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی) پس جب کہ موت پر یقین اس کو نہ ہوا تو محض مبہوت اور پریشان ہی رہا۔(فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ)

قولہ: صفحہ 5 میں ہے مخالف مولویوں میں سے بھی جس کو کسی قدر فہم و درایت سے حصہ ملا ہے ہرگز عندالمقابلہ اس مسئلہ میں بحث کرنا قبول نہیں کرتا۔

الجواب: کاذب لوگوں پر اللہ تعالی کی لعنت ہے۔ارے کاذب کمبختو دلاہور کی بحث میں تمہارا پیغمبر حاضر ہی نہ ہوا۔اور امرتسر سے مرزائیوں کو سخت شکست ہوئی۔اور تمہارا نبی ایسا فرار کرگیا کہ خواب کے اندر بھی ڈرتا رہا۔خود تم ہی شرماؤ اور گریبان ندامت میں منہ ڈال کر سوچو کہ تم نے بحث مقرر کی اور مدت دراز نیک لوگوں کو اپنا فخر اور شان دکھاتا رہا۔آخر الامر" برہمن بڑیہ" و دیگر ملکوں کے مولوی لوگ جمع ہوئے اور یہ فقیر بھی گیا اور تم اپنی بیت الخلاء سے باہر ہی نہ نکلے۔ جب تمہارے ساتھ بحث کرنے کے لئے یہ فقیر دولت خاں وکیل کے مکان پر گیا تو تم وہاں سے بھی لرزاں وہراساں ہو کر ایسے بھاگے کہ تمہارا پتہ نہ چلا۔اور معمولی عبارت خوانی میں چند غلطیاں تم سے ایسی ہوئیں کہ جس سے حاضرین مکان عام وخاص جان گئے کہ ابتدائی علوم صرف ونحو میں بھی تمہارا استعداد نہیں۔پھر اسی ناز پر بحث کا نام لیتے ہو۔واہ،واہ۔

قولہ: صفحہ ۶ میں يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ۔

الجواب: مفصل اگر دیکھنا چاہتے ہوتو ''تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی کا مطالعہ کریں''۔مختصراً اب بھی لکھے دیتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ''اے عیسیٰ تحقیق میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور بلند کرنے والا ہوں تم کو طرف اپنی''۔یعنی بعد نزول من السماء کے تم کو تیری طبعی موت دے کر اپنے پاس مکرم کروں گا اور قتل یہود سے جو ذلت کی موت ہے بچاؤں گا۔پس ''مُتَوَفِّيكَ'' میں وعدہ وفات ہے کہ میں تم کو ماروں گا۔ یہ تو نہیں کہ میں نے تم کو مار دیا۔اسم فاعل کا صیغہ ہے، ماضی نہیں ہے اور حضرت ابن عباس جن کی روایت پر تم کو بہت ناز ہے وہ ''مُمِيتُكَ'' کا معنی ''مُتَوَفِّيكَ'' سے نہیں لیتے کما هو مذکور مفصلاً فی کتابی ''تیغ غلام گیلانی فلیطالع ثمه۔اور اگر ان کی رائے یہی مانی جائے کہ وہ ''مُتَوَفِّيكَ'' کا معنی ''مميتك'' لیتے ہیں تو اس بنا پر وہ آیت میں تقدیم و تاخیر کا قول کرتے ہیں۔اخرج اسحق بن بشر وابن عساکر من طریق جریر عن الضحاك عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ (إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ) یعنی رافعك ثم توفیك فی آخر الزمان۔تفسیر درمنثور و تفسیر ابن عباس۔

اور مواضع تقدیم و تاخیر کے قرآن شریف میں ''تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی'' سے معائنہ کرو۔

''متوفیك'' کا لفظ کچھ اسی بات کی خواہش نہیں کرتا کہ جس وقت ''متوفیك'' فرمایا گیا اسی وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دے دیتا۔بلکہ اگر بعد ہزار، دو ہزار، چار ہزار، دس ہزار، لاکھ برس کے ہو تو بھی ''متوفیك'' کے معنی صادق آتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ:

''یا عیسیٰ انی متوفیك الان او بعد سنة و غیر ذالك''۔

یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام میں تم کو مارنے والا ہوں، اب یا برس، دس برس، سو برس کے بعد۔

بلکہ مطلق فرمایا۔پس جب اللہ تعالیٰ انکو مارے گا ''متوفیك'' صادق ہو جائے گا اور اگر یہ معنی لو کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں ابھی تم کو مارنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں طرف اپنے اور قبل بعثت حضرت محمد ﷺ کے عیسیٰ علیہ السلام کی موت متحقق ہو چکی، تو اور آیات و احادیث و اقاویل

ائمہ عظام وعلمائے کرام کا جواب کیا دو گے؟ جو حیات با آواز بلند ثابت کر رہے ہیں۔ان سب کو ترک کرنا ہوگا اور تطبیق ہاتھ سے جاتی رہے گی۔اسی واسطے علمائے مفسرین اور خود حضرت ابن عباس رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تقدیم وتاخیر کے آیت مذکورہ میں قائل ہوئے ہیں۔کیونکہ ظاہر تر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم وتاخیر کا آیت مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔اور بھی سنو" متوفیك " میں ضمیر خطاب کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔اور" رافعك " میں بھی مخاطب وہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔کیونکہ معطوف بحکم معطوف علیہ ہوا کرتا ہے۔اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نام جسم مع روح کا ہے۔اور خطاب بھی اس عبارت میں عیسیٰ علیہ السلام ہی کو ہے اور وہ زندہ ہے وقت مخاطبہ تو جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یعنی ان کے جسم پر آئی ہے" رفع" بھی اسی کے لئے ثابت ہوا۔تو معنی یہ ہوا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرے بدن کو مار کر پھر تم کو مع بدن اور روح اٹھانے والا ہوں۔حالانکہ جسم کے مرفوع ہونے کا کوئی قادیانی قائل نہیں بلکہ مرزائیوں کے مطابق یہ معنی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام میں نے تجھ کو مار کر تیری روح کو سوائے بدن کے اٹھالیا۔اور یہ پورا معنی خود اس عبارت کا مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کما مر

اور اگر معطوف میں ضمیر خطاب سے مراد روح لیا جائے بعلاقہ ذکر کل اور مراد اس سے جز ہے کما ھو مذھب الجمھور تو کیا وجہ ہے کہ اسم فاعل کو اپنے معنی میں نہیں لیتا اور ظاہر نصوص آیات واحادیث وکلام علماء میں مجاز در مجاز اور تاویل علی التاویل کا بھروسہ لیتے ہیں۔شاید کے قادیانی ملا میری بات کو تو نہ مانے اب میں وہی معنی پیش کر دوں جو اس آیت کا اس کے نبی اور نبی کے مددگار **فاضل" نورالدین"** نے لکھے ہیں۔**حکیم نورالدین نے کتاب تصدیق" براہین احمدیہ" صفحہ 8 میں لکھا:**

" اذ قال الله یا عیسی انی متوفیك ورافعك الی.... الخ۔جب اللہ تعالی نے فرمایا اے عیسیٰ علیہ السلام میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی

طرف۔

اب خیال کرو کہ اس عبارت میں موت کا ذکر بھی نہیں بلکہ لینے کا ذکر ہے، اور لینے کا معنی درست یہی ہے کہ میں تجھ کو آسمانوں پر اٹھا کر تیرا درجہ بلند کرنے والا ہوں۔ اور مرزا خود ''براہین احمدیہ'' میں لکھتا ہے:

انی متوفیك ورافعك الی۔ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاونگا۔ (بلفظہ صفحہ ۵۵۷)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹ میں لکھتا ہے:

انی متوفیك ورافعك الی میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا ۔بلفظہ

یہ دونوں معنی مرزا نے الہام کی برکت سے کیے ہیں۔ اوّل معنی میں موت یقینی نہیں محض احتمال ہے اور مرزا مقام استدلال میں ہے مستدل کو لزوم چاہیے۔ احتمال سے کام نہیں چلتا تھا جب احتمال پیدا ہوا دلیل باطل ہوئی۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اور دوسرے معنی میں موت کا ذکر بھی نہیں کیا بلکہ پوری نعمت کا اور پوری نعمت دینا جب ہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مع اس کے جسد کے آسمانوں پر اٹھا کر معزز کیا جائے۔ پس مرزا نے تو خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر ہرگز جزم اور یقین نہیں ہے۔ مولوی نورالدین کا معنی اور مرزا کا دوسرا معنی ہم اہل سنت والجماعت کے اعتقاد کے موافق ہے ہم اسی کو مانتے ہیں اور قادیانیوں کو بھی یہ معنی ماننا چاہیے ورنہ مرتد ہوں گے اپنے دھرم اور دین سے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ باطل کی طرف کتنا ہی کوئی شخص اگرچہ زور لگا دے مگر حق بات گاہے ماہے اس کی زبان سے بالاختیار یا بلا اختیار نکل ہی جاتی ہے۔ مرزا نے چند سال سے موت عیسیٰ علیہ السلام پر بہت اندھا زور لگایا مگر آخر یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور علماء اہلسنت و جماعت کی کرامت دیکھو کہ کیسا صاف

موافق مذہب مسلمانوں کے معنی کر گیا۔ اسی ''براہین احمدیہ'' میں موجود ہے: عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں ہیں۔ میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھول دے گا۔ اور: ''هُوَ الَّذِیۡٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی'' کے متعلق مرزا کا ترجمہ گزر چکا ہے اس کو دیکھو کہ حیات فی السماء کا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اقرار کیا ہے۔

اور اگر (متوفيك) کا معنی (مميتك) لیا جائے تو بھی اہل سنت والجماعت کو مضر نہیں ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں ہی تجھ کو مارنے والا ہوں۔ اس سے ثبوت موت بالفعل تو نہیں ہوا بلکہ وعدہ موت ثابت ہوا ہے اور اس میں کیا نقصان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور عیسی علیہ السلام کو خوف گزرا تو پروردگار نے فرمایا کہ اے عیسی علیہ السلام میں ہی تم کو مارنے والا ہوں تمہاری موت کے وقت میں، یہود کے قتل سے تم مت ڈرو۔ (دیکھو رسالہ ''تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی'' کو) اس آیت سے بھی موت عیسی علیہ السلام کی ثابت نہ ہوئی۔

قولہ: بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ۔

الجواب: اب اس آیت سے تو خود حیات عیسی علیہ السلام ثابت ہوتی ہے۔ (دیکھو رسالہ ''تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی'') یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے ہاتھ سے قتل نہ ہونے دیا بلکہ زندہ آسمان پر اٹھالیا ''رَفَعَهُ'' کی ضمیر کا مرجع عیسی علیہ السلام نام روح اور بدن دونوں کا ہے۔ اور مرجع اس کا روح عیسی علیہ السلام نہیں جیسا مرزا کہتا ہے کہ مراد اس سے رفع تکریمی روح عیسی کا ہے جیسے کہ شہدا کے لیے رفع تکریمی ہے۔ کیوں کہ اس بنا پر عبارت قرآنی اس طرح ہونی چاہیے تھی کہ ''بل رفع روحہ''۔ اس میں ایک تو یہ کہ بلا ضرورت حذف ماننا پڑتا ہے۔ والمذکور راجح من المحذوف۔ دوسرا یہ کہ کل اُمت مرحومہ کے اعتقاد کے مخالف ہو جاتا ہے اس سے بھی موت عیسی علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

قوله: (وَمَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ الۡخُلۡدَ) (الآیۃ)

الجواب: اس آیت کے ذکر کرنے میں نہ ہمارا کوئی نقصان اور نہ قادیانی کا کوئی فائدہ ہے۔ معنی اس کا نہیں سوچتا؟۔ (خلود) کا ایک معنی ''مکث طویل '' یعنی ٹھہرنا بہت عمر تک بلا کسی مقدار معین کے۔ سو یہ معنی تو اس مقام میں کسی صورت سے درست نہیں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ حضرت محمد ﷺ سے پہلے صدہا ہزار لوگوں کو پروردگار نے مکث طویل اور عمر دراز میں بلا کسی مقدار معین کے دنیا میں رکھا۔

اور دوسرا معنی (خلود) کا ہمیشہ ابدالاباد رہنا۔ سو یہ معنی درست ہے کیونکہ آیت کریمہ کا یہ معنی ہوا کہ کسی شخص کے لئے قبل آپ کے اے محمد ﷺ ہم نے ہمیشہ کا رہنا دنیا میں مقرر نہیں کیا۔ پس کیا اگر آپ فوت ہو جائیں تو وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے یعنی ہمیشہ کوئی نہ رہے گا۔ سو جملہ اہل اسلام اس امر کے معتقد ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ نہ رہیں گے بلکہ جب ان کی موت کی تاریخ ہوگی ضرور وفات پائیں گے۔

پس اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

قوله: اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ كِفَاتًا ۝ اَحۡيَآءً وَّاَمۡوَاتًا ۝۔

الجواب: مطلب اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ پروردگار نے زمین کو زندہ اور مردہ لوگوں دونوں کے لیے کافی کیا ہے۔ زندہ لوگ زمین کے اوپر اور مردہ لوگ زمین کے پیٹ میں رہیں گے۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ کوئی زندہ شخص عارضی طور پر بھی آسمان پر نہ جائے گا۔ کیا اعتقاد ہے تمہارا؟ اے قادیانی فرقہ کے لوگو! کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں یا نہیں؟ اور اب تک موجود ہیں یا نہیں؟ اور حضرت سرور عالم ﷺ کا معراج مبارک جو اجماعاً ثابت ہے اور جابجا احادیث صحاح کی موجود ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ معراج سے بھی تم لوگ منکر ہو جیسے کہ تمہارا نبی اس کا انکار کرتا ہے۔ ولیس هذا بمصادرة علی المطلوب۔ یہ سوال بھی ملا عبدالواحد خطیب

نے اپنے پیغمبر کی کتابوں سے نکالا ہے اور اس آیت سے بھی موت عیسی علیہ السلام ثابت نہ ہوئی اور مرزا قادیانی کی کتابوں میں ایک اور سوال بھی ہے وہ یہ ہے۔

سوال: پروردگار نے قرآن پاک میں فرمایا (فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ)۔اسی زمین میں تم لوگ زندہ رہو گے اور اسی میں تم مرو گے۔مرزا اسی حصر سے سمجھا ہے کہ کوئی فرد بشر کسی صورت سے نہ آسمان پر زندہ رہ سکتا ہے اور نہ وہاں پر مرے گا۔یہ بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ بغیر کرۂ زمین کے نوع انسانی کا مستقر اور مستودع یعنی قرارگاہ اور نہیں تو پھر مسیح بن مریم کا آسمان پر کس طرح بقیہ ایام حیات بسر کر رہا ہے؟

الجواب: یہ بیان بطریق اصالت ہے یعنی اصل تو یہ ہے کہ عیسیٰ زمین میں زندگانی بسر کریں گے اور اسی میں مریں گے۔اس میں یہ تو نہیں فرمایا کہ کبھی کسی امر عارضی کے سبب سے بھی کسی دوسرے کرہ میں نہ جائیں گے بلکہ اگر کوئی زمین پر پیدا ہوتے ہی آسمانوں پر اٹھایا جائے اور دو ہزار سال یا دس ہزار سال تک وہاں زندہ رہ کر پھر وقت موت کے زمین پر آکر مر جائے تو اس پر بھی یہ آیت صادق آئے گی بوجہ اس کے کہ اس کی حیات کچھ قدر اور موت دونوں علی الارض اور فی الارض پائیں گئیں۔ولعمری ھذا ظاھر جدا۔اور زندگی کی قسم یہ بہت ظاہر ہے۔

غرض کے کرۂ ارضی کا قرارگاہ اور سکونت کی جگہ ہونا بطریق اصالت کے یہ منافی نہیں ہے اور اس کے کہ بعض افراد بشری کو عارضی طور پر کسی اور کرہ میں رکھا جائے۔دیکھو جیسا کہ ملائکہ کے لئے وطن اصلی اور قرارگاہ طبعی افلاک ہیں پھر بھی باوجود اس کے زمین پر عارضی طور پر سکونت اور آمد و رفت رکھتے ہیں۔ہیں۔جیسے کہ ہر قطرہ بارش کے ساتھ ملائکہ کا آنا، جنگ بدر میں ملائکہ کا آنا واسطے امداد اہل اسلام کے۔خود حضرت جبرائیل کا آنا حضرت محمد ﷺ پر۔فتاوی غیاثیہ صفحہ ۱۸۳ میں ہے کہ جبریل علیہ السلام چوبیس ہزار بار رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں۔اور ایسا ہی بکثرت نزول ہوا ہے جمیع پیغمبروں۔اور ہر انسان کے ساتھ جو کثیر ملائکہ مقرر ہیں ہاتھ

،پاؤں، ناک، کان، آنکھ، وغیرہ سوراخوں پر متعین ہے خود منہ پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔جب کوئی مسلمان درود شریف پڑھتا ہے فوراً حضرت ﷺ کے دربار میں لے جاتا ہے۔دن کے اعمال رات کو اور رات کے دن کو فرشتے لے جاتے ہیں۔خود کراماً کاتبین جو ہر انسان کے دائیں بائیں مونڈھے پر مقرر ہیں۔کیا مرزا کو یاد نہیں بعد موت مسلمان کی اس کے ہمراہی فرشتے اس کی قبر پر استغفار اور تسبیح وتہلیل پڑھتے رہتے ہیں اور قیامت تک پڑھتے رہیں گے۔مسجد اور خانہ کعبہ کے اردگرد جو ہزارہا فرشتے محافظ رہتے ہیں۔وقت خروج دجال کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور بیت المقدس اور طائف کے اردگرد فرشتے دیوار بن کر دجال کو روک لیں گے۔اگر ساری مثالیں لکھوں تو دفتر عظیم ہوگا مسلمان منصف کو اس قدر کافی ہیں اور بدمزاج، بے دین، عدوا لمسلمین کو قرآن شریف بھی کافی نہیں۔اور (فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ) میں تقدیم ظرف سے جو کہ حصر پایا جاتا ہے کہ اسی زمین ہی میں زندہ رہو گے اور اسی زمین میں تم مرو گے۔سو وہ حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے بنسبت استقرار اصلی کے۔

واما الاختصاص المستفاد من اللام فی قوله تعالیٰ "وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ"۔فھو اثر للجعل التکوینی الذی له المجعول الیه عارض غیر لازم و فی ھذہ الصورۃ یتصور الانفکاك بین المجعول والمجعول الیه کما فی قوله تعالیٰ " وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا () وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ()" ۔اذا کان زید یحصل وجه المعاش فی اللیل وینام فی النھار۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے قول "وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ۔۔۔الخ "اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت مقررہ تک استقرار کی جگہ اور سامان ہے۔میں لام سے حاصل ہونے والا جو اختصاص ہے وہ اس تکوینی جَعل (بنانے اور قرار دینے) کا اثر ہے جس کے لئے مجعول اور مجعول الیہ ہوتے ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے "وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا "اور ہم نے

رات کو لباس اور دن کو معاش بنایا۔ جب زید رات کو معاش کی وجہ حاصل کرتا ہو اور دن کو سوتا ہو۔

دلیل عارضی ہونے مجعول الیہ یعنی ’’حیاۃ فی الارض‘‘ کے قصہ اترنے ابلیس کا اور

بعد ازاں پھر چڑھ جانا اس کا بدلیل (فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ) اور (فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ) ہے جبکہ ابلیس ملعون نے بعد امر نزول کے پھر آسمان پر جا کر حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ ڈالا، تو بعض افراد نوع انسانی جن کا مادہ پیدائشی وفطرتی نفخ روح القدس کا ہو یعنی جو آدمی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی پھونک مارنے سے پیدا ہوا ہو جیسے کہ عیسی علیہ السلام تو ان کا آسمان پر جانا کیسے نہ درست ہوسکتا ہے۔ اس آیت سے بھی موت ثابت نہ ہوئی۔

قولہ: والی غیر ذالك من الایات

الجواب: اب وہ آیات ملاجی کے شکم ہی میں پوشیدہ رہ گئیں۔ اگر ذکر کرتا تو ان کا جواب بھی دندان شکن دیا جاتا اور بارہا علماء اہل اسلام نے ایسے جواب دیے ہیں کہ اب تک 313 مرزائیوں سے اس کا غلط جواب بھی نہ ہوسکا۔ جس شخص نے مسلمانوں کی کتابیں دیکھی ہیں وہ اس کو خوب جانتا ہے۔

قولہ: اور احادیث میں بھی حیات عیسوی کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ اگر ہے تو وفات کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

الجواب: لعنة الله علی الکاذبین الدجالین عیسی علیہ السلام کی حیات کی احادیث متواتر المعنی ہیں۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے جمیع علمائے امت وائمہ ملت نے تسلیم کیا ہوا ہے روز روشن سے زیادہ واضح ہے۔ مگر جن پر اللہ تعالی کا قہر ہے اور جو شقی ازلی اور قرآن واحادیث کے دشمن اور انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کو بلاف وگزاف شیطانی فوق جانتے ہیں وہ اندھے ہو گئے ہیں۔

شعر

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم

چشمۂ آفتاب را چه گناه

ترجمہ: اگر چمگادڑ دن کو سورج نہیں دیکھتی تو اُس میں چشمہ آفتاب کا کیا گناہ ہے۔

رسالہ ''تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی'' کو دیکھو کہ جہالت کا پردہ اٹھ جائے اور کچھ قدر تمہاری تردید کے ضمن میں اس کتاب میں بھی مذکور ہے۔

قولہ: چنانچہ ذیل میں بطور نمونہ کے تین حدیث کے ٹکڑے ہم نقل کرتے ہیں۔

ا۔۔۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم فاقول کما قال العبد الصالح (وَكُنتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا مَّا دُمۡتُ فِيهِمۡ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِي كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيۡهِمۡ) یہ حدیث بتمامہ صحیح بخاری میں ہے

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پس میں کہتا ہوں جیسا کہ صالح بندے نے کہا اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں رہا پس جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر نگران تھا۔

۲۔۔۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم فقال اخبرنی عیسی بن مریم عشرین ومائۃ سنۃ۔ یہ حدیث بروایت حضرت عائشہ صدیقہ مستدرک حاکم وطبرانی میں موجود ہے۔

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے عیسٰی بن مریم نے ایک سو بیس سال کی خبر دی۔

۳۔۔۔ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو کان موسی وعیسی حیین لما وسعھما الا اتباعی۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر موسٰی اور عیسٰی (علیہما السلام) زندہ ہوتے تو میری اتباع کے سوا انھیں کوئی چارہ نہ ہوتا۔

یہ حدیث بایں لفظ بہت کتابوں میں موجود ہے مثل تفسیر ابن کثیر فتوحات مکیہ الیواقیت الجواھر وغیرہ وغیرہ۔

اقول: بے علمی بھی بری بلا ہے ملاجی فقط عبارت کتابوں کی سوائے فہم مطلب کے لکھ مارتا ہے اور وہی عبارت اسکے منہ پر الٹی ماری جاتی ہے۔ ملاجی نے تین ٹکڑے تین حدیث کے بیان کئے

ہیں ۔پس یہ بھی بالترتیب یکے بعد دیگرے جواب دیتا ہوں اور انہیں کتابوں سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت کرتا ہوں ۔قارئین کو غور و انصاف سے ملاحظہ فرمانا چاہیے ۔

اول: ٹکڑے کا جواب مفصل ''**تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی**'' میں ہے یہاں بقدر کفایت بیان کرتا ہوں ۔اوّل قادیانی کا مطلب بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بخاری کی حدیث کے اس اوّل ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قبل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوت ہو گئے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب روز قیامت کے پروردگار مجھ سے میری امت کے اعمال کی نسبت دریافت فرمائے گا تو میں جواب میں وہ بات عرض کروں گا جو کہ بندہ صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہی ہے ۔یعنی جب کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام تم نے کہا تھا کہ نصاریٰ تم کو اور تمہاری ماں کو خدا مانیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

(وَ كُنۡتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا مَّا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ)

اور تھا میں ان پر حاضر اور ان کا نگہبان جب تک کہ میں ان کے اندر تھا اور جب کہ وفات دی تو نے مجھ کو تو تو ہی تھا نگہبان ان پر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ: میں بھی ایسا ہی کہوں گا اپنی امت کے ناجائز افعال کی نسبت جو انہوں نے میرے بعد کیے ہوں گے ۔مرزا اس طور پر ترجمہ کرتا ہے اس وجہ سے کہ (فاقول کما قال العبد الصالح) میں لفظ (قال) صیغہ ماضی کا ہے ۔رسول اللہ سے قبل یہ واقعہ ہو چکا ہے ۔یہ واقعہ روز قیامت کا نہیں بلکہ دنیا ہی کا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے کے بعد اس کی روح نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ عرض کی ہے ۔پس (قال) کی ماضویت بہ نسبت زمانہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیتا ہے اور (تَوَفَّيۡتَنِىۡ) کا معنی موت کا (مارا ہے تو نے مجھ کو) لیتا ہے ۔

اول جواب: اس بنا پر کہ (قال) بمعنی (یقول) ہے اور (تَوَفَّيْتَنِيْ) کا معنی موت حقیقی کی تقدیر پر اور یہ واقعہ بروز حشر ہوگا۔ معنی یہ ہوا کہ کہے گا عیسیٰ علیہ السلام بروز حشر یا اللہ جب تک کہ میں ان کے اندر موجود تھا تو ان کے اقوال و افعال پر حاضر اور نگہبان رہا اور جب کہ تو نے مجھ کو وفات دی بعد اُتر آنے کے آسمان سے تو اس وقت تو خود ہی ان پر نگہبان تھا۔ پس جب کہ تحقیق موت کا مسیح ابن مریم کے لیے بعد النزول ہوگا تو ''توفیتنی'' کی ماضویت بہ نسبت یوم الحشر کے خود ہی ہو جائے گی۔ اور چونکہ بروز حشر جواب وسوال یقینی ہے لہذا (یقول) کی جگہ جو کہ صیغہ مضارع کا ہے ''قال'' صیغہ ماضی لایا گیا تا کہ تحقق واقعہ پر دلالت کرے اور ماضی بمعنی مستقبل قرآن شریف میں بقرینہ سیاق وسباق بہت جگہ آیا ہے چنانچہ ''اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ'' تفسیر خازن میں ابن عباس سے روایت ہے: (یکور اللہ الشمس و القمر یوم القیامۃ ''وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ'' قال الکلبی و عطا تمطر السماء یومئذ فلا یبقی نجم الا وقع) اور ایسے ہی اس کے بعد کلمات اس سورہ مبارک کے اگر چہ بصورت ماضی ہیں مگر ماضی ان کا مضارع کا ہے دیکھو (إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا) میں ماضی ''تبرا'' بمعنی مضارع مستقبل ہے کیوں کہ یہ برأت حشر کے دن ہوگی۔ اور حدیث شریف میں بہت جگہ ماضی مضارع کی جگہ آیا ہے۔

صحیح بخاری شریف صفحہ 316 میں کتاب المساقات سے دو تین حدیثیں قبل ایک حدیث ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی جس میں ''استاذن'' ماضی صیغہ ماضی مضارع ''یستاذن'' لیا گیا ہے۔ بقرینہ فیقول اللہ تعالی کے پوری حدیث یہ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ فَقَالَ لَهُ أَلَسْتَ فِيمَا شِئْتَ؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَزْرَعَ، قَالَ: فَبَذَرَ، فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ، فَكَانَ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، فَيَقُوْلُ: اللّٰهُ دُوْنَكَ يَا ابْنَ آدَمَ، فَإِنَّهُ لَا

يُشْبِعُكَ شَيْءٌ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ : وَاللَّهِ لَا تَجِدُهُ إِلَّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا، فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ، وَأَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

ترجمہ: بیان کیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن بیان فرما رہے تھے ایک دیہاتی بھی مجلس میں حاضر تھا کہ اہل جنت میں سے ایک شخص اپنے رب سے کھیتی کرنے کی اجازت چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا اپنی موجودہ حالت پر تو راضی نہیں ہے؟ وہ کہے گا کیوں نہیں! لیکن میرا جی کھیتی کرنے کو چاہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس نے بیج ڈالا۔ پلک جھپکنے میں وہ اگ بھی آیا۔ پک بھی گیا اور کاٹ بھی لیا گیا۔ اور اس کے دانے پہاڑوں کی طرح ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! اسے رکھ لے، تجھے کوئی چیز آسودہ نہیں کر سکتی۔ یہ سن کر دیہاتی نے کہا کہ قسم اللہ کی وہ تو کوئی قریشی یا انصاری ہی ہوگا۔ کیونکہ یہی لوگ کھیتی کرنے والے ہیں۔ ہم تو کھیتی ہی نہیں کرتے۔ اس بات پر رسول اللہ ﷺ کو ہنسی آ گئی۔

اور خود عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حدیث موجود ہے کہ جب دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو پگھل جائے گا جیسا کہ قلعی پگھل جاتی ہے۔

اس حدیث میں صیغہ ماضی کا فرمایا گیا ہے مراد اس سے مستقبل ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:

(ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الرَّصَاصُ) وہ ایسے پگھلا جیسا کہ تانبا پگھلتا ہے۔

"صحیح بخاری کتاب الجہاد باب مسح الغبار فی سبیل اللہ" میں پہلی حدیث میں جو یہ عبارت ہے:

وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ عَمَّارٌ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللَّهِ وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ

ترجمہ: عمار کے لئے (افسوس) ہے جنھیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی عمار ان کو اللہ کی طرف بلائے گا اور وہ اسے دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

اس پر علامہ عینی صفحہ 559 جلد 6 میں فرماتے ہیں:

الْعَرَب تخبر بِالْفِعْلِ الْمُسْتَقْبل عَن الْمَاضِي، إِذا عرف الْمَعْنى كَمَا تخبر بالماضي

عَنِ الْمُسْتَقْبَل۔۔۔الخ

ترجمہ: عرب ماضی کے بجائے فعل مستقبل (مضارع) سے خبر دیتے ہیں جب اس کا معنی معروف ہو جیسا مستقبل کے متعلق ماضی سے خبر دیتے ہیں۔

باب الجہاد باب جوائز الوفد میں ہے:

فقالوا أهجر رسول الله ﷺ میں ماضی یعنی مستقبل ہے۔

ای یهجر من الدنیا واطلق لفظ الماضی لما رأوفیه من علامات الهجرة عن دار الفناء۔۔۔الخ (حاشیہ بخاری)

ترجمہ: کیا رسول ﷺ دنیا سے الگ ہوئے ہیں یعنی دنیا کو چھوڑ جائیں گے اور لفظ ماضی کا بولا گیا جب انھوں نے آپ کے اندر دار الفناء سے ہجرت کی علامات دیکھیں۔

قرآن شریف میں پورا کلام اس مقام کا یہ ہے:

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ () مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ () اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ () قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ()

(المائدہ:۱۱۶تا۱۱۹)

ترجمہ: اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ کے سوا عرض کرے گا، پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچتی اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے، بیشک تو ہی ہے سب غیبوں کا خوب جاننے والا۔ میں نے تو ان سے نہ کہا مگر وہی جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کو پوجو جو میرا بھی رب اور تمہارا بھی رب اور میں ان پر مطلع تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تُو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا، اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ ہے وہ دن جس میں سچوں کو ان کا سچ کام آئے گا، ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ ہے بڑی کامیابی۔

تفسیر خازن میں ہے:

قوله عزوجل (وَاِذۡ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِىۡ وَاُمِّىَ اِلٰهَيۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ)وقال سائر المفسرين انما يقول الله له هذا القول يوم القيامة بدليل قوله (يَوۡمَ يَجۡمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ)(وَذَالِكَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ)

(اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ کے سوا) اور تمام مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ بات آپ سے فرمائے گا اس قول کی دلیل کے ساتھ کہ ''یوم یجمع اللہ الرسل'' جس روز اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا اور یہ قیامت کے دن ہوگا۔

یہاں جبکہ ''قال'' کو بمعنی مستقبل لیا تو یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ ''اِذۡ قَالَ اللّٰهُ'' میں ''اِذۡ'' کی اقتضاء تو یہ ہے کہ مدخول اس کا ماضی رہے تو جواب دیا کہ ''اذ'' بمعنی ''اذا'' ہے۔ جواب کی عبارت

یہ ہے:

واجیب عن حرف اذ بانہا قد تجیء بمعنی اذا کقولہ " وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا" یعنی اذا فزعوا وقال الراجز۔اورحرف (إِذْ) سے جواب دیا گیا کہ یہ کبھی (إِذَا) کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ قول تعالیٰ ہے(وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا)اور اگر آپ دیکھیں اُس وقت جب یہ گھبرا جائیں گے۔

شعر

ثم جزاك الله عنی اذ جزی

جنات عدن فی السموات العلی

ترجمہ: پھر اللہ تجھے میری طرف سے جزا دے، جب جزا دے بلند آسمانوں میں جنّات عدن کی۔

اورمدارک وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے۔

(قَالَ اللهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ) کے متعلق ہے خازن میں کہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ یہ دن قیامت کا ہوگا عیسیٰ علیہ السلام جب کہ روز قیامت کے قبر سے اٹھیں گے تو کہیں گے یہ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے قصہ کیا ہے(إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ۔۔۔الخ)

تفسیر جلالین میں بھی ''قال'' کو بمعنی ''یقول'' لیا ہے واذ کر (اِذْ قَالَ) ای یقول(اَللّٰهُ يٰعِيْسٰى) فی یوم القیامۃ توبیخا لقومہ۔

کمالین میں ہے:

الماضی بمعنی المضارع علی طریق قولہ تعالیٰ(وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ)نادیٰ بمعنی ینادی ہے۔اور امام بخاری کا مذہب بھی یہی ہے کہ آیت کریمہ(اِذْ قَالَ اللهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ۔۔الخ) میں ''قال'' بمعنی ''یقول'' ہے۔جیسا کہ ''فاقول کما قال العبد الصالح'' میں ''قال'' بمعنی ''یقول'' ہے''اور (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) سے مراد موت ہے مگر وہ موت جو بعد

النزول من السماء عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوگی۔

امام بخاری کتاب التفسیر باب میں قولہ (مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنۡ بَحِیۡرَۃٍ ۔۔۔الخ) کے (اِذۡ قَالَ اللّٰہُ) میں (قال) کو بمعنی (یقول) کہتے ہیں۔مگر وہ (اذ) کو صلہ یعنی زائد ٹھہراتے ہیں۔گویا صاف اپنے مذہب کو بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث (فاقول کما قال العبد الصالح) سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ عبد صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا جواب پہلے ہو چکا ہے اور (فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ) خبر دیتا ہے کہ عیسیٰ مر چکے ہیں بلکہ" وَاِذۡ قَالَ اللّٰہُ" میں "قال" بمعنی "یقول" کے ہے۔اور یہ سوال و جواب قیامت کے دن ہوگا۔جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ (فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ) کا تعلق قیامت کے دن سے ہے۔جیسا کہ درمنثور میں مذکور ہے کہ قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے کسی نے کہا کہ اس آیت کا قصہ کب ہوگا؟ کہا قیامت کے دن۔اس پر دلیل یہ فرمائی کہ کیا تو نہیں دیکھتا خدا تعالی خود فرماتا ہے کہ یہ تمام باتیں ایسے دن ہوں گی جس میں سچوں کو سچائی نفع دے گی۔(ھٰذَا یَوۡمُ یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ صِدۡقُھُمۡ) حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ پروردگار جب روز قیامت کے مجھ سے فرمائے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ کو معلوم نہیں کہ تیرے اصحاب یعنی امت کے لوگوں نے کیا کچھ کیا ہے بعد تیرے۔تو میں اس کے جواب میں بندہ صالح عیسیٰ علیہ السلام کا قول عرض کروں گا کہ (وَکُنۡتُ عَلَیۡھِمۡ شَھِیۡدًا مَّا دُمۡتُ فِیۡھِمۡ فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ کُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِیۡبَ عَلَیۡھِمۡ) اور میں ان کا نگران تھا جب تک کہ میں ان کے بیچ تھا پھر جب کہ مار دیا تو نے مجھ کو تو تو ہی ان پر نگہبان رہا۔

اس حدیث میں (کما قال العبد الصالح) میں "قال" بمعنی "یقول" ہے اور (فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ) سے معنی موت کا ہوا مگر وہ موت جو بعد النزول عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوگی۔جس کے سارے اہل اسلام صحابہ کرام سے لے کر آج تک قائل ہیں۔پس امام بخاری بھی کل امت مرحومہ کی طرح نزول مسیح بن مریم کا ہی قائل ہے نہ اس کے کسی مثیل کا۔چنانچہ امام بخاری نے

اپنی ''تاریخ کبیر'' میں بھی فرمایا ہے جس کو علامہ سیوطی نے تفسیر درمنثور میں ذکر کیا ہے: و اخرج البخاری فی تاریخه والطبرانی عن عبد الله بن سلام قال یدفن عیسی بن مریم مع رسول الله صلی الله علیه وسلم وصاحبیه فیکون قبره رابعا ۔۔۔الخ

بخاری نے اپنی تاریخ میں طبرانی سے عبداللہ بن سلام سے روایت کیا ہے فرمایا کہ حضرت عیسی علیہ السلام رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے ساتھ دفن ہوں گے پس آپ کی قبر چوتھی ہوگی۔

اب ذرا بخاری کے محشی امام بدرالدین عینی کی عبارت نقل کرتا ہوں:

باب(وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۔۔۔الخ)(وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ ۔۔۔الخ) لما یخاطب الله عبده ورسوله عیسی ابن مریم علیه السلام عملا له یوم القیامة بخطرة من اتخذه وامه الهین من دون الله تهدیدا للنصاری و توبیخا و تقریعا علی رؤس الاشهاد۔ هکذا قال قتادہ وغیره۔۔۔الخ

اور میں ان پر گواہ حاضر تھا ''وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ '' ۔۔۔الخ۔اس لیے کہ اللہ تعالی اپنے بندے اور رسول عیسی بن مریم علیہ السلام سے ان لوگوں کی موجودگی میں گواہوں کے سامنے قیامت کے روز نصاری کی تھرید وتوبیخ وتقریع (ڈانٹ ڈپٹ) کے لیے خطاب فرمائے قتادہ وغیرہ نے ایسا کہا ہے۔

امام بخاری کے اس قول (واذ قال الله) یقول (قال الله واذ ههنا صلة) پر عینی فرماتے ہیں:

اشاربه الی قوله تعالی واذ قال الله یعیسی ابن مریم وان لفظ '' قال'' الذی هو ماضی بمعنی '' یقول'' المضارع لان الله تعالی انما یقول هذا القول یوم القیامة وان کلمة اذ صلة ای زائدة وقال الکرمانی لان للماضی وههنا المراد به المستقبل قلت اختلف المفسرون هنا فقال قتادہ هذا خطاب الله تعالی

لعبدہ ورسولہ عیسی ابن مریم علیہما السلام یوم القیامۃ توبیخاً و تقریعاً للنصاری۔۔۔الخ

ترجمہ: عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس کے ساتھ اللہ کے اس قول ''واذ قال اللہ۔۔۔الخ۔ کی طرف اشارہ کیا ہے۔اور لفظ ''قال'' جوکہ ماضی ہے وہ یقول فعل مضارع کے معنی میں ہے کیونکہ اللہ تعالی یہ بات قیامت کے دن فرمائے گا اور اِذْ کا کلمہ صلہ یعنی زائدہ ہے اور کرمانی نے کہا۔اور اس لیے کہ ''اِذْ'' ماضی کے لیے ہوتا ہے اور یہاں اس سے مراد مستقبل ہے۔میں کہتا ہوں مفسرین نے یہاں پر اختلاف کیا ہے بس حضرت قتادہ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالی کا اپنے بندے اور رسول عیسٰی بن مریم علیہما السلام کو قیامت کے دن نصاریٰ کی توبیخ اور تقریع (جھڑکنے اور ملامت کرنے) کے لیے خطاب ہوگا۔

اختلاف فقط اس میں ہے کہ آیا یہ جواب وسوال قیامت کو ہوگا یا وقت آسمان پر جانے کے ہو چکا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اس سے ثبوت فی الحال نہیں اور نہ کسی کو مضر ہے بلکہ اختلاف کی دوسری شق سے تو رفع بجسدہ علی السماء ثابت ہوتا ہے اور علامہ ''سندی'' اس پر فرماتے ہیں کہ ''قال'' بمعنیٰ ''یقول'' ہے اور ''اذ'' عبارت میں زائد ہے۔

قولہ (وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ) یقول (قال اللہ واذ ھھنا صلۃ) اعلم ان قولہ یقول تفسیر لبیان ان الماضی بمعنی المضارع وقولہ ''قال'' اللہ لبیان ان ''اذ'' زائدۃ ثم صرح بذالك یقولہ و ''اذ'' ھھنا صلۃ کافۃ قال قال فی اذ'' قال اللہ'' بمعنی ''یقول'' واصلہ قال اللہ و ''اذ'' زائدۃ واللہ تعالی اعلم۔ انتھی۔

ترجمہ: اور جب اللہ نے کہا یقول (کہے گا)۔ (قَالَ اللہ اور اِذْ یہاں صلہ ہے) جان لے کہ اس کا قول ''یقول'' اس بیان کی تفسیر ہے کہ ماضی مضارع کے معنی میں ہے۔اور اس کا قول قال اللہ لبیان ان ''اذ'' یہ بیان کرنے کے لیے ہے کہ ''اِذْ'' زائدہ ہے۔ پھر اپنے اس قول ''واذ ھھنا

صلة کافة ''(کہ اِذْ یہاں پر صلہ کافہ ہے) فرمایا کہ ''اِذْ قَالَ اللهُ'' میں ''قَالَ'' بمعنیٰ ''یَقُوْلَ'' ہے اور اس کا اصل قال اللہ ہے اور ''اِذْ'' زائدہ ہے واللہ اعلم۔

اور امام بخاری نے جو کہ اسی جگہ میں ''مُتَوَفِّيكَ'' کا معنیٰ ابن عباس سے ''مُمِيتُكَ'' لکھا ہے تو اس میں وعدہ موت ہوا، بالفعل موت ثابت نہیں ہوتی۔ پروردگار فرماتا ہے کہ! اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو مارنے والا ہوں نہ یہود''۔

اور اظہار اس امر کا ہے کہ ''عیسیٰ نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا''۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے وقت موت میں مارے گا اور جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں وہ سمجھ جائیں کہ مسیح ابن مریم بھی مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اثر موت سے متاثر ہوں گے۔ امام بخاری کا صاف یہی مذہب ہے کہ یہ سوال و جواب حشر کے دن ہوگا۔ کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ (هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ...الخ۔

اور (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) حکایت ہے وفات بعد النزول سے اور حدیث (اقول کما قال العبد الصالح) میں ''قال'' بمعنیٰ ''یقول'' ہے۔ اگر امام بخاری کا یہ مذہب نہ ہوتا تو ''قال'' کو بمعنیٰ ''یقول'' اور ''اذ'' کو زائد کہنے اور (هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ) کے لانے کی کیا وجہ تھی اور موت کو زمانہ ماضی میں کیوں نہ ثابت کرتے۔ خود امام بخاری کا باب نزول عیسیٰ کا باندھنا اور اس کے آنے کو قیامت کی نشانیوں سے ٹھہرانا اور اس زمانے میں ایک سجدہ کا دنیا اور دنیا کے اسباب سے اچھا ہونا اور ان کا رسول اللہ کے مقبرہ میں دفن ہونا اور حج اور عمرہ کا احرام باندھنا اور اہل کتاب سے سوائے اسلام کے جزیہ وغیرہ کچھ قبول نہ کرنا یہ صاف کہہ رہا ہے کہ امام بخاری کا مذہب موافق مذہب کل امت مرحومہ کے ہے۔

بڑا احمق اور اندھا اور گمراہ ہے جو امام بخاری کا مذہب یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور ان کا مثیل آیا۔ ان احادیث و آیات و تفسیر میں تو عیسیٰ بن مریم ہی کے دوبارہ زمین پر زندہ باصلہ آنے کی خوشخبری ہے مرزائی لوگ کسی ایک ضعیف حدیث ہی سے ثابت کر دیں کہ نزول عیسی

علیہ السلام سے مراد اس کا مثل ہے خالی زبانی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اسلام دے دے افسوس کہ مثیل عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرتے ہیں مگر موقوف ہونا جزیہ کا یا بہتر ہونا ایک سجدہ کا تمام دنیا سے وغیرہ وغیرہ اب تک کوئی نشان ثابت نہ کر سکے۔ زیادہ تحقیق اس مقام کی **جناب فضیلت ماب فاضل گولڑوی** کی تصنیفات میں موجود ہے اس میں دیکھو۔

جواب دوم: اس بنا پر کہ آیت (اِذْ قَالَ اللّٰہُ ۔۔۔الخ) میں ''اذ'' زائد نہیں اور''قال'' ماضی بھی اپنے ہی معنی میں ہے یعنی رسول اللہ ﷺ سے قبل درمیان باری تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام پر سوال ہو چکا ہے مگر'' تَوَفَّیْتَنِیْ '' ''فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ '' میں بمعنی موت نہیں بلکہ معنی'' رِفَعْتَنِیْ '' ہے۔ معنی یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے پروردگار میری امت کی نسبت دریافت فرمائے گا تو میں وہ عرض کروں گا جو کہ بندہ صالح عیسیٰ علیہ السلام نے بروقت زندہ اٹھ جانے کے آسمان پر عرض کی تھی وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ یا اللہ میں اپنی امت پر نگران تھا جب تک کہ ان میں موجود تھا اور جب کہ اٹھا لیا تو نے مجھ کو یا اللہ آسمان پر تو تو خود ہی ان کا نگران تھا''۔

قرآن شریف میں اکثر جگہ ''توفی'' کا معنی موت یا نیند ہے مگر'' فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ ''میں بمعنی موت نہیں بلکہ معنی'' رفعتنی '' ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ''جب کہ اٹھا لیا تو نے مجھ کو'' یہ معنی بہت کتابوں میں موجود ہے جس میں صاف رفع جسمی مسیح بن مریم کے لیے ثابت ہوتا مگر بہتر یہی ہے کہ عبداللہ بن عباس ہی کی روایت نقل کر دوں تا کہ ملاجی کو گریز کا راستہ نہ ملے کیونکہ ''ہدایۃ المھتدیٰ'' کے اخیر میں کسی ہندوستانی شاعر کی نظم جو ملاجی نے لکھی ہے اس میں خود ابن عباس سے سند لی ہے

وہ شعر یہ ہے

فرزند عم مصطفیٰ ارشاد فرماتے ہیں کیا

دیکھے جسے ہوشک ذرا کیا ہے بخاری میں رقم

اس فرزند عم مصطفیٰ سے عبداللہ بن عباس مراد ہے اور ملاجی کے قادیانی نبی نے تو جا بجا عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ھے اور ان کو **افقہ الناس** لکھا ہے وہی عبد اللہ بن عباس جنہوں نے اگرچہ بخاری میں ''متوفیك'' کا معنیٰ ''ممیتك'' ''میں تیرا مارنے والا ہوں'' لیا ہے۔ جس سے فقط وعدہ موت ثابت ہوتا ہے مگر ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ'' کا معنیٰ ''فلما رفعتنی'' لیتے ہیں۔ موت کا معنیٰ نہیں لیتے۔ اب امید ہے کہ مرزائی لوگ ابن عباس کا معنیٰ تو مان ہی لیں گے۔ اپنے نبی کا اتباع کر کے دیکھو تفسیر درمنثور میں ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ'' کے متعلق ''رفعتنی'' کا معنیٰ مروی ہے۔

اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس (ان تعذبھم فانھم عبادك) یقول عبیدك قد استوجبوا العذاب بمقالتھم (وان تغفرلھم)ای من ترکت منھم و مد فی عمرہ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام حتی اھبط من السماء الی الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقالتھم ووحدوك واقروا انا عبید وان تغفرلھم حیث رجعوا عن مقالتھم (فانك انت العزیز الحکیم) ''۔ درمنثور

ترجمہ: ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے (اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں) فرمائیں گے کہ وہ تیرے بندے ہیں اپنی باتوں کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہو گئے۔ (اور اگر تو ان کو بخشش دے گا) یعنی ان میں کسی کو چھوڑے گا اور اس کو لمبی عمر دے گا تو اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہاں تک کہ آسمان سے زمین کی طرف اتارے جائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ پس وہ اپنی (سابقہ شرکیہ) باتوں سے اتر جائیں گے (شرک سے توبہ کریں گے) اور تیری وحدانیت کو تسلیم کریں گے اور اقرار کریں گے کہ ہم بندے ہیں۔ اور اگر تو ان کی بخشش کردے جب وہ اپنی باتوں سے رجوع کر لیں (تو تو غالب حکمت والا ہے)۔

خیال کیجئے ابن عباس کے قول ''ومد فی عمرہ'' کو جس سے واضح طور پر درازی عمر عیسیٰ بن مریم کی اور اترنا اس کا آسمان سے زمین پر ثابت ہوتا ہے تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۵۰۹ میں ہے ''فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ'' ''یعنی'' فلما رفعتنی الی السماء فالمراد به وفاة الرفع لا الموت ۔ ۸۲ نمبر کی حدیث میں یہ عبارت موجود ہے : اور ایسا ہی '' تفسیر عباسی'' میں ''فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ'' کا معنیٰ '' فلما رفعتنی'' مذکور ہے اور بخاری کی عینی میں یہ معنی بھی نقل کیا ہے۔

وقال السدی هذا الخطاب والجواب فی الدنیا وقال ابن جریر هذا هو الصواب وكان ذالك حين رفعه الى السماء الدنيا ۔۔۔الخ

تفسیر خازن صفحہ ۵۰۷ میں متعلق قول باری تعالیٰ (اذ قال الله يعيسى ابن مريم ءانت قلت۔۔۔الخ) کے ھے : اختلف المفسرون فی وقت هذا القول فقال السدی (قال الله يعيسى) هذا القول حين رفعه الى السماء بدليل ان حرف "اذ" يكون للماضی ۔اور صفحہ 509 میں ہے : وهذا القول موافق لمذهب السدی حيث يقول ان هذا المخاطبة جرت مع عیسیٰ علیه السلام حين يرفع الى السماء ۔

ترجمہ: سدی نے کہا یہ خطاب اور جواب دینا میں ہے ۔اور ابن جریر نے کہا یہی درست ہے ۔اور یہ آسمانِ دنیا کی طرف اٹھانے کے وقت تھا ۔تفسیر خازن صفحہ ۵۰۷ میں اللہ تعالیٰ کے قول ''وَإِذۡ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ ۔۔۔الخ'' کے متعلق ہے اس قول کے وقت کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے ۔سدی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قول اس وقت فرمایا جب آپ کو آسمان کی طرف اٹھایا ۔اس دلیل کے ساتھ ''اِذۡ'' کا حرف ماضی کے لئے ہوتا ہے ۔اور صفحہ ۵۰۹ میں ہے اور یہ قول سدی کے مذہب کے موافق ہے جب جہاں وہ کہتے ہیں کہ یہ مخاطبت (گفتگو) آسمان کی طرف آپ علیہ السلام کو اٹھانے کے وقت ہوئی تھی ۔۔۔۔اور تمام مفسرین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ علیہ السلام سے یہ بات فرمائیں گے ۔البتہ جمہور

مفسرین کے قول کے مطابق یہ سوال قیامت کے دن ہی واقع ہوگا۔

مگر سدی کا قول جمہور کے مخالف ہے جمہور اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ جواب وسوال بروز قیامت ہوگا اسی عبارت کے بعد مذکور ہے: وقال سائر المفسرین انما یقول اللہ له هذا القول یوم القیامة اما علی قول جمهور المفسرین ان هذا السوال انما یقع یوم القیامة۔

''ثانی ٹکڑے'' حدیث کا جواب یہ ہے کہ حاکم نے مستدرک میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے اس طور پر روایت کی ہے کہ عیسی علیہ السلام ایک سو برس تک زندہ رہے اور ہر نبی اپنے ماقبل کے نبی کی نصف عمر پاتا ہے بس پہلے قول کو سب نے نصاری کی طرف منسوب کیا اور حدیث عائشہ کو ذکر کر کے حافظ ابن حجر عسقلانی نے خود غیر معتبر ٹھہرایا اور کہا کہ صحیح یہی ہے کہ عیسیٰ زندہ اٹھالیے گئے۔ اور ابن عساکر کی حدیث اس کے بعد نقل کر کے ثابت کر دیا کہ عیسی علیہ السلام مدینہ منورہ میں فوت ہوں گے اگر کتب سیر وتواریخ پر بالاستقراء نظر ڈالی جائے تو ہرگز یہ قضیہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر نبی اپنے ماقبل کے نبی کی نصف عمر پاتا ہے اور ظاہر ہے کہ فساد مضمون کا منجملہ علامات وضع حدیث کے ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث موضوع ہے دیکھو اُصولِ حدیث کو۔ اور حاکم کا مذہب تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کا ۳۳ برس کی عمر میں زندہ آسمان پر چلے جانے کا قائل ہے جیسا کہ درمنثور جلد ثانی صفحہ ۳۶ میں ہے:

واخرج ابن سعد واحمد فی الزهد والحاكم عن سعيد بن المسيب قال رفع عیسی ابن ثلث وثلثين سنة۔۔۔انتهی

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں (آسمان کی طرف) اُٹھائے گئے۔

پھر بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف جو موضوع حدیث ہے لانے کی ضرورت ہی نہ تھی مگر یہ حاکم کا تساہل ہے اور حاکم تساہل میں مشہور ہے'' فتح المغیث شرح الفية

الحدیث“ میں ہے: وکالمستدرک علی تساھل منه فیه باد خاله فیه عدة موضوعات حمله علی تصحیحها اما التعصب لما رمی به من التشیع واما غیرہ فضلاً عن الضعیف وغیرہ بل یقال ان السبب فی ذلك انه صنّفه فی آخر عمرہ وقد حصلت له غفلة وتغیرًا وانه لم تیسر له وتحریرہ و تنقیحه ویدل له ان تساهله فی قدر الخمس الاول منه قلیل جدا بالنسبة لباقیه۔ نعم هو معروف عند اهل العلم بالتساهل فی التصحیح والمشاهدة تدل علیه۔۔۔۔الخ

ترجمہ: اور جیسا کہ مستدرک کے اندر چند موضوعات داخل کر کے انہوں نے تساہل کیا ہے۔ اور یا تو ان پر تشیع کا الزام لگنے کی وجہ سے تعصب نے اس کی تصحیح پر برانگیختہ کیا۔ اور جو اس کے ضعیف یا غیر ضعیف ہونے کے علاوہ کوئی ہے۔ بلکہ کہا جائے گا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اسے آخری عمر میں تصنیف کیا ہے اور اسے غفلت اور تغیر ہوا تھا اور اسے تحریر اور تصحیح کرنا میسر نہ ہوا۔ اور پہلی پانچ میں آپ کے تساہل کی مقدار پر دلیل یہ ہے کہ یہ تساہل اس کے باقی حصے کی نسبت بہت قلیل ہے۔ ہاں آپ تصحیح میں تساہل کرنے کے ساتھ اہل علم کے نزدیک معروف و مشہور ہیں اور مشاہدہ اس پر دلالت کرتا ہے۔

اور طبرانی میں تو خود یہ موجود ہے کہ بہشت میں لوگ داخل ہوں گے 33 برس کی عمر پر جو کہ میلاد ہے عیسیٰ علیہ السلام کی۔ قبل ”رفع“ کے۔ دیکھو ”**بدور السافرہ**“ صفحہ ۲۷۳ پر کہ طبرانی کی عبارت کو نقل کیا ہے۔

”تفسیر درمنثور“ میں ہے: اخرج البخاری فی تاریخه والطبرانی عن عبد الله بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول الله صلی الله علیه وسلم و صاحبیه فیکون قبرہ رابعاً۔

ترجمہ: بخاری نے اپنی تاریخ (کبیر) میں اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے روایت کی

ہے فرمایا حضرت عیسٰی علیہ السلام رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صاحبین کے ساتھ دفن ہوں گے پس آپ کی قبر چوتھی ہوگی۔

حاکم اور طبرانی دونوں عیسی علیہ السلام کو زندہ مان رہے ہیں اگر ملاجی حیا ہو تو مان لو اور امام مہدی کے آنے کا بھی امام طبرانی قائل ہے اس نے اس کے اثبات میں حدیث نقل کی ہے جس کے آخر میں کہا ہے: رواه جماعة عن ابی بکر الصدیق

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ یارسول اللہ امام مہدی ہم اہل بیت سے ہوں گے یا کسی غیر سے؟ فرمایا حضرت محمد ﷺ نے کہ ہم سے ہوں گے اور اللہ تعالی ان کے ساتھ اس دین کو ختم کردے گا۔ رواہ الطبرانی رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ اور طبرانی نے اور علامات امام مہدی کی بھی بیان کی ہیں (دیکھو رسالہ ''تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی'' کو)

تیسرے ٹکڑے کا جواب

''اول جواب'' یہ کہ یہ حدیث بعض ناقدین حدیث کے نزدیک غیر ثابت ہے کما فی اصول الحدیث۔

''دوسرا جواب'' یہ کہ بر تقدیر اسکے ثبوت کے مقید بقید فی الارض ہے یعنی حدیث کی تقدیر عبارت یہ ہے: لو کان موسٰی وعیسی حیین فی الارض لما وسعهما الا اتباعی

یعنی اگر حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام زندہ ہوتے زمین پر تو ان کو جائز نہ ہوتا مگر میری اتباع۔

مگر چونکہ وہ دونوں زندہ فی الارض نہیں ہیں لہذا اتباع فی الارض اس وقت منتفی ہے یعنی دونوں زندہ ہیں مگر زندہ زمین پر نہیں ہیں موسی علیہ السلام اگر چہ بظاہر فوت ہو گئے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی عند اللہ زندہ ہیں جیسا کہ اور اولیاء کما ورد ان اولیاء الله لا یموتون بل ینقلون من دار الفناء الی دار البقاء۔ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ وہ دار الفناء سے دار

البقاء کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔
اوران دونوں پیغمبروں کی تخصیص اس لیے کی کہ یہ دونوں نبی آخر کے اولو العزم ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اگر چہ زندہ ہیں مگر زندہ فی الارض نہیں بلکہ آسمان پر زندہ ہیں۔ جولوگ حدیث کو صحیح مانتے ہیں وہ فی الارض کی قید ضرور لگاتے ہیں اگر برہمن بڑیہ کا ملاجی نہ مانے تواس کے قادیانی مذہب کے جید عالم ثقہ ملقب بہ فاضل سید محمد احسن امروہی کی کتاب سے ثابت کر دوں۔ اور سبحان اللہ غرائبات زمانہ سے ہے کہ مرزائیوں کی زبان سے ایسی بات نکل جاتی ہے جس سے جمہور اہل اسلام کی بات مانی جاتی ہے اس سید محمد احسن امروہی نے اپنی کتاب ''شمس بازغہ'' کے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے:

دربارہ اثبات موت عیسیٰ علیہ السلام کے اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث لو کان موسی وعیسی حیین۔۔**الخ**

جس کی صحت صاحب فتوحات کو مسلم ہے حیات سے حیات الاردن مراد لینے پر۔
اقول: چونکہ فتوحات ہی میں حیات مسیح کی تصریح کئی مقامات پر کر دی ہے جیسا کہ کچھ گزرااور اب بھی بیان ہوگا لہٰذا یہ حدیث صاحب فتوحات وغیرہ اہل اسلام کو جو متفق ہیں حیات مسیح پر مضر نہیں۔ کیوں کہ جبکہ صاحب فتوحات نے حدیث مذکور میں لفظ ''حیین'' کو ''مقید بحیاۃ فی الارض'' ٹھہرایا تو بمقتضی کلمہ ''لو'' کے اتباع موسیٰ وعیسیٰ کا شرح محمدی کے لیے منتفی ہوا۔ اس لیے کہ موسیٰ وعیسیٰ زندہ فی الارض نہیں تو حدیث مذکور سے صرف یہی مفہوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام پر وقت بولنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس حدیث کو زندہ زمین پر موجود نہ تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آسمان پر بھی زندہ نہ ہوں۔ ''تفسیر ابن کثیر'' میں اس حدیث کا یہی معنی لیا ہے جو بیان ہوا۔ کیونکہ اس تفسیر میں عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آسمان پر جانا اسی خاکی بدن کے ساتھ واضح ثابت کیا ہے دیکھو حدیث نمبر 29 کو اور 73 کے بعد کی عبارت کو۔

اور شیخ اکبر نے ''فتوحات'' کے 36 باب میں ابن عمر کی حدیث مرفوع جس میں نضلہ انصاری کا ذکر ہے حیات مسیح کو صاف ثابت کیا ہے اور بڑی قوت سے کہ جس سے چار ہزار صحابی کا اجماع حیات مسیح پر ثابت ہوا ہے اور اس حدیث سے اول تین سطر پر فرمایا کہ ہمارے موجودہ زمانے میں ایک جماعت زندہ ہے عیسیٰ اور الیاس کے اصحاب میں سے'' وفی زماننا الیوم جماعة احیاء من اصحاب عیسیٰ و الیاس۔۔۔الخ

اور فتوحات کے باب ۳۶۷ میں حدیث معراج میں لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے آسمان میں تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے بدن اصلی کے ساتھ وہاں تھے۔ کیوں کہ وہ اب تک مرے نہیں بلکہ اٹھالیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اس آسمان کی طرف اور اس میں اس کو ٹھہرایا ہے۔ اور اس آسمان میں اللہ تعالیٰ نے اس کو حاکم بنایا ہے اور وہ ہمارا اول مرشد ہے کہ جس کے ہاتھ پر ہم نے رجوع کیا ہے اور اس کو ہمارے حال پر بڑی عنایت ہے ہم سے ایک ساعت بھی غافل نہیں رہتا عبارت یہ ہے:

فلما دخل اذا بعیسیٰ علیه السلام بجسده عینه فانه لم یمت الی الآن بل رفعه الله الی هذا السماء واسکنه بها وحکمه فیها وهو شیخنا الاول الذی رجعنا علی یدیه وله بنا عنایة عظیمة لایغفل عنا ساعة واحدة۔

اسی فتوحات کے باب ۵۷۵ میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی کرامت میں سے ہے یہ بات کہ پروردگار نے ان کی امت سے رسول کیے پھر خاص کیا رسولوں سے اس کو جس کی نسبت انسان سے بعید تھی پس نصف اس کا ہوا انسان اور دوسرا نصف اس کا ہوا روح پاک فرشتہ کیوں کہ جبریل علیہ السلام نے ھبہ کیا اس کو یعنی عیسٰی علیہ السلام کو بی بی مریم کے لئے بشر کر کے اور اٹھالیا اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف پھر اس کو اتارے گا درحالیکہ وہ پروردگار کا ولی ہوگا خاتم الاولیاء ہوگا آخر زمانہ میں حکم کرے گا محمد ﷺ کی امت میں ان کے شرع کے ساتھ عبارت یہ ہے:

اعلم وفقنا الله وایاك ان من کرامة محمد صلی الله علیه وسلم علی ربه ان جعل من امته رسلا ثم انه اختص من الرسل من بعد نسبة من البشر فکان نصفه بشر او نصفه الاخر روحا مطهرا ملکا لان جبریل علیه السلام وهبه مریم علیه السلام بشرا سویا رفعه الله الیه ثم ینزله ولیا خاتم الاولیاء فی اخر الزمان یحکم بشرع محمد صلی الله علیه وسلم فی امته ۔۔۔الخ

فتوحات کے صفحہ تہتر (۷۳) میں ہے کہ اللہ تعالی نے باقی رکھا ہے ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین رسولوں کو ان کے جسموں کے ساتھ اس دار فانی میں اور باقی رکھا ہے اللہ تعالی نے حضرت الیاس اور حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کو اور یہ دونوں پیغمبروں میں سے ہیں اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ اجماعی ہونا ثابت فرمایا اسی باب 73 میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے میں کوئی خلاف ہی نہیں وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے: وانه لا خلاف انه ینزل فی اخر الزمان ۔۔۔۔الخ۔ اوراس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ آخری زمانہ میں مبعوث ہوں گے۔

اورفتوحات کے باب ۳۶۷ میں ہے عیسی علیہ السلام اب تک نہیں مرے بلکہ ان کو اٹھالیا ہے اللہ تعالی نے ان آسمانوں کی طرف:

فانه لم یمت الی الان بل رفعه الله الیه الی هذا السماء۔

ترجمہ: کیونکہ وہ ابھی تک فوت نہیں ہوئے بلکہ اللہ نے اُسے اپنی طرف اس آسمان تک اُٹھایا ہے۔

اسی شیخ اکبر نے فتوحات میں اور بھی کئی جگہ تصریح کردی ہے کہ عیسی علیہ السلام اب تک آسمانوں میں زندہ ہیں جیسے کہ الیاس اور خضر علیہم سلام برہمن بڑیہ کے ملاجی نے فتوحات کو شاید کہ دیکھا نہیں ہے فقط کسی مرزائی غلط نویس دھوکا باز ابلہ فریب کے کسی رسالہ کی بے سروپا عبارت کو

دیکھ کرفتوحات کانام لے لیا ملاجی نے جانا کہ فتوحات نایاب ہیں کسی کے پاس نہ ہوگی حوالہ دے کر جاہلوں میں نام کرلونگا اور تفسیر ابن کثیر کی عبارت مفصل قبل اس سے گزر چکی ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جانے کے اس جسم عنصری کے ساتھ مقر ہیں۔ اور اسی کے مثبت اور مدعی ہیں۔ پس مرزائیوں کی بات کذب ثابت ہوئی۔ فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

اور ''الیواقیت والجواہر'' کی عبارت اگر ملاجی لکھتے تو اس کا جواب بھی اسی طور سے دنداں شکن دیا جاتا یہ حوالہ بھی ملاجی کا بفضلہٖ تعالی دھوکہ کی ٹٹی ہے اور

قولہ: وغیرہ وغیرہ اقوال اگر ملاجی کتاب کا نام بجائے وغیرہ وغیرہ کے لکھتا تو ہم ان کتابوں کو دیکھ کر اس کا رد دیتے مگر یہ ملاجی کی محض مکاری اور ابلہ فریبی ہے بعضے بے علم لوگ ایسے ہی کاذب حوالے دے دیا کرتے ہیں یہ انکی بے علمی کا ایک قسم کا پردہ ہوا کرتا ہے۔ شعر

نہیں کھلتا ہے کوئی بھید تیری اس وغیرہ کا
یہی پردہ ہے بے علمی کا نوا چنوا خیرا کا

قولہ: اور مدت دراز سے مخالف مولویوں کو اشتہار دیا گیا ہے کہ اگر کسی قسم کا بھی اگرچہ موضوع ہو ایک حدیث یہ لوگ کسی کتاب حدیث سے نکال کر دکھا سکیں جس میں صریح مذکور ہو کہ عیسی علیہ السلام زندہ بجسم عنصری (یعنی خاکی) آسمان میں چلے گئے تھے اور اب تک وہ زندہ ہیں اور پھر وہ کسی وقت اس دنیا میں رجوع کریں گے تب ان کو بیس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا مگر آج تک کسی سے نہ ہو سکا کہ اس انعام کو حاصل کرنے کی جرات کر سکے چہ جائیکہ حاصل کرلے۔ (ہدایۃ المہدی صفحہ 7)

اقول: کیسا صاف جھوٹ بولا ہے اللہ تعالی کی لعنت ہے کاذبوں دروغگووں پر بلکہ مدت دراز سے مرزا کے دعوی باطل کی ابتدا ہی سے صدہا کتابیں صدہا رسالہ جات مرزا کی تردید میں چھپ چکے اور بکثرت صحیح احادیث اس امر کی دکھائی گئیں مگر منکروں نے اپنے آپ کو صاف اندھا کرلیا انبیاء

علیہم السلام سے منکر لوگ معجزات دیکھا کرتے تھے اور پھر انکار کر جایا کرتے تھے ملک پنجاب و ہندو سندھ وخراسان وغیرہ ملکوں میں تو روز روشن سے زیادہ روشن ہے کہ قادیانی صحیح احادیث اور کتب احادیث کو نہیں مانتا اور بارہا بحث معین کر کے فرار کر گیا مگر ملا عبدالواحد برہمن بڑیہ کا جانتا ہے کہ بنگلہ میں قادیانی کی کفر اور فرار اور بے علمی کے بارے میں شہرت نہیں ہے ۔لہذا مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے ایسا بک دیا اب اگر اس کا ایمان رواجی ہے اور اپنی بات کی کچھ قدر غیرت بھی ہے تو میں اس طفل مکتب کو چند احادیث اس امر کی بتاتا ہوں جن سے اس کی جہالت کا پردہ کھل جائے اب دل کے کانوں کا پردہ کھول کر ملاجی سنو اور بیس ہزار روپیہ کی فکر کرو ورنہ منافقانہ کلام سے توبہ کرو **تفسیر ابن کثیر** کی عربی عبارت کا مطلب بیان کرتا ہوں ۔

(۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا چاہا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مکان کے چشمہ سے باہر نکل کر آئے اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے بارہ حواریوں کے پاس آئے اور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد 12 مرتبہ کافر ہوگا بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جائے اور وہ میری جگہ مقتول ہو اور میرے ساتھ میرے درجے میں بہشت کے اندر رہے پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں ہوں اے اللہ کے رسول تو حضرت عیسی علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ بیٹھ جا اور آپ نے دوبارہ پھر اسی لفظ کا اعادہ فرمایا پھر وہی شخص کھڑا ہوا غرض چوتھی مرتبہ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے پھر حضرت عیسی علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈالی گئی یعنی بعینہ مثل عیسی علیہ السلام کے ہر ایک چیز میں ہوگیا باذن پروردگار۔ اور عیسی علیہ السلام مکان کے روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ۔ بعد ازاں یہود کے جاسوس آئے اور اس شبیہ کو پکڑا اور

اس کو حضرت عیسی علیہ السلام جان کر سولی پر قتل کر دیا۔۔۔الخ

اور یہ اسناد صحیح ہے ابن عباس کی طرف۔

قال ابن ابی حا تم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما اراد الله تعالیٰ ان یرفع عیسیٰ الی السماء خرج علی اصحابه وفی البیت اثناء عشر رجلاً من الحواریین۔()

یعنی

فخرج علیهم من عین فی البیت وراسه یقطر ماءًا فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشر مرة بعد ان آمن بی قال ثم قال ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد علیهم فقام ذالك الشاب فقال انا فقال هو انت ذاك فالقیٰ علیه شبه عیسیٰ و رفع من روزنة فی البیت الی السماء قال و جاء الطلب من الیهود فاخذو الشبه فقتلوه ثم صلبوه۔

فکفر به بعضهم اثنی عشر مرة بعد ان اٰمن به وافترقوا ثلث فرق فقالت فرقة کان الله فینا ماشاء ثم صعد الیٰ السماء وهولاء الیعقوبیة وقالت فرقة کان فینا ابن الله ماشاء ثم رفعه الله الیه وهو لآءِ النسطوریة وقالت فرقة کان فینا عبد الله ورسوله ماشاء الله ثم رفعه الله الیه وهؤلاءِ المسلمون فتظاهرت الکافرتان علی المسلمة فقتلوها فلم یزل الاسلام طامسا حتیٰ بعث الله محمد ﷺ۔

پس ان میں سے بعض (ایک) نے آپ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کفر کیا اور وہ فرقوں میں

بٹ گئے۔ایک فرقہ نے کہا کہ وہ ہمارے اندر اللہ ہو کر رہے جب تک اس نے چاہا پھر وہ آسمان کی طرف اوپر چلے گئے اور یہ یعقوبیہ فرقہ ہے۔اور ایک فرقہ نے کہا کہ وہ ابن اللہ ہو کر ہمارے اندر رہے جب تک اس نے چاہا پھر اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور یہ نسطوریہ فرقہ ہے۔اور ایک فرقہ نے کہا وہ ہم میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول بن کر رہے جب تک اللہ نے چاہا تو پھر اسے اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا اور یہ لوگ مسلمان ہیں۔پس کافروں کے دو فرقے مسلمان فرقے پر غالب آئے اور ان کو قتل کیا۔پس اسلام گمنام (مٹا ہوا) رہا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو مبعوث کیا۔

تفسیر ابن کثیر اور روایت کیا ہے اس حدیث کو امام نسائی نے ابی کریب سے اور انہوں نے ابی معاویہ سے مثل طریق مذکور کے۔اور اسی طرح ذکر کیا ہے بہت علمائے متقدمین نے۔

(۲)

اور روایت کیا عبد بن حمید اور ابن مردویہ اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ یہودیوں نے دار پر چڑھایا عیسی علیہ السلام کی شبیہ کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اس شبیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ (درمنثور)

(۳)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ نے تابعی حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالی کے دشمن یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے پر فخر کرتے تھے مگر ان کا گمان غلط ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کی شبیہ ایک شخص پر ڈالی گئی اور وہی قتل کیا گیا۔(درمنثور)

(٤)

روایت کیا ہے ابن جریر نے سدی تابعی سے جو شاگرد ہے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا کے فرمایا سدی نے کہ محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مع ان کے مددگاروں کے ایک مکان میں ۔پس عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ایک شخص پر ڈالی گئی ۔یہود نے اس شخص کو قتل کر ڈالا اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے ۔یہ مضمون ہے پروردگار کے اس قول پاک کا: ''وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللهُ وَاللهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ'' یعنی یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا حیلہ اور مکر کیا اور اللہ تعالی نے ان کو ان کے مکر کی سزا دی اور اللہ تعالی عمدہ سزا دینے والوں سے ہے۔

(۵)

واخرج ابن جریر عن ابن مالك(وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلاَّ لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ) ''قال ذالك عند نزول عيسىٰ ابن مريم ولايبقى احد من اهل الكتاب الاآمن به۔

ترجمہ: ابن جریر نے ابن مالک سے روایت کی ہے (اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر وہ آپ کی موت سے پہلے آپ پر ایمان لائے گا) فرمایا کہ یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نزول کے وقت ہوگا اور اہل کتاب میں سے ایک بھی باقی نہ رہے گا مگر وہ آپ پر ایمان لے آئے گا۔

نزول سے مراد ''نزول من السماء ''ہی ہے۔کیونکہ اس کے غیر میں آسمانوں پر جانا جا بجا مذکور ہے اور قرینہ دوسرے معنی کے ہونے کا موجود ہے۔جس کو اس جگہ معنی غیر نزول سے دھوکا لگا ہے اور جو''نزول من السماء ''مراد نہیں لیتا وہ پورا جاہل ہے۔

(٦)

اور اخراج کیا عبد بن حمید اور ابن المنذر نے شہر بن حوشب سے کہ روایت ہے محمد بن علی

بن ابی طالب سے آیت مذکورہ کی تفسیر میں کہ ہرایک اہل کتاب کو ملائکہ منہ اور چوتڑ پر ماریں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹ بولتے تھے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے وہ فوت نہیں ہوئے اور اٹھائے گئے ہیں آسمانوں پر پھر نازل ہوں گے قیامت سے آگے پس کُل اہل کتاب ایمان لائیں گے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل موت علیہ السلام کے۔

(۷)

اور ان ہی میں محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی بن ابی طالب سے پوری مفصل روایت ہے جس کے آخر میں یہ بیان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مددگاروں میں سے ایک شخص عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر بدل گیا اور ایک دریچہ چھت سے آسمان کی طرف ظاہر ہوگیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اونگھ آئی یعنی مقدمہ نوم جو کہ پوری نیند آنے سے پہلے آنکھیں نیم بندسی ہو کر بدن میں سستی آجایا کرتی ہے پس اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام بطرف آسمان کے اور یہی معنی ہیں باری تعالیٰ کے قول کے ''یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ'' اے عیسیٰ میں تجھ کو نیند لا کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں ''وفات'' کا معنی وہ بھی ہے کہ ''اے عیسیٰ میں تجھ کو مارنے والا ہوں ہو یعنی موت دینے والا ہوں۔ اور یہ معنی بھی درست ہیں کہ میں تجھ کو اس وقت اونگھ دینے والا ہوں۔

(۸)

ابن جریر نے جو حدیث امام حسن سے روایت کی ہے بواسطہ ابو رجاء اور ابن علیہ اور یعقوب کے اس میں یہ جملہ بھی ہے: واللہ انہ لحی الان عند اللہ ولکن اذا نزل امنوا بہ اجمعون۔ یعنی قسم ہے پروردگار کی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اس وقت زندہ ہیں باری تعالیٰ کے پاس اور جب اتریں گے ان پر ایمان لائیں گے بدکار اور نیک۔

(۹)

اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے اور وہ علی بن عثمان لاحقی سے وہ جویریہ بن

بشیر سے روایت کرتے ہیں اور اس حی اور زندہ رہنے سے زندہ رہنا روحانی مراد نہیں کیونکہ وہ تو ہر نبی اور صحابی اور ہر مومن کے لیے ثابت ہے۔اس پر قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے اور نہ وہ جائے تعجب ہے بلکہ مراد اس سے ثابت کرنا اس امر کا ہے کہ عیسی علیہ السلام جسمانی حیات سے زندہ ہیں۔قسم کھا کر اور حروف تاکید سے وہی امر بیان کیا جاتا ہے جو کہ عقل میں ذرا بعید معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حرف قسم اور "اِنَّ" تحقیقیہ اور لام تاکیدیہ سے بیان کرنا حیات جسمانی ہی مراد ہے -ولعمری ھذا ظاھر لمن زادنی درایۃ۔

(۱۰)

اور امام بخاری نے اپنی بخاری میں ذکر الانبیاء میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی ان سے بھی اترنا آسمان سے ذکر فرمایا ہے۔

(۱۱،۱۲)

اور امام مسلم اور امام احمد رحمہم اللہ تعالی نے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البتہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام حج اور عمرہ کی نیت باندھیں گے روحاء کی وادی میں۔

(۱۳)

امام احمد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عیسی علیہ السلام دجال کو لد کے دروازہ پر قتل کریگا۔

(۱٤)

امام اوزاعی نے زہری سے بطریق مجمع بن جاریہ۔

(۱۵)

اور امام ترمذی نے قتیبہ سے۔

(۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰)

اور عمران بن حصین اور نافع بن عینیہ اور ابو ہریرہ اور حذیفہ بن اسید اور ابو ہریرہ۔

(۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵)

اور کیسان اور عثمان بن ابی العاص اور جابر اور ابو امامہ اور ابن مسعود۔

(۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹)

اور عبداللہ بن عمر اور سمرہ بن جندب اور نواس بن سمعان اور عمرو بن عوف۔

(۳۰)

اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثیں آچکی ہیں کہ قبل از قیامت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دجال کو قریہ لد کے دروازہ پر قتل کریں گے۔ ان سب احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر موجود ہے۔ اوماً الی ذلك كله الامام الترمذی۔

(۳۱)

امام احمد نے سفیان سے حدیث بیان کی ہے اور اس میں قیامت کی علامات شمار کیں اور عیسیٰ علیہ السلام کا آنا آسمانوں سے بھی ذکر فرمایا ہے۔

(۳۲)

امام مسلم نے عبدالعزیز کی روایت سے بھی ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔

(۳۳)

''حیاۃ الحیوان'' میں ابو داؤد سے ایک حدیث مفصل بیان کی جس میں آثار حشر ذکر کر کے تصریح کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطرف زمین کے نازل ہوں گے پس اس سے لزوماً بھی معلوم ہوگیا کہ آسمان ہی سے بطرف زمین کے نازل ہوں گے اور اگر آسمان سے مراد نہ لیا

جائے تو ’’الی الارض‘‘ کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔

(۳٤)

اور اخراج کیا امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے کہ دفن کیے جائیں گے عیسیٰ علیہ السلام ساتھ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے۔ پس ان کی قبر چوتھی ہوگی۔ اور تاریخ امام بخاری کی عبارت یہ ہے۔ یدفن عیسی ابن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعاً۔۔۔الخ

امام ترمذی نے فرمایا: عن محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام عن ابیہ جدہ قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد و عیسیٰ ابن مریم یدفن معہ۔

ترجمہ: تورات میں محمد ﷺ کی صفت لکھی ہوئی ہے اور عیسیٰ بن مریم آپ کے ساتھ دفن ہوں گے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں پس فرمایا حضرت ﷺ نے کہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا جگہ نہیں ہے۔

عن عائشہ قالت قلت یارسول اللہ انی اری ان اعیش بعدك فتاذن لی ادفن الی جنبك فقال وانی بذلك الموضع ما فیہ الا موضع قبری وقبر ابی بکر وعمر و عیسیٰ ابن مریم۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا میں نے حضور ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ میرا خیال ہے میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی کیا آپ مجھے اپنے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دیتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ کو یہ جگہ کیسے مل سکتی ہے اس میں

صرف میری قبر اور ابو بکر وعمر اور عیسیٰ ابن مریم کی قبر کی جگہ ہے۔

پس یہ حدیث مرسل ہوئی اور مثال حدیث نزدیک جمہور علماء کے حجت ہے۔

شرح نخبۃ الفکر میں ہے:

قال جمهور العلماء المرسل حجة مطلقاً بناء على الظاهر وحسن ظن به انه ما يروى حديثه الا عن الصحابي انما حذفه بسبب من الاسباب كما اذا كان يروى الحديث عن جماعة من الصحابة لما ذكر عن الحسن البصرى انه قال انما اطلقه اذا سمعته من السبعين من الصحابة وكان قد يحذف اسم على ايضا بالخصوص لخوف الفتنة۔

ترجمہ: جمہور علماء نے کہا ہے کہ حدیث مرسل ظاہر پر بناء کرتے ہوئے مطلقاً حجت ہے اور اس کے متعلق حسن ظن کیا جاتا ہے کہ (تابعی) کسی صحابی ہی سے اپنی حدیث روایت کرتا ہے۔ اس نے کسی سبب کی بناء پر (صحابی کا نام) نہ لیا ہوگا جیسا کہ وہ حدیث کو صحابہ کرام کی ایک جماعت سے روایت کرتا ہو (پھر وہ صحابی کا نام نہ لیتا ہو) اور خصوصاً کبھی آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی فتنہ کے خوف سے حذف کرتے تھے۔

یعنی امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ:

میں جب صحابی کو چھوڑ کر قال رسول اللہ کہتا ہوں کہ اس حدیث کو ستر صحابی سے سن لیتا ہوں اور امام حسن بصری کی تو خود مرزا نے اپنی کتابوں میں بارہا وصف بھی کی ہے ضرور ہی مرزائی لوگ تسلیم کریں گے اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف کی ششم فصل میں لکھا ہے کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ میں نے ستر صحابی بدری سے ملاقات کی ہے ان کا لباس صوف کا تھا۔

(۳۵)

اور روایت کیا حدیث کو امام ابن جوزی نے اپنی کتاب ''وفا'' میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی وسلم نے گے عیسی بن مریم آسمان سے پس نکاح کریں گے اور صاحب اولاد ہو گے اور مدفون ہوں گے ساتھ میرے پس کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر سے یعنی ایک مقبرے سے درمیان ابو بکر اور عمر کے۔

(۳۶، ۳۷، ۳۸)

عینی بخاری میں بھی ایسا ہی ہے محقق ابن جوزی نے بھی ایسا ہی فرمایا ابو نعیم نے کتاب الفتن میں ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ عیسی علیہ السلام آسمان سے آ کر زمین پر موسیٰ علیہ السلام کے سسرال میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں نکاح کریں گے اور وہ لوگ جزامی ہوں گے پس انکی اولاد ہو گی پھر فوت ہو جائیں گے اور دفن ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے قریب۔

(۳۹)

تفسیر خازن اور درمنثور اور ابن کثیر اور مسند امام احمد میں ہے کہ شب قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اس کا معین وقت میں نہیں بتا سکتا مگر میرے ساتھ میرے رب نے وعدہ کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہو گی جب تک تو زمین پر اتر کر قوم یاجوج ماجوج اور دجّال کو ہلاک نہ کر لے گا۔

(۴۰)

اور اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے دوسری اسناد کے ساتھ۔

(۴۱)

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا:

الاول: معنی قوله تعالی "اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ" ای انی متم عمرك فحینئذ اتوفاك فلا اترکھم حتی یقتلوك بل انا رافعك الی السماء و مقربك بملائكتی واصونك من

ان یتمکنوا من قتلك وھذا تاویل حسن اقول لانه لیس فیه دلالة علی الوفاۃ بمعنی الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فیه اظھار ان الرفع قبل اتمام العمر وھذا لا یخفی علی اولی النھی۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اس قول ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ'' کا معنی ہے میں تیری عمر کو پورا کرنے والا ہوں تو پھر اس وقت آپ کو وفات دوں گا۔پس میں انہیں آپ کو قتل نہیں کرنے دوں گا بلکہ آپ کو میں آسمان کی طرف اٹھاؤں گا اپنے فرشتوں کے قریب کروں گا اور آپ کو قتل کرنے پر ان کی کامیابی سے تجھے بچاؤں گا۔اور یہ اچھی تاویل ہے۔میں کہتا ہوں اس لئے کہ اس میں وفات بمعنی موت پر اور رفع سے پہلے عمر کے پورا کرنے پر کوئی دلالت نہیں۔بلکہ اس میں اس بات کا اظہار ہے کہ رفع (اٹھایا جانا) عمر کے پورا ہونے سے پہلے ہے اور یہ عقل والوں پر پوشیدہ نہیں۔

(٤٢)

وقد ثبت بالدلیل انه حی و ورد الخبر عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاہ بعد ذلك۔

ترجمہ: اور دلیل کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام زندہ ہیں اور نبی ﷺ سے یہ خبر مروی ہے کہ آپ عنقریب اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کو وفات دیں گے۔

(٤٣)

حضرت شیخ امام اجل ابو نصر محمد بن عبدالرحمن ہمدانی نے اپنی کتاب ''سبعیات'' میں فرمایا کہ یوم السبت یعنی سنیچر کے روز سات شخصوں نے مکر کیا ہے سات شخصوں کے ساتھ۔

نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر۔

صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر۔

یوسف علیہ السلام سے انکے بھائیوں کا مکر۔

موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر۔

عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر۔

قریش کے سرداروں کا مکر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

بنی اسرائیل کی قوم کا مکر پروردگار کے منع کرنے کے ساتھ شکار کرنے سے بروز سنیچر کے یعنی شنبہ کے روز۔

(٤٤)

اور بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو انکی قوم کے مکر کے سبب سے پروردگار نے بواسطہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آسمان پر بلا لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک شخص پر شباہت ڈالی گئی اس کا نام اشبوع تھا اور وجہ قتل کرنے کی یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے بیماروں اندھوں جذامیوں کوڑھوں کو لنگڑوں کو بحکم پروردگار اچھا کر دیتے تھے اور یہود اس کو برا جان کر اپنے نبی موسی علیہ السلام کی بے قدری اور ذلت جانتے تھے اور عیسی علیہ السلام کے اس معجزے کو سحر اور جادو کہتے تھے پھر عیسیٰ علیہ السلام کی بدعا سے ان یہودیوں کی صورتیں خنزیر اور بندر کی مثل ہوگئیں۔ یہ قصہ مفصل دیکھو میری کتاب ”تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی۔

(٤٥)

امام بدرالدین عینی نے بخاری کی شرح جلد گیارہویں صفحہ ۳۱۷ میں فرمایا:

وان عیسیٰ یقتله بعد ان ینزل من السماء فیحکم بشریعة المحمدیه

یعنی دجال کی باتوں میں سے ایک یہ بات ہے کہ اس کو حضرت عیسی علیہ السلام قتل

کریں گے آسمان سے نازل ہونے کے بعد پس حکم کریں گے ساتھ شریعت محمدی کے۔

(٤٦)

ابوداود طیالسی نے قیامت کی علامات کا بیان کیا اور کہا کہ:

خانہ کعبہ کو حبشی لوگ خراب کریں گے کہ اس کے بعد آباد نہ ہوگا اور خانہ کعبہ سے خزانہ نکالیں گے اور امام حلیمی نے فرمایا کہ یہ واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا۔

(٤٧)

امام قرطبی نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد خانہ کعبہ خراب کیا جائے گا گویا کہ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے مراد ان کی موت کے بعد کا زمانہ ہے۔

(٤٨)

عینی بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ میں ہے کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھوڑے پر جس کا نام براق ہے سوار ہو کر آسمان پر تشریف لے گئے اور اسی براق پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سوار ہوئے تھے۔

(٤٩)

عینی بخاری جلد دوم صفحہ ۲۰۷ میں ہے کہ شب معراج میں آسمان پر جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مع ان کے جسم کے دیکھا جیسا کہ دنیا میں زندہ رہتے تھے۔

(٥٠)

ابوعمر والدارانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ میری امت سے ایک قوم حق پر اس قدر لڑے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے آسمانوں سے۔

(۵۱)

تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۵۱۴ میں ہے:

وفی الحدیث ان المسیح جاء فمن لقیه فلیقرئه منی السلام۔

یعنی حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تحقیق عیسی علیہ السلام آنے والا ہے پس تم میں سے جوکوئی ان سے ملاقات کرے تو میرا سلام ان سے کہہ دے۔

(۵۲)

تفسیر ابن جریر میں ہے:

حدثنا ابن بشار حدثنا عبد الرحمن عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس "وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته" قال قبل موت عیسٰی ابن مریم علیهم السلام۔

ترجمہ: ابن جریر میں ہے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں قولہ تعالی (وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ) یعنی عیسٰی بن مریم علیہما السلام کی موت سے پہلے اہل کتاب سب آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

(۵۳)

وقال العوفی عن ابن عباس رضی الله تعالی عنه ان مثل ذلك۔

ترجمہ: عوفی نے کہا ابن عباس نے اسی طرح فرمایا ہے۔

(۵٤)

قال ابو مالك فی قوله "الا لیؤمنن به قبل موته" قال ذالك عند نزول عیسٰی ابن مریم لا یبقی احد من اهل الکتاب الا لیؤمنن به۔

ترجمہ: ابو مالک نے "اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ" کے بارے میں فرمایا عیسٰی ابن مریم

کے نزول کے وقت اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہ رہے گا مگر وہ آپ پر ایمان لائے گا۔

(٥٥)

وقال ابن جرير حدثني يعقوب حدثنا ابن علية حدثنا ابو رجاء عن الحسن "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته" قال قبل موت عيسیٰ عليه السلام والله انه لحی الآن عند الله ولكن اذا نزل آمنوا به اجمعون۔

ترجمہ: ابن جریر فرماتے ہیں ابو رجاء حسن سے روایت کرتے ہیں کہ "وَاِنْ مِّنْ اَہْلِ الْکِتَابِ" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے یہ ہوگا اللہ کی قسم اللہ کے ہاں وہ اب بھی زندہ ہیں لیکن جب اتریں گے تو آپ پر تمام اہل کتاب ایمان لائیں گے۔

(٥٦)

وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا علی بن عثمان الاحقی حدثنا جويرية بن بشر قال سمعت رجلا قال للحسن يا ابا سعيد قول الله عزوجل "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به" قال قبل موت عيسیٰ عليه السلام ان الله رفع اليه وهوباعثه قبل يوم القيامة مقاما يؤمن به البر والفاجر ۔۔۔۔۔۔۔الخ۔
وهكذا قال عبد الرحمن بن زيد بن اسلم۔

ترجمہ: ابن حاتم نے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک آدمی نے حضرت حسن سے کہا یا ابا سعید اللہ تعالیٰ کا قول "وَاِنْ مِّنْ اَہْلِ الْکِتَابِ"۔۔الخ (کا کیا مطلب ہے) تو فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے (اہلِ کتاب آپ پر ایمان لائیں گے) بے شک اللہ نے انہیں اٹھالیا ہے اپنی طرف اور یومِ قیامت سے پہلے آپ کو ایسے مقام پر اٹھائیں گے (مبعوث کریں گے) کہ نیک و بد (سب) آپ پر ایمان لائیں گے۔۔۔الخ۔ اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے ایسا کہا۔

(۵۷)

خروج اور ظاہر ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی علامات سے ایک بڑی علامت ہے تفسیر درمنثور میں ہے:

واخرج الفریابی وسعید بن منصور وسدی وعبد بن حمید وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فی قولہ تعالی "وانہ لعلم للساعۃ" قال خروج عیسیٰ قبل یوم القیامۃ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالی کے اس قول (وانہ لعلم للساعۃ) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نکلنا (آسمان سے نازل ہونا) یوم قیامت سے پہلے قیامت کی نشانی ہے۔

(۵۸)

واخرج عبد بن حمید عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ "وانہ لعلم للساعۃ" قال خروج عیسیٰ مکثا فی الارض اربعین سنۃ یحج ویعتمر۔

ترجمہ: عبد بن حمید نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے (وانہ لعلم الساعۃ) اس سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام کا خروج ہے۔ وہ زمین میں چالیس سال ٹھہریں گے حج اور عمرہ ادا کریں گے۔

(۵۹)

واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن مجاھد رضی اللہ تعالیٰ عنہ "وانہ لعلم للساعۃ" قال آیۃ الساعۃ خروج عیسیٰ ابن مریم قبل یوم القیامۃ۔

ترجمہ: عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسی

علیہ السلام کا خروج یوم القیامۃ سے پہلے قیامت کی نشانی ہے۔

(٦٠)

واخرج عبد بن حمید۔

(٦١)

وابن جریر عن حسن رضی اللہ تعالی عنہ فی تفسیر قولہ تعالی "وانہ لعلم للساعۃ" قال نزول عیسیٰ۔

ترجمہ: عبد بن حمید اور ابن جریر نے حسن رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے اللہ تعالی کے اس قول (وانہ لعلم الساعۃ) کی تفسیر میں فرمایا اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔

(٦٢)

واخرج ابن جریر عن طرق عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی تفسیر قولہ تعالی" وانہ لعلم للساعۃ" قال نزول عیسی علیہ السلام ۔۔۔۔الخ۔

ترجمہ: ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قولہ تعالیٰ (وانہ لعلم الساعۃ) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آنا قیامت کی نشانی ہے۔

ان سب عبارتوں میں واضح ہے کہ آنا عیسٰی علیہ السلام کا نشانی ہے قیامت کی۔

(٦٣،٦٤،٦٥،٦٦)

امام احمد نے ابن عباس سے ابو العالیہ اور ابن مالک اور عکرمہ اور قتادہ اور ضحاک سب سے عیسٰی بن مریم کے تشریف لانے کی احادیث وارد ہیں۔

(٦٧،٦٨)

اور ایسا ہی عبداللہ بن مسعود اور ابو امامہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص۔

(٦٩،٧٠،٧١،٧٢)

اور ابو شریحہ اور عائشہ صدیقہ انس رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین سے ذکر (نزول) اور (قتل دجال) اور

(آنا عیسیٰ علیہ السلام) کا قبل یوم قیامت کے بہت واضح مذکور ہے۔ غرض کے عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر آنے میں احادیث میں احادیث متواترہ موجود ہیں سب کا ذکر کرنا بہت مشکل امر ہے اور دیکھنے والا بھی ساری کتاب کو دیکھنے کی ہمت نہیں کرتا۔

چنانچہ امام ابن کثیر نے آخر میں فرمادیا:

وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامۃ اماما عادلا ۔۔۔الخ۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متواتر احادیث مروی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے پہلے امام عادل بن کر نزول کی خبر دی۔

احادیث وآثار دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے اور نزول ان کے ''من السماء'' سوائے مذکورات کے اور بھی بکثرت ہیں۔ تفسیر درمنثور اور ابن کثیر وابن جریر وکنزالعمال ومسند امام احمد کو ملاحظہ کیا جائے۔ ہر ایک عورت مرد جس کو ذرا بھی فکر ایمان ہے جان سکتا ہے کہ ان تفاسیر و احادیث میں ''نزول'' بمعنی آنے کے ہیں آسمان سے۔ کیونکہ ''نزول مسیح'' کا جو مستلزم رفع کو ہے سب میں اتفاقی ہے۔ اور لفظ بعث اور خروج سب کا یہی مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم کا بیٹا ہے وہی تشریف لائے گا اور وہ ہی دجال کو قتل کرے گا اور وہی ساری باتیں کرے گا جو اس کے متعلق ہیں۔ ان عبارتوں میں یہ تو کہیں نہیں کہ حضرت عیسیٰ کی جگہ میں اس کا ایک ہم مثل آئے گا ملک پنجاب موضع ''قادیان'' سے۔ اگر مثیل مراد تھا تو کیوں کسی عبارت میں کسی تفسیر کسی حدیث میں اس کا ذکر نہ آیا؟۔ قادیانی لوگ قیامت تک بھی ایک آیت یا ایک حدیث اگرچہ موضوع ہو یا ایک کوئی کتاب تفسیر یا فقہی اصول یا علم تصوف کی کہیں نہ دکھاسکیں گے کہ مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عیسیٰ بن مریم کے نزول سے مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ ہم نے اس قدر آیات و احادیث وتفاسیر واقوال ائمہ عظام دکھائے، مرزائی لوگ ایک ہی دکھا دیں کہ جس سے مراد عیسیٰ

علیہ السلام کا ہم مثل مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔افسوس کہ دیگر علماء سے اتنے بڑے مطالبے اور خود ایک کتاب کے دکھانے پر قدرت نہیں اگر عیسیٰ کا مثل مراد ہے تو آسمان پر اس مکان میں عیسیٰ علیہ السلام کس لئے چلے گئے۔اور مرزا نے تو نہ حج کیا اور نہ عمرہ اور نہ عرب کا ملک دیکھا اور نہ شعیب علیہ السلام کے خاندان سے شادی کی اور نہ مدینہ شریف میں رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک میں اس خالی جگہ میں جا کر دفن ہوا جس کی آرزو بی بی عائشہ نے اپنے لئے کی تھی۔مرزا کو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل اور ہم فعل ہونا درکنار مرزا اور کُل مرزائی اگر اپنے آپ کو مسلمان بھی ثابت کر دکھائیں تو بڑی بات ہے۔

سوال: قرآن شریف کی آیت میں جو ضمیر ''وانہ'' کی ہے اس کا مرجع قرآن شریف ہے یعنی قرآن شریف ایک علامت ہے قیامت کی جیسے کہ مرزا نے ''ازالہ اوہام'' میں لکھا ہے یا مرجع اس کا عیسیٰ علیہ السلام کا فعل ''احیاء الموتی'' اور ''ابراء الاکمہ والابرص'' یعنی مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اور جزامی اور کوڑھی اور اندھوں کو اچھا کرنا یہ علامت ہے قیامت کی۔

جواب: قرآن کو مرجع کرنا یہ غلط ہے اور صحیح یہی ہے کہ مرجع ضمیر منصوب متصل کا عیسیٰ علیہ السلام ہی ہے کیونکہ ذکر عیسیٰ علیہ السلام کا ہے، سیاق عبارت نظم قرآن خود اس کا شاہد ہے۔

امام ابن کثیر نے خود اپنی تفسیر میں فرما دیا:

بل الصحیح انه عائد علی عیسی علیه السلام فان السیاق فی ذکره ثم المراد بذلك نزوله قبل یوم القیامة کما قال تبارك وتعالی ''وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ'' ای قبل موت عیسی علیه السلام ثم ''وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا''۔

ترجمہ: بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ سیاق آپ کے ذکر میں ہے۔(اس کلامِ گذشتہ میں آپ کا ہی تذکرہ ہے) پھر اس سے مراد قیامت سے قبل آپ کا نازل ہونا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔(وان من اہل

الکتاب ۔۔الخ) یعنی ہر اھل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے قبل آپ پر ایمان لائے گا، پھر یوم قیامت کو آپ ان پر شھید (گواہ) ہوں گے ۔

اور تفسیر صحابہ اور تابعین بھی اسی کی مؤید ہے ۔

دوسری تائید دیکھو پروردگار کے قول پاک کی:

''وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلاً إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ''

اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ اس سے چلا اُٹھے ۔

ان آیت کریمہ میں ''منہ'' کی ضمیر اور ایسا ہی ''ام ھو'' اور ''ان ھو'' اور ''انعمنا علیہ'' اور ''وجعلناہ'' یہ سب ضمائر ابن مریم کی طرف ہی راجع ہیں مرزا اگر ''انہ'' کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھیرتا ہے تو یہ ضمائر بھی قرآن کی طرف راجع کرے تاکہ تحریف قرآن شریف کے مضمون کی بخوبی ہو جائے ۔

صحیح مسلم کی جلد اخیر صفحہ ۴۰۷ کے حاشیے میں امام نووی شافعی المذہب تحریر فرماتے ہیں کہ:

نزدیک اہل سنت و جماعت کے بسبب وارد ہونے صحیح حدیثوں کے آنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور قتل کرنا اس کا دجال کو حق اور صحیح ہے اور شرع شریف میں اور عقل میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کا آنا باطل ہو ۔ بعض معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ گمراہ فرقوں نے انکار کیا ہے اس وجہ سے کہ قرآن شریف میں رسول اللہ ﷺ کے حق میں ''وخاتم النبیین'' آچکا ہے یعنی حضرت ﷺ سب نبیوں کے آخر ہیں ۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام آئیں تو رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین نہ رہیں گے، عیسیٰ علیہ السلام کا آنا قرآن شریف کے مخالف ہے اور اس وجہ سے بھی کہ حدیث شریف میں آیا ہے ''لانبی بعدی'' یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے ۔

پس معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کی یہ دلیل باطل ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہ

مراد نہیں کہ وہ نبی مستقل غیر تابع ہو کر آئیں گے اور شریعت محمدیہ کو منسوخ کر دیں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باوجود نبی اولوالعزم ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر حکم کریں گے اور جو باتیں دین اسلام کی لوگوں نے ترک کر دی ہوں گی ان کو رواج دیں گے۔۔۔انتھی۔ بہت تفسیروں اور حدیثوں میں ایسا مذکور ہے۔

(۷۵)

امام شافعی کے مذہب کی دوسری معتبر کتاب ''نہایۃ الامل لمن رغب فی صحۃ العقیدۃ والعمل ''میں شیخ محمد ابوحضیر الدمیاطی صفحہ ۱۰۸ میں فرماتے ہیں کہ دجال ایک خاص شخص ہے کوتاہ قد، عمر رسیدہ، چمکتے دانت والا، چوڑے سینہ والا، اور وہ اب موجود ہے اور اسم کنیت اس کا ابو یوسف ہے اور بعض نے فرمایا کہ نام اسکا عبد اللہ ہے۔قوم یہود سے ہے۔یہود لوگ اس کا انتظار کرتے ہیں جیسا کہ مسلمان لوگ امام مہدی کا انتظار کرتے ہیں۔خارج ہوگا جانب مشرق سے قریہ سرابہ دین یا عوازن یا اصبہان یا مدینہ یا خراسان (۱) سے۔

اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ اب ایک بڑے بت خانے میں زیر زمین ستر ہزار زنجیروں سے قید ہے اور اس پر ایک بہت زور اور مرد مقرر ہے۔اس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہے جب دجال حرکت کا ارادہ کرتا ہے تو وہ مرد اس کو گرز سے مارتا ہے۔پس آرام کرتا ہے اور اس کے آگے ایک بڑا اژدہا ہے اور وہ دجال کے کھانے کا ارادہ کرتا ہے۔پس دجال سانس تک لینے میں حیران ہے۔قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اپنے گدھے پر سوار ہو کر اور خواجہ خضر علیہ السلام کو تین بار قتل کرے گا بوجہ اس کے کہ وہ دجال کو خدا نہ مانے گا۔سوائے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ بیت المقدس کے ہر جگہ حکمرانی کرے گا پھر عیسیٰ علیہ السّلام بن مریم آسمان سے

(۱)۔تطبیق اس میں یہ ہے کہ ان سب مقاموں سے نوبت بنوبت ظہور غیر مشہور ہوگا۔ کما لا یخفی ولما کان اصل الخروج حقا فاختلاف الروایات فی الظہور لیس بمضر۔

اترے گا اور امام مہدی اس کے ہمراہ ہو کر دجال کو قتل کریں گے اور دجال کا خون نیزہ کے اوپر لوگوں کو دکھائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے گدھے پر یا رسول اللہ ﷺ کے براق پر سوار ہوں گے اور بہت کافر اس کی سانس کی گرمی سے ہلاک ہو جائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ایک عرب کی عورت سے نکاح کریں گے شعیب علیہ السلام کے خاندان میں اور دو بیٹے ہوں گے، ایک کا نام احمد اور دوسرے کا موسیٰ ہوگا۔ پھر فوت ہو جائیں گے اور لوگ گمراہی اختیار کریں گے۔ یہاں تک کہ مغرب کی جانب سے سورج نکلے گا اور کسی کی توبہ اس وقت قبول نہ ہوگی۔ وھو معنی قولہ تعالی: (يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا ۔۔۔الخ)

یہ بیان تفصیل وار میری کتاب ''تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی ص ۱۳۸، ۱۳۹'' میں مذکور ہے۔

اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری ای مقبرتی وعبرعنها بالقبر تقرب قبره فکانهما فی قبر واحد۔۔۔الخ

ترجمہ: حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام زمین کی طرف اتریں گے پس شادی کریں گے، آپ کی اولاد ہوگی، پینتالیس سال رہیں گے پھر فوت ہوں گے پھر میرے ساتھ قبر یعنی مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ اور اس کی تعبیر قبر سے کی گئی ہے کیونکہ قبر آپکی قبر کے قریب ہوگی پس گویا دونوں ایک قبر میں ہوں گے۔

(۷۶)

ابوطالب مکی نے ''قوت القلوب'' میں اور امام یافعی نے ''روض الریاحین'' میں رسول اللہ ﷺ سے حدیث لکھی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں کیسے غم کروں اس اُمت پر کہ جس کے اول میں میں ہوں اور اس کے آخر میں حضرت عیسیٰ بن مریم۔

(۷۷)

اور ابونعیم نے ’’کتاب الفتن‘‘ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسا ذکر کیا ہے۔

(۷۸)

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے اپنی کتاب ’’فتوحات‘‘ کے ۳۶ باب جلد اول میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طویل حدیث بیان کی ہے جس کا ابتدائی ترجمہ اردو میں یہ ہے کہ میرے والد عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا ہے کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی طرف روانہ کرو تا کہ اس کے گردونواح میں لوٹ مار کریں پس سعد نے نضلہ انصاری کو بجماعت مجاہدین روانہ کیا۔ یہ لوگ وہاں جا کر مال غنیمت کا لے کر واپس آئے اور وقت مغرب کے ایک پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے اور خود نضلہ نے اذان دینی شروع کی جب اللہ اکبر کہا تو پہاڑ سے آواز آئی اے نضلہ تو نے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑائی کی پھر نضلہ نے ’’اشھدان لاالہ الااللہ‘‘ کہا تو پہاڑ سے آواز آئی کہ اے نضلہ یہ کلمہ اخلاص ہے۔

غرض ہر کلمہ اذان کے بعد جواب آتا رہا بعد اس کے نضلہ نے کہا آواز دینے والے صاحب آپ کون ہیں فرشتہ یا جن یا انسان ہیں؟ جیسے ہم کو آواز سنائی ایسے ہم کو اپنی صورت دکھا۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص نکلا۔ سر اس کا بڑا چکی کے برابر تھا۔ داڑھی اور سر سفید تھا اور اس کے اوپر دو کپڑے پرانے صوف کے تھے اس نے السلام علیکم کہا اور بتایا کہ میں رزیب بن برتملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے نزول من السماء تک میری درازیٔ عمر کے لئے دعا فرمائی ہے۔ جب وہ اتریں گے آسمان سے خنزیروں کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور بیزار ہوں گے نصاریٰ کے اختراع سے۔ پھر حضرت محمد ﷺ کا حال دریافت کیا تو ہم نے کہا حضرت محمد ﷺ تو فوت ہو چکے یہ سن کر اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہوگئی پھر دریافت کیا کہ حضرت کے بعد کون خلیفہ ہوئے ہم نے کہا کہ ابوبکر پھر فرمایا

وہ کیا کرتے ہیں ہم نے کہا وہ بھی فوت ہو گئے اور اب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہیں۔ اس نے فرمایا کہ حضرت ﷺ کی ملاقات تو مجھ کو نہ ملی پس تم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میرا اسلام کہنا اور کہو کہ اے عمر! عدل اور انصاف کر اس واسطے کہ قیامت قریب آ گئی ہے۔ پھر اس نے قیامت کی بہت سی علامتیں بیان کیں اور ہم سے غائب ہو گیا پھر اس قصہ کو نضلہ نے سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف لکھا۔

پھر حضرت عمر نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس پہاڑ کے پاس جا کر اقامت کرو اور جس وقت ان سے ملو تو میرا اسلام ان سے کہو اس واسطے کے رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصیت کردہ آدمی عراق کے پہاڑوں میں رہتے ہیں پس حضرت سعد ۴۰۰۰ آدمی انصار اور مہاجرین کی قوم میں سے ہمراہ لے کر پہاڑ کے پاس جا کر اترے اور برابر چالیس روز تک ہر نماز کے ساتھ اذان کہتے رہے مگر پھر پہاڑ سے کوئی جواب نہ آیا اور رزیب بن برتملا سے ملاقات نہ ہوئی یہ حدیث بروایت ابن عباس مروی ہے اور اس سے چند اور رزمور معلوم ہوئے

اول: عیسیٰ علیہ السلام کے وحی کا اتنے دراز زمانہ تک سوائے کھانے اور پینے کے باقی رہنا۔

دوم: عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خوشخبری دینا۔

سوم: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ چار ہزار صحابہ مہاجرین و انصار کا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے اور نازل ہونے کے ساتھ ایمان رکھنا یہاں تک کہ نضلہ اور تین سو سوار کی روایت سے رزیب بن برتملہ کو عیسیٰ علیہ السلام کا وصی تسلیم کر کے اپنا سلام وصی عیسیٰ کی طرف بھیجنا۔

(۷۹)

اور یہی شیخ اکبر جلد اول ''فتوحات''، صفحہ ۲۵۰ میں لکھتے ہیں:

وفی زماننا الیوم جماعة احیاء من اصحاب عیسیٰ والیاس۔۔۔الخ

یعنی ہمارے زمانہ موجودہ میں ایک جماعت زندہ ہے حضرت عیسی اور حضرت الیاس علیہ السلام کے اصحاب میں سے۔

(۸۰)

تفسیر کبیر میں بروایت محمد بن اسحاق بروایت عبداللہ بن عباس بیان کیا کہ عیسٰی علیہ السلام کو پروردگار نے یہودیوں کے قتل سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔

(۸۱)

اسی میں ابوبکر واسطی سے ہے کہ جب عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالی نے آسمان پر اٹھالیا تو شہوت اور غضب ان سے دور ہوگیا مثل فرشتوں کے۔

(۸۲)

تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۵۰۹ میں ہے:

"فلما توفیتنی" یعنی " فلما رفعتنی الی السماء فالمراد به وفاة الرفع لا الموت فذکر هذاالکلام لیدل علی انه علیه الصلاة والسلام رفع بتمامه الی السماء بروحه وجسده ویدل علی هذا التاویل "ومایضرونك من شیء"۔۔۔۔الخ

ترجمہ: پس جب تو نے مجھے وفات دی یعنی تو نے مجھے آسمان کی طرف اٹھایا یہاں اس سے مراد اٹھانے کی وفات ہے موت کی نہیں پس اس کلام کو ذکر کیا تاکہ دلالت کرے اس پر کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام مکمل طور پر اپنے جسم کے ساتھ بلند ہوئے ہیں اور اس پر (وما یضرونك من شیءٍ) دلالت کرتا ہے۔

پروردگار فرماتا ہے "ومایضرونك من شیء" یعنی اے عیسٰی تم کو یہودی لوگ کسی شے کا ضرر نہ دے سکیں گے پس مرزا جو کہتا ہے کہ عیسی علیہ السلام کو یہود نے سولی پر چڑھایا تھا اور

اس کے بدن میں زخم ہو گئے تھے اس آیت کے مخالف ہے۔

(۸۳)

تفسیر مفاتیح الغیب میں ہے کہ کسی محقق سے سوال ہوا کہ قرآن شریف میں عیسٰی علیہ السلام کا زمین کی طرف اترنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہے قرآن شریف میں عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں ''وکھلا'' کا لفظ موجود ہے۔

''تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً'' (المائدہ:۱۱۰)

(تم جھولے میں اور جوان ہو کر (ایک ہی نسق پر) لوگوں سے گفتگو کرتے تھے)

چونکہ عیسٰی علیہ السلام دنیا میں جب تھے تو کہولت کی عمر کو نہیں پہنچے تھے پس نزول من السماء کے بعد کہولت کی عمر کو پہنچیں گے۔ ۴۰ برس اور کچھ اوپر تک کہولت کا زمانہ ہے۔

(۸۴)

تفسیر روح البیان میں متعدد جگہوں میں ہے کہ عیسٰی علیہ السلام چوں کہ مع اپنے جسم خاکی کے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام چوں کہ سوائے باپ کے محض قدرت الٰہی سے پیدا ہوئے تھے ایسے ہی عزت اور قدرت الٰہی سے چلے بھی گئے۔

'' وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ ''۔''بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا'' **(النساء:۱۵۷)**

اور انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی ۔۔۔بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔اور خدا غالب اور حکمت والا ہے۔

روح البیان میں ہے:

"وکان اللہ عزیزا" لا یغالب فیما یریدہ فعزۃ اللہ تعالی عبارۃ عن کمال قدرتہ فان رفع عیسٰی علیہ السلام الی السموات وان کان متعذرا

بالنسبة الی قدرة البشر لکنه سھل بالنسبة الی قدرة الله تعالی لا یغلبه علیه احد "حکیما" فی جمیع افعال له ولما رفع الله عیسیٰ علیه السلام کساه الریش والبسه النوم وقطعه عن شهوات المطعم والمشرب وطارمع الملائکة فھو معھم حول العرش فکان انسیا ملکیا سماویا ارضیا۔۔۔الخ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ عزیز ہے جو ارادہ کرے اس میں مغلوب نہیں ہوتا پس اللہ کی عزت یعنی عزیز ہونا اس کے کمال قدرت سے عبارت ہے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُٹھانا آسمانوں کی طرف اگرچہ انسانی قوت کی نسبت بہت مشکل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نسبت (بہت) آسان ہے، کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا۔ اپنے تمام افعال میں حکیم ہے۔ اور جب اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اُٹھایا اُسے پر عطا فرمائے نیند طاری کردی اور کھانے پینے کی خواہش آپ سے ختم کردی۔ اور فرشتوں کے ساتھ آپ اُڑے پس آپ ان کے ساتھ عرش کے اردگرد تھے۔ پس آپ انسی، ملکی، سماوی اور ارضی تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی شہوت کھانے پینے کی سلب کر کے ملائکہ کے ساتھ کر دیا گیا پس ہوگیا وہ انسی، ملکی وسماوی وارضی۔ یعنی چونکہ اصل انسان ہے تو انسی ہوا۔ اور مثل فرشتوں کے ہوگیا عدم اکل وشرب میں تو ملکی ہوگیا۔ اور چونکہ آسمانوں پر رہنے لگا تو سماوی ہوگیا۔ اور چونکہ قیامت کے قریب پھر زمین پر آئے گا لہذا ارضی بھی ہوا۔ اور جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو ولایت عامہ کا دورہ شریعت محمدیہ میں ان کے ساتھ تمام ہوگا۔ یہود اور نصاریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بوجہ تشریف آوری عیسیٰ علیہ السلام کے ایمان لائیں گے اور امام مہدی اور اصحاب کہف اس کی خدمت کریں گے۔

اور امام جلال الدین سیوطی نے "درمنثور" میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ

چار انبیاء علیہ السلام زندہ ہیں۔ دو آسمان میں ادریس علیہ السلام اور عیسی علیہ السلام اور دو زمین میں حضرت خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام خشکی پر معین ہیں۔ روح البیان میں نقل کیا شرح الفصوص سے اور نسائی اور ابن ابی حاتم ثابت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان اھطا من الیھود سبوہ وامر فدعا علیھم فمسخھم قردۃ و خنازیر فاجتمعت الیھود علی قتلہ فاخبرہ اللہ بانہ یرفعہ الی السماء ویطھرہ من صحبۃ الیھود۔ **(سنن نسائی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ)**

قال ابن عباس سیدرك اناس من اھل الکتاب عیسیٰ حین یبعث فیؤمنون بہ۔ **(فتح البیان)**

ترجمہ: ابن عباس سے مروی ہے کہ یہود کی ایک جماعت نے آپ کو گالیاں دیں۔ پس آپ نے ان کو بددعا دی۔ پس اللہ نے ان کو مسخ کر کے خنزیر اور بندر بنا دیا۔ پس یہودیوں آپکو قتل کرنے پر جمع ہوئے تو اللہ نے آپ کو خبر دی کہ وہ آپ کو آسمان کی طرف اٹھائے گا اور یہود کی صحبت سے آپ کو پاک کرے گا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو پائیں گے جب آپ مبعوث ہوں گے تو وہ آپ پر ایمان لائیں گے۔

مرزا نے بھی ''ازالہ اوہام'' صفحہ ۳۴۱ میں تفسیر رازی ابن کثیر و مدارک کا حوالہ دیا ہے اور ہم نے ان کتابوں سے بھی صعود عیسیٰ علی السماء و نزول اس کا بجسدہ العنصری ثابت کر دیا۔ اب تو قادیانیوں کو ماننا ہی پڑے گا۔

قولہ: اور نزول کے لفظ سے جو حیات عیسوی پر استدلال کرتے ہیں یہ بھی بالکل بیہودہ ہے۔ کیونکہ یہ لفظ ہرگز اس پر حجت نہیں ہوسکتا ہے کما سیاتی۔ حالانکہ بعض احادیث میں بجائے ''نزول'' کے لفظ ''بعث'' اور بعض میں لفظ ''خروج'' مذکور ہے اور مخالفین کے زعم فاسد کے مطابق تو

مناسب مقام لفظ ''رجوع'' تھا اور وہ کسی حدیث میں مذکور نہیں ہے۔ فافھم۔ ''ہدایۃ المھتدی'' کے صفحہ ۷ میں یہ لکھا ہے۔

اقول: بے علمی بھی عجب بری بلا ہے اور داء بلا دوا ہے ضرور لفظ ''نزول'' آسمان سے اسی جسم خاکی کے ساتھ اترنے کے لئے حجت تامہ ہے۔ جبکہ اسکے ساتھ انداز و قرائن موجود ہوں۔ جیسا کہ ان روایات و احادیث گزشتہ میں تم نے دیکھا اور ذرا قدر عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس قدر احادیث در بارہ نزول عیسٰی علیہ السلام ثابت ہیں ان سے یہی مراد ہے کہ حضرت عیسٰی بن مریم قیامت سے ذرا اول آسمانوں سے زمین پر تشریف فرمائیں گے اور یہی مراد ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اصحاب و عظام و تبع تابعین و جمیع مسلمین کی اور مخالف اس کا گمراہ بے دین ہے۔ لفظ ''نزول'' کا معنی ذو افراد ہے۔ ہر جگہ مناسب مقام کے مراد ہوگا جیسے کہ لفظ عین کا معنی آفتاب، چشمۂ آب، زر، زانو، ذات، شے، آنکھ۔ جب کوئی کہے کہ میری عین میں میل اور تاریکی ہے تو اس سے ہر کوئی آنکھ ہی سمجھتا ہے دوسرے معنی کی طرف خیال نہیں جاتا۔

جب کوئی کہے کہ آسمان سے عین نے طلوع کیا تو ہر کوئی اس سے آفتاب ہی سمجھے گا لفظ مسیح کا دیکھو کہ عیسٰی علیہ السلام کو بھی بولتے ہیں اور دجال پر بھی اپنے اپنے قرینہ سے بولا جاتا ہے۔ ایسے ہی لفظ ''نزول'' کا بولنا کہ اگر مسافر سے کہا جائے کہ آپ کہاں نازل ہوئے تو مراد اس سے اس کا ٹھکانہ اور محل اور ورود شب باشی ہوتا ہے۔ اور جب کہا جائے کہ بجلی یا صعقہ نازل ہوا تو مراد اس سے یہی ہوتا ہے کہ اوپر سے نیچے، عام اس سے کہ خاص آسمان سے آئی یا اس کے نیچے ابر میں سے۔ پس ایسا ہی جب کہ کہا جاتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام زمین پر نازل ہوگا یا آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوگا تو اس سے یہی مراد متعین ہوتی ہے کہ زمین کی جانب مخالف یعنی فوق سے زمین پر آئے گا اور چونکہ نصوص و احادیث میں اس فوقیت سے مراد فوقیت آسمان دوم ظاہر ہے لہٰذا اس میں ابر وغیرہ بلند مقام کا احتمال بھی نہیں ہے اور اگر عیسیٰ علیہ السلام زمین ہی پر ہوں تو ''الارض'' کا لفظ بے

معنی ہو جاتا ہے اور یہ مضمون تو بہت صاف ہے مگر بے علم کو کیسے اس میں مغالطے واقع ہوتے ہیں؟ اور امام حسن بصری کا تو مذہب یہی ٹھہرا کہ حضرت مسیح بحیات جسمانی زندہ ہیں۔ چنانچہ اوپر ''درمنثور'' سے نقل کیا گیا۔

قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے یہود سے فرمایا کہ عیسیٰ فوت نہیں ہوئے اور وہ تمہاری طرف قیامت سے پہلے لوٹنے والے ہیں۔

اور اب لفظ ''بعث'' سے بھی حسن بصری کے قول سے مسیح بن مریم کا آسمان سے اترنا بجسدہ العنصری ثابت کر دیتا ہوں۔ اسی امام حسن سے کسی نے دریافت کیا کہ پروردگار کا قول: ''وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ'' میں ''موتہٖ'' کی ضمیر کا مرجع کون ہے تو امام حسن نے فرمایا:

قبل موت عیسیٰ ان اللہ رفع عیسیٰ وھو باعثہ قبل یوم القیمۃ مقاما یومن بہ البر والفاجر ۔۔۔الخ۔

ترجمہ: عیسیٰ کی موت سے پہلے (ایمان لائیں گے) بے شک اللہ نے عیسیٰ کو اٹھایا اور قیامت سے پہلے ایسے مقام پر آپ کو مبعوث کرے گا کہ جہاں نیک و بد آپ پر ایمان لائیں گے۔

پس جب کہ ''باعثہ'' والی عبارت میں ''قبل موتہ'' کی تفسیر ''قبل موت عیسیٰ'' خود حسن بصری سے موجود ہے تو پھر کس احمق کو حیات عیسیٰ میں شک ہوگا اور لفظ ''بعث'' ارسال کے معنی میں بھی بکثرت مستعمل ہے جس کے افراد میں سے ایک نزول بھی ہے۔

وفی حدیث علی یصفہ صلی اللہ علیہ وسلم بعیثك ای مبعوثك الذی

بعثته الی الخلق ای ارسلته وھوای عمرو بن سعید یبعث البعوث ای یرسل الجیش ثم یبعث اللہ ملکا فیبعث اللہ عیسیٰ ای ینزلہ من السماء حا کماً بشرعنا ۔(**مجمع البحار مختصراً**)

ترجمہ: علی کی حدیث میں ہے آپ اُن کا وصف بیان کرتے ہیں۔(بعیثک)اس کا معنی ہے یہ آپ کا وہ بھیجا ہوا جو آپ نے اپنی مخلوق کی طرف مبعوث کیا۔یعنی تو نے اسے بھیجا۔اورعمرو بن سعید کے نزدیک یبعث البعوث کا معنی ہے یرسل الجیش یعنی وہ لشکر بھیجتا ہے۔ پھر اللہ ایک فرشتہ بھیجے گا پھر اللہ عیسی علیہ السلام کو مبعوث کرے گا یعنی آسمان سے ہماری شریعت کے مطابق حکم کرنے والا بنا کر اتارے گا۔

بنگالی قادیانی نے اپنے زعم باطل کے سبب سے ''مجمع البحار'' سے عیسی علیہ السلام کی موت ثابت کی ہے ہم نے اسی کتاب سے اس کی حیات ثابت کر دی۔

اب میں لفظ''رجوع'' بھی دکھا دیتا ہوں۔پس کچھ ایمان واسلام کی خواہش ہو تو دیکھ کر ایمان لاؤ اور اپنے سابق باطل اور حرام اعتقاد سے توبہ کرو اور توبہ نامہ کو چھاپ کر مشہور کر دو مگر مجھ کو تو منافقانہ کورانہ جاہلانہ چال معلوم ہوتی ہے۔

سنو اور دیکھو امام المحدثین علامہ سیوطی نے تفسیر''درمنثور'' میں حدیث شریف بیان کی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔**یعنی حضرت ﷺ نے قوم یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ مرا نہیں اور یہ بات محقق اور درست ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔**

اسی''درمنثور'' میں دوسری جگہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالی سے حدیث بیان کی ہے۔

قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسی لم یمت وانہ

راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔ (تفسیر درمنثور جلد دوم صفحہ ۲۶)

اور حسن بصری ”متوفیک“ میں لفظ وفات کا معنی نیند یعنی اونگھ لیتے ہیں۔ ”یعیسیٰ انی متوفیك و رافعك الی“ کا یہ معنی لیتے ہیں کہ ایسا میں تم کو نیند میں اپنی طرف بلانے والا ہوں پوری حدیث اس طور پر ہے:

وقال ابن حاتم حدثنا احمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد اللہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انہ قال فی قولہ تعالی ”انی متوفیك“ یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیٰمۃ۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے آپ نے اللہ تعالی کے قول (انی متوفیك) کے بارے میں فرمایا یعنی نیند کی وفات۔ اللہ نے آپ کو نیند میں اٹھالیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹیں گے۔

ابن جریر یونس بن عبید نے حسن بصری سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا باوجود کے آپ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ!

انی احدث الحدیث عن علی وما ترکت اسم علی فی الاسناد الا لملاحظۃ زمان الحجاج۔

ترجمہ: میں حضرت علی سے روایت کرتا ہوں مگر علی کا نام بلحاظ زمانہ حجاج بن یوسف کے ترک کردیتا ہوں اسناد سے۔

اور ان احادیث میں قادیانی کو گنجائش تاویل کی بھی نہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے راجع ہونے سے عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل اور مثیل مراد لے اور یہ کہے کہ میں مثیل عیسی علیہ السلام ہوں

اوران احادیث میں میرا آنا مذکور ہے۔کیونکہ پورے طور پر ظاہر ہے کہ وہی عیسٰی بن مریم ہی قبل قیامت کے دنیامیں آئیں گے۔آسمان پر شب معراج میں قادیانی نے تو حضرت ﷺ سے بات چیت نہیں کی اور قادیانی نے تو نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دجال کا مارنا میرے سپرد کیا ہے۔

تفسیر ''در منثور'' میں ہے:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقیت لیلۃ اسریٰ بی ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ قال فتذ کروا امر الساعۃ قال فردوا امرھم الی ابراھیم فقال لاعلم لی بھا فردوا امرھم الی عیسیٰ فقال عیسیٰ امّا وجبتھا فلا یعلم بھا احد الا اللہ عزوجل وفیما عھد الی ربی ان الدجال خارج ومعی قضیبان ---- الخ۔

ترجمہ:ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اسراء کی رات ابراہیم،موسیٰ اور عیسٰی علیہم السلام سے ملاقات کی۔انہوں نے قیامت کا تذکرہ کیااورانہوں نے اپنا معاملہ ابراہیم علیہ السلام کے حوالے کیا۔ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس (قیامت) کے بارے میں علم نہیں۔پھر وہ معاملہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پاس لے گئے تو حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایااس کا جو وقوع ہے اس کے بارے میں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور میرے رب نے میرے ساتھ عہد کیا ہے (مجھے بتایا ہے) کہ دجال نکلے گا اور میرے پاس دو شاخیں یا دو تلواریں ہونگی۔

مرزا اور مرزائی اس کو تسلیم کریں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرزا نے اپنی کتابوں میں بہت وصف کی ہے۔

تفسیر ''درمنثور'' میں ہے امام حسن فرماتے ہیں:

واللہ إنه الآن حی عند اللہ ۔یعنی عیسیٰ علیہ السلام مرا نہیں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ تحقیق وہ البتہ زندہ ہے اب اللہ تعالیٰ کے پاس۔

اور حسن بصری ایسا شخص ہے کہ اس نے ستر صحابہ جنگ بدر والوں سے ملاقات کی ہے جیسا کہ عوارف کے چھٹے باب میں ہے۔

سوال: اگر کہا جائے کہ قتادہ نے کہا ہے: واللہ ما حدثنا الحسن عن بدری مشافهة۔

جواب: یونس بن عبید نے اور ملا علی قاری نے شرح ''شرح النخبة'' میں حسن بصری کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت کی ہے اور قتادہ تو نفی روایت کی بدری سے اپنی مواجہت میں بیان کرتا ہے۔اس سے یہ نہیں نکلتا کہ کسی بدری سے ملاقات اور روایت نہ کی ہو۔دوسرا یہ کہ قتادہ کے قول سے فقط نفی ''حدثنا'' کی لازم آتی ہے جو اخص ہے ''سمعت'' سے۔(کرمانی شرح صحیح بخاری) اور قاعدہ منطقیہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی چہ جائے کہ مفید ہو سلب اعم الاعم کو یعنی ملاقات کو۔اور حسن بصری کی روایت اور ملاقات زبیر بن العوام سے بھی ثابت ہے جن کے بدری ہونے میں کوئی شک نہیں۔**(کمافی تہذیب الکمال)**

قولہ: اور عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کی تعیین کے بقولے ۳۳ برس اور بقولے ۱۲۰ برس اور بقولے ۱۲۵ برس وغیرہ ہے۔یہ بھی ان کی وفات پر دال ہے کما لا یخفی علی اولی النہی۔

اقول: مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں پینتالیس برس بھی وارد ہے حضرات محدثین نے کہ جس میں اہل کشف بھی ہیں اس طور پر تطبیق دی ہے کہ ابوداؤد کی حدیث مرفوع ابوہریرہ سے جس میں چالیس سال کا ذکر ہے مراد اس سے ۴۵ ہیں مگر بیان کرنے میں پانچ والی کسر کو ساقط کر کے ۴۰ بیان کیا گیا ہے جیسا کہ کسور کا ساقط کر دینا حساب میں شائع ہے۔اعداد میں حساب تقریبی زیادہ ہوا کرتا ہے جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد رسالت کے مکہ معظمہ میں ۱۳ سال تشریف فرما رہے۔مگر کئی کتابوں میں

دس برس لکھے ہیں تین برس کی کسر کو ساقط کر دیا گیا۔ (دیکھو امام عبدالرؤف کی مناوی کو اور جامع صغیر کو)

مطلب یہ ہوا کہ ۳۳ سال قبل رفع آسمانی کے گزرے ہیں اور بعد نزول من السماء ۱۲ سال ہوں گے مگر بجائے بارہ کے سات سال کا صحیح مسلم میں ذکر ہے تا کہ ظاہری حساب میں پورے ۴۰ سال رہیں۔

اور عینی وابونعیم نے جو کہا ہے کہ بعد نازل ہونے کے آسمان سے ۱۹ سال رہیں گے تو اس حساب سے ۳۳ قبل از رفع اور انیس بعد نزول مجموعہ ۵۲ ہوئے۔ مگر بیان میں اوپر کے بارہ کو ساقط کر کے پورے ۴۰ بیان کیے یہ اس بنا پر کہ ابونعیم کی ۱۹ سال والی روایت کو معتبر مانا جائے ورنہ تحقیق وہی ہے کہ مجموعہ ۴۵ ہوں گے۔ اور ابوداؤد والی حدیث جس میں چالیس سال مذکور ہیں اور صحیح مسلم والی جس میں سات سال ہیں۔ ان سے ابونعیم کی حدیث معارضہ نہیں کر سکتی لان المعارضة تقتضی المساواۃ واذ لیست فلیست۔

اگر بسط کا ارادہ ہو تو امام سیوطی کی ''مرقاۃ الصعود'' اور امام بیہقی کی کتاب ''البعث والنشور'' کو ملاحظہ کرو۔ باقی رہی ایک سو پچیس برس کی روایت اور ایسی ہی ایک سو بیس برس کی اور ۱۵۰ کی سو یہ شاذ غریب بعید ہیں جو کہ ابن عساکر سے روایت ہوئی۔ دیکھو ابن کثیر میں۔ جب لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو مردوں کی عمر ۳۳ برس کی ہو گی مثل میلاد عیسیٰ علیہ السلام کے قبل از رفع اور حسن ان کا ہو گا مثل حسن یوسف علیہ السلام کے۔ اور بعض کتابوں میں ہے کہ قد ان کے دراز ہوں گے ساٹھ گز کے اور سینہ چوڑا ہو گا ۱۸ یا ۱۲ گز کا۔ کما ھو مبسوط فی کتب السیر والفقہ۔

طبرانی نے باسناد جید انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا:

عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یدخل اهل الجنة علی طول آدم علیه السلام ستین ذراعا بذراع الملك وعلی حسن یوسف علیه

السلام وعلی میلاد عیسیٰ علیہ السلام ثلث وثلثین سنۃ۔۔۔۔الخ۔

"بدرور السافرۃ" صفحہ ۲۷۳ "ابن کثیر" صفحہ ۲۴۵ میں ہے: فانہ رفع فلہ ثلث وثلاثون سنۃ فی الصحیح وقد ورد ذلک فی حدیث فی صفۃ اھل الجنۃ انھم علی صورۃ آدم دلیلا وعیسیٰ ثلث وثلثین سنۃ واما ما حکاہ ابن عساکر عن بعضھم انہ رفع مائۃ وخمسون سنۃ فشاذ غریب بعید۔(انتھی)

اورحاکم نے اسی روایت کو صحابہ کی طرف منسوب کیا ہے قال ابن عباس ارسل اللہ عیسیٰ علیہ السلام وھو ابن ثلث وثلثین سنۃ فمکث فی رسالتہ ثلاثین شھرا ثم رفعہ اللہ الیہ۔(خازن صفحہ ۵۰۴)

واخرج ابن سعد واحمد فی الزھد والحاکم عن سعید بن المسیب قال رفع عیسیٰ ابن ثلث وثلثین سنۃ۔(درمنثور جلد 2 صفحہ ۳۶)

بہرصورت اگرفرض بھی کرلیں کہ ۱۲۵ یا ۱۵۰ برس والی وغیرہ روایات صحیح قابل حجت ہیں تو بھی ہمارے اہل اسلام کے اعتقاد کو کوئی نقصان نہیں کیونکہ ان روایات کے تفاوت سے نفس واقعہ میں کوئی شک نہیں آسکتا دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے جوکہ اپنے برادر ہابیل کو قتل کیا ہے اس میں کس قدر اختلاف ہے کب قتل ہوا اور کس چیز سے قتل کیا اور کس سبب سے قتل کیا اور قاتل کا نام دراصل کیا ہے قابیل ہے یا کہ قین یا کہ قائن بن آدم علیہ السلام ہے۔مگر نفس قتل میں کوئی شبہ نہیں رسالہ "تیغ غلام گیلانی" میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے۔ایسا ہی نزول عیسیٰ علیہ السلام بجسم خاکی میں کوئی شک نہیں ہوسکتا وجہ اختلاف روایات کے ان کی عمر میں اور پھر باایں ہمہ مرزا قادیانی کو تو اس اختلاف سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس کی عمر ۸۰ یا ۸۵ برس کی تھی وہ تو روایات مذکورہ میں سے ایک بھی نہیں ہوسکتی۔

قولہ: اور ائمہ دین میں سے حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کے صریحا

قائل ہیں۔ جیسا کہ ''مجمع البحار'' وغیرہ میں ہے۔ وقال مالك مات وهو ابن ثلث وثلثين سنة۔ اور یہ امام ابو حنیفہ جو آپ کے معاصر تھے اور ادنیٰ ادنیٰ مسائل میں ان کی مخالفت کی مگر قول مذکور میں لب کشا نہیں ہوئے اور ایسا ہی امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالی علیہما نے بھی اس پر سکوت کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چاروں اماموں کی رائے وفات عیسی علیہ السلام کی ہے کیوں کہ سکوت معرض بیان میں بیان ہے۔ **کما لا یخفی**۔

اقول: و بعونه تعالیٰ اعول مجمع البحار اور چار اماموں کی کتابوں سے حیات عیسی علیہ السلام ثابت کر دکھاتا ہوں کل امت مرحومہ کا اجماع ہے اس پر کہ عیسیٰ بن مریم بعینہ بحسب پیشگوئی آنحضرت ﷺ کے آسمان سے ضرور اتریں گے اور یہ بات خوب ظاہر ہے کہ نزول جسمی بعینہ بغیر رفع جسمی بحالت زندگی کے ممکن نہیں لہذا بڑے زور اور یقین سے ہم کہتے ہیں کہ کل امت کا جیسے کہ نزول مذکور پر اجماع ہے ایسا ہی حیات مسیح ''عند الرفع'' پر بھی یعنی آسمان کی طرف اٹھایا جانے کے وقت مسیح کی حیات پر سب کا اتفاق ہے۔ بحکم مقدمہ مذکورہ کے نزول جسمی فرع ہے رفع جسمی کی۔ سو رہا یہ امر کہ قبل از رفع الی السماء کے عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہی رہا یا کچھ دیر کے لئے مر کر بعد زندہ ہو کر آسمان پر گیا۔

سو اس میں اختلاف ہے کل صحابہ کرام اور جمہور ائمہ عظام و علمائے اہل اسلام سب کے سب ہی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پر قبل آسمان پر جانے کے بالکل موت وارد نہیں ہوئی اور جیسے کہ پہلے سے زندہ تھا ایسے ہی آسمان پر اٹھایا گیا اور یہی صحیح بھی ہے اور بعض نصاریٰ کا مذہب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جانے سے ذرا قبل مر گیا تھا بعدہ زندہ کر کے آسمان پر پہنچایا گیا۔ اور بعض اہلِ اسلام میں سے بھی اس کے قائل ہو گئے ہیں مگر زندہ ہو کر آسمان پر چلے جانے کے بھی مقر ہیں۔ چنانچہ تفسیر ''مفاتیح الغیب'' میں ہے کہ پروردگار نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل یہود سے بچا کر آسمان پر اٹھا لیا مگر وہب رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جس دن حضرت عیسیٰ

علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں قبل از رفع اس دن تین ساعت فوت ہوئے بعد اس کے زندہ ہو کر آسمان پر گئے۔ اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ فوت ہوئے سات ساعت دن میں پھر اللہ تعالی نے ان کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا۔

اور آیت ''يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ'' میں دو طور پر معنی کیا جاتا ہے ایک معنی تو ظاہری ترتیب قرآنی کا سوائے قول تقدیم وتاخیر کے اور ''متوفيك'' کا معنی عمر کا پورا کرنے والا اور اونگھ دینے والا یعنی اے عیسیٰ میں ہی تیری عمر پوری کرنے والا ہوں اور اب تجھ کو اٹھانے والا ہوں۔ یا یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو اونگھ دے کر اٹھانے والا ہوں، اور دوسرا معنی بقول تقدیم وتاخیر اس طور پر کہ عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو اٹھانے والا ہوں اور پھر تم کو وفات دینے والا ہوں یعنی بعد نزول من السماء کے جب کہ تیری عمر پوری ہوگی اور جو کام تیرے متعلق ہیں ہو چکیں گے۔ عبارت اس تفسیر کی یہ ہے:

قَالَ اللهُ تَعَالَى يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔۔۔ الخ واختلف اهل التاويل فی هاتين الايتين على طريقين: احدهما: اجراء الاية على ظاهره من غير تقديم ولا تاخير فيها۔ والثانی: فرض التقديم والتاخير فيها اما الطريق الاول فبيانه من وجوه الاول معنى قوله تعالى "انی متوفيك" ای انی متم عمرك فحينئذ اتوفاك فلا اتركهم حتى يقتلوك بل انا رافعك الى سمائی ومقربك بملائكتی واصونك عن ان يتمكنوا من قتلك وهذا تاويل حسن۔ اقول: لانه ليس فيه دلالة على الوفاة بمعنى الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فيه اظهاران الرفع قبل اتمام العمر وهذا لا يخفى على اولى النهى الوجه الثانی " متوفيك" ای "مميتك" وهومروی عن ابن عباس رضی الله تعالى عنه و محمد بن اسحاق قالوا والمقصود

ان لا یصل اعداؤہ من الیهود الی قتله ثم بعد ذالك اکرمه الله بان رفعه الی السماء ثم اختلفوا فی هذا الوجه علی وجهین: احدهما: قال وهب توفی ثلاث ساعات من النهار ثم رفع ای بعد احیائه۔ وثانیها: قال محمد بن اسحاق توفی سبع ساعات من النهار ثم احیاہ الله تعالیٰ ورفعه الیه۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں آپ کو وفات دینے والا ہوں اور کافروں سے آپ کو پاک کرنے والا ہوں۔ ان دو آیتوں میں اہل تاویل کا دو طریقوں پر اختلاف ہے ایک یہ کہ آیت میں بغیر تقدیم و تاخیر کے اس کو اپنے ظاہر پر جاری کر دیا جائے (اس کا ظاہری مفہوم لیا جائے) دوسرا یہ کہ اس میں تقدیم و تاخیر کو فرض کیا جائے جو پہلا طریقہ ہے اس کا بیان کئی وجوہ سے ہے۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ کے قول (انی متوفیك) کا معنی یہ ہے کہ میں تیری عمر کو پورا کرنے والا ہوں پھر آپ کو وفات دوں گا اور انہیں آپ کو قتل نہیں کرنے دوں گا بلکہ آپکو اپنے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔ اور اپنے فرشتوں کے قریب کرنے والا ہوں۔ اور آپ کے قتل پر اُنکے قادر ہونے سے آپ کو بچاؤں گا۔ اور یہ اچھی تاویل ہے۔ میں کہتا ہوں اس لئے کہ اس میں وفات بمعنی موت پر اور رفع سے پہلے عمر کے پورا کرنے پر کوئی دلالت تو نہیں بلکہ اس میں اس بات کا اظہار ہے کہ رفع (اٹھایا جانا) عمر کے پورا ہونے سے پہلے ہے۔ اور یہ عقل والوں پر پوشیدہ نہیں۔

دوسری وجہ: متوفیك یعنی تجھے موت دینے والا (مارنے والا ہوں) اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن اسحاق سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا مقصود یہ ہے کہ آپ کے یہودی دشمن آپ کے قتل تک رسائی حاصل نہیں کریں گے۔ پھر

اس کے بعد اللہ نے آپ کو اس طرح اکرام بخشا کہ آپ کو آسمان کی طرف اٹھایا۔ پھر اس میں (بھی) دو طرح سے اختلاف ہے ایک یہ کہ وھب نے فرمایا کہ آپ دن کی تین ساعتیں فوت ہوئے پھر آپ کو زندہ کرنے کے بعد اٹھایا گیا۔ دوسرا یہ کہ محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ دن کی سات ساعتیں آپ فوت ہوئے پھر اللہ نے آپ کو زندہ کیا اور اپنی طرف اٹھالیا۔

پھر فرماتے ہیں کہ یَا عِیْسٰی إِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ إِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ" میں **واؤ** ترتیب کی مفید نہیں کہ بلترتیب ہی یہ کام ہوں بلکہ ہو جانا ان کاموں کا مقصود ہے جس کیفیت اور ماہیت سے ہوں اور کب ہوں گے اور کیسے ہوں گے سو یہ موقوف ہے دلیل پر۔ اور ثابت ہو چکا ہے دلیل سے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ قریب ہے کہ اتریں گے اور قتل کریں گے دجال کو پھر مارے گا اس کے بعد ان کو اللہ تعالی۔

حیث قال ومن الوجوہ فی تاویل الایۃ ان "واؤ" فی قولہ "متوفیك ورافعك الی" لا تفید الترتیب فالایۃ تدل علی انہ تعالی یفعل بہ ھذہ الافعال فاما کیف یفعل ومتی یفعل فالامر فیہ موقوف علی الدلیل وقد ثبت بالدلیل انہ حی و ورد الخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سینزل ویقتل الدجال ثم انہ تعالی یتوفاہ بعد ذالك ۔۔۔الخ

پس حضرت عیسی علیہ السلام کی موت کی روایت اس طور پر ہے جو بیان ہوئی اسی بنا پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی قائل ہوئے ہیں، مگر امام مالک صاحب مثل حضرت وہب حضرت محمد بن اسحاق کے زندہ ہو کر آسمان پر جانے کے بھی ضرور معتقد ہیں، صحیح احادیث سے کیسے کنارہ کر سکتے ہیں۔ ہر امام کے مذہب کی تحقیق اس کے مذہب کے علماء و محققین اور معتبر کتابوں سے معلوم ہوتی ہے

پس امام مالک صاحب کی مذہب کی کتابوں سے زندہ چلا جانا عیسی علیہ السلام کا بخوبی ثابت ہے۔صاحب مجمع البحار نے بھی امام مالک کا مذہب یہی سمجھا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ جانے کے مقر ہیں۔

اسی واسطے ''مجمع البحار'' میں (قال مالك مات) کے بعد لکھتے ہیں:

ولعله اراد رفعه على السماء او حقيقة ويجئ آخر الزمان لتواتر خبر النزول ۔۔۔الخ۔**شیخ محمد طاہر (پٹنی) صاحب ''مجمع بحار الانوار'' کہتے ہیں کہ امام مالک صاحب نے ''مات'' سے عیسٰی علیہ السلام کا رفع آسمان پر مراد لیا ہے یا موت حقیقی۔اور آخر کے زمانے میں حضرت عیسٰی علیہ السلام آئیں گے اس واسطے کے اترنے کی خبر متواتر ہے۔**

موت کا بمعنی آسمان پر اٹھ جانا اس مناسبت سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آسمان پر جانے سے ذرا قدر پہلے اونگھ آئی تھی جس کو نیم خوابی اور مقدمہ خواب کہتے ہیں۔(کما بین فی مواضع عدیدۃ) اور نیند بھائی ہے موت کی۔عرب کا مقولہ مشہور ہے کہ ''النوم اخ الموت'' اسی بنا پر امام مالک صاحب نے اس نیم خوابی کو موت کے قائم مقام سمجھ کر رفع عیسٰی الی السماء کی جگہ ''مات عیسٰی'' کہہ دیا یا حقیقتاً مر ہی گئے تھے مگر تھوڑی دیر کے موت کے زندہ ہو کر آسمان پر گئے اور قریب قیامت کے آنا ان کا متواتر اخبار سے ثابت ہے۔

پس امام مالک صاحب اگر لفظ ''مات'' سے موت حقیقی لیتے ہوں گے تو یہی موت ہے جو کہ آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل چند ساعت تک بعض کے قول پر عیسٰی علیہ السلام پر وارد ہوئی ہے نہ وہ موت کے اس وقت سے لے کر اب تک مرے ہوئے ہیں اور آسمان پر ان کی روح گئی ہے جسم نہیں گیا۔موت ابدی کو امام مالک صاحب کل جمہور کے خلاف اور متواتر احادیث کے برعکس کیسے قبول کرسکتے ہیں اب قارئین انصاف سے دیکھیں کہ جس ''مجمع البحار'' سے قادیانی

ملاجی عیسٰی علیہ السلام کی موت ثابت کرتا ہے اسی ''مجمع البحار'' میں عیسٰی علیہ السلام کا اترنا آسمان سے بثبوت متواتر لکھا ہے جیسے کہ صاحب توضیح وامام سیوطی وغیرہ حضرات قائل ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام کے آسمان سے اترنے پر متواتر احادیث موجود ہیں جن سے انکار کرنے والا سخت گمراہ بے دین ہے۔

''مجمع البحار'' ہی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ مسئلہ نزول کی طرح حیات مسیح پر بھی اجماع ہے۔کل اہلِ اسلام اس پر متفق ہیں بلکہ نصاریٰ بھی اس میں مسلمانوں سے الگ نہیں مگر اجماعی حیاۃ الی مابعد النزول وہ ہے جو مسیح کے لیے عند الرفع مانی گئی ہے، اور قبل رفع موت کا قول بعض علماء کا یہ اختلاف بے موقع ہے ورنہ جمہور کا مذہب بھی کالاجماع یہی ہے کہ قبل رفع اور بعد رفع اور بعد النزول ایک ہی دراز حیات ہے اور عمل اکثر ہی کی بات پر ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

''اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار۔

ترجمہ: سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو اس لیے کہ جو (مسلمانوں کی بڑی) جماعت سے الگ تھلگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

شامی میں متعدد جگہوں میں ہے:

العمل علی ما علیہ الاکثر۔ العمل علی ما علیہ الجمھور والقاعدۃ ان العمل علی قول الاکثر۔

ترجمہ: شامی میں متعدد جگہوں میں ہے عمل اس پر ہے جس پر اکثریت کا عمل ہو۔عمل اس پر ہے جس پر جمہور ہوں۔اور قاعدہ ہے کہ عمل اکثر کے قول پر ہوتا ہے۔

ملاجی نے شامی کا یہی حوالہ دیا ہے لہذا ہم اسی شامی سے سند لائے۔

اور سنو صاحب ''مجمع البحار'' فرماتے ہیں کہ!

قیامت کی بعض علامتوں میں سے امام مہدی ہیں۔ امام آخر زمانہ کا، جو کہ عیسٰی علیہ السلام کے وقت میں ہوگا اور عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا اور وہ دونوں قتل کریں گے دجال کو اور فتح کرے گا امام مہدی قسطنطنیہ کو اور مالک ہوگا عرب وعجم کا اور بھر دے گا زمین کو عدل اور انصاف سے اور پیدا ہوگا مدینہ میں اور لوگ اس سے بیعت کریں گے خانہ کعبہ کے پاس رکن اور مقام کے درمیان میں اور وہ اس پر راضی نہ ہوگا اور قتل کرے گا مرد سفیانی کو اور جائے پناہ لیں گے اس کے پاس بادشاہ ہند کے۔

اور بڑے بے وقوف اور نادان اور نقصان کار ہیں وہ لوگ جو کہ اپنے دین اسلام کو مزاح سمجھتے ہیں اور بے علموں کو پیشوا بناتے ہیں اور جب کوئی مسافر غریب الوطن مثلاً دعویٰ کرتا ہے کہ میں امام مہدی ہوں تو اس کو بلا تامل تسلیم کرتے ہیں، اور امام مہدی کے اوصاف وخواص و علامات اس میں نہیں ہوا کرتے اور وہ جاھل ہوتا ہے کھلم کھلا۔

علوم دین اور صرف ونحو وغیرہ فنون کی اس کو بوتک نہیں ہوتی۔ کلامِ الٰہی کی تفسیر اپنے پاس سے کرتا ہے اور اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بناتا ہے، اور اپنی مراد کے موافق تاویلات اور معنی کرتا ہے اور اپنے مریدوں کے لیے جو جو اعتقاد کی باتیں بتاتا ہے ان کا باطل ہونا لڑکوں پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اور جب امام مہدی کی شروطِ علامات حدیثِ نبوی سے ثابت کی جاتی ہیں تو ان احادیث کو غیر صحیح کہتا ہے، اور جو حدیث اس کی اپنی اوصاف کے موافق ہوتی ہے اس سے دلیل لاتا ہے۔ اور جو اس سے مخالف ہو اس کو غیر صحیح کہتا ہے، اور کہتا ہے کہ ایمان کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے جو کوئی مجھ کو مہدی سچا مانے گا وہ مومن ہے اور جو انکار کرے گا وہ کافر ہے اور اپنی بزرگی اور ولایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت پر افضل جانتا ہے اور حلال جانتا ہے قتل کرنا علماء کا اور لینا جزیہ کا اور اس کے ساتھ والوں کے ایک کا نام ابوبکر صدیق اور کسی کا حضرت عمر اور کسی کا حضرت عثمان

اور کسی کا حضرت علی ہے اور بعض کو مہاجرین اور بعض کو انصار اور عائشہ اور فاطمہ کہتے ہیں اور بعض بیوقوفوں نے ملک سندھ میں ایک شخص غدار کاذب کو عیسیٰ مقرر کرلیا۔ پس اس فقیر کی کوشش کے بعد جلاوطن کئے گئے اور قتل کئے گئے اور بعضوں نے اس اعتقاد سے توبہ کرلی۔۔۔الخ اور عبارت یہ ہے

ومنه مهدی آخر الزمان ای الذی فی زمن عیسٰی علیه السلام ویصلی معه ویقتلان الدجال ویفتح القسطنطنیة ویملك العرب والعجم و یملاء الارض عدلا قسطا ویولد بالمدینة ویکون بیعته بین الرکن والمقام کرها علیه ویقاتل السفیانی ویلجاء الیه ملوك الهند مغلغلین الی غیر ذالك وما اقل حیاء واسخف عقلاء واجهل دینًا ودیانة قوما اتخذوا دینهم لهوا ولعبا ۔۔۔۔۔الخ۔ (صفحہ ۶۸۰، تکملہ مجمع بحار الانوار)

ترجمہ: اور اس میں سے مہدی آخر الزمان ہے۔ یعنی وہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھے گا اور دجال کو قتل کریں گا اور قسطنطنیہ کو فتح کرئے گا اور سب کا بادشاہ ہوگا اور زمین کو عدل وانصاف سے بھردے گا وہ مدینہ میں پیدا ہوگا اور آپ کی بیعت رکن اور مقام (ابراہیم) کے درمیان ہوگی۔ جس پر آپ کو مجبور کیا جائے گا۔ (آپ بیعت کو پسند نہیں کریں گے) اور سفیانی سے جنگ کریں گے اور ہند کے بادشاہ جلدی کرتے ہوئے آپ کی پناہ لیں گے وغیر ذالک۔ اور وہ قوم کتنی بے حیا، کمزور عقل والی اور دین و دیانت سے جاھل ہے جنہوں نے اپنے دین کو لھو ولھب (کھیل کود) بنادیا ہے۔

قارئین انصاف سے دیکھیں کہ یہ ساری قباحت اور ملامت کی باتیں مرزا غلام احمد اور

اس کے مریدوں پر برابر آتی ہیں۔

اسی ’’مجمع بحار الانوار‘‘ میں ہے کہ عیسی علیہ السلام آسمان سے اترے گا ہمارے نبی ﷺ کی شریعت پر حکم کرے گا:

وفی حدیث علی تصفه صلی الله علیه وسلم بعیثك ای مبعوثك الذی بعثته الی الخلق ای ارسلته وهو ای عمرو بن سعید یبعث البعوث ای یرسل الجیش ثم یبعث الله ملکا فیبعث الله عیسٰی ای ینزله من السماء حاکما بشرعنا۔(مختصراً)

ترجمہ: علی کی حدیث میں ہے آپ اُن کا وصف بیان کرتے ہیں۔(بعیثك) اس کا معنی ہے یہ آپ کا وہ بھیجا ہوا جو آپ نے اپنی مخلوق کی طرف مبعوث کیا۔ یعنی تو نے اسے بھیجا۔ اور عمرو بن سعید کے نزدیک یبعث البعوث **کا معنی ہے** یرسل الجیش **یعنی وہ لشکر بھیجتا ہے۔ پھر اللہ ایک فرشتہ بھیجے گا پھر اللہ عیسی علیہ السلام کو مبعوث کرے گا یعنی آسمان سے ہماری شریعت کے مطابق حکم کرنے والا بنا کر اتارے گا۔**

ہم اگر خود بخود ’’مجمع بحار الانوار‘‘ کا حوالہ اس مسئلے میں دیتے تو مرزائی لوگ کبھی نہ مانتے مگر اب تو ماننا ہی ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک بھی یہ کتاب قابلِ سند ہے۔ ارے ملاجی نے تو الٹی منہ کے بل کھائی۔ شعر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

حمیر مایہ دکان شیشه گر سنگست

ترجمہ: اگر خدا چاہے تو دشمن بھی خیر کا سبب بن جاتا ہے۔ شیشہ گر کی دکان کا خمیر پتھر ہے۔

اب مالکی مذہب کی معتبر کتابوں سے حیات مسیح اور جانا ان کا آسمان پر نقل کرتا ہوں

تاکہ مرزائیوں کا سند لانا عیسٰی علیہ السلام کی موت پر امام مالک صاحب کے مذہب سے بھی غلط ہوجائے۔ شیخ الاسلام **النفراوی مالکی** نے" الفواکہ الدوانی "میں تصریح کردی ہے کہ اشراط قیامت سے ہے عیسٰی علیہ السلام کا اترنا۔

اورعلامہ زرقانی مالکی شرح الزرقانی علی المواھب (قسطلانی) میں بڑی تفصیل سے لکھتے ہیں:

فاذا نزل سیدنا عیسیٰ علیه السلام فانه یحکم بشریعة نبینا صلی الله علیه وسلم بالهام او اطلاع علی الروح المحمدی او بما شاء الله من استنباط لها من الکتاب والسنة ونحو ذالك۔

(دیکھو کیسا صاف لکھتے ہیں کہ) جب عیسی علیہ السلام آئے گا تو حکم کرے گا رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر بذریعہ الہام کے کہ اس کے دل میں شریعت محمدی کے احکام ڈالے جائیں گے یا رسول اللہ کی روح سے فیض حاصل کریگا یا اپنا اجتہاد کرکے آیت اور حدیث سے مسائل نکالے گا۔

اور اس کے بعد لکھتے ہیں:

فهوعلیه السلام وان کان خلیفة فی الامة المحمدیة فهو رسول ونبی کریم علیٰ حاله لا کما یظن بعض انه یاتی واحدا من هذه الامة بدون نبوة ورسالة وجهل انهما لا یزولان بالموت کما تقدم فکیف بمن هو حی نعم هو واحد من هذه الامة مع بقائه علی نبوته ورسالته۔۔ الخ

اور امت محمدیہ میں محمد صاحب کا خلیفہ ہوگا پس وہ اپنے حال پر نبی اور رسول ہوگا کیوں کہ نبوت و رسالت موت کے سبب سے زائل نہیں ہوتیں جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس کیسے زائل ہونگی اس شخص سے جو کہ زندہ ہے۔ البتہ بات یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام

باوجود نبوت کے رسول اللہ ﷺ کے اُمتی ہوں گے۔(۱)

جن کو ایمان کی غرض ہے اس کے لئے اسی قدر مالکی مذہب کی نقل کافی ہے اور ضدی بے ایمان کو تو دفتر بھی کم ہے۔

مذہب شافعیہ علامہ سیوطی جو کہ باوجود علم ظاہری کے علم باطنی سے بھی مشرف ہیں اور مرزا غلام احمد اپنی کتابوں میں اس کا وصاف ومداح ہے۔ ''کتاب الاعلام'' میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے رسول اللہ ﷺ کی شرع کے ساتھ حکم کرے گا اسی کے ساتھ حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور اسی کے اوپر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یحکم بشرع نبینا ووردت به الاحادیث وانعقد علیه الاجماع۔ اسی جلال الدین سیوطی نے قیامت کی علامات میں دابۃ الارض وغیرہ علامات کو بھی ثابت کیا ہے کہ مرزائیوں کو جن باتوں کا صاف انکار ہے۔ (دیکھو رسالہ تیغ کے صفحہ ۱۳۵ کو)

اسی علامہ سیوطی نے ''درمنثور'' میں حیات مسیح الی قرب القیامۃ اور نزول اس کا آسمان سے بجسدہ الترابی متعدد جگہوں میں ذکر کیا ہے۔ کما اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس۔۔۔الخ اور تیغ صفحہ ۷۰ میں بھی ہے۔

اسی علامہ نے تفسیر درمنثور میں یہ بھی فرمایا ہے: عن ابن عباس فی قوله تعالی ''انی متوفیك ورافعك'' یعنی رافعك ثم متوفیك فی آخر الزمان۔ اور شیخ مقدیش علی وسطی الشیخ السنوسی شافعی کی کتابوں میں جس کو ''فتاوی کاملیہ'' میں نقل کیا ہے بطور سوال وجواب کے ہے۔

سوال: عیسیٰ بن مریم جبکہ آخر زمان میں اتریں گے تو کیا حضرت کی امت میں سے ایک آدمی کی مثل ہوں گے اور مرتبہ رسالت ونبوت سے معزول ہونگے؟

جواب: حضرت ﷺ کی امت میں سے ایک آدمی امتی کی مثل ہوں گے اس شریعت پر چلنے

(۱) شرح الزرقانی علی المواهب: ج ۷، ص ۳۹۲، ۳۹۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۶

ہیں لیکن مرتبہ رسالت سے معزول ہونا پس یہ ہرگز نہیں بلکہ ان کا درجہ اور بھی زیادہ ہوگا پہلے سے کیوں کے رسول اللہ کے دین وشریعت کو جاری کریں گے اور فتنہ وفساد جو پہلے کا موجود ہوگا دور کریں گے پس عیسی علیہ السلام حاکم ہوگا قرآن اور سنت کے ساتھ اور اللہ تعالی اس پر قرآن شریف اور احادیث نبوی کی مراد واضح اور مکشوف کردے گا وہ عبارت یہ ہے:

الجواب ما فی حواشی شیخ مقدیش علی وسطی الشیخ السنوسی وھذا نصہ قولہ من امتہ یعنی یکون کواحد منھم فی المشی علی شریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم واما نزولہ ان مرتبۃ الرسالۃ فلا بل یزیدہ اللہ تعالی رفع درجات وعلو مقامات حیث احی اللہ تعالی بہ ھذا الدین فیکون عیسی علیہ السلام حاکما بنصوص الکتاب والسنۃ یکشف اللہ لہ الغطاء عن المراد من احکام کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔الخ

ترجمہ: شیخ مقدیش کے حواشی میں ہے قولہ من اُمتہ یعنی شریعت محمد ﷺ پر چلنے میں وہ ان میں سے ایک کی طرح ہوں گے اور جو مرتبہ رسالت سے نزول (نیچے اترنا) ہے تو وہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالی آپ کے درجات ومقامات کو اور زیادہ بلند کرے گا وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اس دین کو زندہ کرے گا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کتاب وسنت کی نصوص کے ساتھ تو حاکم ہوں گے اور اللہ تعالی آپ کے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے احکام سے مراد معانی کے پردے دور فرمائے گا۔

اور تاج الدین سبکی شافعی نے بھی عیسٰی علیہ السلام بن مریم کا اترنا آسمانوں سے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر شافعی بھی یہی مذہب رکھتے ہیں۔

مُلا علی قاری نے اپنے رسالے ”المشرب الوردی فی مذہب المھدی“ میں لکھا ہے:

ان الحافظ ابن حجر سُئل هل ينزل عيسىٰ عليه السلام حافظا للقرآن والسنة اويتلقاهما عن علماء ذالك الزمان فاجاب لم ينقل فی ذالك شیء صريح والذی يليق بمقامه عليه السلام انه يتلقی ذالك عن رسول الله صلی الله عليه وسلم فيحكم فی امته كما تلقاه عنه لانه فی الحقيقة خليفة عنه۔

ترجمہ: حافظ ابن حجر سے پوچھا گیا کیا عیسیٰ علیہ السلام قرآن وسنت کے حافظ ہو کر اتریں گے یا اس زمانے کے علماء سے (ان کا علم) حاصل کریں گے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں کوئی صریح چیز منقول نہیں ہے اور وہ جو آپ علیہ السلام کے مقام کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے علم حاصل کریں گے۔ آپ ﷺ کی اُمت میں اس کے مطابق حکم کریں گے جیسا کہ آپ ﷺ سے آپ نے حاصل کیا کیوں کہ حقیقت میں حضور ﷺ کے آپ خلیفہ ہیں۔

شافعی المذہب امام یافعی کی ”روض الریاحین“ میں ہے کہ! کس طرح خوف کروں اس امت پر کہ اول اس کے میں ہوں اور آخر اس کے عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ یہ حدیث شریف کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے اول میں میں ہوں اور عیسی علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو وہ میری امت کے آخر میں ہوں گے پس جبکہ دو پیغمبروں کے درمیان یہ اُمت رہی تو امید ہے کہ اللہ تعالی اس پر فضل کرے گا۔

”منتخب النفائس“ شیخ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ تعالی میں ہے کہ! خوشخبری ہے امت محمد ﷺ کو کے دونوں جلیل الشان پیغمبروں کے درمیان میں ہے اور دونوں کو برحق نبی مانتی ہے محمد اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو۔ امام فخر الدین رازی شافعی مذہب کا بڑا مقتدا فاضل ہے تفسیر کبیر

میں جا بجا تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر پہنچائے گئے ہیں اور قیامت کے قریب تک زندہ رہیں گے وہ آسمان سے اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔ فتح المنان صفحہ ۳۴۴ جلد ۲ میں ہے:

وقد تواترالاحادیث بنزول عیسیٰ علیہ السلام جسما اوضح ذلك الشوکانی فی مؤلف مستقبل یتضمن ذکر ما ورد فی المنتظر والدجال والمسیح وغیرہ فی غیرہ وصحیح الطبری ھذا القول ووردت بذلك الاحادیث المتواترۃ۔

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق متواتر احادیث ہیں جیسا کہ شوکانی نے مستقل کتاب میں اس کی وضاحت کی ہے اور وہ المنتظر میں وارد ہونے والی احادیث کے ذکر کو متضمن ہے۔اور دجال اور مسیح غیرہ کا اس میں ذکر ہے اور طبری نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے اور اس میں متواتر احادیث وارد ہوئی ہیں۔

اے مرزائیوں اس عبارت میں احادیث متواترہ کا لفظ دیکھو اور اسلام لاؤ۔

امام نووی شافعی المذہب صحیح مسلم کی جلد اخیر صفحہ ۴۳ میں نمبر ۴۷ والی حدیث اور **نہایۃ الابل لمن رغب** کی عبارت طول طویل نمبر ۷۵ والی کو ملاحظہ کرو۔

امام اجل شیخ ابونصر محمد بن عبدالرحمن ہمدانی شافعی بھی اپنی کتاب ''**سبعیات**'' میں اس کے قائل ہیں کہ:

سنیچر یعنی شنبہ کے روز اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو انکی قوم کے مکر سے بچا کر بواسطہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آسمان پر بلا لیا۔

رسالہ تیغ غلام گیلانی کے صفحہ ۸۵ میں دیکھو مفصل مذکور ہے۔ غرض کہ سب شافعی مذہب والوں کا یہی مذہب ہے۔ کہاں تک نقل کرتے جائیں ایماندار کو اسی قدر بس ہے۔

امام احمد بن حنبل صاحب کا اوران کے تابعین کا بھی یہی مذہب ہے۔خواجہ امام احمد کی حدیث نمبر ۱۲ میں ابو ہریرہ سے اور نمبر ۱۳ کی اور نمبر ۳۱ سفیان سے اور نمبر ۳۹ کی حدیث مسند امام احمد کی اور نمبر ۶۱ والی حدیث امام احمد کی ابن عباس سے اور امام احمد کی کتاب ''**الزھد**'' کو ملاحظہ کرو۔ابن تیمیہ حرانی نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ آسمانوں پر چڑھ جانا آدمی کا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ثابت ہوگیا ہے کیونکہ وہ چڑھ گئے ہیں آسمان کی طرف اور قریب ہے کہ اتریں گے زمین کی طرف اور عبارت اس مقام کی یہ ہے:

وصعود الآدمی ببدنه الی السماء قد ثبت فی امر المسیح عیسیٰ ابن مریم علیه السلام فانه صعد الی السماء وسوف ینزل الی الارض وهذا ما توافق النصاریٰ علیه المسلمین فانهم یقولون المسیح صعد الی السماء ببدنه و روحه کما یقوله المسلمون و کما اخبر به النبی صلی الله علیه وسلم فی الاحادیث الصحیحة لکن قلیلا من النصاریٰ یقولون انه صعد بعد ان صلب وانه قام من القبر و کثیر من الیهود یقولون انه صلب ولم یقم من قبره واما المسلمون و کثیر من النصاریٰ یقولون انه لم یصلب ولکن صعد الی السماء بلا صلب والمسلمون ومن وافقهم من النصاریٰ یقولون انه ینزل فی الارض قبل القیامة وان نزوله من اشراط الساعة کما دل علی ذالك الکتاب والسنة۔

ترجمہ: آدمی کا اپنے بدن کے ساتھ آسمان کی طرف اوپر جانا حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے امر میں ثابت ہوا ہے۔آپ آسمان کی طرف اوپر گئے اور عنقریب زمین کی طرف اتریں گے۔اور اس بات میں نصاریٰ نے مسلمانوں ساتھ

اتفاق کیا۔پس وہ کہتے ہیں کہ مسیح اپنے بدن اور روح کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھ گئے جیسا کہ مسلمان کہتے ہیں اور جیسا کہ صحیح احادیث میں نبی ﷺ نے خبر دی۔لیکن نصاریٰ سے قلیل لوگ کہتے ہیں کہ وہ مصلوب ہونے کے بعد (آسمان کی طرف) چڑھ گئے۔اور بے شک وہ قبر سے اٹھے۔اور بہت سے یہودی کہتے ہیں کہ اُنھیں سولی دی گئی اور اپنی قبر سے نہیں اٹھے۔مگر مسلمان اور بہت سے نصاریٰ کہتے ہیں کہ آپ کو سولی نہیں دی گئی لیکن بغیر سولی کے آسمان کی طرف چڑھ گئے اور مسلمان اور ان کے ساتھ موافقت کرنے والے نصاریٰ کہتے ہیں کہ آپ قیامت سے پہلے زمین کی طرف اتریں گے اور آپ کا اترنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ جیسا کہ کتاب وسنت اس پر دلالت کرتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں امام احمد کی ابن عباس سے روایت منقول ہے:

وقال الإمام أحمد: حدثنا هاشم بن القاسم، حدثنا شيبان عن عاصم لابي النَّجُود، عن أبي رَزِين، عن أبي يحيى -مولى ابن عقيل الأنصاري-قال: قال ابن عباس: لقد علمت آية من القرآن(وانه لعلم للساعة)قال هو خروج عيسى بن مريم عليه السلام قبل يوم القيامة مقصودا۔قال الامام احمد حدثنا روح حدثنا محمد بن ابی حفصة عن الزهری عن حنظلة بن علی الاسلمی عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال ليهلن عيسیٰ بن مريم بفج الروحاء بالحج والعمرة او بنيتهما جميعا(طريق آخر) قال للامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام انبأنا قتادة عن عبد الرحمن عن ابی هريرة قال النبی صلی الله عليه وسلم الانبياء اخوة العلات

امہاتھم شتی ودینھم واحد وانی اولی الناس بعیسیٰ ابن مریم لانہ لم یکن نبی بینی و بینہ وانہ نازل فاذا رایتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض علیہ ثوبان خضران کان راسہ یقطر وان یصبہ بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویدعوا الناس الی الاسلام ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام ویھلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال ثم تقع الامانۃ علی الارض حتیٰ ترتع الاسود مع الابل والنحاء مع البقر والذئاب مع الغنم ویلعب الصبیان مع الحیات لا تضرہم فیمکث اربعین ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون۔

حدیث آخر قال الامام احمد حدثنا ھشیم عن العوام بن حوشب عن جبلتہ بن سحیم عن موثر بن غفارۃ عن ابن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم و موسیٰ عیسیٰ علیہم السلام فتذاکروا امر الساعۃ فردوا امرھم الی ابراھیم فقال لاعلم لی بھا فردوا امر الی موسیٰ فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی عیسیٰ فقال اما وجبتھا فلا یعلم بھا الا اللہ وفیما عھد الی ربی عز وجل ان الدجال خارج ومعی قضیبان فاذا رانی ذاب کما یذوب الرصاص قال فیھلکہ اللہ اذا رانی حتی ان الحجر والشجر یقول یا مسلم ان تحتی کافرا فتعال فاقتلہ قال فیھلکھم اللہ ثم ترجع الی بلادھم واوطانھم فعند ذلک یخرج یاجوج وماجوج الی اخر۔ رواہ ابن ماجہ عن محمد بن بشار عن یزید بن ھارون بن العوام

بن حوشب به نحوه۔

ترجمہ: امام احمد نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا تحقیق میں قرآن کی ایک آیت (وانه لعلم للساعة) اور بے شک وہ قیامت کی ایک نشانی ہے عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کا قیامت سے پہلے خروج یعنی نازل ہونا اور نکلنا مقصود ہو کر۔امام احمد نے فرمایا: ابی ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فج روحاء کے مقام پر حج اور عمرہ یا (بطریق آخر) دونوں کی نیت کے ساتھ احرام باندھیں گے۔ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ راوی ہیں نبی ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کرام علاتی بھائی ہیں۔اُنکی مائیں الگ الگ ہیں اور ان کا دین ایک ہے اور بے شک میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے تمام لوگوں سے زیادہ قریب ہوں اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ نازل ہوں گے۔پس جب تم ان کو دیکھ لو تو ان کو پہچان لو، درمیانہ قد کے آدمی ہیں سرخی اور سفیدی کی طرف مائل ہیں ان کے جسم پر دو سبز کپڑے ہوں گے، آپ کے سر سے قطرے گر رہے ہوں گے۔اگر چہ اسے تری نہ پہنچی ہو۔پس وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کریں گے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے۔اور آپ کے زمانے میں اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا سب ملتوں کو ختم کر دے گا۔اور آپ کے زمانے میں اللہ تعالی دجال کو ہلاک کرے گا پھر زمین میں امانت واقع ہو گی، زمین میں امن وسکون ہو گا یہاں تک کہ شیر اُونٹوں کے ساتھ اور گایوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ ان کو کوئی ضرر نہ دیں گے پھر آپ چالیس سال رہیں گے پھر فوت ہونگے اور مسلمان آپ پر نماز پڑھیں گے۔

امام احمد نے فرمایا ابن مسعود حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میں معراج کی رات حضرت ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام سے ملا انہوں نے قیامت کے معاملے کا ذکر کیا تو انہوں نے اپنا معاملہ ابراہیم علیہ السلام کو پیش کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے گئے انہوں نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر وہ اپنا امر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لے جائیں گے تو آپ فرمائیں گے (اما وجبتها) اس کا جو وقوع ہے پس اس کو صرف اللہ ہی جانتا ہے اور جو عہد میرے ساتھ اللہ عزوجل نے کیا ہے کہ بے شک دجال نکلے گا اور میرے پاس دو شاخیں (دو تیز تلواریں) ہونگی۔ جب وہ مجھے دیکھے گا تو ایسے پگھلے گا جیسے تانبا پگھلتا ہے۔ فرمایا پھر اللہ اسے ہلاک کرے گا جب وہ مجھے دیکھے گا۔ یہاں تک کہ پتھر اور درخت کہیں گے اے مسلمان میرے نیچے کافر ہے پس آجاؤ اور اسے قتل کرو۔ فرمایا پھر اللہ ان کو ہلاک کردے گا پھر آپ ان کے شہروں اور وطنوں کی طرف لوٹیں گے تو اس وقت یاجوج ماجوج نکلیں گے۔

حدیث اخر قال الامام احمد حدثنا یزید بن ھارون حدثنا حماد بن سلمة عن علی بن زید عن ابی نضرة قال اتینا عثمان بن ابی العاص فی یوم الجمعة یہ حدیث طویل ہے آخر میں یہ عبارت ہے۔

وینزل عیسیٰ بن مریم عند صلاة الفجر یقول له امیرهم یا روح الله تقدم صل فیقول هذه الامة امراء بعضهم علی بعض فیتقدم امیرهم حتی اذا قضی صلوته اخذ عیسیٰ حربیة فیذهب نحو الدجال فاذا راه الدجال ذاب کما یذوب الرصاص فیضع حربته بین ثندوته فیقتله وینهزم اصحابه۔

ترجمہ: اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فجر کی نماز کے وقت نزول فرمائیں گے۔ ان کا امیر آپ سے کہے گا اے روح اللہ آگے بڑھیئے اور نماز پڑھائیے۔ آپ فرمائیں گے یہ اُمت جو ہے ان میں سے بعض بعض پر امیر ہیں تو ان کا امیر آگے ہوگا۔ جب وہ اپنی نماز پوری کرے گا حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنا نیزہ اٹھا کر دجال کی طرف جائیں گے۔ جب دجال آپ کو دیکھے گا ایسا پگھلے گا جیسے تانبا پگھلتا ہے۔ آپ اپنا نیزہ اس کے سینے میں ماریں گے اور اس کو قتل کر دیں گے اور اس کے ساتھی شکست کھا جائیں گے۔

ایک اور حدیث دراز امام احمد نے ذکر کی ہے عبد الرحمن بن یزید بن جابر کے طریق سے اس میں نزول عیسٰی علیہ السلام بعینہ نہ بمثیلہ مذکور ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانے میں جو جو کام ہوں گے وہ سب بیان کیے ہیں۔

حدیث اخر قال الامام احمد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمرعن الزهری بن عبد الله بن ثعلبة الانصاری عن عبد الله بن زیاد الانصاری عن مجمع بن جاریة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول یقتل ابن مریم المسیح الدجال بباب لد اوالی جانب لد۔ رواه احمد ایضا عن سفیان بن عیینة من حدیث اللیث والاوزاعی ثلاثتهم عن الزهری عن عبدالله بن عبید الله بن ثعلبه عن عبد الرحمن بن یزید عن مجمع بن جاریة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یقتل عیسی ابن مریم الدجال بباب لد و کذا رواه الترمذی عن قتیبة عن لیث وقال هذا حدیث صحیح۔ حدیث آخر قال الامام احمد حدثنا سفیان عن فرات عن ابی الطفیل عن

حذیفة بن اسید الغفاری اشرف علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غرفتہ نحن نتذاکر الساعة فقال لا تقوم الساعة حتی تروا عشر آیات طلوع الشمس من مغربھا والدخان والدابة و خروج یاجوج وماجوج ونزول عیسیٰ بن مریم والدجال و ثلثہ خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف فی جزیرۃ العرب ونار و تخرج من قعر عدن تسوق اوتحشر الناس تبیت معھم حیث باتوا وتقیل معھم حیث قالوا رواہ مسلم ایضًا من روایة عبدالعزیزبن رفیع۔

ترجمہ: امام احمد نے فرمایا کہ عبداللہ بن زیاد انصاری مجمع بن جاریہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام مسیح دجال کو باب لُد کے پاس قتل کریں گے۔ایک اور روایت عبداللہ بن عبید اللہ والی میں بھی اسی طرح ہے۔ترمذی نے قتیبہ سے انہوں نے لیث سے روایت کی ہے اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔امام احمد کی اور روایت ہے سفیان عن فرات عن ابی الطفیل عن حذیفہ بن اسید غفاری فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بالاخانے سے ہمیں اوپر سے جھانکا جبکہ ہم قیامت کا تذکرہ کررہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھو۔سورج کا مغرب سے نکلنا۔ دھواں، دابہ، یاجوج ماجوج کا نکلنا،عیسیٰ بن مریم کا نازل ہونا، دجال (کا آنا) تین خسوف (زمین میں دھنسنا) ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور ایک خسف جزیرہ عرب میں۔اور آگ جو قصر عدن سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانکے گی یا جمع کرے گی جہاں وہ رات گزاریں گے یہ آگ وہاں رات گزارے گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے یہ وہاں رہے گی۔

غرض کے حیات عیسی ابن مریم اورنزول انکا بعینہٖ آسمان سے احادیث متواترہ سے ثابت ہے

وقد تواترت الاحادیث من رسول اللہ ﷺ انه اخبربنزول عیسیٰ علیه السلام قبل یوم القیامة اماما عادلا ۔(ابن کثیر)

اور حنفی مذہب کے سارے علمائے کرام کا یہی مذہب ہے عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسم خاکی آسمان پر ہیں اور قبل قیامت کے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے ۔بعض کتابوں کے نام قبل اس سے مذکور ہیں اور رسالہ ''تیغ'' میں بھی ذکر کی ہیں ۔فقط ایک شامی کی عبارت ملاجی کیلئے نقل کیے دیتا ہوں کیونکہ اس نے بھی ہدایۃ المہتدی کے صفحہ ۳۸ شامی کی عبارت نقل کی ہے جس میں اس کو کچھ فائدہ نہیں ۔

درمختار میں ہے کہ امام اعظم صاحب ابوحنیفہ اتنا بڑا جلیل القدر امام ہے کہ اس کے اصحاب اور شاگردوں اور تابعین کو پروردگار نے شریعت کا حکم دیا ہے امام صاحب کے زمانے سے لے کر اس وقت ہمارے زمانے تک بلکہ عیسی علیہ السلام بھی ابوحنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے اور فتویٰ دیں گے اس پر شامی نے فرمایا یا علامہ قہستانی صاحب جامع الرموز کی مطابعت کی ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں ۔اور یہ باطل ہے ۔مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب پر عمل نہ کریں گے، کیونکہ وہ نبی ہو کر مجتہد کی تقلید کیسے کرے گا بلکہ اپنے اجتہاد سے حکم کرے گا جو کہ قبل اترنے کے ہماری شریعت کا علم بواسطہ وحی کے جان چکا ہوگا پہلے سے یا آسمانوں میں ۔جو کچھ ہماری شریعت محمدیہ کا علم سیکھا ہوگا اس پر عمل کریں گے اور حکم دیں گے یا قرآن شریف میں نظر کر کے حکم نکالیں گے جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکالا کرتے تھے ۔

وهذه عبارته قوله تعالی "وقد جعل الله الحكم لاصحاب الامام الاعظم اتباعه من زمنه الى هذه الايام الى ان يحكم بمذهبه عيسىٰ عليه السلام تبع فيه القهستانی لكن لا دليل فی ذالك علی ان نبی الله عيسىٰ عليه السلام يحكم

بمذهب ابی حنیفة رحمة الله تعالی علیه وان کان العلماء موجودین فی زمنه فلا بد له من دلیل ولهذا قال الحافظ السیوطی رسالته سماها الاعلام ما حاصله ان ما یقال انه یحکم بمذهب من المذاهب الاربعة باطل لا اصل له و کیف یظن بنبی انه یقلد مجتهدا مع ان المجتهد من احاد هذه الامة لا یجوز له التقلید وانما یحکم بالاجتهاد او بما کان یعلمه قبل من شریعتنا بالوحی او بما تعلمه منها وهو فی السماء اوانه ینظر فی القرآن فیفهم منه کما کان یفهم نبینا علیه السلام۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی مدح میں دُرِمختار کے اس قول پر کہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم کے زمانے سے لے کر اس زمانے تک امام اعظم کے اصحاب اور اتباع کے حکم (فیصلے کا مختار) بنایا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آپ کے مذہب کے مطابق حکم کریں گے۔ شامی نے (اس قول پر) فرمایا ہے کہ صاحب درمختار نے اس بات میں قہستانی (صاحب جامع الرموز) کی اتباع کی ہے لیکن اس میں کوئی دلیل نہیں اس بات پر کہ اللہ کے نبی عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مذہب کے مطابق حکم کریں گے اور اگرچہ علماء آپ کے زمانے میں موجود ہوں تو پھر بھی اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہوگی۔ حافظ (جلال الدین) سیوطی نے اپنے رسالے ''الاعلام'' میں فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام چار مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کے مطابق فیصلہ کریں گے یہ کہنا باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور ایک نبی کے متعلق کیسے یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ ایک مجتہد کی تقلید کرے گا۔ حالانکہ مجتہد جو اس اُمت کے افراد میں سے ایک فرد ہے اس کے لیے تقلید (کسی کی) جائز نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف اپنے اجتہاد پر فیصلہ کریں گے یا ہماری شریعت

میں سے پہلے وحی کے ذریعے جو کچھ آپ جانتے ہیں یا جو کچھ اس میں سے سیکھ لیں گے۔ جب کہ وہ آسمان میں تھے یا وہ قرآن میں دیکھیں گے وہ اس سے سمجھ لیں گے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے۔

شامی کا معنی بھی ملاجی پر ضروری ہے اور پھر شامی نے نقل کیا ہے امام سیوطی سے اور وہ باقرار مرزا غلام احمد فاضل ظاہری و باطنی ہے اور اس کی صفت مرزا نے جابجا ''ازالۃ الاوہام'' وغیرہ میں کی ہے۔ کما سیاتی فیما یاتی اور یہی مذہب ہے امام صاحب اور امام ابو یوسف و امام محمد صاحب و امام زفر وحسن بن زیاد وغیرہ جمیع حضرات مجتہدین کے مرتجبین کا احناف میں سے جیسا کہ صدہا کتابوں میں موجود ہے۔ امام صاحب کی خود فقہ اکبر میں موجود ہے:

وخروج الدجال ویاجوج ماجوج وطلوع الشمس من المغرب و نزول عیسٰی علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیامۃ علی ما وردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن۔

ترجمہ: اور دجال کا نکلنا یاجوج ماجوج کا آنا سورج کا مغرب سے نکلنا اور آسمان سے عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور وہ تمام علاماتِ قیامت جن کے بارے میں صحیح اخبار (احادیث) آئی ہیں وہ سب حق ہیں اور ہونے والی ہیں۔

دیکھو فقہ اکبر وغیرہ صدہا کتابوں میں چاروں مذہب کے امام و علماء اسی عیسیٰ بن مریم کے آنے کی بشارت دے رہے ہیں۔ کسی کتاب قوی یا ضعیف میں نزول بروزی اور مثیل کا نام تک نہیں اگر سچے ہو تو مرزائی ۳۱۳ مل کر کسی آیت یا حدیث ضعیف فی میں یا کسی جید عالم کے قول میں دکھا دیں کہ نزول عیسیٰ بن مریم سے مراد نزول اس کے مثیل کا ہے جو کہ غلام احمد ہے یا دوسرا کوئی ہرگز قیامت تک نہ دکھا سکیں گے۔ ہم کو مرزائیوں کا علم معلوم ہے، علوم عالیہ میں مہارت تو درکنار ابتدائی صرف ونحو میں نو آموز ہیں۔ شعر

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

قولہ: اور علاوہ ان کے اور ائمہ وعلمائے عظام بھی وفات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہوئے ہیں مثل ابن حزم وابن القیم وغیرہ وغیرہ کے۔

جواب: اول یہ کہ محض دروغ بے فروغ بکتے ہو بلکہ ائمہ اربعہ کے مسانید اور ایسے ہی ان کے مقلدین کی تصانیف میں نزول مسیح مع دیگر امور کے موجود ہے کہ عیسیٰ بن مریم کا اترنا آسمان سے مذکور ہے اس کے مثیل کا تو ذکر بھی کہیں نہیں اور صحابہ کرام جیسے حضرت عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت علی وعبداللہ بن مسعود ابوہریرہ وعبداللہ بن السلام وربیع اور انس اور کعب اور حضرت ابوبکر صدیق اور امام احمد اور ابن حبان اور بخاری وترمذی ونسائی ابوداؤد وطبرانی وعبدابن حمید وبیہقی ومصنف ابن ابی شیبہ اور جابر وثوبان وعائشہ صدیقہ وتمیم داری اور حاکم اور ابن جریر وابن کثیر اور ابی حاتم عبدالرزاق وقتادہ وشرح ازالہ وسعید بن منصور واسحاق بن بشر وابن عساکر وابن ماجہ وبزاز وابن مردویہ اور ابونعیم شیخ سیوطی وعلامہ ذہبی اور ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی اور شیخ اکبر صاحب فتوحات ومجدد امام ربانی وسائر صوفیاء کرام اور ابن سیرین وغیرہ کل علماء فقہاء واصوبیین وغیرہ کا آج کے روز تک اجماع چلا آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ الاصلی لابمثیلہ آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں اور وہی عیسیٰ علیہ السلام مرفوع قبل از قیامت اتر کر یہود وغیرہ فرقہائی مضلہ وگمراہ کا منہ کالا کریں گے اور جن کے نصیب میں ایمان ہوگا ایمان لائیں گے اور اس پر کل امت مرحومہ کا اجماع ہے اور ابن حزم اور ابن قیم کا قول ''یموت عیسیٰ'' اول تو یہ کہ ان کو اجماعی عقیدہ سے خارج نہیں کرتا کیونکہ وہ اگرچہ بنظر ظاہر آیات ''توفی'' وفات مسیح کے قائل ہیں جیسا حاشیہ جلالین میں ہے:

والتمسك ابن حزم بظاهر الآية وقال بموته۔

مگر بلحاظ ''بَل رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ'' اور ''وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ

قَبۡلَ مَوۡتِهٖ ‘‘ اور احادیث نزول کے پھر عند الرفع حیات مسیح کے بالضرور قائل ہیں کیونکہ درصورت تسلیم ’’احادیث نزول‘‘ بلاتاویل بغیر اس کے کہ مسیح کو عندالرفع زندہ جانا جائے کوئی چارہ نہیں، ہاں درصورت انکار احادیث نزول یا عدم فہم معنی آیت ’’بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيۡهِ ‘‘وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ الۡكِتَابِ ‘‘ کے بے شک عقیدۂ اجماعیہ کے برخلاف ہو سکتے ہیں۔

لہذا جب تک مخالف ہمارا بنسبت ان دونوں عالموں کے ’’احادیث نزول‘‘ کا انکار اپنی طرح قول بالبروز یا تصریح برفع روحانی متعلق آیت ’’بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيۡهِ ‘‘ کے ثابت کرے تب تک اقوال مذکورہ سے تمسک اس کو مفید نہیں ہوسکتا بلکہ ہمارے پاس دلائل موجود ہیں جو کہ قائلین موت مسیح کو قبل از رفاع مثل ابن حزم اور ابن قیم کے اجماع سے خارج نہیں ہونے دیتیں، دیکھو ان ہی لوگوں کی کتابوں کو اور ان کے استادوں اور شاگردوں کی کتابوں کو سب کے سب نزول من السماء کے قائل ہیں اُس عیسیٰ بن مریم کے نہ کہ اس کے مثیل کے۔ اور دوم یہ کہ ابن حزم اگر حیات عندالرفع کا قائل نہ بھی ہو تب بھی کوئی ضرر نہیں اس واسطے کہ ابن حزم فاسد العقیدہ بدمذہب ہے، اکثر علماء نے اس پر فتویٰ کفر کا دیا ہے۔ اور وہ اس کا قائل ہے کہ ’’**رسول اللہ ﷺ کی شان پاک میں کسی قسم کی بے ادبی کرنے والا کافر نہیں ہوتا**‘‘ حالانکہ اس کے کفر پر کل اُمت کا اجماع ہے سوائے ابن حزم کے۔

درمختار وغیرہ میں ہے کہ جو کوئی شخص حضرت کی شان میں بے ادبی کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے ’’من شك فی كفره و عذابه فقد كفر ‘‘۔

اسی لیے ابن حزم عدیم الحزم فاسد العزم نے کتاب ’’الملل والنحل ‘‘ میں لکھا ہے کہ:

پروردگار اپنا بیٹا اگر نہ پیدا کر سکے تو وہ عاجز ہو جائے گا۔

اور اپنے مذہب باطل کی ترویج کے لئے صحیح بخاری کی مستند حدیث کو ردّ کر کے موضوع کہہ دیا۔ دیکھو ’’المطالب الوليه ‘‘ سیدنا عبد الغنی النابلسی اور ابن حجر المکی کی ’’کف

الرعاع'' اور امام نووی کی ''شرح مسلم'' کو۔ پس ابن حزم کا تو یہ حال ہے کہ بہت سی باتوں میں اجماع کے خلاف کیا اور الگ راہ چلا تیسرا یہ کہ مرزا ابن حزم سے سند تو لایا ہے مگر اس کے مذہب پر بھی قرار نہیں پڑتا کیونکہ ابن حزم نے خود معراج کی حدیث بیان کی ہے جس میں کمی و بیشی نمازوں کی واقع ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۷ ۴) حالانکہ مرزا اور مرزائی اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں یہاں ابن حزم کو بھی رخصت کر گئے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں کما مر۔

اور ابن قیم کا اپنا مذہب خاص بھی یہی ہے کہ بعد چند ساعت کی موت کے زندہ ہو کے مرفوع علی السماء ہو گیا۔ جن جن فضلاء ہند و پنجاب نے مرزا کا رد لکھا ہے انہوں نے ابن قیم کا یہی مذہب بیان کیا ہے جیسا کہ ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں بھی ہے خود ابن قیم کے استاد ابن تیمیہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ ابن مریم زندہ آسمان پر گئے اور پھر وہی بعینہ لا بمثیلہ آئیں گے کما مر۔ ابن قیم اسقدر بڑا آدمی نہیں جو کہ اپنے امام سے ایسے اعتقادی مسئلہ میں مخالف ہو سکے اور بصورت مخالف ہونے کے بمقابلہ اس کے استاد ابن تیمیہ اور صاحب مذہب امام احمد کے اس کا قول غیر معتبر ہے اور ان کے اعتقادات سے بعض باتیں یہ ہیں خدا برعرش نشستہ و بر کرسي پائے نہادہ و کرسی ازاں آواز می کند، و طلاق حائض واقع نمی گردد۔

قولہ: صفحہ ۹ فی الواقع دجال ایک گروہ کا نام ہے قرآن وحدیث میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے چنانچہ سورہ المومن رکوع ۶ میں ہے:

لَخَلْقُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ (المومن: ۵۷)

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام) ہے۔

فتح الباری میں ہے:

وقد وقع فی تفسیر البغوی ان الدجال المذکور فی القران فی قولہ تعالیٰ "لخلق

السموات والارض اکبر من خلق الناس ''ان المراد بالناس ھنا الدجال۔
پس قرآن کریم میں جو لفظ ''ناس'' سے ''دجال'' مراد لیا گیا ہے یعنی ''دجال'' کی لفظ ''ناس'' کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے۔ یہ دال ہے اس پر کہ دجال فی الواقع شخص واحد نہیں ہے بلکہ ذوافراد ہے۔ کیونکہ لفظ ''ناس'' بھی ذوافراد ہے کہ معنی اس کے مطلق آدمی کے ہیں اور حدیث میں بھی اشارہ دجال کے جمع ہونے کی طرف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۴ میں ہے:

''یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین''(الحدیث)

کیونکہ اس حدیث میں ''دجال'' کے لئے فعل جمع جو لفظ ''یختلون'' ہے، لایا گیا ہے۔

الجواب: اول اہل سنت وجماعت خود قائل ہیں کہ دجال معنی وصفی بھی ہے جو کہ بہت سے شریر فسادیوں پر صادق آتا ہے اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ دجال کوئی اور شخص واحد نہیں ہے، لفظ کے ذوافراد ہونے سے اس امر کی نفی نہیں ہوتی کہ وہ دوسرے لحاظ سے کسی شخص خاص کا علم ہو کہ دجال نام شخصی بھی ہے اور وصف بھی ہے۔ اگر دجال سے مراد فسادی اور شریر اور بے دین لوگ ہیں تو چاہیے تھا کہ وہ لوگ مکہ معظمہ ومدینہ منورہ میں بیت المقدس وکوہ طور میں داخل نہ ہوتے کیونکہ احادیث میں دجال کے داخل ہونے کی ان جگہوں میں نفی آچکی ہے پس جبکہ شریر لوگ ان جگہوں میں ہر زمانے میں بکثرت رہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ دجال شخصی ان سے مراد نہیں اور وہی احادیث میں مراد ہے یعنی دجال شخصی جو سب دجالوں کا پیشوا اور شخص خاص ہے ان مقاموں میں داخل ہوگا اور اسی کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے اور اس آیت میں ''ناس'' بمعنی دجال ایک صفت عامہ فلا فائدۃ للمستدل ولاضر لنا۔ خود ہی ملاجی نے ''ہدایۃ المتہدی'' صفحہ نمبر ۹ میں لکھا ہے بحوالہ صراح، دجال نام مسیح کذاب وگروہ بزرگ دجالہ مثلہ۔

ملاجی کا حافظہ اپنے پیر کے حافظہ کی طرح نکما ہے اپنی کتاب میں بھی اس کو یاد نہ رہا کہ

دجال ایک شخص کا نام بھی ہے دجال کے بارے میں جو جو احادیث میں سے اور ''کنز العمال'' کا حوالہ قادیانی کو کچھ مفید نہیں کیوں کہ وہ خود کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر گیا ہے اور قریب قیامت کے اترے گا دیکھو کنز العمال کو اس صفحہ میں لکھتا ہے اور بہت حدیثوں میں جو دجال کو شخص واحد سے تعبیر کی گئی ہے یہ اس اعتبار سے کہ اس گروہ کا سردار اور افسر شخص واحد ہو گا اب اس عبارت میں بھی صاف اقرار ہے کہ دجال شخص واحد ہے شرارتیوں کے گروہ کا سردار۔ پس ملاجی نے بعینہ ہمارا دعویٰ مان لیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ صحابی کہتے ہیں کہ:

کسی نے دجال کے بارے میں مجھ سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ سے سوال نہیں کیا اور آپ نے مجھ کو فرمایا کہ تجھ کو ضرر نہ دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی فرمایا حضرت نے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں آچکی ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حدیث کے ٹکڑے ''اَنَّہُمْ یَقُوْلُوْنَ'' سے معلوم ہوتا ہے اگر دجال سے مراد شرارتی لوگ تھے تو اس کی اس قدر توضیح اور بار بار دریافت کی کیا ضرورت تھی؟ شرارتیوں کو تو خود ہر کوئی جانتا ہے اور یہ ہر زمانے میں بکثرت ہوتے ہیں۔

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ:

آنحضرت ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر باری تعالیٰ کی ثنا کہی پھر ذکر کیا دجال کو اور فرمایا سب انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو خوف دلایا لیکن میں تم کو اس کے بارے میں ایسی بات کہوں گا جو کسی نبی نے نہیں کہی جان لو کہ وہ دجال کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ (بخاری و مسلم)

ذرا ذرا بات رسول اللہ نے صحابہ کرام کو تعلیم فرما دی تھی تو اگر دجال کے معنی میں اور

نزول عیسیٰ میں کچھ اور بھی مطلب تھا جو ظاہر عبارت کے مخالف ہے تو ضرور بیان فرماتے پس جبکہ بیان فرمایا تو معلوم ہو کہ جس دجال میں نزاع ہے وہ دجال وہی ہے جس کو عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم قتل کریں گے اور نزول عیسیٰ سے مراد نزول اسی عیسیٰ بن مریم کا ہے نہ نزول بروزی یعنی نزول اس کے کسی ہم مثل کا باری تعالیٰ فرماتا ہے:

''اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی۔ اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی'' قَدۡ جَآءَ کُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیۡنٌ ۔بے شک تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔

یَّھۡدِیۡ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَہٗ سُبُلَ السَّلَامِ ''() جس سے خدا اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے رستے دکھاتا ہے۔

مسند احمد میں ہے:

لَقَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِھَا بَیۡضَاءَ نَقِیَّۃً ۔(مسند احمد: جز، ۲۳، رقم: ۱۵۱۵۶، طبع موسسۃ الرسالۃ بیروت)

یعنی میں تمہارے پاس سفید اور صاف شریعت لایا ہوں۔

ایک روایت میں ہے:

ان بعض المشركين قالوا المسلمان لقد علمكم نبيكم كل شی حتی الخرأة قال اجل وقال صلی الله عليه وسلم تركتكم على البيضاء ليلها كنهارها لا يزيغ عنها بعدی الا هالك وقال ما تركت من شیء يقربكم الى الجنة الا وقد حدثتكم به ولا من شیء يبعدكم عن النار الا وقد حدثتكم عنه۔

یعنی بعض کافروں نے مسلمان سے کہا کہ تمہارے نبی نے تم کو سب کچھ سیکھایا یہاں تک کہ بول و براز کا طریقہ بھی مسلمان نے کہا کہ ہاں حضرت نے فرمایا ہے کہ شریعت کو ایسا صاف تمہارے پاس میں نے چھوڑا ہے کہ اس کی رات مثل اس کے دن کے سفید ہے اس سے کوئی

کج رو نہ ہو گا مگر ہلاک ہونے والا اور جو چیز کے تم کو جنت کی طرف قریب کرے اور دوزخ سے دور کرے وہ میں نے نہیں چھوڑی مگر بیان کر دی۔

ہاں مکاشفہ اجمالی کے اجمال میں بعض لوگوں کو دھوکا لگ جاتا ہے۔

اس کی تفصیل سنو کہ جو مکاشفہ اجمالی ہوتا ہے وہ تعبیر و تفسیر طلب ہوا کرتا ہے یعنی پہلے بیان کی تفسیر دوبارہ ہو جایا کرتی ہے اور جو مکاشفہ تفصیلی ہوتا ہے اس میں پھر تفسیر اور تعبیر کی ضرورت نہیں رہتی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کہ مرض وبا کو بصورت عورت گرداگرد مدینہ منورہ کے پھرتے دیکھا تھا یہ مکاشفہ اجمالی تھا کہ دیکھا تھا کچھ اور ظہور میں آیا کچھ اور۔ پس مرزا اس اجمالی مکاشفہ پر کل مکاشفات تفصیلیہ کو قیاس کر کے تاویل کرتا جاتا ہے اور یہ باطل ہے اور بعض امر مستبعد عقلی کو جیسے صعود علی السماء اور حیاۃ علی السماء اور اختیارات دجال کو محال عقلی سمجھ کر انکار کر جاتا ہے۔ حالانکہ مستبعد عقلی و محال عقلی میں دن رات کا فرق ہے۔ نبی کی تعبیر میں بقا علی الخطاء ناممکن ہے کیونکہ یہ امر نبی کی عصمت کو باطل کر دیتا ہے اب سمجھ لو کہ ''احادیث نزول عیسی علیہ السلام اور خروج دجال ومہدی مکاشفات تفصیلیہ'' میں سے ہیں جیسا کہ بارہا ثابت ہو چکا ہے۔ بنا علی ھذا۔

اگر احادیث نزول عیسی علیہ السلام اور خروج دجال مکاشفات اجمالیہ سے ہوں تو ساری عمر باقی رہنا غلط بیانی اور ''خطا فی التعبیر'' پر معاذ اللہ آپ کی عصمت کو سخت مضر ہو گا۔ پس ضروری ہے کہ مکاشفات تفصیلی میں ذرا قدر فرق بھی نہ آئے گا۔ حضور کی پیشن گوئیاں جو از قبیل مکاشفات تفصیلیہ کے ہیں ان کو کتب صحاح وسیر سے اگر ملاحظہ کیا جائے تو ہو بہو بلکل جیسے حضرت فرما گئے ایسے ہی واقع ہو چکی ہیں۔ اس میں ہر مسلمان کو بہت پختگی اور حضرت کے فرمودہ پر بہت سخت تصدیق چاہیے ورنہ ایمان کا ایک رکن بلکہ کل ایمان جاتا رہے گا۔ ہم اہل اسلام تو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو کچھ رسول اللہ نے قرآن سے سمجھا اور بیان فرمایا اور ہمارے تک براہ اعتبار و امانت پہنچ

گیااس کوایسے ہی ہونا ہوگااس میں سرمو بھی تفاوت نہ ہوگا۔ہم اپنی گندی تاویلوں سے باز رہیں گے۔جو اس وقت سے لے کر آج تک کے روز تک کل اُمت مرحومہ کا اعتقاد ہے وہی ہمارا ہے۔ساری اُمت کو غلطی پر کہنے والا پختہ گمراہ ہے۔(دیکھو حواشی شرح عقائد)

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند پیشن گوئیاں تحریر کرتا ہوں اُم حرام سے صحابیہ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت قیلولہ سے بیدار ہوئے حالت تبسم میں،میں نے تبسم کا باعث عرض کیا تو فرمایا کہ میں متعجب ہوں اپنی اُمت کے ایک گروہ سے جو بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار ہوں گے میں نے عرض کی کہ یا حضرت دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ان لوگوں سے کرے حضرت نے فرمایا تو انہی میں سے ہے۔(بخاری)اوراس کا ظہور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں وقت فتح ہونے جزیرہ قبرص کے ہوا۔ان ایام میں اُم حرام عبادہ بن ثابت کے نکاح میں تھیں اُم حرام کہتی ہیں کہ میں نے رسول خدا سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میری اُمت سے ایک لشکر دریا کا جنگ کرے گا اور ان سے جنت میں داخل ہونے کا عمل صادر ہوگا میں نے عرض کی یارسول اللہ میں بھی ان میں سے تو حضرت نے فرمایا تو ان میں سے ہے۔بعدہ آپ نے فرمایا میری اُمت سے ایک لشکر قیصر کے شہر کا جنگ کریں گے اور وہ بخشے جائیں گے میں نے عرض کی میں ان میں سے ہوں یارسول اللہ تو حضور نے فرمایا نہ۔(بخاری)

عن عمیر بن الاسود الحسنی حضرت عثمان کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں فتنہ میں بحالت مظلومی قتل کیا جائے گا۔(ترمذی)

حضرت نے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ تو سورہ بقر کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائے گا اور تیرے خون کا قطرہ اس آیت پر پڑے گا ''فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ''(حاکم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میرے ساتھ عہد کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب تک تو امیر نہ

بنایا جائے گا وفات نہ پائے گا اور پھر رنگیں کی جائے گی ریش سر کے خون سے (احمد)
امام حسن کی شہادت اور امام حسین کے قتل سے خبر دی اور واقعہ حرہ اور خروج عبداللہ بن زبیر اور خروج بنی مروان سے اور خلافت عباسیہ سے اور واقعہ نہرواں سے خبر دی اور وہ حدیث متواتر ہے اور علی رضی اللہ تعالی عنہ اس واقعہ میں بروقت معائنہ پیشگوئی آنحضرت کے بعینہ بغیر تفاوت سر جوئی کے فرماتے تھے کہ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (احمد)
اور خبر دی حضرت نے ترکوں کی بادشاہی سے طبرانی وابونعیم ابن مسعود اور ہلاکو خان کے واقعہ سے خبر فرمائی (خصائص)
اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ بن مالک کو جو ایک اعرابی تھا اس کے دونوں بازو کو ملاحظہ فرما کہ گویا دیکھ رہا ہوں میں جو تو نے کنگن کسریٰ کے اور کمربند اس کا اور تاج اس کا پہنے ہیں۔امیر المومنین حضرت عمر کی خلافت میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔
اور ایک یہودی کو فرمایا حضرت نے جو کہ بنو ابی الحقیق سے تھا کہ کیسا حال ہوگا تیرا جبکہ تو نکالا جائے گا خیبر سے پھر اس کو عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے نکال دیا تھا۔حذیفہ کہتے ہیں کہ قسم ہے اللہ تعالی جل شانہٗ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب مفاسد کے پیشواؤں سے دنیا کے تمام ہونے تک خبر دی ہے اور پہنچتا ہے عدد انکا جو ساتھ اس کے ہوں گے سو سے زائد کو،ان کے نام اور ان کے باپ کے نام اور ان کے قبیلہ کے نام سے بھی خبر دی ہے۔(حجۃ اللہ البالغۃ)
اب غور کرو کہ ان لوگوں سے اور ان کے سوا کے صدہا پیشگوئیاں ہیں جو مکاشفات تفصیلیہ کی قسم سے ہیں خاص یہی زمان و مکان و اسامی مراد ہیں جو جو احادیث میں مذکور رہے بعینہ نہ ان کے ہم صورت اور مثیل۔پس حضرت عیسیٰ خبر میں اس کا مثیل کہاں سے آ گیا ہے۔ ع

بے حیا باش و ہر چہ خواہی گو

خلافت عثمانیہ اگرچہ عالم مثال میں برنگ قمیص نظر آئی مگر عثمان رضی اللہ تعالی عنہ وہی عثمان ہیں

نہ کوئی دوسرا مثیل انکا۔ غرض کے مکاشفات تفصیلیہ میں جولوگ بقید اپنے اسماء کے مذکور ہیں کوئی تاویل طلب نہیں گوکہ بعض فقرات ماسواء اسماء کے جو درنگ استعارہ ہیں اور ارادہ معنی حقیقی وہاں پر متعذر ہے تعبیر طلب ہے اور وقوع تاویل بعض فقرات کلام میں موجب تاویل کلام کا نہیں ہوسکتا بلکہ یہ منوط بتعذر حقیقت ہے۔ لفظ ''یَخْتِلُوْنَ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ'' کے جمع ہونے سے دجال کے ذوافراد ہونے پر دلیل پکڑنی ایسی باطل ہے جیسے کہ مولوی امروہی نے دلیل پکڑی ہے۔ اس نے اپنی کتاب ''شمس بازغہ'' کے صفحہ 305 میں لکھا ہے کہ لسان العرب میں لکھا ہے: وقیل لانه یغطی الارض بکثرة جموعه۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ اپنے کثیر لشکروں کے ذریعے زمین پر چھا جائے گا۔

اقول: مولوی امروہی کی یہ بے فکری ہے کہ ''لانه'' کی ضمیر کو خیال نہ کیا جس سے دجال واحد شخصی مراد ہے اور اس کے ساتھ جماعات کے ہونے کا ہم کب انکار کرتے ہیں؟

قوله: صفحہ 10 میں حالانکہ خروج دجال کو متشابہات میں سے شمار کیا گیا ہے جن کا علم بجز باری تعالیٰ کے دوسرے کو نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ تفسیر ''معالم التنزیل'' میں محی السنہ امام بغوی کے ہے:

والمتشابه ما استاثر الله تعالی بعلمه لا سبیل لاحد الی علمه نحو الخبر عن اشراط الساعة وخروج الدجال۔

متشابہ وہ ہے جس کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر دیا ہو جس کے علم کی طرف کسی کو کوئی راستہ نہ ہو جیسا کہ قیامت کی نشانیاں اور دجال کا نکلنا۔

اور امام جلال الدین سیوطی نے بھی ''اتقان فی علوم القرآن'' میں ایسا ہی لکھا ہے:

حیث قال والمتشابه ما استاثر الله بعلمه کقیام الساعة وخروج الدجال۔

اقول: ان عبارتوں سے قادیانی بنگالی کو کوئی فائدہ نہیں کیوں کہ مراد ان سے یہ ہوا کہ قیام قیامت اور خروج دجال کا پتہ نہیں کون سے برس کون سے مہینے کون سے دن میں ہوگا؟ یہ امر متشابہات اور

مغیبات سے ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نفس خروج دجال اور نفس قیامت قیامت متشابہات میں سے ہے یعنی یہ قیام قیامت کیا چیز ہے اگر یہ مطلب لیا جائے تو قیامِ قیامت یعنی قیامت کے آنے سے انکار ہوا حالانکہ آیات واحادیث اجماع اُمت، قیاس جمیع امام مالک دین اور اعتقاد کل مومنین کے مخالف ہے اور صاف کفر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی کی تفسیر درمنثور کی عبارت کو دیکھو جو ہم نے اس سے قبل لکھ دی ہے کہ کیسا صاف صاف حضرت عیسی علیہ السلام کا آنا بیان کرتے ہیں اور دجال کا خروج اور عیسی علیہ السلام کے ہاتھ سے اس کا مرنا بھی ذکر کیا ہے۔ حیث قال ان الدجال خارج ومعنی قضیبان۔

اور ایسا ہی تفسیر ''اتقان'' میں ہے مگر اندھوں کو آفتاب جہاں تاب سے کیا فائدہ ہے؟

اور اسی علامہ نے اسی درمنثور میں بھی فرمایا کہ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم وموسی وعیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔ پس قیامت کا ذکر کیا سب نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف اس ذکر کو رد کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو علم نہیں پھر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رد کیا تو انہوں نے کہا کہ وقوع قیامت کو سوائے اللہ تعالی کے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔

فقال عیسیٰ وجبتها فلا یعلم بها احد الا اللہ عزوجل وفیما عهد الی ربی ان الدجال خارج ومعی قضیبان۔

عیسیٰ علیہ السلام نے کہا جو اس قیامت کا وقوع ہے سو اس کا علم اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں اور جو اللہ نے میرے ساتھ عہد کیا ہے وہ یہ ہے کہ دجال نکلے گا اور میرے پاس دو قضیب ہوں گی۔

اس عبارت میں ''وجبتها'' کا معنیٰ ''وقوعها'' ہے۔ مراد اس سے بھی نفی تعین یوم بالخصوص کی ہے جیسا کہ آیات صریحا میں موجود ہے اور خود مشکاۃ وغیرہ سے صحاح کی کتب میں بکثرت وارد ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آکر رسول اللہ سے عرض کیا، مَتَی السَّاعَةُ قیامت کب ہوگی؟ رسول اللہ نے جواب دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ کو نہیں معلوم۔

پس اس سے مراد بھی بالخصوص تعیّن یوم وزمان کی نفی ہے اگر یہ مطلب نہ ہو جو میں اور جملہ اہل اسلام کہتے ہیں تو کل احادیث وکتب آئمہ دین اور خود امام سیوطی کی تصانیف میں ایسے تدافع اور تعارض اور تناقص ہوں گے کہ کسی مجنون کے کلام میں بھی نہ ہوں گے کیونکہ کسی جگہ عیسی علیہ السلام کا آنا اور دجال کو قتل کرنا اور قیامت کا آنا بیان کیا اور کسی جگہ ان کو متشابہات سے کہہ کر انکار ثابت کر دیا نعوذ باللہ منھما۔ ہم کل مسلمان اہل سنت و جماعت بلکہ شیعہ ورافضی ووہابی بھی ایمان تفصیلی میں آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم آخر پڑھتے ہیں مگر قادیانی لوگ ''والیوم الآخر'' سے منکر ہیں۔ اسی واسطے بنفس قیامِ قیامت کو متشابہات سے کہتے ہیں۔ مرزا نے خود ٹائٹل ''ازالۃ الاوہام'' کے صفحہ دوم میں لکھا ہے میں ایک مسلمان ہوں آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ وبعث بعد الموت۔ بلفظ استغفر اللہ بے علموں کو کیسا سخت مغالطہ واقعہ ہوا کہ جس کے سبب سے آیات بینات وہزارہا احادیث سے انکار کرنا پڑا۔

اور ایسا ہی حال ہے تفسیر معالم التنزیل کا اور امام بغوی کا اعتقاد عیسی علیہ السلام کے بارے میں اہل سنت وجماعت کی مثل ہے اس سے سندلانی مرزائیوں کو سخت مضر ہے اس نے تو ابوشریح انصاری سے ''دابۃ الارض'' کے نکلنے کا قصہ مفصل بیان کیا ہے حالانکہ مرزا ''دابۃ الارض'' سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ ''دابۃ الارض'' کوئی خاص جانور نہیں بلکہ اس زمانہ کے علماء ہوں گے جو آسمانی قوت نہیں رکھتے آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر عزیزی اور تفسیر مظہری وابن تفسیر وفتح البیان تو خود موجود ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ہر وقت عیسی علیہ السلام کے ساتھ موجود رہتا تھا یہاں تک کہ ان کے ساتھ آسمان کی طرف چلا گیا۔

وھذہ عبارتھم کان معہ اقول لازما فی جمیع الاحوال حتی رفع مع عیسی علیہ السلام الی السماء۔

ترجمہ: اور یہ ان کی عبارت ہے کہ آپ (جبرئیل علیہ السلام) عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ میں

کہتا ہوں تمام احوال میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ لازم تھے یہاں تک کہ عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ آسمان کی طرف بلند ہوئے۔

قولہ: کیونکہ اگر واقعی اسی صورت پر دجال معہود ظاہر ہو جائے تو العیاذ باللہ قرآن وحدیث کا باطل ہونا لازم آئے گا اس لیے کہ ''اُم القرآن'' سورۂ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مفسد ومخرب دین قوم یہود ونصاریٰ سے باہر نہیں ہوگا کیونکہ اگر ہوتا تو ضرور اُم القرآن میں اس کی طرف اشارہ ہوتا ورنہ اُم القرآن کا مرتبہ گھٹتا جاتا ہے۔

اقول: ملاجی کا مطلب یہ ہے کہ الحمد میں ''غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ'' سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں اور کل مفسد ومخرب دین کے انہیں دونوں فرقوں میں سے ہوں گے حالانکہ یہ سمجھ غلط ہے کیونکہ فرقہ قادیانی وغیرہ مقلدین ومجوسی ودہریہ وقرآنیہ وسمشی ورافضی وشیعہ اعلیٰ قسم کے مخرب دین ومفسدین سے ہیں حلانکہ کے یہود ونصاریٰ سے باہر ہیں اور ''ام القرآن'' میں مذکور نہیں۔اور صدہا احکام نماز وروزہ وزکوۃ وحج ومزارعت ونکاح وطلاق وبیع وعتاق وغیرہ ''ام القرآن'' میں کوئی نہیں۔کیا اس سے ''اُم القرآن'' کا مرتبہ گھٹتا جائے گا؟ یہ کیسی عندیہ باتیں ملاجی نقل کر رہا ہے۔

قولہ: صفحہ 11 اور یہود سے دجال معہود کا آنا تو قولہ تعالیٰ ''وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ'' وغیرہ سے باطل ہے۔

اقول: یہود کا خوار وذلیل ہونا جو قرآن وحدیث میں مذکور ہے اس کے ظہور کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دجال تھوڑے روز بآں کروفر خدائی دعوٰی کر کے مسیح بن مریم کے ہاتھوں سے مقتول ہوگا اس کا چندروزہ شان وشوکت کتاب وسنت کی پیشگوئی کو مضر نہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

''ہمیشہ میری اُمت میں سے ایک جماعت حق پر ہوگی اور غالب رہے گی قیامت تک''۔

اس کا یہ معنی نہیں کہ کوئی بالمقابل ان کے سر نہ اٹھائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ بات تقابل کے غلبہ اہل حق ہی کو ہوگا ایسا ہی دجال بھی مسیح بن مریم کے ہاتھ سے ہلاک ہوگا جس سے اس کو اور اس کے تابعین کو بڑی ذلت ہوگی۔ جیسا کہ خود اس جواب کو"حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھا ہے۔ اب جو کہ بعض جگہوں میں بعض یہود ملکوں کے ولی اور رئیس ہیں یا نصاری کے قریب قریب تمام روئے زمین کی سلطنت کر رہے ہیں تو کیا آیات و احادیث میں جو کہ ان کی ذلت وارد ہے وہ بیجا اور غلط ہے؟ نہیں بلکہ مقصود شارع کا یہ ہے کہ یہ چند روزہ شان وشوکت کا کوئی اعتبار نہیں اعتبار نتیجہ اور خاتمہ کا ہے۔ العبرۃ بالخواتیم۔ یہ اعتراض بھی مرزائیوں کا غلط ہوا۔

قولہ: اور تمیم داری کی روایت کے مطابق جزیرہ کے قوی ہیکل دجال کا نکل آنا بھی صحیح مسلم وغیرہ کے سو برس والی حدیث سے باطل ٹھہرتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِشَهْرٍ تَسْأَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ وَإِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ وَأُقْسِمُ بِاللهِ مَا عَلَى الأَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ تَأْتِي عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ

(وھی حیۃ یومئذ وعن ابن مسعود لا یاتی مائۃ سنۃ وعلی الارض نفس منفوسۃ الیوم)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے اپنی وفات سے ایک مہینہ پہلے فرمایا تم مجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہو حالانکہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ زمین پر کوئی سانس لینے والا زندہ نہیں جس پر سو سال گزر جائیں اور پھر بھی وہ اس دن زندہ رہے (موجودہ زندوں میں کوئی بھی سو سال بعد زندہ نہ رہے گا)

اور ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے سو سال نہیں گزریں گے کہ آج کے زندوں میں کوئی اس وقت تک زندہ رہ جائے۔

الجواب: ہم نے رسالہ ''تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی میں خوب تحقیق سے تحریر کر دیا ہے کہ آیت ''بل رفعه الله اليه'' کی محکم ہے رفع جسمی میں، لہذا اہل لسان اور محاورہ داں صحابہ اور سلف سے رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین رفع جسمی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف ہی مروی نہیں اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ محکم ہے رفع جسمی میں تو مخصص ہوگی واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل ''قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ''اور'' مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ۔ وغیرہ۔

۲۔۔۔جس وقت تک یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر موجود نہ تھے بلکہ آسمان پر تھے پس حدیث کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو کہ اس وقت زمین پر تھا پس ''علی الارض'' کی قید سے عیسیٰ علیہ السلام نکل گئے۔ وھذا ظاھر جدا۔

۳۔۔۔یہ حکم حدیث کا کلی نہیں بلکہ جزوی ہے کیونکہ اس وقت تو زمین پر خواجہ خضر اور الیاس علیہ السلام زندہ موجود تھے اور باتفاق اہل باطن و اہل کشف اب تک زندہ ہیں اور اصحاب کہف جو کہ اس وقت غار میں تھے جن کو غار میں جانے کے اس وقت تین سو نو برس ہو چکے تھے اور اب تک تیرہ سو چھتیس اور بھی گزر چکے ہیں۔ پس ان احادیث سے عیسی علیہ السلام کی موت ہرگز ثابت نہیں ہوتی مرزائیوں کا یہ اعتراض بھی خاک میں مل گیا اور صحیح مسلم کا حوالہ دینا تو تم کو کوئی مفید نہیں بلکہ وہ تو تمہارے حق میں زہر قاتل ہے۔ (دیکھو صحیح مسلم)

مطبع انصاری کے جلد اول صفحہ 87 نزول عیسی ابن مریم علیہ السلام اور جلد 2 صفحہ 392 میں ہے کہ:

عیسیٰ ابن مریم دجال کو قتل کر کے لوگوں کو اسکا خون نیزہ پر دکھائیں گے۔

اور جلد ثانی کے صفحہ 399 میں ہے کہ:

دجال کو اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کا اختیار دے کر لوگوں کی آزمائش کریں گا جیسا کہ زندہ کرنا مردوں کا اور دوزخ و جنت اور دونہروں کا اس کے ساتھ ہونا اور آسمان کا اس کے امر سے بارش برسانا وغیرہ وغیرہ پھر عیسیٰ علیہ السلام اسکو قتل کریں گے اور یہی مذہب اہل سنت و جماعت اور جمیع محدثین وفقہاء وغیرہ کا ہے اور خوارج اور جہمیہ اور بعض معتزلہ اس کے خلاف ہیں اور بوجہ یاجوج ماجوج کے حضرت عیسیٰ کا ایک جگہ میں بند ہونا۔

صفحہ 401 اور صفحہ 403 میں ہے کہ:

آنا عیسیٰ علیہ السلام کا اور قتل کرنا اس کا دجال کا بالکل صحیح اور حق پر ہے۔ عقل اور شرع میں اس کو کوئی شے باطل نہیں کرتی ان سب میں دوسرا دجال حقیقی شخص اور واحد اسی عیسیٰ ابن مریم بعینہ کا ذکر ہے۔ مثیل عیسیٰ کا تو اشارہ قدر بھی نہیں ہے۔

قولہ: اور علاوہ ماذکر سے دجال معہود میں ایسی ایسی صفتیں بھی تسلیم کی گئیں ہیں کہ کسی نبی اور اولوالعزم میں ایسی صفتیں نہیں پائی گئیں بلکہ بعض بعض خدائی صفتیں بھی دجال میں مانی گئی ہیں، مثل عالم الغیب ہونے واحیا وامانت کے۔ پس ایسا دجال خیالی کا آنا بحکم قرآن عظیم واحادیث رسول کریم ﷺ کے یکسر باطل ہے کما لایخفی۔

الجواب: غیب کا علم جاننا بالذات بلاکسی ذریعہ سے اس طور پر کہ ذات عالم کی خود بخود مبداء انکشاف ہوجائے یہ خاصہ باری تعالیٰ کا ہے اور علم غیب کا جاننا بواسطہ وحی یا الہام اور القاء فی القلب اور کشف القلوب اور بذریعہ قرائن کی یہ خاصہ خداوندی نہیں بلکہ یہ علم اس پہلے علم کا مقابل ہے یہ نیک بندوں کو چنانچہ انبیاء علیہ السلام وغیرہ بزرگان دین کو دیا گیا ہے اس کا تحقق ضرور بندوں میں ہونا چاہیے۔ لاقتضاء المقابلۃ صدہا احادیث واقوال و مذاہب اس پر موجود ہیں کہ ایسا علم غیب بندگانِ خدا کو دیا گیا ہے۔ پس اس وقت دجال کو بھی ایسا علم غیب واسطے امتحان بندوں کے دیا

جائے گا جیسا کہ کاہنوں اور برہمنوں کو بعض امور کا علم غیب حاصل ہے۔ بوجہ پابندی قواعد جفر و رمل کے اور بعض کو بذریعہ اخبارِ جن حاصل ہوتا ہے کمافی الحدیث وکتب العقائد ایسا ہی کسی مردہ کو زندہ کرنا اور زندہ کو مارنا باذن پروردگار یہ بندوں کو حاصل ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن شریف میں وارد ہے:

وَ اُبۡرِئُ الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَ مَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ ؕ ۔۔۔الخ

ترجمہ: اور میں بحکم خدا مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا ہوں اور مردے زندہ کرتا ہوں اور تم کو خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں اٹھار کھتے"۔

اور خواجہ خضر علیہ السلام نے جو کہ ایک لڑکے کو باذن پروردگار مار ڈالا تھا باشارہ اپنی انگلی کے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا" اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَکِیَّۃًۢ بِغَیۡرِ نَفۡسٍ "اور اس قسم کا اختیار امانت کا اللہ تعالی کے بندوں سے بہت صادر ہوا ہے اور ہوگا۔ خود امام مہدی صاحب اپنے خلافت کے وقت میں کئی مردوں کو زندہ کر کے پھر ان کو مار ڈالیں گے باذن پروردگار۔ موسٰی علیہ السلام کے زمانے میں ایک مقتول کا قاتل معلوم نہیں ہوتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ گائے ذبح کر کے اس کا کوئی اندام میت پر مارو تو میت زندہ ہو کر قاتل اپنا بتائے گا پس بنی اسرائیل نے گائے ذبح کر کے اس کی زبان یا دائیں ران اس کی یا کان اس کا یا دُم اس کی مقتول پر ماری۔۔۔الخ، سورہ بقرہ میں یہ قصہ موجود ہے" فَقُلۡنَا اضۡرِبُوۡہُ بِبَعۡضِہَا ؕ کَذٰلِکَ یُحۡیِ اللّٰہُ الۡمَوۡتٰی "

حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں خود قرآن شریف میں موجود ہے کہ اس کو اللہ تعالی نے مارا اور وہ 100 برس کے بعد پھر زندہ ہوا۔

" اَوۡ کَالَّذِیۡ مَرَّ عَلٰی قَرۡیَۃٍ وَّ ہِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوۡشِہَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحۡیٖ ہٰذِہِ اللّٰہُ بَعۡدَ مَوۡتِہَا

فَأَمَاتَهُ اللهُ مِئَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِئَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ''

یعنی جب کہ عزیر علیہ السلام ایک ویران شہر پر گزرے تو بطور استبعاد و تعجب کے کہا کہ ایسے مرے ہوئے اور ویران شہر کو اللہ تعالی کیسے زندہ کرے گا پس اللہ تعالی نے اپنی قدرت کاملہ دکھانے کے لئے عزیر علیہ السلام کو سو برس تک مردہ رکھ کر زندہ کیا اور فرمایا کہ تو کتنی دیر یہاں رہا، تو عزیر علیہ السلام نے کہا کہ ایک دن یا کچھ کم، اللہ تعالی نے فرمایا نہیں تو ایک سو برس تک یہاں مرا ہوا رہا اپنے طعام اور پانی کو دیکھ کے باوجود گزر جانے سو برس کے خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ کس طرح اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہوگئی ہیں۔۔۔الخ

غرض کے عزیر علیہ السلام کا گدھا بھی اللہ تعالی نے ان کے سامنے زندہ کیا اور غلام احمد قادیانی اس آیت کی تحریف اس طور پر کرتا ہے''ازالہ'' میں کہ خدائے تعالیٰ کے کرشمہ قدرت نے ایک لمحہ کے لیے عزیر کو زندہ کر کے دکھلایا مگر وہ دنیا میں آنا صرف عارضی تھا اور دراصل عزیر بہشت ہی میں موجود تھا۔ (ازالہ صفحہ ۳۶۵)

افسوس کہ مرزا نے اپنی بات بنانے کے لئے قرآن شریف کے معنی کو بگاڑا مگر کچھ نہ ہوا کیوں کہ:

اول تو یہ کہ آیت کے سیاق و اسباق سے خود ظاہر ہے کہ عزیر علیہ السلام کی موت و حیات سے حقیقی موت و حیات پروردگار کا مقصود ہے نہ مجازی سچ ہے تو دکھاؤ کہ کونسے محقق نے یہ لکھا ہے کہ سیال واقعہ عزیر دنیا میں نہ آیا تھا اور یہ حیات مجازی تھی۔

دوم یہ کہ جو بات چیت کے اللہ تعالی اور عزیر علیہ السلام کا ساتھ ہوا مستبعد خیال کیا جاتا ہے کہ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ جب عزیر نبی اللہ زندہ ہوئے بعد سو برس کے لوگوں پر تورات کو لکھوایا اپنی یاد سے پس لوگ اس سے متعجب ہوئے۔

تیسرا یہ کہ مرزا تو بالکل کسی مردہ کا دنیا میں آنا نہیں مانتا حقیقی ہو یا مجازی بہت دیر تک ہو

یا ایک لمحہ ہوں بس ایک لمحہ بھر بھی بعد مرنے کے دنیا میں آنا مان لیا تو اس کا دعویٰ ٹوٹ گیا۔

چوتھا یہ کہ بہت اچھا یہ دنیا میں آنا عزیر نبی اللہ کا عارضی طور پر صحیح ہم بھی تو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے زندگی اور معاش کی جگہ اصلی فی الواقعہ زمین ہی ہے مگر وہ عارضی طور پر آسمان پر ہیں پس اس میں کیوں مرزا خفا ہوتا ہے؟ اور دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں کہ بعد انکے مرنے کے زندہ ہونے کی صاف صریح طور پر خبر موجود ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّنۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۔قرآن شریف میں دوسری جگہ میں پڑھو أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۔نہایت صریح الفاظ سے یہ آیت بتلا رہی ہے کہ اے محمد ﷺ کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ ہزاروں لوگ جو کہ خوف موت کے سبب سے اپنے گھروں سے نکلے تھے پس کہا ان کو اللہ تعالیٰ نے کہ تم مرجاؤ (پس وہ مر گئے) پھر زندہ کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے۔

تفسیر جلالین میں ہے کہ: یہ لوگ بعد مرنے کے زندہ ہو کر زمانہ دراز دنیا میں رہے لیکن ان پر موت کا اثر باقی رہا کہ جو کپڑا وہ لوگ پہنا کرتے تھے کفن کی طرح ہو جاتا تھا اور یہ حالت ان کے تمام قبائل میں رہی اور قریش کے چوبیس سردار جو کہ بدر کے جنگ میں مار کر بدر مقام کے کنویں میں پھینک دیے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے حضرت ﷺ کی کلام ان کو تنبیہ اور افسوس کے لیے سنا دیں، چنانچہ صحیح بخاری میں بروایت قتادہ ہے:

وزاد البخاری "قَالَ قَتَادَةُ أَحْيَاهُمُ اللَّهُ حَتَّى أَسْمَعَهُمْ قَوْلَهُ تَوْبِيخًا وَتَصْغِيرًا وَنَقِيمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا ۔(مشکوٰۃ)

ترجمہ: اور امام بخاری سے اضافہ کیا۔ قتادہ نے کہا اللہ نے ان کو زندہ کیا یہاں تک کہ آپ کا ان کو کہنا ان کی سرزنش، تحقیر، سزا، حسرت وندامت کے لیے سنا دیا۔

غرض کے آیت اور احادیث وقصص وروایات صحیح میں موتی کا زندہ ہونا دنیا میں بکثرت موجود ہے

کہاں تک مرزائیوں کو بچوں کی طرح تعلیم دی جائے۔

سوال: ازطرف قادیانی: وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۔یعنی جس بستی اور موضع کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کا دنیا میں پھر رجوع کرنا حرام ہے۔

الجواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا بطور قاعدہ کلیہ کے ان کی طبع کا مقتضی نہیں اور یہ امر منافی نہیں اس کے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے اعادہ اور دوبارہ دنیا میں لانے کو چاہے تو وہ نہ آسکیں بلکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اگر یہ مراد نہ ہو تو آیات واحادیث میں صاف تعارض حقیقی ہے جو کہ شارع کے عاجز ہونے پر دلالت کرتا ہے سب سے بہتر یہ ہے کہ قادیانی کی کتابوں سے جواب دیا جائے تا کہ اس کو اور اس کے اذناب کو دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہے قرآن وحدیث میں تو وہ تاویل وتحریف وانکار کرنے کے عادی ہیں۔قادیانی نے خود ''ازالہ'' میں لکھا ہے الیسع کی لاش نے وہ معجزہ دکھلایا کہ اس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہوگیا۔۔۔ ۔الخ۔اے مرزائیوں مان لو مان لو۔

تفسیر کبیر میں ہے کہ: عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بارہا پچاس ہزار بیمار جمع ہوتے تھے جو آنے کی طاقت رکھتا خود آتا اور جو نہ آسکتا تو عیسیٰ علیہ السلام خود اس کے پاس چلے جاتے تھے اور فقط دعا ہی کیا کرتے تھے۔''امام کلبی'' نے کہا ہے کہ ''یا حی یا قیوم'' کے لفظ سے مردہ کو زندہ کرلیا کرتے تھے مگر یہ شرط لیا کرتے تھے کہ بعد اچھا ہونے کے میری رسالت پر ایمان لانا ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جو جو لوگ زندہ ہوئے ان میں سے حضرت عبداللہ بن عباس نے جن کو مرزا نے ''افقہ الناس'' لکھا ہے چار شخصوں کو ذکر کیا ہے (۱) عازر (۲) پیرزن کا بیٹا (۳) اور عاشر کی بیٹی (۴) اور نوح علیہ السلام کا بیٹا سام۔سوائے سام بن نوح علیہ السلام کے سب کے سب زندہ رہے اور ان کی اولاد بھی ہوئی۔

اور سام بن نوح علیہ السلام کا قصہ یوں ہے کہ اس کی قبر پر عیسیٰ علیہ السلام آئے اور دعا کی

پس وہ قبر سے نکلا اور آدھا سر اس کا سفید ہوگیا تھا وجہ خوف قیامت کے حالانکہ اس زمانے میں لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے تھے پس انہوں نے پوچھا کہ قیامت ہوگئی ہے؟ عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے اسم اعظم کے ساتھ تمہارے لئے دعا کی ہے پھر ان سے مرجانے کو کہا انہوں نے کہا کہ مجھ کو مرنا قبول ہے مگر شرط یہ ہے کہ موت کی سختی میرے او پر دوسری بار نہ ہو پس عیسٰی علیہ السلام نے دعا کی اور ان پر موت کی سختی نہ ہوئی۔(**تفسیر لباب التاویل جلد 1 صفحہ 338**)

قولہ: مخفی نہ رہے کہ حقیقت دجال کی یہ ہے کہ دجال اصل میں شیطان لعین ہے جو کہ شر الخلائق بلکہ منبع الشرور ہے جس نے اللہ تعالی سے قیامت تک کی مہلت طلب کر کے حاصل کی ہے۔ کما قَالَ اللهُ تَعَالٰی "رَبِّ فَأَنظِرۡنِیٓ إِلَىٰ یَوۡمِ یُبۡعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ ٱلۡمُنظَرِینَ ۝ إِلَىٰ یَوۡمِ ٱلۡوَقۡتِ ٱلۡمَعۡلُومِ ۝" پس بناء علیہ چونکہ یہ زمانہ ہی دجالی زمانہ ہے اس میں ہر ایک مضل خلق و مفسد دین حق اس کا مظہر ہے۔ چنانچہ مخالفین سلسلہ حقہ احمدیہ خواہ مولوی ہوں یا نہ مولوی ہوں جو ناحق لوگوں کو راہ حق سے بہکاتے ہیں حصہ داروں میں سے اس کے ہیں۔۔الخ

الجواب: ایسی باتوں سے پورا بے علمی اور جہالت کا پتہ ملتا ہے افسوس علمیت کا یہ حال اور تصنیف کا یہ شوق جو آیت قرآنی کے خاص ابلیس لعین کے بارے میں تھی اس کو دجال کے بارے میں نازل کر دیا اور پیچ یہ ڈالا کہ دجال اصل میں شیطان لعین ہے ہم کہتے ہیں کہ ع

کون سنے کہانی تیری اور وہ بھی زبانی تیری

کسی آیت یا صحیح حدیث خواہ ضعیف غیر موضوع خواہ موضوع سے ثابت کر دکھاؤ کہ دجال کوئی شخص خاص نہ ہوگا بلکہ یہی شیطان ہے اور یہ قیامت تک بھی ثابت نہ کر سکو گے اگر چہ اپنے ہمراہ شیطان کو بھی کرلو۔مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ و بیت المقدس سے وکوہ طور سے دجال داخل ہونے سے روکا گیا ہے اگر وہ دراصل شیطان ہی ہے تو شیطان اور شیطانی تو اعلی قسم کی ان جگہوں میں ہوتی رہی اور

اب بھی ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ظاہر ہے کہ طرح بطرح کے فتنے اور فساد انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام وتابعین اوران کے بعد کے زمانہ میں انہی جگہوں میں ہوئے ہیں۔علمائے اہل اسلام جو مرزائیوں کو جابجا اپنی تصانیف میں طعن وتشنیع کرتے ہیں تواس کی وجہ یہی ہے کہ ہم کل لوگ ان کے گمان میں شیطان اور شیطان کے حصہ داروں میں سے ہیں جیسا کہ اس برہمن بریہ کے خطیب کی عبارت میں گزرااوراس کے سوائے باقی مرزائیوں نے بھی اپنے نبی غلام محمد کے ساتھ مل کر ہم اہل اسلام پر کفر کا حکم بارہا دیا ہے۔اور خود ظاہر ہے کہ جوکوئی کسی مسلمان کو کافر کہے گا وہ خود کافر ہے لہذا ہمارے اوپر جو کہ حکم شیطان اور دجال ہونے کا مرزائیوں نے دیا ہے وہ حکم مرزائیوں پر ہی لوٹتا ہے۔

قولہ: اکثر احادیث میں چونکہ استعارہ کے طور پر مثل کشوف وخوابوں کے دجال کوایک قوی ہیکل شخص کی صورت میں بیان کیا گیا ہے اس لیے اکثر الفاظ پرست ظاہر بیں لوگ اسی کو دلیل پکڑے ہوئے ہیں اور باوجود تفہیم کامل وتنبیہ شدید کے اس سے نہیں ٹلتے۔

الجواب: دجال کا شخص واحد قوی ہیکل ہونا ازبس درست ہے ایسا ہی ہوگا یہ بیان حضرت کا آخری ہے اور مفصل ہے۔خیال کروکہ جب ابتداء میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکاشفہ اجمالی کے ذریعہ سے بعض علامات دجال کے بیان کیے تو ابن صیاد پر وہ باتیں مطابق پائیں گئیں لہذا عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی مگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ دی اور فرمایا کہ اگر دجال یہی ہے تواس کا قاتل تو نہیں ہے۔بغیر عیسیٰ ابن مریم کے قاتل اس کا اورکوئی نہیں اور اگر یہ ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا تم کو سزاوار نہیں۔اس حدیث سے دجال کا شخص واحد متعین ہونا ثابت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لے جانا ابن صیاد کی طرف یہ دلیل ہے اس کے شخص معین ہونے کی طرف اگر دجال قوم دغاباز اور شریر سے عبارت ہوتا تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن صیاد کی طرف بخیال اس کے کہ شاید دجال ہو کیوں جاتے اوراس

سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دجال کا قاتل سوائے عیسیٰ ابن مریم کے دوسرا کوئی نہیں اگر قتل سے مراد ظاہری قتل نہ تھا بلکہ دلائل اور بینات سے ساقط کرنا تھا تو حضرت ﷺ اس وقت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے فرماتے کہ اے عمر اس کو جان سے کیوں مارتے ہو اس کو دلائل اور بیان سے ساقط کردو کہ یہی اس کا قتل ہے۔ پس عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی اذن طلبی ابن صیاد کے قتل کے بارے میں اور حضرت کا اس کو روک دینا اور عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا باز رہنا یہ پختہ دلیل ہے بطرف شخص معین ہونے دجال کے۔ چونکہ یہ اجمالی علامات دجال کی بیان کی گئیں تھیں لہذا بعض صحابہ پر ابتداء میں یہ امر مخفی رہا جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ:

مَا أَشُكُّ أَنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَيَّادٍ

اور اسی کو مرزا نے لے کر تیرہ سو برس سے اس کے مرکر مدینہ میں دفن ہونے کا اعتقاد کرلیا۔

پس خلاصہ یہ ہوا کہ مرزا ہرگز مسیح موعود نہیں کیونکہ وہ دجال شخصی کا قاتل نہیں بلکہ حضرت عمر نے خطبہ میں فرمایا کہ تمہارے بعد قوم آئے گی جو کہ رجم اور دجال اور شفاعت اور عذاب قبر کی منکر ہوگی۔ سبحان اللہ مرزا وغیرہ منکروں کے بارے میں حضرت عمر کی یہ پیشگوئی کیسے صادق ہوئی اگر دجال قوم شریر سے اشارہ ہے تو اس سے کون انکار کرسکتا ہے وہ تو ہر زمانہ میں بکثرت ہیں۔ جب بعد کو حضرت ﷺ سے پورے علامات دجال کے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے سنے تو ابن صیاد کے دجال نہ ہونے کا مانا اور آئندہ کو دجال کے بارے میں تاکید فرمائی اور سب صحابہ اس پر ایمان رکھتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر جس شے کی نسبت جو خیال کرتے ہیں وہ ویسے ہی نکلتی ہے۔ قیس بن حاذق کہتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔ فقط

قولہ: صفحہ-14 میں ہے کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام ممدوح کا وفات پا جانا محکمات قرآن و حدیث سے کما لاینبغی ثابت ہے اور یہ بھی اپنے محل میں محکمات قرآن و حدیث سے پایہ

ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ جو شخص مرجاتا ہے پھر وہ رجوع الی الدنیا نہیں کرسکتا۔

الجواب: وہ محکمات قرآن وحدیث اگر وہی ہیں جس کا سابقہ جواب ہوگیا ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اوراگرسوائے انکے دارالعلوم قادیان میں ہے تو لائیں تاکہ دندان شکن جواب دیا جائے افسوس کے محض خلق خدا کو دھوکہ اورگمراہ کرنا ان کا مقصود ہے ذرا اس پر پہلے گزر چکا ہے کہ مردے کیسے زندہ ہوتے ہیں اس کو دیکھو اور جہالت سے باز آؤ محکمات میں تاویل کہاں درست ہے؟ اورآپ تو ہر جگہ تاویل کر رہے ہو اور صفحہ 15 اور 16 میں جو کہ لفظ ''نزول'' کو تختہ مشق بنایا ہے ہے اس کا جواب سابق میں ہو چکا ہے۔

قولہ: احادیث نزول عیسی علیہ السلام کے روایات صحیحہ میں تو ''سماء'' کا لفظ بھی عربی میں بمعنی آسمان موجود نہیں کما لا یخفی۔

الجواب: متعدد احادیث میں صراحت و دلالت موجود ہے آپ کی یا کسی قادیانی کی ورق گردانی میں نہ ملا تو اس میں کسی غیر کا تو نہیں مرزائیوں کی علمیت اور نظر کا قصور ہے۔ ست گرنہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ۔

روی اسحاق بن بشیر وابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذالك ینزل اخی عیسی بن مریم من السماء (الحدیث)

ترجمہ: اسحاق بن بشیر اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا پس اس وقت میرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔

''فقہ اکبر'' میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی باب نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء میں فرماتے ہیں:

ساری دنیا کا مانا ہوا قطب العارفین اور خاص کر مرزا کا بڑا بھائی معتمد علیہ صوفی باخدا شیخ اکبر فتوحات میں فرماتے ہیں عیسی علیہ السلام کے بارے میں فانہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الی ھذا السماء اس سے پیشتر بھی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے فتذکرو تشکر۔

خود نسائی شریف کو دیکھو کہ حضرت ابن عباس سے حضرت عیسٰی بن مریم کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔

عن ابن عباس ان رھطا من الیھود سبوہ و امر فدعا علیھم فمسخھم قردۃ وخنازیر فاجتمعت الیھود علی قتلہ فاخبرہ اللہ بانہ یرفعہ الی السماء ویطھرہ من صحبۃ الیھود۔ (صحیح نسائی) اور ایسا ہی ابن ابی حاتم ابن مردویہ قال ابن عباس سیدرک اناس من اھل الکتاب عیسٰی حین یبعث فیؤمنون بہ (فتح البیان)

ترجمہ: ابن عباس سے مروی ہے کہ یہودیوں کی جماعت نے آپ علیہ السلام کو گالیاں دیں۔ پس آپ نے ان کو بددعا دی اور (اللہ) نے ان کو بندر اور خنزیر بنادیا۔ پس یہودی آپ کے قتل پر مجتمع ہوئے تو اللہ نے آپکو خبر دی کہ وہ آپ کو آسمان کی طرف اٹھائے گا اور یہود کی صحبت سے آپ کو پاک کرے گا۔ اور ایسا ہی حاتم بن مردویہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا اہلِ کتاب میں کچھ لوگ عیسٰی علیہ السلام کو پائیں گے جب آپ کو مبعوث کیا جائے گا سو وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

قولہ: صفحہ-16 تیسرا اشکال یہ ہے کہ کہاں حضرت مرزا صاحب نے دجال کو قتل کیا ہے کیونکہ جس گروہ کو آپ دجال قرار دیتے تھے وہ تو اب تک زندہ موجود ہے (اور وہ گروہ دجال کا انگریز لوگ اور کل روئے زمین کے مسلمان ہیں) تو حل اس کا یہ ہے کہ قتل دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو معروف ہے کہ کسی حربہ سے جسمانی قتل کرنا ہے اور دوسری قسم قتل کی بعینہ و برھان کے ساتھ ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالی نے سورہ انفال میں لِّيَهۡلِكَ مَنۡ هَلَكَ عَنۢ بَيِّنَةٍ وَيَحۡيَىٰ مَنۡ حَيَّ عَنۢ بَيِّنَةٍ۔ اور یہ قسم ثانی قتل دفعہ فساد دینی کے لیے کامل تر ہے قسم اول سے۔ کیونکہ قسم اول میں ممکن ہے کہ مفسدوں کو قتل کر ڈالنے کے بعد ان کی اولاد یا دوسرے ہم مشرب لوگ ان کا دوسرے

وقت فساد نہ مچادیں مگر قسم ثانی میں کبھی سر اٹھانے کی مجال باقی نہیں رہتی کما لا یخفی۔

الجواب: مولوی محمد حسین ہندوستانی باشندہ بالدہ امروہہ کا جوکہ کچھ روز بطمع مبلغ 50 روپیہ ماہوار کے مرزائی ہوا تھا اور مرزا کی تائید میں اس نے کتاب ''شمس بازغہ'' لکھی تھی پھر جب ماہانہ مرزا سے بند ہوگیا تو اس نے اعتقاد میں مرزائیت کو سلام کردیا اس نے ''شمس بازغہ'' کے صفحہ 95 میں یہلك الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام کے متعلق لکھا ہے کہ یہ جملہ بھی دلیل ہے جہاد برہان پر کما قال الله تعالی ''لیهلك من هلك عن بینة ویحیٰی من حی عن بینة'' اسی طرح جملہ یہلك الله فی زمانه المسیح الدجال سے معنی مذکور مراد ہے۔ انتہی مختصرا

اقول: عبارت ویہلك الله فی زمانه المسیح الدجال سے ہلاک بالحربہ ہی مراد ہے جیسے کہ ان جملہ احادیث صحیحہ سے جنگ بآلات اور قتل کرنا دجال کو نیزہ سے مقصود ہے وہ اس بارے میں بکثرت آچکی ہیں اور جملہ'' ویہلك الله۔۔۔۔۔۔الخ کو قیاس کرنا آیت مذکورہ ''لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَیِّنَةٍ ۔۔۔الخ'' پر کس قدر جہالت وغباوت ہے کیونکہ ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ جس جگہ کسی کو ہلاک کرنا دلیل اور برہان اور حجت سے مقصود ہوتا ہے اس جگہ اس کی تصریح ضروری ہے چنانچہ آیت مذکورہ میں لفظ ''عن بینة'' موجود ہے اور جیسا کہ سورۃ الحاقہ میں '' هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ '' اسی واسطے جب کہ ابطال اور اہلاک بآلات حرب وعذاب ظاہری مراد ہے وہاں پر بینۃ اور حجت کا ذکر نہیں ہے چنانچہ آیت '' وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ ''،'' وَحَرَامٌ عَلَى قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا ''،'' وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ '' اور ان کی مثل دوسری آیات میں ''الحمد'' سے لے کر ''والناس'' تک سارا قرآن دیکھ لو کہ جس جگہ ہلاک کرنا دلیل اور حجت سے مراد ہو وہاں پر اس کی تصریح ہوگی اور جس جگہ اہلاک بآلات عذابِ ظاہری چشم دید اور ہلاک بمعنی موت ظاہری ہو وہاں اس کی تصریح ضروری نہیں کہیں ہوگی کہیں نہیں ہوگی۔ امثال مذکورہ بالا میں نہیں اور امثال مذکورہ تحت میں ہے'' فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ () وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ

صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ () ”(اور قتل بالدلیل کا قوی ہونا قتل بالحربہ سے اس وجہ سے کہ قسم ثانی میں کبھی بھی سر اٹھانے کا مجال باقی نہیں رہتا محل نظر ہے) بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلے لوگ اگر کسی دلیل کا جواب نہیں دے سکتے تو بعد کے لوگ اس کا جواب دینے پر خوب قادر ہوا کرتے ہیں جیسا کہ مناظرات وعلوم آلیہ وفلسفیہ میں ناظر ذہین پر یہ امر روشن ہے۔

قوله: فی الجملہ اسی قتل دجال کا یہ اثر ہے کہ احمدیوں سے مباحثہ کرنے کی جرأت دجال کے گروہ نہیں پاتے نہ چار حیلہ وحوالہ کر کے پسپا ہوتے ہیں۔۔۔الخ

الجواب: اس جگہ پھر روئے زمین کے علماء جملہ اہل اسلام کو اس قادیانی دجال بطال نے گروہ دجال سے شمار کر دیا مگر وجہ یہ ہے کہ خود گروہ دجال میں سے ہے۔ پس ناچار اس کے دل سے زبانیہ یہی بات آتی ہے۔ شعر

آنچہ کنم درچہ ترا می
است دل آوند در

قوله: لفظ مہدی کا یہ معنی ہے کہ لفظ مہدی اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں ہدایت پایا ہوا اور اس سے ایسا شخص مراد ہے جو خود اللہ تعالی کی طرف سے ہدایت پا کر دوسرے بندگان خدا کی ہدایت کرنے کے لئے مامور ہو کر مبعوث ہوا ہے اور ”ابونعیم“ کی ایک روایت اسی طرح مروی ہے:

عن ابن عمران قال محمد بن الحنفية المهدی من يهدی ويصلح به الناس كما يقال الرجل الصالح واذا كان الرجل صالحا قيل له المهدی۔

ترجمه: محمد بن حنفیہ نے فرمایا مہدی وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ لوگوں کی اس سے اصلاح کرتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے (الرجل الصالح) اور جب آدمی صالح ہو تو وہ مہدی ہوتا ہے۔

پس اس روایت کے مطابق تو ہر رجل صالح مہدی کہلانے کا مستحق ہے کما لا یخفی۔

الجواب: اس سے تو فقط لفظ مہدی کی تشریح کر دی ہے اس عبارت میں یہ کہیں نہیں کہ مہدی کوئی شخص خاص اپنی صفات مذکورہ کے ساتھ نہ ہوگا اب اگر کوئی لفظ ''محمد'' کا معنی اس طور پر کرے کہ صیغہ اسم مفعول کا ہے باب تفعیل سے معنی اسکا صفت کیا ہوا۔ پس جو کوئی صفت کردہ شدہ ہو وہی محمد ہے تو کیا اس سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود کی نفی ہو جائے گی؟ اسمائے محصنہ میں مناسبت وضعی مقصود ہوا کرتی ہے نہ معنی وصفی۔ (دیکھو مطول اور طول کو)

۲۔۔۔کیا رجل صالح امام مہدی سے تعبیر نہیں ہوسکتا کہ امام مہدی معہود مرد صالح نہ ہوگا اگر کسی روایت میں باسم مہدی تعبیر نہ ہو اور باقی روایات میں متعدد جگہوں میں ہو تو کیا نقصان ہے ایک واقعہ میں مجمل پر مفصل قاضی ہوتا ہے مجمل کو بھی اسی مفصل پر حمل کیا جاتا ہے۔ اور روایت بالمعنی میں خاص لفظ کا ترک کرنا کوئی معیوب نہیں ہوتا عالم اصول حدیث پر مخفی نہیں ملا جی نے ابونعیم سے بے فہم و عقل حوالہ دے دیا۔ دیکھو میں اسی ابونعیم سے حیات عیسوی ثابت کرتا ہوں 38 نمبر کی حدیث میں گذر چکا ہے کہ ابونعیم نے ''کتاب الفتن'' میں ابن عباس کی حدیث نقل کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بقرب قیامت نازل ہو کر حضرت شعیب علیہ السلام کے خاندان میں شادی کریں گے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی سسرال ہے اور ان کی اولاد ہوگی حالانکہ وہ خاندان جذامی اور کوڑھا ہوگا اور رسول اللہ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ دیکھو اس کو رسالہ ''تیغ غلام گیلانی'' کے صفحہ 69 وصفحہ 110 میں اور ایسا ہی ابونعیم نے ''حلیہ'' میں بھی لکھا ہے۔

اسے ابونعیم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ:

جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو امام مہدی علیہ السلام لوگوں کے سردار ان سے کہیں گے کہ آئیں اور امامت کیجئے تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ خبردار ہو جاؤ کہ تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے سردار ہو اس امت کی کرامت کے سبب سے یعنی تمہارے اوپر دوسرا

آدمی سرداری اور پیشوائی نہیں کرسکتا۔

اسی طرح ابونعیم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ:

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت تم دیکھو کہ ملک خراسان سے کالے جھنڈے اور نشان ظاہر ہوئے ہیں تو تم آؤ ان نشانوں میں اگرچہ گھٹنوں کے زور پر کیونکہ وہ نشان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی کے ہوں گے۔نعیم"۔

اور ابونعیم نے اس گاؤں کا نام کریمہ لکھا ہے جس میں کہ امام مہدی پیدا ہوں گے۔

اسی طرح ابونعیم نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ:

امام مہدی کے ہمراہ ایک فرشتہ آواز کریگا کہ یہ مہدی ہیں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں ان کے متابعت کرو۔۔۔الخ

کل قادیانیوں پر فرض ہے کہ ابونعیم کو مان کر عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے زندہ رہنے کے قائل ہو جائیں۔

قولہ: اور جائے ظہور امام مہدی موعود کے بارے میں اگرچہ علماء کے مختلف اقوال ہیں مگر ایک حدیث صریح اس طرح مروی ہے کہ:

یخرج المھدی من قریة یقال لھا کدہ۔

اور بعض کتب میں" کرعہ "لکھا ہوا ہے۔ بہرکیف یہ قریب قریب"قادیان یا کادیان یا قادی" کے ہے جو اس ملک کے لوگ مختلف طور پر بولا کرتے ہیں اور اس قدر فرق پڑ جانا نام میں اہل انصاف کے نزدیک کچھ انکار واستعجاب کے موجب نہیں ہوسکتا۔۔۔الخ (ص 18)

الجواب: یہ سب مرزا نے خود"ازالہ اوہام" میں یہ مضمون لکھا ہے کہ موضع قادیان کا نام دراصل قادیان نہ تھا بلکہ مرزا کے مورث اعلیٰ مسمی قاضی ماجھی نے اس کو آباد کیا اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اور اس کا نام "اسلام پور قاضی ماجھی" رکھا۔ جب اس موضع کے باشندے شریر ہو گئے تو اسلام

پورجاتارہامحض ''قاضیان'' رہ گیا۔تلفظ عوام میں ضاد کو دال سے مناسبت صوتی ہوتی ہے قاضیان کا قادیان ہوگیا۔پس ثابت ہوا کہ یہ قصبہ قادیان مدت چارسو سال سے آباد ہے قبل اس کے آباد نہ تھا۔پس ظاہر ہوا کہ ظہورو تولد امام مہدی صاحب کی حدیث کو موضع قادیان سے کوئی لگاؤ نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف کو 1336 برس ہوئے اور قادیان اس وقت معدوم تھا اب چارسو سال سے آباد ہے اور مرزا تو کہتا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے

''اِنَا اَنزَلْنَاہُ قَرِیبًا مِّنَ الْقَادِیَان''۔ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔مکہ،مدینہ،قادیان، پھر قادیان کو کدعہ سے بنانے کی کون سی ضرورت رہ گئی ہے اور ماشاء اللہ اس کے موضع کا نام بھی خوب ہے کہ فراراور بزدلی کا معنی دیتا ہے۔

قاموس میں ہے کہ قادی بمعنی جلدی کنندہ یا جنگل سے آنے والا قادیان، قادی کی جمع ہے۔اور قادیانی اسی کی طرف منسوب ہے اس مناسبت سے ہر بھگوڑے جنگلی کا نام ''قادیانی'' ہوا۔اور اصل حدیث میں لفظ کدعہ کا ک۔د۔ع۔ہ۔ہرگز ثابت نہیں یہ مرزا کا محض دھوکہ ہے اور اگر کہیں ہو بھی تو کاتب کی غلطی ہے اور صحیح لفظ ''کرعہ'' بجائے دال مہملہ کے راء مہملہ ہے اور ابونعیم نے اس موضع کا نام کریمہ لکھا ہے مگر صحیح کرعہ ہے۔پس مرزائیوں کا یہ سوال بھی خاک میں مل گیا بڑا افسوس ہے کہ لفظوں کو سوچ سوچ کر کیسے مکروحیلہ کے بیان نکالتے ہیں یہ بیان مفصل رسالہ ''تیغ غلام گیلانی'' میں دیکھو۔

قولہ: اور جس حدیث سے امام مہدی کو نکالا ہے اس حدیث میں مہدی کا لفظ بھی نہیں چہ جائے کہ مہدی آخرزمان کی تعین ہو بلکہ اس حدیث میں فقط ''رجل'' کا لفظ واقع ہے جس کے معنی ایک مرد کے ہیں فقط اٹکل سے اس کو امام مہدی آخرزمان پر لگایا گیا ہے۔

الجواب: یہ حدیث ترمذی ابوداؤد نے رسول اللہ سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ نے دنیا

ختم نہ ہوگی جب تک کہ مالک نہ ہولے عرب کا ایک مرد میری اہل بیت سے اس کا نام میرا نام ہوگا اور عدل سے زمین کو پورا کردے گا۔ چونکہ اوراحادیث میں ایسے اوصاف کے ذکر کے بعد لفظ مہدی کی تصریح بھی ہے لہذا یہ مجمل اس مفصل کا عین ہوگا اور تصریح لفظ مہدی کی دیکھو تو وہ بھی بکثرت وارد ہے چنانچہ ابوعمر دارانی اورام شریک کی روایت میں اور نیز ابوامامہ باہلی کی حدیث مرفوع میں جس کو ابن ماجہ اور دیانی وابن خزیمہ وابوعوانہ وحاکم نے اپنی اپنی ''صحاح'' میں اورابو نعیم نے ''حلیہ'' میں بیان کیا ہے اور ایسا ہی حدیث ابن سرین کی مصنف ابن ابی شیبہ میں اور ''حدیث کعب'' کی مطول ان سب میں امامت مہدی کی تصریح ہے۔آخر تمہارے نزدیک بھی وجود مہدی آخرزمان کا کسی صحیح حدیث ہی سے تو ثابت ہوگا پھر معلوم نہیں کہ تم کو اس میں لفظ ''رجل'' سے کیوں شک ہوگیا۔وشاك فی انه شاك۔

قولہ: اور پھر لفظ مہدی کا عدد،لفظ ہند کا عدد ایک ہی ہے یعنی 59 اور لفظ پنجاب چونکہ اصل میں پنج آب تھا اورالف ممدودہ حقیقت میں دوالف ہے۔اس اعتبار سے اگر لفظ پنجاب میں دوالف پکڑا جائے تو لفظ پنجاب کا عدد 59 ہوتا ہے اورکسی سابق زمانے میں قادیان کا نام قاضی ماجھی تھا اوراس کے ماجھی کے لفظ کے بھی یہی عدد ہوتے ہیں یعنی 59 پس اس لحاظ سے جائے ظہور امام کا ملک ہند میں سرزمین پنجاب اوراس میں سے خاص قادیان متعین ہوجاتا ہے۔کمالایخفی۔

الجواب: الفاظ کے اعداد سے مرزا کو امام مہدی بنانا بازیچہ اطفال ہے آیت وحدیث وفقہ وتفاسیر سے تو نہ امید تھے لہذا ابجد خوان ہوئے ہم اگر چاہیں تو بدکاراورکفار کے نام اورانکے مواضع کے نام کے اعداد 59 نکال دیں گے تو اس سے کیا ہوگا؟

قولہ: امام مہدی کے بارے میں سب علامتیں چارقسم کی ہیں ایک قسم وہ ہے کہ بطور غلط فہمی کے لکھی گئی ہے یہ سب بالکل غلط ہے مثلاً عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور دجال خیالی کا نکلنا اورامام مہدی کا ظاہر ہوکر جبراً کافروں کو مسلمان کرنا اور جو مسلمان نہ ہوئے ان کو قتل کرڈالنا یہاں

تک کہ سوائے مسلمان کے کوئی کافر بھی دنیا میں باقی نہ رہے گا اور اسکا بطلان بھی آیات بینات قرآن کریم سے ظاہر ہے جیسا کہ سورہ مائدہ میں ہے'' فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ '' ظاہر ہے کہ قیامت کے روز تک عداوت اور بغض یہود ونصاری کے درمیان میں رہنا ان دونوں قوموں کے قیامت تک رہنے کا موجب ہے اور ایسا ہی دوسری آیات بھی اس پر دال ہیں اور جبرًا کافروں کو مسلمان کرنا اور جو مسلمان نہ ہوئے اس کو قتل کرڈالنا بھی قولہ وتعالیٰ'' لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ '' وقوله تعالىٰ حكاية عن عيسىٰ عليه السلام '' وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا '' وغیرہ وغیرہ سے باطل ہے۔

الجواب: ارے بدنصیب توبہ کر کیا کہتا ہے حدیث وفقہ اماموں کی بیان کی ہوئی علامتوں کو باطل غلط کہتے ہو اللہ کا خوف کرو کیا ساری دنیا کے علماء غلط ہوئے اور خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام بھی غلط ہو گئے فقط آپ اور آپ کا نبی غلام احمد راہ راست پر رہے مگر قلم اور کاغذ آپ کے ہاتھ میں ہے اور زبان آپکے منہ میں ہے جو دل چاہتا ہے کہتے ہو اور لکھتے ہو افسوس مرزا نے بھی ازالہ کے صفحہ 626 میں لکھا ہے کہ چار سو نبی کو وحی شیطانی ہوئی اور وہ جھوٹے نکلے۔

اب آپ خود ہی ایمان سے کہو کہ یہ قول کفر کا ہے یا نہیں؟ جب مسلمانوں کو غلبہ ہو تو کفار کو جبرًا مسلمان کرنا یا جزیہ لینا اور نہ قتل کرنا درست بلکہ عبادت ہے اس وقت تو لیا نہ جائے گا کیونکہ مال بہت ہوگا لہذا جبر یہ اسلام ورنہ قتل ہوگا دیکھو کتب احادیث وکتب سیر کو اور یہ جبر اور شقاوت نہیں بلکہ عدل وسعادت ہے پس آیت'' وَلَمْ يَجْعَلْنِي '' کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور آپ کو'' لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ '' یاد ہے مگر'' وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ '' کو نہیں دیکھتے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ قتل کرو کفار کو جس جگہ کے تم پاؤ ان کو۔ کیا یہ آیت آپ جانتے ہیں یا نہیں۔ شعر

فان كنت لاتدرى فتلك مصيبة

وان كنت تدرى فالمصيبة اعظم

ترجمہ: پس اگر تو نہیں جانتا تو یہ مصیبت ہے اور اگر تو جانتا ہے تو پھر مصیبت بہت بڑی ہے۔

اور آیت ''فَأَغْرَيْنَا ۔۔۔الخ'' میں ''إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ'' کنایہ ہے طول زماں سے۔ کما لا یخفی علی طلبة العلم۔ چنانچہ ''مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ'' میں اہل تفسیر نے لکھا ہے جیسے کہ حدیث ''بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَضَمَّ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطَى'' اشارہ ہے بطرف قرب قیامت اور اس کی مجاورت کے اور قرینہ اس پر بھی احادیث صحیحہ متواترہ المعنی ہیں جو بارہا گزر چکی ہیں اور ایک فریق کا غلبہ بوجہ کمال جب ہی ہوتا ہے کہ دوسرا فریق مقابل اس کا بالکل تابع ہو جائے خود آیت کریمہ میں ہے'' جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ'' اور باری تعالیٰ کے قول'' لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ ۔۔۔الخ'' کو مطالعہ کرو۔

قولہ: اور مہدی کے بارے میں جتنی پیشگوئیاں آنحضرت ﷺ کی احادیث مرویہ میں مذکور ہیں یہ سب بھی دال اس پر ہیں کہ مہدی اس امت میں متعدد ہیں کیونکہ صفات متضادہ مہدی آئے ہیں اور ایک شخص کا ان سب کے ساتھ موصوف ہونا ناممکن ہے۔ مثلاً کسی روایت میں ہے کہ مہدی بنی فاطمہ سے ہوگا کسی روایت میں ہے کہ مہدی بنی العباس سے ہوگا کسی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی بنی امیہ سے ہے۔ پس تینوں صفتوں کے ساتھ ایک شخص کیوں کر موصوف ہوسکتا ہے۔ (انتہی ،صفحہ-21)

الجواب: بے شک مہدی بمعنی ہدایت یافتہ شدہ یعنی صفت عامہ کے حساب سے اس امت میں لاکھوں کروڑوں ہیں جو کوئی دین واسلام پر چلے وہی مہدی ہے مگر مہدی معہود جس کا نام ہے اور ہم جس کا انتظار کر رہے ہیں وہ ایک ہی ہے اور آپ جو لفظ ناممکن بولتے ہیں میں آپ کو ممکن ثابت کرے دیتا ہوں۔ کیا خرابی ہے کہ اگر تینوں قبیلے بنی امیہ و بنی العباس و بنی فاطمہ کے بسبب خویشی وقرابت کے ملتے ملتے اس وقت ایک ہو جائیں اور فی الواقع ہوگا بھی ایسا ہی۔ انشاء اللہ

تعالی کما فی التطبیق۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ مہدی کا ہونا بنی فاطمہ سے اخبار متواترۃ المعنی سے ثابت ہے اور ہونا اس کا بنی عباس سے یا یہ حدیث کہ ''لا مھدی الا عیسیٰ''ضعیف ہے، غیر مسموع ہے۔

قال الطبرانی مرفوعا قالوا لفاطمة نبینا خیر الانبیاء وھو ابوك وشھیدنا خیر الشھداء وھو عم ابیك حمزة ومنا من له جناحان یطیر بھما فی الجنة حیث شاء وھو ابن عم ابیك جعفر ومنا سبطا ھذہ الامة الحسن والحسین وھما ابناك ومنا المھدی وفیه اخبار کثیرة متواترة المعنی واما کونه من العباسین او خبر لا مھدی الا عیسیٰ ابن مریم ضعیف لا یسمع۔(نظم الفرائد)۔

ترجمہ: طبرانی نے مرفوعاً کہا ہے۔فاطمہ سے انہوں نے کہا ہمارے نبی تمام انبیاء سے افضل ہیں اور وہ تیرے باپ ہیں۔اور ہمارے شہید خیر الشہداء ہیں اور وہ تیرے باپ کے چچا یعنی حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں اور ہمارے چچا وہ ہیں جس کے دو پر ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں جہاں چاہیں اڑ سکتے ہیں اور وہ تیرے باپ کے چچا کے بیٹے یعنی جعفر رضی اللہ تعالی عنہ ہیں اور ہم میں سے اس امت کے دو نواسے یعنی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہما ہیں اور وہ دونوں تیرے بیٹے ہیں۔اور ہم میں (امام) مہدی ہیں جن کے متعلق بہت سی متواتر المعنی حدیثیں ہیں اور جہاں تک ان کا عباسین سے ہونے کا تعلق ہے یا یہ خبر کہ لا مھدی الا عیسیٰ (عیسی کے بغیر کوئی مہدی نہیں) پس یہ ضعیف (خبریں) ہیں اسے سنا نہیں جائے گا۔(یہ قابل سماعت نہیں)

کیا نہیں دیکھتے ہو کہ رسول اللہ کو مکی مدنی ہاشمی قریشی یثربی ابطحی وغیرہ اوصاف سے متصف کیا جاتا ہے اور وہ تو ناممکن نہیں پس یہ کیوں ناممکن ہوا۔اب قادیانی کے ہاتھ میں سوائے تعجب کے اور کچھ نہ رہے گا اور حیران ہو جائے گا۔''فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ''مہدی موعود خلیفۂ حق کا وجود باوجود تو متواتر الثبوت ہے۔

اس سے جو منکر ہوگا وہ پورا اندھا ہے

"واما وجود الامام المهدی الخليفة الحق متفق عليه تواترت به الاخبار اخرجها احمد والخمسة والحاكم ونصر بن حماد وابو نعيم والرويانی والطبرانی وابن حبان عن جماعة من الصحابة بطرق كثيرة۔

ترجمہ: اور جہاں تک امام مہدی کے وجود کے خلیفہ برحق ہونے کا تعلق ہے تو اس پر اتفاق ہے۔احادیث اس کے بارے میں متواتر ہیں۔احمد، حاکم، نصر بن حماد، ابونعیم، رویانی، طبرانی اور ابن حبان نے کثیر طرق کے ساتھ انہیں صحابہ کی جماعت سے روایت کیا ہے۔

قولہ: اور ایک روایت میں وارد ہے اس طرح

"لن تهلك اُمة انا فی اولها وعيسىٰ بن مريم فی آخرها والمهدی فی اوسطها"

ترجمہ: وہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے اول میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہوں گے اور مہدی اس کے درمیان میں ہوں گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اوسط زمانے میں ایک مہدی ہوگا غیر مہدی آخرزمان کے۔۔۔الخ

الجواب: یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ غیر مہدی آخرزمان کے ہوگا اور متعین نہ کیا کہ وہ کونسا مہدی تھا کہ جس کے بارے میں حدیث میں پیشگوئی وارد ہے الحمد للہ کہ اس حدیث سے ہمارا سراسر فائدہ ہے کیونکہ واقعی ایسا ہوگا کہ اول امام مہدی صاحب پیدا ہو کر بہت دنوں تک لوگوں کو ہدایت کرے گا اس کے بعد عیسی علیہ السلام نازل ہوں گے آسمان سے۔تھوڑے دن باہم دونوں مل کر خلق خدا کی خدمت کریں گے کہ امام مہدی صاحب فوت ہو جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستقبل کا بندوبست فرمائیں گے۔پس مہدی کا وسط ہونا اس طور پر سے وسط حقیقی مراد نہیں ورنہ دلیل سے ثابت کرو اور ایک ضروری عرض ہے کہ یہ روایت جبکہ مرزائی نے اپنی کتاب میں لکھی ہے تو ضرور صحیح ہوگی کیوں کہ وہ اپنے گمان میں سب کچھ صحیح لکھتا ہے اس حدیث میں عیسیٰ بن مریم

بعینہ کا آخر امت محمدیہ میں ہونا مذکور ہے۔ اور کسی مثیل کا ذکر بھی نہیں، تا کہ مرزا تاویل کر کے اپنے آپ کو مثیل عیسیٰ کر کے اپنے اوپر اس حدیث کو لگاتے مشہور بات یہ ہے کہ جو کوئی امر حق کا دشمن اور اس سے منکر ہوتا ہے کبھی سہو ونسیان وخطاء سے بالا اختیار وہ بات حق اس کے منہ پر آہی جاتی ہے۔ عرصہ 50 سال سے مرزا اور مرزائی عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کا انکار کر رہے تھے اور یہی حدیث علماء دین ان کے آگے پیش کرتے رہے مگر اس میں بہت تاویلیں کرتے رہے اب اس مردود کی (ردکی ہوئی) حدیث کو خود مقبول کر لیا اور مدت العمر کی کمائی اپنے پیغمبر اور اس کے کلمہ گووں کی برباد کر دی کیونکہ امت محمدیہ کے آخر میں ہونا عیسیٰ بن مریم کا مان لیا۔

برہمن بڑیہ کے خطیب کے مرزائی ہونے اور برائے نام ادھر ادھر سے کچھ ریختہ پیختہ عبارات جمع کر کے رسالہ لکھنے سے تو سارے مرزائی لاحول پڑھتے ہوں گے گر مرزا وہی مہدی جس کی مدح اس حدیث میں آئی ہے تو ضرور اس کے بعد عیسیٰ بن مریم کو آنا چاہیے۔ تا کہ یہ مہدی وسط میں آئے حالانکہ یہ مرزا کے دعوی کے خلاف ہے اور اگر مہدی آخر زمان بنتا ہے جو کہ عیسیٰ اور مہدی دونوں قادیانی کے گمان میں ایک ہیں تو اس مہدی کی وصف کوئی نہیں۔ وصف والا وہ کہ جو حضرت عیسیٰ سے اول ہو گا ظہور میں پس مرزا نہ مہدی موعود ہوا، نہ عیسیٰ، نہ مثیل عیسیٰ۔ کیونکہ وہ دونوں کا جامع بنتا ہے حالانکہ دونوں میں غیرت اور تقدم وتاخر پایا گیا اسی حدیث کی رو سے جس کو قادیانی نے مان لیا ہے اور اگر مافات کے تدارک کے لیے عیسیٰ بن مریم سے مثیل اس کا لیتا ہے تو مہدی اور محمد ﷺ سے کیوں ان کا مثیل نہیں لیتا نیز واضح ہو کہ اصول ثلثہ یعنی قرآن وحدیث واجماع میں تعارض واختلاف حقیقی ہرگز ممکن نہیں پس جب کہ احادیث صحیحہ متواترۃ المعنی اور اجماع امت مرحومہ اسے عیسیٰ بن مریم کے رجوع پر صراحتاً ناطق ہیں تو آیت قرآنیہ کا معنی بھی وہی صحیح ہوگا جو کہ سنت اور اجماع کے مخالف نہ ہو جبکہ یہی اعتقاد کل متقدمین کا ہے۔

پس اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اخبار نزول عیسیٰ علیہ السلام اور خروج دجال و

ظہور مہدی کی ظاہر المعنی وصریح المراد ہیں تاویل اس میں مردود ہے اور ضرور مرزائی اور ان کے نبی نے ان احادیث کو صحیح الثبوت ومسلم المراد جان کر تاویل کی ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معنی مراد کو پس پشت ڈالا لہذا تاویل انکی مردود ہے ثبوت اس کا یہ ہے کہ ''امروہی'' کی عبارت منقولہ ذیل سے صاف ثابت ہوتا ہے'' کہ احادیث نزول ورجوع اور اقوال مفسرین جن سے حیات ورجوع عیسٰی بن مریم پر استدلال کیا گیا ہے قائل کی مراد وہی معنی ہے جس کو ہم چھوڑ کر تاویلی معنی لیتے ہیں اور اس تاویل کرنے میں ہم مجبور ہیں۔ کیونکہ یہ احادیث دلائل قطعیہ کے معارض ہیں''۔(دیکھو امروہی مرزائی کے شمس بازغہ کے صفحہ 78 کو)

قولہ ۴: پھر مرزا صاحب کا سرصدی میں ظاہر نہ ہونا خصوصًا ایسے سرصدی میں جس میں میدان بالکل خالی ہے۔ دوسرا کوئی شریک وسہیم نہیں پایا گیا۔۔۔الخ

الجواب: ملاجی کا مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب مجدد دین کا ہے کیونکہ وہ تیرہویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے بلکہ ظہور اور دعوی مہدی موعود ہونے کا چودھویں صدی کے اندر کا ہے۔ 1882ء میں ہوا ہے اور مجدد کا نشان پیدائش سرصدری ہے، نہ ظہور۔ دیکھو اپنے استاد عبدالحئ رحمۃ اللہ علیہ کا مجموعہ فتاوی۔

قولہ: پھر ان کے وقت میں خسوف وکسوف رمضان شریف کے چاند ہونا پھر ستارہ ذوالسنین اور ستارہ دنبالہ دار کا طلوع کرنا۔۔۔۔الخ

الجواب: دروغ بے فروغ ہے اب تک یہ واقع نہیں ہوا۔ بارہا علماء ہندو پنجاب نے اس کی تردید کردی ہے اور مرزا اثبات خسوف وکسوف سے عاجز ہو کر خسف ومسخ ہوگیا اور ستارہ دنبالہ دار کا واقعہ تین بار ہوگا دو بار ہوا ہے ابھی تیسری بار نہیں ہوا۔ (دیکھو مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کو) صدہا علامات امام مہدی کی باقی ہیں مثلًا:

ا۔۔۔قریب ظہور مہدی کے دریائے فرات کھل جائے گا اور اس میں سے ایک سونے

کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔

۲۔۔۔آسمان سے ندا ہوگی ’’الاان الحق فی آل محمد‘‘ اے لوگو حق آل محمد میں ہے۔امام مہدی کی شناخت کی علامتیں ان کے پاس رسول اللہ کا کرتا و تیغ وعلم ہوگا۔ یہ نشان بعد حضرت ﷺ کے کبھی نہ نکلا ہوگا اور اس نشان پر لکھا ہوگا ’’البیعۃ للہ‘‘ بیعت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔

۳۔۔۔امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کرے گا اس کے اندر سے آواز آئے گی ’’ھذا المھدی خلیفۃ اللہ فاتبعوہ‘‘ یہ مہدی خلیفہ ہے اللہ تعالیٰ کا اس کی متابعت کرو۔

۴۔۔۔ایک خشک شاخ زمین میں لگائیں گے اور وہ ہری ہو جائے گی اور اس میں پتے اور میوہ آئے گا۔

۵۔۔۔دریا ان کے لیے اس طرح پھٹ جائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے لئے پھٹ گیا تھا۔

تنبیہ: امام مہدی محمود کا آنا مستقل طور پر ایسا معروف اور ثابت ہے کہ بعض علماء متقدمین نے انجیل وتورات وزبور وقطب ہند سے اس کو مفصل بیان کیا ہے باوجود یہ کہ ان کتابوں کے اندر بہت ہی تبدل وتغیر واقع ہو چکا ہے اور کتب ہنود وغیرہ بے دینوں پر اگرچہ کوئی اعتبار نہیں مگر تاہم اس عمر میں وہ بھی متحد اور موافق ہیں کہ اپنے زمانہ آئندہ میں ایک شخص معین امام مہدی کے نام پر پیدا ہوگا جس کی اوصاف ایسی ویسی ہوگی لہذا بقدر حاجت محض تائید اور تاکید کے لئے نقل کرتا ہوں۔

بشارت اول: حضرت اشعیاء پیغمبر علیہ السلام نے اپنی کتاب میں 26، 27 سیماں میں فرمایا ہے ’’بیوم محھویو ھشیرھر بیرص یھودا عیرعازلانو بشوع عاع حوموت واصل‘‘ خلاصہ معنی اس پاسوق کا ساتھ مابعد کے پاسوقوں کے یہ ہے کہ اس روز یہودہ کی زمین یعنی بیت المقدس میں اس کی صفت اور ستائش کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ یہ وہ ہے کہ ہماری

شفاعت کرے گا اور قلعوں کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے نیک کاروں کے داخل ہونے کے لیے۔''بخو متخنا نوء لاتی یقومیم تنتصواورننی شوخقا فارکی تل اوروں ملئکا داراص وفاھیم مثیل''۔

یعنی زندہ ہوں گے مردے اور انکی وصف کریں گے تو وہ خاک جو ان کے سبب سے آباد ہوں گے اور اس کا ارشاد نور اور دین ہوگا۔ اور سب ملتوں کو راہِ حق پر ہدایت کرے گا اور تلوار سے بدلہ لے گا لیویاتان سے۔ اور''لیویاتان'' کا معنی جرانیم نصرانی نے عبرانی اسماء کی فہرست میں اجماع لکھا ہے۔ اور حلیف یعنی باہم عہد و پیمان کرنے والے لوگ یعنی اس وقت جس قدر لوگ دین کے مخالف ان سے اگر چہ جماعات ہونگی ان سے شمشیر کے ساتھ بدلہ لے گا۔ سیمان 32 میں''لعن لصدق املح بلح اول صادیم ولیش باد یاسوریم'' خلاصہ معنی اس کا یہ کہ بالکل ہر کام میں شریعت محمد کے موافق بادشاہی کرے گا سب کی آنکھیں حق بین اور کان حق سننے والے اور دل لوگوں کے عالم اور گنگ لوگوں کی زبانیں فصیح ہو جائیں گی۔ جاہل کو کوئی پیشوا اور منافق کو بزرگ نہ جانے گا، ظالموں سے بدلہ لے گا ایمان اس کا کمر بند اور عدالت اس کی میان بند ہوگی۔ اس کے وقت میں گرگ اور بکری کا بچہ ایک جگہ میں رہیں گے اور بزغالہ یعنی بکری کا بچہ ایک مقام میں چریں گے۔ گوسالہ اور بکری و شیر ایک جگہ ہوں گے گوسالہ اور ریچھ اور شیر اور مادہ گاؤ ایک جگہ کھائیں گے اور طفل شیر خوار سانپ کے سوراخ میں ہاتھ ڈالے گا اور اس کو نہ کاٹے گا اور یہی رسول اللہ آخر زمان محمد ﷺ کی دختر کا فرزند دلبند محمد مہدی ہوگا ایسا ہی سیمان 42 و 49 میں بھی مذکور ہے۔

بشارت دوم: از کتاب جاماسپ پیغمبر آخر زمان کو دختر کا فرزند بحکم یزدان حضرت ﷺ کا جانشین ہوگا اور اس کی حکومت قیامت تک جائے گی اور اس کی بادشاہی کے بعد دنیا برطرف ہو جائے گی زمین و آسمان اس کے مددگار ہوں گے اور بڑا دیو اللہ تعالی کا بندہ عاصی گرفتار ہو کر اس

وقت قتل کیا جائے گا۔ (یعنی دجال کو اس زمانے میں قتل کیا جائے گا) اور ''سمندع'' اور ''قرج'' اور ''عبائل'' اور ''فنفد'' جوکہ رئیس دجال کے ہوں گے محبوس ہوں گے۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف پکارے گا اور اسی کا مذہب رواج پائے گا اور اس کی خدمت میں آئینگے بسروسروش و آسمان کہ عبارت ہے میکائل و جبریل وعزرائیل سے اور نازل ہوگا بہرام فرشتہ جوکہ موکل مسافروں کا ہے اور فرخ زاد موکل زمین کا اور بہمن فرشتہ جیلوں اور بھیڑوں کا اور آذر ہر ماہ کے اول روز کا ملک اور سب واذرکتب مؤکل آتش کا اور رواں بخش کہ روح القدس ہے اور زندہ کرے گا بہت سے نیک و بدلوگ اور بعض پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت سے اس کے وقت میں زندہ ہوں گے۔

چنانچہ ملکانِ پدر خواجہ خضر اور حضرت مہراس پدر الیاس علیہم السلام اور نقوماس پدر (جس کو لقوما جس کہتے ہیں) ارسطالیس (ارسفاف لیس بھی کہتے ہیں) اور آصف بن برخیا وزیر جوسب کہ سلیمان ہے اور ارسطوی ماقدونی اور سام بن بنوافریدوں کہ نوح ہے اور سمہوں عابد اور سولان اور شادل اور حضرت شمول اور میخا اور بخدقل اور سینیا اور حضرت شیعیا اور جبواول وحوقون وذخریا پیغمبران اسرائیلیاں اور زندہ ہوگا غابر بن صالح اور حاضر ہوگا اس کے پاس سیمرغ۔ اور بدکارلوگوں سے زندہ کرے گا سوریوس کو جوکہ نمرود ہے اور یرسح وقرع کو جوکہ فرعون اور قارون ہیں اور ہامان فرعون کے وزیر کو اور اس کو زندہ دار پر کھینچ دے گا اور دماوند کے چاہ سے باہر نکالے گا ضحاک علوایزاد کو اور اس کو ظلموں کا دفتری کریگا اور جلا دے گا بخت نصر کو کہ جس نے وشہخت یعنی بیت المقدس کو خراب کیا تھا اور زندہ کریگا شماموکو اور پہلوپ کو اور قتل کردے گا اور زندہ کرئے گا سدوم یعنی لوط کے شہر کے قاضی کو اور اسقف ترسیان کے قاضی کو اور ذویاغ اھرمن کو جوکہ بانی عمل قوم لوط کا تھا اور زروون کو جوکہ اکابرفرس سے ہے اور شیذ رنگ اور صائب کو کہ جس نے ستارہ پرستی کو نکالا تھا اور قتل کریگا اور زندہ کریگا کیوت کو اور سب کو جلا کر سہ بارہ زندہ کردے گا اور اپنی قوم کے فتنہ گر بادشاہوں کو قتل کرے گا اور زندہ کرے گا رستم بن زال اور

کیخسرو کو اور نام اسکا بادشاہ بہرام مہدی موعود اولاد دختر شاہ مخلوقات سے ہوگا جس کا نام ''سین'' ہے (اور سین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام ہے) بلغت پہلوی ۔ چنانچہ قرآن مجید میں (یٰسین) مذکور ہے اورظہوراس کا آخر دنیا میں ہوگا۔(۱) عمراس کی مثل سات کرگس کے ہوگی اور جب مہدی خروج کرے گا رسول اللہ کے زمانے سے لے کراس وقت تک تیس (۲) قرن گزرے ہوں گے۔ تازی لوگ فارسیوں پر غلبہ کریں گے اوران کے شہر لے لیں گے اوررد رو یعنی دجال کو قتل کرے گا اور وہ دجال اندھا ہوگا، گدھے پر سوار ہوگا، خدائی کا دعویٰ کرے گا۔

اس کے قتل میں مہدی مصاحب ہوگا حضرت عیسٰی کا قسطنطنیہ اور ہندوستان کو زیر قبضہ کر کے اسلام کے نشان اس میں قائم کردے گا اور سرخ عصاء موسوی اور انگشتری سلیمان کی اس کے پاس ہوگی اور یہ بہرام یعنی امام مہدی موعود اولاد مکرم درمان سے یعنی ابراہیم سے ہوگا اور وہ اس وقت ہوگا انروکشب یعنی بڑا خدا پرست داتا بکب بززگ دکپادنہ یعنی شکوہ مند ہوگا اور عرب دادوباء وزنجہ وافریقہ ومقدونیہ دارالملک فیلقوس سے لیکر بحر اقصانوس تک کہ آخر دنیا ہے خیمہ گاڑے گا اور سب جہاں میں ایک دین اسلام کردے گا اور کیش کبری اور اوشتی کرے گا اور مہدی مغرب سے واپس آ کر ظلمات میں داخل ہوجائے گا اور جزیرہ نسناس کو خراب کرے گا اور صاحب بوق یعنی اسرافیل اس کے پاس آئے گا، تمام ہوا کلام جامع سپ کا۔

بشارت سوم:

سیف الامہ کا مصنف لکھتا ہے کہ میں نے قریباً ۳۰ سال قبل اس سے جاماسپ کو دیکھا کہ اس میں بطریق استخراج نجوم نہ بقاعدہ منجمین ہر ستارہ کے لیے دست و پا ثابت کر کے آئندہ کا حکم

---

(۱)۔ یہ مخالف کتب اسلامیہ کے کیونکہ ان کی عمراس قدر نہ ہوگی۔صفت کرگس کی عمر بہت بڑی ہوتی ہے۔

(۲)۔امام حسن کے نزدیک قرن دس سال ہے اورقتادہ کے نزدیک ستر سال ہے۔مکفی نے ۴۰ سال اور ذرارہ بن ابی اوفی نے ۱۲۰ سال اور عبدالملک بن امیہ نے ایک سو سال کہے ہیں۔(شرح مسلم)

نکالا۔اب تفصیل تو یاد نہیں مگر اس قدر یاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا سرخ عصاشان ہوا۔ دارامام آخر زمان مہدی بہرام کے پاس ہوگا جو کہ بنی ہاشم کی اولاد سے ہوگا اور رسول اللہ کی مثل اولاد نرینہ اس کی نہ ہوگی اور وہ دنیا کو مثل باغ کردے گا۔ (انتہاء)

بشارت چہارم

برہمنوں کی کتابوں میں پائنگل جو کہ ہند کے بڑے کفار سے ہوا اپنی کتاب میں لکھتا ہے عمر دنیا کی چہار طور ہے، ہر طور چہار کو اور ہر دور چالیس سال ہے جب کل دورے تمام ہوں گے ملک تازہ پیدا ہوگا۔ حضرت محمد ﷺ کی اولاد نیز اور لاد علی رضی اللہ عنہ کی کرامات بکثرت ظاہر ہوں گی اور باپوں کا دین قبول کرنے والا عزت دار ہوگا۔

بشارت پنجم

شاکیونی جو کہ باعتقاد کفار ہندوستان پیغمبر کتاب ہوا ہے اور کہتے ہیں خطاؤتن کے ملک میں لوگوں پر مبعوث ہوا تھا اور بہت لوگ اس کے تابع ہوئے اور مولد اس کی شہر کیلواس ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دولت دنیا کی سید الخلائق محمد ﷺ کے فرزند پر تمام ہوگی جو کہ کشن بزرگوار ہوگا اس کا حکم پہاڑوں کے سرے پر جاری ہوگا، مشرق و مغرب میں وہ ابر پر سوار ہوگا اور فرشتے اس کے آگے کام کریں گے اور حکومت اس کی سودان خط استوا سے عرض تعین خط قلب شمالی اور ماوراء اقلیم ہفتم و باغ ارم کلی بسیط زمین پر ہوگی اور دین مسلمانی کا دین ہو جائے گا۔

بشارت ششم:

کتاب ناسک میں ہے جو کہ کفار ہندوستان میں صاحب شریعت کا ہوا ہے کہ دنیا ایسے بادشاہ پر تمام ہوگی جو کہ بنی آدم اور ملائکہ کا پیشوا ہوگا اور نبی آخر زمان کی اولاد سے ہوگا اور جو کچھ مال تو دنیا دریاؤں اور پہاڑوں اور زمینوں کے اندر ہوگا پوشیدہ وہ سب کو نکالے گا نام اُسکا بہرام محمد مہدی ہوگا۔

بشارت ہفتم:

ماہی شود نے جو کہ ہندوستان کے کفار میں صاحب شریعت کا ہوا ہے، اپنی کتاب وید میں جس کو ہندو آسمانی کتاب کہتے ہیں دنیا کی خرابی میں بیان کیا ہے کہ آخر زمانے میں ایک بادشاہ ہوگا کہ امام خلائق ہوگا سب جہاں کو دین مسلمانی میں لائے گا اور سب مومن و کافر اس کو شناخت کرلیں گے وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے طلب کرے گا اس کو دے گا اور وہ شاہ بہرام مہدی آخرزمان ہوگا۔

بشارت ہشتم:

رشن کی کتاب جس کا نام ''حوک'' ہے اس میں لکھا ہے کہ دنیا کا انجام اس شخص پر ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھے گا اس کا خاص بندہ ہوگا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا راستہ بتائے گا اور لوگوں کو زندہ کرے گا بحکم جائن یعنی خداوند تعالیٰ، نام اُسکا محمد مہدی ہوگا اور تباہ کاروں کو بھی زندہ کرے گا جنہوں نے دین اسلام میں نئی باتیں ناجائز نکالی تھیں ان کو جلا دے گا اور دنیا کو نیا کردے گا۔ وصدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک قمر دولت اس کی ہوگی۔ (انتہی)۔ ہر لفظ دوسرے کی طرف مضاف ہے۔

بشارت نہم:

وہ پاسوق ہے جو کہ حضرت یحیٰ اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی پار اس میں تورات شریف سے منقول ہے اور وہ حکایت ہے اس بات کی جس کو حضرت یعقوب نے بروقت رحلت کے اپنے قبیلہ یہودہ سے فرمایا تھا وہ عبارت یہ ہے ''لویا صور شئت می یہودا اوم جوقق می بن رقلا وعدکی یابو شیلوولو بقہت عمیم۔ یعنی بادشاہی کا تاج قبیلہ یہود سے اور لباس امامت ان کے مونڈھوں سے نہ گرے گا کہیں نہ کہیں فی الجملہ انکی شوکت باقی رہے گی

مگر جب کہ وہ شخص آخرزمان ہوگا جس پر دنیا تمام ہو جائے گی اس سے امام مہدی کا بیان پایا جاتا ہے کمالا یخفی۔

بشارت دہم:

وہ پاسوق ہیں جو کہ اشعیاء کی کتاب کے 42 سیماں میں موجود ہیں ھاری شو توت هینه بابو وحد اشوت انی مکید بیشرم بتسمخنا اشمیع اوخم ابه انشا قدار یا ردنو شیرو کدونائی شیر حاراش نصیلا تویقصها رص یورد هیام ایم لوایم دیوش وهم میسئیو مدبر وعارا وحصریم تشوقیدار یارونویو شو سلع مروش هاریم ایضوحو یاسیمولد وناهی کاورادت هی لاتوبا ای ایم یکید الہ واریم عیتیم ولوءیم ناسوقی احوریور شی بوشد هبوتهیم هپاسل ها اوم ریم لیخا اتم الوهنو یعنی ابھی طائفہ مابعد والوں کا آتا ہے اوران سے آگے میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ وہ لوگ اللہ تعالی کے مداح واوصاف ہوں گے اوران کے زمانے میں زمین کے کل اطراف میں دریاؤں جزیروں بیابانوں شہروں مکانوں میں دین اسلام پھیل جائے گا بس شرمندہ ہوگی وہ جماعت جو کہ بت پرستی کرتی تھی اور بتوں کو کہتی تھی کہ تم ہمارے خدا ہو پس اس وقت کل عزت اللہ ہی کے واسطے ہوگی اور ہر جگہ میں تسبیح الہی ظاہر ہوگی۔

اقول: امام مہدی کا نام اگرچہ ان عبارتوں میں ظاہر نہیں مگر وہی مراد ہے کہ ایمان تمام زمین شوراہ وشیریں پراسی وقت پر منحصر ہے باتفاق احادیث صحیحہ۔

بشارت یازدہم: حضرت یوئیل نبی کی کتاب میں مذکور ہے جو کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہے اس عبارت کا اول یہ ہے: وهابی مهر قد شوا ترکزو کل لومیو حارص کیا یوم ارتی ناقی کا دویوم خوشخ اراف لایوم عافار لا وعرافل

خلاصہ معنی ان فقرات کا یہ ہے کہ صدا بلند ہوگی کوہِ مقدس میں جب کہ ایک بندہ نیک آئے

گا اور تیرگی وتاریکی کل دنیا سے دور ہوگی اس کے آگے آگ جلانے والی ہوگی اور پیچھے اس کے شعلہ فروزاں ہوگا، کل بے دینوں کا سبب صفایا کردے گا اور کل دین اسلام کے دین ہو جائیں گے اور عدل اپنی انتہاء کو پہنچے گا اور حضرت حزقیل کی کتاب میں ایسا ہی مذکور ہے کہ جس کو فرنگی لوگ زخیال اوران ذکیہ کہتے ہیں اور سکیب اس نبی کی کتاب میں بھی ایسا ہی وارد ہے جس کو نصاریٰ اپنے اولاالعزم پیغمبروں سے جانتے ہیں اور راز دار اس نبی کی کتاب میں محمد مہدی کی تصریح ہے اور ملاجی کی کتاب کے تیسویں سیمان میں ایسا ہی ہے اور آٹھویں سیمان عاموس کی کتاب میں حضرت عیسی ابن مریم اور حضرت آخرزمان امام مہدی دونوں کے آنے کا ذکر ہے صحیفہ نعمان بن عباس میں امام مہدی کا ذکر واضح ہے، سوائے ان کتابوں کے اور کتب ہنود و نصاریٰ یہود میں بھی یہ مذکور ہے اور یہ کتب مذکور ہندوستان کے ملک میں تلاش کرنے سے ملتی ہیں جس کو میرے بیان میں شک ہو وہ دیکھ سکتا ہے۔

قوله: چنانچہ ''حجج الکرامہ'' میں ہے: ''قولی از سلف در محمد بن عبد اللہ محض ملقب به نفس ذکیہ دعویٰ مہدویت کردہ بود'' (انتھی)

ترجمہ: محمد بن عبداللہ محض جس کا لقب نفس ذکیہ تھا، انھوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا ہوا تھا۔ سلف کا ایک قول ہے۔

الجواب: ملاجی کا مقصود اس سے یہ ہے کہ ابوداؤد کی حدیث جس پر صادق آتی ہے وہ امام مہدی تو گزر چکا ہے اور مہدی آخرزمان سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ میں کہتا ہوں جبکہ مصداق حدیث جو امام مہدی ہے وہ گزر گیا تو اب آخرزمان کا مہدی کون ہوگا؟ جو ہوگا وہ ہرگز موعود اور معہود نہ ہوگا معہود وہی ہوگا جس پر علاماتِ حدیث شریف صادق آتے ہیں۔

اب میں بھی اس ''حجج الکرامہ'' سے تحریر کرتا ہوں کہ امام مہدی آخرزمان باقی ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک آسمان سے نہیں اترے حجج الکرامہ کے صفحہ 442 پر یہ حدیث منقول

ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم نازل ہوں گے دجال کو قتل کریں گے اور کتاب اللہ اور میری سنت پر عمل کریں گے پھر موت پائیں گے مسلمان لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جس کا نام مقعد ہوگا خلیفہ بنائیں گے اور بعض کتابوں میں ہے کہ ان کی جگہ پر ایک شخص جہجاہ نام کا ملک یمن کا رہنے والا بیٹھے گا اور وہ قبیلہ قحطان سے ہوگا سو اس میں تطبیق یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہوں گے دونوں قبیلوں سے اس کو نسبت ہوگی یا دونوں جدا جدا ہیں اور یکے بعد دیگرے ہوں گے اور ہر ایک کا زمانہ چونکہ تھوڑا گزرے گا لہٰذا کسی ملک میں ایک کی شہرت ہوگی کسی میں دوسرے کی یا دونوں معاً ہوں گے مگر ایک تابع ہوگا دوسرا متبوع ہوگا۔ (تطبیق) جب وہ بھی مرجائے گا تو اس کی وفات کے بعد 20 سال پورے نہ ہوئے ہوں گے کہ لوگوں کے سینے سے قرآن شریف اٹھایا جائے گا۔ (رواہ ابو الشیخ عن ابی ھریرہ مرفوعا)۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مرزا ہرگز مسیح موعود نہیں۔

قولہ: مخفی نہ رہے کہ حدیث مذکور "یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی" برابر ہوگا نام اس کا میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر۔ کہ ایک معنی غامض اور بھی ہیں جو عوام کالانعام تو کیا ہیں خواص کالعوام کی فہم سے بھی بہت دور ہیں اور وہ یہ ہیں کہ حدیث مذکور میں اشارہ ہے طرف اس بات کہ امام مہدی آخر زمان بروز ہونگے حضرت خاتم النبیین ﷺ کے اور کوئی جداگانہ انسان نہیں ہوں گے۔ گویا کہ حضرت ﷺ کی بعثت ثانی ہوگی جیسا کہ آیت "وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ" سے پایا جاتا ہے اس تقدیر میں حدیث مذکور امام مہدی آخر زمان ہی کی صفت ہوتی ہے اور اس صورت میں بعض کتب و رسائل میں جو لکھا ہے کہ مہدی کی ماں کا نام آمنہ ہوگا یہ بھی صادق آتا ہے۔ اگرچہ روایات صحاح میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جیسا باعتبار مثل مسیح اسرائیل ہونے کے مہدی آخر زمان کا نام عیسیٰ بن مریم ہوا اسی طرح بروز خاتم النبیین ﷺ ہونے کی وجہ سے ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوا۔ فافھم وتدبر فانہ

دقیق جدا۔

اقول: اس عبارت کا خلاصہ عام فہم مطلب یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد میں دو قسم کی صفت ہیں ایک ایسی کہ اس کے سبب سے حضرت محمد صاحب کا بروز یعنی ظہور دوسری بار ہوا گویا امام مہدی کچھ نہیں خود حضرت محمد صاحب ہی دوبارہ ظاہر ہوئے۔ دوسری صفت وہ کہ اس کے سبب سے عیسٰی بن مریم کا مثیل ہوا تو مرزا صاحب کے اندر حضرت محمد صاحب اور حضرت عیسٰی علیہ السلام دونوں کا ظہور ہوا اور مرزا حضرت محمد صاحب کا ہم مثل بھی ہے اور عیسیٰ ابن مریم کا بھی۔ پس مرزا اور کوئی شے وانسان جدا گانہ نہیں ہے انہیں دونوں پیغمبروں کے اوصاف وارواح کا مجموعہ ہے یعنی دونوں کی روحیں اس ایک جسم مرزا میں ظاہر ہوئی ہیں اور یہ دونوں پیغمبر دنیا میں دوبارہ مرزا غلام احمد کے قالب میں ظاہر ہوئے۔

ثم اقول:

اول یہ کہ سب باتیں تمہارے پیر کی بناوٹی ہیں اور تم نے وہی نقل کر دیں اس سے ہمیشہ علماء کا مطالبہ رہا کہ ان کو کسی آیت یا صحیح حدیث سے ثابت کرو مگر وہ تو اپنی دلیل کو ثابت نہ کر سکے اور افسوس سے ہاتھ ملتے ملتے قبر میں چلے گئے اب آپ اور کل مرزائی عام وخاص ثابت کر دیں بلکہ قیامت تک ثابت نہ ہوگا ہاں اگر یہ شریعت الٹی ہو جائے تو اس وقت ثابت ہو جائے کہ محمد ﷺ صاحب اور عیسٰی بن مریم کا دنیا میں ظہور دوبارہ بجسم مرزا غلام احمد ہوا ہے۔

دوسرا یہ کہ اگر یہی درست ہے تو مثیل عیسٰی بن مریم کا دعوی کرنے کا کیا فائدہ؟ مثیل حضرت محمد ﷺ صاحب کا دعوی کیا ہوتا جو کہ خاتم النبیین ہیں۔ حالانکہ یہ کہیں بھی مرزا نے نہ کہا کہ میں مثیل محمد صاحب ہوں مگر بعد اعتراض وارد ہونے کے کہیں کہیں لکھ مارا۔

تیسرا یہ کہ تم تو مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا ہرگز مانتے ہی نہ تھے اصلی صورت میں ہو یا کہ بروزی صورت میں ہو۔ بروز کے ماننے پر تمہارا دعوی سہ پایا جاتا رہا۔

چوتھا یہ کہ عذرگناہ بدتر از گناہ ہوگیا، یہ تو ہندوؤں کا مذہب ہوگیا کہ وہ حشر اجساد اور قیامت کے منکر ہوگئے اور یہ کہتے ہیں کہ ایک میت کی روح دوسرے بدن میں ہو کر ظاہر ہوتی ہے حالانکہ یہ مذہب باتفاق کل اہل اسلام باطل ہے۔

تفصیل معنی بروز کی یہ ہے کہ اہل کمون و بروز کی اصطلاح میں بروز اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کامل کی روح دوسرے شخص مبروز فیہ میں بصفات خود ظہور کرے۔ چنانچہ امام مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالی عنہ دوسری جلد مکتوبات کے صفحہ 58 میں فرماتے ہیں کہ:

دربروز تعلق نفس بہ بدن از برائے حصول حیات نیست کہ این مستلزم تناسخ است بلکہ مقصود ازیں تعلق حصول کمالات است مرآن بدن را چنانچہ جنی بفرد انسانی تعلق پیدا کند ودر شخص او بروز نماید ومشائخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون و بروزھم لب نمی کشانید۔ ونزد ایں فقیر قول بنقل روح از قول بتناسخ ھم ساقط ترست زیرا کہ بعد حصول کمال نقل ببدن ثانی برائے چہ بود وایضا در نقل روح اماتت بدن اول است واحیاء بدن ثانی۔ افسوس این قسم بطالان خود را بمسند شیخی گرفتہ اند ومقتدائے اھل اسلام گشتہ اند ضلوا فاضلوا"۔

ترجمہ: بروز میں نفس کا بدن کے ساتھ تعلق حیات (زندگی) کے حصول کے لیے نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ تناسخ کو مستلزم ہے۔ بلکہ اس تعلق سے مقصود اس بدن کے لیے کمالات کا حصول ہے جیسا کہ ایک جن ایک فردِ انسانی کے ساتھ تعلق پیدا کر لیتا ہے اور اس کی ذات (جسم) میں بروز دکھاتا ہے (اپنا اثر ظاہر کرتا ہے) اور مستقیم الاحوال مشائخ (جن کے احوال مبنی بر استقامت ہوں) بہ عبارت کمون اور بروز لب کشائی بھی نہیں کرتے (اور کمون و بروز جیسے الفاظ زبان پر نہیں لاتے) اور اس فقیر کے نزدیک نقلِ روح کا قول کرنا تناسخ کے قول سے بھی زیادہ ساقط تر (گھٹیا) ہے۔ اس لئے کہ کمال کے حاصل ہونے کے بعد دوسرے بدن میں نقل ہونا کس وجہ

سے (کس مقصد کے لیے) ہوگا اور دوسرا یہ بھی کہ نقل روح (روح کے ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل ہونے) میں بدن اول کی اماتت (مار دینا) اور بدن ثانی کا احیاء (زندہ کرنا) ہے۔افسوس اس قسم کے بطلان (باطل پرست و بے کارلوگوں) نے اپنے آپ کو مسندِ شیخی پر بٹھایا ہوا ہے اور مقتدائے اہل اسلام بنے ہوئے ہیں، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا۔

اور مرزا نے اپنی کتاب ''ایام الصلح'' کے صفحہ 118 پر کتاب ''اقتباس الانوار'' کا حوالہ دے کر ذکر بروز کیا ہے۔مگر یہ بھی لوگوں کو دھوکا دیا اور کہا کہ ''لا مھدی الا عیسیٰ ابن مریم'' یعنی مہدی کوئی نہیں مگر وہی عیسیٰ ابن مریم یعنی روح عیسوی مہدی آخر الزمان میں جو کہ میں غلام احمد ہوں متصرف ہوئی ہے اور مصنف ''اقتباس الانوار'' کو جو صابری خاندان کے ہیں اکابر صوفیہ سے لکھتے ہیں۔

اسی ''ایام الصلح'' کے اسی صفحہ 180 میں ہے کہ ''از اکابر صوفیاء متاخرین بودہ''۔

مگر مرزا اس کو نہیں دیکھتا کہ بعد نقل کرنے کو اور بروز کے خود ہی وہ شیخ محمد اکرم قدوسی صاحب اقتباس الانوار میں فرماتے ہیں:

وایں مقدمہ بغایت ضعیف ست''

اور یہ مقدمہ انتہائی ضعیف ہے۔

اور اسی اقتباس کے صفحہ 34 میں فرماتے ہیں:

واین روایت ھو قول کسی را کہ میگوید مھدی ھمیں عیسیٰ علیہ السلام است و تمسک کند بایں حدیث کہ لا مھدی الا عیسیٰ ابن مریم۔وجواب ایں حدیث حمل است برحذف لا مھدی بعد المھدی المشھور الذی ھو من اولاد محمد ﷺ وعلی الا عیسیٰ علیہ السلام۔انتہی

یعنی مہدی مشہور کے بعد جو کہ رسول اللہ کی اولاد سے ہوگا دوسرا کوئی کامل مہدی نہیں مگر حضرت

عیسی علیہ السلام۔ اس ''اقتباس الانوار'' کی عبارت سے مرزا کا دعوی بروز اور تمسک بحدیث'' لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم '' سے باطل ہوگیا جیسا کہ اس کا دعوی بروز کا مکتوبات کی عبارت سے بھی باطل ہوا۔اور بروز کے دونوں معنی میں سے مرزا اول کا معتقد ہے جوکہ مستلزم تناسخ کو ہے اور وہ باتفاق باطل ہے اور اس کے اعتقاد کا ثبوت اس عبارت سے ہے جوکہ مرزا نے اپنی کتاب ''ست بچن'' کے صفحہ 84 میں یہ شعر لکھا ہے شعر

ہفصد وہفتاد قالب دیدہ ام

بارہا چوں سبز ہا رویدہ ام

ترجمہ: سات سو سات قالب (جسم) میں نے دیکھے ہیں، بارہا میں سبزیوں کی طرح اُگا ہوں (پیدا ہوا ہوں)

پس معلوم ہوا کہ مرزا کا اعتقاد تناسخ کا ہے اور یہ کفار کا اعتقاد ہے مگر کوئی قباحت نہیں کیونکہ مرزا جی مہاراج، کرشنی، اوتار بھی تو تھے۔جیسا کہ ''کلمہ فضل رحمانی'' سے تیغ صفحہ 50 میں ہے اور اگر بروز کا دوسرا معنی لیتا ہے تو بھی مردود ہے کما مر۔ وایں قول بغایت ضعیف است۔غرضیکہ مرزا کا مثیل عیسیٰ و مثیل محمد ﷺ ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ بطلان اس کا ثابت ہے۔

ثم اقول: علامہ سیوطی کی تفسیر ''درمنثور'' میں یہ حدیث ہے'' قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ '' پہلے بھی یہ حدیث ذکر ہو چکی ہے یعنی حضرت ﷺ نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ محقق ہے یہ بات کہ عیسیٰ نہیں مرا اور یہ بھی محقق ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے''۔

سوال: از طرف مرزائی ممکن ہے کہ لفظ راجع سے مراد عیسیٰ کا رجوع بروزی طور پر بصورت قادیانی ہو۔

جواب: ایک جواب تو سابق میں چند وجوہ ہو چکا ہے

ثانیاً سنو مرزا چونکہ بروزِ عیسوی اور بروزِ محمدی دونوں کا مدعی تھا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت ﷺ عیسوی رجوع سے بصورت قادیانی احادیث متواترہ میں خبر دیتے۔ ہیں جیسا کہ یہ زعم اور گمان بالکل قادیانی کا ہے اور خود حضرت محمد ﷺ اپنے رجوع بروزی یعنی دوبارہ دنیا میں بصورت غلام احمد قادیانی ہو کر آنے سے ایک حدیث میں بھی اعلام نہیں فرماتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رجوع بروزی مراد نہیں بلکہ رجوع بعینہٖ عیسیٰ علیہ السلام کا مراد ہے۔

سوال: بروز سے مراد یہ ہے کہ روح قادیانی روح عیسوی سے مستفیض ہوتی ہے۔

جواب: قادیانی اور اس کے اذناب کہیں بھی یہ مراد نہیں لیتے بلکہ وہ یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ روح محمدی ﷺ و روح عیسوی علیہ السلام دونوں مرزا کے اندر آرہی ہیں۔ کما مر مرارا۔

اور اگر مان بھی لیں کہ مرزا اس بروز سے یہ مراد لیتا ہے تو بھی یہ مراد نامراد ہے اور اس پر دعویٰ مثلیت کا خرط القتاد ہے کما لا یخفی۔

کیونکہ یہ استفاضہ تو مرزا قادیانی کے بغیر بہت سے لوگوں کو حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبر ''فتوحات'' میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم ہمارا پہلا شیخ ہے اور اس کے ہاتھ پر ہم نے توجہ کی اور ہمارے حال پر ان کی بڑی عنایت ہے۔ کما قال وھو شیخنا الاول رجعنا علی یدیہ ولہ بنا عنایۃ عظیمۃ لا یغفل عنا ساعۃ۔ اور ان کے ماسوا اور بھی عیسوی المشرب صوفیاء بہت گزرے ہیں اور اب موجود بھی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

اور نیز اس طرح کا فیض عیسیٰ بن مریم کا اس کے زندہ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ برتقدیر مرجانے عیسیٰ ابن مریم کے بھی قادیانی کو فیض پہنچ سکتا ہے پس آنحضرت ﷺ کا فرمانا ''وانہ راجع الیکم'' اگر بطریق بروز ہوتا تو ''ان عیسیٰ لم یمت'' بے ربط رہ جاتا تھا کیونکہ وہ بروز موت کی تقدیر پر بھی ہو سکتا ہے اور نیز ''وانہ راجع الیکم'' سے بروز فی القادیانی جب لیا جا سکتا ہے کہ قادیانی صاحب یہود کی قوم سے ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ یہود کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں

کہ ''وانہ راجع الیکم ''ای بارز فیکم جیسا کہ مولوی احمد حسن ہندوستانی نے ''راجع الیکم ''کا معنیٰ ''بارز فیکم ''لیا ہے شاید اس کو معلوم ہو چکا ہے کہ قادیانی یہود میں سے ہے اور یہ ''راجع الیکم ''کا معنیٰ ''بارز فیکم ''جب ہی صادق آسکتا ہے کہ یہود میں سے کسی شخص کو عیسوی بروز کا مالک قرار دیا جائے۔

چنانچہ ''لینزلن فیکم ابن مریم ''کا معنیٰ قادیانی کے نزدیک یہی ہے کہ تم مسلمانوں میں سے کسی ایک مسلمان میں عیسیٰ کا بروز ہوگا اور آج تک کسی نے چونکہ نزول ورجوع بروزی کا دعویٰ نہیں کیا تا کہ اس پر یہود ہونے کا الزام عائد ہو لہٰذا اس کا مدعی بھی مرزا ہے اور یہ الزام بھی اسی پر وارد ہے۔ پس آفتاب جہاں تاب سے بھی زیادہ روشن ہوگیا کہ مرزا ہرگز مہدی موعود و مسیح معہود نہیں ہے اور مہدی وعیسی سے مراد یہی دونوں الگ الگ بعینہ مراد ہیں نہ ان کا کوئی مثیل اور انہیں کہ بعینہ دنیا میں آنے پر اجماع ہے نہ انکے کسی مثیل پر۔ ورنہ رسول اللہ کی تعلیم اس مطلب میں ہے اس کو غلط کہنا ہوگا اور یہ امر منافی ہے انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا خصوصًا ایسے مہتم بالشان مسئلے میں جس کے ذریعہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت مرحومہ کو دھوکہ کھانے سے بچانا چاہتے ہیں بالکل منافی شان نبوت کے ہے کیونکہ بجائے ہدایت کے الٹا امت مرحومہ کو دھوکے میں ڈالنا ہوا کہ نزول قادیانی کی جگہ نزول عیسیٰ بن مریم فرما دیا حالانکہ پہلے لوگ ایلیا کے نزول بروزی سے دھوکہ کھا چکے تھے۔

ثم اقول: مرزا اور مرزائیوں کا بہت زور اسی پر ہے کہ ''لا مھدی الا عیسیٰ ابن مریم '' اور اسی سے بروز نکالتے ہیں کمامر۔ اسی واسطے اس مقام میں ذرا زیادہ تفصیل کی گئی اس حدیث کے متعلق میں نے رسالہ ''تیغ''، صفحہ 100 میں بھی مفید بحث کی ہے جہاں کی زبان پر ''لا مھدی الا عیسیٰ ''بہت ہے مگر سوائے تحقیق ماسبق کے اور جوابات بھی ہیں۔

اول: تو یہ کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے دوسرا یہ کہ محتمل التاویل ہے بعد صحت اخبار مہدی

کے یقیناً مؤول ہے کیونکہ دونوں باہم متغایر ہیں بہ سبب تغایر اوصاف کے تو معنی حقیقی یعنی نفی وجود امام مہدی کی متعذر ہے اور ایسے وقت مجاز متعین ہوگا۔ پس بعض تاویل کرنے والوں نے مہدی کو معنی منسوب الی المہد پر محمول کیا ہے اور یہ حصر بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے ہے اور بعض علماء نے مہدی سے مہدی لغوی مراد لیا ہے چونکہ مطلق مہدی کا ذکر ہے لہذا اس سے مراد فرد کامل ہوگا اور مہدی ہونے میں فرد کامل نبی اور پیغمبر ہوتا ہے لہذا یہ معنی ہوا کہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہدایت دینے کا فرد کامل عیسیٰ علیہ السلام ہوگا کیونکہ بقرب قیامت کے شریروں اور گمراہوں کو ہدایت فرمائیں گے۔ ایضاً حدیث ''لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم'' کو علامہ زرقانی نے مردود ٹھہرایا ہے۔

دوم: یہ کہ اس کو ابن ماجہ نے بھی اخراج کیا ہے حالانکہ خود ابن ماجہ ابو امامہ کی حدیث میں تصریح فرما رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت بیت المقدس میں ایک رجل صالح نماز کی جماعت کرا رہا ہوگا کہ اتنے میں عیسیٰ کا نزول ہوگا اور وہ امام پچھلے پاؤں ہٹتے جائیگا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھیں۔ اور یہی مضمون بخاری کی حدیث کا ہے جو بروایت ابو ہریرہ مذکور ہے۔

اور بعض زعمی مولویوں نے بروز کے مسئلہ کو اس آیت سے نکالا ہے:

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ () عَلَى أَنْ نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ (الواقعہ: ٦٠، ٦١)

ترجمہ: ہم نے تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس (بات) سے عاجز نہیں کہ تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے آئیں اور تم کو ایسے جہان میں جس کو تم نہیں جانتے پیدا کر دیں۔

مگر صوفی شیخ محمد اکرم قدوسی صاحب ''اقتباس الانوار'' فرماتے ہیں کہ:

اس کو مسئلہ بروز سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آیت میں انتقال روح دوسرے بدن میں عمر دنیا میں

ثابت نہیں ہوتا خواہ امثال کو جمع مثل نصیحتیں دونوں پر فتح کے ساتھ مقرر کی جائے یا جمع مثل بمعنی مثیل کے برتقدیر اول آیت کا مفاد تغیر اوصاف ہوگا۔ یعنی طفولیت اور شباب اور کہولت اور شیخوخت اور برتقدیر ثانی یا تو تبدل اشکال دنیویہ واخرویہ پر دلالت کرے گی یا تبدل اشخاص دنیویہ واخرویہ پر جو متخانقہ الروح والجسم ہوں گے اور یا تغیر اشخاص دنیویہ علی سبیل المسخ پر علی ما قال الحسن ای نجعلکم قردۃ وخنازیر۔

پہلی صورت تو ظاہر ہے کہ روح کا انتقال نہیں صرف اوصاف طفولیت وغیرہ کا تغیر ہے۔

دوسری صورت میں منتقل الجسم حشری ہے اور مرزا نے تو اس وقت جبکہ دعوی کیا تو دنیا ہی میں تھا۔ اور تیسری صورت میں آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ (تم کو دوسرے جہاں میں لے جائیں اور تمھاری جگہ یہاں اور خلقت بسائیں) تو اس صورت میں مماثلت بمعنی الدخول تحت النوع الواحد ہوئی اور امثال بایں معنی مسلم بین الفریقین ہیں نہ ہم کو مضر نہ مرزا کو مفید، کیونکہ اہل اصطلاح بروزکموں اس کو بروز نہیں کہتے۔

چوتھی صورت سو اس کو علاوہ مخالفت اہل اصطلاح کے مرزا اور مرزائی بھی ناگوار سمجھیں گے اور نیز تبدیل امثال آیت سے صرف تحت قدرت اور مقدور ہونا ثابت ہوتا ہے نہ وقوع اس کا۔ حجۃ اللہ البالغہ۔

قولہ: امام مہدی ظاہر ہونے کے بعد چاروں مذہب قائم رہیں گے یا نہیں اور ان کا خاص کوئی مذہب وطریقہ ہوگا یا نہیں؟ ''ہدایۃ المھتدی'' کے اس صفحے 26، 27 کا خلاصہ ملاجی نے یہ بیان کیا ہے کہ

۱۔۔۔چاروں مذہب کا انتظام زمانہ مہدی تک رہے گا

۲۔۔۔اور اپنے زمانہ میں مہدی خود مجتہد مطلق ہوگا

۳۔۔۔وہ کسی مذہب کی تقلید نہ کریں گے

۴۔۔۔اور دنیا میں انہی کا مذہب جاری ہوگا

۵۔۔۔ایسا فیصلہ کریں گے کہ اگر رسول اللہ دنیا میں موجود ہوتے تو آنحضرت بھی ایسا ہی فیصلہ فرماتے

۶۔۔۔اور مذاہب متداولہ کے اغلاط ومسائل ضعیفہ کی اصلاح فرمائیں گے

۷۔۔۔مذہب مہدی کے بارے میں ایک مستقل رسالہ شیخ علی قاری رحمتہ اللہ تعالی علیہ کا ہے جو مجددین میں معدود ہیں ۔جس کا نام مشرب وادی فی مذہب المہدی ہے ۔

۸۔۔۔اورسوائے اس کے فتوحات مکیہ الیواقیت والجواہر ،حجج الکرامہ وفتاویٰ شامیہ وغیرہ وغیرہ میں اس کا ذکر ہے فلیراجع۔

الجواب: ان آٹھ باتوں کا جواب دیتا ہوں

۱۔۔۔درست ہے مگر اس مہدی کاذب یعنی مرزا نے تو انتظام مذاہب کو روک نہ سکا۔

۲۔۔۔مہدی راست کے بارے میں یہ بھی درست ہے مگر مرزا پر بالکل درست نہیں کیونکہ وہ موت تک شرح وقایہ،ھدایہ،کنزالدقائق ،درمختار،شامی اور عالمگیری وغیرہ کتب فقہ پر مسائل اجتہادیں عمل کرتا رہا ہے۔

۳۔۔۔مہدی صادق کسی کا مقلد نہ ہوگا مگر مہدی کاذب جوکہ مرزا ہے کل ائمہ بلکہ علمائے اسلام کا مقلد رہا تو ذرا ذرا بات میں تقلید کا دم بھر کے نقل کرتا رہا ہے۔

۴۔۔۔ساری دنیا کیا بلکہ دنیا کے کروڑ حصہ کے ایک حصہ میں بھی مرزا کا مذہب جاری نہ ہوا۔

۵۔۔۔جتنے فیصلے مرزا کے ہیں جبکہ کتب فقہ وتفاسیر واحادیث سے مخالف ہوئے تو رسول اللہ سے تو خود ہی مخالف ہوئے مرزا نے قرآن وحدیث اور کل ائمہ مذاہب کے خلاف راہ

نکالی ہے رسول اللہ کی احادیث کے معنی مراد کو سمجھ کر تاویلات شروع کرتا ہے پس وہ موافق شرع محمدی کے کیسے ہوسکتا ہے؟

۶۔۔۔۔مذاہب کی غلطیاں نکالنے کا ادراک اور علم کہاں تھا؟ مسئلہ مہدی موعود مسیح معہود ہونے کے سوا اس نے بہت کم قلم اٹھائی ہے اور پھر جس جگہ کچھ لکھا ہے اس پر طالب العلم کافیہ خواں بھی ہنس رہے ہیں۔ چنانچہ تفسیر القرآن جو اس نے لکھی ہے اس کے اغلاط اور مرزا کی لغزشیں اور جہالتیں اس میں جو جو ہوئی ہیں آخر میں عرض کروں گا۔

۷۔۔۔۔اور شیخ علی قاری کا نام تو شاید آپ نے غلطی سے لے لیا ہے ورنہ اگر اس کو مانتے ہو تو وہ تمہارے سارے مذہب کو جڑ سے اکھیڑتا ہے۔ مشکوۃ کی شرح مرقاۃ میں انہوں نے حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ:

اترے گا عیسیٰ ابن مریم زمین کی طرف اور ٹھہرے گا 45 برس پھر فوت ہوگا اور دفن ہوگا میرے قبرستان میں۔۔۔۔الخ

اور فتوحات مکیہ کی عبارتیں بکرات مرات گزر چکی ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ جانے اور قیامت تک وہاں رہنے اور اتر کر دجال کو قتل کرنے وغیرہ وغیرہ کے سب سے زیادہ قائل ومعتقد اور مدعی ہیں اور ایسا ہی ''الیواقیت والجواہر'' میں مذکور ہے اور ''حجج الکرامہ'' میں بھی عیسیٰ ابن مریم کی موت کے قائل کو ذلیل اور شرمندہ کیا ہے۔ دیکھو اس کا صفحہ 442 کے عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے۔ چالیس سال قیام کریں گے اور میری سنت پر عمل کریں گے۔ پہلے بھی یہ حدیث گزر چکی ہے اور علامہ شامی نے بھی حاشیہ ''درمختار'' میں اول جلد کی ابتدا میں امام اعظم رحمتہ اللہ تعالی علیہ کے مناقب میں ذکر عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی صاحب کا کیا ہے اس سے صاف بلا غبار ظاہر ہے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ اور مہدی کے بارے میں سب مسلمانوں کی طرح قائل اور معتقد ہیں۔ البتہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ

امام مہدی چونکہ مجتہد مطلق ہوگا اور قرآن وحدیث کا حافظ ہوگا لہذا وہ کسی دوسرے مجتہد کی تقلید نہ کرے گا۔نفی وجود عیسیٰ یا مہدی یا ان کے کسی مثیل کا ہندی ہو یا پنجابی ہو شریف ہو یا رذیل ہو ذکر تک نہیں ہے۔الحمدللہ کہ جن کتابوں سے مرزائی لوگ اپنی جاہلانہ بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اسی سے امر حق کو ہم دکھا دیتے ہیں۔

قولہ: صفحہ 28 میں ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اہل حدیث کے پاسدار ہیں اہلسنت وجماعت کی رسالہ تاویل الاحادیث میں مذمت فرماتے ہیں۔

جواب: اس سے ملاجی قادیانی کا یہ مقصود ہے کہ کل روئے زمین کے مسلمان آج کل کے اہل سنت وجماعت نہیں بلکہ فقط اہل سنت وجماعت ہم ہی مرزائی لوگ ہیں۔

ہم اسی شاہ ولی اللہ صاحب سے حیات عیسیٰ بن مریم ثابت کرے دیتے ہیں۔شاہ صاحب ترجمۃ القرآن میں ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي'' کا معنی (ہرگاہ برداشتی مرا) لکھتے ہیں اور (میراندی مرا) نہیں لکھتے۔دیکھو خود اس سے عیسیٰ بن مریم کا مرفوع علی السماء ہونا ثابت ہو گیا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے رسالہ ''فوز الکبیر'' میں رفع عیسیٰ سے مراد رفع روحانی نہیں بلکہ جسدی رفع ہے۔

قولہ:تنبیہ: بعض دھوکہ باز مولوی۔۔۔الخ صفحہ-27 سے صفحہ-29 تک کوئی مفید مطلب مرزا اور مضر مقصود ہمارے کے، بات نہیں بلکہ بے کار ایک اجنبی بات کو جو فی الواقع بے عقلی سے ملاجی نے لکھ ماری ہے محض ورقوں کی تعداد کو زیادہ کر کے رسالہ کا حجم بڑھا دیا ہے۔

قولہ: اب اصلی اہل سنت وجماعت کون لوگ ہیں اس کا بیان سنیئے ''قوت القلوب'' سے وکان سہل رحمتہ اللہ یقول السنة ما کان علیہ النبی ﷺ واصحابہ۔

اور حضرت سہل فرماتے تھے کہ سنت وہ ہے جس پر نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ ہیں۔

الجواب: الحمدللہ کہ ہم ہی ہر چہار مذہب کے مسلمان رسول اللہ اور اصحاب کے طریقہ پر ہیں نہ

مرزا اور نہ مرزائی لوگ کیونکہ ان کے اقوال وافعال واعتقاد سراسر کفریات اور خلاف شرع ہیں محض نماز روزہ تلاوت قرآن وغیرہ ظاہری امور سے ایمان باقی نہیں رہتا جب تک کہ اعتقاد موافق شرع کے نہ ہو اور ہم نے ''قوت القلوب'' سے نزول عیسیٰ بعینہٖ وغیرہ سب نقل کر دیا ہے اس کو دیکھو۔

قولہ: صفحہ-29 پس یہی فرقہ ناجیہ اہل وسنت وجماعت اصلی ہیں۔

الجواب: یعنی مرزائی لوگ ہی فرقہ ناجیہ دوزخ سے نجات پانے والے ہیں اور باقی سوائے مرزائیوں کے سب ناری دوزخی بدعتی ہیں یہاں تک کہ ملا عبدالواحد کے استاد وماں باپ، دادا دادی، پردادا، پردادی نانا نانی، پرنانا اور نانی وغیرہ کل کے کل اوپر کے دوزخی ہیں۔ نعوذ باللہ منہ ایسا نالائق بیٹا کہ مسئلے کی ہار جیت میں اپنے مردگان کو ملعون اور ناری و دوزخی کہہ دے۔

قولہ: امام مہدی کا علم شریعت وعرفان من قبیل قولہ تعالیٰ ''وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا'' بوساطت واقتباس ''انوار مشکوٰۃ'' نبوت کبریٰ سرور عالم ﷺ حاصل ہونا تھا اور بفضلہٖ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ (**صفحہ۔30**)

الجواب: رسالہ تیغ میں ہم نے مفصل لکھ دیا ہے کہ مرزا نے قرآن کو ناقص کہا اور انبیاء علیہم السلام کو برا کہا اور خود رسول اللہ ﷺ کو غلط گو کہا اور ان کی پیشن گوئیوں کو غلط کہا اور معنی مراد حضرت کا جان کر اس میں تاویلات کرتا رہا وغیرہ وغیرہ معایب وکفریات مرزا کے آیت ''وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا'' کے بالکل مختلف ہے۔

ببین تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

راہ کا تفاوت یعنی فرق دیکھ کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔

قولہ: یہ جو مشہور ہے کہ زمان مہدی میں بجز دین واسلام کے اور کوئی دین دنیا میں باقی نہیں رہے گا یعنی دنیا میں فقط مسلمان ہی رہیں گے اور کوئی کافر یہود ونصاریٰ میں سے باقی نہیں رہے

گا۔ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ کما مر (صفحہ۔30)

الجواب: بیان اس کا مفصل سابق اس سے ہو چکا ہے۔ اور مخالف کی جہالت کا پردہ اٹھایا گیا ہے۔ فلیراجع ثمہ۔

قولہ: مگر بعض روایات سے جو پایا جاتا ہے کہ امام مہدی لوگوں کو مال دیں گے تو اس مال سے مراد دنیوی مال نہیں بلکہ خزینہ علوم دین ومعارف وحقائق مراد ہے اور یہ امر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت سے بھی مؤید ہے ''حجج الکرامہ'' میں ہے:

علی مرتضی گفت رحمت خدا باد بر بلدۂ طالقان کہ آنجا خدارا خزائن است اما نہ از زر و سیم بلکہ مرد خان اند کہ خدارا شناختہ اند حق معرفت او و ایشان انصار مہدی باشند۔ انتہی (اخرجہ ابو نعیم)

ترجمہ: علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شہر طالقان پر اللہ کی رحمت ہو کہ وہاں پر اللہ کے خزانے ہیں لیکن سونے اور چاندی کے خزانے نہیں بلکہ مردِ خاص ہیں جنہوں نے اللہ کو کما حقہ پہچانا اور وہ مہدی کے مددگار ہونگے۔

اس روایت میں جو لفظ طالقاں واقع ہے ممکن ہے کہ قادیان سے بگڑا ہوا ہو۔

الجواب: مال سے مراد دنیوی ہی ہے کہ کیوں کہ کل زمین پر زراعت ہوگی کوئی زکوۃ لینے والا نہ ملے گا دیکھو رسالہ'' تیغ'' کو اور خزانہ دین وحقائق ومعارف وہ ہیں جو موافق قرآن وحدیث واجماع کے ہوں اور مرزا جو معارف وحقائق دیتا ہے اور لوگ اس کو رد کرتے ہیں وہ صاف ظاہر شریعت محمدی صلی اللہ وسلم سے مخالف ہے۔ لہذا وہ علوم ومعارف نہیں بلکہ وہ اباطیل اور خرافات و تحریفات و واہیات وکفریات و بدعات سیات ہیں۔ تو لہٰذا مرزا نہ تو مہدی حق ہے اور نہ اس کے علوم دین ہیں۔ اور حجج الکرامہ اور ابو نعیم کی مراد کو دیکھو جو پہلے اس سے مذکور ہے کہ وہ بالکل تمہارے مخالف ہے اور یہ قول تمہارا کے طالقان ممکن ہے کہ قادیان سے بگڑا ہو۔ تم مدعی ہو تو تم کو دلیل لانی

ضرور ہے۔ احتمال اور نفس امکان کافی نہ ہوگا۔ خانہ ساز باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ قادیان اب چارسو سال سے آباد ہے اور حضرت علی کی خبر دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بلدۂ طالقان موجود تھا۔ چنانچہ بطور اخبار حالیہ کے کہہ رہے ہیں اور جبکہ مرزا کے الہام کے مطابق لفظ قادیان قرآن شریف میں موجود ہے تو اس کو بلدۂ طالقان یا اس کو کدعہ سے نکالنے کی کونسی ضرورت ہے؟ ع

ولن یصلح العطار ما افسده الدھر

ترجمہ: عطار اس کو درست نہیں کرسکتا جس کو زمانے نے خراب کردیا ہو۔

قولہ: کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نہ اپنے واسطے مالِ دنیا کو پسند فرمایا ہے اور نہ امت کے لئے بلکہ فرمایا ''مَا الفَقرَاءُ خَشِیَ عَلَیکُم ''۔فقر کا مجھے تم پر ڈر نہیں۔

دفعتاً اس قدر مال دنیا کے لوگوں کو دینا کہ سب تونگر ہوجائیں کوئی محتاج باقی نہ رہے یہ تو عادت الٰہی وحکمت باری عزاسمہ کے مخالف ہے۔ (صفحہ 31)

الجواب: رسول اللہ ﷺ نے بیشک دنیا کو پسند نہیں فرمایا ہم بھی مانتے ہیں مگر دنیا نام ہے غفلت اور حجاب عن ذکر اللہ کا۔ مثنوی میں ہے۔ شعر

چیست دنیا از خدا غافل بدن

نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

ترجمہ: دنیا کیا ہے خدا سے غافل ہونا دنیا ہے، ساز وسامان چاندی سونا اور فرزند وزن دنیا نہیں ہے۔

روپیہ ومال ومتاع کی ایسی کثرت کہ کوئی محتاج نہ رہے یہ دنیا نہیں۔ دنیا جب ہے کہ غفلت اللہ کے ذکر سے ہوجائے۔ روپیہ پیسہ پاس ہو یا نہ ہو اگر دنیا نام جمع کرنے حلال مال کا ہوتا ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام وحضرت سلطان سکندر علیہ السلام حضرت عثمان غنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ صحابہ مالدار بڑے دنیادار کہلائیں گے حالانکہ ایسے لوگوں کی شان میں یہ لفظ

استعمال کرنا ان حضرات کی بدگوئی ہے۔ کما لا یخفی

حضرت ﷺ نے بارہا بکثرت دراہم اور بکریاں اور غلہ جات اللہ تعالی کی راہ میں تقسیم کی ہیں۔کمافی البخاری وغیرہ اور یہ عادت الٰہیہ نہیں کیونکہ اس کے لیے کوئی تبدیل نہیں۔

"وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا "(احزاب: ۶۲)

بلکہ یہ امتداد اً حکم الی انتہا العلۃ وزوال الحکم بزوال العلۃ ہے۔

قولہ: امام مہدی علیہ السلام نے لوگوں کو ہزاروں روپیہ انعام دینے کے اشتہارات کثیرہ دیے ہیں مگر کسی نے ان انعامات کو حاصل کرنا قبول نہ کیا۔

الجواب: کاذب نے برائے نام اشتہار تو دیا مگر جب دیکھا کہ چاروں طرف سے جوابات موافق کتاب اللہ و کتاب الرسول کے آرہے ہیں تو خود ہی فرار کر گیا جیسا کہ ہر کس و ناکس کو معلوم ہے اور وہ بے چارہ دریوزہ گر گدا اگر سائل کسی کو کیا روپیہ دیتا وہ تو خود طرح طرح کے حیلوں سے روپیہ جمع کرتا رہا۔تو چنانچہ ایک مطرب اللہ دیا سے حرام مال کی درخواست کی مگر اس کا شکار خالی گیا۔منارہ بنانے کے لیے صدہا روپیہ لیا۔اور اس کی عین حیات میں مدارس وغیرہ سے لوگ ماہوار روپیہ اس کی معاش کے لئے روانہ کرتے رہے۔(دیکھو رسالہ تبلیغ صفحہ 52 کو) وہ عبارت یہ ہے۔

مالی فتوحات آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا جس کو شک ہو ڈاکخانہ کی کتابیں (دیکھو مخلصًا صفحہ-28، ضمیمہ انجام آتھم) حاجی سیٹھ عبدالرحمن اللہ رکھا تاجر مدارس نے کئی ہزار روپیہ دیے۔(صفحہ-28 ضمیمہ انجام آتھم)

شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار سے زیادہ دے چکے ہیں۔منشی رستم علی کورٹ انسپکٹر گورداسپور بیس روپیہ ماہوار دیتے ہیں۔حیدرآباد کا مولوی سید مروان علی،مولوی سید ظہور علی،مولوی عبدالمجید دس دس روپیہ اپنی تنخواہ سے دیتے ہیں۔خلیفہ نورالدین صاحب پانچ سو روپیہ دے چکے

ہیں۔(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 2928)

قولہ: حالانکہ علامات مہدی آخر زمان جن روایات حدیث سے ثابت ہے اخبار احاد سے فوق نہیں جومفید علم یقینی کے نہیں ہے۔(صفحہ 33 ہدایۃ المہتدی)

الجواب: مجموعہ مل کر متواتر ۃ المعنی ہوگئی ہیں اور علم یقینی کو مفید ہیں۔

''الامن اضلہ الشیطان کمامر مرارا''۔مگر جس کو شیطان نے گمراہ کر دیا جیسا کہ بار بار گزرا۔

اور امام مہدی صاحب کو لوگ خود بخود شناخت کرلیں گے۔

قولہ: اگر ایسا ہوتا تو ایمان بالغیب باقی نہ رہتا۔

الجواب: یعنی جن جن رسولوں نے خود اپنے آپ کو بدعویٰ نبوت ظاہر کیا ہے اور لوگوں نے ان کو نشان و معجزات سے پہچانا ہے ان کی نسبت ایمان بالغیب باقی نہ رہا۔واہ واہ جہالت۔

قولہ: پس معلوم ہوا کہ مہدی صادق کا خود دعوی نہ کرنا اور فقط نشانات دیکھ کر لوگوں کا ان کو پہچان لینے کا قول محض بے دلیل و سراسر باطل ہے۔

ومن یدعی خلاف فعلیہ البیان بالبرھان۔جو اس کے خلاف دعویٰ کرے تو برھان سے بیان کرنا اس کے ذمے ہے۔(صفحہ 34)

الجواب: قرآن شریف و تفاسیر و کتب سیر و تصوف و تواریخ و فقہ و اجماع امت سے فوق اور کیا برھان ہوگی؟ مگر ہدایت اللہ تعالی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

قولہ:

در سنہ غاشی ہجری دو قران خواہد بود
از پئی مہدی و دجال کہ نشان خواہد بود

الجواب: مہدی اور دجال سے مراد مرزا قادیانی کی دو قومیں یہود و نصاریٰ کی ہیں اور یہ زمانہ دراز سے موجود ہیں۔کیا وجہ کہ اجتماع کسوف و خسوف 1311ھ میں ہوا۔حالانکہ یہ محض مرزائیوں کا دعویٰ ہے ورنہ اب تک واقع نہیں ہوا۔چنانچہ پنجاب وغیرہ املاک کے لوگ بخوبی جانتے ہیں۔

قولہ: مرزا غلام احمد صاحب تخمیناً 1251ھ میں یا تھوڑا آگے پیچھے تولد فرمائے تھے اور 1326ھ مطابق 1908ء کے وفات فرمائے ہیں چنانچہ 1326ء کے لیے لفظ مغفور مادہ تاریخ وفات ہے۔

الجواب: اگر تاریخ کے مادہ پر امام مہدی دجال کی شناخت موقوف ہے تو میں ایسے مادے تاریخ ولادت مرزا و جوانی و وفات مرزا نکال دیتا ہوں کہ اس کے لحاظ سے مرزا ظالم اور فتنہ گر اور کاذب ہو جائے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی سے بالکل مطابقت ہے اس نے بھی مہدی معہود و مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا اور آخر کو کاذب نکلا۔ مہدی سوڈانی 1259ھ مطابق 1842ء۔ اور انکی مہدویت کے اعلان کا خلاصہ یہ تھا کہ میں وہ مہدی موعود ہو جس کا تمہیں دس گزشتہ صدیوں سے انتظار تھا اور تم کو سچی شریعت پر چلاؤں گا وغیرہ وغیرہ۔ اور اس نے اپنا نام محمد احمد رکھا جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔ بہرحال وہ بھی تمام قرائن کی رو سے کاذب تھا مگر پھر بھی ایک نہایت وجہ کا محتاط عالم تھا جس کی علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اس وقت اس کے پاس بقدر تین لاکھ جان نثار خدا کے واسطے لڑنے کو موجود تھے۔

حروف ابجد کے حساب سے دیکھئے:

مرزا کی پیدائش 1259ھ ہے سیپارہ "واعلموا" میں پروردگار نے گویا کہ اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

"أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا" یعنی آگاہ ہو جاؤ وہ فتنے میں گرے۔ اور یہی تاریخ محمد احمد سوڈانی مہدی کاذب کی بھی ہے اور مرزا کتاب "آئینہ کمالات" میں لکھتا ہے کہ:

عدد 1275 کا جو آیت "وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ" سے نکلتا ہے اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے۔۔۔الخ بلفظہ۔

یعنی 1275 کو مرزا جوان ہوا اور یہی شباب 1275 ظلم ہے جس کے اعداد 1275 ہوتے ہیں

اس سے مرزا جوان ظالم ثابت ہوا۔اس سے جب پندرہ سال بلوغت کے نکالے جائیں تو وہ 1259 رہتے ہیں جوکہ ''أَلاَ فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا'' کے اعداد ہیں ایک برس کسر میں گیا۔اور مہدی سوڈانی کی تاریخ 1882ء ہے اور یہی تاریخ مرزا کے مہدی اور مسیح کے مثیل ہونے کی ہے جیسا کہ اس نے خود ''براہین احمدیہ'' صفحہ اول حصہ سوم پر لکھا ہے۔اور مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ میرے نام کے اعداد پورے 1300 ہیں اسی واسطے میں مجدد اور مسیح موعود ہوں یعنی میں تیرہویں صدی پر ہوا ہوں ہو اور مرزا اس کو بڑی قوی دلیل جانتا ہے۔

اب میں چند لوگوں کے نام کے اعداد 1300 پورے کرے دیتا ہوں جن کو مرزا اور ہم کوئی مہدی یا مسیح نہیں کہتے بلکہ مرزا ان کو سخت گالیاں دیتا ہے۔سنیے:

ا۔۔۔مہدی کاذب محمد احمد برم (عاجز) سوڈانی 1300

۲۔۔۔مرزا امام الدین ابواوتارلال بیگیاں قادیانی۔اس کے نام کے بھی تقریباً 1300 ہیں۔اور مرزا کا فاضل حواری نورالدین موجود ہے یعنی

۳۔۔۔مولوی حکیم نورالدین مستہام (حیران) بھیروی۔علیٰ ہذا القیاس۔اور جس قدر نام چاہوں تیرہ سو کے عدد والے نکالتا جاؤں لیکن اس سے کسی کا مجدد یا مسیح یا اس کا مثیل ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔

اقول: سب سے لطیف تر قرآنی معجزہ ہے جوکہ قادیانی پر خوب لگتا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے ''تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ'' شیطان اترتے ہیں ہر بڑے بہتان کرنے والے گناہگار پر۔ اس آیت کریمہ کے اعداد بھی پورے 1300 ہیں اور بلاشبہ مرزا پر شیطان اترتے ہیں اور انہیں کے وسوسوں کو مرزا وحی جانتا تھا۔

قولہ: مرزا صاحب امی محض جو مصداق اس مصرع مشہور کا ہے: ع

کہ امی قلم رابگرد بدست

ایسے تو نہ تھے اوائل عمر میں بعض بعض اساتذہ کے نزدیک کسی قدر مختصر تعلیم پائے ہوئے تھے مگر علوم وحکم وشرائع وادیان وحقائق ومعارف میں کوئی ان کا استاد نہ تھا (صفحہ 36)

الجواب: اوائل عمر میں جو بعض استادوں سے پڑھا ہے وہ کیا سوائے علوم وحکم وادیان کے کوئی ناٹک اور مسمریزم اور شعبدہ بازی اور مکاری تھی ضرور یہی تھی جیسا کہ اس کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے تو آیت کریمہ:

''وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ ''۔(نبی اسرائیل: ۷۲)

جو اس دنیا میں اندھا تھا پس وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔

ان لوگوں پر چسپاں ہوتا ہے۔(صفحہ۔137)

الجواب: یہ آیت کفار نابکار کے بارے میں تھی اس کو اہل سنت و جماعت پر لگا دیا۔اور اسی صفحہ میں مسلمانوں کو ابوجہل کافر سے مشابہت دی ہے۔

قولہ: مما ینجر الی الطوالہ۔

الجواب: ''الی الطوالہ'' غلط ہے اور صحیح ''الی طوالہ'' ہے مضاف کو معرف باللام نہ ہونا چاہیے۔

قولہ: ضمیرم نہ زن بلکہ آتش زنست کہ مریم صفت بکروآبستن است۔ (صفحہ۔40)

مراد اس سے قادیانی کی ہے کہ مرزا جیسا کہ مسیح موعود کے نام سے موسوم ہوا ایسا ہی مریم کے نام سے بھی مسمی ہوا۔

الجواب: مولانا نظامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ گنجوی سکندرنامہ میں دل کو جس کو عربی میں قلب کہتے ہیں۔مریم صفت بتارہے ہیں اور قلب تو مؤنث سماعی ہے اس کو مریم صفت کہہ دینا بطور استعارہ

کے کوئی مستبعد نہیں مگر مرزا باوجود مذکر ہونے کے مریم صفت نہیں بلکہ مریم لقب ہوا۔ وبینھما بون بعید۔

قولہ: الغرض بعد مرتبہ مریمیت کے حضرت اقدس کو مرتبہ عیسوی و مسیحیت کا دیا گیا تھا گویا کہ مریم سے عیسٰی پیدا ہوئے تھے۔ بلکہ رموز واشارات سے قرآن کریم کے بھی اس کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

چنانچہ سورہ تحریم کے آخر میں ہے قولہ تعالی:

''وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ۔۔۔۔الخ''(التحریم:۱۱)

ترجمہ: اور مومنوں کے لئے (ایک) مثال (تو) فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی۔

قولہ تعالیٰ:

''وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ ()''(التحریم:۱۲)

ترجمہ: اور (دوسری) عمران کی بیٹی مریمؑ کی جنہوں نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اپنے پروردگار کے کلام اور اس کی کتابوں کو برحق سمجھتی تھیں اور فرمانبرداروں میں سے تھیں۔

اس آیت شریفہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ بعض افراد اس امت مرحومہ کے مریم صدیقہ سے مشابہت پیدا کریں گے۔ یعنی اسی سبب سے مرزا غلام احمد کو ابن مریم کہا جاتا ہے۔

الجواب:

اولاً: جب تک کہ حقیقت کا تعذر نہ ہو تب تک مجاز نہیں لیا جاتا حالانکہ تعذر حقیقت کے دلائل کا فساد ثابت ہو چکا ہے۔

ثانیاً: یہ کہ قطع نظر تعذر حقیقت سے آیت کا مفاد تو صرف اتنا ہی فائدہ بخشتا ہے کہ وصف ایمان علاقہ مصححہ لاارادۃ القادیانی ابن مریم سے ہے یعنی لفظ مریم سے اگر قادیانی بعلاقۃ الایمان

مراد رکھا جائے تو یہ علاقہ اس ارادہ کی صلاحیت رکھتا ہے اور صرف صلاحیت بغیر اس کے وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن یا حدیث سے ثابت کیا جائے مفید نہیں۔ پس اگر انصاف سے کوئی دیکھے تو قرآن یا حدیث میں ایک جگہ بھی ''مریم'' یا ''اِمْرَأَةَ فِرْعَوْنَ'' سے مراد کوئی مومن نہیں خود مریم اور فرعون کی عورت ہی مراد ہے۔

ثالثاً: ابن مریم سے مراد ہونا قادیانی کا۔ چنانچہ ''شمس بازغہ'' کے صفحہ 93 پر امروہی نے لکھا ہے کہ ہر ایک مومن مثیل مریم ہے مومن کی اولاد ابن مریم ہوئی۔ اور یہ جب ہوسکتا ہے کہ پہلے مرزا کے والد صاحب غلام مرتضی صاحب لفظ مریم سے کسی استعمال سے پنجابی یا اور کسی زبان میں مراد لئے گئے ہوں اور وہ اس لفظ مریم سے کبھی پکارے گئے ہوں: وانی یکون له ذلك پس مرزا کا ابن مریم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر فقط علاقہ مصححہ وجود ایمان ہی لیا جائے تو مرزا کی خصوصیت کیا ہے ہر مومن کو ابن مریم کہنا درست ہے۔

قوله: ملخص کلام اس مقام میں یہ ہے کہ قولہ تعالیٰ ''يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ أُمُّ الْكِتَابِ ()'' اس سے استنباط کیا جاسکتا ہے کہ پیشگوئیوں میں جو من قبیل معجزات وکرامات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قدر تبدل وتغیر ممکن ہے نہ یہ کہ سر مو تجاوز ممکن نہیں جیسا کہ خیال کل عوام کالانعام اور اکثر خواص کالعوام کا ہے کیونکہ اس تقدیر غناء ذاتی میں باری تعالیٰ کے فتور راہ پاتا ہے۔

الجواب: اگر امکان تبدل مسلم ہی ہو تب اس واقعہ خاصہ میں کسی آیت یا حدیث قولی یا فعلی یا تقریری یا اجماع صحابہ یا مذہب مجتہد سے آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ وہ امکان جو تھا اب فعلیت اور وجود خارجی میں آگیا۔ کیونکہ مقامِ استدلال میں ہیں اور ظاہر ہے کہ مدعی اور مستدل کو لزوم چاہیے اس کو احتمال کافی نہیں ہوتا اور جب کہ کسی دلیل سے ثابت نہ کرسکو تو وہ ''یثبت'' ہی ثابت رہے گا اور غناء ذاتی میں نقصان جب ہو کہ غناء فعلی مستلزم ہو غناء ذاتی کو حالاں کہ یہ باطل ہے کیونکہ

غناء ذاتی جیسی کہ بصورت تبدل وتغیر موجود ہے ایسی ہی بصورت عدم تبدل وتغیر کے بھی موجود ہے پس باری تعالی کی غناء ذاتی میں فتور ہرگز راہ نہیں پاتا بلکہ وہم بھی فتور کا نہیں ہوتا پس تبدل و تغیر ممکن مگر علت بیان کرنی آپ کی باطل وعاطل ہے۔اور صفحہ 43و44،45،46 میں جو جواز خلف لکھا ہے وہ اگرچہ علماء میں مختلف فیہ ہے اور اس میں راجع ومرجوع کے قطع نظر ہونے سے مخالف کوکسی قسم کا فائدہ نہیں کیونکہ اگر یہ امر مسلم بھی ہوتو ایک دو چار باتوں میں نہ یہ کہ صدہا باتوں میں جوکہ علامات امام مہدی وخواص عیسٰی علیہ السلام وآیات دجال وغیرہ ہیں سب کے سب میں وعدہ خلافی ہوجائے اور ایسا ضروری مسئلہ کہ اتنی مخلوقات گمراہ ہوجائے اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اورکل صحابہ کرام وائمہ مجتہدین عظام کا اس تبدل وتغیر کا ذکر نہ کرنا ہی قرینہ قاطعہ یقینیہ جازمہ موجبہ للیقین والایمان ہے کہ اگرچہ خلف وتبدل وتغیر اس میں باعتبار نفس قدرت الٰہیہ کے ممکن ہے الاوقوع تبدل وتغیر کا ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔العدم استلزام الامکان الفعلیة کما لا یخفی۔

قولہ: صفحہ 47و48 میں جو کچھ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کی نسبت مرزا کی تکذیب اور پیشگوئی کے غلط ہونے میں پردہ پوشی کی ہے وہ سب خلاف واقع بیان کی ہیں۔

اقول: کل پنجاب اور ہندوستان میں معلوم ہے کہ مرزا اس میں صاف نہ مراد رہ گیا اور اگر کوئی پیشگوئی کسی شخص کی صادق بھی ہوجائے تو اس سے اس شخص کا امام مہدی یا مثیل عیسٰی ابن مریم ہونا تو ثابت نہیں ہوتا کیونکہ برہمنوں اور بت پرستوں اور کافروں کی پیشگوئیاں بھی کبھی صادق ہوجاتی ہیں۔

قولہ: اور''ہدایۃ المہتدی'' کے صفحہ 49و50 کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب اگرچہ سچا مہدی نہ بھی ہوتو بھی اس کو مان لینے میں کوئی نقصان نہیں کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی امر بھی خلاف حجج شرعیہ قویہ نہیں ہے، اہل سلسلہ نے جو بانی سلسلہ کو قبول کیا ہے سو یہی قرآن وحدیث کے دلائل قویہ سے قبول کیا ہے اگرچہ بدبختوں کی سمجھ میں نہ آئے۔پس اس تقدیر میں اگر بالفرض محال بانی سلسلہ واقعی مسیح

موعود ومہدی معہود نہ بھی ہوتو کیا نقصان ہوسکتا ہے؟۔۔۔۔(انتہی ملتقطا)

الجواب: اس سلسلہ کے خلاف شرع اقوال وافعال واعتقادیات اظہر من الشمس میں جس بانی سلسلہ کے ناجائز اقوال وافعال واعتقادیات ہیں وہی سلسلہ قبول کرنے والوں کے بھی ہیں جن کے سبب سے علمائے روئے زمین نے کفر کے فتوے دیے ہیں جن کا کچھ قدر ذکر اسی رسالہ میں اور میرے دوسرے رسالہ ''تیغ غلام گیلانی'' میں موجود ہے۔پس ایسے شخص کو مہدی معہود یا مسیح موعود جاننا کفر ہے کیونکہ قرآن وحدیث وتفسیر وفقہ وکل علوم دینیہ جس شخص کو دائرہ اسلام کے اندر نہیں چھوڑتے اور کم ازکم علانیہ فسق جس کا ظاہر ہواس کو مسیح موعود اور مہدی معہود کہنا قرآن وحدیث کو کاذب کہنا ہے خبردار ہوائے مسلمانو یہ کیسی دھوکے کی بات بنگالی قادیانی نے لکھی ہے (نعوذ باللہ من غضب الرب)

قولہ: ازمنہ ماضیہ میں بعض بعض علماء نے بعض بعض حضرات کو مہدی قرار دیا ہے اور دوسرے علماء ان کے ساتھ متفق ہوئے مگر ان علماء مخالفین نے ان علماء سابق الذکر پر کوئی براحکم نہیں لگایا اور ان کو کسی طرح مطعون نہیں کیا چنانچہ امام جلال الدین سیوطی کی ''تاریخ الخلفاء'' میں ہے: وقال وهب بن منبه ان كان فی هذه الامة مهدی فهو عمر بن عبد العزیز رحمة الله تعالی علیه وایضا فیه وقال الحسن ان كان مهدی فعمر بن عبد العزیز۔۔۔۔الخ

الجواب: اگر مقصود قادیانی کا اس عبارت سے یہ ہے کہ جلال الدین سیوطی اور امام حسن کے قول میں مہدی سے مراد مہدی آخر زمان ہے تو مرزا غلام احمد کا دعوی کرنا کہ میں مہدی آخر زمان ہوں بالکل بیہودہ وغلط ہے اور اگر مراد اس سے یہ ہے کہ اس قدر صفات حمیدہ امام مہدی کے عمر بن عبدالعزیز میں موجود تھے کہ بوجہ مبالغہ کے اس کو مہدی کہا گیا جیسا کہ یہی فی الواقع کتاب کا مقصود بھی ہے تو اس کے لانے سے ہمارا کوئی نقصان اور قادیانی کا کوئی فائدہ نہیں فقط۔۔

اعلان: مولوی عبدالواحد باشندہ مقام برہمن بریہ ضلع پترہ ملک بنگال کے رسالہ ہدایۃ المہتدی کا رد ہم نے اللہ تعالی کے فضل و کرم سے اس طور پر لکھا ہے کہ جس کتاب سے اس نے اور اس کے پیر مرزا غلام احمد متوفی یا مولوی محمد حسن امروہی یا اور کسی قادیانی نے عیسٰی علیہ السلام کی موت پر دلیل لائے تھے ہم نے بھی اسی کتاب سے حیات عیسوی کو ثابت کر دکھایا۔ اگر ہم ایسی کتابوں کو حوالہ دیتے جو کہ ان لوگوں کے مذہب میں نہیں مانی جاتیں تو ان کو رد کرنے میں بھی اگرچہ بددیانتی اور بے ایمانی ہوتی مگر تاہم ایک قسم کا عذر ان کے ہاتھ میں ہوتا اب باوجود یہ کہ انہی کی مانی ہوئی کتابوں کو اور انہی کے پیشواؤں سے ہم نے حیات عیسٰی علیہ السلام ثابت کر دیا تو ان کو شرعاً، عرفاً، عقلاً کسی طرح سے رد کرنے کی گنجائش نہیں اور ہم نے یا اور کسی عالم سنی حنفی یا اور کسی سچے مذہب والے نے جو کہ قادیانیوں کو اپنی تصنیفات میں سخت الفاظ سے پکارا ہے سو یہ کوئی بری بات نہیں۔ کیونکہ قادیانیوں نے اور خود مرزا قادیانی نے علمائے دین دار کو سخت گالیاں دی ہیں اور وہ ایسے سخت الفاظ ہیں کہ ہم لوگوں کے الفاظ ان کا بدلہ بھی نہیں ہو سکتے۔ دیکھو رسالہ ''تیغ غلام گیلانی'' کو جو کہ ہم نے ان کی گالیوں کو نقل کیا ہے خاص کر حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو ایسی گالیاں دی ہیں جس سے قادیانی مرزا اسلام سے خارج ہو گئے۔

مرزا کے ساتھ صاحب لگانا کیسا:

یاد رہے کہ بعض مسلمان مولوی مرزائی مولویوں کو ادب کے لفظ سے بولتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب، مولوی صاحب، سو یہ گناہ ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ، وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ۔ **(شعب الایمان: جز،۶، رقم: ۴۵۴۴)**

جب کسی فاسق کی مدح اور صفت کی جاتی ہے تو اللہ تعالی کا عرش مجید کانپ اٹھتا ہے۔

پس مرزائیوں کو ادب کے لفظ سے یاد نہ کرنا چاہیے خود اسی رسالہ ہدایۃ المہتدی کو دیکھو کہ علمائے

اہلسنت و جماعت کو کیسے بے ادب لفظوں سے یاد کیا ہے:

صفحہ-6 دھوکے میں ڈالتے ہیں۔

صفحہ-8 فیج اعوج کے کتنے علماء۔

صفحہ-12 مخالفین سلسلۂ حقہ احمدیہ بھی خواہ مولوی ہوں یا نا مولوی ہوں دجال کے حصہ داروں میں سے ہیں۔ دیکھو اب کل روئے زمین کے علماء وصحابہ کرام وتابعین وغیرہ کو دجال کا حصہ دار یعنی دجال اور شیطان کہہ دیا۔

صفحہ-17 میں ہے احمدیوں سے مباحثہ کرنے کی جرأت اب دجال کے گروہ نہیں پاتے۔

صفحہ 27 بعض دھوکہ باز مخالف مولوی۔

صفحہ 33 بدبخت لوگ نشان کو نشان تسلیم نہیں کرتے۔

صفحہ 37 ابوجہل وامثال سے اس کے دریافت کیا جائے۔

صفحہ 38 دشمنان دین ومخالفان اسلام

صفحہ 39 سادہ لوح مخالف مولویوں سے

صفحہ 41 جن کو اللہ تعالی نے اندھا بنا رکھا ہے

صفحہ 42 سطر 3 میں نیک بدلہ علماء کو عام انبیاء کا منکر کہا ہے۔ اور انبیاء کا منکر کافر ہوتا ہے۔ پس برہمن بریہ کے خطیب کے گمان میں کل علماء کافر ہیں۔

تنبیہ: جو کوئی مرزا کے اعتقاد اور اس کے اقوال وافعال مذکورہ کو حق جانے وہ اسلام سے خارج ہے اس کی عورت کا نکاح اس سے ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی پہلی عبادت برباد ہو جاتی ہے اگر ظاہر ہو کر توبہ نہ کرے اور اس حالت میں مرے تو مثل اصلی کافروں ناری جہنمی ابدی ہے جب تک توبہ کر کے تجدید نکاح نہ کرے اور صالح ہو جائے تب تک مسلمانوں کو اس سے نفرت کرنا ضروری ہے قادیانی کی تعظیم کرنی حرام ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے وہ نماز دوبارہ

پڑھنا فرض ہے ان سے کوئی مسئلہ عمل کرنے کے لئے دریافت کرنا یا اس سے وعظ و مولود پڑھوانا یا ان سے فتوی لینا یا ان پر جنازہ کی نماز پڑھنا سخت گناہ ہے کیونکہ یہ سب باتیں مسلمان کی تابع ہیں جب کہ وہ ان کی مسلمانی ہی رخصت ہو چکی تو اب باقی کیا رہا۔ فقط مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے یہ چند باتیں لکھی گئیں۔

اللھم اغفرلہ ولجمیع المؤمنین

فقیر حقیر قاضی غلام گیلانی حنفی سنی نقشبندی

ملک پنجاب ضلع کیملپور اٹک علاقہ چھچھ موضع شمس آباد

تتمہ

(تتمہ از مولوی غلام محمد ربانی صاحب فاضل کامل جامع العلوم)

سوال: آیت ''وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ''۔ ''الرسل'' کا الف، لام استغراقی ہے، محیط ہے کل افراد رسول کی۔ صورت استدلال کی یہ ہے کہ محمد رسول ہے اور کل رسول محمد صاحب سے قبل گزر گئے۔ پس مسیح بھی گزر چکا یعنی مر چکا کیونکہ ''خلت'' بمعنی ماتحت ہے اور یہ شکل اول ہوئی۔

جواب: شکل اول کی شرط کبریٰ کلیہ نہیں کیونکہ یہی ''قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ'' مسیح کے حق میں بھی نازل ہوئی ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ''مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ'' پس اگر لفظ ''الرسل'' کے الف لام کو استغراقی لیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ مسیح ابن مریم رسول ہیں اور بے شک اس سے پہلے سارے رسول مر گئے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رسول ہیں اور عیسیٰ کے قبل نہیں مرے بلکہ صد ہا برس بعد ان کے فوت ہوئے کیونکہ مسیح سے سینکڑوں برس بعد کو پیدا ہوئے۔ پس معلوم ہوا کہ الف لام استغراقی ہرگز نہیں کیونکہ بعض افراد رسول کے اس کے تحت میں نہ آئے کہ وہ محمد صاحب ہیں۔ پس کبریٰ کلیہ نہ رہا بلکہ مہملہ فی قوۃ الجزئیہ ہوا۔ پس استدلال قادیانی وفات مسیح پر باطل ہوا بلکہ ''مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ'' تو خود حیات عیسیٰ کو ثابت کرتا ہے ورنہ لفظ ''مِنْ قَبْلِهِ'' لغو ہو جائے گا۔ پس مفاد دونوں آیتوں کا صرف اسی قدر ہے کہ موت منافی نبوت کے نہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح ابن مریم پر موت آئے گی اپنے وقت میں۔

سوال: سوائے حضرت عیسیٰ کے اور کوئی شخص بھی بدن خاکی کے ساتھ آسمان کی طرف گیا ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں گئے ہیں علامہ سیوطی نے ''شرح الصدور'' میں بروایت امام یافعی کے شیخ عمر بن

فارض مکی کا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے کہ شیخ عمر ایک ولی اللہ کے جنازہ پر آئے فرماتے ہیں کہ بعد نماز جنازہ ہو جانے کے اس قدر سبز نور آسمان سے اتر کر آئے کہ ان سے آسمان چھپ گیا پس ان میں سے ایک جانور بڑا نیچے آیا اور اس میت ولی اللہ کو ایسا نگل گیا جیسے جانور دانہ نگل جاتا ہے اور آسمان کی طرف اڑ گیا۔ شیخ عمر فرماتے ہیں کہ میں اس واقعہ سے متعجب ہوا لیکن اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آ گیا جو کہ وہ بھی اوپر سے اترا تھا اور نماز میں شریک ہوا تھا اس نے کہا کہ عمر اس پر تعجب نہ کر کیونکہ جن شہیدوں کی ارواح سبز جانوروں کے پوٹوں میں ہو کر جنت میں چگتی چرتی ہیں وہ تلوار کے شہید ہیں لیکن محبت کے شہیدوں کی روح کا حکم رکھتے ہیں۔ ''شرح الصدور'' صفحہ 173 شیخ سیوطی نے فرمایا کہ اسی کے مشابہ وہ قصہ ہے جس کو امام ابن ابی الدنیا نے ''ذکر موتیٰ'' میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص عابد لوگوں سے کنارہ کر کے پہاڑوں میں رہتا تھا بارش کے لیے لوگ اس سے دعا کراتے تھے اور بارش برستی تھی جب وہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کو غسل دینے لگے ناگہاں ایک تخت آسمان سے اترتا ہوا نظر آیا یہاں تک کہ اس بزرگ میت کے پاس آ گیا اور ایک شخص نے اس تخت کو کھڑے ہو کر پکڑا اور اس ولی میت کو اس پر رکھ دیا پس وہ تخت پھر آسمان کی طرف چلا گیا یہاں تک کہ لوگوں کی نظر سے غائب ہو گیا۔

عامر بن فہیرہ کا آسمان پر جانا:

علامہ سیوطی نے لکھا کہ اس کا مؤید وہ واقعہ ہے جس کو امام بیہقی اور ابو نعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں بروایت عروہ ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو بکر کا غلام عامر بن فہیرہ ''معونہ'' کے دن شہید ہوا اور عمرو بن امیۃ الغمری نے بچشم خود دیکھا کہ وہ اس وقت آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ چنانچہ یہی عجیب واقعہ ضحاک بن سفیان کلابی کے اسلام کا باعث ہوا اور اس نے عامر بن فہیرہ کا قتل ہو کر آسمان کی طرف اٹھ جانا اپنا چشم دید واقعہ اور اس پر اپنا اسلام لانا آنحضرت ﷺ کی طرف

لکھا۔اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عامر بن فہیرہ کے جسم کو ملائکہ نے چھپالیا اور اس کو علیین پر جا رکھا۔اور یہی قصہ ابن سعد اور حاکم وکبیر میں بطریق عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ایسا ہی روایت کیا اور عامر بن طفیل بھی بیان کرتا ہے کہ عامر بن فہیرہ کو آسمان کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔اور حبیب بن عدی کی نسبت احمد اور ابونعیم اور بیہقی نے بروایت عمرو بن امیۃ بن الغمری تخریج کی ہے۔

سوال: کسی صوفی کامل باخدا نے بھی وفات عیسٰی علیہ السلام کا قول کیا ہے یا نہیں؟

جواب: کسی نے نہیں کیا بلکہ جن صوفیوں اور بزرگوں کو خود مرزا مانتا تھا ان سب سے مسیح کا زندہ آسمان پر جانا اور بقرب قیامت آنا زمین پر ثابت ہے شیخ سیوطی محمد اکبر و شیخ اکبر و شیخ عبدالقادر جیلانی ومجدد الف ثانی وغیرہ سے مرزا جابجا سند لاتا ہے۔بعض حضرات سے جواب حقانی میں مصنف رحمہ اللہ تعالی نے نقل کر دیا اب کچھ میں بھی نقل کر دیتا ہوں۔مجدد الف ثانی امام ربانی نے دفتر سوم مکتوب 27 میں فرمایا کہ:

اور اشراط قیامت سے ہے یہ کہ حضرت مہدی ظاہر ہوں گے اور حضرت عیسٰی آسمان سے نازل ہوں گے۔

مرزا نے ''ازالہ'' جلد اول میں اہل لغت خصوصًا شیخ ابن عربی کی نسبت لکھا ہے (ان کا قول علمائے ظاہر کے اقوال پر راجح ہوتا ہے) دیکھو شیخ اکبر کے یہ اشعار۔ شعر

الا هو ختم الاولياء و رسول

وليس له فى العالمين عديل

خبردار رہو وہ عیسٰی علیہ السلام ختم الاولیاء ہے اور رسول ہے۔اور اس کے برابر جہاں میں اس وقت کوئی نہ ہوگا۔

یعنی عیسیٰ کے زمانہ میں اور بعد ان کے ان سے کوئی برابر نہ ہوگا عزت وحرمت میں۔

پس مرزا ہرگز مسیح موعود یا اس کا مثیل نہیں کیونکہ اس کی مثل اس کے زمانے میں بھی صدہا لوگ تھے اور بعد اس کے بھی اور ہونگے اس سے اچھے تھے اور اب بھی ہیں۔

”ھو الروح ابن الروح امه مریم۔ وھذا مقام ما علیه سبیل۔ وہ عیسٰی خود روح ہے اور روح کا بیٹا ہے اور اس کی ماں مریم ہے اور ایسا مقام ہے کہ اس پر کسی کو قابو نہیں ہے۔

کیسا صاف بیان کر دیا کہ وہ عیسٰی جو کہ روح اللہ ہے جو کہ بواسطہ روح القدس یعنی بنفخۂ جبرائیل علیہ السلام پیدا ہوا ہے اور بغیر باپ پیدا ہوا ہے، وہی نازل ہوگا اور اس کا کوئی ہم رنگ اور مثیل مرزا ہو یا غیر کوئی ہرگز ظاہر نہ ہوگا اگر کوئی اس کا مدعی ہوا تو وہ کاذب ہوگا: فینزل فینا مقسطا حکما بنا ومن کان حکما قبله فیزول۔

یعنی نازل ہوگا ابن مریم ہم میں عادل اور حاکم ہو کر اور اس سے پہلے جو حاکم ہوگا زائل ہو جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا محکوم تھے نہ حاکم۔

صحیح حدیث تمام جہاں کی مانی ہوئی میں وارد ہے کہ امام مہدی جب آئے گا: ۱۔۔۔حاکم ہوگا

۲۔۔۔عادل ہوگا

۳۔۔۔خنزیر کو قتل کرے گا

۴۔۔۔جزیہ لینا موقوف کر دے گا۔ ظاہر ہے جب کہ مرزا خود انگریزوں کا رعیت تھا تو حاکم نہ ہوا یہ صفت بھی گئی۔ عادل بھی نہ تھا، نہ مسائل دین میں، نہ اپنے معاملات میں اور لوگوں پر تو اس کو عدل کی قدرت بھی نہ تھی۔

تیسرا کام حضرت عیسی کا خنزیر کا قتل کرنا تھا اور مرزا کے وقت برابر سوروں اور خنزیروں کے گلے میں پٹے رہے اور اب بھی بکثرت موجود ہیں۔

چوتھا کام جزیہ کا موقوف کرنا تھا مرزا چونکہ خود رعیت تھا لہذا اس سے یہ بھی نہ ہوا۔

پانچواں کام مال کا دینا تھا مرزا خود طرح بطرح کے حیلوں سے لوگوں کے مال جمع کرتا

رہا۔

مرزا کے کلام میں ایسے تناقص ہیں کہ کسی مجنون کے کلام میں بھی نہ ہوں گے۔اس کا دعویٰ تھا کہ میں مہدی آخرزمان اور مسیح موعود ہوں جس کا لوگوں کو انتظار تھا۔میرے بعد قیامت ہو جائے گی۔مگر اپنی کتابوں میں یہ بھی لکھتا ہے جو کہ اصلی عبارت اس کی ہے۔ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔

(ازالہ اوہام صفحہ 98)

دوسری جگہ لکھا ہے ایک کیا بلکہ دس ہزار سے زیادہ مسیح ہوسکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہر جلال واقبال کے ساتھ ہی آئے اور ممکن ہے کہ اول دمشق میں ہی نازل ہو۔(دیکھو ازالہ اوہام صفحہ 294،295)

پھر دوسری جگہ لکھا اسی عاجز کی طرف سے بھی یہ دعوی نہیں کہ مسیحیت کا میرے وجود ہی پر خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتا ہے۔(ازالہ اوہام صفحہ 159)

پس مرزا کو تو خود بھی یقین نہ تھا وہ مسیح ہے اور دوسری صفت حضرت عیسیٰ کی یہ ہے کہ صلیب کو توڑے گا یعنی دین نصاریٰ کو مٹا کر اسلام جاری کرے گا۔مرزا نے بجائے اشاعت اسلام کے تمام مسلمانوں پر کفر کا حکم دے دیا اور دین نصاری کو اور بھی تائید دے دی خود ابن اللہ بنا چنانچہ وہ کہتا ہے مجھ کو اللہ نے فرمایا کہ ''انت منی بمنزلۃ اولادی''(حقیقۃ الوحی صفحہ،81)

یعنی اے مرزا تو ہمارے بیٹے کے جا بجا ہے۔اس الہام سے ثابت ہوا کہ خدا کا حقیقی بیٹا عیسیٰ ابن مریم ضرور تھا جس کا مثیل مرزا بن کر اس کے جا بجا ہوگیا۔اور مرزا نے مسیح کی الوہیت کو بھی ثابت کر دیا اس کی ''کتاب البریہ'' میں ہے کہ میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔اور مرزا نے مسئلہ کفارہ کی بھی تائید کردی نصاریٰ کا یہ اعتقاد ہے کہ

ہمارے گناہوں کے بدلہ اور اس کے کفارہ میں حضرت عیسٰی مسیح نے سولی کا عذاب جناب الٰہی سے قبول کیا ہے اب ہم کو پروردگار کسی گناہ کے سبب سے نہ پکڑے گا۔ تو مرزا بھی یہی کہتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کو یہود نے صلیب یعنی سولی پر لٹکایا اور عذاب دیا۔

پس جس نے عیسٰی کو صلیب پر مانا اس نے مسئلہ کفارہ کو مان لیا۔ اور تجسم خدا کا مسئلہ بھی مرزا نے ثابت کر دیا جو کہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ میں خدا داخل تھا سو مرزا نے بھی ''آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴، ۵۶۵ میں کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا۔ اور مرزا نے مسئلہ تثلیث کو بھی ثابت کر دیا جو کہ نصاریٰ کا دین ہے۔ اس نے ''توضیح المرام'' میں لکھا ہے کہ ہم دونوں کے روحانی قویٰ میں ایک خاص طور پر خاصیت رکھی گئی ہے جس کا سلسلہ ایک نیچے کو اور ایک اوپر کی طرف کو جاتا ہے اور ان دونوں محبتوں کے کمال سے جو خالق و مخلوق میں پیدا ہو کر نر و مادہ کا حکم رکھتی ہے اور محبت الٰہی کی چمکنے والی آگ سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے اسی کا نام پاک تثلیث ہے۔

بقلم فقیر محمد غلام ربانی پنجابی

لبیک یا رسول اللہ

و

ردّ قادیانیِ مجہول

تصنیفِ لطیف

عالم جلیل فاضل نبیل حامی سنت ماحی بدعت

حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

شمس آباد ضلع اٹک پنجاب پاکستان

(1868ء/1930ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: تفسیر صاوی (۱) جو مالکی مذہب کی ہے اس میں عیسی علیہ السلام کی موت کا ثبوت ہے۔

جواب: بالکل غلط ہے بلکہ متعدد جگہ اس تفسیر میں حیات عیسی علیہ السلام اور جانا ان کا آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ مذکور ہے جلد اول سورہ بقرہ میں زیر آیت

"أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ"۔ تو جب کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسی باتیں لے کر آئے، جن کو تمہارا جی نہیں چاہتا تھا، تو تم سرکش ہو جاتے رہے، اور ایک گروہ (انبیاء) کو تو جھٹلاتے رہے اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے

کے تحت لکھتے ہیں:

قوله كعيسىٰ اى كذبوا ولم يتمكنوا من قتله بل رفعه الله الى السماء۔

ترجمہ: اس کا قول یا عیسیٰ یعنی انہوں نے جھٹلایا اور وہ آپ کے قتل پر قادر نہ ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان کی طرف اُٹھالیا۔

دیکھو اس میں مرفوع ہونا عیسی علیہ السلام کا آسمان پر مذکور ہے اور صفحہ 200 زیر آیت کریمہ:

"وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ... الخ"۔ (اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب خدا فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو)

(قوله فى القيامة)وقيل ان السوال وقع فى الدنيا بعد رفعه الى السماء اقول تعلق قيل بالسوال لا بما بعد رفعه الى السماء قوله (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي)يستعمل

(۱)۔ یہ تفسیر جلالین کے اوپر حاشیہ ہے۔

التوفی فی اخذ الشیء وافیا ای کاملا والموت نوع منه قال تعالیٰ(اللّٰهُ يَتَوَفَّى الأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا) ولیس المراد الموت بل المراد الرفع کما قال المفسر (قبضتنی بالرفع الی السماء) حاصل مافی المقام ان هذه العقیدة وقعت منهم بعد رفعه الی السماء و تستمر الی نزوله ولم تقع منهم قبل رفعه واما بعد نزوله فلم یبق نصرانی ابدا بل اما الاسلام او السیف فتعین ان یکون معنی توفیتنی رفعتنی الی السماء۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے آپ کے آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کے بعد دنیا میں سوال واقع ہوا، میں کہتا ہوں۔ ’’قیل‘‘ کا تعلق سوال سے ہے نہ کہ آپ کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد سے ہے۔کسی چیز کو مکمل طور پر لینے کے لیے ’’توفی‘‘ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور موت اس کی ایک قسم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ جان کو اس کی موت کے وقت پورا پورا لے لیتا ہے اور وہ جس کی موت نہیں ہوئی اس کی نیند میں (جان لے لیتا ہے) اور اس سے مراد موت نہیں ہے بلکہ اس سے رفع یعنی اُٹھانا مراد ہے جیسا کہ مفسر نے فرمایا (کہ آسمان کی طرف اُٹھانے کے ساتھ تو نے مجھے قبض کرلیا) اس مقام کا ماحصل یہ ہے کہ یہ عقیدہ آسمان کی طرف آپ کے اُٹھائے جانے کے بعد اُن سے واقع ہوا اور آپ کے (دوبارہ) نازل ہونے تک باقی رہے گا اور آپ کے اٹھائے جانے سے پہلے اُن کا یہ عقیدہ واقع نہ ہوا اور جہاں تک آپ کے نازل ہونے کے بعد کی بات ہے تو کوئی نصرانی ہمیشہ باقی نہ رہے گا بلکہ یا تو اُسے اسلام قبول کرنا ہوگا یا تلوار ہوگی (اُسے قتل کیا جائے گا) پس یہ متعین ہوا کہ ’’تَوَفَّيْتَنِيْ‘‘ کا معنیٰ ’’رَفَعْتَنِيْ اِلَى السَّمَاءِ‘‘ (تو نے مجھے آسمان کی طرف اُٹھایا) ہے

سوال: تفسیر روح البیان میں جو کہ بڑی معتبر کتاب ہے موت عیسیٰ علیہ السلام کی مذکور ہے۔

جواب: محض غلط ہے اس سے سابق روح البیان سے ثابت کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے

بعینہٖ بجسم خاکی آسمان پر زندہ گئے ہیں اور قرب قیامت تک وہیں رہیں گے بعدہ اُتر کر دجال کو قتل کریں گے وغیرہ وغیرہ اور اب بھی روح البیان سے حیات عیسوی نقل کر دیتا ہوں۔

سورہ اسراء صفحہ 395 میں ہے کہ:

شب معراج میں سب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملاقات اس طور پر ہوئی کہ ان حضرات کی صورتیں مثالیہ تھیں مثل صورت جسم کے مگر حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس اور حضرت الیاس علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی ان کے جسم دنیوی کے ساتھ کیونکہ یہ حضرات زندہ ہیں۔

ونصه فراهم فی صورة مثالیة کهیئتهم الجسدانیة الاعیسیٰ وادریس والخضر والیاس فانه راهم باجسادهم الدنیویة لکونهم من زمرة الاحیاء۔۔۔الخ۔

ترجمہ: اور اس کی نص یہ ہے کہ اُن کو ان کی جسمانی ہیت کی طرح مثالی صورت میں دیکھا مگر عیسیٰ، ادریس، خضر، اور الیاس علیہم السلام کو ان کے دنیاوی اجسام کے ساتھ دیکھا کیونکہ وہ زندوں کے زمرہ میں ہیں۔الخ

سوال: عیسی علیہ السلام کے زمانے کے اوصاف میں سے جو کہ حدیث شریف کا یہ ٹکڑا ہے تکون الملل کلها ملة واحدة۔یعنی سب کا دین ایک دین ہو جائے گا۔ درست نہیں کیونکہ یہ مخالف ہے اس آیت کریمہ کے'' وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ '' کیوں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کریں گے وہ لوگ کافروں پر فوق اور اچھے رہیں گے روز قیامت تک۔

اس سے معلوم ہوا کہ کافر مثل فرقہ ایمانداروں کے قیامت تک دنیا میں ہوں گے پس سب دینوں کا ایک دین ہونا درست نہ ہوگا۔

جواب: سب ملتوں کا ایک ملت ہونا بروقت نزول عیسٰی علیہ السلام یہ مراد نہیں کہ فوراً عیسٰی بن

مریم کے اترتے ہی سب اہل کتاب مسلمان ہوجائیں گے۔ بلکہ جن کی موت علم خداوندی میں کفر پر معین ہے ان کو کفر کی حالت میں بذریعہ جہاد قتل کردیا جائے گا اور باقی موجودہ کافر کل سب ایمان قبول کریں گے۔ جیسا کہ ملک عرب کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

عرب میں کوئی گھر نہیں رہا جس میں ’’اسلام‘‘ داخل نہ ہوا ہو۔

یعنی ہر ایک عربی مسلمان ہوگا اس کی یہی صورت ہوئی کہ جن کی ہلاکت حالت کفر میں مقدر تھی وہ ہلاک کیے گئے اور باقی کے مسلمان ہوگئے بس حدیث اور آیت میں کوئی تعارض نہ رہا۔

سوال: حدیث وتکون الملل کلها ملة واحدة یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سب مختلف دین کا ایک دین مسلمانی ہوجائے گا مخالف ان دو آیتوں کے ہیں کیونکہ یہ حدیث مشیت خداوندی کے خلاف ہے

اول آیت:

’’وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ‘‘۔(السجدة:۱۳)

ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے۔ لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پاچکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔

دوسری آیت یہ ہے:

’’ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ () إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ ‘‘(هود:۱۱۸،۱۱۹)

اور اگر چاہتا رب تیرا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو البتہ کردیتا کل لوگوں کو ایک گروہ اور یہ لوگ ہمیشہ مختلف ہوں گے مگر جس پر سے اللہ تعالیٰ رحم کرے اور اسی لیے ان کو پیدا کیا ہے اور پوری ہوچکی ہے

بات رب تیرے کی البتہ بھروں گا دوزخ کو جنات اور بنی آدم سے۔

جواب: کوئی مخالفت اور تعارض نہیں کیونکہ آیت اولی کا مفادیہ ہے کہ ہم نے چونکہ انسانات اور جنات سے دوزخ کا بھرنا منظور کرلیا ہے لہذا ہر ایک جن اور ہر ایک آدمی کو ہم نے ہدایت نہیں دی ورنہ اگر ہم چاہتے تو سب کو ہدایت دے دیتے اور یہ ہوسکتا ہے کہ سب کو ہدایت بھی نہ ہو اور جہنم کو بھی پُر کر دیا جائے باوجود اس کے کہ عیسٰی علیہ السلام کے زمانے کے لوگ سب ایک ملت ہو جائیں یعنی عیسٰی علیہ السلام کے وقت سے ماقبل کے لوگ مختلف رہیں اور عین عیسٰی علیہ السلام کے وقت کے لوگ جو حالت کفر کی موت سے بچ جائیں وہ سب کے سب ایک ملت پر ہو جائیں اور پھر بعد زمان عیسٰی علیہ السلام کے لوگ بوجہ فسق وفجور کے بے دین ہوں گے کیونکہ قیامت تو شریروں ہی پر قائم ہوگی۔ پس عیسٰی علیہ السلام کے زمانے سے اول اور آخر کے لوگوں سے مع جنات کے جہنم پُر کر دی جائے گی اور ان کے وقت کے مسلمان لوگ بوجہ ہدایت کے جہنم سے بچائے جائیں گے اور دوسری آیت بحسب استثناء ''من رحم ربك'' مرحومین کا اتفاق ایک ملت پر ہوسکتا ہے۔ رہے غیر مرحومین سو وہ جب تک زمین پر موجود رہیں گے مختلف بھی رہیں گے اور لایزالون کا یہ مقتضی نہیں کہ غیر مرحومین سے زمین کسی وقت خالی نہ ہوگی کیونکہ لایزال کا مدلول صرف اتنا ہی ہے کہ محمول منفک نہیں موضوع سے یعنی کوئی وقت وجود موضوع (غیر مرحومین) کا اختلاف سے خالی نہیں دیکھو قول باری تعالیٰ کا ''لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ'' جس کا مدلول اسی قدر ہے کہ شک کا انفکاک بنیانھم (ان کی عمارتوں) سے تاحین حیات ان کے نہ ہوگا ہاں اگر مر گئے تو چونکہ خود ہی نہ ہوں گے ان کا شک بھی نہ ہوگا کما قال اللہ تعالی إِلَّا أَن تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ مگر یہ ٹکڑے ٹکڑے کٹ جائیں دل انکے یعنی مر جائیں۔ پس زمان مسیح بن مریم میں چونکہ غیر مرحومین ہی نہ رہیں گے تو ان کا اختلاف کیسے ہوگا؟ پس ان آیات اور حدیث میں بھی کوئی تعارض نہیں لیکن بے علمی بری مرض ہے۔

سوال: مرزا کہتا ہے کہ حدیث کا ایک ٹکڑا حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں جو واقع ہے۔ لیدعون الی المال فلا یقبلہ احد۔ وہ میرے حق میں ہے کیونکہ میں نے بذریعہ اشتہارات کے روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور مخالفین اسلام کو بلایا اور کسی نے قبول نہ کیا۔

جواب: حدیث شریف میں تو ''فلا یقبلہ احد'' مذکور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں چوں کہ سب لوگ اہل اسلام ہی ہوں گے اور سب کو رغبت عبادت کی بغایت درجہ ہوگی۔ اور سب تارک اور زاہد ہوں گے چنانچہ اس پر فقرہ ''حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیھا'' شاہد ہے اس لیے وہ مسلمان عابد، زاہد دنیا کو قبول نہ کریں گے۔ نہ یہ کہ مخالفان اسلام بھی موجود ہوں گے اور ان کو بمقابلہ اظہار حقیت اسلام بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائے گا اور وہ قبول نہ کریں گے۔

فان قلت السجدۃ الواحدۃ دائما خیر من الدنیا وما فیھا لان الاخرۃ خیروابقی۔ قلت الغرض انھا خیرمن کل مال الدنیا اذ حینئذ لا یمکن التقرب الی اللہ تعالی بالمال۔ فقال التور بشتی یعنی ان الناس یرغبون عن الدنیا حتی تکون السجدۃ الواحدۃ احب الیھم من الدنیا وما فیھا ۔۔۔الخ (منہ عینی بخاری ج ۷ ص ۴۰۲)

ترجمہ: پس اگر آپ کہیں کہ ایک سجدہ ہمیشہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے کیونکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے، میں کہتا ہوں کہ غرض یہ ہے کہ وہ سجدہ دنیا کے تمام مال سے بہتر ہے کیونکہ اُس روز اللہ تعالیٰ کا تقرب مال کے ساتھ حاصل کرنا ممکن نہ ہوگا۔ پس تورپشتی نے کہا یعنی لوگ دنیا سے اتنا زیادہ اعراض (روگردانی) کرنے والے ہوں گے کہ ایک سجدہ اُن کو دنیا مافیھا سے زیادہ پسند ہوگا۔

سوال: فرشتے زمین پر نہیں اترے اور جب اتریں گے تو اتمام حجت ہو جائے گا پھر کسی کا

ایمان لانا مفید نہ ہوگا اور حدیث دمشقی جس میں نزول عیسٰی علیہ السلام کا فرشتوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مذکور ہے وہ موضوع اور جھوٹی ہے اس کو یہ آیت جھوٹا کر رہی ہے۔

"هَلْ يَنظُرُونَ إِلاَّ أَن تَأْتِيهُمُ الْمَلآئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لاَ يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا"

نہیں نظر کرتے یہ کفار مگر اس بات کی، کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا آئے رب تیرا یا آئے بعض نشانی پروردگار کی، یعنی غضب وعذاب، اور جس دن آجائے گی بعض نشانی تیرے رب کی نہ نفع دے گا کسی شخص کو اس کا ایمان جو اس نشانی کے قبل ایمان نہ لایا ہوگا اور جس نے اپنے ایمان میں پہلے اس سے کوئی بھلائی حاصل نہ کی ہوگی۔

مرزا انہی آیات اور ان کی مثل سے سند پکڑ کر نزول ملائکہ سے زمین پر منکر ہیں اور ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے۔

جواب: ورود ملائکہ زمین پر کئی بار ہو چکا ہے اور ہوتا رہتا ہے اور قیامت تک ہوگا۔ اس کا انکار کرنا بالکل حماقت ہے۔ قرآن شریف میں ہے:

"فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا" (مریم: ۱۷)

ترجمہ: اس وقت) ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا۔ تو ان کے سامنے ٹھیک آدمی (کی شکل) بن گیا۔

دوسری جگہ میں وارد ہے:

"هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ" (الذاریات: ۲۴)

ترجمہ: بھلا تمہارے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے۔

تیسری جگہ میں وارد ہے:

''إِذۡ تَقُولُ لِلۡمُؤۡمِنِينَ أَلَن يَكۡفِيَكُمۡ أَن يُمِدَّكُمۡ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الۡمَلَآئِكَةِ مُنزَلِينَ () بَلَى إِن تَصۡبِرُواۡ وَتَتَّقُواۡ وَيَأۡتُوكُم مِّن فَوۡرِهِمۡ هَذَا يُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُم بِخَمۡسَةِ آلَافٍ مِّنَ الۡمَلَآئِكَةِ مُسَوِّمِينَ ''(آلِ عمران: ۱۲۴،۱۲۵)

ترجمہ: جب تم مومنوں سے یہ کہہ (کر ان کے دل بڑھا) رہے تھے کہ کیا یہ کافی نہیں کہ پروردگار تین ہزار فرشتے نازل کر کے تمہیں مدد دے۔ ہاں اگر تم دل کو مضبوط رکھو اور (خدا سے) ڈرتے رہو اور کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعتاً حملہ کر دیں تو پروردگار پانچ ہزار فرشتے جن پر نشان ہوں گے تمہاری مدد کو بھیجے گا۔

چوتھی جگہ میں وارد ہے''

وَلَمَّا جَاءتۡ رُسُلُنَا لُوطًا سِيۡءَ بِهِمۡ وَضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا وَقَالَ هَذَا يَوۡمٌ عَصِيبٌ ()وَجَاءهُ قَوۡمُهُ يُهۡرَعُونَ إِلَيۡهِ ط وَمِن قَبۡلُ كَانُواۡ يَعۡمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَا قَوۡمِ هَؤُلاء بَنَاتِي هُنَّ أَطۡهَرُ لَكُمۡ فَاتَّقُواۡ اللّهَ وَلاَ تُخۡزُونِ فِي ضَيۡفِي أَلَيۡسَ مِنكُمۡ رَجُلٌ رَّشِيدٌ () قَالُواۡ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنۡ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعۡلَمُ مَا نُرِيدُ () قَالَ لَوۡ أَنَّ لِي بِكُمۡ قُوَّةً أَوۡ آوِي إِلَى رُكۡنٍ شَدِيدٍ ()۔''(ھود: ۷۷ تا ۸۰)

ترجمہ: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان (کے آنے) سے غمناک اور تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے۔ اور لوط کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے اور یہ لوگ پہلے ہی سے فعل شنیع کیا کرتے تھے۔ لوط نے کہا کہ اے قوم! یہ (جو) میری (قوم کی) لڑکیاں ہیں، یہ تمہارے لیے (جائز اور) پاک ہیں۔ تو خدا سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے (بارے) میں میری آبرو نہ کھوؤ۔ کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں۔ وہ بولے تم کو معلوم ہے کہ تمہاری (قوم کی) بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں۔ اور جو ہماری غرض ہے اسے تم (خوب) جانتے ہو۔ لوط نے کہا اے کاش مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا

کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا۔

ان سب آیات قرآنی میں مرزا اور مرزائی کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ آیا یہ آیات قرآنی ہیں یا نہیں؟ اور نزول ملائکہ اور چلنا پھرنا ان کا زمین پر ثابت کر رہی ہیں یا نہیں؟ یہی ''ارواح کواکب'' بزعم مرزا زمین پر اتریں تو کواکب آسمان سے کیوں نہ گریں یا متغیر نہ ہوئیں جسم بلا روح کیسے قائم رہ سکتا ہے؟ یہ متمثل بصورت بشری مریم کے نزدیک آنے والا۔ اور یہ جو تین ہزار اور پانچ ہزار موٹے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور یہ مہمان ابراہیم اور لوط علیہم السلام کے۔ اور وہ خوش شکل جس پر اثر سفر کا معلوم ہوتا تھا۔ اور سب حاضرین مجلس نبوی ﷺ اس سے ناواقف تھے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداود اور نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں حضرت ﷺ نے فرمایا:

''فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ ''(صحیح مسلم: باب معرفۃ الایمان، رقم: ۱۰۲)

پس یہ تحقیق جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ آئے ہیں تمہارے پاس۔ سکھاتے ہیں تم کو دین تمہارا۔

اور بخاری میں ابن عباس سے ہے:

'' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ أُحُدٍ هَذَا جِبْرِيلُ آخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ''

یعنی حضرت ﷺ نے جنگ بدر کے روز فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں، مسلح کھڑے ہوئے اور گھوڑے کو پکڑے ہوئے۔

اور وہ معلم جس نے آنحضرت کو امام بن کر تعلیم کیفیت نماز کی۔ اور رمضان میں آپ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتا تھا۔ اور وہ گھوڑے کا سوار جس کو فرعون کے لشکر نے دیکھا۔ اور سامری نے خاک اس گھوڑے کے قدموں کی اٹھائی اور وہ شخص جو صورت دحیہ کلبی صحابی میں آیا تھا۔ اور ایک دفعہ حضرت ﷺ نے حضرت عائشہ یا صدیق اکبر کو فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے۔ اور تم کو سلام

دیتا ہے۔اور وہ فرستادہ جو اہل طائف کو ایذا دینے کے وقت کہتا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تیرا خدا فرماتا ہے کہ اگر تو چاہے تو میں اس پہاڑ کو ان کے سر پر پھینکوں وغیرہ وغیرہ۔کیا آیا یہ سب ارواح کواکب ہی تھے؟

خدا را ترے و مصطفٰی را جبائے

قرآن کریم کو کسی سمجھ والے سے پڑھنا چاہیے تاکہ ایک آیت کو حسب زعم اپنے کسی معنی مفید مطلب پر دال ٹھہرا کر آیات اور احادیث میں تحریف پیدا نہ کریں مرزا کی طرف سے۔

سوال: فرشتوں کا زمین پر آنا جبرائیل علیہ السلام کا متمثل ہونا و صورت بشری اور اپنی اصلی صورت کو چھوڑنا کیوں کر ہوسکتا ہے۔

جواب: ہوسکتا ہے کہ اس کی زائد خلقت اور صورت بعد بالکل یہ فنا ہوجانے اور زائل ہوجانے کے پھر اس کو ملتی ہوں جبکہ تبلیغ کر چکتا ہوگا بوجہ اس کے کہ تداخل دو سورتوں کا باہم نزدیک اہل حق کے درست نہیں ہے۔

علم منطق میں ہے:

''الملك جسم نوری یتشکل باشکال مختلفة لایذ کر ولا یؤنث''

ترجمہ: فرشتہ ایک نوری جسم ہے جو مختلف اشکال میں متشکل ہوتا ہے نہ وہ مذکر اور نہ مؤنث۔

عینی بخاری جلد اول میں عبداللہ بن یوسف کی حدیث جس میں یہ جملہ ہے:

''واحیانا یتمثل لی الملك رجلا''

ترجمہ: اور کبھی فرشتہ میرے پاس آدمی کی شکل اختیار کر کے آتا ہے۔

پوری کاشف اس وہم کی ہے۔

امام مقدام عینی اس کے تحت میں فرماتے ہیں:

''قول یتمثل ای یتصور مشتق من المثال وھو ان یتکلف ان یکون مثالا لشئ

وشبیھا له قول له الملك جسم علوی لطیف یتشکل بای شکل شاء وھو قول اکثرالمسلمین وقالت الفلاسفة الملائکة جواھر قائمة بانفسھا لیست نکته بمتحیزة البتة ثم قال الامام الموصوف فی بیان الاجوبة والا سئلة فی ھذا الحدیث العاشر ما قیل ما حقیقة تمثل جبرئیل علیه السلام له رجلا اجیب بانه یحتمل ان الله تعالی افنی الزائد من خلقه ثم اعاده علیه و یحتمل ان یزیله عنه ثم یعیده الیه بعد التبلیغ نبه علی ذلك امام الحرمین واما التداخل فلا یصح علی مذھب اھل حق۔"

ترجمہ: یہ مثال سے مشتق ہے اور وہ یہ ہے کہ تکلف کے ساتھ دوسری چیز کی مثال اور شبیہہ بن جائے،قول "لہ الملک" الملک یعنی فرشتہ وہ علوی لطیف جسم ہے جو جس شکل میں چاہے متشکل (ظاہر) ہو اور یہ اکثر مسلمانوں کا قول ہے اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ ملائکہ اپنی ذات کے ساتھ قائم جواہر ہیں کسی جہت و حیز میں نکتہ نہیں پھر امام موصوف نے دسویں حدیث کے متعلق سوالات و جوابات کے بیان میں جو کہا گیا فرمایا کہ جبریل علیہ السلام کے آپ کے سامنے ایک آدمی کی شکل میں آنے کی کیا حقیقت ہے تو جواب دیا گیا کہ یہ احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے جسم سے زائد حصوں کو فنا کر دیا، پھر ان کو اس پر لوٹا دیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ اُس کو آپ سے زائل کر دے پھر تبلیغ کے بعد آپ کی طرف اُسے لوٹا دے۔امام الحرمین نے اس پر آگاہ کیا،اور جو تداخل ہے تو وہ اھل حق کے مذہب پر صحیح نہیں ہے۔

اوراس جواب کے متصل دوسرا سوال اور جواب بھی فرماتے ہیں:

سوال: جبریل علیہ السلام کے 600 پر ہیں جبکہ وقت ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دحیہ کلبی صحابی کی صورت پر بن کر آتے تھے تو ان کی وہ روح کہاں جاتی تھی بس اگر اس چھوٹی صورت میں وہ روح آتی تھی تو کیا بڑا جسم اصلی اس کا فنا ہوتا تھا یا باقی رہتا تھا سوائے روح کے اور اگر وہ

روح اسی اپنے بڑے جسم میں رہتی تھی تو وہ جسم کلاں دحیہ کلبی کی صورت پر نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ یہ روح اور نہ یہ جسد جبریل علیہ السلام کا تھا۔

جواب: جبریل علیہ السلام کی روح ان کے جسم کلاں سے منتقل ہو کر جسم صغیر میں آجاتی تھی جو کہ بصورت دحیہ کلبی صحابی کے تھا اور جسم کلاں باقی زندہ رہتا تھا سوائے روح کے۔ جیسے شہیدوں کی روحیں منتقل ہو کر سبز جانوروں کے جواصل پوٹوں میں رہتی ہیں اور جسم کی موت بوجہ جدا ہو جانے روح کے عقلاً واجب نہیں ہے، بلکہ پروردگار نے موت جسدی کو عادت کریمہ کے ساتھ بوجہ مفارقت روح کہ بنی آدم وغیرہ حیوانات میں جاری کیا ہے۔ بس اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ ملائکہ میں بھی بوجہ مفارقت روح کے موت جسم کی ہو جائے۔

”قال الامام الھمام بدرالدین العینی الحنفی فی شرح البخاری تحت الحدیث المذکور الحادی عشر ما قیل اذا لقی جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صورۃ دحیۃ۔ فاین تکون روحہ؟ فان کان فی الجسد الذی لہ ستمائۃ جناح فالذی اتی لا روح جبریل ولا جسدہ۔ وان کان فی ھذا الذی ھو صورۃ دحیۃ۔ فھل یموت الجسد العظیم ام یبقی خالیا من الروح المثقلۃ عنہ الی الجسد المشبہ بجسدہ دحیۃ۔ اجیب بانہ لا یبعد ان لا یکون انتقالھا موجب موتہ فیبقی الجسد حیا لا ینقص من مفارقتہ شیء ویکون انتقال روحہ الی الجسد الثانی کانتقال ارواح الشھداء الی اجواف طیر خضر وموت الاجساد بمفارقۃ الارواح لیس بواجب عقلاً بل بعادۃ اجراھا اللہ تعالی فی بنی آدم فلا یلزم فی غیرھم“۔

سوال: آیت ”وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ“ دال ہے وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیونکہ حسب اس آیت کے جو شخص اسی یا 90 سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور رواثر گونی بہ نسبت پہلی حیات کے پیدا ہوتی ہے تو کیا حال ہوگا اس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ رہے۔ (ایام الصلح)

جواب: اس شخص سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ایام الصلح مرزا کی کتاب کا نام ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ 80 یا 90 سال کی قید جو مرزا نے لگائی ہے کون سے کلمہ قرآنی کا معنی ہے؟ یہ کلام الٰہی میں تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن شریف میں کیا تم نے آیت اصحاب کہف کے بارے میں نہیں دیکھی جو پروردگار فرماتا ہے:

''وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا''

اور ٹھہرے وہ لوگ غار میں تین سو برس اور زیادہ کیے انہوں نے نو برس۔

یعنی 309۔ اگر اس آیت ''وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ'' کا مطلب 80 یا 90 برس ہے تو اصحاب کہف کو تین سو نو برس تک کس طرح ٹھہرایا؟ بلکہ یہ تین سو نو برس تو وقت نزول اس آیت کے، اور اب تیرہ سو بتیس اور جو گزر گئے۔ پس مجموعہ عمر میں 1641 ہوئی۔

مجموعہ فتاوی مولوی عبدالحیٔ ص ۱۲ جلد ۳ میں ہے کہ:

اصحاب کہف امام مہدی کے ہمراہ ہو کر دجال سے لڑائی کریں گے اور حضرت الیاس علیہ السلام جو اب تک زندہ ہیں۔ جیسا کہ تفسیر روح البیان جلد رابع ص 103 میں ہے: ہزاروں برس کی عمر ہوگی اور باتفاق جمہور اہل تصوف ومحدثین وبزرگان دین خواجہ خضر علیہ السلام جو اب تک زندہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ غوث پاک عبدالقادر جیلانی شیخ المشائخ بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے ملاقات بھی کی ہے۔ جیسا کہ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت صفحہ 412 میں ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر 1400 برس اور حضرت آدم کی عمر نو 930 سال اور حضرت شیش علیہ السلام کی عمر 912 سال اور حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر 356 سال اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر 120 سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی 223 کیسے خلاف مدلول آیت قرآنی کے ہوئی۔ مرزا نے افسوس کہ کوئی سیر اور تاریخ کی کتاب بھی نہ دیکھی، جہالت بھی بری بلا ہے۔

سوال: آیت ''وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ'' دلالت کرتی ہے

وفات عیسیٰ علیہ السلام پر، معنی اس کا یہ اور بعض تم لوگوں سے فوت ہو جاتا ہے اور مرجاتا ہے اور بعض تم لوگوں سے لوٹایا جاتا ہے بطرف ارذل اور خراب عمر کے، قرآن شریف میں کسی جگہ وارد نہیں ہے کہ بعض تم لوگوں سے اس جسم کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہے اور پھر لوٹے گا آخر زمان میں۔یعنی اس قسم کی عبارت ''ومنکم من صعد الی السماء بجسدہ العنصری ثم یرجع فی آخر زمان'' قرآن شریف میں کسی جگہ وارد نہیں ہے۔فقط دونوں ہی امر کا ذکر ہے۔ اب اگر بعض لوگوں کا چڑھنا بطرف آسمان کے بھی مانا جائے تو تیسرا امر بھی نکل آیا اور آیت مذکورہ کا حصر باطل ہوگیا۔

جواب: مسیح بن مریم علیہ السلام اس آیت کے دوشق میں سے ''وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ'' داخل ہے اور ''أَرْذَلِ الْعُمُرِ'' کے لئے کوئی حد معین نہیں ہے نہ منصوص کہ کسی آیت میں تصریح ہو اور نہ عقلی، تا کہ اس سے متجاوز ہونا موجب موت کا ہو۔اور علماء طبعیین نے جو تحدید کی ہے اس کو شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کشفی طور سے فتوحات میں رد فرماتے ہیں۔مضمون ان کے قول کا یہ ہے کہ:

اگر جو کچھ علم طبعی میں ہمارے پر مکشوف ہوا ہے علماء طبعیین کو معلوم ہوتا تو ہرگز عمر طبعی انسان کی محدود بحد معین نہ کہتے۔امید ہے کہ مرزائی کشفی دلیل کو تو مان ہی لیں گے کیونکہ مرزا خود کشفی دلیلوں پر جا بجا سند لایا، اور شیخ اکبر کو اپنا پیشوا جانتا تھا۔باقی رہا حضرت مسیح کا آسمان پر تشریف لے جانا سو یہ ان حالات میں سے ہے جو متوسط ہے (الولادۃ و الموت) میں۔

حالات متوسطہ کا ذکر اگر ضروری سمجھا جائے تو چاہیے کہ عدم ذکر واقعہ صلیب بھی، جیسا کہ مرزا کا اور سارے مرزائیوں کا مزعوم ہے۔یعنی مسیح علیہ السلام کو صلیب پر دیا جانا مانتے ہیں۔موجب بطلان حصر آیت نہیں تو ایسا ہی عدم ذکر ''صعود علی السماء'' جو حالات متوسطہ میں سے ہے۔یہی مخل حصر آیت نہیں ہوسکتا ہے۔

سوال: از طرف مرزا۔ اللہ تعالی نے قرآن شریف میں فرمایا ”وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لاَّ يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ“ دوسری جگہ قرآن شریف میں وارد ہے ”کانا یاکلان الطعام“ وہ دونوں طعام کھایا کرتے تھے۔ یہ دونوں آیتیں دلیل ظاہر ہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی موت پر کیونکہ صریح معلوم ہوتا ہے کہ مایہ حیات انبیاء کا بھی مثل باقی افراد بشری کے طعام ہی ہے، تو پھر آسمان پر زندہ رہنا مسیح کا اتنی مدت بغیر کھانے پینے کے کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: آیت مذکورہ سے مایہ حیات طعام کا ہونا معلوم ہوتا ہے اور طعام کے معنیٰ ”ما یطعم“ کے ہیں یعنی جو چیز طعم اور غذا ہو کر مایہ حیات بنے ”**طعام**“ کا معنیٰ فقط گیہوں، جو۔ برنج، وغیرہ حبوب ہی نہیں بلکہ عام ہے اور یہ چند چیزیں بھی منجملہ ”**افراد طعام**“ میں سے ہے۔

ہمارے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي“۔ (مسلم: رقم: ۲۶۲۱، باب النھی عن الوصال)

بخاری اور مسلم دونوں اس حدیث کو لائے ہیں۔ معنی یہ ہوا اور کون ہے؟ تم سے مسلسل میرے کے رات گزارتا ہوں میں اور میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

یعنی میں تمہاری طرح آب ودانہ ظاہری ہی فقط کھا کر گزارا نہیں کرتا ہوں کہ فقط ”معتادہ ماکولات“ ہی میرا گزارہ ہوں، بلکہ میری خوراک اور غذا عنایت ایزدی ہے یعنی پروردگار کا ذکر اور تسبیح وتہلیل۔

جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے جس کو ابوداؤد، امام احمد حنبل اور طیالسی نے روایت کیا ہے:

فَكَيْفَ بِالْمُؤْمِنِينَ يَوْمَئِذٍ؟ فَقَالَ: يُجْزِئُهُمْ مَا يُجْزِئُ أَهْلَ السَّمَاءِ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّقْدِيسِ۔ (مسند احمد: من حدیث اسماء بن یزید، رقم: ۲۵۵۷۹)

حدیث کا راوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسا حال ہوگا جس دن دجال

کے ہاتھ میں طعام ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا جس طرح آسمان پر رہنے والوں کا طعام اور مایہ حیات ذکر الہی اور تسبیح و تقدیس ہے، اسی طرح مومنین بھی ''سُبْحَانَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ'' کا ذکر کریں گے اور یہی ذکر ان کا طعام اور سبب حیات ہوگا اور یہ مسئلہ ''انجیل متی'' اور لوقا باب 4 درس 4 '' میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام نے لکھا ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ صحف انبیاء علیہم السلام میں اس طرح مرقوم ہے کہ ''خاصان خدا کے بدن میں کلام ربانی وہی تاثیر کرتی ہے جو عام لوگوں کے جسموں میں طعام کی تاثیر مسلّم ہے۔

اصحاب کہف کا قصہ یاد کروان کو کس طرح حکیم مطلق نے بغیر ''طعام اور شراب مالوف و معمول'' اور بغیر تنظیف شعاع آفتابی اور ہوا کے اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا۔ افسوس کہ مرزا اور مرزائی انبیاء اور اولیاء کو بھی اپنے او پر قیاس کرتے ہیں۔ بیت

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

ترجمہ: پاک لوگوں کو اپنے آپ پر قیاس نہ کر، اگرچہ شیر اور شیر (دودھ) لکھنے میں ایک جیسے ہوتے ہیں (لیکن ان کا آپس میں بہت فرق ہوتا ہے)

اس امت مرحومہ محمدیہ میں اب بھی اور قیامت تک ایسے آدمی موجود ہے اور ہوں گے جن کی زندگی کا ذریعہ ذکر الہی ہے اور ہوگا۔

سوال: مرزا کی طرف سے قرآن شریف میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے ''وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا'' اور وصیت کی ہے مجھ کو یعنی حکم کیا ہے مجھ کو اللہ تعالی نے ساتھ پڑھنے نماز اور زکوۃ کے جب تک کہ میں زندہ ہوں۔ پس چاہیے کہ مسیح ابن مریم آسمان پر صلوۃ اور زکوۃ ادا کرتے ہوں۔ حالانکہ آسمان پر جیسا کہ خورد ونوش سے فارغ ہیں ایسا ہی لوازم جسمیت سے بھی، علاوہ اس کے ادائے زکوۃ مال کو چاہتا ہے اور آسمان پر مال کہاں؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دنیا میں بھی بباعث زہد اور فقیر کے مالک نصاب نہیں ہوئے۔ ادائے زکوٰۃ کو تو نصاب کا ہونا شرط ہے۔ مرزا اور مرزائی اگر زمین پر عیسیٰ کا زکوٰۃ دینا ثابت کردیں تو بعد اس کے ہم آسمان پر ثابت کردیں گے۔ یہ اعتراض تمسخر ہے ساتھ مسیح ابن مریم علیہما السلام کے اور زکوٰۃ کا معنی مفسرین نے ''تصفیہ نفس طب'' بھی لکھا ہے۔

سوال: ''إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ'' صریح وفات عیسیٰ علیہ السلام پر شاہد ہے۔

جواب: یہ دونوں یعنی ''إِنَّكَ مَيِّتٌ'' اور ''وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ'' قضیہ مطلقہ عامہ ہیں، نہ دائمہ مطلقہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق تو اے حبیب ﷺ فوت ہونے والا ہے اپنے وقت میں اور وہ انبیاء سابقین بھی اپنے اپنے اوقات میں مرنے والے ہیں۔

اب دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بعد نازل ہونے کے آسمانوں سے سب اہل اسلام ''انھم میتون'' میں داخل سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اور نزول آیت کے وقت اگر مر جانا انکا ضروری ہو تو چاہیے کہ حضرت محمد ﷺ بھی وقت نزول آیت کے داخل اموات ہو گئے ہوں۔

سوال: ''مَيِّتٌ'' مشتق ہے موت سے اور حمل مشتق کا قیام مبداء کو چاہتا ہے جو یہاں پر موت ہے تو بنابراں چاہیے کہ وہ سب مر چکے ہوں حتیٰ کہ مسیح بھی۔

جواب: ''قیام مبداء'' کا وقت تحقق مضمون قضیہ ضروری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ کے۔ یہاں پر منطق کا پردہ بھی کھل گیا کہ مرزا کہاں تک منطق جانتا تھا قضیہ کے تحقق اور صدق میں امتیاز نہیں رکھتا تھا۔

سوال: قرآن شریف میں وارد ہے:

''وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ () أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ''۔ (النحل: ۲۰،۲۱)

ترجمہ: اور جن لوگوں کو یہ خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی تو نہیں بنا سکتے بلکہ خود ان کو اور

بناتے ہیں لاشیں ہیں بے جان۔ان کو یہ بھی تو معلوم نہیں کہ اٹھائے کب جائیں گے۔
یہ آیت دلیل ہے وفات مسیح پر۔

جواب: یہ آیت ’’سورہ نحل‘‘ کی ہے جس کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا ہے بناءعلیہ مراد’’من دون اللّٰہ‘‘ سے ’’معبودات‘‘ مکہ معظمہ کے مشرکین کے ہیں۔یعنی اصنام اور بت نہ مسیح ابن مریم جو معبود اہل کتاب کا ہے۔’’ابن عباس اموات‘‘ کی تفسیر میں اصنام اموات فرماتے ہیں۔

سوال: عموم لفظ کا اعتبار ہوا کرتا ہے نہ خصوص مورد کا بناء براں مراد’’من دون اللّٰہ‘‘ سے مطلق معبودات باطلہ ہونگے بغیر تخصیص بتوں کے تو مسیح ابن مریم بھی داخل اموات بحکم اس آیت کے ہوگا۔

جواب: ’’معبودات باطلہ‘‘ میں فقط مسیح ہی اس تقریر پر داخل نہ ہوگا بلکہ ملائکہ جو منجملہ معبودات باطلہ ہیں وہ بھی داخل اموات ہوں گے،تو بحکم آیات مذکورہ روح القدس بھی مرگیا۔اب یہ مصیبت کس پر پڑی مرزا پر؟ کیونکہ سلسلہ الہامی کا اول ہی سے انقطاع لازم ہوا اور اگر اموات سے وہی معنی مطلقہ عامہ کے رنگ میں سمجھے جائیں۔یعنی اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ بیضاوی اور ابن کثیر اور تفسیر کبیر اور کشاف اور باقی تفاسیر میں ہے۔تو مسیح ابن مریم قبل از وقت معین زندہ رہے گا۔

مرزا کا سوال: خاتم النبیین ہونا حضرت ﷺ کی دلیل ہے وفات مسیح پر۔کیونکہ اگر مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ ہو اور آخر زمان میں نزول فرمائے تو آپ کے بعد بھی اور نبی آگیا۔پس حضرت ﷺ خاتم النبیین نہ رہے اور اگر در رنگ احاد امت آئے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ علم ازلی میں جب وہ نبی ہے تو پھر بغیر نبوت کے کیسا نزول کرے گا۔

جواب: بعد نزول در رنگ احاد اُمت ہی اُتریں گے۔علم ازلی کا مسئلہ سنو علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے ’’من حیث المطابقۃ‘‘ یعنی جس طرح معلومات۔یعنی اشیاء موجودہ فی الواقع اپنے اپنے وقت میں موجود ہیں۔اسی طرح حق سبحانہ وتعالیٰ ازل میں قبل از وجود ان کے ان کو جانتا

ہے۔اگر معلوم کا اتصاف کسی صفت کے ساتھ علیٰ سبیل الاستمرار ہو تو اسی طرح اور اگر علی سبیل الانقطاع ہے تو اسی طرح اس کو جانتا ہے۔

مسیح ابن مریم کی بلکہ دیگر انبیاء کی نبوت اور رسالت کیونکہ محدود بحد ظہور میں پچھلے کے ہوتی ہے، لہذا علم ازلی میں بھی باوصف محدودیت اور انقطاع معلوم ہوگا، ورنہ جہل لازم آئے گا۔

تحقیق اس آیت کی کہ جس پر مرزا نے بہت زور لگایا ہے اور اس کی غلطی ہے اور بے علمی کا بیان، تا کہ مسلمان واقف ہوں۔

''وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ''(النساء:۱۵۹)

ترجمہ: اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا۔

اولاً: معنی اس کا یہ ہے کہ ہر ایک اہل کتاب جو موجود ہوگا وقت اترنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ضرور ایمان لائے گا۔ساتھ واقفیت مضمون بالا کے قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، اور مضمون یہ ہے کہ اٹھایا جانا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اور یہ کہ وہ نبی برحق اور پیغمبر صادق گزرے ہیں اپنے وقت میں۔بخاری کی حدیث ہے کہ:

عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لاَ يَقْبَلَهُ أَحَدٌ۔ (بخاری: رقم:۲۲۲۲)

قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور ہی اتریں گے تم میں ابن مریم شریعت کے حاکم بن کر اور منصف ہو کر۔اور خنزیر کو حلال جاننا اور پرستش صلیب کی، جو کہ یہ امور ان کے بعد شرع میں نصاریٰ نے داخل سمجھے تھے ان کو یک لخت موقوف کر دیں گے۔۔۔الخ

پس اس عیسیٰ سے مراد وہی ابن مریم ہے جو صاحب انجیل ہوئے ہیں کیونکہ استشہاد کے

وقت حضرت ﷺ یا ابو ہریرہ اس حدیث کے بیان کے وقت ''وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ الۡكِتَابِ إِلاَّ لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِ قَبۡلَ مَوۡتِهِ '' پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اگر وہی عیسیٰ مراد نہ ہوں بلکہ مثیل عیسیٰ علیہ السلام کا جیسا باطل گمان مرزا کا تھا تو آیت سے استشہاد کا کیا معنی ہے؟ افسوس کے مرزا مثیل عیسیٰ علیہ السلام اپنے گمان میں بن تو گیا مگر موقوف کرنا صلیب پرستی اور حلت خنزیر خوری اور سب ملتوں کا ایک ملت اسلام کرنا اور مال کی کثرت یہاں تک کہ کوئی اس کو قبول نہ کرتا اور ایک سجدہ کا پیارا ہونا ساری دنیا سے ایک نے بھی نہ کیا۔ یہ نشانیاں ہیں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی اور انکے مثیل نے ایک نشانی بھی موجود نہ کی۔

اور **ثانیاً** عرض ہے کہ اگر مراد اس حدیث سے مرزا ہی ہوتا مثیل عیسیٰ علیہ السلام کا تو مجلس کے لوگوں صحابہ وغیرہ کو مرزا کے ہونے نہ ہونے میں تعجب ہی کیا تھا جو حضرت محمد ﷺ کی قسم کھاتے اور لام تاکید اور نون ثقیلہ سے موکد فرما کر ''لیوشکن'' فرما کر لوگوں کا تردد رفع فرماتے۔ واضح ہو کہ معنی آیت ''وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ الۡكِتَابِ إِلاَّ لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِ قَبۡلَ مَوۡتِهِ'' کا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے جو نقل کیا گیا، ایسا ہی حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی ایک روایت میں فرمایا ہے اور اسی معنی کو علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بشہادت شوق کلام یعنی چسپاں ہونے اس معنی کے اپنے ما قبل سے ترجیح دی ہے اور دوسرا معنی جو کہ ایک روایت میں اس طور پر آچکا ہے کہ ہر ایک اہل کتاب قبل اپنی موت کے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اوپر ایمان لائے گا سو یہ فقط وجوہ آیت میں سے ایک وجہ ہے۔

''و کون المعنی واقعیا علی وجھه من وجوه الکلام لا یستلزم ان یقوم هو المراد من الکلام لان واقعیة المضمون شیء آخر۔ و کونه مرادا شیء آخر فتامل لدقته''۔

پہلی دلیل: رفع جسمی کی ''وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ الۡكِتَابِ إِلاَّ لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِ قَبۡلَ مَوۡتِهِ

’’بمنطوقہ دال ہے نزول مسیح ابن مریم پر اور وہ مستلزم ہے رفع جسمی کو۔

دوسری دلیل: رفع جسمی کی جبکہ پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ میں یہود کے ہاتھ سے تم کو بچاؤں گا اور اس قول سے تسکین فرمائی ’’یَا عِیْسٰی إِنِّی مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ إِلَیَّ ‘‘پس بڑے تعجب کی بات ہے بچانے کا وعدہ فرما کر یہود کے ہاتھ میں گرفتار کر کے اور ان کے ہاتھ دے کر سولی پر چڑھا دینا۔ بعد اس کے زندہ اتارنا اور پھر اپنی موت سے اس کو مارنا۔ کیا یہی وعدہ الٰہیہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کا کیا یہی مآل ہے جو کہ رات بھر رو رو کر کیں تھیں۔

تیسری دلیل: رفع جسمی کی ’’وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ‘‘ اخراج کیا فریابی اور سعید بن منصور و مسدد و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے اس قول مبارک میں ’’وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ‘‘ فرمایا:

’’خروج عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامۃ۔ واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن مجاھد رضی اللہ تعالی عنہ‘‘ ’’وانہ لعلم للساعۃ‘‘ قال اٰیۃ ’’للساعۃ‘‘ خروج عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیامۃ۔

قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا نکلنا قیامت کی نشانی ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ابن عباس سے چند طریق کے ساتھ اس مدعا کو روایت کر کے آخر کو کہا:

’’عن ابی ھریرۃ وابن عباس وابی العالیۃ وابی مالک وعکرمۃ والحسن وقتادۃ والضحاک وغیرھم وقد تواترت الاحادیث عن النبی ﷺ انہ اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامۃ اماما عادلا۔۔۔الخ‘‘

ترجمہ: نبی ﷺ سے متواتر احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے قیامت سے پہلے عیسیٰ بن مریم کے

امام عادل بن کر نازل ہونے کی خبر دی۔

پس ''اِنَّہٗ'' کی ضمیر بمناسبت سیاق اور اقوال صحابہ وتابعین قرآن شریف کی طرف پھیرنی غیر صحیح ہے، اور ایسا ہی غیر صحیح ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مرجع کرنا ضمیر کا۔ اس اعتبار سے کہ وہ زندہ کرنے والے مردوں کے ہیں۔ یا اور کسی حیثیت کے رو سے بلکہ ''اِنَّہٗ'' کی ضمیر کا مرجع نزول عیسیٰ علیہ السلام ہے جو کہ سیاقاً استلزاماً مذکور ہے۔ قولہ تعالیٰ:

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلاً إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۔(الزخرف:۵۷)

اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ اس سے چلا اُٹھے۔

اس آیت میں ''منہ'' کی ضمیر اور ایسا ہی (ام ھو) اور (ان ھو) اور (انعمنا علیہ اور وجعلناہ)۔ یہ سب ضمائر راجع ہیں بطرف ابن مریم کے۔

دلیل ''وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا''(الحشر:۷)

سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو۔ اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو۔

اور آنحضرت ﷺ نے منجملہ علامات قیامت کے یہ خبر بھی دی ہے کہ خارج ہوگا دجال ایک شخص معین یہود میں سے اور مسیح ابن مریم اس کو قتل کرے گا وغیرہ وغیرہ۔ پس ہم مسلمانوں کو بموجب اس آیت مبارکہ کے رسول اللہ کے فرمان پر ایمان رکھنا چاہیے بے چوں و چرا کے۔ اور جب کہ رفع جسمی اور نزول مسیح علیہ السلام کا قرآن کریم اور احادیث متواترہ صحیحہ سے نہایت واضح طور پر ہو چکا ،تو اب ہر گز ہر گز اناجیل کی طرف متوجہ ہونا باعث دھوکا کھانے یہود اور نصاری کے اس مقام میں بوجہ القائے شبہ جائز نہیں۔ اسی دھوکا کھانے اور تشکیک کی وجہ سے تواتر ان کا قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ میں بھی قابل اعتبار کے نہ رہا، کیونکہ اجتماعِ شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا ۔واقعہ قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام کا جو کہ اناجیل میں مذکور ہے اور ایسا ہی افتراءِ یہود۔ بایں قول کے ''إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ ۔۔۔الخ'' کہتے تھے۔ ان سب کی تکذیب باری تعالیٰ کے قول ''وَمَا

قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ''اور'' وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا () بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ '' سے ہو چکی، جیسا کہ حضرت مسیح ابن مریم نے خود برنبا کو فرما دیا تھا کہ'' اے برنبا چونکہ میرے حواری یعنی مددگار لوگ وغیرہ بوجہ محبت دنیاوی کے مجھے اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور یہ کسی کے لائق نہیں ہے'' پس پروردگار نے چاہا کہ بروز قیامت مجھ پر لوگوں کی ہنسی نہ ہو تو دنیا میں اللہ نے یہود کی تکلیف دہی اور ان کی بے عزتی کی موت سے مجھ کو بدنام کرنا چاہا لیکن غلطی تا بوقت تشریف لانے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوگی۔ جب حضرت تشریف فرمائیں گے تو اس غلطی قتل اور صلب کو رفع فرمائیں گے۔

''استدل الکادیانی علی موت عیسیٰ علیه السلام بقوله تعالی(وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم)بان خلت بمعنی ماتت والرسل جمع معرف بلام الاستغراق۔ فلذا فرع علیه افائن مات۔۔۔الخ اذ لو لم یکن الخلو بمعنی الموت او لم تکن الرسل جمعا مستغرقا لما صح التفریع اذ صحته موقوفة علی اندراج نبینا صلی اللہ علیه وسلم فی لفظ الرسل المذکور قطعا۔وذالك بالاستغراق۔ و کذا صحة موقوفة علی کون الخلو بمعنی الموت اذ علی تقدیر التغائر وعموم الخلو من الموت یلزم تفریع الاخص علی الاعم مع ان التفریع یتعقب استلزام ما یتفرع علیه المتفرع۔ ومن المعلوم عدم استلزام الاعم للاخص۔ فالتفریع الواقع فی قوله تعالی یستدعی تحقیق کلا الامرین من کون الخلو بمعنی الموت۔ ومن کون الجمع مستغرقا وبعد کلتا المقدمتین یقال ان المسیح رسول وکل رسول مات وینتج هذا القیاس المؤلف من المقدمتین القطعیتین ان المسیح مات۔ وهو المطلوب والدلیل علی الصغری قوله تعالی ورسولا الی بنی اسرائیل۔ وقوله ما المسیح ابن مریم الا رسول۔ وامثالهما من الایات

وتسلیم جمیع الفرق الاسلامیه برسالته علیه السلام۔ والدلیل علی الکبری المقدمتان الممهدتان المذکورتان لانه متی کان الخلو بمعنی الموت۔ وقد اسند الی الرسل وثبت کونه جمعا۔ فیندرج فیه المسیح علیه السلام قطعا۔ فیلزم ثبوت الموت له فی ضمن الکبری فثبت ما نحن بصدده۔

ترجمہ: قادیانی کے اللہ تعالیٰ کے قول ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ'' سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کیا ہے ،اس طرح کہ ''خَلَتْ''، ''مَاتَتْ'' کے معنی میں ہے۔اور ''اَلرُّسُلُ''معرف باللام استغراقیہ ہے۔لہٰذا ''اَفَائِنْ مَّاتَ''اس پر متفرع ہو کیونکہ ''خُلُوّ'' بمعنی موت نہ ہو۔یا ''اَلرَّسُلُ''، جمع مستغرق نہ ہوتو ''اَفَائِنْ مَّاتَ'' کا متفرع ہونا درست نہ ہوگا کیونکہ اس تفریع کی صحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ ''اَلرَّسُلُ'' مذکور میں داخل ہونے پر قطعاً موقوف ہے اور یہ ''ال'' استغراقی ہونے کے وقت ہی ہوسکتا ہے اور اس طرح اس تفریع کا صحیح ہونا خُلُوّ کے موت کے معنی میں ہونے پر موقوف ہے۔اس لیے کہ اگر موت اور خُلُوّ کے درمیان تغائر ہو اور خُلُوّ کو موت سے عام شمار کریں تو اخص کی اعم پر تفریع لازم آئے گی حالانکہ تفریع اُس وقت درست ہوتی ہے کہ متفرع علیہ کو متفرع لازم ہو۔اور اعم کا اخص کا مستلزم نہ ہونا معلوم وظاہر ہے۔پس آیت کریمہ میں تفریع دو امروں کی تحقیق کی مقتضی ہے،ایک ہے خُلُوّ کا موت کے معنی میں ہونا اور دوسرا ''اَلرَّسُلُ'' کا جمع مستغرق ہونا اور دونوں مقدموں کے بعد کہا جائے گا کہ بے شک مسیح رسول ہے اور ہر رسول فوت ہوا۔اور ان دو قطعی مقدموں سے مرکب قیاس کے بعد کہا جائے گا کہ بے شک مسیح فوت ہوا ہے،اور یہی مطلوب ہے۔اور صغری کے اثبات پر دلیل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ'' (اور (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر (ہوکر جائیں گے) اور قولہ تعالیٰ ''مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ'' (مسیح ابن مریم تو صرف (خدا) کے پیغمبر تھے) اور ان دو آیتوں جیسی اور بھی آیتیں ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر

تمام اُمت کا اجماع ہے اور کبریٰ کے اثبات پر دو مقدمے ہیں جس کی اصلاح اور تمہید پہلے ہی کر دی گئی ہے۔ اس لیے کہ جب ''خُلُوّ'' موت کے معنی میں ہو گا اور اس کی ''اَلرُّسُلُ'' کی طرف نسبت کی گئی اور وہ جمع ہے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام قطعی طور پر اس میں داخل ہوں گے۔ پس کبریٰ کے ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے موت لازم ہو گی۔ (اور مطلب قادیان ثابت ہو جائے گا)

فارسی ترجمہ: ونیست حضرت محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم مگر فرستادہ پروردگار بہ تحقیق گزشتہ انداز قبل آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام پیشینیاں آیا۔ پس اگر آنحضرت بمیرند یا قتل کردہ شوند شما بازروید۔ بر پائے خود از دین مسلمانی وما از جانب مرزا تقریر واصلاح تقریر بایں طور میکنیم کہ قولہ خلت بمعنی ماتت ولفظ الرسل جمع ست بالام استغراقی معرفہ است۔ بنابرین "افان مات" برو متفرع گشت زیرا کہ اگر نباشد خلو بمعنی موت یا الرسل جمع مستغرق نباشد متفرع بودن "افان مات" درست نگردد۔ زیرا کہ صحت ایں تفریع موقوف است بر داخل بودن نبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم در لفظ الرسل۔ وایں ادخال وقتے باشد کہ ال استغراقی باشد و نیز صحت ایں تفریع موقوف ست بر بودن خلو بمعنی موت زیرا کہ اگر درمیان موت و خلو تغائر باشد و خلورا از موت عام گیریم لازم آید۔ تفریع اخص براعم۔ حالانکہ تفریع وقتے درست باشد کہ متفرع علیہ را متفرع لازم باشد و ظاہر ست عدم استلزام اعم للاخص۔ پس وجود تفریع در آیت کریمہ مقتضی

تحقیق دو امرست یک خلو بمعنی موت دوم بودن الرسل۔ جمع مستغرق ازیں هر دو مقدمتین یک را صغری برائے شکل اول۔ دوم را کبری برائے آں بکنیم و شکل اینست عیسیٰ علیه السلام بے شک رسول ست۔ وهر رسول مرده است وازیں قیاس مرکب از دو مقدمه قطعیه ایں نتیجه بر آمد که تحقیق عیسیٰ علیه السلام مرده است۔ وهمیں مطلوب بود۔ ودلیل بر اثبات صغری ایں که فرموده باری تعالیٰ در حق عیسیٰ علیه السلام در قرآن و رسولا الی بنی اسرائیل و قوله تعالیٰ "ما المسیح ابن مریم الا رسول" وامثال ایں دو آیت دیگر آیت نیز هستند و رسول بودن حضرت عیسیٰ علیه السلام از اجماع اُمت ثابت ست۔ ودلیل براثبات کبری آں دو مقدمه اند که اصلاح و تمهید ایشاں اولا کرده شده زیرا که چوں خلو بمعنی موت شد و نسبت او بطرف الرسل کرده شدو آں جمع است۔ پس مندرج میشود۔ در لفظ الرسل مسیح علیه السلام قطعا۔ پس لازم شد ثبوت موت برائے عیسی علیه السلام در ضمن کبری۔ پس مطلب قادیانیاں ثابت شد۔

و اگرچه ایشاں را طریقه استدلال معلوم نبود اماما استحسانا و تبرعا حتی الوسع از طرف ایشاں تقریر علمی مهذب بیان نمودیم واکنون۔ جواب او بریں طور میدهیم۔

ترجمہ: اور اگرچہ ان کو طریقہ استدلال معلوم نہیں تھا مگر ہم نے استحساناً اور تبرعاً حتی الوسع ان کی طرف سے علمی مہذب تقریر بیان کر دی ہے اور اب اس کا جواب اس طریقہ سے دیں گے۔

فاقول فی الجواب المختصر بعون اللہ تعالیٰ وتوفیقه ان الخلو فی قوله تعالی قد خلت عام لکل مضیٰ من الدنیا۔ اما بالموت او بغیر الموت فصح التفریع وان لم یمت عیسیٰ علیه السلام وھذا ظاھر جدا وھذا الجواب وان کان مختصرا ولکنه فیه کفایة لذوی الدرایة۔

ترجمہ: پس میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مدد وتوفیق سے مختصر جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ’’قَدْ خَلَتْ‘‘ میں ’’خُلُوّ‘‘ دنیا سے ہر جانے والے کے لیے عام ہے خواہ (جانا) موت کے ساتھ ہو یا بغیر موت کے ہو پس تفریع صحیح ہے اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت واقع نہیں ہوئی اور یہ بہت واضح ہے اور یہ جواب اگرچہ مختصر ہے لیکن اس میں صاحب درایت (عقلمند) کے لیے کفایت ہے۔

ثم اقول مفصلا ومطولا ومذیلا ایں ہر دو مقدمه که برائے کبری دلیل آورده شدند مسلم نیستند۔استحاله عدم صحت تفریع دریں صورت که ہر دو مقدمه مذکوره یا فقط یک مقدمه مفقود باشد نیز مسلم نے ونیز ما ایں استدلال را بایں طور مخدوش میکنیم که ایں استحاله مطلقا لازم آید۔

ترجمہ: میں طوالت اور تفصیل کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ دونوں مقدمے جو کبری کے لیے برائے دلیل لائے گئے تھے مسلّم نہیں۔اور ہم اس استدلال کو اس طور پر رد کرتے ہیں کہ یہ استحالہ مطلقاً لازم آتا ہے۔

سلمت المقدمتان کلتاھما او منعتا وسند المنع الاول ان لفظ الخلو الماخوذ من قوله تعالی ’’قد خلت۔۔۔الخ‘‘ لیس بمعنی الموت لیفرح المستدل والا لیقع التعارض الحقیقی فی کلام اللہ تعالی وھو یدل علی عجز الشارع وانه

محال فی جنابه تعالیٰ فمستلزم المحال محال وصورته ان الایة الکریمة "سُنَّةَ اللهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ" معناه علی زعم المستدل سنة الله وقد ماتت وتوفت والآیة الکریمة "وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِیْلًا" فان معناه ان السنة الالهیة والطریقة السبحانیة الربانیة لا یتغیر من حال الی حال وبین مفادیهما کما تری بل معناه المضی لشئ کما جات به اللغة وما فسر احد من اصحاب اللغة لفظ قد خلت بمعنی ماتت و توفت ای بمعنی الموت فعلم ان حقیقة الخلو باعتبار اللغة المضی فقط کما ارشد الله تعالی فی القران العظیم فی المنافقین "اذا خلوا الی شیطینهم۔۔۔الخ" "واذا خلا بعضهم الی بعض" وظاهر ان المراد منه فی الایتین الکریمتین لیس معنی الموت و کذا لفظ الخلوفی قوله تعالیٰ "وقد خلت من قبلکم سنن" وفی قوله تعالی "کلوا واشربوا هنیئا بما اسلفتم فی الایام الخالیة" ولا یخفی ان المراد من خلو السنن والایام لیس معنی الموت بل المراد مضیها وهذا معنی یقع صفة الزمان۔

اولاً: وبالذات یقال قرون خالیة وسنون ماضیة ویقع صفة الزمانیات۔

ثانیاً: وبالعرض ای توصف الاشیاء التی فی الزمان بالمضی بعلاقة الظرفیة والمظروفیة۔ وایضًا قال الله تعالی "واذا لقوکم قالوا امنا واذا خلوا عضوا علیکم الانامل" (پارہ 4، رکوع 3) وایضاً۔ قال الله تعالی "وان من امة الا خلا فیها نذیر" فمعنی الخلوفی هاتین الایتین المضی مطلقا لا الموت فمعنی الایة "قد خلت من قبله الرسل" ای مضت الرسل من قبل محمد صلی الله علیه وسلم سواء کانوا امواتاً کآدم ونوح وابراهیم وموسی علیهم الصلوۃ والسلام

اولا کادریس وخضر والیاس علیہم السلام فعلی ھذا التحقیق مابقی تمسک للمستدل والحمد لولی الحمد ایضاً۔

ترجمہ: دونوں مقدمے تسلیم کیے جائیں گے یا منع کیے جائیں (ان کو نہ مانا جائے) پہلے منع کرنے کی سند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''قَدْ خَلَتْ'' سے ماخوذ لفظ ''خُلُوّ'' موت کے معنی میں ہیں تا کہ استدلال کرنے والا اس سے خوش ہو۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تعارض حقیقی واقع ہو جائے گا، اور یہ شارع کے عجز (عاجز ہونے) پر دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں یہ محال ہے، پس محال کا مستلزم بھی محال ہوتا ہے۔ اور اسکی صورت یہ ہے کہ آیت کریمہ ''سُنَّۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ'' اسکا معنی مستدل کے گمان پر ہے کہ اللہ کی وہ سنت جو مرگئی اور فوت ہوگئی۔

اور (دوسری) آیت کریمہ ''وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا'' (تو اللہ کی سنت میں ہرگز تبدیلی نہیں پائے گا) اس کا معنی ہے کہ سنت الٰہیہ اور طریقہ سبحانیہ ربانیہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متغیر اور تبدیل نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکا معنی ''مُضِی'' یعنی کسی چیز کی طرف گزر جانا ہے جیسا کہ لغت میں آ رہا ہے اور کسی بھی صاحب لغت نے ''قَدْ خَلَتْ'' کی تفسیر ''مَاتَتْ'' یا ''تَوَفَّتْ'' یعنی بمعنی موت کے نہیں کی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ لغت کے اعتبار سے ''خُلُوّ'' کا حقیقی معنی ''اَلْمُضِی'' (جانا گزر جانا) ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں منافقین کے بارے میں رہنمائی فرمائی ہے۔ ''وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ'' الخ۔ اور دوسری آیت ''وَاِذَا خَلَا بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ'' اور یہ ظاہر ہے کہ ان دو آیات کریمہ میں ''خُلُوّ'' سے مراد موت کا معنی نہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قول ''قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ سُنَنٌ'' اور اللہ تعالیٰ کے قول ''کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ھَنِیْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَۃِ'' میں لفظ خلو (موت کے معنی میں نہیں)، اور یہ کوئی مخفی بات نہیں کہ السنن والایام کے خلو (گزرنے) سے مراد موت کا معنی نہیں بلکہ مراد ان کا گزر جانا ہے اور یہ معنی اول اور بالذات

زمان کی صفت واقع ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے قرون خالیۃ گزرے ہوئے زمانے یا صدیاں وسنون ماضیۃ گزرے ہوئے سال اور ثانیاً بالعرض زمانیات کی سفت واقع ہوتا ہے۔ یعنی زمانے میں ہونے والی اشیاء علاقہ طرفیت اور مظروفیت کی بناء پر مُضِیٖ یعنی گزرنے کے ساتھ موصوف ہوتی ہیں۔

اوراسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ''وَاِذَا لَقُوۡکُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوۡا عَضُّوۡا عَلَیۡکُمُ الۡاَنَامِلَ '' (آلِ عمران: ۱۱۹) اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب چلے جاتے ہیں تو تمہاری وجہ سے اپنی انگلیاں حصے سے دانتوں سے کاٹتے ہیں۔ اوراسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ''وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ'' (فاطر: ۲۴) جوبھی اُمت رہی ہے اُس میں ڈرانے والا گزرا ہے۔ پس ان دونوں آیتوں میں ''خُلُوّ'' کا معنی مطلقاً ''مُضِیٖ'' یعنی جانا اور گزرنا ہے نہ کہ موت۔ پس آیت ''قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ ؕ'' کا معنی ہے تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول گزر چکے چاہے وہ اموات تھے (جن کی موت واقع ہو چکی تھی) جیسے آدم، نوح، ابراہیم وموسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام۔ اور یا وہ اموات (مردہ، فوت ہونے والے) نہ تھے جیسا ادریس وخضر والیاس علیہم الصلاۃ والسلام۔ پس اس تحقیق پر مستدل کے لیے کوئی تمسک باقی نہ رہا اور حمد ولیّ حمد کے لیے ہے۔

اگر معنی خلو موت گرفته شود چنانکه قادیانی میگوید۔ پس ایں خرابی هم لازم آید که تعریف شے باخص واخفی باشد زیرا که هر گاه فی الواقع نزد اهل لغت معنی خلو گزشتن و رفتن است۔ پس موت یک قسم محمدﷺ ازاں معنی باشد چرا که گذشتن صادق می آید بر هر یک قسم از اقسام انتقال مکانی اگر از بلندی به پستی رودآں انتقال موسوم به خفض است و برعکس آں رفع ست یا از قدام بطرف

خلف و برعکس آں یا ازیمیں بطرف شمال و برعکس آں و ھر قسم موت را شامل ست موت بقتل باشد یا بلا قتل۔پس ما اگرچہ الرسل راجمع مستغرق تسلیم بکنیم ھم موت مسیح لازم نمی آید زیرا کہ خلو و گزشتن کہ عام چیز است اگرچہ برائے ھر فرد نوع رسول ثابت ست۔اما مستلزم ایں امر نیست کہ ھر قسم ایں عام برائے ھر فرد نوع رسول ثابت گردد۔

ترجمہ:اگر خلو کا معنیٰ موت لیا جائے جیسا کہ قادیانی کہتا ہے تو یہ خرابی بھی لازم آتی ہے کہ شئی کی تعریف اخص اور اخفیٰ (زیادہ پوشیدہ) کے ساتھ ہوگی اس لے کہ جہاں فی الواقع اہل لغت کے نزدیک خلو کا معنیٰ گزرنا اور جانا ہے،پس موت اُس قضی میں سے ایک قسم ہوگی کیونکہ انتقال مکانی کی اقسام میں سے ہر قسم ہر گزرنا صادق آئے گا اگر بلندی سے پستی کی طرف (کوئی چیز) جائے تو اُس انتقال کا نام خفض ہے اور اس کے برعکس (نیچے سے اوپر جانے) کا نام رفع ہے یا آگے سے پیچھے کی طرف یا اس کے برعکس یا دائیں سے بائیں طرف یا اس کے برعکس۔اور ہر قسم کی موت کو شامل ہے چاہے موت بہ قتل ہو یا بغیر قتل ہو۔پس ہم اگرچہ ''اَلرُّسُلُ'' کو جمع مستغرق تسلیم کرلیں پھر بھی حضرت مسیح کی موت لازم نہیں آئے گی اس لیے کہ خلو اور گزرنا جو کہ عام چیز ہے اگرچہ نوع رسول کے ہر فرد کے لیے ثابت ہے لیکن اس امر کو مستلزم نہیں کہ اس کی ہر قسم نوع رسول کے ہر فرد کے لیے ثابت ہو جائے۔

والتمسك على تقدير تفسير الخلو بالموت دون المضى بلزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم كما تقدم مزيف بان المتفرع بها فى الحقيقة انما هو استبعاد الانقلاب وانكار جواز الارتداد على تقدير فقدان وجود الرسول صلى الله عليه وسلم من بين اظهر القوم بعد اداء رسالته وتبليغ الاحكام الآلهية

فکان تقدیر الکلام "وما محمد الا رسول ط قد خلت" ای مضت من قبله الرسل فهل یجوز لکم الارتداد بعد ما اقام لکم الدین المتین ان نقل بالرفع کما رفع عیسیٰ علیه السلام او ادریس او بالموت کما حکمنا به فی سابق علمنا او بالقتل کما صاح به الشیطان واستقر فی قلوبکم والتصریح۔ بالثانی موافقته للواقع ومطابقته لتقدیر الله تعالی وذکر۔ الثالث وان لم یطابق الواقع والتقدیر مراعاة لزعمهم وتوسیعا لنفی جوازالارتداد وعلی کلا الشقین وان کان هذا الثالث مزعوما محضا وجهلا مرکبا الا انه لما کان قوی الاحتمال و کثر وقوعه بین الانبیاء السابقین کما دل علیه قوله تعالی عزوجل "ویقتلون النبیین بغیر الحق"فکان ذکره ضروریا وعدم التصریح بالاول وان کان مقدرا مراد الانتفاء ما یوجب ذکره من الموجبات المذکورة بظهور عدم توافقه القضاء والواقع والعدم استقراره فی قلوبهم وشذوذ تقدمه۔ فظهران المتفرع فی الحقیقة هو نفی جواز الارتداد علی تقدیر احد الشقوق الثلاثة المصدرة وذالك الامر الدائر بین الثلاثه مساو للخلو بمعنی المضی فلا یلزم تفریع الاخص علی الاعم علی تقدیر کون المعنی الحقیقی مراد من لفظ الخلو بل یلزم تفریع احد المتساویین علی الآخرو ذا جائز کما یقال رایت زیدا انه جسم نام حساس متحرك بالارادة مدرك للکلی والجزئی فیفرع علی هذا المفصل انا هو انسان والارتیاب فی تساوی هذا المجمل و ذالك المفصل و فی صحته و تفریع احدهما علی الاخر والامر ان اللذان حکمنا بمساواتهما ۔و کون احدهما متفرعا والاخر متفرعا علیه۔ هو ثبوت خلو کل رسول و نفی جواز الارتداد علی تقدیر تحقیق واحد من الشقوق فان النسب انما یقتضی المفهومین مطلقا اعم من

ان یکونا وجودیین او سلبین او یکون احدھما وجودیا ولآخر سلبیا ولا یلزم توافقھما فی الثبوت او العدم والدلیل علی لزوم ذالك النفی للخلوان المقصود من البعثة وارسال الرسل التشریع مطلقا و تعیین الطریقة الموصلة الی اللہ تعالیٰ لا التشریع الی زمان وجود الرسول بین اظھر قومه والا یلزم ان لا یخلو زمان من الرسل وذا باطل باتفاق من اھل الملل فوضح بطلان زعم لزوم استحالة تفریع الاخص علی الاعم علی فرض ارادۃ معنی المضی من لفظ الخلو من قوله "قد خلت من قبله الرسل" ھذا۔

ترجمہ: موت کے ساتھ خلو کی تفسیر نہ کہ مضی (گزر جانے) کے ساتھ فرض کرنے سے استدلال کرنا کہ اس طرح احض کی تفریع اعم پر استحالہ لازم آتا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ یہ مزیف ہے۔۔اس بات کا کہ حقیقت میں اس کے ساتھ متفرع انقلاب (پلٹنے) کو بعید سمجھنا ہے اور ارتداد کے جواز کا انکار ہے۔اگر یہ فرض کیا جائے کہ احکام الٰہیہ کے پہنچانے اور فریضہٴ رسالت ادا کرنے کے بعد قوم کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے وجود کا فقدان ہو جائے گا تو تقدیر پر کلام یوں ہوتا "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ "،یعنی نہیں محمد مگر ایک رسول،تحقیق آپ سے پہلے بھی رسولانِ خدا چلے گئے پس کیا تمہارے لیے جائز ہے کہ تم ارتداد اختیار کرو۔ بعد اس کے کہ اس رسول نے تمہارے لیے دین متین کو قائم کیا اگر وہ رفع (اُٹھائے جانے) کے ساتھ نقل ہو جائے (کسی اور جگہ منتقل کر دیا جائے) جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام کو اُٹھا کر منتقل کر دیا گیا۔ یا موت کے ساتھ (نقل ہو جائے) جیسا کہ ہم نے اپنے سابقہ علم میں اس کا حکم دیا ہو۔ یا قتل ہونے کے ساتھ (نقل ہو جائے جیسا کہ شیطان نے بلند آواز سے چیخ مار کر نعرہ مارا (کہ محمد قتل ہو گئے) اور تمہارے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی تھی اور دوسرے کی تصریح یہ ہے کہ وہ واقع کے موافق اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ مطابق ہو اور تیسرے کا ذکر جواز ارتداد کی نفی کی توسیع کے لیے اور

ان کے گمان کی رعایت کرنے کو فرض کرتے ہوئے اگرچہ واقع کے مطابق نہ ہو اور دونوں صورتوں میں اگرچہ یہ تیسرا صرف ایک گمان اور جہل مرکب ہوگا مگر جب اس کا قوی احتمال ہے اور سابقہ انبیائے کرام کے درمیان اس کا وقوع کثرت سے ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ''وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ '' وہ بغیر حق کے انبیائے کرام کو قتل کرتے تھے۔ لہٰذا اس کا ذکر کرنا ضروری تھا اور پہلے کی تصریح نہ کرنا اگرچہ وہ مقدر تھا۔

پس ظاہر ہوا کہ حقیقت میں متفرع ارتداد کے جواز کی نفی ہے، اگر ان تین سابقہ صورتوں میں سے کسی ایک کو فرض کیا جائے اور یہ امر جو کہ تینوں کے درمیان دائر (گھومنے والا) ہے وہ خلو بمعنی المضی کے مساوی ہے پس اخص کی اعم پر تفریع لازم نہیں آتی۔ یہ فرض کر کے کہ لفظ خلو سے حقیقی معنی مراد ہے بلکہ دو متساوی (برابر) چیزوں میں سے ایک کی تفریع دوسرے پر لازم آتی ہے۔ اور یہ جائز ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ زید جسم نامی، حساس، متحرک بالارادہ اور کلی و جزی کو پانے والا ہے۔ پس اس مفصل پہ تفریع کی جاسکتی ہے کہ وہ ایک انسان ہے اور اس مجمل کی اس مفصل کے ساتھ تساوی میں اور اس کی صحت میں اور ایک کی تفریع دوسرے پر کرنے میں اور وہ دو امر جن کے مساوی ہونے کا ہم نے حکم لگایا اور ایک کے متفرع ہونے اور دوسرے کے متفرع علیہ ہونے میں شک کرنا ہر رسول کے گزر جانے کا ثبوت اور ارتداد کے جواز کی نفی ہے۔ اگر ان تینوں شقوق میں سے ایک تحقیق کو فرض کیا جائے۔ پس بے شک نسب مطلقاً دو مفہوموں کا تقاضا کرتا ہے خواہ وہ دونوں وجودی ہوں یا سلبی ہوں یا ایک وجودی ہو اور دوسرا سلبی ہو، اور ثبوت یا عدم ثبوت میں دونوں متوافق ہونا لازم نہیں۔ اور خلو کے لیے اس نفی کے لزوم پر دلیل یہ ہے کہ بعثت اور ارسال رُسل سے مطلقاً مقصود صرف تشریع (شرعی احکام اجراء) اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے رستے کی تعین کرنا ہے نہ کہ قوم کے درمیان رسول کے موجود ہونے کے زمانے تک تشریع (احکام شرعیہ کا جاری کرنا) ہے ورنہ لازم آئے گا کہ کوئی مانہ رسولوں

سے خالی نہ ہو۔اور یہ تمام ملتوں کے اتفاق سے باطل ہے۔پس اخص کی اعم پر تفریع کے استحالہ کے لزوم کے گمان کا باطل ہونا واضح ہوگیا۔اس طرح کہ ”قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ“ کے قول میں لفظ خلو سے مضی کا معنی مراد لینے کو فرض کیا جائے۔(قد خلت سے موت مراد نہ لی جائے بلکہ صرف زمانے کا گزرنا مراد لیا جائے)۔

السوال:لما رحل رسول الله ﷺ من دار الدنیا وشرف دار الاخرۃ وشاع هذاه السانحة فی المدینة المنورۃ طاف عمر رضی الله تعالی عنه فی السکك وجعل یقول ما مات رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا یموت ومن قال ان محمدا صلی الله علیه وسلم قد مات...الخ الحدیث کما فی المشکوۃ وغیرها من الصحاح۔ وانکر اشد الانکار فاستدل ابو بکر صدیق رضی الله تعالیٰ عنه علی موت رسول الله صلی الله علیه وسلم بهذه الایة الکریمة"وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل.....الخ"۔

ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ نے دار دنیا سے کوچ فرمایا اور دار آخرت کو شرف بخشا اور مدینہ منورہ میں اس سانحہ کی خبر پھیل گئی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ گلیوں میں چکر لگانے لگے اور فرمانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے اور نہ فوت ہوں گے اور جس نے کہا کہ محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔۔۔الخ الحدیث۔جیسا کہ مشکوۃ وغیرہ صحاح میں ہے اور اس کا شدید انکار کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ ”وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۔۔۔الخ“ سے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر استدلال کیا۔

الجواب:لیس موضع استشهاد علی الصدیق رضی الله تعالی عنه فی هذه الایة قوله تعالی"قد خلت" بل قوله تعالی"افان مات" لان کلمة"ان"باعتبار اصل الوضع لا یدخل الاعلی الامور التی یمکن تقررها ویجوز

وجودها لا الامور التی تابی عن التکون والتقرر کما هو واضح علی من طالع بحث معانی الحروف فاذا ثبت جواز ورود الموت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتفی نقیضه وهو امتناع تقرر الموت ولما قلنا من موضع استشهاد ابی بکر الصدیق بکلمة "افان مات" یؤید ان الصدیق حین الاستدلال بموته صلی اللہ علیه وسلم تلا قوله تعالی عزوجل "انك میت وانهم میتون"۔

واما تمسکهم بالمقدمة السائرة علی السنتهم ان کل جمع معرف باللام یستغرق الافراد باسرها ایضا باطل لان لفظ الملائکة فی قوله تعالیٰ "فسجد الملئکة کلهم اجمعون" لو کان حاویا للافراد کلها بحسب القاعدة فکان ذکر کلهم اجمعون۔ مستدرکا وکذا لفظ الملائکة فی الایة الکریمة "واذ قالت الملئکة یمریم ان اللہ یبشرك الایة"۔ "واذ قالت الملئکة یمریم ان اللہ اصطفك الایة" لیس بمستغرق الافراد کلها بل المراد منه بعض الملائکة واذا انتقضت کلیة الکبری بنقض هذه المواضع انتقض القیاس فلا ینتج بموت المسیح لانتفاء المشروط بدون الشرط هذا۔

ثم قولنا بان استحالة عدم صحة التفریع علی تقدیر عدم الاستغراق غیر وارد فی الحقیقة لان المقصود من الکریمة فی قوله تعالی "وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل" ان محمد صلی اللہ علیه وسلم لیس الا بشراً وجنس الرسل قد خلا ومن المعلوم ان ماثبت لبعض افراد الجنس بالنظر الی ذاته وماهیته یمکن ان یثبت لسائر افراده بل لا یختلف اقتضاء الذات من الذاتیات۔ فالثابت للبعض بالنظر الی ماهیته کما یستلزم امکان الثبوت لذالك البعض یستلزم امکانه لباقی الافراد فهذه المهملة۔

اعنی "قد خلت من قبله الرسل" وان كانت بالنظر الى الفعل والاطلاق بمنزلته الجزئية غير صالحة لكبروية الشكل الاول الا انها بما تستلزم من الممكنة الكلية صالحة لها فغاية ما ينتجه القياس على هذا ان المسيح ميت بالامكان۔ بان يقال المسيح رسول وجنس الرسول قد خلا بالفعل والاطلاق وقد عرفت انه يلزمه قولنا كل رسول خال وميت بالامكان فهذا القول اللازم يجعل كبرى منضمة الى صغرى فينتج النتيجة المذكورة فصح التفريع ولم يلزم الاستحالة العقلية ولا المحذور الشرعي من ثبوت موته عليه السلام في الزمان الماضي لكونه مخالفا لظاهر القرآن والاحاديث واجماع الامة۔ وهذا مع منع كون لفظ الرسل جمعا مستغرقا فاذا لم يثبت مطلوب الكليين على تقدير منع احدى المقدمتين فقط۔ فعدم ثبوت مطلوبهم على تقدير منعهما معا اظهر وابهر وهذا ظاهر لمن له ادنى دراية۔

الجواب: اس آیت قولہ تعالیٰ قَدْ خَلَتْ ۔۔۔الخ ،میں صدیق رضی اللہ عنہ پر موضع استشہاد نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا قول اَفَاِئِنْ مَّاتَ ہے (قَدْ خَلَتْ سے وفات کی شہادت نہیں ملتی بلکہ اَفَاِئِنْ مَّاتَ سے ملتی ہے) کیونکہ کلمہ ''اِنْ'' اصل وضع کے اعتبار سے ان امور پر داخل ہوتا ہے جن کا تقرر ممکن ہو اور ان کا وجود جائز ہو نہ کہ وہ امور جن کا تقرر اور جن کا ہونا ممکن ہو جیسا کہ معانی حروف کی بحث کا مطالعہ کرنے والے پر واضح ہے ۔پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت کے وارد ہونے کا جواز ثابت ہوا (یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت واقع ہو سکتی ہے) تو اس کے نقیض کی نفی ہو گئی ۔اور وہ ہے موت کے تقرر (ثبوت) کا ممتنع ہونا۔ (عدم موت منتفی ہو گئی) اور جب ہم نے کہا کہ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کلمہ اَفَاِئِنْ مَّاتَ سے استشہاد کیا۔اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر استدلال کے وقت اللہ تعالیٰ عزوجل کا قول

مبارک اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ تلاوت فرمایا تھا۔

جہاں تک ان کی زبانوں پر جاری مقدمہ کا تعلق ہے کہ ہر جمع معرف باللام تمام افراد کو مستغرق ہوتا ہے تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ قاعدہ کے مطابق اگر اللہ تعالیٰ کے قول ''فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۙ تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا'' (ص: ۷۳) میں لفظ ''اَلْمَلٰٓئِكَةُ'' تمام کے تمام افراد کو حاوی (شامل) ہوتا تو ''كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ'' کا ذکر مستدرک ہوتا۔ اور اسی طرح آیت کریمہ ''اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ'' جب فرشتوں نے (مریم سے کہا) کہ خدا تم کو اپنی طرف سے ایک فیض کی بشارت دیتا ہے۔ (الآیۃ) میں لفظ ''اَلْمَلٰٓئِكَةُ'' اور ''وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ'' اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا کہ خدا نے تم کو برگزیدہ کیا ہے۔ (الآیۃ) میں لفظ ''اَلْمَلٰٓئِكَةُ'' فرشتوں کے تمام کے تمام افراد کو مستغرق (شامل) نہیں۔ بلکہ اس سے مراد بعض ملائکہ ہیں اور ان جگہوں کے نقض کے ساتھ کبری کی کلیت (کلیہ ہونا) ٹوٹ گئی تو قیاس بھی ٹوٹ گیا اور مسیح کی موت اس کا نتیجہ نہیں ہوگا اس لیے کہ شرط کے بغیر مشروط منتفی ہوتا ہے (مشروط کا وجود نہیں پایا جاتا)۔

پھر ہمارا یہ کہنا کہ عدم استغراق کی تقدیر پر تفریع کے عدم صحت کا استحالہ حقیقت میں وارد نہیں ہوتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ'' میں ''قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ'' میں آیت کریمہ سے مقصود یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بشر ہی ہیں اور جنس رُسل گزر چکی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ جنس کی ذات اور ماہیت کی طرف دیکھتے ہوئے اُس کے بعض افراد کے لیے جو کچھ ثابت ہو ممکن ہے کہ اس کے تمام افراد کے لیے ثابت ہو۔ بلکہ ذاتیات سے ذات کا اقتضاء مختلف نہیں ہوتا۔ پس ماہیت کی طرف دیکھتے ہوئے بعض کے لیے ثابت ہونے والی چیز جیسے اُس بعض کے لیے ثبوت کے امکان کو مستلزم ہے اسی طرح باقی افراد کے لیے امکان کو بھی مستلزم ہوگا۔

پس یہ مہملہ یعنی ''قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ '' اگرچہ بالفعل اور اطلاق کی طرف دیکھنے کے لحاظ سے ہو یہ اُس کی جزئیت کے مقام پر ہے اور شکل اول کے لیے کبری بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ مگر یہ ممکنہ کلیہ میں سے جس کو مستلزم ہے اس کے ساتھ یہ اُس کی صلاحیت رکھتا ہے۔ پس اس پر قیاس سے نکلنے والے نتیجے کی غایت یہ ہے کہ مسیح بالامکان میت ہے (انکی وفات ممکنات میں سے ہے) اس طرح کہا جائے کہ مسیح ایک رسول ہے اور جنس رسول بالفعل والاطلاق گزر چکی اور تو نے جان لیا ہے کہ اس کو ہمارا یہ قول لازم آتا ہے ''کُلُّ رسولٍ خَالٍ وَمَيِّتٌ بِالْاِمْكَانِ '' ہر رسول بالامکان گزرنے والا اور مرنے والا ہے۔ پس یہ لازم قول کبری کو صغری کے ساتھ ملنے والا بنا دیتا ہے۔ پس مذکورہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ لہٰذا تفریع صحیح ہے اور کوئی عقلی استحالہ لازم نہ آیا اور زمانہ ماضی میں آپ علیہ السلام کے لیے ثبوت موت کو محذور شرعی لازم آیا کیونکہ یہ قرآن کے ظاہر اور احادیث اور اجماع اُمت کے خلاف ہے اور یہ کہ لفظ ''اَلرُّسُلُ '' کا جمع مستغرق کے لیے نہ ہونا ہے۔ پس جب دو مقدموں میں سے فقط ایک کے منع ہونے کی تقدیر پر دونوں کلیوں کا مطلوب ثابت نہ ہوا تو اکٹھے دونوں کے منع ہونے کی تقدیر پر ان کے مطلوب کا عدم ثبوت زیادہ ظاہر اور واضح ہے اور تھوڑی سی بھی درایت رکھنے والے کے لیے یہ بات نمایاں ہے۔

وگرآں ہر دو مقدمہ قادیانی بطور تنزل تسلیم بکنیم اول مقدمہ ایں کہ بودن الف ولام در لفظ الرسل استغراقی۔ دوم مقدمہ ایں کہ لفظ خلو را بمعنی موت بگریم بر ایں تقدیر نیز الزام عدم صحت تفریع نمیرود۔ چنانکہ بر تقدیر عدم زیرا کہ لفظ الرسل بصورت گرفتن او جمع مستغرق وخلو بمعنی موت رسول اکرم ﷺ را شامل نمی باشد بوجہ ایں کہ در آیت ''قد خلت من قبلہ الرسل'' خلو ومضی

انبیاء پیشینیاں علیهم السلام قبل از رسول اکرم ﷺ بیان کرده شد که ایشاں علیهم السلام موصوف به سبقت مضی از رسول ﷺ اند و رسول اکرم ﷺ موصوف بتاخر اند و ظاهر که ایں سبقت دیگر انبیاء علیهم السلام از رسول الله ﷺ و تاخر رسول الله ﷺ از ایشاں ایں هر دو زمانی اند که متقدم بامتاخر جمع نمی شود وکذا عکس آں پس سرور عالم ﷺ بوصف خلو موصوف نشدند بوقت نزول آیت کریمه والا یلزم تقدم الشئ علی نفسه للزوم قوله تعالیٰ "قد خلت من قبله الرسل" الاخبار بقبلیة الشیء علی نفسه ومع عدم اتصافه ﷺ بوصف الخلو مع الرسل واتصاف سائر الرسل به کان من شانه یمکن له ان یخلو فی الاتی کما خلوا فاذا تقرر کونه ﷺ فاقد الوصف الخلو حین خلت الرسل لم یندرج فی تلك الرسل الخالیة حنیئذ و یلزم علی عدم اندراجه ﷺ فیهم علیهم السلام بالنظر الی ذالك الوصف عدم صحة التفریع بحسب الظاهر فلا یتعدی الحکم منهم الیه صلی الله علیه اجمعین۔ لان التعدی فرع الاندراج و عدم المتفرع علیه یوجب عدم المتفرع فلم یجدهم تخصص الخلو بالموت ولا ادعاء الاستغراق والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

ترجمه: اور اگر قادیانی کے ان دونوں مقدموں کو بطور تنزل تسلیم کرلیں۔ اوّل مقدمہ یہ کہ الف لام کا لفظ الرسل میں استغراقی ہونا۔ دوسرا مقدمہ یہ کہ لفظ "خُلُوّ" کو موت کے معنی میں لے لیں۔ اس تقدیر پر بھی تفریع کی عدم صحت لازم نہیں آئے گی چنانچہ عدم کی تقدیر پر اس لیے کہ الرسل لفظ کو جمع مستغرق کے معنی میں لینا اور "خُلُوّ" کو موت کے معنی میں لینا یہ رسول اللہ ﷺ کو شامل نہ ہوگا بوجہ اس کے کہ اس آیت "قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ" میں رسول اللہ ﷺ سے پہلے

رسولوں کا گزرنا اور جانا بیان ہوا ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام رسول اللہ ﷺ سے پہلے گزرنے کی صفت کے ساتھ موصوف ہیں اور رسول اکرم ﷺ متاخر ہونے کے ساتھ موصوف ہیں اور ظاہر ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کا رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہونا اور رسول اللہ ﷺ کا اُن سے بعد میں ہونا یہ دو زمانے ہیں کہ متقدم (پہلے والا زمانہ) متاخر (بعد میں آنے والا زمانہ) کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا اور اسی طرح اس کا عکس۔ پس سرورِ عالم ﷺ وصف خلو کے ساتھ موصوف آیت کے نزول کے وقت موصوف نہ ہوئے، وگرنہ شَیٔ کا اپنی ذات پر تقدم (پہلے ہونا) لازم آئے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ" شَیٔ کی اپنی ذات پر قبلیت (پہلے ہونے) کے متعلق خبر دینے کو لازم ہے اور آپ ﷺ کے دیگر رسولوں کے ساتھ خلو کے وصف میں متصف نہ ہونے کے ساتھ اور باقی تمام رسولوں کے اس وصف سے متصف ہونے کے ساتھ آپ ﷺ کی شان کے لیے یہ ممکن تھا کہ آپ آنے والے زمانے میں گزر جائیں جیسا وہ (دیگر رسل) گزر گئے۔ پس جب آپ ﷺ کی ذات میں دیگر رسولوں کے ساتھ خلو (گزرنے) کی صفت نہ پائی گئی تو اس وقت آپ ﷺ ان گزرنے والے رسولوں میں مندرج (شامل) نہ ہوئے۔ اور اُس وصف کو دیکھتے ہوئے آپ ﷺ کے اُن میں مندرج نہ ہونے پر بحسب الظاہر تفریع کا صحیح نہ ہونا لازم آتا ہے۔ پس اُن (انبیاء) علیہم السلام سے آپ ﷺ کی طرف حکم متعدی نہ ہوگا۔ (اُن پر لگنے والا حکم آپ ﷺ پر لاگو نہ ہوگا) کیونکہ تعدی اندراج کی فرع ہے اور متفرع علیہ کا معدوم ہونا متفرع کے عدم کو واجب کرتا ہے پس موت کے ساتھ گزرنے کا تخصص اُنھیں حاصل نہ ہوا اور نہ استغراق کا دعویٰ کرنا صحیح پایا گیا اور اللہ جسے چاہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

الحال ظاهره کرده میشود که هر جوابے که ازیں الزام قادیانی مارادهد همان جواب از طرف ما باشد و باز ما را فضیلت حاصل ست زیرا که ما سوائے ایں دیگر جواب نیز داده ایم کما ظهر مما سبق

وجواب ما قادیانی را نافع نیست وجه ایں که جواب ما بر چناں امر دلالت میکند که مدعا و نقیض مدعائے قادیانی را شامل ست وامکان چیزے۔ چنانکه وجود آں شے را مقارن باشد همچناں عدم آں شے را نیز و ثبوت الاعم من المطلوب غیر نافع للمعلل وان نفع المانع السائل ومن خفی علیه هذا فهو الجاهل بل الاجهل۔

ثم اقول (وبه نستعین) اگر تسلیم کنیم که آیت (قد خلت من قبله الرسل) دلالت میکند بر موت همه انبیاء علیهم السلام سوائے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس دیگر آیت کریمه (ما المسیح بن مریم الا رسول ط قد خلت من قبله الرسل) دلالت میکند که سوائے حضرت عیسیٰ علیه السلام همه پیغمبراں مرده اند وقت نزول آیت حتیٰ که رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز بوجه ایں که الرسل مستغرق جمیع افراد گرفته شد بر رائے قادیانی وایں صریح کذب ست زیرا که نزول ایں آیه کریمه وقت حیات رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم شده فکون الالف واللام للاستغراق یستلزم المحال فیکون محالا لان ما یلزم منه المحال محال البتة فاذا لم یثبت اندراج المسیح علیه السلام تحت الاکبر الموقوف علی تسلیم الاستغراق المستلزم للمحذور المذکور والمحال الشرعی الغیر الواقع لم تصدق النتیجة فی استدلالهم العطل اللاطائل ولما بطل کون ال للاستغراق والشمول والاحاطة لجمیع افراد الرسل بما حررنا ثبت ان ال للجنس یعنی جنس رسول صلی الله علیه وسلم اذ قبل رسول اکرم صلی الله علیه وسلم مرده اند۔ اگرچه مسیح تا حال نمرده۔ اما بمثل جنس خود بوقت اختتام عمر خود خواهد مرد

بالجمله از آیت (ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل) بوجه گرفتن "الف ولام" جنس حیات مسیح علیه السلام ثابت شد همچنیں ازآیت ثانیه۔(وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل) سوائے ثبوت رسول اکرم صلی الله علیه وسلم حیات عیسیٰ علیه السلام نیز ثابت شد زیرا که جنس بر قلیل و کثیر هردو صادق می آید چه ضرورت که درآیت ثانیه عیسیٰ علیه السلام را داخل کرده حکم موت دهیم۔

فان قیل ما المانع من اخذ الایة الاولی دالة علی حیات عیسیٰ علیه السلام والثانیة دالة علی موته مع انه یمکن ان یشمله ال جنسا۔

ترجمہ: اب ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ ہر جواب جو کہ اس الزام سے قادیانی ہمیں دیتا ہے وہی جواب ہماری طرف سے ہوگا اور پھر ہمیں فضیلت حاصل ہے اس لیے کہ اس کے علاوہ دیگر جواب بھی ہم نے دیے ہیں جیسا کہ پہلے کلام سے ظاہر ہوا اور ہمارے جواب قادیانی کے لیے سودمند نہیں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا جواب ایسے امر پر دلالت کرتا ہے کہ مدعا اور قادیانی کے مدعا کی نقیض کو شامل ہے اور کسی چیز کا امکان جیسا کہ اُس شے کے وجود سے مقارن (ملا ہوا) ہو۔اسی طرح اس شے کے عدم کو بھی مقارن ہو۔اور مطلوب سے اعم کا ثبوت معلل کے لیے مفید نہیں اگرچہ منع کرنے والے سائل کو نفع دے اور جس پر یہ بات مخفی رہے پس وہ جاہل بلکہ اجہل ہے۔

ثم اقول: اُسی کی مدد حاصل کرتے ہوئے کہتا ہوں اگر ہم تسلیم کریں کہ آیت ''قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ''سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام انبیاء مردہ ہیں یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ بھی بوجہ اس کے ''الرُّسُلُ ''تمام افراد کے لیے قادیانی کی رائے پر مستغرق شمار کیا گیا، اور یہ صریح جھوٹ ہے اس لیے کہ آیت کریمہ کا نزول رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہوا پس الف لام استغراق کے لیے ہونا محال کو مستلزم ہے پس یہ محال ہوگا کیونکہ جس سے محال

لازم آتا ہے وہ خود محال ہوتا ہے، پس جب حضرت مسیح علیہ السلام کا اندراج اکبر کے تحت ثابت نہیں ہوا جو کہ مذکورہ محذورا اور غیر واقع محال شرعی کو مستلزم استغراق کے تسلیم کرنے پر موقوف ہے تو ان کے بے فائدہ اور بے کار استدلال کرنے میں نتیجہ سچا نہیں ہوگا پس جب ہماری تحریر کردہ دلیل سے الف لام کا استغراق وشمول (عموم) اور ''الرُّسُلُ'' کے تمام افراد کے احاطہ کرنے کے لیے ہونا باطل ہوگیا تو ثابت ہوا کہ اَلْ جنس یعنی جنس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے فوت ہو چکے ہیں اگرچہ حضرت مسیح علیہ السلام تا حال فوت نہیں ہوئے (زندہ ہیں) ہاں اپنے ہم جنس رسولوں کی طرح عمر کے اختتام کے وقت فوت ہو جائیں گے بالجملہ ''مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ'' والی آیت سے الف لام کو جنسی قرار دینے سے حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہوئی۔ اسی طرح دوسری آیت ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ'' سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا حیات عیسیٰ علیہ السلام بھی ثابت ہوئی اس لیے کہ جنس قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آتی ہے، کیا ضرورت ہے کہ دوسری آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کو داخل کر کے آپ کی موت کا حکم دے دیں۔

پس اگر کہا جائے کہ پہلی آیت کو حیات عیسیٰ علیہ السلام پر دلالت کرنے والی اخذ کیا جائے اور دوسری کو آپ علیہ السلام کی موت پر دلالت کرنے والی شمار کیا جائے تو اس کے لیے کیا مانع ہے۔ حالانکہ اس کو الف لام جنس کا شامل ہونا ممکن ہو۔

اقول: نصب القادیانی نفسه مقام المستدل ولا ینفع المستدل احتمال بل للمستدل اللزوم والوثوق علی ان اثبات الحکم من القران من عند نفسه بدون التصریح فی التفسیر قول بالرأی والقول بالرأی فی القران ضلالة لورود النص فی ذالك۔

ثم اقول عنه ان اصل استدلال القادیانی بان کون عیسیٰ علیه

السلام مستثنی لا یخل فی اثبات المدعی لان مزعوم المخاطب فی واقعته احد وحادثة موت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان براءة النبی من عروض الموت۔ ای کان مزعوم المخاطب لا شیء من الرسل بها لك سابعه كلية ولد فعه يكفى موجبة جزئية۔ لانها صريح نقيض لها ومنه اظهار ان الرسالة ليست بمنافية للموت فصورة الاستدلال هكذا الموت ليس بمناف للرسالة۔ لانه لو كان منافيا لما توفى احد من الرسل لكنه مات عدة من الرسل قبله صلى الله عليه وسلم۔۔۔۔الخ والمقصود الاصلى من الكلام ابطال مزعوم المخاطبين باثبات نقيض مزعومهم۔ فانهم كانوا يزعمون رسول الله صلى الله عليه و سلم بريئا من الموت بسبب الرسالة ففى ترديده۔ قال(وما محمد الا رسول)يعنى ان محمدا صلى الله عليه وسلم ليس ببرئ من الموت نعم انه رسول والرسالة ليست بمنافية للموت لانها لو كانت منافية له لما مات احد من الرسل ولا كن قد خلت من قبله الرسل وبهذا ظهران قد خلت من قبله الرسل مقدمة استثنائية للقياس الاستثنائى لاالكبرى للشكل الاول لانه مع قطع اقدرالنظر عن تركيب الشكل الاول لايصح المضمون۔ فان مراد ابى بكرن الصديق على هذا التقدير يكون هكذا محمد صلى الله عليه وسلم مات بالفعل لانه رسول وكل رسول من قبله مات وظاهر ان موت كل رسول لايقتضى موت محمد صلى الله عليه وسلم بالفعل لوجود هذا المقتضى من ابتداء الولادة الشريفة فكان ينبغى ان يتحقق الوفاة من قبل وثم اعلم انما قلنا(عدة من الرسل) لان آية(بل رفعه الله اليه) مخصصة لعمومها هذا۔

اقول: میں کہتا ہوں قادیانی نے اپنے آپ کو مستدل (استدلال کرنے والے) کی جگہ

قائم کیا ہے اور مستدل کو احتمال فائدہ نہیں دیتا بلکہ مستدل کے لیے لزوم اور اس بات پر وثوق ہونا چاہیے کہ یہ حکم قرآن سے ثابت ہے اور تفسیر میں بغیر تصریح کے اپنی طرف سے کچھ کہنا قول بالرائے ہے اور قرآن میں قول بالرائے گمراہی ہے۔ اس لیے کہ اس کے متعلق نص وارد ہوئی ہے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ قادیانی کا اصل استدلال اس کے ساتھ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مستثنیٰ ہونا مدعی کے اثبات میں مخل نہیں کیونکہ اس واقعہ میں مخاطب کا مزعوم ایک ہے اور نبی ﷺ کی وفات کا حادثہ موت کے عارض ہونے سے نبی ﷺ کا بری ہونا ہے یعنی مخاطب کا مزعوم یہ تھا کہ رسولوں میں سے کوئی بھی ھالک (فوت ہونے والا) نہیں ہے۔ یہ سالبہ کلیہ ہے اور اس کو دفع کرنے کے لیے ایک موجبہ جزئیہ کافی ہے کیونکہ یہ اس کے لیے صریح نقیض ہے اور اس سے یہ اظہار ہے کہ رسالت موت کے منافی نہیں ہے پس استدلال کی صورت اس طرح ہوگی کہ موت رسالت کے منافی نہیں اس لیے کہ اگر یہ منافی ہوتی تو رسولوں میں کوئی بھی فوت نہ ہوتا لیکن چونکہ آپ ﷺ سے قبل کئی رسول فوت ہوئے لہٰذا آپ بھی فوت ہوئے۔ الخ۔ اور کلام سے اصل مقصود مخاطبین کے مزعوم کی نقیض کے اثبات کے ساتھ اُن کے مزعوم کو باطل قرار دینا ہے کیونکہ وہ گمان کرتے تھے کہ رسول ﷺ رسالت کے سبب سے موت سے بری ہیں پس اس کی تردید میں فرمایا (وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ) یعنی محمد ﷺ موت سے بری نہیں ہیں ہاں بے شک وہ رسول ہیں اور رسالت موت کے منافی نہیں کیونکہ اگر یہ موت کے منافی ہوتی تو رسولوں میں سے کوئی بھی نہ مرتا لیکن آپ سے پہلے رسل گزر چکے اور اس سے ظاہر ہوا کہ ''قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ '' قیاس استثنائی کے لیے ایک مقدمہ استثنائی ہے نہ کہ شکل اول کے لیے کبریٰ ہے، اس لیے کہ شکل اول کی ترکیب سے قطع نظر کے ساتھ اس کا مضمون صحیح نہیں کیونکہ اس تقدیر پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مراد اس طرح ہوگی کہ محمد ﷺ بالفعل فوت ہو گئے اس لیے کہ ولادت شریف

کی ابتداء سے اس مقتضیٰ کا وجود تھا پس مناسب تھا کہ وفات پہلے متحقق ہوتی اور پھر جان لے کہ ہم نے کہا ”عدۃ من الرسل“ اس لیے کہ آیت ”بَل رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ“ اس کے عموم کی تخصیص کرنے والی ہے۔

ثم استدلال القادیانی علی موت عیسیٰ علیه السلام بقوله تعالیٰ(یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی) وقوله تبارك و تعالیٰ(فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم) وبقوله تعالیٰ(وما قتلوه یقینا بل رفعه الله الیه)وبقوله تعالیٰ(وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته)

الجواب:والله الموفق للصدق والصواب اقول هذا البحث یستدعی بسطاو وسعالًا تحتمله هذا الرساله العجالة اما بحکم ما لا یدرك كله لا یترك كله فلذا كتبت الجوابین احدهما مختصرا۔ وثانیهما مفصلا بحسب اقتضاء الوقت ان التوفی الماخوذ من الآیتین الاولیین بمعنی القبض وانه عام لكل قبض وان کان مع الجسد ثم لا دلالة فی الواو علی الترتیب ویقع الموت اجماعاً بعد النزول وهكذا الرفع عام لما هو بالجسد كما سیأتی علیك فی الجواب المفصل ویزیل اشتباهك فی العاجل والآجل فانتظره والآیة الرابعة ان یحتمل عود الضمیر فی موته الی عیسیٰ علیه السلام وانت تعلم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فما بقی للمستدل الاورطة الجهل والضلال۔

ترجمہ: پھر قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ”یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ“ اور ”فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ“ اور ”وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ“ اور ”وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ“ سے استدلال کرتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے اور اللہ صدق وصواب کی توفیق دینے

والا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ بحث وسعت اور کشادگی کا متقاضی ہے یہ رسالہ عجالہ (جلدی میں تیار کیا ہوا مختصر رسالہ) اس کا متحمل نہیں ہوسکتا مگر بحکم اُس کے جس کا کُل نہیں پایا جاسکتا اُسے مکمل چھوڑا بھی نہیں جاسکتا پس اس لیے میں نے دو جواب لکھے ایک مختصر اور دوسرا مفصل، وقت کے تقاضا کے مطابق۔ پہلی دو آیتوں سے ماخوذ ''تَوَفِّی'' قبض کے معنی میں ہے اور یہ ہر قبض کے لیے عام ہے اگرچہ جسم کے ساتھ ہی ہو۔ پھر (آیت) ''مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ'' میں ترتیب پر واو میں کوئی دلالت نہیں یعنی حرف واو ترتیب پر دلالت نہیں کرتا، اور اجماعاً موت نزول کے بعد واقع ہوگی اور اسی طرح ''رفع'' عام ہے اُس کے لیے جو جسد کے ساتھ ہو جیسا کہ مفصل جواب میں تیرے لیے آئے گا، اور عاجل (موجودہ) اور آجل (مؤخر) میں تیرے اشتباہ (شک و شبہ) کو زائل کرے گا، پس اس کے منتظر رہو۔ اور جو چوتھی آیت ہے اس میں فِيْ مَوْتِهٖ کی ضمیر کا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹنے کا احتمال ہے (یقین نہیں ہے)، اور تو جانتا ہے کہ جہاں احتمال آجائے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے۔ پس مستدل (استدلال کرنے والے قادیانی) کے لیے صرف جہالت اور گمراہی کا بھنور ہی باقی رہ گیا۔

ثم اقول مفصلا مستفیضا من الالهام الصحیح ان التوفی عبارة ان اخذ الشئ وافیا وما خذه وما دتها الوفاء من الاصول المقررة عند القوم ان اصل الماخذ بمفهومه معتبر فی جمیع تصاریفه۔ وان اختلفت الصیغ والابواب کاعتبار الجزء فی الکل الاتری الی لفظ العلم فان معناه حصول صورة الشئ عند العقل اوالاضافة بین العالم والمعلوم او نسبته ذات اضافة کذائیه اوالصورة الحاصلة اوالحالة الادراکیة او تحصیل صورة الشئ علی حسب تنوع آرائهم وهذا المعنی یکون داخلا فی معانی جمیع ما اخذ من لفظ العلم سواء کان ذالك المأخوذ من تصریفات المجرد او المزید فان علم مثلا بصیغة الماضی

المعلوم معناه انه حصلت للفاعل صورة الشئ المعلوم فی الزمان الماضی وهذا علی الاصطلاح الاول او حصلت له الاضافة بینه وبین ماعلمه وهذا علی التفسیر الثانی وقس علی ما مثلناك به باقی الاصطلاحات فبا شتمال مفهوم علم الماضی علی المفهوم المصدر ونسبته الی الفاعل والزمان یکون مفهومه کلا ومفهوم المصدر جزء ففیه الترکیب من ثلثة اجزاء و کون النسبة الی الفاعل والزمان جزئین عام فی جمیع ما اشتق من المصدر المجردا واشتق من الماخوذ منه سواء کان فعلا او غیره کك فان من مشتقات العلم العالم والنسبة الی الزمان لا توجد فیه ومن الماخوذ منه الاعلام و کلتا النسبتین لا توجد ان فیه لا نسبة الفاعل ولا نسبة الزمان بل فیه مفهوم الاصل المجرد۔ وما اقتضاء خصوص هذا الباب الذی بذالك تعدی الان الی ما لم یتعد الیه فی صورة الاصلیة لمادته ففیهما الترکیب من جزیئن ومن المشتقات من الماخوذ منه اعلم بصیغة الماضی مثلا ففیه یکون الترکیب موجوداً من اجزاءاربعة اولها العلم ای المصدر المجرد۔ وثانیها ما هومقتضی باب الافعال۔ وثالثها النسبة الی الفاعل ای العالم۔ ورابعها الزمان واذا حویت ما دریت من هذه المذکورات فلا مفرلك من الایمان علی ان الوفاء داخل فی مفهوم التوفی لکونه ماخوذا منه وان اقتضاء"باب التفعل"وهو الاخذ ایضاً معتبر فیه فالکلمات التی توخذ من التوفی لها اشتمال علی اربعة اشیاء لدلالتها علی الزمان کلفظ توفیت والالفاظ التی لا تدل علی الزمان فلترکیب فیها من ثلثة اجزاء کلفظ متوفی ولا یقال ان متوفی صیغة اسم الفاعل۔ وکل صیغة اسم الفاعل لابد فی معناه من الزمان لانا نقول بعدم تسلیم کلیة الکبری لعدم الزمان فی اسم الفاعل الغیر العامل ای لابد من الزمان لاسم الفاعل الذی هو عامل لا مطلقا ولفظ متوفی لیس هنا بعامل لا یقال انه

عامل هنا لان الکاف فی متوفیك مفعول لمتوفی لانا نقول لیس بمفعول بل هو مجرور محلا لاضافة المتوفی الیه کما لا یخفی فان قلت المضاف عامل والکاف معمول قلت نعم۔ اما مرادنا لیس ان کل عامل سواء کان یعمل بالاضافة اوغیرها لابد فیه من الزمان بل المراد العامل الذی هوغیرالمضاف۔ واما العامل المضاف کالمتوفی هھنا فلا یتضمن زمانا کما نص علیه النحاة فی اسفارهم وبالجمله فالصیغ الماخوذة من المصدر لابد ان تکون مشتملة علی اصل المصدر سواء کان ترکیب معناها من تلك الاجزاء ترکیبا حقیقیا کما هوالمشهور او ترکیبا تحلیلیا۔ کما هوالحق الا بلج فمعنی الشمول ان اعتبارالجزء الاعتباری من هذا لکل الاعتباری جائز۔ فاذن المعنی الذی یقصد من لفظ التوفی او مما اشتق منه فهو علی تقدیر کونه مجردا عن معنی ”الوفاء“لا یکون معنی حقیقیا للفظ التوفی او المشتق منه لان التجرید عن بعض اجزاء الموضوع له تجرید عن کله والا یلزم تحقق الکل مع انتفاء الجزء او تحقق ما هو فی حکم الکل مع انتفاء ما هو فی حکم جزئه وذا باطل بالبداهة فاذا لم یکن ذلك المعنی المراد معنی حقیقیا لذلك اللفظ لابد ان یکون معنی مجازیا اذ اللفظ المستعمل فی المعنی لا یخلو عن الحقیقة والمجاز ولا یختص ذالك الحکم بارتفاع مفهوم الماخذ۔ فحسب بل یحکم بالمجازیة فی کل صیغة بانتفاء کل جزء ای جزء کان من الاجزاء المعتبرة فی تلك الصیغة سواء کان دخول ذالك الجزء فیها بالوضع الشخصی او بالوضع النوعی یمثل الاول باللبنات فی الجدران۔ والثانی بدخول جزء المشتق فی المشتق فان وضع المشتقات وضع نوعی کما یقال کل لفظ علی وزن مفعول فهو یدل علی من وقع علیه الفعل۔ فاذا لم یکن بد لکون المعنی معنی حقیقیا حال کونه مرکبا من تحقیق کل جزء من اجزائه ویکفی فی ارتفاعه وتحقق المعنی المجازی انتفاء واحد من تلك الاجزاء

لانه کما ینتفی الکل بانتفاء جمیع الاجزاء ینتفی بواحد منها فالآن ما مر من البحث الشریف والتحقیق۔ الحقیق یدل دلالة واضحة علی ان معنی المتوفی هو الآخذ بالوفاء والتمام وذالك معناه الحقیقی لتحقق جمیع ما لا بد منه للمعنی الحقیقی بهذا اللفظ من مدلول الوفاء والاخذ ونسبة الی الفاعل ففی قوله تعالی خطابا یعیسیٰ ابن مریم علیه السلام یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك یکون معناه علی الحقیقة ان یا عیسیٰ انی اخذك بالکلیة والتمام۔

ترجمہ یوں ہے کہ پھر میں الہام صحیح سے مستفیض ہوتے ہوئے تفصیل سے کہتا ہو کہ ''تَوَفِّیْ'' کا معنیٰ لغت (کسی چیز کو پورے طور پر قبضہ کرنا ہے)۔اس کا مادہ یعنی جس سے یہ لفظ لیا گیا ہے اسی کو ماخذ بھی کہتے ہیں (وفا) ہے۔قاعدہ مقررہ مسلمہ ہے کہ ماخذ کا معنی ماخوذ کے تمام گردانوں میں معتبر ہوتا ہے۔گو ان کی صورتیں اور صیغہ مختلف ہوں، ماخذ کا معنی ماخوذ میں اس طرز پر داخل ہوتا ہے جیسے کہ جزء کل میں داخل ہوتی ہے۔ دیکھو علم کا لفظ (خواہ اس کا معنی عند العقل شی کی صورت کا حاصل ہونا یا عالم و معلوم کے درمیان نسبت ہونا خواہ کے ایک اضافت والی چیز ہے یا خود صورت حاصلہ یا دانش ہے۔ یا شئے کی صورت کا حاصل کرنا وغیرہ) گو کسی معنی سے اسکو لو وہ ضرور اس کے ماخوذ میں پایا جائے گا۔ وہ ماخوذ ابواب مجردہ سے ہو یا مزیدہ سے مثلاً (علم)، (جان لیا اس نے) ماضی معلوم کے ساتھ اس کا معنی پہلی اصطلاح کے موافق یہ ہے کہ فلانے نے فلانی چیز کی صورت زمانہ گزشتہ میں اپنی عقل میں حاضر کی دوسری اصطلاح کے مطابق فلانے کو اپنے آپ کے اور معلوم کے درمیان ایک نسبت (عالمیة معلومیة) حاصل ہوگئی ہے۔اسی طرح پر اوروں میں جاری کرو ہر ایک میں وہی پائیں گے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔پس جب کہ علم کا لفظ جو صیغہ ماضی معلوم ہے اپنے مصدر اور ماخذ پر بھی شامل ہوا تو اس میں تین جزوں سے ترکیب ہوگی۔ایک مصدر، دوم زمانہ، سوم فاعل کی نسبت، لیکن یہ بھی خیال رکھنا

چاہیے کہ یہ دو جزئیں ’’ایک نسبت دوم زمانہ یہ ہر ایک میں خواہ مصدر مجرد سے لیا گیا ہو یا اس سے جو اس مجرد سے لیا گیا ہو، ماخوذ ہو متحقق ہوں گے۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک ماخوذ میں پایا جائے، نہیں بلکہ افعال میں۔ نہ غیر میں۔ دیکھو علم سے عالم ماخوذ ہے۔ مگر اس میں فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانہ کی جانب۔ ہاں اتنا تو ہے کہ اس کا ماخوذ یعنی علم اس میں موجود ہے۔ ایسا ہی اعلام (سکھانا) جو اسی علم سے ماخوذ ہے اس میں نہ تو فائل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانہ کی جانب، ہاں اس کا ماخذ اس میں موجود ہے۔ نیز اس میں باب افعال کا مقتضاء جس کے لئے یہ متعدی ہوا۔ (حالانکہ اس کے ماخذ میں یہ نہیں ہے) پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اس میں دو جزء متحقق ہیں اعلام سے جو علم سے لیا گیا ہے‘‘ اعلم بصیغہ ماضی معلوم مشتق ہے اس لئے اس میں چار جزء ہیں۔ ایک علم جو ’’مصدر ہے‘‘ دوم باب افعال کا مقتضاء۔

سوم فاعل کی طرف نسبت چہارم زمان جب یہ ثابت ہوا تو پھر ضرور ماننا پڑے گا کہ باب تفعل کا مقتضی جو اخذ (بمعنی لے لینا) ہے اس میں معتبر ہے۔ پس جو الفاظ ’’توفی‘‘ سے ماخوذ ہیں۔ بشرطیکہ وہ زمانہ پر دلالت کرتے ہیں چار چیزوں پر شامل ہوں گے جیسا کہ ’’توفیت‘‘ پورا لے لیا میں نے اور جو زمانہ پر دلالت نہیں کرتے ہیں ان کی تین جزئیں ہوں گی۔ دیکھو ’’متوفی‘‘ (۱) اس لئے کہ اس میں زمانہ معتبر نہیں ہے۔ مختصراً یہ کہ جو جو صیغہ کسی مصدر سے لیا گیا ہو اس میں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماخذ و مصدر پر شامل ہو۔ گو اس ترکیب کو حقیقی یا اعتباری۔ ہاں یہ تو ماننا ہی پڑتا ہے کہ اگر اس ترکیب کو تحلیلی کہیں گے حق بھی یہی ہے تو شمول کا معنی یہی ہوگا کہ اس جزء اعتباری کا کل سے اعتبار کر لینا جائز ہے۔ پس اگر ’’توفی‘‘ کا معنی وفا کو چھوڑ کر لئے جائیں

---

(۱)۔ شاید کوئی کہہ دے گا کہ اسم فاعل میں تو زمانہ ضروری ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری اس موقعہ پر ہے کہ جب عامل ہو نہ مطلقا، یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آیت ’’اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ ‘‘میں جو ’’متوفی ‘‘ ہے اس میں زمانہ معتبر ہے۔ کیونکہ یہاں پر عامل ہے۔ اس لیے کہ ’’متوفی ‘‘کاف خطاب کی طرف مضاف ہے اور کاف محلا مجرور ہے نہ یہ کہ ’’متوفی ‘‘کا مفعول ہے۔

گے تو یہ حقیقی نہیں ہوگا۔اس واسطے کے موضوع لہ کہ بعض اجزاء کو الگ کر دینے سے کل ہی سے تخلیہ لازم آتا ہی نہیں تو باوجود انتفاء جزء کے کل کا تحقق چاہیے (یہ اس صورت میں ہے کہ ترکیب حقیقی ہو) یالازم آئے گا کہ جوحکماً کل ہے وہ حکمی جزء کے بغیر متحقق ہو۔حالانکہ یہ باطل ہے اس لیے ثابت ہوا کہ وہ مجازی معنی ہوگا آخر یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ کا استعمال یا حقیقۃً یا مجازاً ہوتا ہے۔لیکن یہ خیال نہ کرنا کے ماخذ ہی صرف معتبر نہ ہوگا تب ہی مجازی ہوگا۔نہیں بلکہ کوئی جزء ہو۔

جبکہ اس کا انتفاء مان لیں گے وہ مجازی ہی ہوگا۔خواہ اس جزء کا دخول وضع شخصی یا وضع نوعی کے ذریعہ سے ہو۔ پہلے(۱) کی مثال اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا دوسرے کی مثال ''مشتق'' کی جزو کا اس میں داخل ہونا کیونکہ یہ دخول بوضع نوعی ہے۔چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ جو مفعول کے وزن پر ہو وہ اس پر دلالت کرے گا کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو۔لہذا حقیقی معنی جبکہ مرکب ہو وہ تاوقتیکہ آپس میں تمام اجزاء متحقق نہ ہولیں حقیقی نہیں کہلائے گا۔اس کے مرتفع ہو جانے مجازی بننے کے لیے ایک جزو کا بھی انتفاء کافی ہے کیونکہ کل کا انتفاء جیسے کہ تمام اجزاء کے منتفی اور معدوم ہو جانے سے ہو جاتا ہے'' ویسے ہی اس کا انتفاء کسی ایک جزو کے نابود ہو جانے سے ہوتا ہے''لاغیر'' بھی ''متوفی'' کا حقیقی معنی ہے کیوں نہ ہو کہ جس کے حقیقی ہونے کو ضرورت ہے وہ پایا گیا ہے۔وہ یہ ہیں ایک وفا، دوم لے لینا، سوم فاعل کی طرف نسبت۔پس آیت ''یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ''، جس کا مضمون یہ ہے کہ اے عیسٰی علیہ السلام میں تیرا متوفی اور اپنی طرف تیرا اٹھا لے جانے والا ہوں''۔یا کے اے مسیح میں تجھ کو پورے طور پر لینے والا ہوں۔

---

(۱)۔وضع کا معنی یہ ہے کہ ایک لفظ یا شے کو کسی مفہوم کے واسطے معین کر دینا رہا یہ کہ شخصی کیا ہے اور نوعی کیا، سو واضح ہو کہ شخصی میں وضع اور موضوع لہ دونوں خاص ہوتے ہیں جیسا کہ زید کا لفظ ذات زید کے لئے موضوع ہے اب اس میں وضع اور موضوع لہ بھی خاص ہیں۔پس یہ وضع شخص ہوا یا لفظ دیوار کا خاص ایک دیوار کے لئے موضوع ہے یہ بھی شخصی ہوگا اور اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا بھی اسی شخصی وضع کے ذریعے سے ہو، کیونکہ وہ دیوار میں جزء کی طرح داخل ہے اور وہ دیوار موضوع لہ بوضع شخصی ہے۔وضع نوعی وہ ہے جو حضرت مصنف علام نے خود بالتصریح فرمادیا ہے غرض کہ جس طرز پر جناب فرماتے ہیں اسی طریق پر جب وضع ہو تو وہ نوعی کہلاتا ہے۔

و کذا المراد فی قوله تعالی حکایة عنه فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم هو الاخذ بالتمام۔

وذا لا یوجد الا فی الرفع الجسدی لانحصار الاخذ بتمامه فی هذا الرفع دون الرفع الروحی لانه اخذه ببعضه دون کله فاطلاق التوفی مع کونه محمولاً علی الحقیقة علی الرفع الروحی غیر جائز نعم لو ارید بالتوفی اخذ الشئ مجردًا عن معنی "الوفاء والتمام" بان یکون عدم الوفاء ماخوذا فیه او بان لا یکون الوفاء معتبراً فیه سواء قارنه اولم یقارنه واعتبار عدم الوفاء یغائر عدم اعتبار الوفاء فحینئذ یصح اطلاقه علی الرفع الروحی لکن علی الاول یکون اطلاقه علیه من قبیل اطلاق الکل علی الجزء وعلی الثانی من قبیل عموم المجاز۔

ترجمہ: ایسا ہی آیت "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ۔۔۔الخ" سے بھی پورا اور تمام لے لینا مراد ہے لیکن مسیح علیہ السلام پر جو پورا اور تماماً مقبوض ہونا صادق آتا ہے تب ہی ہے کہ وہ بجسد اٹھائے گئے ہوں نہ اگر ان کی روح ہی صرف اٹھالی گئی ہو اس لیے کہ خالی روح کا اٹھایا جانا تو تمام پر قبضہ نہیں بلکہ ایک حصے پر قبضہ ہوا۔ پھر باایں ہمہ اگر کہو گے "توفی" کا اطلاق رفع روحی پر حقیقی ہے تو یہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر یوں کہہ دیں کہ "توفی" کا معنی لے لینا ہے مگر اس طرح پر کہ "وفا" سے مجرد ہے۔ خواہ یوں کہ "وفا" کا عدم اس میں اعتبار کیا گیا یا "وفا" اس میں معتبر نہیں پھر "وفا" اس کو کبھی مقارن ہو یا کبھی مقارن نہ ہوتا ہو "وفا" کے عدم کا اعتبار ایک چیز ہے۔ "وفا" کے اعتبار کا عدم اور چیز ہے۔ بنا برآں "توفی" کا اطلاق رفع روحی پر صحیح ہوگا مگر پہلی صورت میں کل کا اطلاق جز پر ہوا۔ دوسری صورت میں عموم مجاز ہوگا۔(۱)

(۱)۔ عموم مجاز اس کو کہتے ہیں کہ لفظ سے ایک ایسا معنی مراد لیا جائے کہ وہ حقیقی اور مجازی کو شامل ہو۔ جیسا کہ حضرت مصنف تقدس مآب مدظلہم نے فرمایا کہ "اس کو وفا مقارن ہو یا نہ" اب جہاں پر مقارن ہوگا وہ حقیقی اور جہاں مقارن نہیں ہوگا وہ مجازی کہلائے گا تو یہی عموم کا معنی ہے۔

والفرق بین اعتبار عدم الشئی و بین عدم اعتبار ذالك الشئی انما هو بالخصوص والعموم وکل من هذین الاطلاقین اطلاق مجازی لا یصار علیه الابقرینة صارفة عن ارادة معناه الحقیقی الاصلی والقرینة غیر موجودة فلا بد من ان یحمل علی الحقیقة دون المجاز۔ ومن المعلوم ان مدار کون اللفظ حقیقة ومجازاً انما هو الوضع مطلقا اعم من ان یکون الوضع وضعاً نوعیا۔ فان استعمل اللفظ فی المعنی الموضوع له الشخصی اوالنوعی کان حقیقة والاکان مجازاً والمشتقات لترکبها من مادة وهیئة موضوعتین اولهما بالوضع الشخصی وثانیتهما بالوضع النوعی تکون دلالتها علی معنی اصل المبدأ بمادتها الشخصی بالوضع الشخصی وعلی مفهومها الترکیبی بوضعها النوعی۔

رہی یہ بات کہ کسی چیز کے عدم کے اعتبار اور اس چیز کے اعتبار کے عدم میں کیا فرق ہے۔ سو یہ فرق ہے کہ پہلا خاص، دوسرا عام ہے۔ جز جو کچھ ہے سو ہے، مگر اس میں شبہ نہیں کہ دونوں تقدیر پر یہ معنی مجازی ہے نہ حقیقی، لیکن مجازی لے لینا تو تب ہی جائز ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسا قرینہ موجود ہو کہ اس کے ہوتے حقیقی لینا جائز نہ ہو یہاں یہاں اس قسم کا کوئی قرینہ نہیں ہے پھر کہو کہ یہ مجازی لے لینا کیوں کر درست ہوگا۔ لہذا حقیقی ہی مراد لینا لازم ہوا نہ مجازی۔ یہ ظاہر ہے کہ حقیقی و مجازی کا مدار وضع ہے خواہ وہ نوعی ہوگا یا شخصی بہرحال لفظ کو جب ان دونوں میں کسی وضعی معنی میں استعمال کریں گے تو وہ حقیقی استعمال ہوگا ورنہ مجازاً ہوگا۔ پس مشتقات جو ایسے مادہ اور ہیئت ترکیبی سے کہ ان میں سے پہلا بوضع شخصی موضوع ہے، دوسرا بوضع نوعی مرکب ہے، بہ سبب اس ترکیب کے مبدء پر

باعتبار مادہ بوضع شخصی اور معنی ترکیبی پر موضع نوعی دال ہیں۔(۱)

ولکونها مرکبة بهذه الصفة لابد لکونها حقیقة من تحقق کلا الوضعین ولا یکفیها فی کونها حقیقة تحقق احدهما فقط بخلاف مجازیتها فانها تتصور بانها ثلثة: بانتفاء الوضع الشخصی عن معناه الحقیقی الی معنی الدلالة وبانتفاء الوضع النوعی فقد کاطلاق لفظ القائلة علی المقولة مع بقاء اصل المعنی المصدری وبانتفاء کلیهما کما لواطلق الناطق وارید به المدلول۔ فلفظ (مُتَوَفِّيكَ) اولفظ (تَوَفَّيْتَنِيْ) ان حمل علی معنی الاخذ بالتمام الذی لا یکون الا یرفع الروح والجسد یکون حقیقة لتحقق مدار الحقیقه من کلا الوضعین۔

نیز جب اس طرز پر ہوں گے تو استعمال حقیقی اسی صورت میں ہوگا کہ دونوں وضع متحقق ہوں نہ صرف ایک ہی متحقق ہو۔ تو پھر بھی حقیقی ہی ہوگا۔ البتہ مجاز تین صورتوں میں پایا جاسکتا ہے۔ ایک جبکہ وضع شخصی نہ رہے۔ دیکھو ناطق اس کے مبدء کا موضوع لہ دراصل بوضع شخصی ادراک کلیات وجزئیات ہے۔ جب اسے دال مراد لیں گے تو یہ استعمال مجازی ہوگا ایسا ہی جب وضع نوعی کو اٹھادیں۔ دیکھو (قائلہ) جبکہ اس سے (مقولہ) مقصود ہو۔ گو اس میں قول جو اس کا مصدر ہے اپنے اصل معنی پر دال ہے۔ مگر باعتبار اس کے کہ اس میں وضع نوعی منتفی ہوا ہے۔ مجازی ہوگا اگر دونوں کو اٹھادیں۔ نیز مجازی ہوگا۔ دیکھو ناطق سے جس حالت میں مدلول مراد رکھ لیں گے کیونکہ ناطق مدلول کے لئے نہ تو بوضع نوعی اور نہ بوضع شخصی موضوع ہے۔ اس لیے مستفسر ہے کہ لفظ "مُتَوَفِّيكَ"۔

(۱)۔ دیکھو "متوفی" مشتق ہے اس کا اصل ماخذ "وفا" ہے اور یہ لفظ تو اپنے معنی پر بوضع شخصی دال ہے۔ رہی ہیئت جو حروف کے آپس میں مل جانے سے ہوگئی ہے وہ اپنے معنی مرکب پر بوضع نوعی دال ہے۔ جیسا کہ کہیں کہ ہر لفظ جو متفعل کے وزن پر ہو۔ وہ تین چیزوں کے مجموعہ پر دال ہوگا۔ ایک ماخذ، دوم باب کا اقتضاء سوم نسبت الی الفاعل۔ ظاہر ہے کہ "متوفی" کا یہی مجموعہ ہے متفعل کے وزن پر بھی ہے۔

تَوَفَّیْتَنِی ’’ان کوکسی معنی پرمحمول کریں گے۔کون سا معنی ان سے مراد لیں گے اگر’’پورے طور پر لے لینا‘‘ مراد ہے۔تو یہ روح و جسد دونوں کے اٹھائے جانے کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے۔لیکن یہ استعمال حقیقی ہوگا۔کیونکہ حقیقت کا مدار وضع شخصی اور نوعی پر ہے سو وہ پایا گیا ہے۔

وان حمل علی معنی لم یندرج فیه معنی الاخذ بالتمام سواء جرد انه بان یکون عدمه قید الاخذ اوبان یرسل الاخذ ولم یعتبر معه قید التمام وجد فیه التمام اولم یوجد یکون مجازاً لصرفه عن معناه الموضوع له بالوضع الشخصی ومن المقررات والمسلمات ان المصیر الی المجاز بلا قرینة صارفة غیر جائز فتعین المصیر الی الحمل علی الحقیقة۔و دعویٰ تبادر التوفی فی معنی الاماتة وجعل التبادر قرینة لکونه حقیقة فی الاماتة غیر مسلم لانه لواريد بتبادره فی هذا المعنی التبادر مع عدم القرینة فذالك اول النزاع ولم یوجد فی القرآن فی موضع من وارد هذا اللفظ استعماله فی هذا المعنی بغیر قرینة وان ارید به التبادر مع القرینة فذالك مسلم ولکن علامته الحقیقة هی تبادره مع العراء عن القرینة لامع انضمامها والا یکون کل مجاز مستعمل حقیقة۔

فلم یصح تقسیم اللفظ الی الحقیقة والمجاز لعدم امکان وجود المجاز علی هذا التقدیر وانما ادعینا ان لفظ التوفی حیث وقع فی القرآن بمعنی الامانة فانما وقع مع القرینة لابدونها۔فان حمل التوفی علی الموت فی قوله تعالیٰ(حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ)بقرینة اسناده الی الموت وفی قوله عزوجل (قُلْ یَتَوَفّٰاکُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ)وفی(إِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰاهُمُ الْمَلآئِکَةُ ظَالِمِیْ أَنْفُسِهِمْ) وفی (تَتَوَفّٰاهُمُ الْمَلائِکَةُ ظَالِمِی أَنفُسِهِمْ)وفی (تَتَوَفّٰاهُمُ الْمَلآئِکَةُ طَیِّبِیْنَ)وفی(تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا)وفی (رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ) وفی (یَتَوَفَّی الَّذِینَ کَفَرُوا الْمَلآئِکَةُ)وفی قوله تعالیٰ(فَکَیْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلآئِکَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ)

اگراس میں ''اخذ'' کو مراد رکھیں گے اور ''تمامیت'' کی قید مجرب سمجھیں گے خواہ یوں کہ اخذ کے لئے تمامیت کا عدم قید ہے۔ یا مہمل طور پر لیں گے۔ یعنی اس کے ساتھ تمامیت کی قید لگی ہو۔ یا نہ تو ان صورتوں میں یہ استعمال مجازی ہوگا۔اس لئے ان تقدیروں پر لفظ کا موضوع لہ بوضع شخصی سے ہٹانا متحقق ہوگا لیکن یہ بات مسلمات سے ہے کہ حقیقی معنی کو قرینہ صارفہ کے بغیر چھوڑ کر مجازی کو اختیار کرنا جائز ہے اور قرینہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔پس لامحالہ حقیقی معنی ہی لینا پڑے گا۔ ہاں یہ جو تم کہتے ہو ''متوفی'' سے مارنا بھی سریع الفہم ہے۔سریع الفہم ہونا ہی قرینہ ہے۔نیز مسلم نہیں ہے۔اسلیے کہ یا تو کہو گے کہ ''توفی'' سے بلا قرینہ مارنا مرنا متبادر ہے،سو یہ تو پہلا ہی جھگڑا ہے۔ قرآن شریف میں تو کہیں بھی ''توفی'' اور ''متوفی'' کا لفظ مرنے، مارنے میں بلا قرینہ مستعمل نہیں ہوا ہے، یا کہو گے کہ نہیں ''توفی'' اور ''متوفی'' سے مرنا، مارنا بمع قرینہ متبادر ہے البتہ یہ مانا۔لیکن حقیقی کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ بلا قرینہ ہی متبادر ہو نہ بمع قرینہ ورنہ سب مجازات حقیقی ہی بن جائیں گے۔

لہذا لفظ کی تقسیم حقیقت ومجاز کی طرف صحیح نہ ہوگی۔کیونکہ بنابر اس مذہب کے تو مجاز ممکن ہی نہیں ہے۔بے شک یہ ہمارا دعوی کے قرآن شریف میں کہیں بھی ''توفی'' کا لفظ بلا قرینہ موت میں مستعمل نہیں کیا گیا ہے، ثبوت طلب ہے۔لیکن ثبوت تو موجود ہے۔دیکھو یہ آیت ''یتوفھن الموت'' یعنی وہ مرتے ہیں۔لیکن یہاں موت کا قرینہ موجود ہے وہ یہ ہے کہ ''توفی'' کو موت کی طرف اسناد کی گئی ہے نیز اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ جن میں ''توفی'' سے موت ہی مراد ہے مگر ہر ایک میں موت کا قرینہ موجود ہے۔دیکھو(يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ۔ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ، تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ، تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ، تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا،رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ،يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ،فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ)۔

یعنی تم کو ملک الموت موت کا مزہ چکھا دے گا، وہ لوگ کہ ملائکۃ الموت نے ان کو موت کا مزا چکھایا۔موت کا ذائقہ ان کو ملائکۃ الموت چکھائیں گے، ان کو ملائکۃ الموت پاکیزگی کی حالت میں

موت کا مزا دکھائیں گے، ہمارے فرستادوں نے ان کو مارا ہمارے فرستادہ یعنی ملک الموت ان کو ماریں گے۔ کافروں کو ملائکۃ الموت ماریں گے کیا ہوگا جس وقت کہ ان کو ملائکۃ الموت ماریں گے۔

اسنادہ الی الملك المؤکل فی الاول وفی الباقیة من اقواله الشریفة اسنادہ الی الملائکة القابضة للارواح قرینة صارفة وفی قوله تعالیٰ(وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ) لسوال المعیة بالابرار وفی قوله عزوجل(تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ)سوال حسن الخاتمة قرینة کذالك وفی(فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ)قرینة التقابل اذما یعتبر فی احد المتقابلین یعتبر عدما فی المتقابل الاخر۔ کما اعتبر الانتقال التدریجی فی الحرکة وجوداً وعدمه فی ضدھا۔اعنی السکون ولاریب ان الحیوٰة معتبرة فی نرینك اذ الارائة بدون حیوة الرائی غیر متصور فیعتبر عدمها فی مقابله وھو نتوفینك۔

اب دیکھو ان سب آیتوں میں بلا قرینہ ’’توفی‘‘ سے موت نہیں لی گئی۔ دیکھئے قرائن۔ پہلی آیت میں ملک الموت کی طرف توفی مسند ہے اور یہی قرینہ ہے اور باقیوں میں قابض ارواح فرشتوں کی طرف توفی کو اسناد ہے۔ اور یہی قرینہ موت ہے۔ایسا ہی اس آیت میں’’وَتَوَفَّنَا مَعَ الأَبْرَارِ‘‘ جس کا معنی یہ ہے کہ’’ہم کو مار کر نیکوں کے زمرہ میں داخل کر‘‘اس میں’’ابرار‘‘ کے ساتھ کی التجا قرینہ موت ہے۔آیت (تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ) کہ’’اے خداوند تعالیٰ ہم کو اسلام پر مارنا‘‘۔میں حسن خاتمہ کا سوال قرینہ موت ہے۔آیت (فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ أَوْنَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ) یعنی یا رسول اکرم ﷺ یا تو ہم آپ کو وہ بعض امور’’کہ جن کا ہم کافروں کو وعدہ دیتے ہیں دکھا دیں گے یا موت کا ذائقہ آپ کو چکھائیں گے۔ پھر ہماری طرف لوٹیں گے‘‘۔اس میں مقابلہ قرینہ ہے کیونکہ اگر ایک میں متقابلین میں سے کسی چیز کا وجود معتبر ہو تو دوسرے میں

اس چیز کا عدم معتبر ہوتا ہے۔ کیا جانتے نہیں کہ حرکت میں جو سکون کی ضد ہے بتدریج منتقل ہونا معتبر ہے اور اس کی ضد میں یعنی سکون میں اس انتقال کا عدم معتبر ہے۔ پس چونکہ آیت مذکورہ میں دکھانے (ارائت) کا مقابل ''نَتَوَفَّيَنَّكَ'' (ہم تجھ کو ماریں گے) مقرر کیا گیا ہے۔ ارائت میں زندگی کا وجود معتبر ہے تو بالضرور اس کے مقابل یعنی ''نَتَوَفَّيَنَّكَ'' میں اس زندگی کا عدم معتبر ہوا ورنہ تقابل کیسا ہوگا۔ یہی قرینہ موت ہے۔

وفی قوله تعالیٰ(وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا)والاخری یتربصن وکذا فی قوله(وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا)والاخری یتربصن وکذا فی قوله(وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ)الاية قرينتان اولهما فی الاية السابقة۔وثانيتهما لزوم الوصية وکذاالتقابل فی ومنکم من يتوفی وقيد حين موتها فی قوله تعالیٰ(اللّٰهُ يَتَوَفَّى الأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا)قرينة علی المعنی المجازی۔

وفی هذه الاية الاماتة والانامة کلتا هما مرادتان الابطريق الجمع بين الحقيقة والمجاز لما تقرر من امتناعه فی الاصول۔ ولانه ليس شئ من الاماتة والانامة معنی حقيقيا للفظ التوفی حتی يلزم ذالك من اجتماعه مع الاخرلابطريق عموم المجاز کما فی قول القائل لا يضع قدمه فی دار فلان فانه يحنث سواء دخل من غير رفع المقدم کما اذا دخل راکباً اومع الوضع کما اذا دخل ماشيا حافيا وسواء دخل فی الدار المملوکة لفلان اوالدارالمستعارة اوالمستاجرة لفلان ويخصص هذا القول بمعناه الحقيقی حتی ينحصر حنثه فی الدخول حافيًا وفی الدخول فی الدار المملوکة لفلان ولا بالمعنی المجازی حتی ينحصر حنثه فی الدخول فی غيرالدار المملوکة لفلان وفی الدخول غيرحاف بل يعم بالدخول مطلقا فی دار فلان بان کانت مسکونة له سواء کانت تلك

السكونة بالملك او بالعارية او الاجارة وليس ذالك الاعلى سبيل ارادة معنى اعم يشتمل على المعنى الحقيقى والمجازى كليهما ۔ وهذا هو عموم المجاز وارادة كليتهما لا بهذا الطريق لعدم اعتبار معنى عام يشتمل على المعنى الحقيقى من الاخذ بالكلية والاخذ بالبعضية فان كونهما مرادتين ليس الامن حيث ارادة الاخذ بالبعضية ۔ بان يراد بالتوفى سلب تعلق الروح بالبدن تعلقا يوجب الادراك الاحساسى او تعلقا يوجب الحيوة فان كان الاول مسلوبا بدون الثانى وهذا هوالانامة وان كان الثانى ومن لوازمه كونه متضمنا لسلب الاول فهذا هو الاماتة ودوران ذالك التعلق بين الاحساس وبين الحيوة۔ ليث كدوران الشئ بين النقيضين بل كدورانه بين امرين يكون احدهما اخص والاخراعم۔ ولذا امتنع وجود التعلق الاول بدون الثانى ويقال وجوبًا كل حساس حى بدون عكس كلى فلاتنافى فى اجتماع الاحساس والحيوة فى الحيوان بل فى ارتفاعهما عنه وتضمن رفع التعلق الثانى لرفع التعلق الاول لايقتضى نفى سماع الاموات اذ سماعهم الذى نحن مثبتوه هو بمعنى دراك ارواحهم و ذالك ثابت بالادلة القطعية لا مجال لاحد فى انكاره۔وهذا لا يرتفع فى ضمن ارتفاع الحيوة وما يرتفع فى ضمن ارتفاعها ۔وهو السماع العادى الذى لا يمكن الا بقوة جسمانية عصبانية ولا يقول احد بتحققه مع انتفاء الحيوة۔فالسماع الثابت بالادلة الشرعية والعقلية غير مرتفع وما هو مرتفع غير ثابت وبهذا يظهر ان التقابل الذى بين الموت والحيوة هو التقابل بالتضاد لكون كليهما وجوديين۔فان كون الحيوة امراً وجودياً ظاهر واما الموت فلانه اثر للاماتة والاماتة لما كانت عبارة عن قطع تعلق الروح بالبدن وايقاع الفصل بينهما و تخريب البدن كان الموت الذى هو مطاوعها عبارة عن القطاع ذلك التعلق و الانفصال والتخريب كل ذالك وجودى۔ويدل على كونه وجودياً قوله تعالىٰ

خلق الموت والحیوة لان الموت لو کان عدمیاً لما تعلق به خلق اذ لا یقال للعدمی انه مخلوق فان الخلق هو الجعل والا یجاد وعدمیة عدم الحیوة عدما ثابتاً اللازم للموت لاتصیر الاموت عدمیاً لظهور عدم استلزام عدمیة اللازم عدمیة الملزوم الا تری الی الفلك۔فانه ملزوم لعدم السکون عند الفلاسفة ولا یلزم یکون لازمه هذا عدمیا کون الفلك عدمیا ونظائره اکثر من ان تحصر۔

وهذا ما قلنا من ان التوفی لیس حقیقة فی الاماتة لان الاماتة لا یوجد فیها الاخذ بالتمام بل الاخذ فی الجملة بخلع صورة نوعیة عن الجسم الحیوانی ولیس اخری منها و بفضل الروح عن البدن فباعتبار وجوب حمل اللفظ علی الحقیقة۔یکون قوله عزوجل(یَا عِیسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ)دلیلا لنا لا له و یؤیده العطف بقوله(وَرَافِعُكَ إِلَيَّ)اذ المراد به الرفع الجسمانی والا فما وجه تخصیصه بعیسیٰ علیه السلام لعموم الرفع الروحانی کل مومن وحمله علی هذا الرفع العام مستدلاً بقوله عزوجل(يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ)غیر صحیح لان المذکور فی تلك الایة هو رفع المسیح نفسه وفی هذه الایة رفع الدرجات ولا یخفی الفرق بین رفع الشئ نفسه و بین رفع درجاته کما هو بین قولك رفعت زیداً و بین رفعت زیداً ثوبه او بیته او شیئًا آخر مما یتعلق به۔

ومع ثبوت التغائر بین الرفعین لایم التقریب فعلی هذا یقال ان من نودی و خوطب بالضمائر هو عیسیٰ علیه السلام فیکون المنادی والمتوفی والمرفوع والمطهر من الکفرة وقائق الاتباع ایاه علیه السلام فیترکب القیاس من الشکل الاول من ان عیسیٰ هو المصداق للمتوفی المفهوم من الایة والمصداق له هو المصداق لصیغة من وقع علیه فعل الرفع فینتج ان

عیسیٰ علیہ السلام ھو المصداق للمرفوع۔وھذا عین ما ادعیناہ من ان المرفوع ھو شخصہ لاروحہ فقط ایضا لو کان روح عیسیٰ علیہ السلام مرفوعاً دون جسدہ الاطھر لوقع جسدہ فی ایدی الکفرۃ ولحصل مرادھم ولاھانوہ فلم یصح قولہ تعالیٰ(وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا)فان الاماتۃ لیس تخلیصًا وتطھیرا من الاعداء بل تحصیلاً لمرادھم وایصالاً لھم الی مناھھم و غایتہ متمناھم فھل یصح لمن لہ فھم مستقیم و عقل سلیم ان یفھم من الرفع فی ھذہ الایۃ الرفع الروحانی وھل لا یعد ذلك المستنبط من ارباب الجھالۃ لعمری ان ھذا الشئ عجیب بتعجب منہ کل لبیب واستدل ایضا ۔بقولہ تعالیٰ(وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوا فِيْهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا () بَل رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا () وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا)

حیث حمل الرفع علی الرفع الروحانی۔وقال برجوع الضمیر المجرور المتصل بالباء فی قولہ تعالیٰ لیومنن بہ الی کونھم شاکین غیر متیقنین یکون عیسیٰ مقتولًا مصلوبًا و برجوع الضمیر المتصل بقولہ موتہ الی الکتابی ثم وجھہ بتوجیھین اخرین وحکم علی کلیھما بالصحۃ۔

والصواب الاول ان لفظ الایمان مقدر فی قولہ تعالیٰ قبل موتہ ای قبل الایمان بموتہ فیکون معنی الایۃ ان کل کتابی یؤمن بان قتل عیسیٰ مشکوک فیہ قبل ان یؤمن بموتہ الطبعی الذی وقع فی الزمان الماضی۔

والتوجیہ الثانی ان کل کتابی کان یؤمن ویعلم قطعا بانھم شاکون فی قتل عیسیٰ ولیس قتلہ الاعلی سبیل الشك والظن۔ وذلك ای ایمانھم بکونھم شاکین کان قبل ان مات علیہ السلام۔والحاصل انھم والحال ان

عیسیٰ حی ای قبل ان مات کانوا شاکین فی قتله۔ ولم یکن حصل لهم قطع لقتله بل کانوا قبل ان مات یوقنون بمشکوکیة قتله۔وفی هذا الاستدلال انظار شتی۔اما النظر الاول علی التوجیه الاول فلان حمل الرفع فی الایة علی الرفع الروحانی غیر صحیح۔اذا الکلام وقع بطریق قصر الموصوف علی الصفة علی نحو قصر القلب وهذا مشروط بتنافی الوصفین کما اذا خاطب المتکلم رجلا بعکس ما یعتقد مثل ماقام زید بل قعد لمن یظن بقیامه۔وظاهر ان القیام والقعود و متنافیان واشراط التنافی اعم من ان یکون شرطا لحسنه اولا صله ومن ان یکون التنافی تنافیا فی نفس الامرا وفی اعتقاد الامخاطب علی حسب تعدد الآراء وانما کان قوله تعالیٰ(وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا () بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ)علی نحو قصر القلب لانهم کانوا یدعون ان عیسیٰ مقتول فخاطبهم الله تعالیٰ بعکس مازعموا من انه مرفوع لا مقتول کما زعمتم فیجب التنافی بین وصفی القتل والرفع وذلك لا یتصور الا اذا کان مرفوعاً حال کونه حیاً ۔اذ منافاة الرفع حال الحیوة۔ای الرفع الجسمانی للقتل ظاهر بدیهی لا یحتاج الی تنبیه فضلا عن دلیل۔ واما اذا کا الرفع رفعًا۔ روحانیا فلوجوب اجتماع الرفع مع القتل لا یتحقق التنافی بین الرفع والقتل لان کل احد یعلم قطعا ان من قتل فی سبیل الله فهو مرفوع بالرفع الروحانی باجماع المذاهب فحینئذ یجب اجتماعهما ومع ثبوت الاجتماع النفس الامری والاعتقادی ایضا ارتفع التنافی راساً۔فلم یصح القصر اولم یحسن۔

فاما ان یقر بکون هذا الکلام نزل رداً لزعم اهل الکتاب فیلزمه الاقرار بکونه قصرا لقلب ووجوب التنافی بین الوصفین فی قصر القلب وحزا هدم للقواعد العربیة بالجملة لابد له اما من القول برفعه علیه السلام حیا واما من الخروج عن العربیة فایهما شاء فلیختر والنظر الثانی ان ارجاع الضمیر

الاولالی مشکوکیة قتل عیسیٰ دون عیسیٰ لیس باولی من ارجاعه الیه فاختیاره علیه مع لزوم مخالفة السلف والخلف ترجیح بلا مرجح بل ترجیح للمرجوح

وهذا افحش من ذالك مع انی یکون المعنی علی هذا ان کل کتابی یؤمن بان المسیح مشکوك القتل وان قتله لیس بقتعی کما اوضحه بنفسه وهذا المعنی لایستقیم لان اتیانهم بمضمون قتل عیسیٰ علیه السلام فی عنوان الجملة الاسمیة وتاکیده بان صریح فی کونهم مذعنین بقتله ولذا رد الله عزوجل ادعائهم هذا بقوله عزوجل(وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا)اذلولم یکن لهم الاذعان لکفی فی ردهم(وَمَا قَتَلُوْهُ)ولم یزد علیه قید(يَقِيْنًا) فالقول بانهم لم یکونوا مذعنین بل کانوا شاکین فی قتله قول بالغاء قید (يَقِيْنًا) فی قوله تعالیٰ(وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا)لخلوه عن القاعدة علی هذا التقدیر وادعاء ان قید یقینا قید للقتل المنفی فی وما قتلوه فیکون النفی واردا علی القتل المقید بهذا القید والنفی علی هذه الوتیره کما یتحقق و یصح بانتفاء القید کذالك یصح بانتفاء المقید والقید کلیهما وههنا کذلك فان القتل مع التیقن منتف لا ینفعه ولا ینجیه من لزوم الغاء القید لکفایته نفی اصل القتل فی ردهم مع انه یخالف القاعدة الاکثریة من ان النفی الوارد علی المقید یتوجه الی القید فحسب علی انه لم یوجد دلیل علی انهم قالو بهذه الجملة من غیر صمیم القلب کما وجد علی کون قول المنافقین لرسول الله ﷺ نشهد انك لرسول الله من غیر صمیم القلب فیکف یصح ان هذا القول منهم مع کونهم شاکین من قبیل اظهار خلاف ما کانوا علیه لئلا یتوجه ایراد لزوم الالغاء علی الکائد المستدل بل وجد الدلیل علی انهم کانوا بقتله مذعنین کما یدل علیه صریح عبارة القرآن ان النصاری قدیماً و حدیثا یدعون بذلك و یدعون الناس الی الایمان بذلك

ویزعمون ان وقوعه له علیه السلام کان کفارة لذنوب امته مع انه کان ذلك مکتوباً فی انجیلهم وان کان بطریق التحریف لکنهم لایمانهم بالانجیل وزعمهم عدم التحریف فیه کیف یجوز و یمکن منهم الشك فی قتل عیسیٰ علیه السلام ومع وجود هذا الدلیل لا یتصور ان ینسب الی جمیعهم الشك فی قتله وقوله عزوجل وان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه۔مالهم بذالك من علم الااتباع الظن موؤل۔بان المراد بالشك لیس ما یتساوی طرفاه کما اصطلح علیه المنطقیون بل المراد من الشك المذکور ما یقابل العلم ومن العلم الحکم الجازم الثابت المطابق لنفس الامر و علی هذا لاتنافی بین شکهم واذ عا نهم فی قتل عیسیٰ علیه السلام فیکونمعناه" وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ"ای لفی حکم غیر مطابق للواقع وان کان حکمهم بذالك حکماً جازماً ولا کن لعدم مطابقة لنفس الامر لا یعد علماً بل شکا و لیس لهم بذلك علم اذلابد فیه من المطابقة فی نفس الامر فهم انما یتبعون الظن ای الحکم الغیر المطابق لنفس الامر فیکون ما الشك والظن واحداً ولو ارید بالمعنی المصطلح لاهل المعقول لم یتحد مصداقهما المتبائن بینهما لوجوب رجحان احد طرفی الظن ای الطرف الموافق وعدمه مطلقا فی الشك وهذا ظاهر۔

واطلاق الشك والریب علی غیر المعنی المصطلح لهم مما یقابل العلم الیقینی شائع وفی القرآن واقع۔عزوجل(وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا)اطلق الریب علی انکارهم و قولهم الجازم بانه کلام البشر و بانه شعرا و کهانة یدل علی ذالك قوله تعالیٰ(فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ () وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ () إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ () وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلاً مَا تُؤْمِنُوْنَ () وَلاَ بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلاً مَا تَذَكَّرُوْنَ () تَنزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ()فلو کانوا شا کین فی کونه

کلام اللہ تعالیٰ بالشک المصطلح لما وقعت ھذہ التاکیدات من کون الجملۃ اسمیۃ۔وتاکیدھا بان وبالقسم فھذا دلالۃ بینۃ علی شدۃ انکارھم لکونہ کلام اللہ تعالیٰ البالغ الی حد الجزم بانہ کلام غیر اللہ۔

وکذا اطلاق الظن علیہ قال تعالیٰ(اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ)و خلاصتہ الاشکال الذی ورد علیہ علی تقدیر ارجاع الضمیر الاول الی الشک اما لزوم الغاء القید فی الایۃ واما حمل قولھم انا قتلنا المسیح ابن مریم علی خلاف الظاھر مع وجود ما یوجب حملہ علی الظاھر۔

فمن التزم الاول فقد لکافر وان الثانی فقد تحامر فایھما شاء فلیخترو ثالث الانظار ان فی ھذا التوجیہ تکلفاً بحیث لا یتبادر الذھن الی رجوع الضمیر الی ما ادعی رجوعہ الیہ مع انتشار الضمیر و ذالک مخل لکمال فصاحتہ القرآن۔والرابع ان المعنی علی ھذا التقدیر یؤول الی انھم یصدقون بمشکوکیۃ قتلہ ولما کان الشک والمشکوکیۃ متحدین لزم کون التصدیق متعلقا بالشک الذی ھو تصور سواء ارید بالشک مفھومہ العنوانی او مصداقہ لان کلامنھما تصور لا محالۃ وسواء ارید بالتصدیق الادراک الاذعانی الذی ھو من جنس الادراک او الحالۃ ادراکیۃ الاذعانیۃ التی ھی من لواحق الادراک و تعلقہ بالتصور مطلقا باطل کما تقرر فی مقرہ ولکن تعلقہ بالشک حال کون التصدیق من جنس الادراک افحش من تعلقہ بہ علی تقدیر کونہ من لواحقہ لانہ علی ھذا یکون الشک معلوماً والتصدیق ادراکاً و علماً بہ وقد ثبت بالبرھان عندھم اتحاد العلم بمعنی الصورۃ العلمیۃ بالمعلوم فلزم اتحاد التصدیق والشک مع انھا متبائنان۔

والنظر الخامس ان الشک المصطلح عبارۃ عن التردد بین طرفی النسبۃ من الوجود والعدم علی التساوی ای ادراک النسبۃ مع تجویز طرفھا

من غیر اذعان باحد جانبیها ۔فالمعنی الذی اراد الکائد من اهل الکتب یؤمنون بشکهم فی قتل عیسیٰ قبل الایمان بموته الطبعی یرجع الی ان شکهم فی قتله۔حاصل من غیر اذعان بموته الطبعی لان من لوازم القبلیة ان لا یوجد التبعد حین حدوث القبل۔ولان الشك فی قتل الشخص مع الایمان بموته الطبعی ممایستحیل ولا خفاء ایضا فی ان لقتله علیه السلام طرفین وجوده و عدمه فاذا کان مشکوکا یجب ان لا یذعن باحد جانبیه مطلقاً ولا بما یندرج فی ذالك الجانب و ظاهران الموت الطبعی یندرج فی عدم القتل اندراج الاخص تحت الاعم لشموله الحیوة والموت الطبعی کلیهما ۔

فتجرید الشك فی قتله من الاذعان بموته الطبعی من اجلی البدیهیات لان تساوی طرفی الشك مع رجحان احدهما غیر ممکن وهذا مما لیعلم کل من له ادنی فهم فلو کان مراد۔هذا الایة ما قاله فای علم حصل بنزولها ۔وای فائدة من فوائد الخبر ترتبت علیه فتدبر علی ان حملك هذا الایة علی ما حملت قول بان هذه لا لایة مبنیة لبعض اجزاء الماهیة للشك وهذا کانه ادعاء ان القرآن یبین المعانی المصطلحة۔لقوم کما الکافیة والشافیة والتهذیب وامثالها کذلك فهل یتفوه بی عاقل۔

واما علی التوجیه الثانی فیرد علیه الخامس من الانظار المذکورة کلها ۔ و یرد علیه خاصة ایضًا ان سلب الاوصاف بتمامها عن فرد فرد من افراد شئی ثم اثبات صفته معینة لها کما یقتضی انحصار ذالك الشئی فی تلك الصفة وهذا انحصار حقیقی کذلك سلب وصف معین عنها سواء کان مقدراً او ملفوظاً ثم اثبات منافی ذلك الوصف یقتضی انحصار الشئی فی المنافی للوصف المسلوب وهذا انحصار اضافی وکلا هذین الحصرین نوعا حصر الموصوف فی الصفة واما انحصار الصفة فی الموصوف بالانحصار الحقیقی فبو جودها فی

الموصوف و انتفائها عن جميع ما عداه اوبالانحصار الاضافی فبو جودها فيه وانتفائها عن بعض ما عداه فقط۔

ومن المعلوم بالبداهة صدق المحصور فيه على محصور الكلى كليا وفى الاية انحصار اضافى لانحصار اهل الكتاب فى الايمان بالنسبة الى وصف الكفر دون سائر الاوصاف۔

فلكون المراد من الاية سلب الكفر عن جميعهم واثبات نقيضه من الايمان لجميعهم كذالك و حصرهم فى ذلك النقيض يجب صدق الايمان على الكتابى صدقاٍ كليا بان يقال كل كتابى يؤمن به فهذه قضية موجبة محصورة كلية۔

فاذا حمل قوله تعالىٰ عزوجل(وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلاَّ لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ) "قَبْلَ مَوْتِهِ" على ما حمله فى هذا التوجيه يكون معناه كل كتابى يؤمن بمشكوكية قتله عليه السلام قبل ان مات ومع قطع النظر عن لزوم حمل المضارع على الماضى والاغماض عن مفاد النون الثقيلة من معنى الاستقبال۔ اما ان يخص هذا الحكم ببعض اهل الكتاب الموجودين فى زمانه قبل رفعه وهذا مناف للقاعدة المارة انفاواما ان يعم للموجودين منهم قبل رفعه و بعده الى يوم القيامة وهذا يؤدى الى تجويز وجود من لم يوجد حال عدم وجوده لامتناع تقرر الصفة بدون موصوفها وفيه تجويز لمعية النقيضين و كذا يرد عليه ان حمل موته الذى هو مصدر على الماضى من غير داغ فخصص تكلف لا يرتضيه ارباب الفهوم و يرد على تصويبه كلا المعنيين و نسبة كلا منهما الى الكشف والالهام۔

ان احد المعنيين باطل لا محالة اذ التوجيه الثانى قوى الا احتمال فى الخصوص لا هو نية خلاف القاعدة من اجتماع النقيضين والاول لا يتمشى فيه

سوی العموم والعموم والخصوص مما یتغائر ان فان سلم التوجیه الاول انتفی التوجیه الثانی وان الثانی ارتفاع الاول۔

فاحد الکشفین لوفرض بالهام من الرحمن یکون الاخر بالهام من الشیطان اذلو کان کلاهما بالهام الل تعالیٰ لما وقع التخالف بینهما۔فالحق ان کلا الکشفین من الکشوف الکاذبة الشیطانیة لا من الکشوف الصادقة الرحمانیة والالم یرد علی کل منهما نقوض شرعیة قاطعة وایرادات عقلیة ساطعة۔فالذی من شانه امثال هذه الدعاوی ومن خصائله انه اذا اخذ بالقرآن تمسك بالا نجیل واذا الزم بالا نجیل رجع الی القرآن واذا بهما تشبت بالعقل وان بکل منهما تذیل بالکشف والالهام۔فان طولب بدلیل یدل علی صدق کشفه تبهت و تحیر وتنکس اوهو مثیل للمریض مرض الموت لیس بحی فیرجی ولا میت فیلقی او تطیر للنعامة۔ اذا استطیر تباعرو اذا استحمل نظائر فاقول بفضل الله تعالیٰ ان المعنی الصحیح للایة المذکورة الذی لا یرد علیه شئی من تلك الانظار هوانهم قالوا انا متیقنون بقتل المسیح ابن مریم فردهم الله عزوجل بانهم (وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ)فکیف یتصور تیقنهم بقتله لانه لابد للعلم الیقینی من مطابقته لنفس الامرو اذا لم توجد المطابقة لم یتحقق التقین بقتله فهکمهم بهذا النحو من القطع وادعاء الیقین مع انتفاء العلم الیقینی بی شبهة صرفة وجهل مرکب یفسر بالحکم الغیر المطابق۔الثابت فی نفس الامر فهم فی شك منه ای فی حکم لم یطابق الواقع ولیسوا علی الیقین بل هم یتبعون الظن والجهل المرکب۔ لانهم(وَمَا قَتَلُوْهُ)ای انتفی قتله انتفاءً یقینیاً بان یکون قوله یقینا قیداً للنفی لاللمنفی(بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ)بالرفع الذی ینافی القتل وهو الرفع الجسمانی دون الرفع الروحانی۔فانه لا ینافی القتل بل یجامعه فی نفس الامر فی اعتقاد

المخاطب(وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا)لا يعجزه شئى عن رفعه عليه السلام مع جسده(حَكِيْمًا)فى صنع رفعه۔و ليس احد من اهل الكتب الا ليؤمنن به۔اى بعيسىٰ قبل موته اى قبل موت عيسىٰ سواء كان ايمانه نافعاً له كالايمان فى حالته غير الباس اعم من ان يكون قبل نزول عيسىٰ اوحين نزوله۔فهذا المعنى قد روعيت فيه صيغة المضارع والنون الثقيلة۔التى تدل على استقبالية مدخولها بالا جماع من اهل اللغة ولم يرد عليه شئى من النقوض۔فالذى ذكرناه من المعنى هو المحكوم عليه بالصحة الصافى عن شوائب الايرادات كاف لدفع الاشكالات يؤمن به المنصف المناظر وان اعرض عنه الجاهل المجادل المكابر۔

اسی طرح پر آیات ذیل میں قرائن موجود ہیں، دیکھو:

(وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم)، (وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا)اور جو لوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں تو ان پر ازواج کے لئے وصیت کرنا لازم ہے۔اور جو لوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں تو وہ بیویاں چار مہینہ اور دس دن عدت الموت کاٹیں۔دیکھئے دوسری میں موت کے دو قرینے ایک بیبیوں کو چھوڑ مرنا۔ دوم عدت الموت کا کاٹنا۔پہلی میں بھی دو قرینے ہیں۔ایک بیبیوں کو چھوڑ مرنا دوسرا وصیت کا لازم ہونا۔آیت ''وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ'' میں بھی تقابل قرینہ ہے۔ رہی آیت(اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا)یعنی خداوند تعالی ارواح کو موت کے وقت میں لے لیتا ہے۔ ملخصًا

اس میں ''حِينَ مَوْتِهَا'' قرینہ ہے۔ یاد رکھو کہ اس آیت میں مارنا، سلانا، دونوں مراد ہیں۔مگر نہ اس طرح پر کہ اس سے حقیقی ومجازی دونوں اکٹھے مراد لئے جائیں کیونکہ حقیقت ومجاز کا اجتماع ناجائز ہے۔دیکھو کتب اصول وغیرہ۔دوم اس لئے بھی یہاں پر جمع نہیں ہے کہ مارنا یا

سلانا اس میں سے کوئی ایک بھی ''توفی'' کا حقیقی معنی نہیں ہے۔اس واسطے یہ جمع لازم نہیں آتا ورنہ ''توفی'' سے مارنا اور سلانا عموم مجاز کے طور پر مراد ہے۔

جیسا کہ کوئی شخص قسم کھائے کہ میں فلاں مکان میں اپنا قدم نہیں رکھوں گا اب یہ شخص خواہ گھوڑے پر چڑھ کر اس میں داخل ہو یا اس طرح پر جیسا کہ کہا تھا یا وہ مکان اسی کا ملک ہو یا کرایا پر استعارہ کے طور پر ہو۔ بہرحال حانث ہوگا۔ یہ قول حقیقی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے۔ پس اس کا حانث ہونا اسی پر موقوف نہیں ہوگا کہ وہ گھر فلاں کا مملوک ہی ہو اور اس میں ننگے پاؤں ہی داخل ہو بلکہ بہرحال حانث ہوگا ایسا ہی اس کا قول مجازی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے تا کہ کہا جاتا کہ وہ جب فلانے کے غیر مملوک مکان میں یا جوتا پہن کے ہی یا سواری پر ہی چڑھ کر داخل ہوگا۔تو حانث ہوگا،نہیں تو نہیں بلکہ بہرحال حانث ہوگا۔خواہ حقیقی معنی پایا جائے یا مجازی۔ چنانچہ گزرا آیت مذکورہ میں ''توفی'' سے سلانا مارنا جبکہ بطریق عموم مجاز بھی نہیں۔تو لامحالہ اس سے کچھ لے لینا مراد ہوگا۔مثلاً جب ''توفی'' سے سلانا مقصود ہو،تو اس صورت میں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن حساس تھا وہ تعلق مسلوب کیا گیا تو بلاشبہ یہی سلانا ہے اور اگر ''توفی'' سے مارنا مراد ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہے تو یوں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن زندہ تھا وہ تعلق سلب کیا گیا ہے۔

اس صورت میں بلاشک اس کو مارنا کہا جائے گا۔ ہاں دوسرے میں جس کا سلب بھی معتبر ہے۔ جیسا کہ زندگی کا۔کما مر۔لیکن یہ خیال رکھنا کہ یہ تعلق احساس اور زندگی کے درمیان بطور تردید دائر ہے جس طرح کے کوئی امر خاص وعام کے درمیان مردد ہوتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ تردد اس طرز پر ہے کہ جس طرح پر شی نقیضین کے درمیان مردد ہے اسی واسطے وہ تعلق جس سے احساس کا وجود ہوتا ہے دوسرے تعلق کے بغیر (یعنی وہ تعلق کہ جس سے زندگی ہوتی ہے) موجود نہیں ہوتا۔پس یوں کہنا کہ ہر حساس زندہ ہے صادق ہے اور یہ کہنا کہ ہر زندہ حساس ہے غلط ہے

کیونکہ بعض زندہ (جیسے سوئے ہوئے) حساس نہیں ہیں۔

سوال: آپ کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مردہ میں حس باقی نہیں رہتا۔ اس لیے لازم آیا کہ وہ سنتے بھی نہ ہوں۔

الجواب: (ا) ہماری تقریر سے مردوں کا سننا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان کا سننا بمعنی ادراک روحانی ہے۔ چنانچہ ادلہ قاطعہ شرعیہ سے ثابت ہوا ہے کہ اس قسم کا سماع مرنے سے مرتفع نہیں ہوتا ہے البتہ مرنے کے ضمن میں وہ سماع جو قوت جسمانیہ کے ذریعہ سے ہے مرتفع ہوجاتا ہے لیکن اس طرز کا کہ مردہ بقوت جسمانی سنتے ہیں کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ لہذا جو مرتفع ہے وہ ثابت نہیں جو ثابت ہے وہ ناپیدا نہیں۔ اسی تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ موت وحیات کے درمیان ضدیت کے طور پر مقابلہ ہے اس لئے کہ یہ دونوں وجودی ہیں حیات کا وجودی ہونا تو بالکل ظاہر ہے رہی موت سو وہ بھی وجودی ہے دلیل یہ ہے کہ مارنا اسی کو کہتے ہیں کہ بدن سے روح کا تعلق جس سے بدن کی زندگی ہوتی ہے اٹھا دیا جائے اس کا اثر لازم مرنا ہے چونکہ مرنا اس تعلق کا منقطع ہونا ہے تو یہ بلاشبہ وجودی ہے نیز اس کے وجودی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''کہ ہم نے موت کو پیدا کیا ہے'' یہ صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وجودی ہے۔ اس لیے کہ موت اگر عدمی ہوتی تو خداوند تعالی کا فعل اس کے ساتھ کیوں کر متعلق ہوتا؟ کیا کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں امر عدمی پیدا کیا گیا ہے۔ نہیں کیونکہ پیدا کرنے کا معنی موجود کر دینا ہے۔

سوال: کیوں جائز نہیں کہ باعتبار لازم کے عدمی ہو؟ کیا دیکھتے نہیں کہ عدم الحیوۃ اس کو لازم ہے۔ پس اس کا عدمی ہونا موت کے عدمی ہونے کو مستلزم ہے۔

(ا)۔ بعض لوگ حنفیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ وغیرہ محققین حنفیہ میں سے فرماتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے ہیں۔ تو اے حنفیوں تم کیوں سماع ہونے کے قائل ہو۔ حضرت مصنف فضیلت مآب نے اس کو بھی رد کیا کہ صاحب فتح وغیرہ متعلقا سماع ہونے کے منکر نہیں ہیں۔ بلکہ قوت جسمانیہ سے سننے کے منکر ہیں نہ کہ ادراک روحانی سے بھی انکاری ہیں۔

جواب: یہ استلزام غلط ہے دیکھو عدم السکون آسمان کو عند الفلاسفہ لازم ہے آسمان معدوم نہیں ہے، علی ہذا القیاس اور بھی بہت مواقع ہیں کہ لازم کی عدمیت ملزوم کی عدمیت کو نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں جو''توفی'' ہے وہ مارنے میں حقیقی طور پر مستعمل نہیں ہے اس لیے کہ مار دینے میں پورے طور پر لینا نہیں پایا جاتا ہے بلکہ مار دینے میں صرف بدن سے روح الگ کر کے اٹھائی جاتی ہے۔ اور یہ گویا ایک حصے کا لے لینا ہے نہ پوری شے کا لے لینا لیکن لفظ کا بصورت عدم قرینہ حقیقی معنی پر محمول کرنا۔ جبکہ واجب ہوا، تو آیت ''يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ۔۔۔ الخ''، ہمارے لیے دلیل ہوئی نہ کہ قادیانیوں کے لیے اس کا ہمارے لیے دلیل ہونے کو ''وَرَافِعُكَ إِلَيَّ'' کا اس پر معطوف ہونا قوت بخشتا ہے۔ اس واسطے کہ اس رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔ ورنہ خاص کر مسیح علیہ السلام سے کیا اس رفع روحی کو خصوصیت تھی جو اس آیت میں ان کی روح کا''مرفوع'' ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

سوال: کیوں کہ خداوند تعالی فرماتا ہے کہ خدا ایمانداروں، اہل علم کے درجات کو (مرفوع) بلند کرتا ہے۔ تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خود ایماندار اور اہل علم مرفوع نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کے درجات مرفوع اور بلند کیے جاتے ہیں۔ پس رفع مسیح سے بھی خود مسیح کا رفع مراد نہیں ہے، بلکہ رفع روحی۔

الجواب: دلیل مفید مطلب نہیں ہے کیونکہ آیت سابقہ میں خود مسیح علیہ السلام کا رفع مذکور ہے اور اس آیت میں رفع درجات کا ذکر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ رفع درجات اور خود شے کے مرفوع ہونے میں غیریت ہے۔ اس لئے رفع درجات سے رفع غیر جسمانی ثابت نہیں ہوگا۔ دیکھو کہا جاتا ہے کہ میں نے زید کو اٹھالیا ہے یا میں نے زید کا کپڑا یا اور کچھ جسے زید کے ساتھ تعلق ہو اٹھالیا ہے اب اس صورت میں زید کے کپڑے کے اٹھائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں پر بھی خود زید کا رفع مراد نہ ہوا، بلکہ کپڑے کا مثلاً اس لیے کہ خود شے کا رفع اور ہے بناءً علیہ ثابت ہوا کہ آیت ''یا

عِيۡسٰٓى اِنِّىۡ مُتَوَفِّيۡكَ۔۔۔الخ ’’ میں منادا اور ضمائر کا مرجع خود مسیح علیہ السلام ہے، نہ خالی روح جب خود مسیح علیہ السلام ہی منادا اور مرجع ہوئے تو ’’متوفی‘‘ مرفوع، مطہر، فائق الاتباع بھی آپ ہی ٹھہرے نہ صرف روح۔

پہلی دلیل: اب ہم اس سے پہلی شکل بنائیں گے مسیح پر بھی ’’متوفی‘‘ کا مفہوم صادق آتا ہے جس پر یہ صادق ہے۔اسی پر ہی مرفوع کا مفہوم بھی صادق ہے، نتیجہ مسیح علیہ السلام پر ہی مرفوع کا مفہوم صادق ہے۔اور یہ بعینہ وہی ہے جو ہم دعویٰ کرتے ہیں۔

دوسری دلیل: اگر مسیح علیہ السلام کی صرف روح ہی مرفوع ہوئی ہوتی تو آپ کافروں کے ہاتھوں سے کیسے بری اور مطہر ٹھہرتے بلکہ جسد لطیف تو کافروں کے ہی اختیار میں رہتا اور کافروں کا مقصود یہی تھا، حالاں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسیح علیہ السلام ہم تجھ کو کافروں کے اختیار سے الگ اور پاک کر دیں گے۔پس اگر خالی روح مرفوع ہوئی ہو تو باری تعالی کا یہ ارشاد کیسا درست ہوگا؟ لہذا رفع روحی غلط ٹھہرا اور مسیح علیہ السلام کا بجسدہ مرفوع ہونا ثابت ہوا۔کیونکہ جب بجسدہ رفع مراد لیں گے تو مسیح علیہ السلام بلا شبہ بالکل کافروں کے اختیار سے نکل گئے اور پاک ہو گئے اس لیے آیت مذکورہ سے رفع روحی مراد رکھ لینا بے علمی اور عجیب تر ہے۔قادیانی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام مریم علیہ السلام کے فرزند کو قتل کر دیا ہے۔حالانکہ انہوں نے نہ تو ان کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا، ہاں شبہ میں ڈالے گئے ہیں، جن لوگوں نے اختلاف کیا وہ البتہ ان کے قتل کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں، ان کو اس پر یقین حاصل نہیں ہے۔صرف خلاف واقع کی تابعداری کرتے ہیں۔مسیح علیہ السلام کو انہوں نے قتل نہیں کیا بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔اللہ تعالی غالب حکمت والا ہے۔نہیں ہے کوئی بھی اہل کتاب میں سے مگر کہ اس پر ایمان لائے گا اس کے مرنے سے پہلے وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

طریقہ استدلال قادیانی پہلی آیت میں رفع روحی مراد کہتا ہے۔اس کا بیان ہے کہ اہل کتاب کا مسیح علیہ السلام کے مقتول ومصلوب ہونے میں شاک ہونا ہی ضمیر بہ کا مرجع ہے۔موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔اس کے بعد دو توجیہیں کرتا ہے۔

پہلی توجیہ: کہ قبل موتہ میں ایمان کا لفظ مقدر ہے۔اس (ا) تقدیر پر آیت کا معنی یہ ہوا کہ ہر ایک کتابی مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر جو ماضی میں واقع ہو چکی ہے ایمان لانے سے پہلے آپ کے مشکوک القتل ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔

دوسری توجیہ: کہ ہر ایک کتابی یقیناً جانتا ہے کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے کے بارے میں شک میں ہیں۔اس شک پر ان کا ایمان مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے تھا۔گویا مسیح علیہ السلام ابھی زندہ ہی تھے کہ ان کو آپ کو مقتول ہونے میں شک تھا اور وہ آپ کے کرنے سے پہلے ہی اپنے اس شک پر یقین رکھتے تھے۔اب دیکھئے کہ استدلال پر کتنے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اولاً: کہ رفع سے روحانی مراد لینا غلط ہے۔اس لئے کہ اس آیت میں مسیح علیہ السلام وصف مرفوعیت میں بطور قلب اور عکس کے محصور کر دیے گئے۔ہیں لیکن اس حصر اور قصر کے لیے اوصاف کی منافات شرط ہے۔مثلاً ایک شخص اعتقاد رکھتا ہے کہ زید قائم ہے۔دوسرے نے اس سے مخاطب ہو کر کہہ دیا کہ زید قائم نہیں بلکہ بیٹھا ہے۔پس دیکھیے یہاں پر متکلم نے ایسا بیان کیا کہ وہ مخاطب کے عقیدہ کا قلب اور الٹ ہے۔ظاہر ہے کے کھڑا ہونا بیٹھنا یہ دو صفتیں آپس میں منافات اور غیریت رکھتی ہیں۔بے شک یہ منافات عام طور پر لی جاتی ہے۔خواہ قصر وحصر کی بہتری کے لیے یا نفس حصر کے واسطے شرط ہو، نیز واقع میں منافات ہو یا اعتقاد میں۔رہی یہ بات کہ وہ آیت کہ جس کا مضمون یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف

(ا)۔قادیانی صاحب یہ عجیب ہے کہ اور کوئی اگر مقدر کا نام لے تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

اٹھالیا ہے۔بطور قصر قلب کے فرمائی گئی ہے۔سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب دعویٰ کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام قتل کئے گئے ہیں۔تو خدا تعالیٰ نے ان سے ان کے گمان کے برعکس فرمایا کہ مسیح علیہ السلام تو صرف مرفوع ہوئے ہیں قتل نہیں ہوئے۔اب ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کو وصف مرفوعیت میں قصر اور حصر کیا گیا ہے۔مگر قلب اور عکس کے طور پر۔پس ضرور ہوا کہ قتل اور رفع میں منافات ہو لیکن یہ منافات تو جب ہی تصور ہے کہ مسیح علیہ السلام بجسدہ مرفوع ہوئے ہوں کیونکہ ''رفع بجسدہ بداھتہ'' منافی قتل ہے مگر جب رفع سے روحانی رفع مراد لیں گے جیسا کہ قادیانی کا بیان ہے تو وہ قتل سے منافی نہیں ہے،کیا دیکھتے نہیں؟ کہ جو شخص خدا کی راہ میں قتل کیا جاتا ہے تو اس کی روح مرفوع ہوتی ہے پس جب کہ قتل کی حالت میں رفع روحانی پایا گیا ہے تو منافات کہاں رہی جس حالت میں یہ دونوں واقع میں بلکہ عقیدہ میں بھی مجتمع ہوئے۔تو منافات سرے سے ہی اڑ گئی۔ بنا برآں آیت میں جو قصر کے طور پر فرمایا گیا ہے خود قصر ہی غلط ہوگا۔ یا بہتر نہیں ٹھہرے گا۔نعوذ باللہ منہ

لہذا قادیانی پر دو باتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا لازم ہوگا۔ یا تو کہے گا کہ آیت اہل کتاب کی تردید کرتی ہے لیکن اس صورت میں قصر القلب،قتل،رفع میں منافات کا اقرار کرنا ہوگا۔ پس مسیح علیہ السلام کا بجسدہ مرفوع ہونا بھی ماننا پڑے گا۔ یا کہہ دے گا کہ قصر القلب میں وصفین کے درمیان منافات کا ہونا ضروری نہیں مگر اس صورت میں کلام عربی کے قواعد کا ہدم اور ان کے برخلاف پر ہونا لازم آئے گا۔مختصراً قادیانی کو اس سے گریز نہیں ہوسکتا۔ یا تو مسیح علیہ السلام کے بجسدہ مرفوع ہونے پر ایمان لانا پڑے گا یا قواعد عربیت سے منحرف ہوگا۔پس دو میں سے جسے چاہے اختیار کرلے۔

دوسرا اعتراض پہلی ضمیر کا مشکوکیۃ القتل کی راجع کرنے سے اس ضمیر کا خود مسیح علیہ السلام کی جانب سے پھیرنے سے اولیٰ نہیں ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔پھر مشکوکیۃ کو مرجع بنانا باوجود اس کے کہ سلف

وخلف کے برخلاف ترجیح بلا مرجح بلکہ ضعیف کو ترجیح دینا ہے۔

یہ ترجیح پہلی ترجیح سے بدتر ہے۔مع ہذا آیت کا معنی اس تقدیر پر یوں ہوگا کہ ہر ایک کتابی ایمان رکھتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کا مقتول ہونا شکیہ ہے۔ان کا مقتول ہونا یقینی نہیں ہے۔ چنانچہ قادیانی اس بات کو خود واضح کر رہا ہے۔حالانکہ یہ معنی درست نہیں ہے کیونکہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کا مقتول ہونا جملہ اسمیہ کے لباس میں بیان کیا ہے۔اور پھر اس کو مؤکد بھی کر دیا ہے۔پس یہ صراحۃً اس پر دال ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں آخر اسی واسطے تو خداوند تعالیٰ نے ان کی تردید کی کہ ”انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا“ اجی! اگر ان کو مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہ ہوتا تو خداوند تعالیٰ اتنا ہی فرما دیتے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا اور یقیناً کی قید نہ بڑھاتے۔پس یہ کہنا کہ ان کو یقین و اذعان نہیں ہے یہ صاف طور پر اس بات کا اقرار ہے کہ قرآن شریف میں یقیناً کی قید لغو ہے۔نعوذ باللہ منہ۔اچھا صاحب اگر یہ دعویٰ کریں کہ اس آیت میں جو یقینی مذکور ہے وہ تو منفی قتل کی قید ہے تو گویا یہ نفی قتل مقید پر وارد ہوئی ہے۔پس یہ نفی جیسے کہ قید کے اٹھ جانے سے منتفی ہوتی ہے ویسے ہی قید و مقید دونوں کے اٹھ جانے سے منتفی ہو جاتی ہے۔یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ یقینی قتل منتفی ہے اس واسطے آیت کا معنی یوں ہوگا کہ ان کا متیقن قتل نہیں پایا گیا ہے۔لیکن ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان لن ترانیوں کے یقیناً کی قید کا فائدہ مند ہونا ثابت نہیں ہوتا۔بلکہ پھر بھی قادیانی کو اس قید کے لغو ہونے کا مقر بننا پڑے گا۔

اولاً: کے ان کی تردید کے لیے نفس قتل اور بلا قید ہی کی نفی کافی تھی۔

دوم: یہ بات اکثری قاعدہ سے مخالف ہے۔وہ قاعدہ یہ ہے کہ نفی جب مقید پر وارد ہوتی ہے تو وہ نفی صرف قید کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔علاوہ بر آں یہ کہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ جملہ (إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ ۔۔۔الخ) بلا اذعان ہی کہہ دیا ہے۔جیسا کہ دوسری

ایک آیت میں بلا اذعان کہہ دینے پر دلیل موجود ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ منافقین کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ بلاشبہ خداوند تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس یہ دعویٰ کرنا اہل کتاب نے باوجود کہ شک میں پڑے ہوئے ہیں اپنے عقیدہ سے مخالفانہ کہہ دیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو قتل کیا ہے، کیسے بلا دلیل قبولیت کے قابل ہے۔ البتہ اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی تو یقیناً کی قید کا لغو ہونا لازم نہ آتا مگر دلیل تو ندارد ہے۔ اس لیے قادیانی لغو ہونے کے الزام سے نہیں بچتے ہاں اس پر دلیل موجود ہے کہ وہ لوگ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ دیکھو قرآن کی عبارت ہے۔ پہلے شاہد عدل ہے۔

دوم نصاریٰ اور فرقوں کو اسی بات کی طرف بلاتے ہیں کہ آؤ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے پر ایمان لاؤ اور یہ اس گمان سے کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام اُمت کے گناہوں کے بدلہ قتل کیا گیا ہے۔ حال یہ ہے کہ یہ بات ان کی انجیل میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ گو تحریف کے طور پر ہی ہو۔ لیکن وہ اس پر اذعان کر بیٹھے ہیں کہ وہ انجیل کو بلاتحریف مانتے ہیں۔ مع ہذا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہیں رکھتے ہیں کیا صریح بہتان ہے۔ باوجود اس روشن دلیل کے سب کی طرف شک کو منسوب کرنا کیونکر متصور ہے۔

شاید ایسے لوگوں کو اس آیت سے (جس کا مضمون یہ ہے کہ وہ لوگ کہ مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں نہیں ان کو اس پر اذعان مگر کہ ظن کی تابعداری کرتے ہیں) وہم پیدا ہو گیا ہوگا۔ سو واضح رہے کہ شک جو اس آیت میں مذکور ہے وہ منطقیوں کے طور پر نہیں ہے۔ منطقی تو شک اس کو کہتے ہیں کہ جس کے دونوں جانب برابر ہوں (۱) بلکہ شک سے آیت میں ضد علم مراد ہے جسے حکم جازم مطابق واقع کہتے ہیں مختصراً کہ شک سے ضد یقینی مطلوب ہے۔

---

(۱)۔ جیسے کہ زید کے قائم ہونے کا خیال ہو۔ ویسے ہی اس کے قائم نہ ہونے کا بھی خیال ہو اور کسی جانب کو ترجیح نہ ہو اسے منطقی شک کہا کرتے ہیں۔

پس اس لحاظ سے مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے کے بارے میں ان کے شک کنندہ اور متیقن ہونے میں منافات نہیں ہے۔ بریں تقدیر آیت کا معنی یوں ہوگا کہ وہ لوگ جو مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں۔ یعنی کہ وہ ایسے خیال میں گرفتار ہیں کہ جو خلاف واقع ہے گو وہ لوگ یہ حکم بزعم خود قطعاً و جزماً لگاتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ دراصل مطابق واقع نہیں علم و یقین نہیں ہے بلکہ شک ہے۔ کیونکہ یقین کے لیے یہ ضروری ہے کہ مطابق واقع ہو۔ پس بلاشبہ وہ ظن کے تابعدار ہیں یعنی اس خیال اور حکم کے تابعدار ہیں جو واقع کے مطابق نہیں۔ اس لیے شک اور ظن کا مآل اور مرجع ایک ہی ہوا۔ اگر شک و ظن کو منطقیوں کی اصلاح کی موافق لیں گے تو ان دونوں کا مصداق ایک نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کے نزدیک ظن (۱) وہ خیال ہے کہ طرف موافق قوی ہو اور شک میں ان کے نزدیک مطلقا رجحان نہ چاہیے۔

چنانچہ ظاہر ہے رہی بات کے قرآن شریف میں کہیں بھی شک کے معنی برخلاف منطقین کے لیا گیا ہے سو واضح ہو کہ قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ قرآن کے بارے میں ریب یعنی انکار میں پڑ گئے ہو۔۔۔ الخ اب دیکھو کہ اس آیت میں جو ریب بمعنی شک ہے ان کے انکار ان کے حکم بالجزم پر کہ (یہ خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ کسی بشر کا شعر کہانت ہے) اطلاق کیا گیا ہے اس پر خداوند تعالیٰ کا یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ ہم ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو کہ قرآن فرشتہ جبریل علیہ السلام کے منہ سے نکلا ہے. کسی بشر کا کلام شاعر کا کلام نہیں ہے، تھوڑے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی یہ کاہن کا کلام ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں یہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اگر قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک

---

(۱)۔ چنانچہ ایک شخص زید کے قائم ہونے پر غالب گمان رکھتا ہے۔ گو اس کے قائم نہ ہونے کا بھی اس کو ضعیف سا گمان ہے اس کو منطقین ظن کہتے ہیں۔

کنندہ بایں معنی ہوتے کہ جو شک کا معنی منطقی کرتے ہیں۔تو خداوند پاک تاکیدیں یاد نہ فرماتا۔ پہلے کے جملہ اسمیہ بیان فرمایا دوم ''ان'' کو ذکر کیا۔سوم قسم پس بلاشبہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کا انکار قرآن شریف کا کلام الٰہی ہونے سے اس حد تک پہنچا ہے کہ انہوں نے یقین کرلیا ہے کہ غیر اللہ کا کلام ہے۔

اس طرح پر ظن کا بھی اسی خیال پر جو خلاف واقع ہوا اطلاق کیا ہوا ہے۔دیکھیے وہ آیت جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ صرف ظن کی تابعداری کرتے ہیں اور وہ صرف جھوٹے ہیں غرضیکہ اعتراض مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر پہلی ضمیر کو شک کی طرف پھیریں گے تو یا قید کا لغو ہونا لازم آئے گا۔یوں کہنا پڑے گا کہ یہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ وہ اعتقاد کر بیٹھے ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو قتل کر ڈالا ہے۔اپنے ظاہر معنی پر محمول نہیں حالانکہ ظاہر پر محمول ہونے کا بھی موجب موجود ہے۔پس جو لوگ پہلے التزام کریں گے تو یہ کفر ہے۔اگر دوسرے کو اختیار کریں گے تو یہ نادانی ہے۔اب ان دونوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کرلیں۔

تیسرا اعتراض کے یہ توجیح تکلف محض ہے کیونکہ جس کی طرف تم ضمیر کو رجوع کرتے ہو یہ رجوع ہرگز متبادر نہیں ہے۔نیز اس قسم کے ''ارجاع'' سے انتشار ضمائر لازم آتا ہے۔قرآن شریف میں انتشار ضمائر کا قائل ہونا یہ تو بے عیب پر از فصاحت قرآن کو بٹا لگانا ہے۔چنانچہ ظاہر ہے۔ اور جب یہ سب کچھ باطل ہوا تو ہمارا دعوٰی ثابت ہوا۔

چوتھی بحث کے جب اسی طرح پر ضمیر کا مرجع مانا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اہل کتاب مسیح علیہ السلام کی مقتولیت کے مشکوک ہونے پر تصدیق رکھتے ہیں اور شک و مشکوکیت کیوں کہ ایک ہی بات ہے تو تصدیق کا شک سے تعلق پکڑنا لازم آتا ہے۔یہ شک جو ایک کا تصور ہی ہے اس کے لفظ کا مفہوم ہی شک سے مراد رکھ لیں یا جس پر وہ شک صادق آتا ہے وہی مقصود رکھیں۔اس لئے کہ شک کا معنی اور اس کا مصداق دونوں تصور ہی ہیں۔عام اس سے کہ تصدیق علم

یقینی جو مطلق ادراک وتصور کی قسم ہے۔ مقصود ہو یا وہ حالت کے بعد ادراک کے پیدا ہوتی ہے۔ جسے ''دانش'' کہتے ہیں۔ مطلوب ہو۔ لیکن تصدیق کا بہر حال تصور یعنی شک سے متعلق ہونا باطل ہے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہے۔ ہاں تصدیق کا شک سے اس صورت میں متعلق ہونا کہ تصدیق جنس تصور سے مان لیں بہت فحش ہے اس صورت سے کہ تصدیق کو بمعنی دانش لیں وجہ یہ ہے کہ جب تصدیق کو تصور کا ہی قسم سمجھ کر شک سے متعلق جان لیں تو شک معلوم بن جائے گا اور پھر تصدیق کو بہ نسبت شک کے علم قرار دینا پڑے گا۔ حالانکہ دلیل سے ثابت ہے کہ علم تصور وصورت علمیہ (۱) کے معنی سے معلوم کے ساتھ متحد ہوتا ہے۔ لہٰذا لازم آیا کہ تصدیق اور شک ایک ہی بات ہو۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ کیوں کر غلط نہ ہو کہ تصدیق وشک آپس میں غیریت رکھتے ہیں۔

پانچویں بحث کہ شک اصطلاحی جب ہی متحقق ہوگا کہ نسبت کے طرفین میں تردد ہو۔ یعنی یہ ایسا ہے یا ایسا۔ لیکن دونوں میں سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔ بلکہ طرفین کی تجویز برابر ہو۔ پس قادیانی کی یہ تفسیر کہ ''اہل کتاب مشکوکیت قتل پر مسیح علیہ السلام کے طبعی مرنے سے پہلے ایمان رکھتے ہیں''۔ اس طرف کو راجح ہوگی کہ اہل کتاب کا اس قسم کا شک بغیر اس کے کہ ان کو مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر یقین ہونا موجود تھا۔ کیونکہ تقدم کے لوازم سے ہے کہ مابعد مقدم پیدا ہونے کے زمانہ میں موجود نہ ہو، نیز جب ایک شخص کی طبعی موت پر یقین ہو تو اس کے مقتول ہوجانے میں شک ہونا محالات سے ہے۔ ظاہر تر ہے کہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہوجانے کے دو جانب ہیں۔ ایک یہ کہ قتل نہیں ہوئے دوم کے قتل ہوگئے ہیں۔ پس جب کہ آپ کا قتل ہوجانا مشکوک ہے تو واجب ہوگا کہ نہ اس پر کہ وہ قتل ہوگئے ہیں اور نہ اس پر کہ وہ قتل نہیں ہوئے''۔ یقین ہو۔ اور نیز اس پر جو عدم القتل مندرج ہے یقین نہ ہو۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ طبعی موت عدم القتل میں مندرج

(۱)۔ جب انسان کا مثلاً علم حاصل ہوتا ہے تو یوں ہوتا ہے کہ اس کی ماہیت اور صورت ذہن نشین ہوتی ہے۔ پس اس صورت کو صورت علمیہ کہتے ہیں۔

ہے ہاں یہ اندراج ایسا ہے کہ خاص عام میں مندرج ہوتا ہے۔اس لئے کہ عدم القتل جیسے زندگی کو شامل ہے ویسے ہی طبعی موت کو شامل ہے۔

لہذا لازم ہوا کہ جس صورت میں مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے میں شک ہو۔تو آپ کی طبعی موت پر یقین نہ ہو اور یہ بالکل بدیہی ہے۔کیونکہ شک کے لیے جانبین کی تجویز کا برابر ہونا ضروری ہے اور مع ہذا ایک جانب پر یعنی عدم القتل پر یقین کرنا محال ہے۔چنانچہ کم درایت والے پر بھی مخفی نہیں ہے۔بنا براں اگر آیت سے وہی مراد ہے جو قادیانی سمجھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے سے کیا فائدہ ہوا اس خبر پر کون سے عوائد مرتب ہوئے علاوہ براں اگر اس آیت کو قادیانی ہی کی مراد پر محمول کریں تو اس سے لازم آئے گا کہ اس آیت نے شک کی ماہیت کے بعض اجزاء بیان کیے ہیں لیکن یہ اس بات کا دعوٰی ہے کہ وہ معنی بیان کیے جو قوم کے مصطلح ہیں بس اس صورت میں لازم آئے گا کہ قرآن بھی قافیہ شافیہ تہذیب کی مانند ایک کتاب ہے۔حالانکہ اس امر کا کوئی عقل مند قائل نہیں ہے۔اس پر قادیانی کی دوسری توجیہ سوا اس پر بھی پانچویں بحث کے سواء سب ابحاث وخدشات وارد ہوتے ہیں۔

البتہ اس دوسری توجیہ پر خاصتہً یہ بحث وارد ہے۔وہ یوں ہے کہ ”تمام اوصاف کا سبب کسی شے کے ہر ہر فرد سے کر دینا، پھر خاص صفت ان کے واسطے ثابت کرنا۔جیسا کہ اسی سے لازم آتا ہے کہ وہ افراد موصوفہ اسی صفت میں منحصر ہو جائیں اسی طرح پر ان افراد سے خاص صفت کا سلب کر دینا خواہ وہ صفت ملفوظ نہ ہو مقدر ہی ہو۔بعد ازاں کوئی ایسی صفت جو مسلوب سے منافی ہو ان افراد کو ثابت کرنا۔“ اس کو چاہتا ہے کہ وہ موصوف اس مسلوب کے منافی میں منحصر ہو۔پہلے کا نام ”حصر حقیقی“ دوسرے کا نام ”حصر اضافی“ ہے۔لیکن یہ دونوں موصوف کے صفت میں منحصر ہونے کے لئے دو قسم ہیں۔اس پر صفت کا موصوف میں بطور انحصار حقیقی کے سوا اس واسطے کہ وہ صفت صرف اسی موصوف میں متحقق ہے نہ غیر میں، صفت کا موصوف میں بطور ”انحصار اضافی“ کے

منحصر ہونا سواس لیے ہے کہ وہ صفت تو اس موصوف میں پائی جاتی ہے لیکن اس کے کل اغیار سے منفک نہیں ہوتی بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے۔ اور بعض میں نہیں پس چونکہ بعض ہی کی طرف نسبت کر کے منحصر ہے تو یہ ''حصر اضافی'' اور نسبتی ہوا۔ پر ظاہر ہے کہ جس میں کوئی چیز منحصر ہو وہ اس پر جو اس میں کلیتاً منحصر ہے کلی طور پر صادق آتا ہے۔ اب دیکھئے کہ آیت (جس کا مضمون یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی ایک بھی اہل کتاب میں سے مگر وہ ایمان لائے گا) میں اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہ انحصار صفت کفر کی طرف نسبت کر کے ہے نہ اور اوصاف کے لحاظ سے۔

پس مراد اس آیت صفت الکفر کا تمام اہل کتاب سے مسلوب ہونا اور سب کے لیے صفت الایمان کا ثابت ہونا ہے۔'' لاغیر اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا ہے کہ یہ انحصار اضافی ہے۔ کیونکہ اہل کتاب جو صفت ایمان میں منحصر کر دیے گئے ہیں تو صرف ایک صفت محض کی طرف نسبت کر کے اوصاف کے لحاظ سے لہذا مفاد الآیۃ یوں ہوا کہ سب اہل کتاب ایمان میں نہ کفر میں منحصر ہوں گے اور صفات ان میں پائی جائیں یا نہ، پس سب اہل کتاب سے وصف کفر جو مقدر ہے مسلوب کر دیا گیا۔ اس کا منافع یعنی ایمان سب کو ثابت کر دیا گیا جب یہ سمجھ گئے کہ تمام اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر ہو نگے تو لازم آئے گا کہ صفت ایمان تمام کتابیوں پر صادق آنا چاہیے جیسا کہ کہہ دیں کہ ہر ایک کتابی اس پر ایمان لائے گا''۔ اس لیے یہ قضیہ موجبہ محصورہ کلیہ بنا۔ جب کہ ہم آیت مذکورہ سے وہ مراد رکھ لیں جو قادیانی بیان کرتے ہیں تو اس تقدیر پر یہ معنی ہو گا کہ سب اہل کتاب مسیح علیہ السلام کے قتل کی مشکوکیۃ پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لائیں گے۔ حالانکہ یہ معنی مردود ہے گو ہم اس سے قطع نظر کریں کہ اس طرز پر صیغہ مضارع کا ماضی پر محمول کرنا لازم آتا ہے۔ اس سے بھی اغماز کریں کہ نون تاکید ثقیلہ معنی استقبال کو چاہتا ہے مگر اور طرز پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ بتصریح بیان کریں گے وہ یہ ہے کہ یہ حکم خاص انہی بعض اہل کتاب کے لیے

ہے ۔جو مسیح علیہ السلام کے زمانہ اور آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے لیکن یہ تو قاعدہ مذکورہ مسلمہ سے مخالف ہے کیونکہ قاعدہ سے لازم آیا تھا کہ یہ حکم کل کتابیوں کے واسطے ہے نہ بعض کے واسطے یا یہ کہو گے کہ یہ عام اہل کتاب کے لیے ہے یعنی جو آپ کے زمانہ میں آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے اور جو اس کے بعد قیامت تک موجود ہوتے جائیں گے مگر اس سے تو پھر اور ہی محال لازم آئے گا۔ اس لیے کہ اب یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ ایک چیز جو موجود نہیں وہ موجود ہونے کی حالت میں موجود ہو ۔اجی جب تم مسیح علیہ السلام کے مرجانے کے قائل ہو اور ادھر آیت کے معنی یہ ہوئے کہ مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ہی تمام کتابی ایمان لا چکے ہیں تو صاف لازم آیا کہ جو اس زمانے میں موجود نہیں تھے موجود ہوں ۔آخر جب سب کے لئے موت المسیح علیہ السلام سے پہلے ہی صفت الایمان ثابت کیا گیا تو اس صفت کا موصوف بھی تب ہی موجود ہونا چاہیے ورنہ لازم آئے گا کہ صفت بغیر موصوف کے متحصل ہو یہ تجویز گویا اجتماع النقیضین کو جائز کر دینا ہے ۔ نیز اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہاں مصدر کو بلا موجب ماضی پر محمول کرنا پڑتا ہے حالانکہ یہ بناوٹ ہے ۔صاحبان فہم کے ناپسند ہے ۔رہی یہ بات کہ مستدل دو معنوں کو اپنے منہ سے اچھا کہتا ہے اور دونوں کو اپنے کشوف سے مؤید کرتا ہے ۔

سو واضح رہے کہ بالضرور دو معنوں میں سے ایک تو بلکل باطل ہے سبب یہ ہے کہ دوسری توجیہ اور معنی میں زیادہ تر خصوص کا ہی احتمال ہے ۔کیونکہ اگر عموم لیا جائے تو اجتماع النقیضین لازم آتا ہے ۔ چنانچہ گزرا پہلی توجیہ میں خالی عموم ہی ہے اور ظاہر ہے کہ عموم وخصوص یہ دونوں آپس میں متغائر ہیں ۔پس اگر پہلی توجیہ کو تسلیم کریں گے تو بالضرور دوسری ندارد ہے ۔ اگر دوسری کو مان لیں گے تو لامحالہ پہلی مردود ہے ۔

اب کہے کہ اگر ایک کشف کو الہام رحمانی سے ہی فرض کر لیں گے تو دوسرا بداھۃً شیطانی ہوگا۔اس لیے اگر دونوں الہام اللہ سے ہوتے تو ان میں تخالف نہ ہونا چاہیے تھا۔لہذا حق یہی ہے

کہ یہ دونوں ہی رحمانی نہیں ہیں ورنہ کیوں ان دونوں پر شریعہ اور عقلیہ اعتراضات ساطعہ وارد ہوتے لامحالہ ایسے مدعیوں کے خصائل سے یہ بات ہے کہ اگر ان کے مقابلہ پر قرآن پیش کرتے ہیں تو انجیل طلب کرتے ہیں۔ جب انجیل سامنے رکھتے ہیں تو قرآن طلب کرتے ہیں جب دونوں پیش کئے جائیں تو عقل کے طالب ہوتے ہیں پھر عقل بھی اگر پیش کی جائے تو کشف لے بیٹھتے ہیں تو پھر جب اس کشف پر دلیل طلب کی جاتی ہے تو سرنگوں متحیر ہو جاتے ہیں غرض کہ وہ لوگ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے ہر ایک دربار سے ان کو دھکے ملتے ہیں۔ یا یوں کہیے کہ یہ لوگ شتر مرغ کے مثیل ہیں اس پر جب بوجھ ڈالنا چاہیں تو اڑنے والا جانور بن بیٹھتا ہے۔ اگر اسے اڑانا چاہیں تو اونٹ کہلاتا ہے یا یوں کہ ایسے لوگ اس مرض کے مثیل ہیں جسے مرض الموت نے گرفتار کیا ہو، نہ وہ زندہ اور نہ مردہ ہے اور کسی نبی کے مثیل نہیں ہے۔ خیر جو ہیں سو ہیں ہم کو اس سے کیا غرض ہے۔

ہاں ہم اب یہ بیان کریں گے کہ جس طرح پر کہ ہم اور سلف وخلف آیت (اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِیۡحَ ۔۔۔ الخ) سے سمجھتے ہیں اس طرز پر اعتراض مذکورہ میں سے ایک اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ وہ یوں ہے کہ اہل کتاب نے کہا کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر یقین رکھتے ہیں سو اللہ عزوجل نے ان کی تردید فرمائی کہ انھوں نے مسیح علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ پس کیوں کر مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر ان کو یقین کر بیٹھنا متصور ہے۔ اس لیے کہ علم یقینی کے لیے تو یہ ضروری ہے کہ واقع سے مطابق کیا ہو سکتا ہے کہ واقع سے مخالف ہو اور پھر بھی یقینی ہو ہرگز نہیں، لہذا ان کا یہ دعوٰی کے ہم قتل کے بارے میں متیقن ہیں باوجود کے دراصل ان کو یقین حاصل نہیں ہے ”بلاشبہ جہل مرکب“ ہے کیونکہ جہل مرکب کا معنی یہی ہے کہ خلاف واقع ایک حکم لگایا جائے۔ پس وہ اس کے بارہ میں شک میں مبتلا ہیں یعنی ایسے حکم میں کہ وہ خلاف واقع ہے نہیں ان کو یقین حاصل بلکہ ظن اور جہل مرکب کے تابعدار ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ یعنی قتل کا نہ پایا جانا یقینی ہے کہ یقیناً

نفی (مَا) کی قید ہے نہ منفی (قَتَلُوْهُ) کی (بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ) بلکہ خداوند عزاسمہ نے مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا ہے لیکن وہ اٹھالینا کہ وہ بجسدہ منافی قتل ہے۔نہ وہ کہ اس کا منافی نہیں یعنی رفع روحی، کیونکہ رفع روحانی واقعہ اوراعتقاد مخاطب میں قتل کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے (وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا) خداوندتعالیٰ کو مسیح علیہ السلام کے بجسدہ مرفوع کرنے سے کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں (حَكِيْمًا) خدا حکمت والا ہے۔ رفع کے کام میں نہیں کوئی ایک بھی (مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ) اہل کتاب میں سے مگر کہ مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیں گے ان کے مرجانے سے پہلے ہی خواہ وہ ایمان ان کے لیے نافع ہی ہو جیسا کہ حالت حیات میں یا نافع نہ ہو جیسا کہ مرگ کی حالت میں اور یہ ایمان کے جو مرگ کی حالت میں نہیں وہ اس سے عام ہے کہ مسیح علیہ السلام کے اترنے سے پہلے ہو یا ان کے اترنے کے بعد ہو، پس اس معنی میں غور کرو کہ اس میں بہرحال ایمان کی حفاظت ہے۔

دیکھو ایک تو صیغہ مضارع اپنے ہی معنی پر رہا۔نون ثقیلہ جو مدخول کے استقبال بالاجماع پر دلالت کرتا ہے اپنے ہی طور پر رہا، اس معنی پر اعتراضات سابقہ میں سے کوئی بھی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ کما ھو الظاھر بالمتامل الصادق۔لہذا جو معنی ہم نے بیان کیا ہے اسی کو صحیح کہنا زیبا ہے۔ اور اس کے برخلاف الہامات وکشوف کو کھنڈروں پر دے مارنا لازم ہے۔ یہی معنی تمام اشکالات کے دور کرنے کے لیے کافی ہے۔اس پر ضرور منصف مزاج ایمان لائے گا۔گو کوئی بے انصاف اور بے علم جھگڑالو اس سے انحراف کرے۔

ثم استدل القادیانی بطریق الالزام علی اھل الاسلام القائلین بحیوۃ المسیح علیہ السلام بان کل من یؤمن بوجود السموات یؤمن بتحرکھا علی الاستدارۃ۔ فلو کان علیہ السلام علی السماء للزم بتحرکھا تحرکہ فلم یتعین لہ جھۃ الفوق بل علی ھذا۔ قد یصیر فوقا و قد یصیر تحتا فلا یتعین لہ النزول

ایضاً ۔ اذ النزول لا یکون الامن الفوق۔ وایضاً یلزم کونہ فی الاضطراب وعدم القرار دائما ما دام ھو فی السماء وھذا نوع من العذاب۔

وجوابہ ان جھة الفوق یطلق حقیقة علی منتھی الخط الطولانی من جانب راس الانسان بالطبع من محدب فلك الافلاك وجھة التحت علی منتھی ذلك الخط مما یلی رجلیہ من مرکز العالم وھاتان الجھتان لا تتبدلان عوض ویطلق الفوق والتحت علی الحدود التی بین المرکز و بین المحدب ایضاً لکن اطلاقا اضافیا لا حقیقیا وکل من ھذہ الحدود المتوسطة یمکن اتصافہ بکلا الوصفین من الفوقیة والتحتیة مثلا محدب فلك القمر متصف بالفوقیة بالاضافة الی مقعرہ۔وما عداہ من الحدود المتقاربة الی مرکز ومتصف بالتحتیة بالنسبة الی سائر الافلاك۔فھذا الحد المعین فوق و تحت بالوجھین۔

والحاصل ان کل حدین فرضابین المرکز و بین محدب فلك الاعلی فما کان منھما اقرب الی المرکز وابعد من المحدب فھو تحت ومابالعلکس فھو فوق بخلاف المحققین فان ما یتصف منھما بالفوقیة لا یمکن ان یتصف بالتحتیة وما یتصف بالتحتیة لا یمکن اتصافہ بالفوقیة۔لان محدب الفلك الاعلی محدب دائما و مرکز العالم مرکز دائما لا تغیر ولا تبدل فیھما۔وعلی ھذا یقال ان المسیح علیہ السلام لما کان فی السماء الثانیة فلا ریب فی انہ ابعد من المرکز واقرب الی المحدب بالنسبة الی من ھو علی وجہ الارض۔ فیکون فوق من ھم علی الارض وان سلمنا تحرکہ بتحرك السموات فلا یلزم عدم تعین جھة الفوق لہ علیہ السلام بل مادام ھو فی السماء متصف بالفوقیة بالنسبة الی سکان الارض جمیعا۔فاذا اراد اللہ تعالیٰ نزولہ انتقل من مقرہ السماوی من

محدب السماء الثانیه بحیث بتزاید البعد فی ما بینه وبین محدب فلك الافلاك آنا فانًا من البعد الذی کان بینهما وتناقص کذلك البعد فیما بینه وبین مرکز العالم من البعد الذی کان حیث هو فی مقره الی ان یصل الی سطح الارض۔ وانت تعلم ان الحرکة من المحدب الاعلی او مما یقرب الی جانب مرکز العوالم هوالنزول کما ان الحرکة من جانب ذلك المرکز الی جانب ذلك المحدب هو العروج فلم یلزم من تحرکه بتحرك السموات علی الاستدارة عدم تعین النزول له علیه السلام وایضًا لم یلزم من تحرکه بتحرك السموات کونه مضطربا وفی نوع من العذاب الا تری الی الذی ذهب الیه اهل الهیئة الیوم من الافرنج ان الشمس فی وسط الکواکب التی تدورحولها۔ وقالوا انها لیس لها حرکة حول الارض بل لارض حرکة حولها وان الارض احدی السیارات عندهم التی منها عطارد والزهرة والارض والمریخ۔وقال بعضهم ان الارض هی التی تتحرك هذه الحرکة السریعة الیومیة من المغرب الی المشرق وبسببها تری الکواکب طالعة وغاربة۔ لانها اذا تحرکت کذلك وکانت الکواکب ساکنة اومتحرکة الی تلك الجهة ایضاً لکن بحرکته ابطاء من حرکتها ظهرلنا فی کل ساعة من الکواکب ما کانت محتجبة بحدبیة الارض فی جانب المشرق واحتجبت عنا بحدبتیها فی جانب المغرب ما کانت ظاهرة فیتخیل ان الارض ساکنة۔وان الکواکب هی متحرکة بتلك الحرکة السریعة الی خلاف الجهة التی تتحرك الارض الیها کما یتخیل ان السفینة الجاریة فی الماء ساکنة مع کون الماء متحرکا الی خلاف جهة السفینة۔وهذا القول وان کان مردودا بأن الارض ذات مبدٔمیل مستقیم طبعا کما یظهر من اجزائها المنفصلة فیمتنع ان

تتحرک علی الاستدارۃ وبانہا لو کانت کذلک لما وصلت الطیور الی جہۃ المشرق عند طیرانہا من المغرب الی المشرق۔ وان کانت المسافۃ التی بین مبدٔ مسیر الطیور وبین منتہاہ مسافۃ قلیلۃ الابعد مضی اکثر من یوم و لیلۃ۔ وبانہ علی ہذا کان یجب ان یتخیل جمیع ما فی الجومن الطیور متحرکا الی جانب المغرب سواء کان ذلک الطائر متحرکا بحرکۃ نفسہ الارادیۃ الی المشرق او المغرب۔ وذلک بطوء سیر الطیور وسرعۃ حرکۃ الارض وبوجوہ اخری ترکنا ذکرہا۔ وبقولہ تعالیٰ شانہ(وَأَلْقَى فِي الأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ)وبقولہ الکریم(أَمَّنْ جَعَلَ الأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ۔۔۔الایۃ)فمع بطلان ہذا القول نقول انہم مع کونہم عقلاء لم یجزمو ابیطلان مذہبہ ہذا بظہور استلزامہ عذاب من ہو علی الارض ولم یورد علیہم احد ممن یخالفہم من المسلمین وسائر اہل المعقول ہذا الا یراد نعم اوہام العامۃ الجہلۃ الذین لاحَظَّ لہم من العلوم العقلیۃ تتزلزل بامثال ہذا وکل ہذا علی تقدیر تسلیم حرکۃ فلک الافلاک علی الاستدارۃ ثم بتسلیم حرکۃ سائر الافلاک بتحریکہ ایاہا ولنا ان نمنع حرکۃ فلک الافلاک المعبر بالعرش فی لسان الشرع علی الاستدارۃ لانہ لم یوجد فی الشرع دلیل قطعی یوجب الظن بذلک فضلا عن ان یوجب العلم القطعی کیف ولم یثبت ذلک فی خبر قوی ولا ضعیف ان العرش یتحرک علی الاستدارۃ۔ ویحرک ماتحتہ من الافلاک بل قد ثبت فی اخبار صحیحۃ ان لہ قوائم۔ وہذا بظاہرہ یابی ان یکون الفلک الذی یصفونہ علی ما یصفونہ ولا یابی ما صح انہ مقبب کالخیمۃ۔ وقد ورد انہ یحمل الیوم العرش اربعۃ من الملائکۃ و ثمانیۃ منہم یوم القیمۃ۔ قال

عزوجل(وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ)ای یوم القیمة وعلی هذا
کیف المستقیم کون الفلك متحر کابالحرکة المستدیرة وما ورد فی القرآن انما
هو سیر الکواکب کما قال تعالیٰ(لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا
اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ)وقال(كُلٌّ يَجْرِي إِلَى أَجَلٍ
مُّسَمًّى)وقال ما اعظم شانه(فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ () الْجَوَارِ الْكُنَّسِ)وفسر
بالنجوم الخمسة زحل والمشتری والمریخ والزهرة و عطارد ولئن سلم کون
ذلك الفلك متحرکا فلا نسلم۔انه یلزم بتحرکه تحرك سائر الافلاك لان
الشرع لم یرد باتصال الافلاك فیما بینها بل ورد علی انفصالها کما یظهر لمن
تتبع الاحادیث ولم یثبت کونها کروية بل وردان الارض بالنسبة الی السماء
الدنيا کحلقة فی فلاة وهکذا السماء الدنيا بالنسبةالی السماء الثانية والثانية
بالنسبة الی الثالثة۔وهکذا والکل من الکرسی وما تحته بالنسبة الی العرش
کحلقة فی فلاة وظاهر انها لو کانت کروية لما صح هذا التمثيل واذا لم یثبت
کروية الافلاك لم یثبت حرکتها علی الاستدارة ولما لم یثبت الاتصال فیما
بین الافلاك فمع تسلیم تحرك فلك الافلاك لا یلزم تحرك ما تحته من
الافلاك بل عرفت ان نفس حرکة الفلك الاعلی ایضاً لم تثبت فلم یرد ما
زعمه المستدل بطریق الالزام تقلید اللاوهام العامة۔وحاصل کلامنا هذا
کله ورود منوع متعاقبة مترتبة علی استدلاله بانا لا نسلم کون الفلك الاعلی
متحرکا ولئن سلم فلا نسلم انه متحرك علی الاستدارة ولئن سلمناه فلا
نسلم ان بتحرکه یلزم تحرك باقی الافلاك لتوقفه علی اتصالها ولا اتصال۔فلا
یلزم تحرکها حتی یتحقق مزعومه ولئن سلم کل ذلك فلزوم المحذورات

الثلث من عدم تعین جهة الفوق له وعدم تعین النزول له و کونه فی العذاب الدائمی ممنوع مطلوب دلیله وانی له ذلك وقد عرفته مفصلا وتامل فیه بالنظر الصائب لیظهر لك مبلغ انکشافه فی علم الهیئة ودرکه فی القواعد الهندسیة ینکشف لك حقیقة دعواه من المجددیة والمحدثیة وتقوله المفتری من المسیحیة....الخ

ترجمہ: پھر قادیانی نے ان اہل اسلام کے خلاف بطور الزام کے استدلال کیا جو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں (قادیانی استدلال یہ ہے کہ) جو بھی آسمانوں کے وجود پر ایمان رکھتا ہے وہ آسمانوں کی گولائی میں حرکت کرنے (گھومنے) پر بھی ایمان رکھتا ہے۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہوتے تو آسمانوں کی حرکت کے ساتھ آپ علیہ السلام کا حرکت کرنا بھی لازم آتا۔ پس آپ علیہ السلام کے لیے فوق (اوپر ہونے) کی جہت متعین نہ ہوتی بلکہ اس طرح تو کبھی اوپر ہوں گے اور کبھی نیچے ہوں گے لہٰذا آپ کے لیے نزول (اوپر سے نیچے آنا) بھی متعین نہ ہوتا کیونکہ نزول صرف اوپر سے (نیچے کی طرف) ہوتا ہے۔ اور اسی طرح جب تک آپ علیہ السلام آسمان میں رہیں گے آپ کا ہمیشہ اضطراب اور عدم قرار میں ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ ایک قسم کا عذاب ہے۔

جواب اسکا یہ ہے کہ جہتِ فوق (اوپر کی جہت) حقیقت میں بالطبع انسان کے سر کی جانب سے فلک الافلاک کے محدب کی طرف لمبے خط کی انتہاء کی جگہ پر بولا جاتا ہے، اور جہتِ تحت (نیچے کی جہت) انسان کے پاؤں کی جانب سے مرکز عالم کی طرف جانے والے خط کی منتہا پر بولا جاتا ہے۔ اور یہ دونوں جہتیں کبھی بھی تبدیل نہیں ہوتیں اور فوق وتحت کا اطلاق ان حدود پر بھی کیا جاتا ہے جو مرکز اور محدب کے درمیان ہیں لیکن یہ اطلاق اضافی ہوتا ہے حقیقی نہیں ہوتا، اور ان متوسط حدود (مرکز اور محدب کے درمیان والی حدود) کو فوقیت اور **تحتیت** دونوں

وصفوں کے ساتھ متصف کرنا ممکن ہے۔(ایک لحاظ سے اس کو فوق اور دوسرے لحاظ سے اس کو تحت کہہ سکتے ہیں) مثلاً قمر کے فلک کا محدب اس کے مقعر کی اضافت کے ساتھ اور اس کے علاوہ مرکز کی طرف قریب حدود کی نسبت فوقیت سے متصف ہے۔اور تمام افلاک کی نسبت **تحتیت** کے ساتھ متصف ہے پس یہ دونوں وجہوں کے ساتھ فوق اور تحت کی معین حد ہے۔

اور حاصل یہ ہے کہ فلک اعلیٰ کے محدب اور مرکز کے دوران جو بھی دو حدیں فرض کی جائیں پس ان میں سے مرکز کے زیادہ قریب ہوگا اور محدب سے دور ہوگا وہ تحت ہوگا، اور جو اس کے برعکس ہوگا تو وہ فوق ہوگا بخلاف محققین کے، کہ جو ان میں سے فوقیت کے ساتھ متصف ہوگا اُس کو **تحتیت** کے ساتھ متصف نہیں کیا جاسکتا، اور جو **تحتیت** کے ساتھ متصف ہوگا اُس کا فوقیت کے ساتھ متصف کرنا ممکن نہیں کیونکہ فلک اعلیٰ کا محدب ہمیشہ محدب ہوگا اور مرکز عالم ہمیشہ مرکز ہوگا اُن میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا، اور اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام دوسرے آسمان میں ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مرکز سے دور اور محدب کے قریب ہیں۔ان لوگوں یا اُن چیزوں کی نسبت جو روئے زمین پر ہیں، پس آپ علیہ السلام ان سے اوپر ہوں گے جو زمین پر ہیں اور اگر ہم آسمانوں کے متحرک ہونے کے ساتھ آپ کے تحرک (حرکت کرنے) کو تسلیم کرلیں۔پس آپ علیہ السلام کے لیے جہتِ فوق کا متعین نہ ہونا لازم نہیں آتا (آپ سے فوقیت کی نفی نہیں ہوتی) بلکہ جب تک آپ علیہ السلام آسمان میں ہوں تمام روئے زمین والوں کی نسبت فوقیت کے ساتھ متصف رہیں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کے نزول کا ارادہ فرمائے گا آپ دوسرے آسمان کے محدب میں سماویٰ مقر (ٹھکانے) سے اس طرح منتقل ہوں گے کہ آپ علیہ السلام کے درمیان اور فلک الافلاک کے محدب کے درمیان جو دوری تھی وہ آہستہ آہستہ بڑھتی جائے گی اور اسی طرح آپ علیہ السلام کے اور مرکز عالم کے درمیان جو دوری تھی جہاں آپ اپنے مقر میں تھے وہ دوری کم ہوتی جائے گی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام

سطح زمین تک پہنچ جائیں گے اور تو جانتا ہے کہ محدب اعلیٰ سے حرکت یا جو مرکز عوالم کی جانب قریب ہو اُس سے حرکت کرنا ہی نزول ہوتا ہے جیسا کہ اُس مرکز کی جانب سے اس محدب کی جانب حرکت کو عروج کہا جاتا ہے۔ پس آسمانوں کے گول چکر میں گھومنے کے تحرک کے ساتھ آپ کے حرکت کرنے سے آپ علیہ السلام کا نازل نہ ہونا لازم نہیں آتا، اور نہ آسمانوں کی حرکت کے ساتھ آپ کے متحرک ہونے سے آپ کا مضطرب ہونا اور ایک قسم کے عذاب میں ہونا لازم آتا ہے۔ کیا تو دیکھتا نہیں جس بات کی طرف آج افرنگ (انگریزوں) میں سے اہل ہیئت گئے ہیں کہ سرج اُن کواکب (ستاروں وغیرہ) کے درمیان میں ہے جو اس کے گرد گھومتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سورج زمین کے گرد نہیں گھومتا بلکہ زمین اس کے گرد چکر لگاتی ہے اور ان کے نزدیک زمین اُن سیارات میں سے ایک ہے جن میں سے عطارد، زھرہ، زمین اور مریخ ہیں، اور ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ زمین ہی وہ ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف روزانہ (دن رات میں) تیز رفتاری سے حرکت کر رہی ہے اور اسی سبب سے کواکب (ستارے) طلوع اور گروب ہوتے ہوئے نظر آجاتے ہیں، جو مشرقی جانب سے زمین کی حدبیت (گول یا کبڑا ہونے) کی وجہ سے پوشیدہ ہوتے ہیں اور وہ جو ظاہر تھے (جو نظر آرہے تھے) وہ مغربی جانب میں زمین کی حدبیت کی وجہ سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں پس یہ خیال ہوتا ہے کہ زمین ساکن ہے اور ستارے ہی اس حرکت سریع کے ساتھ اُس جہت کے خلاف کی طرف حرکت کر رہے ہیں جس کی طرف زمین حرکت کر رہی ہے۔ (زمین کی مخالف سمت میں حرکت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں) جیسا کہ خیال ہوتا ہے کہ پانی میں چلنے والی کشتی ساکن ہے، حالانکہ پانی کشتی کی جہت کے مخالف سمت میں چل رہا ہوتا ہے، اور یہ قول اگرچہ مردود ہے، اسی طرح کہ زمین ایک مبداء۔۔ طبعاً مستقیم ہے جیسا کہ الگ الگ اجزاء سے ظاہر ہوتا ہے، پس اس کا گول چکر کاٹنا ممتنع ہے اور اس طرح بھی (یہ قول مردود ہے) کہ اگر اس طرح ہوتا تو مغرب سے مشرق کی طرف اُڑنے کے وقت پرندے جہت مشرق کی طرف نہ

پہنچتے اگر چہ پرندوں کے چلنے (اڑنے) کی ابتداء اور انتہاء کے درمیان قلیل مسافت ہوتی۔ مگر ایک دن اور ایک رات سے زیادہ مدت کے گزرنے کے بعد وہاں پہنچتے اور اس طرح بھی اس بات کو رد کیا جاتا ہے کہ اس کو ماننے سے یہ واجب آتا ہے کہ فضا میں تمام پرندوں کو مغرب کی جانب حرکت کرنے والا تصور کیا جائے، برابر ہے کہ وہ پرندہ اپنی ذات کی ارادی حرکت سے مشرق یا مغرب کی طرف حرکت کر رہا ہو اور یہ پرندوں کی سست رفتاری اور زمین کی تیز رفتاری کی حرکت ہے۔ اور دوسری وجوہات کے ذکر کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔

اور اللہ جل شانہ کے اس قول سے (وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ) اور اللہ نے زمین میں پہاڑ ڈال دیے تاکہ تمہارے ساتھ یہ ڈولتی نہ رہے۔ اور اس قول سے (جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِىَ) اس نے زمین کو قرار والا بنایا اور اسکے درمیان میں نہریں (دریا) بہائے اور (کو ٹھہرانے) کے لیے پہاڑ بنائے۔ الآیہ۔

پس اس قول کے باطل ہونے کے ساتھ ہم کہتے ہیں کہ اُن کے عقلاء ہونے کے باوجود انہوں نے اس کے اس مذہب کے بطلان کا یقین نہیں کیا کیونکہ اس سے تمام زمین والوں پر عذاب کا استلزام ظاہر ہوتا ہے اور نہ اُن کے مخالف مسلمانوں میں سے کسی نے اور تمام اہل معقول میں سے کسی نے اُن پر یہ اعتراض وارد کیا۔ ہاں اُن عام جاہل لوگوں جنہیں علوم عقلیہ میں کچھ بھی حصہ حاصل نہیں ہوتا، کے اذہان و اوھام اس قسم کی باتوں سے متزلزل ہوتے ہیں اور یہ تمام اس وقت ہوگا جب فلک الافلاک کی حرکت کو گول چکر لگاتے ہوئے اور پھر اس کی اُن کو حرکت دینے سے تمام افلاک کی حرکت کو تسلیم کیا جائے۔

اور ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ فلک الافلاک جسے لسان شرع مین عرش سے تعبیر کیا جاتا ہے کے چکر لگاتے ہوئے حرکت کو منع کر دیں (ہم اس کو نہ مانیں) کیونکہ شرع میں اس کے متعلق کوئی ایسی دلیل قطعی نہیں پائی گئی جو ظن کو واجب کرے (جس سے حکم ظنی حاصل ہو) چہ جائیکہ علم قطعی

واجب کرے۔کیسے۔کسی خبر قوی یا ضعیف میں یہ ثابت نہیں کہ عرش گولائی میں حرکت کرتا ہے اور اپنے ماتحت افلاک کو حرکت دیتا ہے۔(گھماتا ہے) بلکہ اخبار صحیحہ مین ثابت ہے کہ اس (عرش) کے پائے (ستون) ہیں اور یہ اپنے ظاہر کے ساتھ انکار وتردید کرتا ہے اس بات کی کہ وہ فلک اُس طرح ہی ہو جیسا کہ اُس کا وہ وصف بیان کرتے ہیں اور اس صحیح بات کے منافی نہیں کہ وہ (فلک) خیمہ کی طرح مقبب (قبہ نما) ہے۔اور یہ روایتا آئی ہے کہ آج عرش کو چار فرشتوں نے اُٹھایا ہوا ہے اور قیامت کے روز آٹھ فرشتے اُٹھائیں گے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَيَحۡمِلُ عَرۡشَ رَبِّكَ فَوۡقَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ''اور تیرے رب کے عرش کو قیامت کے دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھا رہے ہوں گے۔

اس دلیل کی وجہ سے یہ کیسے درست ہے کہ فلک گول حرکت کرتے ہوئے متحرک ہے۔اور جو قرآن میں وارد ہوا ہے وہ کواکب کی سیر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''لَا الشَّمۡسُ يَنۡۢبَغِيۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّيۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ''

سورج کو مناسب نہیں کہ وہ چاند کو پالے اور نہ رات دن سے بڑھ سکتی ہے اور تمام اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

اور فرمایا:

كُلٌّ يَّجۡرِیۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ہر ایک اپنی مقررہ مدت تک چلتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ جل شاہ نے فرمایا:

فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ۙ () الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ۙ۔پھر میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے تاروں کی اور سیدھے چلنے والے رکے رہنے والے تاروں کی۔

اور اس کی تفسیر پانچ ستاروں زحل،مشتری،مریخ،زہرہ اور عطارد سے کی گئی ہے اور اگر اس فلک کا

متحرک ہونا تسلیم کیا جائے تو ہم نہیں مانتے کہ اس کے حرکت کرنے سے تمام افلاک کا متحرک ہونا لازم آتا ہے کیونکہ شرع نے افلاک کے باہم متصل ہونے کے بارے میں کوئی حکم وارد نہیں کیا ہے بلکہ ان کے انفصال (جدا جدا ہونے) کے بارے میں شرع میں وارد ہوا ہے جیسا کہ احادیث کے تتبع و تلاش کرنے والے کے لیے ظاہر ہے اور ان کا کروی ہونا (گول کرے کی طرح) ثابت نہیں۔ بلکہ (احادیث و روایات) میں یہ وارد ہوا ہے کہ آسمان دنیا کی نسبت زمین ایسی ہے جیسے ایک وسیع صحرا میں ایک حلقہ یا ذرہ۔ اور اسی طرح آسمان دنیا دوسرے آسمان کی نسبت۔ اور دوسرا تیسرے کی نسبت اور اسی طرح تمام آسمان اور کرسی اور جو اُس کے نیچے سے عرش کی نسبت صحرا میں ایک حلقہ کی مثل ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر یہ کروی ہوتے تو یہ تمثیل صحیح نہ ہوتی اور جب افلاک کا کروی ہونا ثابت نہیں تو ان کا گول گھومنا بھی ثابت نہیں اور جب افلاک کے درمیان آپس میں اتصال ثابت نہیں، پس فلک الافلاک کی حرکت تسلیم کرنے کے ساتھ اس کے نیچے افلاک کا حرکت کرنا لازم نہیں آتا۔

بلکہ تو نے جان لیا کہ فلک اعلیٰ کی نفس حرکت بھی ثابت نہیں۔ پس (قادیانی) مستدل نے بطریق الزام کے عام لوگوں کے اوھام و اذھان کو اپنا مقلد بنانے کے لیے جو گمان کیا تھا وہ وارد نہ ہوا۔ (اس کو فائدہ نہ ہوا) اور ہمارے اس تمام کلام کا حاصل اس کے استدلال پر ترتیب کے ساتھ پے در پے آنے والے منوع (انکار و اعتراضات) کا ورود ہے۔ اس طرح کہ ہم فلک اعلیٰ کا متحرک ہونا نہیں مانتے اور اگر اسے تسلیم کیا جائے تو ہم نہیں مانتے کہ وہ گول حرکت کرنے کے ساتھ متحرک ہے۔ اور اگر ہم اس کو تسلیم کر لیں تو ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ اس کے حرکت کرنے سے باقی افلاک کا حرکت کرنا لازم آتا ہے اس لیے کہ حرکت ان کے اتصال پر موقوف ہے اور ان میں اتصال نہیں ہے۔ پس ان کا تحرک بھی لازم نہیں تا کہ اس کا مزعوم متحقق ہو جائے (اس کا گمان سچا ہو جائے) اور اگر ان تمام کو مان لیا جائے پس محذورات ثلثیہ کا لزوم بھی ممنوع ہے اور مطلوب

الدلیل ہے۔محذورات ثلثہ یہ ہیں۔

(۱) آپ علیہ السلام کے جہت فوق کا عدم تعین

(۲) آپ علیہ السلام کے لیے نزول کا عدم تعین

(۳) آپ علیہ السلام کا دائمی عذاب میں ہونا۔

اور اس کو اس کی دلیل کہاں سے حاصل ہوگی اور تحقیق تو نے تفصیل سے پہچان لیا اُس میں درست نگاہ کے ساتھ غور وفکر کر، تاکہ علم ہیئت میں اس کے انکشاف کی حد اور قواعد ہندسیہ میں اس کی گہرائی علم آپ کے لیے ظاہر ہو جائے (اس طرح) اس کے مجددیت اور محدثیت کے دعویٰ اور مسیحیت کے گھڑے ہوئے جھوٹے مدعا کی حقیقت تجھ پر منکشف ہو جائے گی۔

واستدل القادیانی علی موت عیسیٰ علیه السلام بقوله تعالیٰ(وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ)وتهذيب استدلاله انه لو كان المسيح حيا فی السماء لزم كونه جسدا لا ياكل الطعام و كونه خالدا وقد نفى الله تعالى ذالك فان مفاد الاية سلب كلی ای لاشیء من الرسل بجسد لا ياكل ولا احد منهم بخالد ومن المقرر ان تحقق الحكم الشخص مناقض للسلب الكلی والدليل علی كون المفاد سلبا كل يا قوله تبارك و تعالى(وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ) فانه صريح فی السلب الكلی فاذا ثبت الرفع والسلب كليا بالنص ارتفاع الحكم الشخص المستلزم للا يجاب الجزئی المناقض لذلك السلب المدلول بالنص فان احد المتناقضين لا يجامع النقيض الاخر كما لا يرتفع معه وهذا بديهی۔

اقول:بتوفيقه تعالى ان فی قوله تعالى(وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا...الخ)انما ورد النفی على الجعل المؤلف المتحلل بين المفعولين ومفعوله الثانی المجعول اليه هو

قوله(جَسَدًا لاَّ يَأْكُلُونَ۔۔۔الخ)فمدخول النفی هو الجعل المقید ولو بالف قید لایتصور تحققه الا بتحقق کل من تلك القیود والقیود التی ههنا هی تالیف الجعل و کون المجعول الیه جسدا مع تقییده بعدم اکل الطعام فلابد تحقق هذا المقید من تحقق تلك القیود الثلثة بخلاف الانتفاء۔ فانه متصوربانتفاء جزء ای جزء کان ولا یتوقف علی انتفاء جمیع الاجزاء فینتفی ذلك المدخول للنفی بوقوع غیر الجعل موقعه وبانتفاء تالیفه بان یتعلق الجعل المفرد باحد المفعولین۔ امابالاول فقط۔ واما بالثانی فحسب وبرفع خصوص المجعول الیه ووضع امر آخر فی محله وبانتفاء قیدعدم الاکل۔ ولو سلم تحقق کل قید ما عدا فرض انتفائه وبانتفاء مجموع القیود وبمعنی انتفاء کل قید وبانتفاء المقید۔ اعنی ذاتا مامع تسلیم القیود باسرها فهذه المواد والمواقع لیست الا بالامکان لا بالفعل والاطلاق الا رفع القید الاخیر۔ فانه واقع بالفعل ومراد بقوله تعالی(وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا)وتحقق ما عدا ذلك القید مسلم بل مثبت بالبراهین النقلیة القطعیتین وعدم الاکل الذی هو امر عدمی متصوربوجهین بعدم اکل شیء ما اعم من ان یکون طعاما اوغیره وبعدم اکل الطعام خاصة وان وجد معه اکل غیر الطعام وعدم ذلك الانتفاء الذی اضیف الی الامر العدمی انما یتحقق بتحقق نقیض ما اضیف الیه الانتفاء فیستلزم انتفاء ذالك العدم الذی هو فی قوة السالبة ثبوت الاکل الذی هو فی قوة الموجبة المحصلة اذ عموم الاولی من الثانیة انما هو بامکان تحققها بعدم الموضوع وعدم امکان تحققه العین عدمه لضرورة استدعائها وجود الموضوع ومن البدیهات ان الموضوع فیما نحن فیه موجود۔وقد تقرر فی مدارك العقلاء

التلازم بين السالبة السالبة وبين الموجبة المحصلة عند وجود الموضوع فيلزم من قوله تعالیٰ(وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لاَّ يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ)الذی هو بمنزلة السالبة السالبة تحقق قضية موجبة محصلة اعنی كل رسول ياكل الطعام فيقال لمن يدعی به علی اثبات موت المسيح ابن مريم ان نسبة الاكل الی كل رسول فی هذه القضية هل هی بالضرورة بحسب الذات او بحسب الوصف اوفی وقت ما اوفی وقت معين او بحسب الدوام ذاتا او وصفا اوبالاطلاق اوبالا مكان مع قيد الادوام فی ما عدا الاول والخامس او مع قيد الاضرورة فی ماعدا الاول فقط علی رأی اوفی ما عدا الخامس ايضا كما علی رأی آخر وان لم يكن بعض التراكيب منها متعارفا اولا يعتبر قيد اللاضرورة ولا قيد اللا دوام الاول والخامس بديهی البطلان بوجود نقيض كل منهما وهو امكان عدم الاكل للاول واطلاقه للخامس و كذا الثانی والسادس لعدم مدخيلة وصف الرسالة فی ضرورة الاكل او دوامه كما لا مدخل فيهما لمعنون ذلك الوصف و كذا لا تكون ضرورة بحسب الوقت مطلقا لا بحسب وقت ماولا بحسب وقت معين لان غاية الامران يكون الاكل ضروريا بشرط الجوع والجوع لما يكن واجبا فی وقت مالم ين المشروط به ضروريا فی وقت ما كما صرح به فی كتب المنطق من الكتابة ليست بضرورية فی حين من الاحيان فما ظنك بالمشروط بها والضرورة بشرط الشئی غير الضرورة فی وقت ذلك الشئی والاول لا يستلزم الثانی كما فی تحرك الاصابع بشرط الكتابة۔فان التحرك بشرط ضروری۔وليس فی وقتها بضروری فكذلك ضرورة الاكل بشرط الجوع امر وضرورته فی وقت الجوع امر آخر لا تلازم بينهما فضلا عن الاتحاد فاذا لم يكن الاكل ضروری فی وقت

مالم تکن القضیة وقتیة مطلقة ولا منتشرة مطلقة فلم تکن وقتیة ولا منتشرة لا ستیجاب انتفاء الاعم انتفاء الاخص و کون الاکل ضروریا بشرط الجوع لا یقتضی ان تکون القضیة مشروطة ایضا اذ المشروطة مایوجد فیه الضرورة بشرط الوصف العنوانی لا بشرط ای وصف کان ومن الظاهر ان الوصف العنوانی فی القضیة انما هو وصف الرسالة دون وصف الجوع فلم یبق الا ان یکون بالا طلاق او الامکان مع قید اللادوام اواللا ضرورة او بدونه والاول من کل منهما متعین بدلیل قو تعالیٰ(وَمَآ أَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ ٱلۡمُرۡسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمۡ لَيَأۡكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَيَمۡشُونَ فِي ٱلۡأَسۡوَاقِ)فیکون وجودیة احد جزئیها ثابت بهذه الایة وثانیهما بما مر من البیان وهی ان کانت مستلزمة لما عداها لا کنها ...لکونها اخص احق بالاعتبار و ینجل الی قولنا کل رسول یاکل الطعام بالفعل ولا شئی من الرسول یاکل الطعام بالفعل وهذه القضیة لا تناقض ماذهب الیه الاسلامیون لانه یصدق قولنا المسیح ابن مریم اٰکل للطعام بالفعل ولیس باکل بالفعل وما قررنا قیل من ان الجوع لیس بضروری لان الجوع خلو الباطن واقتضاء الطبیعة بدل ما یتحلل منه و ذلك فرع التحلل ولا ارتیاب فی تنوع مراتب التحلل با ختلاف الاسباب الداخلیة والخارجیة ولا تحدید لمراتبه۔فالتحلل الذی فی مرتبة ناقصة غیر التحلل الذی فوقه یجوز سلب کل منهما عن الاخر۔و کذلك یقال فی جمیع مراتبه عیناها فهو مسلوبة عما تحتها وعما فوقها من الراتب وهما مسلوبتان عنها فهذا حکم اجمال علی کل مرتبة بامکان سلبها عن جمیع المراتب الاخر کامکان سلب المراتب الاخر عن تلك المرتبة وهذا فرع امکان السلب فی نفس الامر اذ سلب مرتبة معینة

فی مرتبۃ اخری سلب مقید۔والسلب فی نفس الامر اعم من ان یکون ذلک السلب مقیدا بکونہ فی مرتبۃ اخری اولا سلب مطلق ولا ریب فی ان امکان المقید فرع امکان المطلق ومتاخر عنہ واذا کان الامر کذلک امکن سلب التحلل راسا۔

ترجمہ: قادیانی اپنے استدلال فاسد میں اس آیت کو موت عیسٰی علیہ السلام میں بھی پیش کرتا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ نہیں بنایا ہم نے پیغمبروں کو کہ وہ کھانے پینے کی طرف محتاج نہ ہوں اور نہ ہمیشہ رہنے والے۔لیکن ہم پہلے اس استدلال کی اصلاح کریں گے اور پھر جواب دیں گے۔ استدلال قادیانی کا یہ ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ بھی مان لیا جائے تو بالضرور کہنا پڑے گا...الخ

الجواب: آیت مذکورہ میں جو حرف نفی (ما) کا وارد ہوا ہے وہ جعل بسیط پر وارد نہیں بلکہ جعل مؤلف پر ہے جس کے لوازم سے ہے کہ وہ دو مفعولوں کے درمیان پایا جائے۔ایک کا نام مجعول دوسرے کا نام مجعول الیہ۔دیکھو اس آیت میں انبیاء علیہم السلام مجعول اور جسد مجعول الیہ۔جو بغیر طعام کے فاسد ہو جاتا ہے۔پس یہاں پر نفی ایسے جعل اور بنانے پر وارد ہوئی جو مقید ہے۔اور بدیہی ہے کہ مقید گو اس کے ساتھ ہزار قیدیں لگی ہوں نہیں پایا جاتا جب تک کل قیود نہ پائے جائیں۔اب یہاں تین قیدیں ہیں:

ایک جعل کا مرکب ہونا

دوم جسد کا مجعول الیہ ہونا

سوم عدم الاکل کی قید

لہٰذا یہ جعل مقید بہ ایں قیود جب ہی موجود ہوگا کہ سب قیود پائے جائیں البتہ کسی مرکب چیز کا معدوم ہونا اس کے تمام اجزاء کے نابود ہو جانے پر موقوف نہیں بلکہ اس میں اگر ایک چیز بھی نابود

ہو جائے تو اس چیز کا عدم پایا جائے گا۔ اس سے یہ بھی سمجھا ہو گا کہ بجائے جعل مؤلف کے جو مقید ہے اگر اور ہی چیز فرض کی جائے یا اس کا مرکب ہونا اڑا دیں یا بایں طور کہ صرف پہلے مفعول یا دوسرے کے ساتھ متعلق ہونا مان لیں یا جسد کے مقام پر اور ہی کوئی مفعول قرار دیں یا تمام قیود کا تحقق مان لیں مگر عدم اکل یا تمام قیود یا مطلق شئی کا (باوجود مان لینے تمام قیود کے) نابود ہونا فرض کرلیں تو بہر حال مقید بھی معدوم ہو گا لیکن یہ سب مفہومات ممکن ہی ممکن میں واقع ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی متحقق نہیں۔ البتہ ان میں سے عدم اکل کا منتفی ہونا گو ممکن ہے واقعی بھی ہے۔ ماسوا اس کے جتنے ہیں واقع میں پایا جانا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے۔ اس لئے ایک عدمات واقعی نہیں۔ جب یہ سن لیا تو اس کا علم بھی ضروری ہے کہ قید عدم الاکل کا پایا جانا دو طرح پر ہے کہ یا کوئی چیز (خواہ طعام ہو یا اور کچھ ہو) نہ کھائی جائے یا خاص کر طعام بھی نہ کھایا جائے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ عدم الاکل کا نہ پایا جانا جب متحقق ہو گا کہ کھانا متحقق ہو پس عدم الاکل کے نہ پائے جانے کے کو جو سالبتہ السالبتہ ہے موجبہ محصلہ لازم ہوا اگر چہ یہ ملازمت موضوع کے موجود ہوتے ہی ہوتی ہے لیکن یہاں تو موضوع (انبیاء علیہم السلام) امر واقعی ہی پر کیا دونوں متحقق نہیں ہوں گے، ضرور ہونگے۔

اس واسطے ضرور تسلیم کرنا ہو گا کہ آیت مذکورہ (وَمَا جَعَلْنٰهُمْ) قضیہ موجبہ محصلہ لازم آتا ہے کہ ہر رسول طعام کھاتا ہے۔ اب قادیانی سے مستفسر ہیں کہ اس قضیہ موجبہ میں اکل اور کھانا جو ہر رسول کو ثابت ہے تو یہ ان کے لیے ان کی ذات کی طرف نظر کر کے ضروری الثبوت ہے یا باعتبار کسی وصف کے یا ضروری الثبوت غیر معین یا معین وقت میں ہے یا یہ کہ وہ ذات کے اعتبار سے وصف کی جہت سے دائمی الثبوت ہے یا تین زمانوں میں کسی زمانوں میں ثابت ہے یا یوں کہو کہ اس کا ثبوت ان کے لیے ممکن ہے خواہ مع قید اللادوام جیسا کہ اول اور پانچویں کے ماسواء میں خواہ مع قید اللاضروری جیسا کہ اول کے ماسواء میں بنا برایک رائے کے یا پانچویں کے ماسواء میں بھی

عند البعض یالاضرورۃ اللا دوام کی قید کہیں بھی تسلیم نہ کریں۔

بہرحال یہ ظاہر ہے کہ ضروریہ یعنی ہر رسول کی ذات کو طعام کھانا بالضرور ثابت ہے اور دائمہ یعنی ہر رسول کے لیے اکل الطعام دائماً ثابت ہے باطل ہے کیونکہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض جو ممکنہ عامہ ہے متحقق ہے پس لازم ہوا کہ ضروریہ باطل ہو ورنہ اجتماع النقیضین پایا جائے گا۔اسی طرح پر دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ متحقق ہے۔ چنانچہ کہہ دیں کہ بعض اوقات میں رسول طعام نہیں کھاتے۔اب اس عامہ کو کون باطل کرسکتا ہے۔ یہ صریح صادق ہے اس لیے دائمہ کاذب ہوا نہیں تو ویسے ہی اجتماع النقیضین لازم آئے گا جیسا کہ گزرا۔ایسا ہی دوسرا اور چھٹا باطل ہے۔اس واسطے کے وصف رسالت ہر گز ضرورت یا دوام اکل کو نہیں چاہتا۔

علی ھذا القیاس اکل الطعام رسول کے لیے مطلق وقت میں کوئی وقت ہو اور خاص ایک وقت میں ضروری الثبوت نہیں۔آخر یہی تو کہو گے کہ اکل طعام بشرطیکہ بھوک متحقق ہو ضروری ہے اور حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ بھوک خود ضروری الوجود نہیں پھر طعام کا کھانا جو اس کا مشروط ہے وہ کیسے ضروری ہوگا۔کیا دیکھتے نہیں کہ جب کہیں کہ زید کی انگلیاں لکھنے کی حالت میں متحرک ہیں،اس میں لکھنا چونکہ خود کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں تو جس کے لئے یہ شرط ہے وہ بھی کتابت کے وقت ضروری نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کتابت چونکہ کسی وقت ضروری نہیں۔اور منجملہ اوقات وہ وقت بھی صحیح جس میں کتابت متحقق ہے۔

پس وہ آپ ہی اس وقت میں ضروری نہیں تو انگلیوں کا ہلنا کتابت کے وقت کب ضروری ہوگا،ویسے کھانا گو بشرط الجوع ضروری ہے مگر جوع کے وقت میں ضروری نہیں۔ چنانچہ ابھی ہم بیان کرآئے ہیں شاید کہو گے کہ جب مانا گیا کہ طعام کا کھانا بشرطیکہ بھوک لگی ہو ضروری ہے تو قضیہ مشروطہ صادق آئے گا(کہ ہر رسول کے لیے بشرط الجوع اکل طعام ضروری ہے) حالانکہ تم کو مضر ہے۔سو واضح ہو کہ مشروطہ ہرگز صادق نہیں آتا۔سبب یہ ہے کہ یہ مشروطہ نہیں بن سکتا،کیا معلوم

نہیں کہ مشروطہ میں یہ بات لازمی ہے کہ ضرورت بشرط اسی عنوان اور وصف کے ہو جس کے ذریعے سے موصوف پر حکم لگایا گیا ہو اور ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورہ میں وصف اور عنوان رسول کا لفظ ہے نہ بھوک کا۔ پس مشروطہ کیسے بن سکتا ہے بنابریں ماننا پڑے گا کہ قضیہ مذکورہ مطلقہ یا ممکنہ عامہ ہے خواہ دوام یالاضرورت کی قید لگائیں یا نہ۔ ہاں مطلقہ اور ممکنہ عامہ اس آیت سے مستفاد ہے جس کا مضمون یہ ہے (کہ یا رسول اکرم ﷺ آپ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ طعام کھاتے تھے، بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے) کیونکہ اس آیت کا ماحصل یہی ہے کہ رسول کسی نہ کسی زمانہ میں کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے نہ یہ کہ ہر وقت میں۔

پس جیسا کہ ہر وقت میں چلتے پھرتے نہیں تھے اور یہی مطلقہ عامہ ہے۔ ایسا ہی طعام کے کھانے کا ان کے لئے امکان ثابت ہوا۔ پس جبکہ اس ممکنہ اور مطلقہ کو لادوام کی قید لگائیں گے تو یہ قضیہ وجودیہ ایسا ہو کہ پہلی جزء آیت مذکورہ سے ثابت ہوئی اور دوسری جزء یعنی لادوام کا مفہوم ہماری سابق تقریر سے پایہ ثبوت کو پہنچا۔ البتہ اس وجودیہ کو بسبب اس کے کہ یہ ایک مقید اور خاص چیز ہے ضروریہ وغیرہ لازم ہے لیکن چونکہ یہ خاص ہے اور خاص زیادہ تر قابل اعتبار ہوتا ہے تو وجود یہی معتبر ٹھہرے گا۔ اس واسطے اس کی دو جزء لیکر قضیہ بنائیں گے پھر دیکھیں گے کہ وہ اہل اسلام کے عقیدہ سے مخالف ہے یا نہیں۔ دیکھو ہر رسول بعض اوقات میں طعام کھاتا ہے اور کوئی رسول بعض اوقات میں طعام نہیں کھاتا۔ اب غور سے دیکھو کہ یہ قضیہ ہرگز عقیدہ اسلامی سے مخالفت نہیں رکھتا کیونکہ یہ قضیہ (کہ مسیح علیہ السلام بعض اوقات میں طعام کھاتے تھے اور بعض اوقات میں نہیں کھاتے تھے) صادق ہے اور جو ہم نے قبل اس کے بیان کیا ہے کہ بھوک ضروری ہے سو اس کی دلیل یہ ہے کہ درونی اور بیرونی اسباب کے سبب سے اجزاء کیسے ہیں اور ان اجزاء کم شدہ کی ہوئی کہ قائم مقام ہونے کو بھوک کہتے ہیں۔ پس جب یہ کہنا متحقق ہوگا تو بھوک بھی متحقق ہوگی پھر بدیہی ہے کہ تحلل یعنی کے اسباب مختلف ہوں گے تو بالضرور تحلل کے درجے بھی مختلف ہو جائیں

گے۔مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ تحلل کے درجے بے شمار ہیں پس بنابراں کے کہیں ادنیٰ اور کہیں اعلیٰ ہے۔ہرایک دوسرے سے سلب کیا جاسکتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ ادنیٰ تحلل اعلیٰ نہیں ہے اور اعلیٰ ادنیٰ نہیں۔غرض کہ جس مرتبہ اور درجہ کو مدنظر رکھیں اس سے جو ادنیٰ ہے یا اعلیٰ اسے اس درجہ معینہ سے مسلوب کرنا جائز ہے۔ویسے ہی ان دونوں کو اس معین درجہ رفع کر سکتے ہیں تو گویا اجمالاً حکم لگایا گیا ہے کہ ہر ہر درجہ کا اپنے ماسوا سب درجات سے مسلوب ہونا ممکن ہے جیسا کہ باقی درجات کا سلب اس درجہ سے ممکن ہے۔اب واضح ہو گیا کہ یہ سلب مقید ہے جب یہ ممکن ہوا تو صاف ثابت ہوا کہ واقع میں بھی سلب ممکن ہے کیونکہ وہ مطلق ہے اور مقید بجز امکان مطلق کے ممکن نہیں ہوسکتا۔

فامکن انتفاء الجوع اصلامع بقاء الشخص بل حکم اللہ تعالیٰ بتحقیق انتفاء الجوع فی القرآن ولم یکتف بمحض امکانه وقال وعز من قائل مخاطبا لاٰدم علیه السلام (إِنَّ لَكَ أَلاَّ تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَى () وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَى)ولیس ذلك الا لعدم التحلل کما ان عدم الضحی لعدم الشمس وحمله علی عدم دوام الجوع او علی عدم استعداده غیر صحیح والا لصح حمل جمیع الافعال المدخولة بحرف النفی علی نفس دوامها او عدم استعدادها۔ وامثال هذا لا تصح ولا تستقیم الا لوجود ضرورة دواعیة وای ضرورة احوجنا الی صرف اللفظ عن الظاهر وحمله علی غیر الظاهر بحیث لا ینتقل الیه الذهن اصلا۔ والتمسك علی وجود تلك الضرورة بقوله(وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلاَ مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا وَلاَ تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الْظَّالِمِينَ)غیر مستقیم وان اطلاق الاکل واباحته لهما لا یقتضی الجوع اذ کما ان الفواکه فی الدنیا لا توکل الا لحصول اللذة لا لدفع الجوع کذا طعام الجنة والافتقار الیه لحصول بدل التحلل و دفع الجوع بل لا جوع ولا

تحلل۔ وانما یکون اکله لحصول اللذة فقط۔ فان لم تقنع بما قلنا فطالع التیسیر والوجیز و کیف لامع انه قد تاکد وتاید بما صح ان فی الجنة بابا۔ یقال له الریان من دخل شرب ومن شرب لا یظمأ ابدا ولا فرق بین الجوع والظمأ فلما لاامتناع فی عدم التعطش لا امتناع فی عدم الجوع ولا یرد علی ما قلنا من انه اذا امکن سلب التحلل امکن انتفاء الجوع انه احتجاج بلا دلیل اذ انتفاء العلة لا یستلزم انتفاء المعلول۔ بدلیل ما تقرر عند الاصولیین من جواز تعدد العلل علی معلول واحد فلا یلزم انتفاء المعلول با نتفاء واحد منها لجواز تحققه بتحقق علة اخری منها کعدم صحة الاحتجاج علی الحکم۔ بان زید الم یمت بانتفاء واحد من علل الموت کما یقال لا نه لم یسقط من اعلی الجبل کذلك به عن اعلی سطح البیت ومن فوق الشجرة الطویلة وبضرب من السیف والحجر وامثاله وبنحو امراض یستصعب احصائها فبانتفاء واحد منها۔ کیف یجزم بانتفاء الموت اصلاً لامکان تحققه بتحقق واحد آخر من تلك الانواع وعدم وروده۔ لان التحقیق ان المعلول اذا انحصر فی العلة وتکون العلة لازمة له وهی مفسرة فی کتب القوم بمالولاه لا متنع الحکم المعلول فانتفاءها یستلزم انتفاء المعلول اذ لا یتصور تعدد العلل بهذا المعنی حتی یمکن عند انتفاء احدها ثبوته باخری منها فاذا لم یجز تعدد العلة وانحصر المعلول الواحد فی العلة الواحدة اللازمة له فلو تحقق المعلول مع ارتفاع العلة بهذا المعنی لزم تحقق الملزوم بدون اللازم۔ فالاستدلال علی عدم المعلول بانتفاء العلة بهذا المعنی استدلال بانتفاء اللازم علی انتفاء الملزوم ولاریب فی صحته والتحلل بالنسبة الی الجوع کذالك لانه المتوقف علیه الجوع بمعنی لو لاه لامتنع لا

بمعنی الامر المصحح لدخول الفاء فیصح الاستدلال علی امکان انتفاء الجوع بامکان انتفاء التحلل نعم الجوع علة للاکل بالمعنی الاخیر ولذا لا یلزم من انتفاء الجوع انتفاء الاکل لجواز تحققه بدونه بعلة غیر الجوع کاستحصال اللذة وقصد علاج و نحوہ۔ وھذا واضح علی من له ادنی تامل۔

ترجمہ: پس شخص کے باقی رہنے کے ساتھ اصلاً بھوک کی نفی کرنا ممکن ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھوک کے منتفی ہونے کی تحقیق کا حکم کیا ہے اور صرف اس کے امکان پر اکتفا نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا ۔۔۔الخ۔ بے شک تجھے اس جنت میں نہ بھوک لگے گی اور نہ بے لباسی ہوگی اور تجھے اس میں نہ پیاس لگے گی اور نہ دھوپ محسوس ہوگی۔

اور یہ نہیں مگر صرف عدم تحلل کی وجہ سے جیسا کہ دھوپ کا نہ ہونا سورج کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے اور اس کو عدم جوع (بھوک نہ لگنے) یا عدم استعداد (بھوک لگنے کی استعداد نہ ہونے) پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے وگرنہ ان تمام افعال کو جن پر حرف نفی داخل ہو نفس دوام یا عدم استعداد پر محمول کرنا صحیح ہو جائے گا۔ اور اس قسم کی چیزیں نہ صحیح اور نہ درست ہوتی ہیں مگر ان کے دواعی کی ضرورت کے پائے جانے کے وقت۔ اور ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم لفظ کو اپنے ظاہر سے پھیرنے اور غیر ظاہر پر اُسے محمول کرنے کی طرف اس طرح محتاج ہو جائیں کہ جس کی طرف ذہن بالکل منتقل ہی نہ ہو اور اس ضرورت کے وجود پر اللہ تعالیٰ کے اس قول (وَ قُلْنَا يٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا ۔۔۔الخ) سے استدلال کرنا مستقیم (صحیح و درست) نہیں ہے اور کھانے کا اطلاق (اُنھیں کھانے کی اجازت ملنا) اور اُن کے لیے کھانے کی اباحت بھوک کی مقتضی نہیں ہے جیسا کہ دنیا میں پھل فروٹ صرف لذت کے حصول کے لیے کھایا جاتا ہے بھوک دور کرنے کے لیے نہیں۔ اسی طرح جنت کے کھانے ہیں اور اس کی طرف

افتقار (احتیاج) تحلل کے بدل اور دفع بھوک کے حصول کے لیے ہے اور جنت میں نہ بھوک ہے نہ تحلل۔ اس (طعامِ جنت) کا کھانا صرف حصولِ لذت کے لیے ہوگا۔

پس اگر ہماری ان کہی ہوئی باتوں سے تجھے قناعت نہیں ملتی تو تیسیر اور وجیز کا مطالعہ کر۔ اور کیسے تیرے لیے کفایت اور قناعت نہ ہوگی جبکہ اس کو تاکید و تائید اس روایت صحیحہ سے بھی ملی ہے کہ بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جسے باب الریان کہا جاتا ہے جو اس میں داخل ہوگا وہ پیئے گا اور جو وہاں سے پیئے گا اُسے کبھی پیاس نہیں لگے گی اور بھوک اور پیاس میں کوئی فرق نہیں پس جب پیاس کا نہ لگنا ممتنع نہیں تو بھوک کا نہ لگنا بھی ممتنع نہیں۔ اور ہمارے قول پر یہ سوال وارد نہیں ہوتا کہ جب سلب تحلل ممکن ہے تو انتفائے جوع (بھوک کا نہ لگنا) بھی ممکن ہے اور احتجاج بلا دلیل ہے کیونکہ علت کی انتفاء سے معلول کی انتفاء نہیں ہوتی۔ اس دلیل پر کہ اصولیین کے نزدیک ایک معلول پر کئی علتوں کا جواز پختہ اور ثابت شدہ بات ہے۔ پس علتوں میں سے ایک علت کے منتفی ہونے سے معلول کا منتفی ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ جائز ہے (ہوسکتا ہے) کہ وہ معلول اُن میں سے کسی دوسری علت کی بنا پر متحقق ہو جائے جیسا کہ موت کی علتوں میں ایک علت کے منتفی ہونے کی وجہ سے یہ حکم لگانا کہ زید نہیں مرا ہے تو یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، مثلاً کہا جائے (کہ زید نہیں مرا ہے) کیونکہ وہ پہاڑ کی بلندی سے نہیں گرا ہے یا کمرہ کی چھت کے اوپر سے یا اونچے درخت کی بلندی سے نہیں گرا ہے اور پتھر یا تلوار کی طرح کسی دوسری چیز کی ضرب سے اور بے شمار بیماریوں وغیرہ سے نہیں مرا جن کی گنتی مشکل ہے، تو ان میں سے کسی ایک کے منتفی ہونے سے کیسے عدم موت کا یقینی حکم لگایا جاسکتا ہے۔ (کیسے کہا جاسکتا ہے کہ زید کی موت واقع نہیں ہوئی) کیونکہ ان اقسام میں سے کسی ایک دوسرے سبب کی وجہ سے اس کا تحقق (موت کا واقع ہونا) ممکن ہے اور یہ علت خود وارد نہ ہوئی ہو۔ اس لیے کہ تحقیق یہ ہے کہ جب معلول کسی ایک علت میں منحصر ہو اور وہ علت اس کے لیے لازم ہو اور قوم کی کتابوں میں اس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ

اگر یہ علت نہ ہوتی تو حکم معلول بھی ممتنع ہوتا پس علت کے منتفی ہونے سے معلول کی نفی لازم آتی اس لیے کہ اس معنی میں علتوں کا تعدد (کئی علتوں کا ہونا) مقصود نہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک کے منتفی ہونے سے کسی دوسری سے اس کا ثبوت ممکن ہے۔پس جب علت کا تعدد جائز نہ ہو اور ایک معلول اپنے لیے لازم ایک علت میں منحصر ہو جائے۔پس اگر اس معنی میں علت کے اُٹھ جانے کے ساتھ معلول متحقق ہو جائے تو لازم کے بغیر ملزوم کا متحقق ہونا لازم آئے گا پس اس معنی کے ساتھ علت کے منتفی ہونے سے لازم منتفی ہو جاتا ہے اور اس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔اور تحلل بھی جوع (بھوک) کی نسبت اسی طرح ہی ہے کیونکہ اس تحلل پر جوع موقوف ہے اس معنی کے ساتھ کہ اگر یہ (تحلل) نہ ہوتا تو یہ (بھوک) بھی ممتنع ہوتی، نہ اس معنی کے ساتھ کہ وہ امرفاء کے دخول کو صحیح قرار دینے والا ہوتا کہ تحلل کے منتفی ہونے کے امکان کے ساتھ بھوک کے منتفی ہونے کے امکان پر استدلال صحیح ہو جائے،ہاں بھوک دوسرے معنی کے ساتھ کھانے کے لیے علت ہے اور اسی لیے بھوک کے منتفی ہونے سے کھانے کا منتفی ہونا لازم نہیں آتا (یعنی لازم نہیں کہ جب بھوک نہ ہوگی تو کھانا بھی نہ ہوگا) کیونکہ جائز ہے کہ بغیر بھوک کے بھی کسی اور علت کے ساتھ کھانا متحقق ہو جائے جیسا کہ لذت کا حاصل کرنا یا علاج وغیرہ کا قصد کرنا اور اسی طرح دیگر علتیں اور یہ ادنیٰ سا بھی تامل اور سمجھ رکھنے والے پر واضح ہے۔

(وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ)

ناقل الایات والاحادیث والتفاسیر ولفقه والعبارات

القاضی غلام گیلانی الحنفی الفنجابی

ثم چھاچھی ثم الشمس آبادی عفی عنه

ورفعنا لك ذكرك

مرزا کی غلطیاں

تصنیف

عالمی مبلغ اسلام مجاہد ختم نبوت حضرت

علامہ قاضی غلام ربانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

شمس آباد ضلع اٹک پنجاب پاکستان

(1871ءتا1946ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (البقرۃ:۳۲)

ترجمہ: تو پاک ہے، جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے، اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ بے شک تو دانا (اور) حکمت والا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا مدت دراز سے یہ دعوی تھا کہ چونکہ میں محدث یعنی نبی ہوں۔ مجھ کو اللہ تعالی نے تقریر و تحریر ایسی معجز عنایت کی ہے کہ کل روئے زمین کے فصحاء و بلغاء اس سے عاجز ہیں۔ مرزا نے بہت رسالے اور ایک آدھ دیوان عربی و فارسی بھی لکھا مگر کسی عالم علم دار نے اس کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ مگر مرزائی لوگ چونکہ اس کے علم کی لافیں اور لن ترانیاں بڑے زور وشور سے مار مار کر کہتے ہیں کہ اس کی مثل منشی اور شاعر اور فصیح و بلیغ و نحو دان کوئی آجکل موجود نہیں۔

لہذا اقدر امسال مشت نمونہ خروارے اس کی غلطیاں اس کی کتاب ''اعجاز المسیح'' ہی سے لکھتا ہوں۔

فاقول وباللہ التوفیق نعم الرفیق۔

قادیانی نے ''اعجاز المسیح'' اول صفحہ پر لکھا ہے:

۱) فی سبعین یوما من شهر الصیام۔

اقول: رمضان شریف تو ستروں (70) کا نہیں ہوتا اور بر تقدیر تاویل خالی نہ ہوگا ایہام معنی غیر مراد سے جو منافی ہے فصاحت و بلاغت کو اس صفحہ میں ہے۔

۲) وکان من الهجرة 1218 ومن شهر النصاری۔ 20 فروری 1901۔

اقول: بے ربط عبارت اور خلاف محاورہ عرب کے ہے اسی صفحہ میں ہے

۳) مقام الطبع قادیاں ضلع گورداسپور۔

اقول: ضلع گورداسپور بھی خلاف محاورہ ہے نہ صرف اسی وجہ سے کہ بجائے گورداسپور کہ غورداصفور

یا جورد اسکور چاہیے تھا بلکہ ''من جهة التركيب والاعراب'' بھی۔اسی صفحہ میں ہے (4) باهتمام الحكيم فضل دين۔

اقول: بعد التعريب فضل دين چاہے۔

قال: صفحہ 2 كدست غاب صدره او كليل افل بدره۔

اقول: یہ عبارت مقامات حریری کے صفحہ 124 سے ماخوذ ہے۔

قال: ص 2 وخلت راحتها من بخل المزنة۔

اقول: ظاہر ہے کہ من صلہ خلت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہوسکتا اور تعلیلیہ موہم ہے۔ معنی غیر مراد کی طرف اس لئے یہاں لام کا محل تھا۔

قال: كاحياء الم ابل للسنة الجماد۔

اقول: یہ بھی مقامات حریری کے صفحہ 124 سے ماخوذ ہے۔ بتغير ما

قال: وعاد جرها وسبرها۔

اقول: یہ مثل مشہور ہے۔

قال: ص 3 من كل نوع الجناح۔

اقول: یہ مثل مشہور ہے

قال: صفحہ 3 من كل نوع الجناح

اقول: کلمہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا فائدہ دیتا ہے۔جو یہاں پر مقصود نہیں۔اس لئے نوع للجناح چاہیے تھا۔

قال: صفحہ 3 كل امرهم على التقوى۔

اقول: یہاں بھی کل مجموعی خلاف مراد ہے اس لیے كل امر لهم چاہیے۔

قال: فلا ايمان له او يضيع ايمانه۔

اقول: لفظ ایمان کا تکرار مستکرہ ہے۔

قال: صفحہ 7 وافرق بین روض القدس و خضراء الدمن۔

اقول: یہ عبارت مقامات مقامات حریری کی ہے۔

قال: کالربیع الذی یمطر فی ابانہ۔

اقول: یہ بھی حریری سے ہے۔

قال: وعندی شھادات من ربی لقوم مستقرین ووجہ کوجہ الصادقین۔

اقول: ''ووجہ'' عطف ہے شہادات پر گویا وعندی وجہ ہوا اور یہ خلاف محاورہ محققین ہے کیونکہ وجہ جزء ہے اور جزء پر عند نہیں آتا۔

قال: ما قبلونی من البخل والاستکبار۔

اقول: ''من'' کا کلمہ یہاں پر ''قبلو'' مثبت کے لیے تعلیلیہ نہیں ہوسکتا اور نفی مستفاد من الحرف کے لیے خلاف محاورہ ہے اور نیز بخل کی جگہ حسد چاہیے۔

قال: ص 8 حتی اتخذ الخفافیش وکرا الجنانھم۔

اقول: ترجمہ یہ ہے ''یہاں تک کہ چمگادڑوں نے مخالفین کے دل کو آشیانہ بنالیا۔ جنانھم پہلا مفعول ہوا ''اتخذ'' کے لیے اور ''وکرا'' دوسرا مفعول ہوا۔ ''اتخذ'' چوں کہ بنفسہ متعدی الی المفعولین ہے لہٰذا لام کا لانا فضول ہے۔ دوسرا تقدیم مفعول ثانی'' کی بے وجہ ہے۔ تیسرا جنان اور وکر کا بلحاظ ما قبل یعنی قولھم وفضلھم واعیانھم کے جمع ہونا چاہیے۔

قال: ص 9 واعطی ما توقعوہ۔

اقول: اس کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا زیادہ مستحق ہے۔ لہٰذا واعطوا چاہیے تھا۔

قال: ص 9 مفتری

اقول: مفتر چاہیے۔

قال: ص ۹ وا کفروہ مع مریدیہ واعوانہ وانزل اللہ کثیرا من الاٰی فما قبلوا۔
اقول: وانزل اللہ کثیرا فصل کا محل ہی کوئی کلمہ دالہ علی الفصل چاہیے۔
قال: ص 11 وقدموا حب الصلات علی حب الصلوٰۃ۔
اقول: حریری کے پہلے مقالہ سے ماخوذ ہے۔ بتغیر ما۔
قال: ص 13 بل یریدون ان یسفکوا قائلہ۔
اقول: ان یسفکوا دم قائلہ چاہیے۔ لایقال سفکم یدا بل دمہ۔
قال: ولما جاءھم امام بما لا تھوی انفسھم
اقول: قرآن کا سرقہ ہے بتغیر ما۔
قال: وجعل قلمی و کلمی منبع المعارف۔
اقول: منابع المعارف یا منبعی المعارف چاہیے۔
قال: وکان غبیا ولو کان کالھمدانی او الحریری فما کان فی وسعہ ان یکتب کمثل تحریری۔
اقول: یہ غبی جناب فضیلت ماب ''مولانا مہر علی شاہ صاحب گولڑوی'' کو کہتا ہے۔ ایسے عمدۃ الفضلاء کو غبی کہتا ہے، حالانکہ اعلیٰ قسم کا غبی تو خود ہے جو ''غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ'' سے سمجھے کہ اس سے معلوم ہوا کہ دجال شخص جیسا کہ جہال کا فرقوم ہے کوئی چیز نہیں اگر علم الٰہی میں اس کا وجود ہوتا تو یوں فرماتا کہ غیر المغضوب علیھم ولا الدجال۔ دیکھو صفحہ ۸۹ اور اسی ''اعجاز المسیح'' کے صفحہ ۴۲ پر مرزا نے لکھا ہے کہ مالک یوم الدین میں یوم الدین جو ہے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود یعنی قادیانی کے زمانے کا نام رکھا ہے وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین لانہ زمان یحییٰ فیہ الدین۔
اقول: لعنۃ اللہ علی الکاذبین المحرفین فی کتاب اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ تو خود قرآن

پاک میں ''یوم الدین'' کی تفسیر اس طرح پر فرماتا ہے ''ان الفجار لفی جحیم یصلونہا یوم الدین''، یعنی گناہگار دوزخ میں قیامت کے دن داخل ہوں گے اگر ''یوم الدین'' قادیانی کا زمانہ ہے تو اسی وقت سے حساب وکتاب ہو کر گنہگاروں کو دوزخ میں داخل کیا جاتا۔ پھر باری تعالیٰ فرماتا ہے ''وما ادرک ما یوم الدین۔ ثم ما ادرک ما یوم الدین۔ یوم لا تملک نفس لنفس شیئا ط والامر یومئذ للہ'' ''غور کرو ''یوم الدین'' اور ''یوم لا تملک نفس لنفس شیئا'' دونوں کا مفاد ایک ہی ہے۔

اور یہی مرزا قادیانی پھر صفحہ 35 پر لکھتا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ''ولہ الحمد فی الاولی والآخرۃ'' دو احمدوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اولیٰ حمد سے پہلا احمد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ''آخرہ حمد'' سے پچھلے ''احمد'' کا اشارہ ہے یعنی غلام احمد قادیانی۔

پھر اس کے بعد لکھتا ہے:

وقد استنبطت ہذہ النکتۃ من قولہ الحمد للہ رب العالمین۔

سبحان اللہ یہ مرزا کا استنباط ہے جس پر صرف میر پڑھنے والے طلباء بھی مزاح کرتے ہیں کیونکہ ایسے استنباط سے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بے خبر تھے۔

قال: ص 27 وما رمیت اذ رمیت ولکن للہ رمی۔

اقول: حدیث کا سرقہ ہے۔

قال: ص 27 وحجتہ بالغۃ تلدغ الباطل کالنضناض۔

اقول: حریری کے ص 49 سے مسروق ہے۔ بتغیر ما۔

قال: وما انا الاخاوی الوفاض۔

اقول: ''حریری'' کے ص 8 کا سرقہ ہے۔ باز دیاد۔

قال: ص28 ومن نوادر ما اعطی لی من الکرامات۔

اقول: ما اعطی کی جگہ یا اعطیت چاہیے۔

قال: ص32 ولا ترھق بالتبعۃ والمعتبۃ۔

اقول: حریری کے صفحہ 2 کا سرقہ ہے۔

قال: عن معرۃ اللکن۔

اقول: حریری کے پہلے صفحہ کا سرقہ ہے۔

قال: و توفیقا قائد الی الرشد والسداد۔

اقول: حریری سے لیا ہے۔

قال: ص36 ان اری ظالعہ کالضلیع۔

اقول: مسروق من الحریری ص5 بتغیر ما۔

قال: ص39 یقال عثرہ۔

اقول: حریری کے ص5 سے مسروق ہے بتغیر ما۔

قال: اقتعد منا غارب الفصاحۃ وامتطی مطایا الملاحۃ۔

اقول: حریری کا سرقہ ہے۔

قال: ص43 بالاعانۃ علی الابانۃ۔

اقول: حریری کے ص3 کا سرقہ ہے۔

قال: ص43 و یعصمھم من الغوایۃ و یحفظھم فی الروایۃ والدرایۃ۔

اقول: حریری کے ص3 کا سرقہ ہے بتغیر ما۔

قال: وای معجزۃ۔

اقول: وآیۃ معجزۃ چاہیے۔

قال: کمجھول لا یعرف و نکرۃ لا تعرف۔

اقول: حریری ص5 سے مسروق ہے۔

قال: ص50 فکل دراء نرتدیہ جمیل۔

اقول: ایک مشہور شعر کا سرقہ ہے۔ قال السموأل بن عادیا۔

اذا المرء لم یدنس من اللوم عرضہ۔ فکل رداء یرتدیہ جمیل۔ (حماسہ ۶ ص ۱۴)

قال: ص55 لا شیوخ ولا شاب۔

اقول: ایک کا جمع اور دوسرے کا مفرد لانا بے وجہ ہے۔

قال: ص55 کنز المعارف و مدینتھا وماء الحقائق و طینتھا۔

اقول: مقامات کی عبارت ہے۔

قال: ص58 کما یملأ الدلو الی عقد الکرب۔

اقول: مقامات بدیع کے شعر ثانی کا مصرعہ ہے باز دیاد لفظ کما۔

قال: ص60 القیت بھا جرانی۔

اقول: مقامات حریری کے ص124 کا سرقہ ہے۔

قال: کادراك العھاد السنۃ جماد۔

اقول: حریری کے ص124 کا سرقہ ہے بتغیر ما۔

قال: ص64 فصاروا کیمت مقبور۔ وزیت سراج احتراق وما بقی معہ من نور۔

اقول: دوسرا سجع پہلے سے بہت بڑا ہے۔ یہ عند الفصحاء والبلغاء عیب ہے اور دونوں مضمون مسروق ہیں۔

قال: ص64 فما کانا ان یتحرکوا۔

اقول: یہاں مصدر کا حمل ناجائز ہے۔ اس لیے (ان) نہ چاہیے تھا۔

قال: ص 77 و مثلها کمثل ناقة تحمل کلما تحتاج الیه توصل الی دیار الحب من رکب علیه۔

اقول: ناقہ کی طرف مذکر ضمیر کا ارجاع غلط ہے۔

قال: ص 81 وهذا الرجیم هو الذی ورد فیه الوعید اعنی الدجال۔

اقول: عجیب مسئلہ ہے کہ ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم '' میں جو شیطان ہے اس سے تو مراد ''ابلیس'' ہے اور ''رجیم'' جو اس کی صفت ہے اس سے مراد ''دجال'' ہے جس کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔ آج تک تو یہی سنتے رہے کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ مگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں مرزا قادیانی نے کیا ثابت کر دیا کہ ان کا مصداق مغائر بھی ہوتا ہے۔ سبحان اللہ کیا نحو دانی ہے.

قال: ص 83 لزم اللہ کافة اهل الملة۔

اقول: کافہ کا لفظ عربی میں مضاف نہیں آتا۔

قال: ان الاسم مشتق من الوسم۔

اقول: هذا خلاف ما صرح به الثقات۔

قال: ص 127 طرف اللہ ذا الجلال۔

اقول: ذا الجلال منصوب غلط ہے۔

قال: ص 129 الا من اعطی له عینان۔

اقول: خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اعطی کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا حقدار ہے۔

قال: ص 130 ومن اشرف العلمین واعجب المخلوقین وجود الانبیاء والمرسلین۔

اقول: وجود کا لفظ نہ چاہیے عدم صحة العمل۔

قال: ص 140 وذلك وقت المسیح الموعود وھو زمان ھذا المسكين واليه اشار فی اية ''یوم الدین'' فی ''سورة الفاتحه'' ثم قال فی ص ۱۴۳ وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین۔

اقول: لعنة اللہ علی الکذبین المحرفین۔

قال: الا قلیل الذی ھو کالمعدوم۔

اقول: دعویٰ تو فصاحت و بلاغت کا اور موصوف نکرہ اور صفت معرفہ لائے۔ واہ واہ۔

قال: ص 163، ان یجعل اللہ احمد کل من تصدی لعبادہ۔

اقول: جعل کا دوسرا مفعول بے وجہ مقدم کیا گیا ہے۔

قال: وان لا تؤذی اخیك۔

اقول: اخاك چاہیے۔

قال: وانھم ثمرات الجنة فویل للذی ترکھم۔

اقول: ترکھا چاہیے۔

قال: الظن ان یکون الغیر۔

اقول: اے فصیح صاحب کلمہ غیر تو معروف باللام نہیں ہوتا۔

قال: یتنفنضون تضنضنة الصل و یحملقون حملة البازی المطل۔

اقول: ''مقامات حریری'' کے ص 156 سے مسروق ہے بتغیر ما۔

قال: ص 41 فقد الغدم علمه کثلج بالذوبان۔

اقول: الغدم کا لفظ غیر مستعمل ہے۔ محاورہ فصحاء میں عدم چاہیے۔ دیکھو قاموس نقل از حجۃ اللہ البالغہ۔ وفی کفایة لذوی الدرایة۔ ایسا ہی اس کی تصنیفات میں عربیت کے قاعدہ سے بکثرت غلطیاں ہیں۔

محمد غلام ربانی پنجابی شمس آبادی کیملپور

وما علینا الا البلاغ المبین

فائدہ: جس شخص کے علم کا یہ حال ہے لوگ اس کو مہدی موعود کیوں کر ماننے لگے اس نے اپنے ماننے والوں کے لئے قرآن وحدیث سے نہ کوئی فتاوی بتایا نہ کوئی ایسی کتاب جس سے کل احکام نکالے جاتے۔ اس کے ماننے والے مثل سابق دستور کے اب بھی اسی صرف ونحو وفقہ واصول وتفسیر وغیرہ فنون پر کاربند ہیں جو کہ غیر لوگوں کے بنے ہوئے ہیں۔ جس قدر سستی اسلام کے لوگوں میں تھی وہ ویسے ہی ہے۔ کوئی بدعت مروجہ دور نہ ہوئی۔ خالی نام کا مہدی بنا۔ کام مہدی کا ایک بھی نہ کیا اور فوت ہوگیا بلکہ مرزا کی ذات سے تو اور علماء صلحاء سابقہ وموجودہ جو کہ مدرسین وصاحب تصانیف مفیدہ وواعظ حقانی ہیں عامہ مخلوق کے حق میں اچھے ہیں کہ وہ بالکل بے ضرر ہیں اور مرزا نے ہدایت اسلام تو کسی کو نہ کی، الٹے اور فتنے وفساد برپا کردیے۔ اب اس کے خلیفے بھی پنبہ غفلت درگوش ہوکر راہ راست کو اختیار نہیں کرتے بلکہ دن رات لوگوں کی تباہی میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت دے۔ **محمد غلام ربانی**۔

لا تقنطوا من رحمة الله
١٤٣٨

رسالہ ردّ قادیانی

تصنیف

عالمی مبلغ اسلام مجاہد ختم نبوت حضرت

علامہ قاضی غلام ربانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

شمس آباد ضلع اٹک پنجاب پاکستان

(1871ء تا 1946ء)

مترجم

مولانا محمد ایوب خان چشتی (واہ کینٹ)

(فاضل دارالعلوم بھیرہ شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درثبوت ایں امر کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بآسمان رفتہ اند وتاحال بر آسمان اند۔ ایں آیت زیریں درحق عیسیٰ علیہ السلام وارد شدہ۔ قولہ تعالیٰ (وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین) ای عند ربہ بارتفاعہ الی السماء وصحبۃ الملائکۃ فیھا۔ (روح البیان جلد اول)

وھمدراں جلد تفسیر روح البیان صفحہ 328 فرمودہ ولما رفع الی السماء وجد عندہ الابرۃ کان یرقع بھا ثوبہ۔ فاقتضت الحکمۃ الالیتہ نزولہ فی السماء الرابعۃ۔ الخ۔ (اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَىٰ اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ) ای مستوفی اجلک۔ ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار وموخرک الی اجل کتبتہ لک وممیتک حتف انفک لاقتلا بایدیھم (ورافعک) الآن (الی) ای الی محل کرامتی ومقر ملائکتی وجعل ذلک رفعا الیہ للتعظیم۔۔ الخ۔ (ومطھرک) ای مبعدک ومنحیک (من الذین کفروا) ای من سوء جوارھم وخبث صحبتھم ودنس معاشرتھم۔

قیل سینزل عیسیٰ علیہ السلام من السماء علی عھد الدجال حکما عدلا، یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ فیفیض المال حتی لا یقبلہ احد ویھلک فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام ویقتل الدجال ویتزوج بعد قتلہ امراۃ من العرب وتلد منہ ثم یموت ھو بعد ما یعیش اربعین سنۃ من نزولہ فیصلی علیہ المسلمون لانہ سأل ربہ ان یجعلہ من ھذہ الامۃ فاستجاب اللہ دعائہ۔ الخ۔ (جلد اول، صفحہ 331) قولہ تعالیٰ (وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ) فاجتمعت کلمتہ الیھود علی قتل عیسیٰ علیہ السلام فبعث اللہ تعالیٰ

جبرائیل فاخبره بانه یرفعه الی السماء۔۔۔الخ (صفحه 513، جلد اول) قوله تعالیٰ(بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ) رد وانکار لقتله واثبات لرفعه۔ قال الحسن البصری ای الی السماء التی هی محل کرامة الله تعالیٰ۔رفع الی السماء لما لم یکن دخوله الی الوجود الدنیوی من باب الشهوة وخروجه لم یکن من باب المنیة بل دخل من باب القدرة وخرج من باب العزة الخ۔(وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا) لا یغالب فیما یریده فعزة الله تعالیٰ عبارة عن کمال قدرته فان رفع عیسیٰ علیه السلام الی السموات وان کان متعذرا بالنسبة الی قدرة البشر لکنه سهل بالنسبة الی قدرة الله تعالیٰ لا یغلبه علیه احد (حَكِيۡمًا) فی جمیع افعاله ولما رفع الله عیسیٰ علیه السلام کساه الریش البسه النور وقطعه عن شهوات المطعم والمشرب وطار مع الملائکة فهو معهم حول العرش فکان انسیا ملکیا سماویا ارضیا۔

قال وهب بن منبه بعث عیسیٰ علی راس ثلثین سنة ورفعه الله وهو ابن ثلث و ثلاثین سنة وکانت نبوته ثلاث سنین۔ فان قیل لم یرد الله تعالیٰ عیسیٰ الی الدنیا بعد رفعه الی السماء۔ قیل اخر رده لیکون علما للساعة وخاتما للولایة العامة لانه لیس بعده ولی یختم الله به الدورة المحمدیة تشریفا لها بختم نبی مرسل یکون علی شریعة محمدیة یؤمن بها الیهود والنصاری ویجدد الله به عهد النبوة علی الامة ویخدمه المهدی واصحاب الکهف ویتزوج ویولد له ویکون فی امة محمد صلی الله علیه وسلم وخاتم اولیاء ووارثیه من جهة الولایة۔ واجمع السیوطی فی تفسیر الدر المنثور فی سورة الکهف عن ابن شاهین اربعة من الانبیاء احیاء اثنان فی السماء عیسیٰ وادریس علیهم السلام واثنان فی الارض الخضر والیاس علیهم السلام فاما الخضر فانه فی البحر واما

صاحبه فانه فی البراه واعلم ان الارواح الممیمة التی من العقل الاول کلها صف واحد حصل من الله لیس بعضها بواسطة بعض وان کانت صفوف الباقیة من الارواح بواسطة العقل الاول کما اشار ﷺ انا ابو الارواح وانا من نور الله والمؤمنون فیض نوری فاقرب الارواح فی الصف الاول الی الروح الاول والعقل الاول روح عیسوی لهذا السر شارکه بالمعراج الجسمانی الی السماء وقرب عهده بعهده۔

فالروح العیسوی مظهر الاسم الاعظم وفائض من الحضرۃ الالٰهیة فی مقام الجمع بلا واسطة اسم من الاسماء وروح من الارواح فهو مظهر الاسم الجامع الآلهی حصة وراثة اولیة ونبینا علیه السلام اصالة کذا فی شرح الفصوص الخ (روح البیان جلد اول، صفحہ 514) (وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ) ایں هر دو ضمیر برائے عیسیٰ علیه السلام اند والمعني (وما من اهل الکتاب) الموجودین عند نزول عیسیٰ علیه السلام من السماء احد الا لیؤمنن به قبل موته۔ وفی الحدیث ان المسیح جائ فمن لقیه فلیقرئه منی السلام۔ الخ۔ (صفحہ۔ 515) (وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَکَهْلًا) مراد بتکلم در کهل اینست که کلام خواهد کرد درآخر زمان بعد نازل شدن او ازآسمان قبل زمانهٔ کهولت الخ۔

در مذهب مالکیه احمدیه شافعیه وغیره جمیع مذاهب حقه مشهور بلکه متواتر ست که عیسی علیه السلام بهمیں جسم عنصری ای خاکي برآسماں رفته اند وقبل ازقیامت بهمیں جسم ازآسماں فرود آیند وکارهائی که بایشاں متعلق باشند خواهند کرد از

مذهب شافعیه نیز عبارت یک کتاب فقط برائے نمونه حاضر میکنم در نهایة الامل لمن رغب فی صحة العقیدة والعمل۔ الشیخ محمد ابي حضیر الدمیاطي, صفحه 108 نوشته دجال یک شخص ست از بني آدم کوتاه قد۔ **وهو رجل قصیر کهل براق الثنایا عریض الصدر مطموس العین۔**

واکنون موجود ست نام اوصاف بن صیاد وکنیت آں ابویوسف ست وگفته شد که نام اوعبدالله است واں از قوم یہود ست یہودیاں انتظار او میکنند چنانکه مسلمانان انتظار امام مہدی رحمة الله تعالی علیه میکنند خارج باشد درآخرزمانه بندگاں را پروردگار مبتلا خواهد کرد که زمین وآسمان وهمه چیز دراذن وقدرت او کرده شود و طعام وآب میوه وزروسیم وهراسباب آرام در دست او باشد(دران وقت معاش اہل اسلام تسبیح و تہلیل و تقدیس پروردگاروقوت روحانی باشد) ومردگاں بادجال کلام کنند وهرقسم فتنه و فساد درزمانه او برپا شود کسی که سعادتمند ازلی ست ازو دورماند وشقی ازلی تابع اوباشد واوخارج خواهد شد از جانب مشرق از قریه سرابا دین یا ازعوازن یا ازاصبهان یا از مدینه خراسان و ابوبکر صدیق رضی الله تعالی عنه فرموده درمیان عراق وخراسان وآں اکنوں موجود ست ومحبوس ست دردیر عظیم زیرزمین بهفتاد ہزارزنجیر مقید ست وبر اومردی زورآورعظیم قد مقرر ست در دست او از آهن گرفته است وقتیکه دجال ارادۂ حرکت کند آں مرد عظیم البدن آنرا باں گرز آهنی میزند۔ پس قرار می کند و پیش دجال

یک اژدھائی عظیم ست وقتیکه دجال نفس میگیرد اژدھائی عظیم
ارادۂ خوردن او می کند پس بوجه خوف آں مار عظیم دم زدن هم
نتواند وقتیکه دجال خواجه خضر علیه السلام را قتل کرده دو قطعه
بکند ودرمیان هر دو قطعه برخرخود سوار شده بگذرد باز زنده کند
وپرسد که مرا خدا میگوئی یا نه خواجه خضر علیه السلام انکار
فرماید همچنیں سه بار قتل کرده زنده گرداند(بعده برقتل قدرت
نیابد)همه بلاد و امصار در حکومت آرد مگر مکه معظمه و مدینه
منوره و بیت المقدس وکوه طور وقتیکه باری تعالیٰ ارادۂ هلاک آں
دجال وهلاک تابعین دجال کند ناگاه فرود آید از آسمان حضرت
عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام از مناره مسجد دمشق بوقت عصر و
نماز خواند همراه امام مهدی رضی اللہ عنہ ودر روایتی امام مهدی رضی اللہ عنہ امام شود
و در دیگر روایت آمده که عیسیٰ علیه السلام امام باشد بعد از ادائی
نماز برائی قتل دجال برود برخرخود سوار شده یا بربراق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
که در معراج آمده بود یا بر اسپ که بقد مثل استر (خچر) باشد و به نیزه
دجال را قتل کند وخون او مردماں را بنماید و همه یهود از رسیدن باد
نفس عیسیٰ علیه السلام مثل گداختن قلعی گداخته شوند و باد دم
عیسیٰ علیه السلام تا بدو از ده کروه خواهد رفت هر کافر را که رسد
آب خواهد شد۔

روایت ست که هر کافر که در پس سنگ و درخت پوشیده
شود آں سنگ و درخت آواز کند که ای مومن قتل کن یهودی را اینک
زیر من مستتر و پوشیده است بعد هلاک دجال عیسیٰ علیه السلام

حکم کند بر زمین ونکاح کند و حج بیت اللّٰہ کند و ہر قسم غلہ
ودرختاں از زمین رویند و بسیار برکت باشد تا بچہل سال وایں مدت
مقام عیسیٰ علیہ السلام بر زمین باشد و حضرت عبد اللّٰہ بن عمر
روایت کردہ از حضرت پیغمبر علیہ السلام کہ حضرت عیسیٰ بعد
فرو آمدن از آسمان چہل و پنج سال بر زمین ہدایت و حکومت کند باز
بمیرد و دفن شود بقرب قبر من ومن و عیسیٰ علیہ السلام از یک
قبرستان بر خیزیم از درمیان ابو بکر و عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم
الخ۔ ونکاح کند بزنے از عرب و دختر آں پیدا شدہ وفات یابد و بعض
گفتہ اند کہ دو پسراں او پیدا شوند نام یکی احمد و نام دیگری موسی و
بعد وفات عیسیٰ علیہ السلام مرد ماں بر کفر رجوع کنند و ضلال و
کفر و طغیان از حد در گزرد تا بہ ایں کہ آفتاب طلوع کند بر ایشاں از
مغرب پس توبہ کسی مقبول نخواہد شد۔

وھو معنی قولہ تعالیٰ عزوجل (یَوْمَ یَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا
إِيمَانُهَا) الایۃ انتہی من ب ج علی شرح الخطیب ببعض تصرف انتہی ما فی نہایۃ
الامل بزیادۃ منی بین القوسین ملتقطا من کتب اخری۔

اینہمہ روایات وصدھا روایات کہ در دیگر کتب مذکور اند
ہمہ با علی ندا منادی اند کہ عیسیٰ علیہ السلام شخص خاص کہ
مشہور ست بر آسمان بہمیں جسم رفتہ وبہماں جسم از آسمان نزول
فرماید بر زمین و برانیکہ مہدی نیز شخصے معین ست کہ از اولاد
رسول صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم باشد بقرب قیامت پیدا باشد و وزارت کند پیش عیسیٰ

علیه السلام و روحانیت حضرت علی کرم اللّٰہ تعالیٰ وجهه از وزرائے مهدی رضی اللہ عنہ خواهد شد در تفسیر روح البیان جلد چهارم، صفحه 256 فرموده۔ نعم ان روحانیة علی رضی الله تعالی عنه من وزراء المهدی رضی الله تعالی عنه فی آخر الزمان لان الارواح تعین الارواح والاجسام فی کل زمان ...الخ

در حاشیه طحطاوی که بر در مختار ست فرموده که امام مهدی قیاس را خواهد دانست برائی پرهیز کردن ازونه برائی حکم کردن برقیاس۔ پس درهر حکم یک فرشته آنرا از جانب رب العالمین تعلیم خواهد داد و مطابق آں تعلیم حکم خواهد کرد آنچناں که اگر رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زنده در دنیا بودے همچناں حکم کردی یعنی خاص یقیناً شرع محمدی بیان خواهد کرد وقیاس کردن برو حرام باشد باوجود آمدن نصوص از پروردگار پس مهدی متبع باشد نه مشرع درباره او رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرموده یقف اثری ولا یخطی۔ فعلی هذا المهدی لیس بمجتهد اذ المجتهد یحکم بالقیاس وهو یحرم علیه الحکم بالقیاس ولان المجتهد یخطی ویصیب المهدی لا یخطی قط فانه معصوم فی احکامه شهادة النبی صلی الله علیه وسلم وهو مبنی علی عدم جواز الاجتهاد فی حق الانبیاء علیهم السلام وهو التحقیق ....انتهی

پس پر هر کسی می داند که ایں صفات در مرزا قادیانی کجا بلکه بوئ ایں صفات بدماغ او هم نرسیده و دجال نیز علم شخصی ست وانکار ایں محض جنون یا جهل یا ضلال یا کفر ست نه اینکه

مراد از دجال کفار اند و مراد از مہدی و عیسیٰ علیہ السلام مردیست که صفت مہدویت و عیسویت درو باشد یا روح ہر دو دراں حلول کردہ باشد چنانچه قادیانی خود را مصداق ایں می ساخت وافعال واقوال و عقائد قادیانی خود شاہد عدل اند برا ینکه صادق امام مہدی بودن برکنار باد امام مہدی رضی اللہ عنہ و نیز بر او نگذشته غرض که همه اہل اسلام از شرقاً غرباً بر ہمیں ایمان آوردہ اند که ضرور مہدی رضی اللہ عنہ و عیسیٰ علیہ السلام پیدا باشند قبل از قیامت و کسی که همه اُمت مرحومه محمدیه و دیگر امم سابقه را بر ضلال داند او خود ضال و مضل ت۔ ع

همه شیران جہاں بسته ایں سلسله اند

روبه از حیله چساں بگسلد ایں سلسله را

واللہ تعالی یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

العبد المفتقر الی الفیض السبحانی غلام ربانی الحنفی مذہباً والچشتی مشرباً

فالنضجابی ثم الچھاچھی ثم الشمس آبادی مسقطا ومسکنا

کان اللہ له ولوالدیه ولمشایخه ولاساتذه ولا قربائه ولا حبائه ولجمیع المؤمنین الی یوم الدین بجاہ حبیبه الامن الامین وصحبه المکرمین المیامین عند اہل السموات واہل الارضین امین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس امر کے ثبوت کے بارے میں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ آسمان پر گئے ہیں اور تاحال آسمان پر ہیں۔ یہ درج ذیل آیت قرآنی عیسٰی علیہ السلام کے حق میں وارد ہوئی ہے۔قولہ تعالیٰ (وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ) یعنی دنیا و آخرت میں وجیہ (معزز و مکرم) اور اپنے رب کے ہاں آسمان کی طرف بلند ہونے اور فرشتوں کی صحبت حاصل ہونے کی وجہ سے مقربین میں سے ہیں۔ **(روح البیان جلد اول)**

اور اسی جلد تفسیر روح البیان میں صفحہ 328 پر فرمایا ہے کہ جب آپ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا، آپ کے پاس وہ سوئی موجود تھی جس کے ساتھ اپنے کپڑوں کو پیوند لگاتے۔پس حکمت الٰہیہ نے چوتھے آسمان میں آپ کے اترنے کا تقاضا کیا۔۔۔الخ

(إِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسٰى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ) یعنی تیری مدت کو پورا کرنے والا ہوں۔اور اس کا معنی یہ ہے کہ میں آپ کو کفار کے قتل کرنے سے بچانے والا ہوں اور اس اجل (وقت مقررہ) تک مؤخر کرنے والا ہوں جو میں نے آپ کے لئے لکھی ہے اور پھر آپ کو موت عطا فرماؤں گا۔۔۔۔۔نہ کہ ان کے ہاتھ سے قتل ہو کر۔

(وَرَافِعُكَ) (الآن) (إِلَيَّ) اور ابھی آپ کو اپنی محل کرامت اور فرشتوں کی قرارگاہ کی طرف اٹھانے والا ہوں۔اور اس کو تعظیم کے لیے اپنی طرف اٹھانا قرار دیا۔

(وَمُطَهِّرُكَ) اور تجھے پاک کرنے والا ہوں۔یعنی کافروں سے آپ کو دور کرنے والا اور نجات دینے والا ہوں یعنی ان کے بُرے پڑوس ان کی صحبت کی خباثت اور گندی معاشرت سے بچانے والا ہوں۔

کہا گیا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام دجال کے زمانہ میں آسمان سے حَکم عدل ہو کر یعنی فیصلہ کرنے والا اور عدل کرنے والا بن کر اتریں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں

گے، جزیہ ختم کریں گے۔پس مال اتنا زیادہ ہوجائے گا کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔اور آپ کے زمانے میں اسلام کے سوا ساری ملتیں ہلاک ہوجائیں گی۔آپ دجال کو قتل کردیں گے اور اس کے قتل کے بعد ایک عرب عورت سے شادی کریں گے اور اس سے اولاد ہوگی اور پھر اپنے نزول کے بعد چالیس سال زندہ رہ کر وفات پاجائیں گے۔پس مسلمان آپ پر نماز جنازہ پڑھ لیں گے کیونکہ آپ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا تھا کہ وہ اسے اس اُمت میں سے کردے تو اللہ نے آپ کی دعا کو قبول فرمالیا۔۔۔الخ (**جلد اول صفحہ نمبر 331**)

قولہ تعالیٰ: (وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ) اور نہیں آپ کو قتل کیا اور نہ آپ کو سولی دی لیکن آپ کو ان پر مشبّہ (مشتبہ) بنادیا گیا۔پس تمام یہودی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے قتل پر مجتمع و متفق ہوگئے۔تو اللہ تعالی نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا اور آپ کو خبر دی کہ وہ آپ کو آسمان کی طرف اٹھائے گا۔۔۔الخ (**صفحہ 513 جلد اول**)

قولہ تعالیٰ: (بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ)

بلکہ اللہ تعالی نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا (اس میں) آپ کے قتل ہونے کا ردو انکار اور آپ کے (زندہ) اٹھائے جانے کا اثبات ہے۔امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں یعنی اُس آسمان کی طرف جو کہ اللہ تعالی کی کرامت کا محل ہے آسمان کی طرف بلند کیا گیا ہے۔اس لئے کہ آپ کا دنیاوی وجود کی طرف داخل ہونا شہوت کے دروازے سے نہیں تھا اور آپ کا اس سے نکلنا موت کے رستے سے نہیں تھا بلکہ قدرت کے دروازے سے داخل ہوئے اور عزت کے دروازے سے نکل گئے۔۔۔الخ

(وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا) اور اللہ تعالی غالب ہے اپنے ارادوں میں اس پر غلبہ نہیں پایا جاسکتا۔پس اللہ کی عزت (غلبہ) اللہ کے کمال قدرت سے عبارت ہے کیونکہ عیسٰی علیہ السلام کو آسمانوں تک اٹھا لینا اگرچہ بشری قدرت کی نسبت سے مشکل و ناممکن ہے لیکن اللہ تعالی کی

قدرت کی نسبت آسان ہے اس پر کوئی بھی غلبہ نہیں پا سکتا۔

(حَكِيمًا) اللہ اپنے تمام کاموں میں حکمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا عیسیٰ علیہ السلام کو جو اٹھانا ہے (تو وہ اس طرح ہے) کہ آپ کو (قدرت کے) پر عطا کیے۔ نور کا لباس پہنایا اور کھانے پینے کی شہوات (خواہشوں) سے قطع کیا اور (پھر) آپ فرشتوں کے ساتھ اُڑے اور اب ان کے ساتھ عرش الٰہی کے ارد گرد موجود ہیں۔ پس آپ انسانی، ملکوتی، سماوی اور زمینی (صفات کے حامل) ہیں۔

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام 30 سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور 33 سال کی عمر میں اللہ نے آپ کو اٹھایا اور آپ کی نبوت تین سال تھی۔ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھانے کے بعد دنیا کی طرف کیوں لوٹائے گا؟ تو یہ کہا جائے گا کہ آپ کے لوٹانے کو مؤخر کیا تا کہ آپ علیہ السلام قیامت کی نشانی اور ولایت عامہ کے لئے خاتم بن جائیں کیونکہ آپ کے بعد کوئی اور ایسا ولی نہیں ہے جس پر اللہ تعالیٰ دورۂ محمدیہ کو ختم کردے یا اختتام پذیر فرما دے کیونکہ اس دورہ محمدیہ یعنی اُمت محمدیہ کو نبی مرسل کے ختم (خاتم النبیین والمرسلین کا امتی ہونے) کا شرف حاصل ہو جائے، آپ علیہ السلام شریعت محمدیہ پر چلنے والے ہوں گے۔ یہود ونصاریٰ آپ پر ایمان لائیں گے اور اللہ کو پائیں گے کہ اس نے اُمت سے نبوت کا عہد لیا ہے۔ امام مہدی علیہ السلام اور اصحاب کہف آپ کی خدمت کریں گے۔ آپ شادی کریں گے اور آپ کی اولاد ہوگی۔ اور آپ علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہوں گے اور ولایت کی جہت سے آپ کے اولیاء اور وارثین کے خاتم ہوں گے۔

اور (جلال الدین) سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (تفسیر درمنثور) میں سورۃ الکھف میں ابن شاہین سے اجماع ذکر کیا ہے کہ چار انبیاء کرام زندہ ہیں۔ دو آسمان میں یعنی حضرت عیسیٰ اور ادریس علیہم السلام۔ اور دو زمین میں یعنی حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام۔ حضرت خضر علیہ السلام سمندر میں ہیں اور آپ کے دوسرے ساتھی خشکی میں ہیں۔

اور جان لے کہ عقل اوّل سے متعلقہ تمام ارواح ایک ہی صف ہیں ۔اللہ سے انکا حصول ہوا ہے بعض بعض کے واسطے سے نہیں ہیں ۔اگرچہ باقی ارواح کی صفیں عقل اول کے واسطے سے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (فرما کر) اشارہ کیا ہے کہ میں روحوں کا باپ ہوں اور میں اللہ کے نور سے ہوں اور مومنین میرے نور کا فیض ہیں ۔بس پہلی صف میں روح اول اور عقل اول کے سب روحوں سے زیادہ قریبی روح عیسوی روح ہے ۔اسی راز کی وجہ سے آسمان کی طرف جسمانی معراج میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے اور آپ علیہ السلام کا زمانہ حضور ﷺ کے زمانہ کے زیادہ قریب ہے ۔پس روح عیسوی مقام جمع میں اسماء میں سے کسی اسم اور ارواح میں سے کسی روح کے واسطہ کے بغیر اسم اعظم کا مظہر اور حضرت الٰہیہ سے فیض پانے والی ہے ۔پس وہ جامع الٰہی اسم کا مظہر (اور) اولیتی وراثت کا حصہ (پانے والے ہیں) اور ہمارے نبی ﷺ اصالتاً یعنی اصل کے طور پر (حاصل کرنے والے ہیں) ۔(شرح الفصوص میں اسی طرح ہے) ۔**(حوالہ روح البیان جلد اول صفحہ 514)**

(وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ) اور اہل کتاب میں سے ہر کوئی آپ پر آپ کی وفات سے پہلے ایمان لے آئے گا۔ یہ ہر دو ضمیریں عیسٰی علیہ السلام کے لئے ہیں ۔اور معنی یہ ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے وقت موجود اہل کتاب میں سے کوئی بھی فرد ایسا نہ ہو گا کہ وہ آپ پر آپ کی وفات سے پہلے ایمان نہ لائے (یعنی وہ ضرور ایمان لائے گا) اور حدیث میں آیا ہے کہ مسیح علیہ السلام آنے والے ہیں پس جو ان سے ملے وہ میری طرف سے ان کو سلام پیش کرے ۔۔۔الخ **(صفحہ نمبر 515)**

(وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا) وہ پنگوڑے اور کہولت کی عمر میں لوگوں سے کلام کرے گا۔کہولت کی عمر میں بات کرنے سے مراد یہ ہے کہ زمانہ کہولت سے پہلے ان کے آسمان سے نازل ہونے کے بعد وہ آخری زمانہ میں کلام کریں گے ۔مذہب مالکیہ، احمدیہ، شافعیہ وغیرہ

تمام مذاہب حقہ میں مشہور بلکہ متواتر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم عنصری یعنی خاکی کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں اور قیامت سے پہلے اسی ہی جسم کے ساتھ نیچے واپس آئیں گے اور اپنے متعلق تمام کام کرنا چاہیں گے۔مذہب شافعیہ کی ایک کتاب سے ایک عبارت فقط نمونہ کے لیے حاضر کرتا ہوں (نهاية الامل لمن رغب فی صحة العقيدة والعمل) (کتاب) میں شیخ محمد ابی حضیر الدمیاطی صفحہ نمبر 108 پر لکھتے ہیں ''دجال بنی آدم میں سے ایک شخص ہے کوتاہ قد یعنی چھوٹے قد والا، درمیانی عمر والا، چمکدار دانتوں والا، کھلے سینے والا اور کانی آنکھ والا۔ اور اب موجود ہے۔اس کا نام وصاف بن صیاد اور کنیت ابو یوسف ہے۔اور کہا گیا ہے کہ اس کا نام عبداللہ ہے اور وہ یہودی قوم سے ہے۔یہودی لوگ اس کا انتظار کر رہے ہیں جیسا کہ مسلمان امام مہدی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتظار کر رہے ہیں۔آخری زمانہ میں نکلے گا۔پروردگار اپنے بندوں کو مبتلا کر دے گا یعنی آزمائش میں ڈالے گا کہ زمین و آسمان اور تمام چیزیں اس کے اذن اور قدرت میں کر دی جائیں گی اور طعام و پانی، پھل، سونا، چاندی اور تمام اسباب اس کے ہاتھ میں ہوں گے۔اس وقت اہل اسلام کا معاش یعنی زندہ رہنے کا ذریعہ اور سبب اور قوت روحانی (صرف) پروردگار کی تسبیح و تہلیل اور تقدیس ہوگی۔لوگ دجال کے ساتھ کلام کریں گے اور ہر قسم کا فتنہ وفساد اس کے زمانے میں برپا ہوگا۔جو کوئی ازلی سعادت مند ہوگا وہ اس دجال لعین سے دور رہے گا اور ازلی بدبخت اس کے تابع ہوگا۔اور وہ قریہ سرابہ دین یا عوازن یا اصفہان یا مدینہ خراسان کے مشرقی جانب سے خروج کرے گا۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ عراق اور خراسان کے درمیان سے نکلے گا اور وہاں اب موجود ہے۔اور زیر زمین ایک بڑے دیر میں بند ہے۔ستر ہزار زنجیروں میں مقید ہے۔اور اس کے اوپر ایک بڑا لمبا طاقتور آدمی مقرر ہے اس نے اپنے ہاتھوں میں لوہے کا گرز پکڑا ہوا ہے۔جس وقت دجال حرکت کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ عظیم البدن مرد

اسے لوہے کا گرز مارتا ہے تو اسے قرار آجاتا ہے۔اور دجال کے سامنے ایک بڑا اژدھا ہے جس وقت دجال سانس لیتا ہے تو وہ بڑا اژدھا اس کے کھا جانے کا ارادہ کر لیتا ہے پس اس بڑے سانپ کے ڈر کے مارے وہ سانس بھی نہیں لے سکتا۔

جس وقت دجال حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کو قتل کرے گا تو دو ٹکڑے کر دے گا اور دونوں ٹکڑوں کے درمیان اپنے گدھے پر سوار ہو کر گزرے گا۔دوبارہ زندہ کر کے ان سے پوچھے گا کہ مجھے خدا کہتا ہے (مانتا ہے) یا نہیں؟۔خواجہ خضر علیہ السلام انکار فرمائیں گے۔اس طرح تین مرتبہ قتل کر کے زندہ کرے گا۔اس کے بعد قتل کرنے کی قدرت نہیں پائے گا۔تمام بلاد اور شہروں کو اپنی حکومت میں لے آئے گا سوائے مکہ معظمہ،مدینہ منورہ،بیت المقدس اور کوہ طور کے۔جس وقت باری تعالیٰ اس دجال کی ہلاکت،تابعین دجال کی ہلاکت اور پیروکاروں کی ہلاکت کا ارادہ کرے گا اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام عصر کے وقت مسجد دمشق کے مینارے سے آسمان سے نیچے تشریف لائیں گے اور امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ نماز پڑھیں گے۔ایک روایت میں ہے کہ امام مہدی رضی اللہ تعالی عنہ امام ہوں گے۔اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام امام ہوں گے۔ادائیگی نماز کے بعد دجال کو مارنے کے ارادے سے جائیں گے اپنے گدھے پر سوار ہوں گے یا براق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سوار ہوں گے جو معراج کی رات کو آیا تھا یا خچر کے قد کے برابر گھوڑے پر ہوں گے اور نیزے کے ذریعے دجال قتل کر ڈالیں گے۔اور اس کا خون تمام لوگوں کو دکھائیں گے۔اور تمام یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس کی ہوا سے بارہ کوس وہ دور چلیں جائیں گے اور جس کافر کو آپ کی ہوا پہنچے گی وہ پگھل کر پانی ہو جائے گا۔

روایت ہے کہ جو بھی کافر کسی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپے گا وہ پتھر اور درخت آواز دے گا کہ اے مومن اس یہودی کو قتل کر ڈالو یہ جو میرے نیچے (میرے پیچھے) چھپا ہوا ہے۔

دجال کے ہلاک ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر حکمرانی فرمائیں گے۔

نکاح کریں گے اور حج بیت اللہ ادا کریں گے۔اور زمین سے ہر قسم کا غلہ اور درخت ہوں گے۔ اور چالیس سال بہت سی برکت ہو گی۔اور اتنی مدت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر قیام ہوگا۔اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آسمان سے اترنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام 45 سال تک زمین پر ہدایت اور حکومت کریں گے پھر وفات پائیں گے اور میری قبر کے قریب دفن ہوں گے۔میں اور عیسیٰ علیہ السلام ایک قبرستان سے اٹھیں گے درمیان ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالی عنہم سے۔۔۔الخ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرب کی ایک عورت سے نکاح کریں گے اُس کی بیٹی پیدا ہو گی اور وفات پا جائے گی۔اور بعض نے کہا ہے کہ آپ کے بیٹے پیدا ہوں گے ایک کا نام احمد اور دوسرے کا نام موسیٰ ہوگا۔اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد لوگ دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جائیں گے۔اور گمراہی وکفر اور سرکشی حد سے گزر جائے گی۔ یہاں تک کے ان پر سورج مغرب سے طلوع ہوگا پھر کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی اور یہی اللہ تعالی کے قول کا معنیٰ ہے۔

ترجمہ: جس روز تیرے رب کی بعض نشانیاں ظاہر ہو کر آئیں گی کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا (الایۃ) انتہی۔

من ب ج۔علی شرح الخطیب کچھ تصرف کے ساتھ نہایۃ الامل میں جو کچھ ہے وہ یہاں ختم ہوگیا۔دوسری کتب سے کچھ لیتے ہوئے قوسین کے درمیان میری طرف سے اضافہ ہے۔

یہ تمام روایات اور سینکڑوں اور روایتیں جو کہ دیگر کتب میں مذکور ہیں تمام بلند آواز سے منادی کررہی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک مشہور خاص شخصیت ہیں۔آسمان پر اسی جسم کے ساتھ گئے ہیں اور اسی جسم کے ساتھ ہی زمین پر نزول فرمائیں گے۔اور اس پر بھی (یہ روایات گواہ ہیں) کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالی عنہ بھی ایک معیّن شخص ہیں جو کہ اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں۔ قیامت کے قریب پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے یا آپ (کے سامنے)

وزارت کریں گے۔اور روحانیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وزراء میں سے ہوگی۔

تفسیر روح البیان جلد چہارم صفحہ 256 میں فرمایا ہے:(ترجمہ) ہاں آخری زمانہ میں روحانیت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام مہدی رضی اللہ تعالی عنہ کے وزراء سے ہوگی کیونکہ ہر زمانہ میں ارواح واجسام۔۔۔۔الخ

درمختار پر حاشیہ طحطاوی میں فرمایا ہے کہ امام مہدی قیاس کو جاننا چاہیں گے(صرف) اس لیے کے اس سے پرہیز کریں نہ اس لئے کہ قیاس پر حکم کریں کہ اس کے مطابق فیصلہ کریں۔پس تمام فیصلوں میں ایک فرشتہ رب العالمین کی جانب سے(آپ کو)تعلیم دیتا ہوگا اور اس تعلیم کے مطابق آپ اس طرح فیصلہ کرتے ہوں گے کہ اگر رسول للہ ﷺ دنیا میں زندہ ہوتے وہ بھی اسی طرح حکم (فیصلہ) کرتے۔یعنی خاص یقیناً شرع محمدی بیان کریں گے اور قیاس کرنا آپ پر حرام ہوگا۔پروردگار کی جانب سے نصوص کی آمد کے باوجود۔پس مہدی اتباع کرنے والے ہوں گے نہ کہ مشترع یعنی صاحب شریعت۔انکے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ میرے نقش قدم پر چلیں گے اور خطا نہیں کریں گے۔پس اس قول کی وجہ سے امام مہدی مجتہد نہیں ہیں کیونکہ مجتہد قیاس پر فیصلہ کرتا ہے۔(حکم لگاتا ہے) اور آپ کے لیے قیاس کے مطابق فیصلہ کرنا حرام ہے۔اور اس لیے کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور درست بھی ہوتا ہے۔اور امام مہدی کبھی خطا نہیں کریں گے۔کیونکہ آپ اپنے احکام میں معصوم ہیں (اور اس پر) شہادت نبی ﷺ موجود ہے۔اور یہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں اجتہاد کے عدم جواز پر مبنی ہے اور یہی تحقیق ہے۔(انتہی)

پس ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ صفات مرزا قادیانی میں کہاں ہیں بلکہ ان صفات کی بو بھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچی ہے۔اور دجال بھی ایک شخصی علم ہے(شخصیت کا نام ہے)اور اس کا

انکار کرنا محض جنون یا جہالت یا گمراہی یا کفر ہے نہ یہ کہ دجال سے مراد کفار ہیں اور مہدی و عیسٰی علیہم السلام سے مراد ایک ایسا فرد ہے کہ مہدویت اور عیسویت کی صفت اس کے اندر ہو، یا دونوں کی روح نے اس کے اندر حلول کر دیا ہو۔ جیسا کہ قادیانی نے اپنے آپ کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ اور قادیانی کے افعال و اقوال اور عقائد خود اس پر شاہد عادل ہیں کہ سچا امام مہدی ہونا تو درکنار امام مہدی و عیسٰی علیہ السلام کی ہوا بھی اسے نہیں لگی ہے۔ غرضیکہ مشرق و مغرب کے تمام اہل اسلام اس پر ایمان لائے ہیں کہ قیامت سے پہلے مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام ضرور پیدا ہوں گے اور جو کوئی بھی تمام اُمت مرحومہ محمدیہ اور دیگر اُمم سابقہ کو گمراہی پر جانے گا وہ خود گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔ ت۔ ع

ترجمہ شعر: دنیا کے تمام شیر اس زنجیر کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور لومڑی اپنے حیلے (مکر و فریب) کے ذریعے اس زنجیر کو توڑنا چاہتی ہے۔

وَاللّٰہُ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ

اور اللہ تعالی صراط مستقیم کی طرف جسے چاہے رہنمائی فرماتا ہے

العبد المفتقر الی الفیض السبحانی **غلام ربانی حنفی** المذہب چشتی مشرب پنجابی چھاچھی شمس آبادی مسقطا و مسکنا

اللہ تعالی اس کا اس کے والدین مشائخ اساتذہ اقرباء احباب اور قیامت تک تمام مومنین کا حامی و ناصر ہو اس کے امن آمین محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بابرکت مکرم صحابہ کرام کے وسیلہ و واسطے سے جو تمام اھل سموات و اہل ارضین کے نزدیک عزت والے ہیں۔ آمین

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محققانہ توضیح

از قلم

مبلغ افریقہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

علامہ قاضی انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ

(1908ء تا 1981ء)

شمس آباد ضلع اٹک پنجاب پاکستان

الحمدللہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہٖ و اصحابہٖ الی یوم الدین امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

عزیزان ملت! جس طرح باپ اپنی اولاد پر شفیق ہوتا ہے اور وہ انہیں زندگی کے ہر پہلو سے حتی الامکان آگاہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کی محبوب اولاد غلطی سے کسی جال میں پھنس کر دینی یا دنیوی نقصان نہ اٹھائے۔اسی طرح پیغمبر جو اپنی اُمت پر باپ سے ہزاروں درجے زیادہ شفیق اور رحیم ہوتا ہے،اپنی امت کو ہر آنے والی گمراہی سے جسے اس کی نبوی آنکھ دیکھ سکتی ہے اطلاع دے دیتا ہے تاکہ اس کے متبعین غلط فہمی یا غلط روی سے ورطۂ ضلالت میں گر کر خسر الدنیا والاخرہ کا مصداق نہ بنیں۔یہی وجہ ہے کہ آقائے نامدار سرور دوعالم ﷺ نے عنایت،شفقت اور نہایت رافت کے باعث اپنی امت کو آج سے تقریباً چودہ سو سال پیشتر ایک نہایت ہی خطرناک گمراہی سے مطلع فرمایا تھا۔مخبر صادق فداہ ابی و امی نے غیر مبہم الفاظ میں اعلان فرمایا:

وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

یعنی میری امت میں تیس جھوٹے مدعیان نبوت ہوں گے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مگر حضرات کس قدر افسوس اور بربادی کا مقام ہے کہ اس صادق ومصدوق کی تنبیہ کے باوجود آج تک کتنے لوگ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھے کانوں میں روئی ڈالے ”صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ“ کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔

آج ہمارے ملک میں ایک ایسی قوم موجود ہے جو کبھی عہد انگلشیہ میں ہمارے سید و مولیٰ کا طرۂ سیادت اور امتیاز رسالت یعنی ختم نبوت کا تاج تحریروں اور تقریروں سے چھیننا چاہتی تھی۔ اور اب قیام پاکستان کے بعد تو طاقت کے بل بوتے پر اپنے ناپاک عزائم کو پورا کرنا چاہتی ہے۔ مگر یہ تاج تو اس وقت بھی برقرار رہا جبکہ ایک طرف آمنہ کا دلارا تھا تو دوسری طرف عرب کے سارے مشرکین پر جمائے ہوئے تھے۔ ایک طرف نبوت کا شجر نازک تھا تو دوسری طرف مخالفین کے لاتعداد کلہاڑے تھے۔ ایسی پتلی حالت میں اعلان ہوا ''وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ'' وہ نور باوجود رکاوٹوں کے چمکا، بڑھا اور ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جب نور اس وقت نہ بجھا جبکہ حضور ﷺ یکتا و تنہا تھے تو اب اسے بجھانے کی کوشش صرف پاکستان کے اکیس کروڑ مسلمانوں کو ہی چیلنج نہیں بلکہ دنیائے اسلام کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی دینی اور ملی حمیت کو آزمانا ہے۔ مسلمان قتل و قتال کی دھمکیوں سے نہیں ڈرتا، عاشق رسول توپ، تیر و تفنگ کی گرجدار آوازوں سے نہیں دہلتا بلکہ وہ تو بلا و ابتلاء کو عشق رسول ﷺ کا لازمہ سمجھتا ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مسلمان کتنا ہی گناہ گار اور بدکار سہی مگر ابھی تک حب رسول کا جذبہ اس کے دل کی گھاٹیوں میں موجود ہے اور اس دینی انحطاط کے زمانے میں بھی ختم نبوت کی شمع بجھانے کی کوشش کرنے والا کروڑوں پروانوں کو اس کے دفاع یا اس کی دفاعی کوشش میں قربان ہونے والا پائے گا۔

یہ دعوی نبوت کچھ نیا نہیں اس سے پہلے بھی بلفوائے حدیث ایسے متعدد دجال ہو چکے ہیں۔ خود خواجہ دو عالم ﷺ کے زمان میمنت لزوم میں بعض سرپھروں نے ایسے ہی بے پرکی اڑائی تھی کہ جس طرح زمانے نے ان کذابوں کے وجود نامسعود کو صفحہ ہستی سے نابود کیا اسی طرح ان کی نبوت کو بھی ان کے ساتھ پیوند خاک کر دیا۔ ان میں سے بعضوں کو بڑی حیرت انگیز

کامیابیاں ہوئیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ان کے حبالۂ بیعت میں داخل ہوئے۔ مگر جس طرح بارانی سبزی چند روزہ ہوتی ہے اسی طرح یہ موقت روئیدگی بھی حق کی تابش کے ساتھ ’’فاصبح ہشیما تذروہ الریاح‘‘ کا نمونہ بن گئی۔ اسود عنسی، مسیلمہ، سجاح اور طلیحہ اسدی تو حضور ﷺ کے عہد باسعادت میں ہوئے۔

اسود یمن کا باشندہ تھا۔ حضور ﷺ کی مرض الموت میں مرتد ہو کر یمن میں ادائے نبوت کا علم بلند کیا۔ سرور کون و مکان نے انہی ایام میں خواب دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں جس سے آپ کو انقباض ہوا آپ نے پھونک ماری تو معاً دونوں غائب ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں کنگن یہی دو دجال ہیں، ایک مسیلمہ اور دوسرا اسود۔ اسود دعویٰ نبوت کے بعد آندھی کی طرح اٹھا اور تھوڑے ہی دنوں میں حاکمِ یمن شہر بن باذان کو قتل کر کے انا ولا غیری کا نعرہ بجانے لگا۔

یہ سارے واقعات جب سید الکائنات ﷺ کے سمع مبارک تک پہنچے تو فرمایا اسود فلاں روز فلاں مقام پر قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ اسی دن معین مقام پر فیروز بن عاصم کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

مسیلمہ ۱۰ ھجری میں قوم کا نمائندہ بن کر مکہ میں آ کر مسلمان ہوا، جب گھر گیا تو دو قاصدوں کے ذریعے خط بھیج کر نبوت میں شراکت کی التجا کی۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت کھجور کی ٹہنی تھی فرمایا: کہ اگر وہ اس معاملے میں یہ کھجور کی ٹہنی بھی مانگے تو میں اسے نہیں دے سکتا۔ معلوم ہوتا ہے ان خبیثوں نے یہ سمجھا ہوا تھا کہ نبوت بھی کوئی خانہ زاد چیز ہے کہ جس نے چاہا ترقی کر کے حاصل کر لی یا فخر دو عالم ﷺ کی مرضی پر موقوف ہے کہ جسے چاہیں امر نبوت میں شریک کر لیں۔ حالانکہ منصب نبوت عطیہ خداوندی ہے۔ یہ ایک وہبی نعمت ہے، نہ ہی اکتسابی۔ اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔

مسیلمہ نے بھی تھوڑے ہی عرصے میں تعجب خیز طاقت حاصل کی، مگر آخر کار صدیقی خلافت میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اسے جام ہلاکت پلا کر صفحۂ زمین کو اس وجود مردود سے پاک کر دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حالت کفر میں حمزہ جیسے بہترین مسلمان کو شہید کیا اور حالتِ اسلام میں مسیلمہ جیسے بدترین کافر کو قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ اس جرأت کے بدلے میں اس کفارے کو قبول فرمائے۔

سجاح اور طلیحہ بعد میں مسلمان ہو گئے۔ سجاح تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہی مگر طلیحہ اس سے قبل ہی دربار الٰہی میں پہنچ گیا۔ سچ ہے:

”فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْھَبُ جُفَآءً۔ وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ“

عزیز و حضور ﷺ کی ختم نبوت پر حملہ کرنے والا گویا خود حضور ﷺ کی نبوت مطلقہ پر حملہ کر رہا ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کی نبوت مطلقہ اور آپ کی ختم نبوت کچھ الگ الگ چیزیں نہیں کہ ایک کو پارہ پارہ کرنے کے بعد دوسرے کو صحیح و سالم رکھا جا سکتا ہے۔ ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ اب اختتام دنیا تک آپ ہی کی نبوت قائم رہے گی اور اس کے بعد کوئی دوسرا نبی آ کر آپ کی نبوت کا خاتمہ نہ کرے گا۔ اب ایک شخص یوں کہے کہ میں حضور ﷺ کو نبی تو مانتا ہوں لیکن نبوت کا سلسلہ آپ کے بعد بھی جاری رہے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ ایک خاص اور محدود زمانے تک نبی ہیں اس کے بعد تختِ نبوت کسی اور کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اور اس کے نام پر سکہ نبوت مضروب ہو گا تو کیا اس عقیدہ کے ضمن میں حضور ﷺ کی نبوت مطلقہ کا انکار نہیں کیا جاتا؟

اس لیے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ اس پر آشوب و پرفتن وقت میں مذکورہ آیت مقدسہ کی ذرا وضاحت کے ساتھ تشریح کروں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ختم نبوت کا مسئلہ ایک منصوص مسئلہ ہے، جس پر آج تک خلف اور سلف کا اجماع رہا ہے۔ سوائے چند مجہول اور غیر معقول لوگوں کے ساری امت مسلمہ کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ سلسلہ نبوت سرتاج انبیاء اور سرخیل رسول حضرت محمد

ﷺ پر منقطع ہو گیا۔ اب حضور ﷺ کے بعد کسی رنگ میں بھی نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر اور مرتد ہے ''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ'' کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

اس آیت میں رب العزت جل شانہٗ نے تین چیزیں بیان فرمائیں جو بظاہر غیر مرتبط اور ایک دوسرے سے اجنبی معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقت میں وہ ایک دوسرے سے گہرا حکیمانہ تعلق رکھتی ہیں اور انسان جب انہی نکات اور معجبانہ نظام کو دیکھتا ہے تو وہ بطوع وکرہ قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔ آیت میں اول بیان فرمایا کہ سرورعالم ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔

پھر فرمایا: وہ تو خدا کے رسول ہیں اور پھر ارشاد ہوا وہ تو خاتم النبیین ہیں۔

اس آیت کی تشریح وتفسیر اور ربط ونظم بیان کرنے سے پہلے اس کا شان نزول عرض کرتا ہوں تاکہ تفصیل آیت کو سمجھنے میں کسی قسم کا خفا اور ابہام نہ رہے۔ زید بن حارثہ حضور ﷺ کے نہایت پیارے اور آزاد کردہ غلام تھے۔ بچپن میں ایک دن جب وہ اپنی والدہ کے ساتھ اپنے ننھیال کو جارہے تھے تو راستے میں بنو قیس نے قافلے کو لوٹا، مال غنیمت میں حضرت زید بھی تھے جنھیں مکہ کے بازار میں حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے لٹیروں کے ہاتھ سے خریدا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں تو آپ نے ہدیۃً حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ کچھ عرصے کے بعد حضرت زید کے والد کو ان کی غلامی کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنے بھائی کی معیت میں انہیں چھڑانے کے لیے مکہ تشریف لائے۔

جب رحمت مجسم ﷺ سے ملاقات کی اور اپنا مافی الضمیر بیان کیا تو حضور ﷺ نے زید کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ اے زید تمہارا باپ اور چچا تمہیں لینے آئیں ہیں، میں نے تمہیں بلا معاوضہ

آزاد کر دیا ہے۔ اب تمہیں اجازت ہے کہ ان کے ساتھ سدھارو یا یہیں رہو۔حضرت زید کی آنکھوں میں آنسو ابل پڑے،عرض کی حضور باپ اور چچا اور سارے گھر والوں کے ساتھ رہنے کے مقابلے میں آپ کا غلام رہنا پسند کرتا ہوں۔آقائے نامدار ﷺ نے جب زید کی زبان سے یہ جواب سنا تو سینے سے لگا لیا اور فرمایا آج سے تم زید بن حارثہ نہیں بلکہ زید بن محمد ہو۔حضرت زید کے والد اور چچا مجبوراً ان کی رضامندی پر راضی ہو کر چلے گئے۔

مسلمانوں غور کا مقام ہے حضرت زید کے بچپن کا زمانہ ہے مگر پھر بھی وہ ایک طرف تو آزادی پر سید المرسلین ﷺ کی خدمت کو ترجیح دیتے ہیں اور وہ اپنے سارے خون کے رشتوں کو حب نبوی پر قربان کر دیتے ہیں۔

حجۃ الوداع میں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم یمن سے سو اونٹ لائے تو فخر موجودات نے اپنی عمر شریف کے تریسٹھ سالوں کے مقابل میں ۶۳ اونٹ نحر کئے جانے کا حکم فرمایا۔حضرت اسد اللہ اونٹوں کو ایک صف میں کھڑا کر کے ہاتھ میں نیزہ لیے نحر کرنے کے لیے آگے بڑھتے ہیں مگر اونٹ آپ کو آگے بڑھتا دیکھ کر جان بچانے کے لیے پیچھے ہٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔حضور ﷺ حضرت علی کے ہاتھ سے نیزہ لیتے ہیں اور خود اپنے مقدس ہاتھوں سے انہیں ذبح کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔حاضرین نے دیکھا کہ وہی اونٹ جو شیر خدا کے آگے بڑھنے سے پیچھے ہٹتے تھے مدنی تاجدار کے ہاتھ میں نیزہ دیکھ کر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنے سینوں کو پیش کرتے ہیں،گویا زبان حال سے کہتے ہیں کہ حبیب آپ کے ہاتھ سے ذبح ہونے کی لذت پر ہماری زندگیاں قربان ہیں اور آپ کا نحر فرمانا اس حیات مستعار سے ہزار درجہ محبوب ومرغوب ہے

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف

بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

تو جب جانور اس جان جہاں بلکہ جانِ جاں کے ذبح کو حیات پر ترجیح دیں تو پھر انسان کیوں نہ اس در کی غلامی کو باہر کی آزادی بلکہ سلطانی پر ترجیح دے گا۔

حضرت زید نے جو حب رسول کے مقابلے میں جو سب اقارب کو ٹھکرایا اس کی وجہ ایک ہندی شاعر نے نہایت ہی لطیف پیرائے میں بیان کی ہے۔

نین سگا سوئی سگا ہاڑ سگا نہیں ہوئے

ماں بیٹھی تریا چرلے اچرج جگ کو ہوئے

یعنی محبت کا رشتہ ہی حقیقی رشتہ ہے۔ خون کا رشتہ کچھ اتنا وقیع اور قابل اعتناء نہیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ عورت اپنے خون کے رشتوں کو چھوڑ کر اپنے محبت کے رشتے دار خاوند کے پاس چلی جاتی ہے۔

محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے

یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے اعلی ہے

اسی واسطے تو جب حضور ﷺ جنگ احد میں زخمی ہوئے اور دندان مبارک کی شہادت کے ساتھ ساتھ جبین سعادت بھی خون آلودہوئی اور گڑھے میں گر کر جب نبوی چاند نظروں سے اوجھل ہو گیا تو اشقیا نے شہادت کی خبر بے پر کی اڑائی۔ ایک انصاریہ عاشقۂ رسول کو جب مدینہ میں یہ خبر پہنچی تو شمع نبوت کی پروانہ دیوانہ وار گھر سے نکل پڑیں۔ ہر صادر و وارد سے حضور ﷺ کا حال پوچھتی مگر کسی نے تو اسے بیٹے اور خاوند کی شہادت کا بتایا اور کسی نے تو اسے باپ اور بھائی کی موت پر شہادت دی۔ آخر کار اس متقیہ نے بکمال غضب فرمایا: اے لوگو میں تم سے سلسلہ نبوت کی آخری کڑی کی صحت و سلامتی کا پوچھتی ہوں مگر افسوس تم مجھے میرے ابوت نبوت کی کڑیوں کے ٹوٹنے کا حال سنا رہے ہو۔ تھوڑی ہی آگے بڑھیں تو دیکھا کہ سید المرسلین، قلب دفاتر کی تسکین ماتھے پر پٹی

باندھے آہستہ آہستہ تشریف لا رہے ہیں۔ دوڑیں اور قدموں پر نثار ہو کر بولیں

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا

اے شہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

خیر جب زید بن محمد جوان ہوئے تو حضور ﷺ نے عبداللہ بن جحش سے ان کی بہن زینب کی خواستگاری فرمائی۔ حضرت زینب کو جب اس بات چیت کا علم ہوا تو انہوں نے خود سید الکائنات کی خدمت میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ آپ نے میرے لئے ایک آزاد کردہ غلام کو منتخب فرمایا ہے کیا میں آپ کی پھوپھی زاد بہن اور حسب ونسب میں اس سے بدرجہا بہتر نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ سب کچھ درست ہے مگر میں نے اسے ہی تیرے لئے پسند کیا ہے۔ اس جواب سے حضرت زینب کو کمال رنج ہوا۔

”وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ“

کے حکم کے مطابق انہیں چوں و چراں کی کوئی گنجائش نہ رہی اور مجبوراً راضی برضائے رسول ہو کر حضرت زید کے نکاح میں آگئیں۔ اگرچہ حضرت زینب اس وقت تو کچھ مزید عرض نہ کرسکیں مگر شادی کے بعد حضرت زید سے نہ بنی اور بالآخر زید نے انہیں طلاق دے دی۔ چونکہ عرب میں متبنیٰ کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا اور اس لئے اس کی عورت سے نکاح کرنا ایسے ہی حرام سمجھتے تھے جس طرح حقیقی بہو سے۔ کیونکہ یہ آگے چل کر بہت بڑے مفاسد کا منبع بن سکتا تھا اس لئے رب العزت نے اپنے حبیب لبیب کے ذریعے قولاً اور فعلاً اس غلطی کی اصلاح فرمادی۔ ایک طرف تو حکم دیا کہ:

”اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ۔“ یعنی لے پالک لڑکوں کو ان کے حقیقی آباء کی طرف نسبت کر کے بلاؤ۔ یہی بات اللہ تعالیٰ کے قریب قرین انصاف ہے۔

جناب زید بن محمد پھر زید بن حارثہ کے نام سے پکارے جانے لگے اور دوسری طرف عملاً حضور ﷺ کو زید کی مطلقہ حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کر لینے کا حکم ہوا۔ جب حضور ﷺ نے بامر بی ان سے نکاح کرلیا تو کفار اور منافقین نے طعنہ زنی شروع کی کہ دیکھو محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی عورت سے نکاح کرلیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ'' یعنی اے لوگو! حضرت محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔

تو پھر تم کس طرح زید کو حضور ﷺ کا بیٹا قرار دے کر انہیں ہدف مطاعن بناتے ہو۔ آیت کے اس ٹکڑے میں ایک معجزانہ پیش گوئی بھی ہے کہ حضور ﷺ کی نرینہ اولاد نہ رہے گی اگرچہ حضور ﷺ کے تین صاحبزادے ہوئے تھے مگر وہ سب کے سب عالم شیر خوارگی میں انتقال فرما گئے تھے۔ چونکہ وہ حد رجولیت کو نہ پہنچے تھے اس لیے ''مِّنْ رِّجَالِكُمْ'' کا اطلاق ان پر نہیں ہو سکتا۔ حضرت طیب اور حضرت قاسم جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تھے، دو اور تین ماہ کے اندر ہی دار آخرت کو سدھار گئے اور حضرت ابراھیم جو ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھے اٹھارہ مہینے کے ہو کر داغ مفارقت دے گئے۔

اب چونکہ اس ٹکڑے میں ابوت کے للرجال کی نفی کر دی گئی ہے اور نسب ہمیشہ مرد سے چلتا ہے، اس واسطے یہاں کافروں اور منافقوں کا یہ مقولہ ٹھیک ہو جاتا تھا کہ نعوذ باللہ محمد احترم اور ابتر ہیں اور خود اپنی اولاد مذکور تو ہے نہیں اور جسے متبنی بنایا خود ہی اس کے نسب کو باطل کر دیا تھا۔ چونکہ باعث کونین کو ایک گونہ ملال ہو سکتا تھا اس لئے ''لکن'' حرف استدراک لا کر اس شائبہ ملال کو رفع فرمایا کہ اے حبیب اگرچہ آپ کا جسمانی سلسلہ ذکور تو نہیں مگر آپ رسول ہیں اور رسول چونکہ امت کا روحانی باپ ہوتا ہے اس لئے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ جسمانی نسب منتفی ہونے کے باوجود روحانی سلسلہ موجود رہے گا، جس میں کاملین امت نبوی رنگ سے مصبوغ ہو کر ہمیشہ روحانی فرزندی کا مظاہرہ کرتے رہیں گے۔

اب ''ولکن رسول اللہ'' فرما کرا گرچہ جسمانی سلسلہ کی جگہ روحانی سلسلہ تو عطافرما دیا گیا مگر یہ مژدہ بھی کچھ کامل تسلی کا باعث نہ بن سکتا تھا کیونکہ ہوسکتا تھا کہ یہ سلسلہ دوسرے نبی کے آجانے پر منقطع ہو جائے اور وہی اولاد جسے کل تک سیدالمرسلین کی ابوت کا فخر تھا آج اُن کا انتساب دوسرے کی طرف منتقل ہو جائے۔اس لئے خاتم النبیین بڑھا کر یہ مزید فضیلت اور تسلی فرمائی کہ اے حبیب آپ سے پہلے تو ہر رسول کا روحانی نسب دوسرے رسول کی آمد پر منقطع ہو جاتا تھا مگر اب آپ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا کہ آپ کے روحانی سلسلہ نسب کو منقطع کر سکے۔اب آپ کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔یہی اشارہ ہے ''اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ'' میں بھی۔

تو گویا آیت کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ حضور ﷺ کی نرینہ اولاد تو نہیں مگر آپ کا روحانی سلسلہ قیامت تک رہے گا۔آپ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہیں کہ آپ کی روحانی اولاد کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔سچ ہے۔

لانبی بعدی ز احسان خدا است
پردہ ناموس دین مصطفیٰ است

اسی واسطے حضور ﷺ نے حدیث پاک میں اپنی امت کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ'' اور یہی ابوت کریمہ ہی تو ہے کہ جس کی وجہ سے ازواج مطہرات امہات المومنین بن کر ابنائے امت پر ابداً حرام ہوگئیں۔

''وَلَآ اَنْ تَنْکِحُوْٓا اَزْوَاجَہٗ مِنْ بَعْدِہٖٓ اَبَدًا'' اب اس تشریح سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ آیت کے تینوں ٹکڑے کس طرح حکیمانہ طور پر ایک دوسرے کے ساتھ منسلک اور مرتبط ہیں۔ان میں سے کسی ایک ٹکڑے کا بھی اپنی جگہ سے دور کرنا مقصود میں کس قدر فرق پیدا کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے لئے فرمایا ہے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ''یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔

حضورﷺ کے لئے فرمایا:

''وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ''یعنی ہم نے آپ کو رحمت عالم بنا کر بھیجا۔

قرآن پاک کے متعلق فرمایا:

''اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰی لِلْعَالَمِیْنَ ''یعنی یہ قرآن عالم کے لئے نصیحت ہے۔

کعبۃ اللہ کے لئے فرمایا:

''هُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ ''یعنی سارے جہان کے لیے ہدایت ہے۔

کبھی آپ نے ان آیات پر غور فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالی نے اپنی ربوبیت سارے عالم کے لیے عام فرمائی اسی طرح اپنے پیغمبر اپنے قرآن اور اپنے کعبہ کے متعلق وہی الفاظ استعمال فرما کر انہیں بھی ایسا ہی عام فرمایا جتنا اپنی ربوبیت کو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کسی وقت یا جگہ کے ساتھ خاص نہیں کہ اب وہ رب ہے اور آئندہ نہ ہوگا یا یہاں وہ رب ہے اور وہاں نہیں یا اس کے بعد کوئی اور رب آ کر اس کی ربوبیت کو ختم کرسکتا ہے۔ اسی طرح حضور کی نبوت قرآن کی تذکیر اور کعبۃ اللہ کی ہدایت بھی کسی خاص خطہ یا زمان و مکان سے متعلق نہیں بلکہ جس طرح رب کے بعد اور کوئی رب نہیں اسی طرح اس پیغمبر کے بعد اور کوئی پیغمبر نہیں اس کتاب کے بعد اور کوئی کتاب اور اس قبلہ کے بعد اور کوئی قبلہ بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے سارے پیغمبر مخصوص قوموں اور مخصوص طبقوں کی طرف معین زمانوں کے لیے مبعوث ہوئے، نہ ہی انہوں نے اپنے پیغام کی عمومیت اور عالمگیری کا دعویٰ فرمایا اور نہ ہی ان کے پیغام محفوظ اور منقح چھوڑے گئے۔ سارے سلسلہ نبوت میں یہ آخری تاجدار ہی ہیں جنہوں نے بامر خداوندی دعوی فرمایا کہ:

''قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

ڈاکٹر زویمر نے زمانہ ہوا لکھا تھا کہ پیغمبر عربی کا عالمگیر نبوت کا دعویٰ کرنا اس لئے غلط ہے کہ اکناف عالم میں آج تک کتنے علاقے ہیں کہ جو نہ تو پیغام محمدی سے آشنا ہیں اور نہ محمد ﷺ سے واقف۔ اگر یہ عالمگیر پیغمبر تھے تو لازم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی پیغام رسانی کے لیے عالمگیر وسائل بھی پیدا فرماتا۔ تاکہ ہر دشت وکوہ، ہر باغ وراغ، ہر بلدہ وقریہ، بلکہ ہر بحر و برتک ان کا پیغام پہنچ جاتا۔

مگر یہ معترضین آج دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو کس طرح ایک محلہ بنا دیا ہے۔ آج وائرلیس، ریڈیو، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، طیارہ اور ایسی ہی دوسری ایجادات سے دنیا کو اس قدر تنگ کر دیا ہے کہ ادھر سے حضور ﷺ کا پیغام قرآن کی شکل میں پڑھا اور ادھر آناً فاناً ساری دنیا کے اطراف واقطار میں جا ٹکرایا۔ اگر سچ پوچھو تو یہ ساری ایجادات حضور ﷺ کی صداقت ہی کے لیے منصہ شہود پر آئیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو ایسے محیر العقول ذرائع انبیائے سابقہ کے زمانے میں بھی پیدا کرنے میں ایسے ہی قادر تھا جیسا کہ اب ہے، مگر چونکہ انبیائے پیشینہ کا پیغام زمان ومکان کے لحاظ سے محدود تھا اور اس میں احکم الحاکمین نے ساری نسل انسانی کے قویٰ روحانیہ کی تربیت و بالیدگی کا انتظام نہ فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تعلیمات زمانے کا ساتھ نہ دے سکیں اور قلیل مدت میں انسانی ہاتھوں نے انہیں بری طرح مسخ کر کے رکھ دیا۔

یہاں پر بعض لوگوں نے دو اعتراض کیے ہیں ایک تو یہ کہ حضور ﷺ کو رحلت فرمائے ہوئے آج عرصہ ہو گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مبلغ کے بعد اس کی تبلیغ میں ہمیشہ سے تحریفات و تصحیفات ہوتی آئی ہیں تو پھر کیسے ممکن ہے کہ حضور ﷺ کا پیغام تبدل وتغیر سے پاک رہے گا۔ دوسرے یہ کہ نبوت کا جاری رہنا تو مخلوقات کے لئے ایک بہت نعمت اور رحمت ہے۔ باب نبوت کے مسدود ہونے سے مراد یہ ہے کہ ہمیں نبوت کی نعمتِ عظمیٰ سے محروم کر دیا گیا۔

پہلے اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ نے ''ذِكۡرَىٰ لِلۡعَالَمِينَ ''فرما کر دیا ہے۔چونکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غایت ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ مخلوقات تک اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا پیغام پہنچائیں اور ان کے سامنے غلط اور صحیح ،کھرے اور کھوٹے کو تفصیلی طور پر بیان کریں۔حضور ﷺ نے اس پیغام کو قرآن پاک کی صورت میں مخلوقات تک پہنچایا۔چونکہ آپ کی نبوت دوامی ہے اس لیے آپ کی کتاب کو بھی دوامی رکھنے کے لئے معجزانہ ذرائع کے ساتھ محفوظ کر دیا گیا۔یہی وجہ ہے کہ آج قریباً چودہ سو سال منقضی ہونے پر بھی اس کے کسی نقطے یا شوشے میں بھی فرق نہ آسکا۔امت مسلمہ بیسیوں فرقوں میں بٹ گئی مگر قرآن کا آسمانی نسخہ غیر متبدل رہا۔شرق وغرب اور جنوب وشمال میں چلے جاؤ ہر جگہ قرآن کا ایک ہی نسخہ پاؤ گے۔وجہ یہ ہے کہ اگلے صحیفوں کی طرح'' ذِكۡرَىٰ لِلۡعَالَمِينَ ''کی حفاظت کا انتظام انسانی ہاتھوں میں نہ دیا گیا بلکہ اس کی حفاظت ''خالق الارض والسماوات'' نے خود اپنے ذمہ لی اور فرمادیا:

''اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ''۔یہی وجہ ہے کہ انقلابات عالم نے صفحۂ زمین پر عجیب وغریب نیرنگیاں دکھائیں مگر ایک قرآن ہے جو آج تک الآن کما کان کے شانِ عالیشان سے آراستہ ہے۔ادائے اسلام نے امت مسلمہ کے مایۂ فخر ومباہات کے تارو پود بکھیر دیے مگر قرآن ہمیشہ ان اشقیاء کی دسترس سے حفاظت ربانی کے حصن حصین میں محفوظ رہا،تو اب جبکہ حضور ﷺ کا ہدایت نامہ غیر متبدل غیر موقت اور دامی و ابدی ہے تو پھر حضور ﷺ کے انتقال مکانی سے آپ کے پیغام میں خلل کیسے واقع ہوسکتا ہے جس طرح چودہ سو سال کے طویل عرصے میں معبودِ لایزال نے اس کو تحریفات وتغیرات سے پاک رکھا اسی طرح آئندہ بھی اپنے وعدۂ سینہ کے مطابق اسے تبدل وتغیر سے مصوٓن رکھے گا۔

باقی رہا یہ خیال کہ ہم سلسلۂ نبوت کے ختم ہوجانے سے نعمتِ نبوت سے محروم کر دئے گئے۔نہیں ہم محروم نہیں ہوئے بلکہ نبوت کی نعمت ہمارے پاس نہایت اعلیٰ اور افضل ترین

صورت میں موجود ہے۔نبی کی ضرورت ہمیشہ یا تو اگلی تعلیم کے محرف ومبدل ہو جانے سے ہوتی ہے اور مخاطبین کے قویٰ روحانیہ یا ضروریاتِ یومیہ میں ترقی آجانے سے۔تاکہ نبی آکر تحریف و تصحیف کے رنگ کو دور کرکے ہدایت کو اصلی روپ میں پیش کرے اور ناقص کی جگہ کامل تعلیم پیش کر کے مخلوقات کی روحانی تربیت کا انتظام کرے۔مگر یہاں تو دونوں صورتیں نہیں۔نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیفہ مبارکہ محرف ہوا اور نہ ہی ''اَلۡیَوۡمَ أَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ أَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡإِسۡلَامَ دِیۡناً'' کے بعد تکمیل انسانیت کے کسی شعبہ کو تشنہ بیان چھوڑا گیا۔رب العالمین نے رحمۃ اللعالمین کو ذکری العالمین کا وہ کامل و مکمل نسخہ دیا کہ اب اس کمال نبوت اور اکمالِ دین کے بعد پھر نبوت کی التجا کرنا گویا سورج کی موجودگی میں چراغ کی تمنا کرنا ہے۔

''اَلۡیَوۡمَ أَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ'' کی آیت متذکرہ خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کی زبردست دلیل ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دسویں ہجری میں جب حج فرمایا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں، کیونکہ آپ نے اس میں کچھ ایسے وداعی اور رخصتی کے کلمات فرمائے کہ جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ شاید اب آپ امت مرحومہ کو داغ جدائی دینے والے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''لِتَأۡخُذُوۡا مَنَاسِکَکُمۡ فَإِنِّی لاَ أَدۡرِی لَعَلِّی لاَ أَحُجُّ بَعۡدَ حَجَّتِی هَذِهِ''(صحیح مسلم: باب استحباب رمی جمرۃ، رقم: ۳۱۹۷)

اسی حج میں جمعہ کے دن عصر کے وقت عرفات کے میدان میں جبکہ آپ اپنی محبوب اونٹنی قصوٰی پر سوار تھے، آیت بالا نازل ہوئی۔قصوٰی جیسی مضبوط اونٹنی بھی بارِ وحی سے سنبھل نہ سکی اور اگلے زانو زمین پر ٹیک دیئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی تو باوجود سردی کے آنحضرت کی جبین مبین سے پسینے کے قطرات ٹپکنے لگتے۔رنگ مبارک

سرخ ہو جاتا اور سانس میں تیزی اور بلندی ہو جاتی ۔نزول وحی کے وقت اگر آپ سواری پر ہوتے تو وہ سواری وحی کے بوجھ سے گر جاتی ۔مگر حضور ﷺ کی سواری جس کا نام عضبا یا قصویٰ تھا اپنے اگلے پاؤں خم کر دیتی، جس سے گرنے سے بچ جاتی اور بتکرار تجربہ سے یہ اس کی عادت ہوگئی تھی ۔ چنانچہ عرفات میں جب قصویٰ نے اپنے زانو ٹیک دیے اور چہرہ انور پر وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے تو حاضرین دم بخود ہو کر متوجہ کھڑے ہو گئے انہیں انتظار تھا کہ رب الارباب پردۂ غیب سے اب کیا ارشاد فرماتا ہے؟ جب افاقہ ہوا اور آپ عالم ناسوت میں آئے تو زبان فیض ترجمان پر جاری تھا ''اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ۔۔الخ''،یعنی آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری اتار دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: حضرت ابو بکر صدیق اس اکمال دین کی خوشخبری کو سن کر نہایت غمزدہ ہوئے اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔بعض صحابہ نے کہا کہ صدیق یہ غم کا مقام تو نہیں بلکہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمارے دین کو کامل فرما کر قرآن پاک کی نعمت مکمل فرمائی ۔حضرت صدیق رضی اللہ تعالی عنہ آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے اے یارو!! اس آیت میں فراقِ یار کی بو آرہی ہے ۔اب جب دین مکمل ہوگیا اور نعمت پوری اتر چکی تو اب وہ واسطہ جس کے طفیل سے تکمیل دین تتمیم نعمت ہوئی کس طرح تمہارے پاس چھوڑا جائے گا ۔مکان مکمل ہو گیا تو اب معمار کا کیا کام؟ حقیقتاً ایسا ہی ہوا اور حضور ﷺ اس آیت کے نزول کے بعد صرف ۸۰ دن عالم دنیا میں تشریف فرمانے کے بعد داغ مفارقت دے گئے ۔

عزیزو اب سوچو تو سہی کہ جب دین کامل ہوگیا اور نعمت مکمل ہوگئی اور اس نعمت کی حفاظت کا ذمہ ''اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ'' فرما کر رب العزت نے خود اپنے ذمے لے لیا تو اب وہ کون سی کمی ہے جسے کوئی نبی آ کر پوری کرے گا ۔اسی واسطے اللہ تعالی متقین کی شان میں فرماتا ہے کہ:

''وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ

’’(البقرۃ:۴)

یعنی متّقی وہ ہے جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ پر نزول ہوا اور ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اور کتب سابقہ پر ایمان لانے کا فرمایا مگر ’’من بعدك ‘‘نہ فرمایا کہ متقین آپ سے پیچھے آنے والی ہدایت کی حقانیت پر ایمان لاتے ہیں بلکہ فرمایا کہ قرآن اور پہلے صحفِ سماویہ پر ایمان لانے کے بعد قیامت کا بھی یقین رکھتے ہیں۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ اب قرآن کے بعد کوئی اور کتاب یا ہدایت نہ آئے گی بلکہ اب اس کے بعد تو قیامت ہی ہوگی تو گویا دوسرے الفاظ میں اب قرآن تا قیامت رہے گا اور قرآن لانے والے سرور کونین ﷺ کی نبوت بھی تا قیامت رہے گی۔

اب میں خصوصیت سے لفظ خاتم پر بحث کر کے مضمون آیات کو ختم کرتا ہوں۔ختم کا لفظ دو طریقوں سے پڑھا گیا ہے۔ایک تائے کی فتح سے دوسری تائے کی زیر سے۔اگر کسرہ سے پڑھ کر اسم فائل بنائیں تو پھر تو معنی میں کسی قسم کا خفا نہیں رہتا۔خاتم النبیین یعنی نبیوں کا ختم کرنے والا۔لیکن اگر فتحہ سے پڑھا جائے جیسا کہ قرأتِ مشہورہ ہے تو علم ادب کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خاتم کو کسی قوم کی طرف سے مضاف کیا جائے تو اس کے معنی آخر ہی ہوتے ہیں۔جیسے خاتم القوم،قوم کا آخری فرد۔خاتم الرجال، آخری مرد۔اسی طرح خاتم النبیین کا معنی ہوگا آخرہم۔لغوی لحاظ سے خاتم کے دو مشہور معنی ہیں۔

(۱) مہر (۲) انگوٹھی

اگر خاتم کے معنی (مہر) لیے جائیں تو اس کا معنی ہوگا نبیوں کی مہر۔جس طرح کسی خط کو مصدق کرنے کے لیے آخر میں مہر ثبت کی جاتی ہے،اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے منتہائے سلسلہ پر حضور ﷺ کو مہر کی طرح ثبت فرمایا گیا۔تاکہ سارے مرسلین کی تصدیق فرمائیں اور دنیا پر ظاہر

کر دیں کہ وہ سب کے سب دربارِ ربی کے فرستادہ تھے اوران سب پر ایمان لانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کے میری نبوت پر۔

ارشادفرمایا:

''آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ''۔(البقرۃ:۲۸۵)

یا جس طرح خط کے آخر میں مہر لگا کر مضمون خط کو بند کیا جاتا ہے تاکہ اس میں اب اورکسی قسم کی ایزادی نہ ہو،اسی طرح آپ سلسلہ انبیاء کے آخر میں مہر کادرجہ رکھتے ہیں۔اب آپ کے ساتھ مضمونِ نبوت کو بند کر دیا گیا۔آپ کے بعد اب اورکوئی نبی نہ آئے گا۔چنانچہ امام راغب نے خاتم النبیین کے یہی معنی کئے ہیں یعنی''ختم النبوۃ ای تمّمھا''۔

اوراگر خاتم کے معنی (انگوٹھی) کے لیے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انگوٹھی انگلی کے تمام ماتحت مقام کا احاطہ کرلیتی ہے اوراس کا سرا اس کی انتہا سے مل کر ایک گول چکر بنا لیتا ہے کہ جس کے اندر انگلی کا ملموسہ مقام سب محاط ہو جاتا ہے۔اسی طرح حضوراکرم ﷺ بھی سارے سلسلہ انبیاء کو انگوٹھی کی طرح گھیرے ہوئے ہیں۔نبوت کی ابتدا بھی آپ سے ہوئی اورانتہاء بھی آپ سے۔حضور ﷺ فرماتے ہیں:

''كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ ''یعنی میں آدم کی پیدائش سے پہلے نبی تھا۔

گویا تخلیق کے لحاظ سے حضور ﷺ سب سے اوّل تھے مگر بعثت کے لحاظ سے سب سے آخر۔اسی واسطے آپ ﷺ نے فرمایا:

''انا العاقب''اورساتھ ہی (عاقب) کی خود ہی تفسیر فرمائی کہ''والعاقب الذی لیس بعدہ نبی''یعنی میرا نام عاقب ہے اورعاقب وہ ہے کہ جس کے بعد اورکوئی نبی نہ ہو۔

اب ابتدا کو انتہاء سے ملائیں تو یہ ایک چکر یا انگوٹھی بن جاتی ہے کہ جس کے اندر جملہ انبیاء علیہم

السلام محاط ہو جاتے ہیں۔ حضورﷺ نے مسئلہ ختم نبوت کے کسی پہلو کو تشنہ بیان نہیں چھوڑا بلکہ ان علمی نکات کے علاوہ عوام کے لئے ایسی عام فہم مثالیں بھی پیش فرمائیں کہ معمولی سے معمولی عقل کا انسان بھی اسے سمجھنے کے بعد کسی قسم کے دام تزویر میں نہیں پھنس سکتا۔ حضور اکرم سرور عالمﷺ نے فرمایا: ''مَثَلِي وَمَثَلُ الأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ أُحْسِنَ بِنَاؤُهُ وَتُرِكَ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَيَطُوفُ النَّاظِرُونَ يَعْجَبُونَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهِ إِلا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ لا يَعِيبُونَ غَيْرَهَا فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَتَمَّ الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِيَ الرُّسُلُ'' اور دوسری حدیث میں فرمایا: ''فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ''۔ اس مثال میں حضورﷺ نے نبوت کو ایک محل سے تشبیہ دی ہے کہ جس کی ساری عمارت مکمل ہو چکی ہے مگر صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی حضورﷺ فرماتے ہیں میں ہی وہ اینٹ تھا کہ جس کی جگہ قصر نبوت میں خالی تھی۔ میں آیا اور میں نے آ کر عمارت کو مکمل کر دیا، اور پھر اسی پر ہی بس نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ عمارت کے مکمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب میرے ساتھ سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا گیا۔ ایک حدیث میں ''ختم بی الرسل'' فرمایا کہ میرے ساتھ رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا، مگر چونکہ اس میں ابہام تھا کہ شاید اگر رسول نہ آئیں تو نبی تو آسکیں گے کیونکہ ہر نبی رسول تو نہیں ہوتا۔ اس لیے دوسری حدیث میں حضورﷺ ''وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ'' فرما کر قرآن کی طرح نبوت و رسالت دونوں کا خاتمہ کر دیا۔ اب اگر کوئی شخص دعویٰ نبوت کرتا ہے تو پھر اس قصر نبوت کی کسی اینٹ کو اکھاڑ کر ہی اپنی اینٹ جمائے گا۔ ورنہ اس محل میں نہ تو اب گھسنے کا کوئی امکان ہے اور نہ امکان ہوگا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تشریعی نبی تو نہ آئے گا مگر غیر تشریعی آسکتا ہے۔ اور وہ خاتم النبیین کے منافی نہیں۔

لیکن اگر وہ خاتم النبیین کے لفظ پر غور کرتے تو ایسے صریح دھوکے اور فحش غلطی کا شکار نہ ہوتے۔ تو رب العزت جل وعلا نے خاتم المرسلین نہیں فرمایا بلکہ خاتم النبیین فرمایا۔ چونکہ نبی کا لفظ

عام ہے اور رسول یعنی صاحب شریعت اور غیر رسول یعنی غیر تشریعی دونوں پر شامل ہے۔اس لیے عام کو اختیار فرما کر تشریعی اور غیر تشریعی دونوں کی جڑ کو کاٹ کر رکھ دیا۔

اور اس وضاحت کی مؤید ہے وہ حدیث کہ جس میں حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو بمنزلہ ہارون قرار دیا ہے آپ نے فرمایا:

"أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلاَّ أَنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي "یعنی اے علی تو میرے نزدیک ایسا ہے جیسے ہارون کا موسی کے پاس درجہ تھا لیکن ہاں اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور یہ ظاہر ہے کہ موسٰی تو صاحب شریعت نبی تھے۔آپ ہی مہبط وحی اور صاحب تورات تھے۔ حضرت ہارون بھی اگر چہ نبی تھے مگر غیر تشریعی۔کیونکہ نہ تو مستقلاً صاحب کتاب تھے اور نہ صاحب شریعت۔تو اب حضور ﷺ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ہارون جیسا مرتبہ دے کر پھر"إِلاَّ أَنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي "فرمانا گویا ہارون علیہ السلام کی نبوت جیسی غیر تشریعی نبوت کو منفی فرمانا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ فخر موجودات سید کائنات محمد رسول اللہ علیہ الف الف سے تحیات کے بعد کوئی بھی تشریعی یا غیر تشریعی نبی نہ ہوگا۔اب حضور ﷺ کے بعد کسی رنگ میں بھی نبوت کا دعوٰی کرنے والا کذاب اور افاک ہوگا۔

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد　　　بر رسول ما رسالت ختم کرد

اللهم ارزقنا حبك وحب حبيبك وحب من يحبك وحب عمل يقربنا الى حبك

الحمد للہ رب العلمین۔

آیت ختم نبوت ایک محققانہ جائزہ

از قلم

مبلغ افریقہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت
علامہ مفتی قاضی انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ
(1908ء تا 1981ء)
شمس آباد ضلع اٹک پنجاب پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم O

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْماً (الاحزاب ۴۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرما کر ختم نبوت کا اعلان فرمایا۔ یعنی آپ رسول اللہ ہیں اور صرف اللہ کے رسول ہی نہیں خاتم النبیین بھی ہیں یعنی رسول تو سب ہیں مگر ختم نبوت کا تاج صرف میرے محبوب کے سر سجایا گیا۔

قارئین کرام! قرآن، حدیث، اجماع تینوں لحاظ سے اُمت کا اس بات پر عقیدہ ہے کہ ہمارے محبوب پیغمبر ﷺ پر ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اگر کوئی شخص اس عقیدہ کے خلاف یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد بھی نبوت کا دروازہ کھلا ہے تو تمام محدثین، مفسرین اور علمائے اُمت کے نزدیک وہ دائرہ اسلام سے خارج تصور کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پر ہم جتنا بھی اپنے رب کا شکریہ ادا کریں کم ہے جس رب العلی نے اپنے رحم و کرم سے ہمیں ایسی ہستی عطا فرمائی جو صرف رسول رحمت ہی نہیں خاتم النبیین کے لقب سے مقلب ہیں جس کے ذریعہ دین اسلام اتمام و اکمال کی منزل پر پہنچایا۔ المختصر پہلی صدی سے لے کر آج تک پوری اسلامی دنیا متفقہ طور پر خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہی سمجھتی رہی ہے اور اسی عقیدہ اسلامی کی بنا پر مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکے پیچھے چلنے والوں کو ستمبر ۱۹۷۴ء میں بالاتفاق کافر اور اسلام سے خارج قرار دیا۔

آنحضرت ﷺ نے جہاں اُمت کے متعلق اور پیش گوئیاں بھی فرمائی تھیں جیسا کہ صحیح مسلم کی صحیح حدیث میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ پیش گوئی ہے کہ! آئندہ میری اُمت میں تیس سخت جھوٹے دجال پیدا ہوں گے۔ ان میں ہر ایک اپنے متعلق یہ کہے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں سب نبیوں سے آخر میں آیا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضور کی بیان کردہ پیشگوئی کے مطابق چودھویں صدی میں ایک بار پھر یہ فتنہ مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت کی صورت میں ظاہر ہوا۔قرآن مجید کی مذکورہ آیت کریمہ کی موجودگی میں جب اس نے دیکھا کہ میری جھوٹی نبوت کا دعویٰ کامیابی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا تو اس نے اس آیت کریمہ کے معنی میں تحریف سے کام لیتے ہوئے خاتم النبیین میں خاتم کا معنی مہر مراد لیا اور اعلان کیا کہ حضور کے بعد حضور کی مہر نبوت سے حضور کے بعد بھی انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔اسطرح مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکے متبعین نے تصریحات قرآن کے خلاف سینکڑوں احادیث اور ائمہ تفسیر کے خلاف جسارت سے کام لیتے ہوئے اسکا یوں ترجمہ کر دیا۔

حالانکہ وہ عربی لغت اور قواعد سے آج تک نہ ثابت کر سکے اور نہ ایسا کر سکیں گے کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر سے انبیاء بنتے ہیں۔یا پھر قرآن مجید کی کسی آیت یا ذخیرہ احادیث میں سے متواتر یا مشہور حدیث ہی نہیں ضعیف سے ضعیف حدیث سے بھی یہ ثابت کریں کہ خاتم النبیین کا معنی مرزا کے بیان کردہ معنی سے مطابقت رکھتا ہے۔بلکہ اسکے برعکس قرآن مجید کی آیات کریمہ حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے صاف صاف ارشادات ائمہ تفسیر کے واضح بیانات اور لغت عرب کا صاف وشفاف فیصلہ سب کے سب اس بیان کی تردید کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جو علامُ الغیوب ہے نے سینکڑوں آیات کریمہ میں اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر روشنی ڈالی ہے۔

نمونے کے طور پر ہم اس اختصار سے اسکا ذکر کرتے ہیں۔قرآن مجید کے چھٹے پارے ''اَلْیَوْمَ '' سے لے کر'' رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا '' کی آیت پیش کرتے ہوئے اپنے مؤقف کی وضاحت کرتے ہیں جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ یہ آیت کریمہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفہ کے دن جمعہ کو نازل ہوئی۔آنحضرت ﷺ اس آیت کے نزول کے بعد تقریباً اکیاسی روز اس عالم فانی میں رہے اور عموماً علماء نے اسی آیت کو آخری آیت قرار دیا ہے۔یہ آیت مسلمانوں کے

لیے ایک نہایت شاندار فضیلت کو بیان کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لیے دین کو ہر لحاظ سے مکمل کر دیا ہے۔یعنی اب نہ کسی نئے نبی کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی کسی اور دین کی۔یہ آیت مسئلہ ختم نبوت کے لیے ایک روشن دلیل ہے کیوں؟ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دین کے بعد کوئی دین اور حضور کے بعد کوئی نبی تا قیامت پیدا نہ ہوگا۔ختم نبوت کے سلسلہ میں قرآن مجید کی آیات کریمہ جو علماء نے تقریباً سو کے قریب بیان کی ہیں اگر ان تمام آیات کو سامنے رکھا جائے اور حسد، بغض اور عناد سے پاک وصاف ہو کر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کی جائے تو غیر تشریعی ظلی اور بروزی نبی کی آمد کی مکمل نفی ثابت ہو جاتی ہے۔اسی طرح حضور ﷺ کے ارشادات جو آپ نے ختم نبوت کے سلسلہ میں بیان فرمائے اس امر کی وضاحت فرماتے ہیں کہ آپ آخری نبی ہیں۔

(۱) عالیشان محل والی حدیث (۲) حضور ﷺ کو چھ باتوں میں فضیلت والی حدیث

(۳) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ۔پہلے آدم آخری میں والی حدیث

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد۔حضور ﷺ کے دونوں شانوں میں مہر نبوت اور آپ خاتم النبیین۔والی حدیث

(۵) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ۔اللہ کے نزدیک خاتم النبیین اس وقت لکھا ہوا تھا کہ حضرت آدم ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔والی حدیث

(۶) حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ خطبہ حجۃ الوداع۔نہ میرے بعد کوئی نبی اور نہ تمہارے بعد کوئی اُمت۔والی حدیث

حضور ﷺ پوری انسانیت کے لیے کتاب ہدایت لے کر آئے آپکی تشریف آوری سے ہدایت کا سلسلہ اپنے اتمام کو بھی پہنچا اور اختتام کو بھی۔الیوم سے لیکر رَضِیْتُ لَکُمُ الاسلامَ دِیْنًا دین مکمل نعمت مکمل اور اسلام پر رضائے الٰہی کا واضح اظہار رسول اللہ کے آخری نبی اور رسول

ہونے کا اعلان ہے۔اب کسی نبی یا رسول کی ضرورت نہیں رہی اس لیے احکام الٰہی فرائض و واجبات کی حد تک مکمل کر دیئے گئے۔اب حضور ﷺ کی زندگی ہی دائمی دستور حیات ہے۔اور یہی شرف انسانیت کا ضامن ہے کہ حضور ﷺ کی آمد سے بین الاقوامیت کا تصور ابھرا۔ایک مرکز ایک اسوہ اور ایک صحیفہ ہدایت نے نسل انسانی کو وحدت آشنا کر دیا۔جیسے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

فرما دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔

اب انسان کو رشد و ہدایت صرف ایک ہی ذات کریمہ سے ملے گی جو تخلیق میں سب سے پہلے تھا اور ظہور میں سب سے آخر۔اسی عقیدے کو ایمان کی اساس بنانا ہے اور اطاعت و پیروی سے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات پر عمل کرنا ہے۔کیونکہ اسی میں پوری انسانیت کی بھلائی ہے اور اسی میں دینوی و اُخروی نجات و کامیابی ہے۔سلف وخلف اور تمام اہل حق اس بات پر پوری طرح متفق ہیں کہ نبوت وہبی ہے اکتسابی نہیں یعنی کوئی شخص اپنی محنت سے مرتبہ نبوت پر فائز نہیں ہو سکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے وہ عظیم ہستی جس عظیم ہستی کو چاہتی ہے مختص کر لیتی ہے۔اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ۔امام ابن کثیر نے لکھا ہے!

وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کی آیت کریمہ مسئلہ ختم نبوت میں نص قطعی ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی سلسلہ نبوت میں داخل نہیں سکتا اور جب نبی نہیں ہوسکتا تو رسول کس طرح بن سکتا ہے کہ رسالت تو نبوت سے بلند درجہ رکھتی ہے۔امام ابن کثیر نے اس مقام پر اس آیت قدسی کیساتھ بکثرت احادیث صحیحہ اور متواترہ ذکر فرمائیں جن میں آنحضرت ﷺ نے اُمت کو آگاہ فرمایا ہے کہ نبوت کا مجھ پر اختتام ہوا۔اب میرے بعد نہ کوئی نبی ہوگا نہ رسول ہوگا۔مثلاً جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے واسطے چند نام ہیں میں محمد ہوں، احمد ہوں، اور ماحی ہوں

کہ اللہ تعالیٰ نے میری ہی ذات سے کفر کو محو فرمایا اور میں حاشر ہوں کہ میرے ہی قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا۔ اور میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔

امام غزالی نے کتاب الاقتصاد میں لکھا!

قولہ تعالیٰ وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ نص صریح محکم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا اور یہی احادیث متواترہ سے ثابت ہے اسی پر سلف اور خلف اور تمام اُمت کا اجماع قطعی ہے۔

مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت

ازقلم

مبلغ افریقہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

علامہ مفتی قاضی انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ

(1908ءتا1981ء)

شمس آباد ضلع اٹک پنجاب پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ختمِ نبوت کا مسئلہ چونکہ نہایت اہم ہے اور آج کل کے بعض فرقوں نے اس کو موڑ توڑ کر ایسی دور از کار تاویلیں کی ہیں کہ سطحی نظر کے انسان کا اُن کے جال میں پھنس جانیکا قوی خدشہ ہے۔ اس واسطے اس مسئلہ کی توضیح، اس کی اہمیت اور ضرورت کو دیکھ کر بیان کی جاتی ہے۔

حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ ایک قوم یا ایک ملک یا ایک نوع کی طرف پیغمبر ہو کر نہیں آئے بلکہ آپ تمام مخلوقات اور عالم کیلئے رسول بنا کر بھیجے گئے اور پھر یہی نہیں بلکہ جس طرح آپکی دعوت کسی خاص ملک یا قوم میں محدود نہیں اسی طرح آپکی نبوت و رسالت کا زمانہ بھی محدود نہیں۔ یہ نہیں کہ اگلے پیغمبروں کی طرح ہزار دو ہزار برس بعد نبوتِ محمدیہ ﷺ کے زمانہ کو ختم کر کے کسی دوسرے نبی کو مبعوث کیا جائیگا۔ نہیں بلکہ جیسا آپکو تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اسی طرح آپکے زمانہ نبوت کو بھی تا قیامت تک لمبا کر دیا گیا۔ آپ ﷺ سید المرسلین ہونیکے علاوہ خاتم النبین بھی ہیں۔ آپ کے بعد کسی شخص کو بھی اب دنیا میں بحیثیت نبی کے نہیں بھیجا جائے گا۔

مطلق نبوت کی ضرورت کا بیان:

ختمِ نبوت کے متعلق کچھ بیان کرنے سے پہلے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ مطلق نبوت کے متعلق کچھ عرض کروں تا کہ ختمِ نبوت کا مسئلہ جو کہ مطلق نبوت کے سمجھنے پر موقوف ہے بخوبی ذہن نشین ہو سکے۔ پہلے یہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا۔ اور اسے طرح طرح کی نعمتوں سے نواز کر خلافتِ ارضی کا تاج پہنایا۔ جس کی وجہ سے انسان پر ایسے منعم و محسن کا شکریہ ادا کرنا اور اُس کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ٹھہرتا ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ ایک انسان جب اپنے جیسے انسان کی رضامندی بغیر اُس کے بتائے ہوئے حاصل نہیں کر سکتا۔ تو پھر اُس خدائے لایزال اور مالک بے مثال کی رضا و غیرِ رضا بغیر اُس کی ہدایت کے کیسے معلوم کر سکتا اس واسطے ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا و غیر رضا سے اس انسان ضعیف البیان کو مطلع فرماتا رہے تا کہ وہ فرمانِ

عالیشان کے مطابق عمل کر کے رضامندی حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکے۔مگر یہ ظاہر ہے کہ ہر کس و ناکس بالمشافہ اس اطلاع کو حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی ہر کس و ناکس کو منہ لگانا شانِ شہنشاہی کے مناسب ہے اس واسطے!

''يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ''۔(النحل:۲)

ملائکہ کو ایمان کی جان یعنی وحی لے کر اپنے جن بندوں پر چاہے اتارتا ہے۔

کے مطابق وہ اپنے حکم سے فرشتوں کو وحی دیکر بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں نازل فرماتے ہیں اور وہ بندہ نہایت مقرب، نہایت مقدس اور معصوم ہوتا ہے۔جسے اصطلاحِ شرع میں نبی یا رسول کہتے ہیں۔تمام انبیا اور رسول اصول یا دین میں متفق ہیں ہاں فروع یا شریعتوں میں اختلاف ہے۔ایک رسول کے وقت کچھ شریعت تھی تو دوسرے کے وقت وہ منسوخ ہو کر کچھ اور آگئی۔

نسخِ شرائع غزارتِ علم پر دلالت کرتا ہے:

اس نسخ سے جیسا کہ پہلے مفصل بیان ہو چکا ہے۔علمِ الٰہی پر کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہو سکتا جیسا کہ بعض کم فہم لوگ کہا کرتے ہیں۔کہ اس سے تو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا علم ناقص ٹھہرتا ہے۔کیوں نہ اُس نے ایک ہی دفعہ ایسی کتاب یا قانون بھیجا کہ جو تا قیامت چل سکتا۔بار بار کی ترمیم و تنسیخ علم کی کمی پر دلالت کرتی ہے۔اور یہ اعتراض وارد نہ ہوسکنے کی وجہ یہ ہے کہ رب العزت حکیم ہیں اور اُن کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں۔دیکھو طبیب ایک مریض کے لئے ابتداء میں ایک نسخہ تجویز کرتا ہے مگر چند روز کے بعد مریض کی حالت کو متغیر پا کر وہ اپنے نسخے میں بھی تبدیلی کر دیتا ہے اور اسی طرح وہ اس تغیر و تبدل کو جاری رکھتا ہے۔تا آنکہ مریض بالکل صحت یاب ہو جاتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اس انسان کے عقلی، ذہنی، جسمانی اور روحانی امراض کے حالات و واقعات کے مطابق اپنے نسخۂ ہدایت کو تبدیل فرماتا رہتا ہے۔جس طرح طبیب کا نسخہ بدلنا

اُس کی حذاقت و مہارت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا نسخۂ ہدایت میں تبدیلی فرمانا اُس علیم کے علمِ بے پایاں پر دلالت کر رہا ہے۔

نسخ کی ضرورت پر عقلی دلائل:

اور دیکھئے ایک بچہ کی پیدائش سے بلوغ اُس کی خوراک و پوشاک بدلتی رہتی ہے۔ جب بچہ بالغ ہو جاتا ہے۔ تو پھر اُسے کوئی عاقل بھی ماں کے پستانوں سے دودھ پینے یا بچپن کی پوشاک پہننے کو مشورہ نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اس انسان کو وہی روحانی غذا جو اسے عالمِ طفولیت میں آدم علیہ السلام کے زمانے میں دی جاتی تھی سنِ بلوغت میں استعمال کرنے کی صلاح دینا کس طرح دانشمندی کہلائی جا سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ شرائع کا بدلنا اور نسخۂ ہدایت کا تبدیل کرنا عین حکمت کے اصول پر مبنی ہے۔

نسخ ضرورت کی مطابقت کا دوسرا نام ہے:

اب پھر اسی بچہ کی مثال کو لیجئے۔ دیکھو جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ تو قدرت اُس کیلئے غذا کا یہ انتظام کرتی ہے کہ عورت کا وہ خون جو ماہواری کی صورت میں خارج ہوا کرتا تھا اُس کی خوراک میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ جب حمل پوری مدت کا ہو جاتا ہے تو قضا و قدر کے کارندے اسے دنیا میں لاتے ہیں۔ اب وہ پہلی خوراک منقطع ہو جاتی ہے اور زندگی کا دوسرا دور شروع ہونے کی وجہ سے غذا کا طرز بھی بدل جاتا ہے۔ اب اُسی خون کو سفید، لذیذ اور مقوی بنا کر ماں کے پستانوں سے بچہ کو پلایا جاتا ہے۔ پھر جب دو برس ہو جاتے ہیں اور کھانے کے لئے دانت عنایت کر دیئے جاتے ہیں تو بتدریج چھاتیوں کی نہروں کو بھی خشک کر دیا جاتا ہے۔ اب پہلے نرم اور زود ہضم غذائیں کھاتا ہے۔ پھر جب معدہ میں دیر ہضم اور ثقیل چیزوں کے لینے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اس طرح کی خوراکیں بھی کھانی شروع کر دیتا ہے۔ اب جبکہ قدرت بتدریج اُس کو حد بلوغ تک پہنچا دیتی ہے اور اُسے تمام ضروریات عطا کر دیتی ہے تو پھر اسے اسباب ظاہری کے حوالے کر کے براہ راست غذا پہنچانے کے سلسلے کو منقطع کر دیتی ہے۔ اب یہ نہیں

ہوسکتا کہ بالغ ہونے کے بعد بھی کسی انسان کو آنول نال یا پستانوں سے خوراک دی جائے نہیں بلکہ اب اُسے حکم ہوتا ہے کہ ہمارے دیئے ہوئے اسباب کو استعمال کر کے خوراک حاصل کر۔ اب عقل سے سوچ، پاؤں سے چل، ہاتھوں سے کما اور دانتوں سے چبا۔ جب تک تیرے پاس اسباب نہ تھے یا تو ان کے استعمال کرنے پر قادر نہ تھا تو ہم نے تجھے براہ راست بلا کسب و اکتساب کے غذا بہم پہنچائی۔ اب جبکہ اسباب دیگر اسباب کی قدرت بھی دیدی ہے تو اب ان سے کام لے کر اپنی ضروریات کو پورا کر۔

جسمانی غذا کے طریقے پر روحانی غذا کا انطباق:

یہ طریقہ تو تھا جسمانی غذا کا، بعینہٖ یہی طریقہ روحانی غذا کا بھی ہے۔ لہٰذا اس جسمانی غذا پر روحانی غذا کو منطبق کر کے ختمِ نبوت کے مسئلہ کی تشریح کرتا ہوں۔

دینِ فطرت یا مذہبِ اسلام کا بچہ جب تک صغیر السن تھا تب تک اس کی پرورش کا انتظام قدرت نے دایہ وحی کے ہاتھ میں دیئے رکھا۔ لیکن جب یہ بچہ حدِ کمال کو پہنچ گیا اور قدرت نے صاف اور صریح الفاظ میں فرمایا کہ!

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلٰمَ دِيْنًا ؕ۔ **(المائدہ:۳)**

یعنی آج میں نے تمارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور مذہب اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا

تو جس طرح ایک بالغ اور کامل انسان کو آنول نال یا پستانوں سے غذا حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اسی طرح دینِ کامل اور بالغ ہو جانے کے بعد دائیہ وحی کی تربیت کا محتاج نہ رہا بلکہ اُس کے لئے جو اسباب یا شریعت حضور پرنور محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لائے اس کی تربیت اور نشونما کیلئے بالکل کافی ووافی ہیں اب دین کے کمال اور اس شریعت کے ہوتے ہوئے پھر وحی

کی التجا کرنا یا وحی نبوت کی ضرورت سمجھنا گویا بالغ انسان کے لئے چھاتیوں سے دودھ پینے یا آنول نال سے غذا حاصل کرنے کے مترادف ہے۔

مثال سابق سے ختم نبوت کا ثبوت:

ہاں جس طرح ایک بالغ انسان حدِ کمال کو پہنچ کر زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔اور جیسے قرآن فرماتا ہے!

”وَمَنۡ نُّعَمِّرۡهُ نُنَكِّسۡهُ فِى الۡخَـلۡقِ ؕ۔(یٰسین:٦٨)

اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں اسے ہم بناوٹ میں اوندھا کر دیتے ہیں۔

کے الفاظ سے تعبیر فرماتا ہے۔یعنی جب انسان کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو پھر اس کی طاقت، اس کا علم، اس کی عقل اور اسکی حرکات قریب قریب بچوں کی سی ہو جاتی ہیں۔اور اب پھر وہ قدرت کی توجہ کا محتاج ہو جاتا ہے۔مگر اس وقت قدرت کے وہ فطرتی ذرائع جنہوں نے اسے حدکمال تک پہنچایا تھا۔اس کا ساتھ نہیں دیتے۔نہ تو اسے پھر پستانوں کے ذریعے دودھ پلایا جاتا ہے۔اور نہ آنول نال سے اس کو غذا دی جاتی ہے۔بلکہ ایسی احتیاج کی حالت میں دوسرے اسباب کے ساتھ اس کی مدد کی جاتی ہے۔

مثلاً اگر بہت کمزور ہے اور ہاتھ سے نہیں کھا سکتا تو چمچہ کے ذریعے اس کے منہ میں ڈلوایا جاتا ہے۔اگر وہ چل نہیں سکتا تو ٹیک کیلئے اسے عصا دیا جاتا ہے بدن کے ضعف کو دور کرنے کے لئے مقوی ادویہ عنایت فرمائی جاتی ہیں۔اسی طرح جب دین اسلام پر اس کے کمال کے بعد انحطاط کا غلبہ ہوا یا ہوگا۔تو پھر اسے دایۂ وحی کے سپرد نہ کیا جائے گا۔بلکہ اس کی کمزوری کو:”عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنۡبِيَاءِ بَنِي إِسۡرَائِيلَ“**(تفسیر الرازی: جلد ۱۷، سورہ یونس، دار احیاء التراث العربی بیروت)**

(میری امت کے عالم احیاء دین میں بنی اسرائیل کے پیغمبروں جیسے ہوں گے) کے ذریعے

سے دور کیا جائے گا۔ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد کو اس کے اضمحلال اور ضعف کو دور کرنے کے لئے بھیجا جائے گا۔ اور امت محمدیہ (علیہ السلام) کے محدثین و مفسرین کو اس کی تحدیث وتثبیت کے لئے مقرر کر دیا جائے گا۔ اور اسی کا نام ہے ختم نبوت۔

ختمِ نبوت کا ثبوت نقلی طور پر:

یہاں تک تو ختمِ نبوت پر عقلی رنگ میں بحث ہوئی اب اسی مسئلہ پر قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک مختصر سی تقریر کرتا ہوں۔ تا کہ وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منکر ہیں یا منکر تو نہیں مگر قرآن پاک کے الفاظ خاتم النبیین میں ایسی کچھ تحریفات اور تاویلات کرتے ہیں کہ ختمِ نبوت کا درجہ محض ایک بے حقیقت سی شے رہ جاتا ہے۔

ان پر اپنے نقلی دلائل کی غلطیاں بھی بخوبی روشن ہو جائیں اور سامعین اس بیان سے اگر کچھ بھی یاد رکھیں گے تو انشاء اللہ وہ اس قسم کی ذلالت (پھسلن) سے محفوظ رہیں گے۔

ختمِ نبوت کا ثبوت ایک نہایت آسان طریقے سے:

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں!

”وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا۔ (سبا:۲۸)

یعنی ہم نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے!

”قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ (اعراف:۱۵۸)

یعنی اے حبیب آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔

تیسری جگہ آتا ہے!

”تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝۔ (الفرقان:۱)

یعنی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا۔ تا کہ وہ تمام جہان والوں کو

ڈرائے

اور منکرین اور مولین سے ہم پوچھتے ہیں کہ حضور ﷺ کو جو تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تو تمام انسانوں سے کیا مراد ہے۔کیا وہی انسان جو حضور ﷺ کے زمانے میں موجود تھے یا بعد کے آنے والے بھی اس حکم میں شامل ہیں۔اگر یہ نہیں کہ صرف حضور ﷺ کے زمانے کے لوگ ہی مراد ہیں اور بس۔

تو ایک تو اس بات کا غلط ہونا صاف ظاہر ہے اور پھر اگر وہ اپنے زمانہ ہی کے نبی تھے تو پھر ہم تم خود کیسے اُن کے نام لیوا بنے اور اگر سب موجودہ اور آئندہ انسانوں کے لئے رسول ہیں اور یہی صحیح اور درست ہے تو اس سے صاف ختمِ نبوت ثابت ہوگئی، کیونکہ جب آئندہ تمام انسانوں کے لئے بھی آپ رسول ہیں تو آئندہ کا تعلق تو قیامت تک ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ تا قیامِ قیامت کسی دوسرے شخص کا دعوٰی نبوت مسموع و مقبول نہیں ہوسکتا۔بلکہ آقائے نامدار تاجدار مدینہ محمد ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

آیت خَاتَمُ النَّبِیّٖن پر دلچسپ بحث:

اس کے بعد آیت خاتم النبیین کو لے کر نبوت کو بیان کیا جاتا ہے تا کہ مؤلین ومحرفین کے بقدرِ کفایت اعتراض وجواب بھی بیان ہوجائیں۔اور اس مبحث میں سامعین کی پوری پوری تسلی ہو جائے۔اللہ تعالیٰ جل شانہٗ قرآن پاک میں سورہ احزاب کے پانچویں رکوع میں فرماتا ہے!

”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ؑ ()۔(احزاب:۴۰)

یعنی محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

حضرت زید نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو والدین کی محبت پر ترجیح دی:

شانِ نزول:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ بچپن میں قید ہو کر اُم المؤمنین بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ فروخت ہوئے۔ مگر بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں تو آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت زید رضی اللہ عنہ شام کی طرف سفر پر گئے تو وہاں انہیں ان کے والد نے پہچان لیا۔ وہ اپنے بھائی اور دوسرے بیٹے کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تاکہ قیمت ادا کر کے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو واپس لے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے قیمت کی ضرورت نہیں۔ اگر یہ تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے تو میں اسے بلا معاوضہ تمہارے ساتھ بھیجنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ سے جانے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے عرض کی:

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قسم ہے ذات کبریا کی۔ میں آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔

دیکھا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو کیسے حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو اپنے باپ، چچا اور بھائی کی محبت پر ترجیح دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساتھ تنگی پریشانی، فاقہ کشی اور کفار کی ایذارسانی کو قبول فرمایا۔ مگر اس جانِ دو جہاں کی جدائی کو گوارا نہ کیا۔ دیکھو کسی شاعر نے محبت کے اس فلسفے کو نہایت عجیب طرز پر بیان کیا ہے۔

نین سگا سوئی سگا۔ ہاڑ نہیں ہوئے
مان ہاٹھی تریا چرے۔ اچرج جگ کو ہوئے

حضرت زید بن حارثہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ

والدین اور بھائیوں کی محبت پر آپ کے عشق کو ترجیح دے کر آپ ہی کے ساتھ رہنا پسند کیا اور صاف عرض کر دی۔!

''یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاللّٰہِ لَا اَخْتَارُ عَلَیْكَ اَحَدًا''۔

یارسول اللہ! اللہ کی قسم میں آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔

اسی محبت کے باعث حضور ﷺ نے ان کو اپنا متبنی یا لے پالک بیٹا بنالیا تھا اور لوگ آپ کو بجائے زید بن حارثہ کے زید بن محمد کہا کرتے تھے۔ اب حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب میں یہ رسم تھی کہ لوگ جسے متبنی بناتے تھے اُسے ہر ایک بات میں حقیقی بیٹوں کی طرح سمجھتے تھے۔ وراثت میں وہ دوسرے بھائیوں کی طرح حقدار ہوتا، اُس کی بیوی سے حقیقی بیٹے کی بیوی کی طرح نکاح کرنا ناجائز سمجھا جاتا، چونکہ اس میں بہت سی خرابیاں تھیں کہ ایک غیر وارث کو جبراً وارث بنا کر اصلی وارثوں کی حق تلفی کی جاتی اور متبنی کی عورت کو جو طلاق یا متبنیٰ کی موت کے بعد نکاح میں لانی جائز تھی اُسے حقیقی بہو کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا جاتا اور پھر اس کے باعث آئندہ کتنے ہی فروعی جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوتے۔ اس لیے جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے زینب بنت جحش کو طلاق دی جو حضور ﷺ کی پھوپھی اُمیمہ کی لڑکی اور عبداللہ بن جحش کی بہو تھی تو اللہ تعالیٰ نے لے پالک بیٹے کے متعلق جو خرابیاں مروج تھیں اُنھیں دور کرنے کے لیے حضور ﷺ کو بی بی زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا حکم دیا اور قرآن پاک میں بذریعہ وحی اعلان کروا دیا گیا کہ!

''وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ○ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ'' (احزاب: ۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا، یہ تمہاری منہ بولی بات ہے۔ اللہ

سچ فرماتا ہے اور وہی رستہ سُجھاتا ہے۔ اُنھیں اُن کے باپوں کے نام سے پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے حضرت زید کو پھر زید بن حارثہ کہنا شروع کیا۔

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے!

''عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا كُنَّا نَدْعُوْ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ اِلاَّ زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْآنُ (ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ''۔

(سنن ترمذی: الجزء ۵، رقم: ۳۲۰۹، دار الغرب الاسلامی بیروت)

اب جب ایک طرف متبنیٰ بیٹوں کو ان کے باپوں کی طرف سے منسوب کر کے بلانے کا حکم آ گیا اور دوسری طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے اوّل عملاً اس رسم کو توڑ کر بی بی زینب سے نکاح کرنے کا فرمان ہوا تو کفار نے زمین و آسمان کو سر پر اٹھا لیا۔ اور کہنے لگے کہ دیکھو اس نبی نے تو اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ کفار کے اس طعن و تشنیع کا جواب رب العزت نے یوں دیا کہ!

''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط''۔

(احزاب: ۴۰)

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ تو اللہ کے رسول اور آخر الانبیاء ہیں۔

اس آیت میں کفار کو بتایا گیا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا قرار دے کر اُس کی مطلقہ عورت سے نکاح کو ناجائز ٹھہرانا بالکل منع ہے۔ کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ کے بیٹے نہیں۔ اور ایک حضرت زید رضی اللہ عنہ کیا وہ تو مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں۔ تو وہ شخص کہ جس کا کوئی بیٹا نہیں اس پر یہ اتہام لگانا کہ اُس نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے کیسا سفید جھوٹ ہے اور کھلا بہتان ہے۔

"مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ" پر ایک اعتراض اور اسکا جواب:

ہاں اس سے ایک اعتراض ہوسکتا ہے۔ کہ حضور ﷺ کے تو چار صاجزادے ہوئے پھر یہ کہنا کہ وہ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔

جواب: حضور ﷺ کے سب بچے عالم طفولیت میں انتقال فرما گئے۔ کوئی جوان ہو کر حدِ جولیت کو نہیں پہنچا کہ رجال کا لفظ اُن پر منطبق ہو سکے۔ اور یا یہ کہ آیت کے نزول کے وقت اُن میں سے کوئی بھی بقیدِ حیات نہ تھا۔

اس لئے حضور ﷺ کے متعلق مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ کہنا بالکل صحیح اور درست ہے۔

"مَا کَانَ کا وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ" سے تعلق:

اب اس مقام پر غور کرنے سے ایک اور سوال بھی پیدا ہوجاتا ہے۔ وہ یہ کہ "مِّنْ رِّجَالِکُمْ" تک تو کفار کو ان کی افترا پردازی کا جواب دیا گیا۔ مگر اس کے ساتھ اس محل پر "وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" کہنے کا کیا مطلب ہے۔ کیونکہ ان دونوں جزوں کا جوڑ بے محل سا معلوم ہوتا ہے۔ بات چل رہی تھی اُبُوَّت اَدْعِیَاء میں اور اس کا انتقا مِنْ رِجَالِکُمْ تک کی جزو میں پورا پورا کر دیا گیا۔ اب رسول اللہ و خاتم النبیین کو ملانے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: ابوتِ ذاتی کی نفی کرنے سے یہ خیال پیدا ہوسکتا تھا کہ ابوت کا خاصہ تو شفقت پیار اور محبت ہے۔ جب حضور ﷺ کی ابوت کی ایسے صاف اور صریح الفاظ میں نفی کر دی گئی تو معلوم ہوا کہ آپکو اپنی اُمت پر پدرانہ شفقت اور پیار بھی نہ ہوگا۔ اسی شک کو اللہ تعالیٰ "لکن" فرما کر دور فرما رہے ہیں۔ کیونکہ "لکن" عربی زبان میں استدارک یا کلامِ سابق میں جو شک پیدا ہوتا ہے یا

ہوسکتا ہے اسکے دور کرنے کے لئے لایا جاتا ہے۔ یہاں پر چونکہ بعض اشخاص کو یہ شک پیدا ہوسکتا تھا اس واسطے ''لکن'' لاکر اس کے شک کو یوں رفع کیا جاتا ہے کہ! اے لوگو: ابوتِ جسمانی کی نفی سے یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ پھر تو آپ کو اُمت سے پیار و شفقت بھی نہ ہوگا بلکہ آپ تو رسول ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ رسول اپنی اُمت کا جسمانی نہیں بلکہ روحانی باپ ہوتا ہے۔ تو گویا لفظ رسول لاکر بیک کرشمہ دو کار یا ایک بات سے دو کام یوں نکالے کہ ایک تو آپکی رسالت ثابت فرمائی جس سے آپ کا ہادی، رہنما، معصوم اور مامور من اللہ ہونا ثابت ہوگیا اور جب آپ مامور من اللہ ٹھہرے تو پھر آپ کی شانِ ذیشان کے کب لائق ہے کہ رب العزت کی رضامندی یا احکام کے برخلاف کوئی کام کریں۔ لہٰذا بی بی زنیب رضی اللہ عنہا سے نکاح مرضی الٰہی اور امرِ خداوندی کے مطابق ہوا ہے۔ دوسرے لفظ رسول سے یہ ظاہر فرمادیا کہ اگرچہ آپ کسی مرد کے جسمانی باپ تو نہیں۔ مگر رسول ہونے کی حیثیت سے آپ تمام اُمت کے روحانی باپ ہیں۔ کیونکہ رسول اُمت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ اسی واسطے حضرت لوط علیہ السلام نے قرآن پاک میں ''هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ'' فرما کر اُمت کی عورتوں کو اپنی بیٹیاں قرار دیا ہے۔ اور پھر حضور ﷺ کی روحانی ابوت کو خاتم النبیین فرما کر اور پیغمبروں کی روحانی ابوت پر فضیلت عطا فرمائی۔ کیونکہ اگلے پیغمبر اگرچہ وہ بھی اُمت کے روحانی باپ تو تھے مگر اُن کی یہ ابوت ایک محدود قوم اور محدود وقت تک ہونے کی وجہ سے کم درجہ کی تھی لیکن اُس کے برعکس حضور ﷺ کو خاتم النبیین بیان فرما کر یہ ظاہر کردیا کہ آپ ﷺ کی ابوت کا تعلق اتنا وسیع اور مستحکم ہے کہ نہ تو آئندہ کوئی قیامت تک آنیوالا آپکی روحانی ابوت سے محروم رہ سکتا ہے اور نہ ہی آپکی ﷺ ابوت کسی دوسرے رسول کے آنے سے منقطع ہوسکتی ہے۔ بلکہ تاقیامت آپ ﷺ ہی کی ابوت قائم رہے گی۔

یہ تو اس آیت کی تشریح تھی جس سے آپکو اس کا شانِ نزول اور ارتباطِ باہمی معلوم ہوا۔ اب میں اصلی مطلب یعنی ختم نبوت کی طرف آتا ہوں اور خاتم النبیین کی توضیح کرکے مؤلین کی تمام

رکیک تاویلوں کا جواب دیتا ہوں۔

لفظ خاتم کی تشریح:

خاتم میں دو قرأتیں ہیں۔ایک ''تا'' کی زِیر سے اور دوسرے ''تا'' کی زَبر سے۔اگرچہ اس لفظ کے معنی اور بھی ہیں مگر آیت میں سوائے دو معنوں کے اور کسی کا احتمال نہیں۔یعنی خاتم زیر کے ساتھ ختم کرنیوالا اور خاتم زبر کے ساتھ آخر قوم کو کہتے ہیں۔اس کے علاوہ باقی معنی مجازی ہیں اور مجازی معنی اُسی وقت لیا جاتا ہے جبکہ حقیقت متعذر ہو اور یہاں حقیقت متعذر نہیں بلکہ حقیقی معنی ہی مقصود ہیں۔اور اگر غور کرو تو آپ کو قرینہ کی رو سے مجاز کا متعذر ہونا معلوم ہو گا۔تو اب خاتم النبین کا معنی انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنیوالا اور خاتم النبین کا معنی آخر النبین ہوئے اور اسی کی موید ہیں احادیث صحیحہ مثل:

''أَنَا خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نَبِيَّ بَعْدِي ''(المستدرک: ج،۴،رقم:۸۳۹۰،دار الکتب العلمیہ)

یعنی میں آخر الانبیاء ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا!

''إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلاَّ مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلاَّ وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ''۔

(صحیح بخاری: ج،۴،رقم:۳۵۳۵،کتاب بدء الوحی، دار الشعب قاھرہ)

یعنی میری اور سابقہ انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا ہو اور اُسے اچھا اور خوبصورت بنایا ہو۔مگر کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔تو لوگ اس کے گرد گھومتے اور تعجب کرتے ہوں اور کہتے ہوں کہ یہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی۔سو میں وہ اینٹ ہو جس سے اب قصرِ نبوت مکمل ہو گیا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

تیسری حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے!

"فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ ۔(صحیح مسلم: ج،۲،رقم:۱۱۹۵،دارالجیل بیروت)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے تمام انبیاء پر چھ وجود سے فضیلت دی گئی ہے۔ایک تو مجھے کلمات جامعہ عطا ہوئے۔ دوسرے رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی۔تیسرے میرے لئے مالِ غنیمت کو حلال کیا گیا۔چوتھے میرے لئے تمام روئے زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ اور پاک بنایا گیا۔اور پانچویں یہ کہ مجھے تمام مخلوقات کی طرف مبعوث کیا گیا۔اور چھٹے یہ کہ میرے ساتھ سلسلہ انبیاء کو ختم کر دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو کونے کا پتھر فرما کر ایک بہت بڑے راز کی طرف اشارہ فرمایا:

دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپکو کونے کے پتھر کے ساتھ مشابہت دیکر ایک بہت بڑے راز کی طرف اشارہ فرمایا۔جسے عاشقوں نے سمجھ لیا اور کوچۂ عشق کے ناواقف بھٹکتے بھٹکتے کہاں سے کہاں نکل گئے۔سچ ہے۔

نکتہ گفتن پیش اقصر فہماں ز حکمت بے گماں

جوہرے چند از جواہر ریختن پیش خر است

ترجمہ: ناسمجھ لوگوں کے سامنے حکمت کے نکات اور دانائی کی باتیں بیان کرنا بے شک ایسا ہے جیسا کہ کچھ قیمتی جواہر گدھے کے سامنے بکھیریں جائیں۔

حضور سرورِ عالم کی آمد سے صدیوں پہلے تصویری زبان کا رواج تھا۔اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

بعث کے بعد بھی بعض مما لک میں بجائے حروف کے تصویروں کے ذریعے اپنے مافی الضمیر کو بیان کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آج بھی لنڈن برٹش میوزیم میں سینکڑوں کتابیں تصویری زبان میں موجود ہیں۔ پرانے کتبے اور تحریرات جو زمینوں سے مدفون نکلتی ہیں۔ ان میں بھی اکثر تصویری زبان کا استعمال نظر آتا ہے۔ کہیں گھوڑا ہے، کہیں درخت ہے، کہیں برتن۔ اُن تصویروں سے وہ لوگ ایسے ہی مطلب حاصل کیا کرتے تھے۔ جیسے آج ہم حروفِ تہجی کے ملانے سے حاصل کرتے ہیں۔

اب جب آپکے ذہن میں یہ بات صحیح طور پر آ گئی کہ دنیا میں حضور ﷺ سے قبل عام طور پر اور بعد میں بعض خاص مما لک میں تصویری زبان میں لکھنے کا رواج تھا۔ تو اب سمجھو کہ تصویری زبان میں پتھر سے کیا مراد ہوتا ہے۔؟ تصویری زبان میں پتھر سے مراد معزز انسان۔ بادشاہ یا اور کوئی مقدس ہستی مراد ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ اسی واسطے یوشع بن نون نے یرون سے گرزتے وقت بارہ پتھر اٹھائے

یوشع باب ۶ جو بقول علمائے بائبل بارہ حواریوں کی پیشن گوئی تھی۔ انجیل نے پطرس کو پتھر کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ وہی کلیسا کے لئے بنیادی پتھر بنا۔ تو معلوم ہوا کہ خود انجیل و توریت نے تصویری زبان کی مطابقت میں پتھر سے دین و دنیا کا کوئی مقتدر انسان مراد لیا ہے۔ تو اب حضور ﷺ کی ذرا اُن پیشگوئیوں پر نظر ڈالو جو توریت اور انجیل میں بیان کی گئی ہیں۔ اور پھر اُن کے ساتھ حضور ﷺ کے الفاظ ’’انا البنۃ‘‘ کو مطابق کر کے ان کی صداقت کو انصاف کے ترازو پر جانچو۔

لوقا باب ۲۰ آیت ۱۷۔ وہ پتھر جسے راج گیروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ ایسا ہی متی باب ۲۱ آیت ۴۲ اور توریت و زبور میں بھی مذکور ہے۔ اب غور کرو کہ وہ کون سی مقدس ہستی ہے جو کونے کا پتھر بنی اور جس سے عمارت بالکل مکمل اور پوری ہو گئی۔ وہ بقول انجیل اور پھر بمطابقت احادیث اور پھر بتائیدِ قرآن حضور سید المرسلین ﷺ ہی کی ذات گرامی ہے۔ جو اگر انجیل میں کونے

کے پتھر ہی تو احادیث میں ''لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ ''اور قرآن میں ''خاتم النبیین'' کے الفاظ سے تعبیر کئے جارہے ہیں۔

حضور ﷺ کے قصر نبوت کا آخری پتھر ہونے پر عملی پیشین گوئی:

اور پھر یہی نہیں کہ پہلی کتابوں میں سے تحریری طور پر قصرِ نبوت کے آخری پتھر کے متعلق پیشنگوئیاں کی گئیں۔ بلکہ حضور ﷺ کی بعثت سے صدیوں پیشتر عملی طور پر ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو خانہ کعبہ بناتے وقت ایک کونے میں حجر اسود کو رکھنے کو حکم دیا گیا۔

تا کہ ملت ابراہیمی پر چلنے والی آئندہ نسلیں حجر اسود سے یہ نتیجہ نکال سکیں کہ وہ کونے کا پتھر عرب کے ملک مکہ معظمہ کے شہر میں مبعوث ہوگا اور جسکا قبلہ یہ کعبہ ابراہیمی ہوگا۔

اَلنَّبِيِّن کا الف لام عہدِ ذہنی نہیں بلکہ استغراقی ہے:

بعض نے اگر چہ خاتم کے معنوں میں تو کوئی انکار نہ کیا مگر النبیین کے الف لام کو عہدِ ذہنی قرار دے کر یوں معنی کئے کہ! آپ اپنے پہلے انبیاء یا معہودہ پیغمبروں کے خاتم ہیں۔ البتہ آپ کے بعد اگر کوئی نبی آپ کے رنگ میں رنگا ہوا اور اتباعاً اور بروزاً آپ سے نبوت حاصل کر کے آئے تو اس سے اس کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔

مگر وہ اتنا خیال نہیں کرتے کہ پھر حضور ﷺ کے لئے خاتم النبیین ہونا کونسی خصوصیت قرار دیا جاسکتا ہے۔ پھر تو حضرت آدم علیہ السلام کے سوا سب پیغمبر خاتم النبیین ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک پہلوں کے بعد آیا اور پچھلوں کا آنا ختمِ نبوت کے منافی نہیں۔ اس سے تو ختمِ نبوت کا وہ مہتم بالشان مرتبہ کہ جسے قرآن پاک نے حضور ﷺ کی انتہائی فضیلت قرار دے کر بیان کیا ہے کہ آپ کے لئے کوئی امتیازی چیز نہیں رہتی۔ اور حضور ﷺ کا اپنے متعلق ''ختم بی النبیون'' فرمانا بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ النبیین کا الف لام عہدِ ذہنی نہیں بلکہ استغراقی ہے۔ اب حضور ﷺ پر سلسلۂ نبوت کو ختم کر دیا گیا ہے اور آپ کے ساتھ قصرِ نبوت کو مکمل

فرما کر ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ '' کا تمام دنیا میں اعلان کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اب کمال کے بعد ''یوحیٰ الیہ'' کی مکمل ضرورت سمجھنا اعلانِ خداوندی کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے؟

دیکھئے بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ بیان یہ ہو رہا تھا کہ سب انبیا علیہم السلام کا دین اسلام ہی تھا۔ ہاں ان کی شریعتیں ضرور آپس میں مختلف تھیں۔ پھر شریعت اور دین کا فرق بیان کرتے کرتے ختمِ نبوت کی طرف چلے آئے۔ تو اب پھر اصلی مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یعنی اسلام تمام پیغمبروں کا مذہب رہا ہے۔ اور وہی مذہب جو آدم، نوح، ابراہیم علیہم السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا تھا، شریعتوں کا چولہ بدلتے بدلتے حضرت محمد رسول اللہ کی ذاتِ گرامی تک پہنچا۔ اسی واسطے قرآنِ پاک اسلام کو کسی جگہ دینِ محمدی یا جدید مذہب نہیں کہتا بلکہ وہ تو بار بار صاف اور صریح اعلان فرماتا ہے!

''شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى ۔۔۔الخ۔ (الشوریٰ: ۱۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا جس کا حکم نوح علیہ السلام کو دیا جو ہم نے تیری طرف وحی کیا۔ اور جس کا ہم نے ابرہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا۔

(ماخوذ از ''انوار القرآن'' صفحہ 390 تا 412، طبع 2019ء)

تصنیف

محقق و مصنف

پروفیسر علامہ قاضی محمد سلیم مدظلہ العالی

سابق صدر شعبہ علوم عربیہ و اسلامیہ

اسلام آباد ماڈل کالج ایف سیون تھری اسلام آباد

فہرست مضامین

وجۂ تصنیف

معزز قارئین!! آج سے چند سال پہلے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اور میری فیملی بشمول چار بچوں اور بیوی کے اپنے مقدس گھر کی زیارت کا شرف اور گنبد خضریٰ کی حاضری کا موقع عطا فرمایا۔

قیام مکہ کے دوران میرے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا کہ سعی کے دوران میرے چھوٹے لڑکے محمد فہد انوار (اللہ اس کی عمر دراز کرے اور اس کو دینی و دنیاوی سعادتوں سے ہمکنار فرمائے آمین) کی ٹانگ میں شدید درد اور کھچاؤ پیدا ہوگیا، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ باوجود پوری کوشش کے ٹانگ سیدھی نہ ہوسکی۔ مکہ مکرمہ کے ہسپتال میں مختلف ڈاکٹروں کو دکھایا لیکن ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ حرم مکہ میں حاضری پر بار بار دعا مانگی لیکن شاید مصلحتاً قبول نہ ہو پائی۔

ایک دن دوران تلاوت قرآن مجید کی یہ آیت نظر سے گزری جس کا ترجمہ یہ ہے:

اے نبی جب یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں اور پھر بخشش کی غرض سے تیرے دربار میں حاضر ہو جائیں اور اللہ سے معافی کے طالب ہوں اور آپ بھی ان کے لئے بخشش کی دعا مانگیں تو ضرور بالضرور مجھ خدا کو (ان کے گناہوں کے باوجود) ان کی توبہ کو قبول کرنے والا اور ان پر رحم کرنے والا پائیں گے۔

تو روضۂ رسول ﷺ پر حاضری کا شوق اس شدت سے ہوا کہ باوجود ڈاکٹروں کے منع کرنے کے سامان مکہ پاک جوڑ کر بچوں کو ساتھ لیا اور مدینہ منورہ روانہ ہوگیا۔ وہ مدینہ جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

"غبار مدینہ شفاء للناس" مدینہ شریف کی مٹی لوگوں کے لئے بیماریوں سے شفا ہے۔

رات کے تقریباً گیارہ بجے حدود مدینہ میں داخل ہوئے۔ دور سے مسجد نبوی کے گنبد نظر آئے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی رواں ہوگئی اور ندامت وخجالت کے آنسوؤں نے دامن کو تر کر دیا۔

جب ہم مسجد نبوی کی زیارت اور روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے پہنچے تو مسجد نبوی کے

دروازے بند کیے جا چکے تھے اور لوگ باہر نماز تہجد کے لئے انتظار کر رہے تھے۔ چنانچہ دو رکعت نماز نفل کی ادائیگی کے بعد باہر کھڑے کھڑے ہدیہ درود وسلام اور درخواست بارگاہ رسالت میں پیش کی اور عرض کیا:

یَا رَسُولَ اللہ اُنْظُرْ حَالَنَا

یَا حَبِیْبَ اللہِ اِسْمَعْ قَالَنَا

اِنَّنِیْ فِی بَحْرِ ھَمٍّ مُّغْرَقٌ

خُذْ یَدِی سَھِّلِ النَّا اَشْکَالَنَا

اور پھر عالم بے خودی میں میں نے اپنے بیٹے کی ٹانگ کو مسجد نبوی کی دیوار سے رگڑنا شروع کر دیا۔

معزز قارئین! تھوڑی دیر بعد کیا دیکھا کہ درخواست قبول ہو چکی ہے اور میرا بیٹا میری آنکھوں کے سامنے دوڑ رہا ہے اور میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہو چکے تھے کہ:

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے۔

مدینہ پاک میں دوسری رات کا خواب:

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ایک رات جب نوافل سے فارغ ہو کر سویا تو دیکھا کہ حضرت قبلہ والد صاحب قاضی انوار الحق نور اللہ مرقدہٗ تشریف فرما ہیں اور عزیزی فہد انوار سے قرآن مجید کی تلاوت سماعت فرما رہے ہیں۔

مدینہ منورہ میں پانچویں رات کا خواب:

خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت قبلہ والد صاحب اور حضرت پیر دریا شریف مزار پرانوار پر دست بستہ حاضر ہیں اور حضرت قبلہ والد صاحب حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے اس شعر کو بار بار پڑھ رہے ہیں:

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد

بر رسول ما رسالت ختم کرد

چنانچہ ان دونوں خوابوں کی تعبیر کو عملی جامہ پہنانے کے سلسلے میں میں نے تہیہ کرلیا کہ اگر زندگی ناپائیدار نے وفا کی تو اپنی پہلی فرصت میں بیٹے کو حافظ قرآن بناؤں گا اور ساتھ ہی ختم نبوت پر عوام وخواص کے فائدے کے لئے ایک رسالہ لکھوں گا، اور میں خالق کائنات کا بے حد شکر گزار ہوں کہ یہ دونوں کام پایا تکمیل تک پہنچ چکے ہیں۔

اللہ تعالی میری ان کوششوں کو اپنے دربار اقدس میں درجۂ قبولیت سے نوازے اور روز محشر حضور ﷺ کی شفاعت سے بہرہ ورفرمائے آمین۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔(سبا: ۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔

ترجمہ: اے لوگو میں تم سب کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی شخص منصب نبوت پر فائز نہیں ہوسکتا۔

اسلام کا حتمی عقیدہ ہے کہ وحی نبوت کا دروازہ آں حضرت ﷺ کے بعد بند ہو چکا ہے اور جو شخص آپ ﷺ کے بعد وحی نبوت کا دعوی کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

* ختم نبوت کا عقیدہ ایسا اہم اور بنیادی عقیدہ ہے جس پر سلف اور خلف کا اجماع ہے۔
* ختم نبوت پر ایمان لائے بغیر کوئی مسلمان نہیں کہلا سکتا۔
* اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں ختم نبوت سے انکار کرنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

خاتم النبیین کا صحیح مقام:

میری اور جو انبیاء مجھ سے پہلے گزرے ہیں ان کی مثال یوں ہے جیسے کسی نے بڑی عمدہ عمارت بنائی ہو اور اس کے کسی ایک کونے میں ایک اینٹ کے لیے جگہ خالی چھوڑ دی ہو، لوگ اس عمارت کے گرداگرد گھوم کر حیران ہو رہے ہوں اور یہ کہہ رہے ہوں کہ یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ بس سمجھ لو کہ وہ اینٹ میں ہی ہوں۔ اور صرف میں ہی خاتم النبیین ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: جس سے قصر رسالت و نبوت کی تکمیل ہوئی میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں سب نبیوں سے آخری نبی ہوں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ أُحْسِنَ بُنْيَانُهُ تُرِكَ فِيهِ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ، فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ، يَتَعَجَّبُونَ مِنْ حُسْنِ بِنَائِهِ، إِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ، فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ، خُتِمَ بِيَ الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِيَ الرُّسُلُ۔

(مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین ﷺ)

نبی ﷺ کو پانچ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ کو پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ایک تو مجھے رعب کی مدد دی گئی ہے، ایک مہینہ کی مسافت سے۔ دوسرا ساری زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک قرار دیا گیا ہے۔ یعنی میری امت میں سے

کوئی شخص جہاں نماز کا وقت پائے نماز پڑھ لے۔ تیسرا میرے لئے مال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ چوتھا مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔ پانچویں مجھ سے پہلے ہر نبی کو خاص اپنی امت کے لیے بھیجا جاتا تھا اور مجھ کو ساری دنیا اور ساری قوموں کے لیے بھیجا گیا ہے۔

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلاَةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لأَحَدٍ قَبْلِي وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً۔

ختم نبوت اور قرآن:

عزیزان ملت! جس طرح باپ اپنی اولاد پر شفیق ہوتا ہے اور وہ انھیں زندگی کے ہر پہلو سے حتی الامکان آگاہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کی محبوب اولاد غلطی سے کسی جال میں پھنس کر دینی یا دنیوی نقصان نہ اٹھائے۔ اسی طرح پیغمبر جو اپنی اُمت پر باپ سے ہزاروں درجے زیادہ شفیق اور رحیم ہوتا ہے، اپنی امت کو ہر آنے والی گمراہی سے جسے اس کی نبوی آنکھ دیکھ سکتی ہے اطلاع دے دیتا ہے تاکہ اس کے متبعین غلط فہمی یا غلط روی سے ورطۂ ضلالت میں گر کر خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق نہ بنیں۔

یہی وجہ ہے کہ آقائے نامدار سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عنایت، شفقت اور نہایت رافت کے باعث اپنی امت کو آج سے تقریباً چودہ سو سال پیشتر ایک نہایت ہی خطرناک گمراہی سے مطلع فرمایا تھا۔ مخبر صادق فداہ ابی وامی نے غیر مبہم الفاظ میں اعلان فرمایا:

وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلاَثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي۔

یعنی میری امت میں تیس جھوٹے مدعیان نبوت ہوں گے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مگر کس قدر افسوس اور بربادی کا مقام ہے کہ اس صادق و مصدوق کی تنبیہ کے باوجود آج تک کتنے لوگ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھے کانوں میں روئی ڈالے ''صُمٌّ بُکۡمٌ عُمۡیٌ فَھُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ'' کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔

آج پاکستان میں ایک ایسی قوم موجود ہے جو کبھی انگریزوں کے دور اقتدار میں ہمارے سید و مولیٰ کے نشانِ سیادت اور امتیاز رسالت یعنی ختم نبوت کا تاج تحریروں اور تقریروں سے چھیننا چاہتی تھی۔ اور اب قیام پاکستان کے بعد تو طاقت کے بل بوتے پر اپنے عزائم کو پورا کرنے کے درپے ہے۔

مگر یہ تاج تو اس وقت بھی برقرار رہا جبکہ ایک طرف آمنہ کا دلارا تھا تو دوسری طرف عرب کے سارے مشرکین پر جمائے ہوئے تھے۔ ایک طرف نبوت کا شجر نازک اور دوسری طرف مخالفین کے لاتعداد کلہاڑے تھے۔ ایسی حالت میں بھی اعلان ہوا: ''وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ''

ترجمہ: اور اللہ اپنے نور کا اہتمام کرنے والا ہے خواہ کافروں کو یہ بات بری ہی کیوں نہ لگے۔

وہ نور باوجود رکاوٹوں کے چمکا، بڑھا اور ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جب یہ نور اس وقت نہ بجھا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یکتا و تنہا تھے تو اب اسے بجھانے کی کوشش صرف پاکستان کے اکیس کروڑ مسلمانوں کو ہی چیلنج نہیں بلکہ دنیائے اسلام کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی دینی اور ملی غیرت کو آزمانا ہے۔ مسلمان قتل و قتال کی دھمکیوں سے نہیں ڈرتا، عاشق رسول توپ و تفنگ کی گرجدار آوازوں سے نہیں دہلتا بلکہ وہ تو بلا و ابتلاء کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لازمہ سمجھتا ہے۔

بنا کردن خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مسلمان کتنا ہی گناہ گار اور بدکار سہی مگر ابھی تک حُبِّ رسول کا جذبہ اس کے دل کی

گھاٹیوں میں موجود ہے اور اس دینی انحطاط کے زمانے میں بھی ختم نبوت کی شمع بجھانے کی کوشش کرنے والا کروڑوں پروانوں کو اس کے دفاع یا اس کی دفاعی کوشش میں قربان ہونے والا پائے گا۔

یہ دعویٰ نبوت کچھ نیا نہیں اس سے پہلے بھی ایسے متعدد دجال ہو چکے ہیں۔خود حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بعض سرپھروں نے ایسی ہی بے پر کی اڑائی تھی۔مگر جس طرح زمانے نے ان کذابوں کے وجود کو صفحۂ ہستی سے نابود کیا اسی طرح ان کی نبوت کو بھی ان کے ساتھ ہی پیوند خاک کر دیا۔ان میں سے بعض کو تو بڑی حیرت انگیز کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کو اپنے حلقۂ بیعت میں داخل کیا۔مگر جس طرح بارانی سبزی چندروزہ ہوتی ہے اسی طرح یہ موقت روئیدگی بھی حق کی ایک ہی تابش سے ''فاصبح هیشما تذروه الریاح'' کا نمونہ بن گئی۔

اسود عنسی، مسیلمہ، سجاح اور طلیحہ اسدی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد باسعادت میں ہی ہوئے۔

اسود یمن کا باشندہ تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرض الموت میں مرتد ہو کر یمن میں جھوٹی نبوت کا علم بلند کیا۔سید کون ومکاں نے انہی ایام میں خواب بھی دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں جس سے آپ کو ایک قسم کی پریشانی ہوئی۔آپ نے پھونک ماری تو دونوں فوراً غائب ہو گئے۔آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں کنگن یہی دو دجال ہیں، ایک مسیلمہ اور دوسرا اسود۔

اسود دعویٰ نبوت کے بعد آندھی کی طرح اٹھا اور تھوڑے ہی دنوں میں حاکمِ یمن شہر بن باذان کو قتل کر کے ''اَنَا وَلَا غَیْرِیْ'' کا نقارہ بجانے لگا۔یہ سارے واقعات جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سمع مبارک تک پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اسود فلاں روز فلاں مقام پر قتل کر دیا جائے گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ اسی دن مقررہ مقام پر فیروز بن عاصم کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوا۔

مسیلمہ ۱۰ ھجری میں قوم کا نمائندہ بن کر مکہ میں آ کر مسلمان ہوا، جب گھر گیا تو قاصدوں

کے ذریعے خط بھیج کر نبوت میں شراکت کی التجا کی۔آپ ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت کھجور کی ٹہنی تھی فرمایا: کہ اگر وہ اس معاملے میں یہ کھجور کی ٹہنی بھی مانگے تو میں اسے نہیں دے سکتا۔

مسیلمہ نے بھی تھوڑے ہی عرصے میں تعجب خیز طاقت حاصل کی، آخرکار صدیقی خلافت میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اسے جام ہلاکت پلا کر صفحۂ زمین کو اسکے ناپاک وجود سے پاک کر دیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حالتِ کفر میں حمزہ جیسے بہترین مسلمان کو شہید کیا اور حالتِ اسلام میں مسیلمہ جیسے بدترین کافر کو قتل کیا۔اللہ تعالیٰ اس جرأت کے بدلے میں اس کفارے کو قبول فرمائے۔

سجاح اور طلیحہ بعد میں مسلمان ہو گئے۔سجاح تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہی مگر طلیحہ اس سے قبل ہی دربارِ الٰہی میں پہنچ گیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان خبیثوں نے یہ سمجھا ہوا تھا کہ نبوت کوئی خانہ زاد چیز ہے کہ جس نے چاہا ترقی کر کے حاصل کر لی یا فخرِ عالم محمد رسول اللہ ﷺ کی مرضی پر موقوف ہے کہ جسے چاہیں امرِ نبوت میں شریک کر لیں۔

قارئین کرام! حضور ﷺ کی ختم نبوت پر حملہ کرنے والا گویا خود حضور ﷺ کی نبوت مطلقہ پر حملہ کر رہا ہے۔کیونکہ حضور ﷺ کی نبوت مطلقہ اور آپ کی ختم نبوت کچھ الگ الگ چیزیں نہیں کہ ایک کو پارہ پارہ کرنے کے بعد دوسرے کو صحیح وسالم رکھا جا سکتا ہے۔

ختم نبوت کا معنی یہ ہے کہ اختتام دنیا تک آپ ﷺ ہی کی نبوت قائم رہے گی اور آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آ کر آپ کی نبوت کا خاتمہ نہ کرے گا۔اب ایک شخص یوں کہے کہ میں حضور ﷺ کو نبی تو مانتا ہوں لیکن نبوت کا سلسلہ آپ کے بعد بھی جاری رہے گا،اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ ایک خاص اور محدود زمانے تک نبی ہیں اور اس کے بعد تختِ نبوت کسی اور کے

حوالے کر دیا جائے گا۔اور اس کے نام پر سکہ نبوت مضروب ہوگا۔

اس لیے اس بات کی ضرورت پڑی کہ اس پر آشوب و پرفتن وقت میں اس موضوع سے متعلقہ آیت کریمہ " مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ " کی ذرا وضاحت کے ساتھ تشریح کروں تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ختم نبوت کا مسئلہ ایک منصوص مسئلہ ہے، جس پر آج تک سلف اور خلف کا اجماع رہا اور ساری امت مسلمہ کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ سلسلہ نبوت سرتاج انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منقطع ہو گیا۔اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوی کرنے والا بالاجماع کافر اور مرتد ہے۔قرآن مجید کی اس آیت مقدسہ " مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ " کا لفظی معنی یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

اس آیت میں رب العزت جل شانہ نے تین چیزیں بیان فرمائیں جو بظاہر غیر مرتبط اور ایک دوسرے سے اجنبی معلوم ہوتی ہیں لیکن انسان جب ان ہی نقاط اور معجبانہ نظام پر غور کرتا ہے تو مجبوراً اسے قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔اس آیت میں اول بیان فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔

پھر فرمایا:

وہ تو خدا کے رسول ہیں اور پھر ارشاد ہوا وہ تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

میں اس آیت کی تشریح و تفسیر اور ربط و نظم بیان کرنے سے پہلے اس کا شان نزول بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ اس آیت کو سمجھنے میں کسی قسم کا اخفا اور ابہام نہ رہے۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہایت پیارے اور آزاد کردہ غلام تھے۔بچپن میں ایک دن جب وہ اپنی والدہ کے ساتھ اپنے ننھیال کو جا رہے تھے تو راستے میں بنو قیس نے قافلے کو لوٹا، مال غنیمت میں حضرت زید بھی تھے جنھیں مکہ کے بازار میں حکیم بن حزام نے اپنی

پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے لٹیروں کے ہاتھوں سے خریدا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آئیں تو انھوں نے حضرت زید کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ کچھ عرصے کے بعد جب حضرت زید کے والد کو ان کی غلامی کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنے بھائی کی معیت میں انہیں چھڑانے کے لیے مکہ شریف آئے۔ جب رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات کی اور اپنا مافی الضمیر بیان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زید کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ اے زید تمہارا باپ اور چچا تمہیں لینے آئیں ہیں، میں نے تمہیں بلا معاوضہ آزاد کر دیا ہے۔ اب تمہیں پوری اجازت ہے کہ ان کے ساتھ سدھارو یا یہیں رہو۔

حضرت زید کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، عرض کی! حضور باپ اور چچا اور سارے گھر والوں کے ساتھ آزاد رہنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام رہنا مجھے پسند ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب زید کی زبان سے عشق ومحبت میں بھرا ہوا یہ جواب سنا تو اس کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا آج سے تو زید بن حارثہ نہیں بلکہ زید بن محمد ہے۔ حضرت زید کے والد اور چچا مجبوراً بیٹے کی رضامندی پر راضی ہو کر واپس چلے گئے۔

محترم قارئین! غور کا مقام ہے کہ حضرت زید کے بچپن کا زمانہ ہے مگر پھر بھی وہ ایک طرف آزادی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کو ترجیح دیتے ہیں اور دوسری طرف سارے خون کے رشتوں کو حُبِّ نبوی پر قربان کر دیتے ہیں۔

حجۃ الوداع میں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم یمن سے سو اونٹ لائے تو فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی عمر شریف کے تریسٹھ سالوں کے مقابل میں ۶۳ اونٹ نحر کیئے جانے کا حکم فرمایا۔ حضرت علی اونٹوں کو ایک صف میں کھڑا کر کے ہاتھ میں نیزہ لیے نحر کرنے کے لیے آگے بڑھتے ہیں مگر اونٹ آپ کو آگے بڑھتا دیکھ کر جان بچانے کے لیے پیچھے ہٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی کے ہاتھ سے نیزہ لیتے ہیں اور خود بنفس نفیس اپنے مقدس

ہاتھوں سے انہیں نحر کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں ۔حاضرین دیکھتے ہیں کہ وہی اونٹ جو شیر خدا کے آگے بڑھنے پر پیچھے ہٹتے تھے، مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں نیزہ دیکھ کر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنے سینوں کو پیش کرتے ہیں، گویا زبان حال سے کہتے ہیں کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے ہاتھ سے ذبح ہونے کی لذت پر ہماری زندگیاں قربان ہیں اور آپ کا نحر فرمانا اس حیات مستعار سے ہزار درجہ زیادہ محبوب اور مرغوب ہے۔

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ہمہ آہواں صحرا سر خود نہادہ برکف

بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

تو جب جانور اس جان جہاں بلکہ جانِ جاں کے ذبح کو حیات پر ترجیح دیں تو پھر انسان کیوں نہ اس در کی غلامی کو باہر کی آزادی بلکہ سلطانی پر ترجیح دے گا۔

حضرت زید نے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں رشتہ داروں کی محبت کو ٹھکرایا تو اس کی وجہ ایک ہندی شاعر نے نہایت ہی لطیف پیرائے میں بیان کی ہے ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ

محبت کا رشتہ ہی حقیقی رشتہ ہے ۔خون کا رشتہ کچھ اتنا مضبوط اور قابل اعتبار نہیں ۔کیا نہیں دیکھتے کہ عورت اپنے خون کے رشتوں کو چھوڑ کر محبت کے رشتے دار یعنی خاوند کے پاس چلی جاتی ہے۔

محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے

یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے اعلی ہے

اسی لیے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ احد میں زخمی ہوئے اور دندان مبارک کی شہادت کے ساتھ ساتھ جبین سعادت بھی خون آلود ہوئی ۔گڑھے میں گر کر جب نبوی چاند نظروں سے اوجھل ہو گیا تو اشقیاء نے شہادت کی خبر بے پر کی اڑا دی ۔ایک انصاریہ عاشقہ رسول کو جب مدینہ شریف میں

یہ خبر پہنچی تو شمع نبوت کی پروانہ دیوانہ وار گھر سے نکل پڑی۔ ہر آنے والے سے حضور ﷺ کا حال پوچھتی مگر کسی نے اسے بیٹے اور خاوند کی شہادت کا بتایا اور کسی نے اسکے باپ اور بھائی کی شہادت کی خبر دی۔آخر کار اس عاشقہ رسول نے بکمال غضب فرمایا: اے لوگو میں تم سے سلسلہ نبوت کی آخری کڑی کی صحت وسلامتی کا پوچھ رہی ہوں مگر افسوس تم مجھے میرے باب، بیٹے، اور خاوند کی شہادت کا بتا رہے ہو۔تھوڑی آگے بڑھی تو دیکھا آقائے نامدار ماتھے پر پٹی باندھے آہستہ آہستہ تشریف لا رہے ہیں۔دوڑیں اور قدموں پر نثار ہو کر بولیں

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا

اے شہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

جب زید بن محمد جوان ہوئے تو حضور ﷺ نے عبداللہ بن جحش جو آپ کے پھوپھی زاد بھائی تھے بلا کر ارشاد فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ تم اپنی بہن زینب کا نکاح زید بن محمد سے کر دو۔حضرت زینب کو جب اس بات چیت کا علم جب اپنے بھائی کے ذریعے ہوا تو انہوں نے خود سید الکائنات کی خدمت میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ آپ نے میرے لئے ایک آزاد کردہ غلام کو منتخب فرمایا کیا میں آپ کی پھوپھی زاد بہن اور حسب نسب میں اس سے بدرجہا اچھی نہیں ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ سب کچھ درست ہے مگر میں نے اسے ہی تیرے لئے پسند کیا ہے۔اس جواب سے حضرت زینب کو بہت رنج ہوا مگر۔

”وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ“

ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد اور عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ جب خدا اور اس کا رسول ان کے لئے کسی بات کا فیصلہ فرمادیں تو پھر وہ اس میں اپنا اختیار استعمال کریں۔

کے حکم کے مطابق انہیں کسی قسم کی چوں چراں کی گنجائش نہ رہی اور مجبوراً راضی برضائے رسول ہو کر

حضرت زید کے نکاح میں آ گئیں ۔اگر چہ حضرت زینب اس وقت تو کچھ عرض نہ کرسکیں مگر شادی کے بعد حضرت زید سے نہ بن سکی اور آخر کار زید نے انہیں طلاق دے دی ۔چونکہ عرب میں متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے اس لئے اس کی عورت سے نکاح کرنا ایسا ہی حرام سمجھا جاتا تھا جس طرح حقیقی بہو سے ۔اور چونکہ یہ آگے چل کر بہت بڑے فساد کا ذریعہ بن سکتا تھا اس لئے رب العزت نے اپنے حبیب کے ذریعے قولاً اور فعلاً اصلاح فرما دی ۔ایک طرف تو حکم دیا کہ:

''اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ۔''یعنی لے پالک لڑکوں کو ان کے حقیقی آباء کی طرف نسبت کر کے بلاؤ ۔یہی بات اللہ کے نزدیک انصاف ہے ۔

اور دوسری طرف عملاً حضور ﷺ کو زید کی مطلقہ حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کر لینے کا حکم ہوا ۔جب حضور ﷺ نے اللہ کے حکم سے ان سے نکاح کر لیا تو کفار اور منافقین نے طعنہ زنی شروع کی کہ دیکھو محمد نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ۔جس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ''

یعنی اے لوگو! حضرت محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ۔

تو پھر تم کس طرح زید کو حضور ﷺ کا بیٹا قرار دے کر انہیں ہدف طعن بناتے ہو ۔آیت کے اس ٹکڑے میں یہ پیشن گوئی بھی ہے کہ حضور ﷺ کی نرینہ اولاد نہ رہے گی ۔اگر چہ حضور ﷺ کے تین صاحبزادے ہوئے تھے مگر وہ سب کے سب عالم شیر خوارگی میں ہی انتقال فرما گئے تھے ۔چونکہ وہ جوانی کی عمر کو نہ پہنچے تھے اس لیے ''مِّنْ رِّجَالِكُمْ'' کا اطلاق ان پر نہیں ہو سکتا ۔حضرت طیب اور حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنھم جو حضرت خدیجۃ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تھے ،دو اور تین ماہ کے اندر ہی دار آخرت کو سدھار گئے ،اور حضرت ابراھیم جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھے اٹھارہ مہینے کے ہو کر داغ مفارقت دے گئے ۔

اب چونکہ اس ٹکڑے میں اس بات کی واضح نشان دہی کر دی گئی ہے کہ حضور ﷺ کسی مرد کے باپ نہیں اور نسب ہمیشہ مرد سے چلتا ہے، اس واسطے یہاں کافروں اور منافقوں کا یہ مقولہ ٹھیک ہو جاتا تھا کہ نعوذ باللہ محمد کا سلسلہ نسل ختم ہو گیا ہے۔ کیونکہ اپنا کوئی بیٹا تو ہے نہیں اور جسے منہ بولا بیٹا بنایا تھا خود اس کے نسب کو بھی باطل کر دیا۔

یہاں چونکہ حضور ﷺ کو ایک گونہ ملال ہوسکتا تھا اس لئے "لکن" حرف استدراک لا کر اس شائبہ کو رفع فرما دیا کہ اے حبیب اگرچہ آپ کا جسمانی نسب تو نہیں مگر آپ رسول ہیں اور رسول چونکہ امت کا روحانی باپ ہوتا ہے اس لئے تسلی دی جاتی ہے کے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ اگرچہ جسمانی نسب تو ختم ہے مگر روحانی سلسلہ نسب تو موجود ہے، جس میں کاملین امت نبوی رنگ میں رنگ کر ہمیشہ روحانی فرزندگی کا مظاہرہ کرتے رہیں گے۔

اب جبکہ جسمانی سلسلہ نسب کی جگہ اگرچہ روحانی سلسلہ عطا کر دیا تھا مگر پھر بھی وہ خوشخبری آپ کے لیے اطمینان کا باعث نہیں بن سکتی تھی کیونکہ ہوسکتا تھا کہ یہ روحانی سلسلہ دوسرے نبی کے آجانے سے منقطع ہو جائے اور وہی اولاد جسے کل تک سید المرسلین کی ابوت کا فخر تھا آج اُن کا انتساب دوسرے کی طرف منتقل ہو جائے۔

اس لئے خاتم النبیین بڑھا کر یہ مزید فضیلت عطا فرمائی کہ اے حبیب آپ سے پہلے تو ہر رسول کا روحانی نسب دوسرے رسول کی آمد پر ختم ہو جاتا تھا مگر آپ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد اب کبھی کوئی نبی نہیں آئے گا کہ آپ کے روحانی سلسلہ کو ختم کر سکے، اور آپ کی روحانی اولاد کا سلسلہ اب تاقیامت تک جاری رہے گا۔ اور یہی اشارہ ہے "إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ" میں۔

تو گویا آیت کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کی اگرچہ نرینہ اولاد تو نہیں مگر آپ ﷺ کا روحانی سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا۔ اور آپ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہیں کہ آپ ﷺ کی روحانی اولاد کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ سچ ہے۔

لانبی بعدی ز احسان خدا است

پردہ ناموس دین مصطفیٰ است

اسی واسطے حضور ﷺ نے حدیث نے اپنی امت کو مخاطب کر کے فرمایا:

میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسا ایک باپ اپنے بیٹے کے لیے ہوتا ہے۔

''اَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ''اور آپ کا اپنی اُمت کے لیے بمنزلہ والد ہونا ہی تو ہے کہ جس کی وجہ سے حضور ﷺ کی مبارک بیویاں مسلمانوں کی مقدس ماؤں کا رتبہ حاصل کر کے ابنائے اُمت پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں ہمیں واضح اشارہ ملتا ہے:

''وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا''

ترجمہ: اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ نکاح کرو حضور ﷺ کی بیویوں کے ساتھ آپکے بعد کبھی بھی۔

اب آپ اس تشریح سے سمجھ گئے ہوں گے کہ آیت کے یہ تینوں ٹکڑے کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، اور ان میں سے کسی ایک ٹکڑے کا بھی اپنی جگہ سے دور کرنا کس قدر مقصود میں خلل کا باعث ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں اپنے لئے فرمایا ہے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔

حضور ﷺ کے لئے فرمایا:

''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ'' ہم نے آپ کو جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

قرآن پاک کے متعلق فرمایا:

''اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ'' یہ قرآن تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔

کعبۃ اللہ کے لئے فرمایا:

"هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ" یعنی یہ کعبہ تمام جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔

کبھی آپ نے ان آیات پر غور فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالی نے اپنی ربوبیت کو سارے عالم کے لیے عام فرمایا اسی طرح اپنے پیغمبر، قرآن اور اپنے کعبہ کے متعلق وہی الفاظ استعمال فرما کر انہیں بھی ایسا ہی عام فرمایا جیسا اپنی ربوبیت کو۔ اور جس طرح اللہ کی ربوبیت کسی وقت یا جگہ کے ساتھ خاص نہیں کہ اب وہ ایسا ہے اور آئندہ نہ ہوگا، یا یہاں وہ رب ہے اور وہاں نہیں، یا اس کے بعد کوئی اور رب آ کر اس کی ربوبیت کو ختم کر سکتا ہے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت قرآن مقدس کی تذکیر اور کعبۃ اللہ کی ہدایت بھی کسی خاص خطہ قوم یا زمان و مکان سے مخصوص نہیں بلکہ جس طرح رب کے بعد اور کوئی رب نہیں اسی طرح اس پیغمبر کے بعد اور کوئی پیغمبر نہیں اور اس کتاب کے بعد اور کوئی کتاب اور اس قبلہ کے بعد اور کوئی قبلہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے سارے پیغمبر مخصوص قوموں اور مخصوص طبقوں کی طرف معین زمانوں کے لیے مبعوث ہوئے، نہ ہی انہوں نے اپنے پیغام کی عمومیت اور عالمگیری کا دعویٰ کیا اور نہ ہی ان کے پیغامات محفوظ چھوڑے گئے۔ سارے سلسلہ نبوت میں یہ آخری تاجدار ہی ہیں جنہوں نے خدائی حکم سے دعوی فرمایا کہ:

"يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُوْلُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔

اے لوگو! میں تم سب کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ایک مستشرق کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر اعتراض:

عرصہ ہوا ایک مستشرق ڈاکٹر زویمر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا کہ:

پیغمبر عربی کا عالمگیر نبوت کا دعویٰ کرنا اس لئے غلط ہے کہ دنیا میں آج تک کتنے ایسے علاقے موجود ہیں کہ جو نہ تو پیغام محمدی سے آشنا ہیں اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقف۔ اگر یہ عالمگیر پیغمبر تھے تو لازم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی پیغام رسانی کے لیے عالمگیر وسائل بھی پیدا فرماتا۔ تاکہ ہر دشت و کوہ، ہر باغ و راغ، ہر بلد و قریہ، بلکہ ہر برو بحر تک ان کا پیغام پہنچ جاتا۔

مگر یہ معترضین آج دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو کس طرح بتدریج ایک محلہ بنا دیا ہے۔ آج وائرلیس، ریڈیو، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، طیارہ اور ایسی ہی دوسری ایجادات سے دنیا کو اس قدر تنگ کر دیا ہے کہ ادھر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآنی پیغام پڑھا اور ادھر ساری دنیا کے اطراف و اکناف میں جا ٹکرایا۔ اگر سچ پوچھو تو یہ ساری ایجادات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت ہی کے لیے دنیا میں ظاہر ہوئیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو ایسے حیران کن ذرائع انبیائے سابقہ کے زمانے میں بھی پیدا کرنے میں ایسے ہی قادر تھا جیسا کہ اب ہے، مگر چونکہ انبیائے سابقہ کا پیغام زمان و مکان کے لحاظ سے محدود تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ساری نسل انسانی کے قوائے روحانیہ کی تربیت و بالیدگی کا انتظام نہ فرمایا تھا اس لیے ان کی تعلیمات زمانے کا ساتھ نہ دے سکیں اور قلیل مدت میں انسانی ہاتھوں نے انہیں بری طرح مسخ کر کے رکھ دیا۔

ختم نبوت پر اعتراضات

یہاں پر بعض لوگوں نے دو اعتراض کیے ہیں ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحلت فرمائے ہوئے آج عرصہ ہو گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مبلغ کے بعد اس کی تبلیغ میں ہمیشہ سے تحریفات ہوتی آئی ہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام تبدیلی و تغیر سے پاک ہوگا۔ دوسرا یہ کہ نبوت کا

جاری رہنا تو مخلوقات کے لئے ایک بہت بڑی نعمت اور رحمت ہے۔ باب نبوت کے بند ہونے سے مراد یہ ہے کہ ہمیں نبوت کی نعمتِ عظمیٰ سے محروم کر دیا گیا۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو "ذِکْرٰی لِلْعَالَمِیْنَ" فرمایا ہے۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ وہ مخلوقات تک اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا پیغام پہنچائیں اور ان کے سامنے غلط اور صحیح، کھرے اور کھوٹے کو تفصیلی طور پر بیان کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پیغام کو قرآن پاک کی صورت میں مخلوقات تک پہنچایا۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت دوامی ہے اس لیے آپ کی کتاب کو بھی دوامی رکھنے کے لئے معجزانہ ذرائع کے ساتھ محفوظ کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج قریباً چودہ سو سال سے زائد عرصہ ختم ہونے کو ہے لیکن اس کے کسی نقطے یا شوشے میں فرق نہ آسکا۔ اُمت مسلمہ بیسیوں فرقوں میں بٹ گئی مگر قرآن کا آسمانی نسخہ غیر متبدل رہا۔ مشرق مغرب اور جنوب وشمال میں چلے جاؤ ہر جگہ قرآن پاک کا ایک ہی نسخہ پاؤ گے۔ وجہ یہ ہے کہ اگلے صحیفوں کی طرح "ذِکْرٰی لِلْعَالَمِیْنَ" کی حفاظت کا انتظام انسانی ہاتھوں میں نہ دیا گیا بلکہ اس کی حفاظت رب کائنات نے خود اپنے ذمہ لی اور فرمایا:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ"

ترجمہ: ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ انقلابات زمانہ نے صفحۂ زمین پر کیا کیا نیرنگیاں دکھائیں مگر ایک قرآن ہے جو آلان کما کان کی شانِ عالیشان سے مزین ہے۔ دشمنانِ اسلام نے اُمت مسلمہ کے عروج و عظمت کو داستانِ ماضی بنا دیا مگر قرآن پاک ہمیشہ ان اشقیاء کے دسترس سے بحفاظت ربانی محفوظ رہا۔ اب جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہدایت نامہ غیر موقت اور غیر متبدل دوامی وابدی ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے سے آپ کے پیغام میں کیسے خلل واقع ہوسکتا ہے، جس طرح چودہ سو سال کے طویل عرصے میں معبودِ لایزال نے اس کو تبدل وتغیر سے پاک رکھا اسی طرح آئندہ بھی اپنے

وعدہ کے مطابق اسے تبدل وتغیر سے محفوظ رکھے گا۔

باقی رہا یہ خیال کہ ہم سلسلۂ نبوت کے ختم ہو جانے سے نعمتِ نبوت سے محروم کر دئے گئے۔نہیں ہم محروم نہیں ہوئے بلکہ نبوت کی نعمت ہمارے پاس نہایت اعلیٰ اور افضل ترین صورت میں موجود ہے۔نبی کی ضرورت ہمیشہ یا تو اگلی تعلیم کے محرف ومبدل ہو جانے سے ہوتی ہے اور یا مخالفین کے قوائے روحانیہ یا ضروریاتِ یومیہ میں ترقی آجانے سے،تاکہ نبی آکر تحریف کے زنگ کو دور کر کے ہدایت کو اصلی روپ میں پیش کرے اور یا ناقص کی جگہ کامل تعلیم پیش کر کے مخلوقات کی روحانی تربیت کرے۔مگر یہاں تو دونوں صورتیں نہیں۔نہ تو حضور ﷺ کا صحیفہ مبارک محرف ہوا اور نہ ہی ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً''

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو تمہارے لیے درجہ کمال پر پہنچا دیا اور اسلام کو بطور دین تمہارے لیے چن لیا۔

تکمیل انسانیت کے کسی شعبہ کو تشنۂ بیان نہیں چھوڑا گیا۔رب العالمین نے رحمۃ اللعالمین کو ذکری العالمین کا وہ کامل ومکمل نسخہ دیا کہ اب اس کمال نبوت اور اکمالِ دین کے بعد پھر نبوت کی التجا کرنا گویا سورج کی موجودگی میں چراغ کی تمنا کرنا ہے۔

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد

بر رسول ما رسالت ختم کرد

''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' کی آیت کریمہ خود بھی حضور ﷺ کی ختم نبوت کی زبردست دلیل ہے۔حضور ﷺ نے دسویں ہجری میں جب حج فرمایا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں،کیونکہ آپ نے ہمیں کچھ ایسے وداعی اور رخصتی کلمات فرمائے کہ جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ شاید اب آپ امت مرحومہ کو داغ جدائی دینے والے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا:

أيها الناس، إني لا أراني وإياكم نجتمع في هذا المجلس أبداً۔
ترجمہ: لوگو میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔
اسی حج میں جمعہ کے دن عصر کے وقت عرفات کے میدان میں جبکہ اپنی محبوب اونٹنی قصوٰی پرسوار تھے تو آیت بالا نازل ہوئی۔ قصوٰی جیسی مضبوط اونٹنی بھی بارِ وحی سے سنبھل نہ سکی اور اگلے زانو زمین پر ٹیک دیئے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی تو باوجود سردی کے آنحضرت کی جبین اقدس سے پسینے کے قطرات ٹپکنے لگتے تھے۔ رنگ مبارک سرخ ہو جاتا اور سانس میں تیزی اور بلندی پیدا ہو جاتی۔ نزول وحی کے وقت اگر آپ کسی سواری پر ہوتے تو وہ سواری وحی کے بوجھ سے دب جاتی۔ مگر حضور ﷺ کی مخصوص ناقہ جس کا نام قصویٰ تھا اپنے اگلے پاؤں خم کر دیتی، جس سے وہ گرنے سے بچ جاتی اور بار بار کے تجربہ سے یہ اس کی عادت ہو گئی تھی۔
چنانچہ عرفات میں جب قصویٰ نے اپنے زانو ٹیک دیے اور چہرہ انور پر وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے تو حاضرین دم بخود ہو کر متوجہ کھڑے ہو گئے انہیں انتظار تھا کہ اللہ تعالیٰ پردۂ غیب سے کیا ارشاد فرماتا ہے؟ آپ ﷺ پر وحی کی جب یہ حالت ختم ہوئی تو آپ کی زبان نبوت پر یہ الفاظ جاری تھے:

"اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِيْنًا"
یعنی آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری اتار دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔
حدیث شریف میں آتا ہے کہ: حضرت ابوبکر صدیق اس دین کے کامل ہونے کی خوشخبری کو سن کر نہایت غمزدہ ہوئے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ بعض صحابہ نے کہا کہ اے صدیق یہ غم و ہم کا

مقام نہیں بلکہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمارے دین کو کامل فرما کر قرآن پاک کی نعمت عظمیٰ عنایت فرمائی۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے دوستو!! مجھے اس آیت سے فراقِ یار کی بو آ رہی ہے۔ کیونکہ جب دین مکمل ہو گیا نعمت پوری اتر چکی تو اب وہ واسطہ جس کے ذریعے تکمیل دین ہوئی ہے کس طرح تمہارے پاس چھوڑے جائیں گے۔ مکان مکمل ہو چکا تو اب معمار کا کیا کام؟ اور پھر حقیقت میں ایسا ہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے نزول کے بعد صرف ۸۱ دن اس دنیا میں تشریف فرما رہے۔

آپ سوچیں تو سہی کہ جب دین کامل ہو گیا اور نعمت مکمل ہو گئی اور اس نعمت کی حفاظت کا ذمہ "اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ"

ہم ہی اس (قرآن) کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

فرما کر رب العزت نے خود اپنے ذمے لے لیا تو اب وہ کون سی کمی ہے جسے کوئی نبی آ کر پورا کرے گا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ متقین کی شان میں فرماتا ہے کہ:

"وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ" (البقرۃ: ۴)

ترجمہ: جو لوگ آپ پر اتاری گئی کتاب (قرآن مجید) اور آپ سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں (توریت، زبور، انجیل) پر ایمان لاتے ہیں اور ساتھ ہی عقیدہ آخرت پر بھی پورا یقین رکھتے ہیں۔

یعنی یہاں پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اور کتب سابقہ پر ایمان لانے کا فرمایا مگر "من بعدک" نہ فرمایا کہ متقین آپ سے پیچھے آنے والی ہدایت کی حقانیت پر بھی ایمان لائے، بلکہ فرمایا کہ قرآن اور پہلے صحفِ سماویہ پر ایمان لانے کے بعد وہ قیامت کا بھی یقین رکھتے ہیں۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب قرآن کے بعد کوئی اور کتاب یا ہدایت نہیں آئے گی بلکہ اب اس کے بعد قیامت ہی ہو گی۔ تو گویا دوسرے الفاظ میں اب قرآن تا قیامت رہے گا اور قرآن لانے والے آقا

کی نبوت بھی تاقیامت رہے گی۔

اب میں خصوصیت سے لفظ خاتم پر بحث کر کے مضمون آیت کو ختم کرتا ہوں۔خاتم کا لفظ دو طریقوں سے پڑھا گیا ہے۔ایک تائے کی فتح یعنی زبر سے اور دوسرے تائے کی جر یعنی زیر سے۔اگر کسرہ سے پڑھ کر اسم فائل بنائیں تو پھر تو معنوں میں کسی قسم کا خفاہی نہیں رہتا۔خاتم النبیین یعنی نبیوں کا ختم کرنے والا۔لیکن اگر فتحہ سے پڑھا جائے جیسا کہ قرأتِ مشہورہ ہے تو علم ادب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خاتم کو کسی قوم کی طرف مضاف کیا جائے تو اس کے معنی آخری ہوتے ہیں۔ جیسے خاتم القوم،قوم کا آخری فرد۔خاتم الرجال،آخری مرد۔اسی طرح خاتم النبیین کا معنی ہوگا آخرہم۔لغوی لحاظ سے خاتم کے تین مشہور معنی ہیں۔

(۱)مہر (۲)انگوٹھی (۳)انتہا کر دینے یا کسی چیز کو انتہا تک پہنچا دینا

اگر خاتم کے معنی (مہر) لیے جائیں تو اس کا معنی ہوگا نبیوں کی مہر۔یعنی جس طرح کسی خط کو اسکی تصدیق کرنے کے لیے آخر میں مہر ثبت کی جاتی ہے،اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ نبوت کے خاتمے پر حضور ﷺ کو مہر کی طرح ثبت کر دیا گیا،تا کہ سارے مرسلین کی تصدیق فرمائیں اور دنیا پر ظاہر کر دیں کہ وہ سب کے سب دربارِ ربی کے فرستادہ تھے اور ان سب پر ایمان لانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ میری نبوت پر۔

ارشاد فرمایا:

"آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ۚ"۔(البقرۃ:۲۸۵)

ترجمہ:مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اسکے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی سب نے مانا اللہ کو اس کے فرشتوں کو اسکی کتابوں کو اور اسکے رسولوں کو کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اسکے پیغمبروں میں سے۔

یا جس طرح خط کے آخر میں مہر لگا کر خط کے مضمون کو بند کر دیا جاتا ہے تا کہ اس میں اب اور کسی قسم کی زیر اور زبر کا اضافہ نہ ہو سکے، اسی طرح آپ کے ساتھ مضمونِ نبوت کو بند کر دیا گیا۔ اب آپ کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی اُمت کا امام۔ خاتم النبیین کے یہی معنی کئے گئے ہیں۔

اور اگر خاتم کے معنی (انگوٹھی) کے لیے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انگوٹھی انگلی کے تمام ماتحت مقام کا احاطہ کر لیتی ہے اور اس کا سرا اس کی انتہا سے مل کر ایک گول چکر بنا لیتا ہے اسی طرح حضور اکرم ﷺ بھی سارے سلسلہ انبیاء کو انگوٹھی کی طرح گھیرے ہوئے ہیں۔ نبوت کی ابتدا بھی آپ سے ہے اور انتہاء بھی آپ سے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

"كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ" یعنی میں آدم کی پیدائش سے پہلے ہی نبی تھا۔

گویا تخلیق کے لحاظ سے حضور ﷺ سب سے اوّل تھے مگر بعثت کے لحاظ سے سب سے آخری۔ اسی واسطے آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

"انا العاقب" اور عاقب کی خود ہی تفسیر فرمائی کہ "والعاقب الذی لیس بعدہ نبی" یعنی میرا نام عاقب ہے اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد اور کوئی نبی نہ ہو۔

اب ابتدا کو انتہاء سے ملائیں تو یہ ایک چکر یا انگوٹھی بن جاتی ہے جس کے اندر تمام انبیاء علیہم السلام محاط ہو جاتے ہیں۔ **(ماخوذ از ماہنامہ الحسن پشاور: خاتم النبیین کی محققانہ توضیح، قاضی انوار الحق، مارچ تا مئی، ۱۹۷۴)**

اور اگر ختم کے معنی انتہا کر دینے پر کسی چیز کو انتہا تک پہنچا دینے کے لیے جائیں تو اس معنی کے لحاظ سے خاتم النبیین کے معنی نبوت کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہوئے اور کسی چیز کے انتہا تک پہنچ جانے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی آخری حد تک آجائے کہ اس کے بعد کوئی درجہ اور حد باقی نہ رہے جس تک وہ پہنچے۔

اس لیے ختم نبوت کے معنی یہ ہوئے کہ نبوت اپنے تمام درجات و مراتب کی آخری حد

تک آ گئی اور نبوت کا کوئی درجہ اور مرتبہ باقی نہ رہا کہ جس تک وہ آئے اور اس کے لئے حرکت کر کے آگے بڑھے اس لئے خاتم النبیین کے حقیقی معنی یہ نکلے کہ خاتم پر نبوت اور کمالاتِ نبوت کے تمام مراتب پورے ہو گئے اور نبوت اپنے علمی و اخلاقی کمالات کے ایک ایسے انتہائی مقام پر آ گئی ابھی کہ بشریعت کے دائرے میں علمی کمالات کا کوئی درجہ باقی رہا نہ اخلاقی قدروں کا کوئی مرتبہ کہ جس کے لئے نبوت خاتم سے گزر کر آگے بڑھے اور اس درجہ اور قدر تک پہنچے۔ اس کامل نبوت کے بعد کسی نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ختم نبوت کے منکرین کی طرف سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ تمام انبیاء کے بعد آخری رسول ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں ہوگا تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا، دجال کو قتل کرنا صلیب کو توڑنا اور خنزیر کو ختم کرنا، چالیس سال تک زمین میں رہنا، شادی بیاہ کرنا اور فوت ہو کر حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ اطہر میں دفن ہونا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نبی ہیں صاحب انجیل اور بنی اسرائیل کے اولوالعزم پیغمبر ہیں اگر ان کا نبی ہونا اور بعد میں آنا ختم نبوت کے خلاف نہیں تو مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت آپ کی ختم نبوت کے منافی اور مخالف کیسے ہو سکتی ہے؟۔

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ختم نبوت کا معنی یہ ہے کہ عالم اجسام میں آپ کا ظہور سب کے بعد ہوا ہے اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں کیا جائے گا نہ یہ کہ پہلے سارے نبی فوت ہو جائیں گے وہ زندہ رہیں قیامت تک موجود رہیں اس کی نفی نہیں کی گئی بلکہ اس محبوب کے تشریف لانے کے بعد ان کا منصب تبلیغ وتعلیم اور ہدایت و ارشاد اور ان کی رسالت وشریعت منسوخ ہو جائے گی اور ان پر اس نبی کریم اور رسول عظیم کی اتباع اور نصرت دین واجب و لازم ہو گی اور آپ پر ایمان لانا

فرض و واجب ہوگا اور یہی عہد ان سے اللہ تعالیٰ نے لیا تھا۔

وَإِذْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ۔

اے حبیب اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دوں، منصب رسالت و نبوت پر سرفراز کروں پھر تمہارے پاس میرا رسول تشریف لائے جو تمہاری رسالت و نبوت اور کتاب و آیات کی تصدیق فرمانے والا ہے تو تم ضرور بالضرور ان پر ایمان لانا اور ان کے دین کی امداد فرمانا۔

قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ () فَمَن تَوَلَّى بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ()

ترجمہ: فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس عہد و پیمان والے میرے بوجھ کو تم نے برداشت کر لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اس کا اقرار کیا۔ فرمایا تم ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ اور میں تم سب پر گواہ ہوں اور تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ایک گواہ ہوں لہذا جو اس کے بعد اعراض کریں گے اور اس عہد سے پھریں گے پس وہی لوگ فاسق اور میری اطاعت سے خارج ہیں اور دین کے دائرے سے باہر ہیں۔

اس آیت کریمہ نے اس مفروضہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا اور اس شبے کو زائل و باطل کر دیا اور واضح ہوگیا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے آخر میں آنا اس معنی میں ہے کہ آپ کے بعد نیا نبی پیدا نہیں ہوگا اور جو پہلے موجود ہوں گے وہ امتی بن جائیں گے خواہ آپ کے بعد بھی موجود رہیں۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں نقل فرماتے ہیں کہ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں فرمایا: عظیم اور اکابر علماء کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے چار انبیاء زمرہ احیاء میں ہیں اور ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ موجود ہیں، حضرت خضر، حضرت الیاس زمین میں ہیں اور

حضرت عیسیٰ وادریس علیہم السلام آسمان میں ہیں۔

نبی الانبیاء فخر الرسل نے فرمایا: اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی سوائے میری اتباع کے چارہ نہ ہوتا۔ معراج کی رات سارے انبیائے کرام بیت المقدس میں اس مہمان رب جلیل اور خلوت نشین حریم قدس کے استقبال کے لئے جمع ہوئے اور ان کی اقتداء کی، ایمان بھی لائے اور عملی طور پر ان کی قیادت و امامت کو تسلیم کیا، اور وعدہ روز میثاق کو پورا فرمایا، اور امر خداوندی کو عملی جامہ پہنایا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ انبیاء ظاہری زندگی کے ساتھ زندہ ہیں یا وصال کے بعد آپ کے پاس جمع ہوں۔ یہ آپ کی ختم نبوت کے منافی نہیں بلکہ یہی ختم نبوت کی دلیل ہے کہ موجود ہونے کے باوجود امتی وغلام بننے اور اس محبوب کی قیادت و امامت پر اعتماد کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بھی تشریف لائیں گے وہ اپنی شریعت کی تبلیغ کے لیے نہیں آئیں گے، نہ انجیل و تورات کے احکامات کو جاری فرمائیں گے، نہ عیسائیت کی تعلیم دینے کے لیے آئیں گے۔ بلکہ تمام امتوں اور ملتوں کو بتلائیں گے کہ میں بنی اسرائیل کا آخری رسول بھی تھا اور صاحب انجیل بھی۔ روح اللہ اور کلمۃ اللہ بھی تھا، مردوں کو زندہ بھی کرتا تھا اور مٹی کے بت بنا کر پھونک سے پرندے بھی بناتا تھا۔ برص کے مریضوں اور مادرزاد اندھوں کو شفا بھی بخشتا تھا۔ لیکن مجھے ان تمام کمالات کے باوجود جس بات پر فخر ہے کہ میں محمد عربی کا خاتم النبیین کے دین کا خادم ہوں اور ان کی شریعت کا مبلغ ان کا متبع اور امتی ہوں۔ لہٰذا اے اہل کتاب اے یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں اور آتش پرستوں اسی رسول برحق کی غلامی اختیار کرو انہی کے امتی بن جاؤ اور ان کا طوق غلامی اپنے گلے میں ڈال لو تو عذاب جہنم سے اور دوزخ سے نجات پا جاؤ گے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اسی لئے حضرت عیسٰی علیہ السلام پہلی نماز حضرت امام مہدی کی اقتداء میں ادا کریں گے تاکہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ وہ نبی اور رسول بن کر تشریف نہیں لائے بلکہ اُمت مصطفیٰ ﷺ سے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے جلوہ فرما ہوئے ہیں۔

نیز علامہ زمخشری اپنی تفسیر کشاف میں فرماتے ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ: رسول کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام تو آپ سے پہلے نبی بنائے گئے تھے۔کوئی عقلمند آدمی لانبی بعدی، خاتم النبیین، آخر الانبیاء سے یہ نہیں سمجھ سکتا جو منکرین ختم نبوت نے سمجھا یا گھڑا ہے۔مثلاً ہم کہتے ہیں زید عمرو کا آخری شاگرد ہے۔کند ذہن سے کند ذہن آدمی بھی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ دوسرے سب شاگرد فوت ہو گئے۔

لہذا یہ شبہ انتہائی لغو اور بے ہودہ ہے اور ناقابل التفات و اعتبار ہے اور کسی عقلمند کو بلکہ ایماندار کو ایسے مغالطے دینا اور امت مسلمہ میں افتراق و انتشار پیدا کرنا زیب نہیں دیتا۔

نکتہ: آیت میثاق میں فرمایا:

وَإِذْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ

اور آیت مذکورہ بالا میں فرمایا:

وَلٰكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

دونوں جگہوں پر ''النبیین'' کا لفظ ہے جو جمع ہے معرف باللام ہے اور عموم واستغراق کے

معنی میں ہے کیونکہ بعض نبی مراد ہونے پر کوئی قرینہ اور دلیل نہیں، لہذا تمام انبیاء کرام سے بلا تخصیص و استثناء کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے کا اور دین اسلام کی نصرت و امداد کا وعدہ لیا گیا۔ اور اسی طرح تمام انبیاء کرام کے صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم فرمایا گیا۔ کسی نبی و رسول کی اس میں تخصیص نہیں۔ لہذا جن انبیاء کرام اور رسولان عظام کو اللہ تعالی نے روز میثاق جمع فرما کر عہد لیا تھا ان تمام کے لیے آپ خاتم ہیں اور ان سے آخری ہیں۔ آپ کے بعد اللہ تعالی کا بنایا ہوا کوئی نبی نہیں آسکتا، ہاں خود بخود کوئی نبی ہو جائے یا ٹیچی ٹیچی فرشتہ کے الہامات سے کوئی مرتبہ نبوت پر فائز ہو جائے تو یہ ممکن ہے۔

نیز آیت میثاق میں بعثت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ'' سے تعبیر فرمایا اور لفظ ''ثم'' بعد کے لئے ہے، یعنی تم سب رسولوں اور نبیوں کے بعد وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے جو تمہاری تصدیق فرمانے والا ہے اور اسی بعدیت کو خاتم کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ ''اور قرآن کا بعض حصہ دوسرے بعض کی تفسیر کرتا ہے'' کے مصداق ثابت ہو گیا کہ خاتم النبیین سے مراد آخر الانبیاء ہیں یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت کے لحاظ سے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، نہ یہ کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام زندہ نہیں رہ سکتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسئلہ ختم نبوت کے کسی پہلو کو تشنۂ بیان نہیں چھوڑا بلکہ ان علمی نکات کے علاوہ عوام کے لئے ایسی مثالیں بھی پیش فرمائیں کہ معمولی سے معمولی عقل کا انسان بھی اسے سمجھنے کے بعد کسی کذاب کے دام فریب میں نہیں آسکتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اور جو انبیاء مجھ سے پہلے گزرے ہیں ان کی مثال یوں ہے جیسے کسی نے بڑی عمدہ اور خوبصورت عمارت بنائی ہو اور اس کے کسی ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی ہو۔ لوگ اس عمارت کے ارد گرد گھوم کر حیران ہو رہے ہوں اور یہ کہہ رہے ہو کہ یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ بس سمجھ لو کہ وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں ہی خاتم

النبیین ہوں۔

اس مثال میں حضورﷺ نے نبوت کو ایک محل سے تشبیہ دی ہے۔جس کی ساری عمارت مکمل ہو چکی ہے مگر صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی۔حضورﷺ فرماتے ہیں میں ہی وہ اینٹ تھا کہ جس کی جگہ قصر نبوت میں خالی تھی، میں آیا اور میں نے عمارت کو مکمل کر دیا۔پھر اسی پر ہی بس نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ عمارت کے مکمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب میرے ساتھ سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا گیا۔

مگر چونکہ اس میں ابہام تھا کہ شاید اگر رسول نہ آئیں تو نبی آسکیں گے کیونکہ ہر نبی رسول تو نہیں ہوتا اس لیے دوسری حدیث میں حضورﷺ نے ''وانا خاتم النبیین'' فرما کر قرآن کی طرح نبوت و رسالت دونوں کا خاتمہ فرما دیا۔اب اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو پھر وہ اس قصر نبوت کی کسی اینٹ کو اکھاڑ کر ہی اپنی اینٹ جمائے گا، ورنہ اس محل میں تو اب گھسنے کا کوئی مکان ہے اور نہ ہی امکان ہے۔

ایک حدیث میں جسے بخاری مسلم اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ ابو حازم سے روایت ہے کہ میں پانچ سال حضرت ابو ہریرہ کی خدمت میں بیٹھا اور آپ سے سنا کہ وہ نبیﷺ سے حدیث بیان فرماتے تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بنو اسرائیل کی نگھبانی اور نگرانی انبیاء کرام علیہم السلام فرماتے تھے، جب ایک نبی کا وصال ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا اور یقینی بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور عنقریب خلفاء ہوں گے پس وہ زیادہ ہو جائیں گے۔صحابہ نے عرض کیا آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم ان میں سے یکے بعد دیگرے ہر ایک کی بیعت کا حق ادا کرو اور ان کی اپنی حالت کو نہ دیکھو، کیونکہ رعیت اور محکوموں کے حقوق سے اللہ تعالیٰ ان کی باز پرس کرنے والا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ ایک طویل روایت میں حضورﷺ کے اوصاف بیان

کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ۔

ترجمہ: آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور آپ آخری نبی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ افضل الرسل ﷺ نے فرمایا کہ مجھے انبیاء کرام علیہم السلام پر چھ وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔

۱۔ مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے یعنی ایسے کلمات جو عبارت کے لحاظ سے مختصر اور معنی ومطالب کے لحاظ سے جامع ہوں۔

۲۔ مخالفین پر میرا رعب بٹھا کر میری مدد کی گئی

۳۔ مال غنیمت کو میرے لئے حلال ٹھہرایا گیا، جب کہ پہلی امتوں میں آسمانی آگ آکر اسے جلا دیتی اور راکھ بنا دیتی۔

۴۔ میرے لئے ساری زمین پر نماز پڑھنے کی اجازت دے دی گئی۔ اسے پاک اور قابل تیمم بنایا گیا۔

۵۔ مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔

۶۔ مجھ پر سلسلہ رسالت اور نبوت ختم کر دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں اپنے بنی قریظہ کے ایک دوست اور بھائی کے پاس سے گزرا تو اس نے چند جامع کلمات تورات کے لکھ کر میرے حوالے کیے تا کہ میں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ تو یہ سنتے ہی آنحضرت ﷺ کے چہرہ انور پر آثار غضب نمودار ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر خود موسیٰ علیہ السلام بھی تم میں آجائیں پھر تم (مجھے چھوڑ کر) ان کی اتباع

کروتو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔تحقیق تمام امتوں میں تم میرا حصّہ ہو اور تمام انبیاء میں سے صرف میں تمہارا حصہ ہوں۔

بلکہ فرمایا: اگر موسیٰ علیہ السلام ظاہری حیات کے ساتھ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہ رہتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت سے کوئی چیز بھی باقی نہیں رہے گی سوائے مبشرات کے۔عرض کی گئی کہ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا اچھے خواب، جنھیں مسلمان دیکھے گا یا اسے دکھائے جائیں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ کو اٹھایا اور آپ کا سر مبارک بندھا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مرض کی حالت میں تھے جس میں آپ کا وصال ہوا اور لوگ حضرت ابو بکر صدیق کے پیچھے صفوں میں کھڑے ہوئے تھے اس وقت ارشاد فرمایا: نبوت کا کوئی حصہ بھی باقی نہیں رہا سوائے سچے خوابوں کے جن کو مسلمان دیکھیں یا انہیں دکھائے جائیں۔(کنز العمال بروایت احمد وخطیب)

اسی طرح حضرت ابوذر سے ایک حدیث روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوذر تمام انبیاء کرام علیھم السلام سے اول حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔(ترمذی بروایت کنز العمال)

انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحقیق رسالت اور نبوت میرے بعد منقطع ہوگئی ہے لہذا میرے بعد نہ کوئی نبی ہوگا نہ رسول (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نبوت فقط میرے لئے ہے اور تمہارے لئے خلافت ہے۔(رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے

بعد ان دو شخصوں کی اتباع کرو یعنی ابوبکر و عمر (رواہ ترمذی و ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ مرفوع روایت میں فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر و عمر کی مجھ سے وہی نسبت ہے جو کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ (رواہ ابن الجوزی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر بالفرض میرے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو عمر بن الخطاب نبی ہوتے۔ لیکن چوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نبی نہیں ہیں۔ اور حضرت عمر کی اہلیت اور استعداد کے باوجود نبی نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی متفق علیہ روایت ہے جس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ نے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے تھی مگر تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

نوٹ: یہ ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس وقت کا ہے جب آپ غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جارہے تھے اور مسجد نبوی میں امامت کا فریضہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو سپرد فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو گھروں کی حفاظت پر مامور فرمایا اور انھوں نے عرض کی کہ آپ مجھے ان بچوں و رعورتوں میں چھوڑ کر جارہے ہیں (گویا ان کی طرح مجھے کمزور سمجھا گیا ہے) فرمایا اے علی تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السّلام سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

میں آخری نبی اور تم آخری امت ہو (ابوداؤد)

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان واضح ارشادات سے صاف پتا چلتا ہے کہ آپ ہی آخری

نبی اور آخری رسول ہیں۔قرآن مجید کی سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ا میں ارشاد ربانی ہوتا ہے:

(ا) اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ۔(الانبیاء:۱)

ترجمہ: قریب آ گیا ہے لوگوں کے حساب کا وقت اور وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں۔

اس سے مراد ہے قرب قیامت یعنی اب وہ وقت دور نہیں ہے جب لوگوں کو اپنا حساب دینے کے لیے اپنے رب کے آگے حاضر ہونا پڑے گا۔

محمد ﷺ کی بعثت اس بات کی علامت ہے کہ نوعِ انسانی کی تاریخ اب اپنے آخری دور میں داخل ہو رہی ہے۔اب وہ اپنے آغاز کی بہ نسبت اپنے انجام کے زیادہ قریب ہے۔آغاز اور وسط کے مراحل گزر چکے ہیں اور اب آخری مرحلہ شروع ہو چکا ہے۔یہی مضمون ہے جس کو نبی ﷺ نے ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے۔آپ نے اپنی دو مبارک انگلیاں کھڑی کر کے فرمایا میں ایسے وقت میں نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں کہ میں اور قیامت کا دن دو انگلیوں کی طرح ہیں یعنی میرے بعد بس قیامت ہے۔کسی اور نبی کی دعوت درمیان میں حائل نہیں ہے۔

قرآن مقدس کی سینکڑوں آیات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ حضور سرور دو عالم ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں۔

ان تمام آیات میں سے صرف چند آیات قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کیونکہ ان تمام آیات کو اگر لکھا جائے تو اس کتابچے کی ضخامت کا باعث بن جائے گا۔عقلمند انسان کے لئے تو صرف اشارہ ہی کافی ہے،لیکن جو نہ سمجھنا چاہتا ہو اور نہ ہی حقیقت کو تسلیم کرنے پر تیار ہو تو ایسے شخص کے لئے دفتر کے دفتر بھی بیکار ثابت ہوتے ہیں۔

سورہ بقرہ کی وہ آیات کریمہ جن میں ایک مومن کی نشانیوں کو بیان فرمایا گیا ہے۔ان میں ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ اس وحی پر ایمان لاتے ہیں جو آپ سے پہلے انبیاء پر نازل کی گئیں اور قیامت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کے سیاق و سباق کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے معانی پر ذرا غور و فکر کیجئے کہ حضور ﷺ سے پہلے انبیاء اور رسولوں کی وحی کا تو ذکر ہو رہا ہے لیکن حضور ﷺ کے بعد قیامت تک کسی نبی رسول اور وحی کا ذکر نہیں۔ اس آیت کریمہ سے بھی واضح طور پر اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی یا رسول کسی شکل میں اور کسی صورت میں نہیں آسکتا۔

(۲) أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنكُمْ۔ (النساء:۵۹)

قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ جس میں مومنوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور ان لوگوں کی جو تمہارے حکمران ہوں۔ میں بھی صاف طور پر ختم نبوت کا اشارہ ملتا ہے کیونکہ اگر حضور ﷺ کے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا تو پھر اولی الامر کے بعد لازماً اس کی اطاعت کا بھی حکم دیا جاتا۔

(۳) عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ۔

(التوبۃ:۱۲۸)

ترجمہ: جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ کی اس شفقت کا ذکر کیا جا رہا ہے جو آپ کو اپنی اُمت سے تھی۔ اس شفقت کا لازمی تقاضا تھا کہ حضور ﷺ اپنی امت کو عذاب دوزخ سے بچانے کے لیے اس نبی یا رسول پر ایمان لانے کا تذکرہ فرماتے جس نے آپ کے بعد آنا تھا کیونکہ آپ کے بعد کسی اور نبی یا رسول کا آنا ممکن نہیں تھا اس لئے آپ نے اس کا ذکر نہیں فرمایا۔ چنانچہ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبوت کا دروازہ حضور ﷺ کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا۔

(۴) آمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ

مِن قَبۡلُ ۔(النساء:۱۳۶)

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور ان کتابوں پر بھی جو پہلے نازل کی جا چکی ہیں (ایمان لاؤ)

ذرا اس آیت کریمہ پر غور فرمائیں کہ یہاں پہلی کتابوں پر تو ایمان لانے کا ذکر کیا جاتا ہے لیکن قرآن مجید کے بعد کسی اور کتاب کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں اور حضور ﷺ کی کتاب کے بعد اور کوئی کتاب نہیں۔

یہ آیت مقدسہ بھی آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر شاندار دلیل ہے۔

(۵) وَإِذۡ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيۡتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمۡ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ ءَ اَقۡرَرۡتُمۡ وَأَخَذۡتُمۡ عَلَى ذَلِكُمۡ إِصۡرِي قَالُواْ أَقۡرَرۡنَا قَالَ فَاشۡهَدُواْ وَأَنَاۡ مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ () فَمَن تَوَلَّى بَعۡدَ ذَلِكَ فَأُوۡلَئِكَ هُمُ الۡفَاسِقُونَ (آل عمران:۸۱)

ترجمہ: اے محبوب اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالی نے تمام انبیاء سے عہد کیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دوں، رسالت اور نبوت کا منصب عطا کروں پھر تمہارے پاس میرا وہ رسول تشریف لائے جو تمہاری نبوت و رسالت اور کتاب و آیات کی تصدیق فرمانے والا ہے تو تم ضرور بالضرور اس پر ایمان لانا اور ان کے دین کی امداد فرمانا۔

فرمایا کیا تم نے قرار کیا اور اس عہد و پیمان والے میرے بوجھ کو تم نے برداشت کرلیا، سب نے عرض کی ہم نے اس کا اقرار کیا۔ فرمایا تم ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ اور میں تم سب پر گواہ ہوں اور تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ایک گواہ۔ لہٰذا جو اس کے بعد اعراض کریں گے اور اس عہد سے پھریں گے پس وہی لوگ فاسق اور میری اطاعت سے خارج ہیں اور دین کے دائرے سے باہر۔

اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا سب سے آخر میں آنا اس معنی میں ہے کہ آپ کے بعد نیا نبی پیدا نہیں ہوگا اور جو پہلے موجود ہوں گے وہ امتی بن جائیں گے اور انہیں بھی حضور ﷺ کی شریعت پر ایمان لانا ہوگا اور اس پر عمل کرنا ہوگا جس طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی اس وقت زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری شریعت پر عمل کرنا ہوگا۔

(۶) إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ۔(النساء: ۱۶۳)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی جیسا کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد تمام نبیوں کو کی۔

نوح علیہ السلام کے بعد چونکہ انبیاء کرام پیدا ہونے والے تھے اس لئے نوح علیہ السلام کے بعد ''من بعدہ'' کا ذکر کیا گیا۔ اگر حضور ﷺ کے بعد بھی کسی کو منصب نبوت ملنا تھا یا نبوت کا جاری رہنا تھا تو جہاں تمام من قبل کے انبیاء کا ذکر ہے آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کے اجراء کا ذکر تمام قرآن مجید میں کسی مقام پر تو ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا۔

(۷) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ ۔(روم: ۴۷)

ترجمہ: اور ہم نے اے محمد ﷺ آپ سے پہلے بہت سے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ حضور ﷺ سے پہلے تو اللہ نے بہت رسول بھیجے لیکن آپ کے بعد کسی رسول کی بعثت کا ذکر نہیں فرمایا۔ یوں یہ آیت کریمہ بھی حضور ﷺ کی ختم نبوت کی حقانیت پر دلیل واضح ہے۔

(۸) كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ ۔(طٰہٰ: ۹۹)

ترجمہ: اس طرح ہم نے ان خبروں سے جو پہلے گزر چکی ہیں بیان کیں۔

اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر حضور ﷺ کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو بعد کے مبعوث ہونے والے انبیاء ورسل کی خبریں بھی ضرور قرآن مجید میں پائی جاتیں۔

(۹) وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ۔ (الزمر: ۶۵)

ترجمہ: اے محمد ﷺ ہم نے آپ کی طرف بھی وحی بھیجی اور ان لوگوں (انبیاء) کی طرف بھی جو آپ سے پہلے تھے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ محمد ﷺ کی طرف جیسا کہ وحی اور نبوت و رسالت فرمائی آپ سے پہلے بھی ایسے ہی کی۔ لیکن چونکہ آپ کے بعد وحی نبوت اور رسالت کا سلسلہ تا قیامت ختم کر دیا گیا اس لیے "وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ بَعْدِكَ" نہیں فرمایا۔

آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا مجرم خداوندی ہے۔ قرآنی آیات کا منکر ہے۔

(۱۰) وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: اور نہیں ہیں محمد رسول ﷺ مگر رسول تحقیق گزر چکے ہیں پہلے آپ سے تمام رسول۔

اس آیت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے کہ حضور ﷺ رسول ہیں۔ باقی تمام رسول آپ سے پہلے گزر چکے۔ آپ کے بعد اب کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ آیت کریمہ نے ختم نبوت کے مسئلے کو کس طرح واضح کر دیا۔

(۱۱) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (النحل: ۴۳)

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے مردوں کو ہی نبی بنا کر بھیجا۔ ان کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ تو اگر تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو تو اہل ذکر سے دریافت کر لیا کرو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے رسولوں کا ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ محمد ﷺ کے حیات

ظاہری کے پردہ فرمانے کے بعد تمہیں کسی مسئلے کو سمجھنے میں دقت ہو تو اہل الذکر یعنی اولیاء اللہ سے دریافت کرلیا کرو۔

اگر سلسلہ نبوت اور رسالت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بھی جاری رہتا تو اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو کبھی اولیاء اللہ کے سپرد نہ فرماتا بلکہ یوں فرماتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد جو رسول آئیں گے ان سے دریافت کرلینا تو ثابت ہوا کہ نبوت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے جاری تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوت اور رسالت کا دروازہ بند کردیا گیا ہے۔

ختم نبوت اور محدثین:

مسلم شریف:

امام مسلم نے صحیح مسلم شریف میں ''ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کے عنوان سے ایک باب مقرر فرمایا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ختم نبوت کے سلسلے میں احادیث درج فرمائیں اور اس بات کو پوری طرح واضح کردیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد اب کسی کی نبوت جاری نہیں رہ سکتی۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کا عقیدہ

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوت کے دعویٰ کرنے والے کو احادیث صحیحہ سے کذاب اور دجال ثابت فرمایا ہے۔

امام ابوداؤد کا عقیدہ

ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوت کے دعویٰ کرنے والے کو دجال اور کذاب ثابت کیا ہے۔

امام ترمذی کا عقیدہ

امام ترمذی نے ترمذی شریف میں باب ''ذھبت النبوۃ'' مقرر فرما کر '' إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ '' کی حدیث نقل فرما کر اجرائے نبوت کا رد

کیا۔

امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ

امام بیہقی نے بھی مصطفیٰ ﷺ کے بعد نبوت کے مدعی کو دجال اور کذاب ثابت کیا ہے۔

ابن حجر فتح الباری شارح بخاری کا عقیدہ

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی ختم نبوت پر تھا چنانچہ آپ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وأن الله ختم به المرسلين وأكمل به شرائع الدين۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعے تمام انبیاء کو ختم کر دیا اور دین کے قوانین کو مکمل کر دیا۔

علامہ زرقانی کا عقیدہ

آپ فرماتے ہیں:

وهو كوالد بولد ليس له غيره۔

کہ حضور ﷺ ایسے ہیں جیسے ایک باپ اپنے بیٹے کے لئے ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیٹے کے لیے باپ ایک ہے ایسے ہی آپ اب ایک ہی نبی ہیں۔ کیونکہ پہلے نبوت جاری تھی اب ختم ہو چکی۔

ابو نعیم کا عقیدہ

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں حدیث نقل فرمائی ہے جس سے ثابت کیا ہے کہ حضور ﷺ آدم علیہ السلام سے قبل ہی خاتم النبین مقرر ہو چکے تھے۔

امام قسطلانی شارح بخاری کا عقیدہ

علامہ قسطلانی شارح بخاری حضور ﷺ کے فرمان ''انا العاقب'' کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مصطفیٰ ﷺ عاقب اس لئے ہیں کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے پیچھے تشریف لائے ہیں تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔

ابن عبد البر کا عقیدہ

ابن عبد البر نے اپنی کتاب ''الاستیعاب'' میں حضور ﷺ پر نبوت ختم ہونے کے دلائل از روئے احادیث صحیحہ بیان فرمائے اور اجرائے نبوت کے متعلق کوئی اشارہ تک نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ ابن عبد البر کا مسلک بھی ختم نبوت پر ہی تھا۔

ختم نبوت اور مفسرین اسلام:

تفسیر ابن جریر: ۱۱ / ۲۲ ترجمہ عربی عبارت:

اور لیکن محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا اور تمام پر آپ نے مہر لگا دی پھر کسی کے لیے قیامت تک نہیں کھل سکتی۔

تفسیر ابن کثیر: ۴۹۳ / ۳: ترجمہ عربی عبارت:

وخاتم النبیین کی آیت کریمہ نص ہے اس امر میں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، تو رسول بطریق اولیٰ نہیں ہوسکے گا۔

تفسیر کبیر: ۶ / ۷۸۶: ترجمہ عربی عبارت:

اور آپ تمام نبیوں کے خاتم ہیں اور یہ اس لیے کہ ایسا نبی جس کے بعد کوئی اور نبی ہو۔ اگر (پہلا نبی) نصیحت اور بیان سے کچھ چھوڑ جائے تو اس کے بعد کا نبی اسکو لے لیتا ہے اور لیکن ایسا شخص جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو تو ایسا نبی اپنی امت پر زیادہ مہربان ہوتا ہے اور ان کے لیے زیادہ ہادی ہوتا ہے اور زیادہ سخی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ وہ ایسے والد کی طرح ہے کہ جس کا بیٹا اس کے سوا اور کوئی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ''اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والے ہیں'' یعنی اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ (اس میں یہ بھی داخل ہو گیا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔)

تفسیر مدارک: ۳ / ۲۲۴: عربی عبارت کا ترجمہ:

اور خاتم النبیین تاء کی زیر کے ساتھ عاصم کی قرأت ہے۔ معنی مہر لگانے والے کے یعنی

سب کے اخیر۔یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا اور عیسیٰ اس شخص سے ہے جو آپ سے پہلے نبی ہو چکے اور جب اتریں گے محمد ﷺ کی شریعت کے عامل ہوں گے گویا وہ آپ کے امتی ہیں۔

تفسیر خازن:۵ / ۲۱۸: عربی کا اردو ترجمہ (وخاتم النبیین)

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ساتھ نبوت کو ختم کیا تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ کوئی آپ کے ساتھ ہے۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں کہ اگر میں آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم نہ کرتا تو آپ کے لئے بیٹا بناتا،اور آپ کے بعد نبی ہوتا۔

اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے جب حکم کیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اس لیے آپ کو لڑکا مذکر عطا نہیں فرمایا جو بالغ ہوتا۔اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے۔یعنی اللہ کے علم میں یہ بھی داخل ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔اس سے ثابت ہوا کہ ان کا عقیدہ بھی حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر ہی تھا۔

تفسیر کشاف:۳ / ۲۳۹: ترجمہ عربی عبارت (وکان خاتم النبیین)

یعنی آپ کا اگر کوئی لڑکا آدمیوں کی عمر کا بالغ ہوتا تو نبی ہوتا اور ہوا نہیں، کیونکہ آپ تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں، جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات کے وقت فرمایا اگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔(چونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اس لئے زندہ نہیں رہا) پس اگر تو سوال کرے کہ مصطفیٰ ﷺ آخر الانبیاء کیسے ہوئے حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخیر زمانے میں اتریں گے۔میں کہتا ہوں کہ آپ کے آخر الانبیاء ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔اور عیسیٰ علیہ السلام ایسے شخص ہیں جو آپ سے پہلے نبی ہو چکے ہیں اور جب اتریں گے تو محمد ﷺ کی شریعت پر عمل کرنے والے اتریں گے اور آپ کے قبلہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔گویا آپ کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔

تفسیر ابن عباس: ۲۶۲:

(وخاتم النبیین) کی شرح میں فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کو ختم کر دیا تو اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

تفسیر جلالین: ۲۶۶

(وخاتم النبیین) کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے خاتم کی تاء پر زبر ہے جس کے معنی ہیں مہر لگانے کا آلہ۔ یعنی اس مہر کو آخر میں لگا دیا گیا اور (وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا کہ خدا کے علم میں یہ بات تھی کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

تفسیر معالم التنزیل: ۵/۳۱۸

(وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ) کی تفسیر میں صاحب تفسیر لکھتے ہیں: اللہ تعالی نے آپ ﷺ کے ذریعے نبوت کو ختم کر دیا۔

ان تمام معتبر مفسرین کا عقیدہ یہی تھا کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے۔

اجماع صحابہ:

قرآن و حدیث اور مفسرین و محدثین کی ان تصریحات کے بعد صحابہ کرام کا عمل اور اجماع ہے۔ تاریخی روایات شاہد ہیں کہ نبی ﷺ کے وصال کے بعد متعدد لوگوں نے نبوت کا دعوٰی کیا ان سب مدعیان نبوت کے خلاف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے بالاتفاق جہاد کیا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس ضمن میں مسیلمہ کذاب کی مثال خصوصی طور پر قابل ذکر ہے اور جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ یہ نبی ﷺ کی نبوت کا انکاری نہیں تھا بلکہ دعوٰی کرتا تھا کہ اسے حضور ﷺ کے ساتھ شریک نبوت بنایا گیا ہے۔ اسکے باوجود صدیق اکبر نے اسے کافر اور خارج از ملت قرار دیا۔ صحابہ کرام نے ابوبکر صدیق کی تائید کی اور مسیلمہ کذاب اور اس کے پیروؤں

کے خلاف جنگ لڑی ۔لہذا اب تک پوری امت میں یہ مسئلہ متفق علیہ رہا ہے کہ ہر نئی نبوت کا داعی جھوٹا اور کذاب ہے اور اسلام سے خارج ہے۔

انجیل متی باب 7 میں ہے:

جھوٹے نبیوں سے خبر دار رہو جو تمہارے پاس بھیڑیوں کے بھیس میں آئے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیئے ہیں ۔ان کے پہلوؤں سے تم ان کو پہچان لو گے۔

عقلی دلائل:

قارئین محترم! نبوت کوئی ایسا وصف نہیں جو ہر اس شخص میں پیدا ہو جاتا ہے جس نے عبادت اور عمل میں ترقی کرلی ہو بلکہ یہ خدائی عطیہ ہے ۔جو ضرورت کے مطابق خدا تعالیٰ کسی شخص کو عطا کرتا ہے ۔وہ ضرورت جب پیش آتی ہے تو ایک نبی اس کے لئے مقرر کیا جاتا ہے ۔قرآنی تعلیمات کے مطابق صرف چار حالتیں ایسی ہیں جب انبیاء کی ضرورت پڑتی ہے۔ جن چاروں حالتوں کا اجمالی بیان میں نے گذشتہ اوراق میں کیا۔ یہاں پھر میں یہ چاہتا ہوں کے عقلی دلائل کی روشنی میں دوبارہ ذرا تفصیل سے ان کو بیان کر دیا جائے۔

نمبر1: اول یہ کہ کسی خاص قوم میں نبی بھیجنے کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے کہ قبل ازیں اس میں کوئی نبی نہ آیا ہو اور نہ ہی کسی دوسری قوم میں آئے ہوئے نبی کا پیغام اس تک پہنچا ہو، یہ ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام دنیا کے لیے اور سب قوموں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۔(سبا:۲۸)

ترجمہ: اور اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے

اور سورہ اعراف میں آیت نمبر ۱۵۸ میں فرمایا:

قُلۡ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا۔

ترجمہ: تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دنیا کی جدید تمدنی تاریخ بتا رہی ہے کہ آپ کی بعثت کے وقت سے ہی ایسے حالات موجود رہے کہ آپ کا پیغام سب اقوام کو پہنچ سکتا تھا اور جدید دور میں تو یہ معاملہ اور بھی آسان ہو گیا ہے۔

نمبر2: دوم یہ کہ سابقہ انبیاء کی تعلیمات بھلا دی گئی ہوں یا اس میں تبدیلی کر دی گئی ہو اور اس کے نقش قدم کا اتباع ممکن نہ ہو۔ لیکن رسالت محمدی کے ضمن میں یہ ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک نزول کے ساتھ ہی ہر طرح سے محفوظ کر لیا گیا ہے اور اس کے ساتھ حدیث اور سیرت کا پورا ذخیرہ اپنی صحیح صورت میں محفوظ ہے۔ اس میں تنسیخ و تحریف یا کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ جو ہدایت آپ نے اپنے عمل اور قول سے دی اس کے تمام آثار آج بھی ہمیں ہر وقت مل سکتے ہیں۔ گویا کہ آپ کے دور ہی میں ہم رہ رہے ہیں۔ لہذا دوسری ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔

نمبر3: سوم یہ کہ سابقہ انبیاء کے ذریعہ سے کامل ہدایت اور تعلیم لوگوں کو نہ ملی ہو اور دین کی تکمیل کے لئے نبی کی ضرورت ہو لیکن قرآن مجید اس ضرورت کی بھی نفی کرتا ہے اس کا اعلان واضح طور پر آیات بینات میں کر دیا گیا جن کا نزول حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا۔

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا۔

ترجمہ: آج ہم نے آپ کے لئے آپ کا دین (دین اسلام) (مقدار کے لحاظ سے بھی اور معیار کے لحاظ سے بھی) مکمل کر دیا اور آپ کے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔

نمبر4: آخری ضرورت یہ کہ ایک نبی کے ساتھ اس کی امداد کے لیے ایک اور نبی کی حاجت ہو لیکن اگر اس کے لیے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہی آپ کے ساتھ مقرر

کیا جاتا۔ظاہر ہے کہ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وجہ بھی ختم ہوگئی۔

مذکورہ چار وجوہات کے علاوہ پانچویں کوئی وجہ نہیں جس کے لیے نبی کی ضرورت ہوتی ہو۔لہذا عقلی لحاظ سے بھی اب کسی نئے نبی کی حاجت نہیں۔پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ ہی تا قیامت پوری انسانیت کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔

لکھتا ہوں خون دل سے یہ الفاظ احمریں
بعد از رسول ہاشمی کوئی نبی نہیں

ایمانیات واعتقادات میں ختم نبوت کی اہمیت:

قرآن وحدیث کی رو سے نبوت کا مسئلہ ایمانیات اور اعتقادات میں اساسی حیثیت رکھتا ہے۔بلکہ صاف اور واضح الفاظ میں یہ کہنا چاہیے کہ یہ مسئلہ کفر واسلام سے تعلق رکھتا ہے۔اگر واقعی کوئی اللہ کا رسول یا نبی ہے اور خاکم بدھن اگر ہم اس کا انکار کرتے ہیں تو ہمارے ایمان کی پوری عمارت ہی منہدم ہو جاتی ہے،اور ہم کافر ہو جاتے ہیں۔اس لئے کہ الوہیت و رسالت وحی اور آخرت پر ہی یقین کا نام ایمان ہے۔اس میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی اگر ہمارے یقین اور ایمان میں کوئی معمولی سا فتور موجود ہے تو ہم مومن نہیں ہو سکتے۔اس کے برعکس یہ صورت بھی ہے کہ اگر کوئی نبی یا رسول نہیں ہے اور ہم اس کو نبی یا رسول تسلیم کرتے ہیں تو ہم کافر ہو جاتے ہیں۔اللہ کی طرف سے انبیاء مبعوث ہوتے ہیں اور رسولوں کو اللہ تعالیٰ ہی بھیجتا ہے اور ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالی نے بھیجا ہے تو یہ سراسر افترا اور بہتان ہے۔یہ ایسا بڑا جھوٹ ہے جسے تاریخ کبھی معاف نہیں کر سکتی۔نبوت کے مسئلہ کو مذاق بنانے والی قومیں کبھی ہدایت نہیں پا سکتیں۔کتاب ورسالت ہی تو اصل ل سرچشمہ ہدایت ہے اور اگر رسالت ونبوت ہی کے سلسلے میں ہمارا ذہن صاف نہ ہوے وہمیں کبھی منزل حق نصیب نہیں ہو سکتی۔

سنگ در نبی پہ جبیں نیاز ہے
زاہد یہ بندگان وفا کی نماز ہے

مانا ہے کائنات میں رنگینیاں تری
لیکن میری نگاہ اسیر حجاز ہے
ہر ایک ذرہ جلوہ ایمن کا ہے جواب
کیا شان تیری خاکِ دیار حجاز ہے
شوق جہاد و جذبہ شبیر سے تہی
زاہد تیری نماز بھی کوئی نماز ہے
انجم ہے جس کا ختم نبوت پر اعتقاد
ایمان اس کا ٹھیک ہے وہ پاکباز ہے

فتنہ قادیانیت اور اقبال:

پاکستان کا تصور حکیم الامت ترجمان حقیقت شاعر مشرق اور عزقاب عشق رسول ﷺ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا تھا۔ وہاں پیکر حکمت و دانائی اقبال مرحوم نے خطرے کی گھنٹی بجاتے ہوئے واشگاف الفاظ میں امت مسلمہ کو دین اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف یہود و نصاریٰ کی ایک بڑی سازش فتنہ قادیانیت سے بھی خبردار کیا تھا۔ محسن قوم علامہ اقبال فرنگی کی تیار کردہ جھوٹی نبوت اور جھوٹے نبی مرزا قادیانی کی سازشوں سے بخوبی واقف تھے۔ اس مرد قلندر نے قادیانیت کے غلیظ چہرے سے نقاب سرکا کر اس کی بے وفا آنکھوں میں جھانک کر اس کی لوح دماغ پڑھ کر اس کے دل کی تہوں میں اسلام اور ملت اسلامیہ سے بغاوت کے سرکش ارادوں کو اپنی چشم بینا سے دیکھ کر دو تاریخی جملے کہے تھے۔

قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے
قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں
لکھتا ہوں خون دل سے یہ الفاظ احمریں

بعد از رسول ہاشمی کوئی نبی نہیں
نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں شوکت و حشمت کا پیام

قادیانیت:

انگریزوں نے تاجروں کے بھیس میں جب برصغیر پاک وہند میں قدم جمانے شروع کیے تو انھوں نے اپنے اقتدار کے لیے جس قوم سے سب سے زیادہ خطرہ محسوس کیا وہ مسلمان قوم تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس مسئلہ پر کافی سوچ و بچار کیا اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمان قوم کا مقابلہ کرنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک دو جذبے ان میں موجود ہیں، ایک تو حضور ﷺ کی محبت کا جذبہ اور دوسرا جذبہ جہاد۔

کیوں کہ ایک ناقص سے ناقص مسلمان کے دل میں اپنے نبی ﷺ اور پیغمبر سے جس قدر عشق و محبت کا جذبہ ہے ویسا کسی دوسری قوم کے اعلیٰ سے اعلیٰ امتی میں بھی نہیں پایا جاتا۔

دوسرا جذبہ جہاد: کہ جہاد کے نام پر ایک مسلمان موت کو یوں گلے لگانا پسند کرتا ہے جیسا کوئی اپنے محبوب سے ملنے کے لیے بے چین ہوتا ہے۔اس لئے اگر ان کے دلوں میں سے محبت رسول کا جذبہ اور جذبہ جہاد ختم کر دیا جائے تو پھر یہ قوم ایک زندہ لاش کے سوا کچھ نہیں اور صرف اسی طرح وہ اپنے اقتدار کو طول دے سکتے ہیں۔

چنانچہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ضلع قادیان میں ایک شخص غلام احمد کی خدمات حاصل کیں۔ یہ شخص بھارت کے صوبے مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کے ایک پسماندہ گاؤں قادیان میں ۱۸۳۶ء کو پیدا ہوا۔مرزا قادیانی کی ماں کا نام چراغ بی بی عرف

گھسیٹی تھا۔

باپ کا نام غلام مرتضٰی دادا کا نام عطا محمد اور پر دادا کا نام گل محمد تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی پھر مکتب بھیجا گیا لیکن تعلیم حاصل کرنے کا شوق نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ اکثر اساتذہ سے پٹائی ہوتی رہتی۔ آخر تعلیم ادھوری چھوڑ کر مکتب سے بھاگ گیا۔ پھر ادھر اُدھر آوارہ گردی میں وقت ضائع کرتا رہا۔ والدین اس کے اس رویے سے بڑے تنگ تھے۔ اور ہر وقت سخت الفاظ میں یاد کرتے تھے۔ آخر والدین کی ڈانٹ ڈپٹ سے تنگ آ کر گھر سے بھاگ کھڑا ہوا اور قادیان سے سیالکوٹ آ گیا اور یہاں ایک دوست کی سفارش پر سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپے ماہوار پر بطور منشی ملازم ہو گیا۔

سیرت المہدی کے حوالے کے مطابق سیالکوٹ کی کچہری کی مدت ملازمت ۱۹۶۴ سے ۱۹۶۸ ہے۔ اسی دوران فرنگی کو قادیان کے اس منشی کی صورت میں مسیلمہ کذاب کے گلے کی مالا کا موتی مل گیا اور یہیں ایک خفیہ ملاقات میں مرزا قادیانی نے اپنا ایمان انگریز کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اسی ملاقات ہی میں جھوٹی نبوت کا خطرناک منصوبہ تیار ہوا اور انگریز نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے مرزا قادیانی کو سرکاری نبی بنایا۔ پھر اسے نوکری سے فارغ کر کے اس کی جھولی کو سیم و زر سے بھر دیا اور ارتداد کے مشن کی تکمیل کے لئے قادیان واپس روانہ کر دیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ انگریز نے اپنے خود ساختہ نبی کو درجہ بدرجہ ترقی سے نوازنا شروع کر دیا۔ پہلے اس کو عالم بنایا پھر مناظر بنایا اور ترقی دی تو محدث اور مجدد کے عہدوں پر فائز کر دیا۔ مزید ترقی دے کر مہدی بنایا۔ مثیل مسیح بنایا۔ ظلی طور پر محمد رسول اللہ بنایا اور نفرت و دشمنی کی انتہاء کرتے ہوئے محمد رسول اللہ سے بھی افضل بنایا (معاذ اللہ)

قیام پاکستان کے بعد قادیانی مرکز کفر والحاد قادیان سے ایک سازش کے تحت ربوہ منتقل ہوا۔ انگریز سر فرانس موڈی نے اپنے چہیتوں کو ربوہ میں ۱۰۳۳ ایکڑ سات کنال اور ۸ مرلے اراضی پرانا آنا فی مرلہ کے حساب سے ملت اسلامیہ سے غداری کے عوض تحفے کے طور پر

عنایت کی۔

ربوہ ضلع جھنگ دریائے چناب کے کنارے چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا پاکستان کے مرکز میں واقع ہے۔اور دفاعی لحاظ سے ضلع سرگودھا کے قریب ایک اہم علاقہ ہے۔قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کی وزارت نے حکومت کی نوازشات کا رخ اس طرف موڑ کر مختصر عرصے میں اس کو جدید سہولتوں سے آراستہ کر دیا اور یوں پاکستان میں ایک مضبوط اور منظم قادیانی ریاست قائم ہوگئی۔

قادیانیوں کے عقائد باطلہ:

نمبر 1: قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ میں محمد رسول اللہ سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

نمبر 2: قادیانیوں کے عقیدہ کے مطابق چودھویں صدی کے تمام انسانوں کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔(نعوذ باللہ)

نمبر 3: قادیانی عقیدہ کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی تمام دنیا کے لیے رحمت ہے۔(تذکرہ صفحہ ۸۳)

نمبر 4: قادیانی عقیدہ ہے کہ آنحضرت کا دور روحانیت کی طرف پہلا قدم تھا اور مرزا کے زمانے میں اس روحانیت کا مکمل ظہور رہوا۔(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۷)

نمبر 5: قادیانیوں کے عقیدہ کے مطابق حضور ﷺ کے زمانے کا اسلام ایسا تھا کہ جیسے کہ آسمان پر پہلی رات کا چاند ہو،لیکن مرزا کے زمانے کا اسلام چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار۔(خطبہ الہامیہ صفحہ ۹۳)

نمبر 6: آنحضرت کو جو معجزات عطا کئے گئے ان کی تعداد ان معجزات سے کم ہے جو ہم قادیانیوں کے رسول مرزا غلام احمد قادیانی کو خدا کی طرف سے عطا کئے گئے۔(حقیقۃ الوحی

صفحہ ۶۷)

نمبر 7: قادیانیوں کے عقیدہ کے مطابق تمام دنیا کو محض مرزا قادیانی کے لیے پیدا کیا گیا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۹۹)

نمبر 8: قادیانیوں کے عقیدہ کے مطابق آنحضرت ﷺ کا اس دنیا میں دوبارہ نزول مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں ہوا۔

اخبار بدر قادیان جلد ۲ شمارہ ۲۰ مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں لکھا ہے:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

نمبر ۹: قادیانیوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت آدم سے لیکر حضرت ﷺ تک ہر نبی سے مرزا قادیانی پر ایمان لانے اور اس کی بیعت اور امداد کا وعدہ لیا تھا۔

(اخبار الفضل ۲۶ فروری ۱۹۲۴ء)

نمبر 10: مرزائی اخبار الفضل مورخہ ۲۶ ستمبر کی اشاعت میں لکھتا ہے: کہ مرزا وہی ختم المرسلین تھا جو آج سے تیرہ سو برس پہلے رحمۃ اللعالمین بن کر آیا تھا۔

نمبر 11: قادیانی عقیدہ کے مطابق ہر نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات حاصل ہوتے تھے کسی کو زیادہ کسی کو کم مگر مسیح موجودہ کو اس وقت نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا۔

نمبر 12: قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی کا مقام و مرتبہ وہی ہے جو آنحضرت ﷺ کا تھا۔

نمبر 13: قادیانی عقیدہ کے مطابق سرزمین قادیان پر وہی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں کہ جو مکہ اور مدینہ کی زمین پر۔

نمبر 14: قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی کی بیویاں امہات المومنین ہیں۔ معاذ اللہ۔

نمبر 15: یہ بالکل صحیح ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ نعوذ باللہ۔

نمبر 16: آسمان سے کئی تخت اترے مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔ (مرزا کا الہام مندرجہ تذکرہ طبع دوم صفحہ ۳۴۲)

نمبر 17: حضرت امام کے بارے میں قادیانی عقیدہ ملاحظہ ہو۔

اے قوم شیعہ تو اس پر مت اصرار کر کے حسین تمہارا انجات دھندہ ہے۔ کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک مرزا ہے جو اس حسین سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ (دافع البلاء صفحہ ۱۲۶ از مرزا)

نمبر 18: حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں قادیانی عقیدہ

ابوبکر و عمر کیا تھے وہ تو حضرت غلام احمد کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے بھی لائق نہ تھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

نمبر 19: جہاد کے بارے میں قادیانی عقیدہ

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم سے بند کیا گیا ہے اب اس کے بعد کافر پر جو تلوار چلاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے۔ (خطبہ الہامیہ مترجم صفحہ ۲۸،۲۹ از مرزا)

تحفہ گولڑویہ میں مرزا قادیانی جہاد کے بارے میں اپنا عقیدہ یوں بیان کرتا ہے:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال

دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کے لیے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے خدا کا جواب کرتا ہے جہاد
منکر نبی کا ہے جو رکھتا ہے یہ اعتقاد

جیسا کہ میں اس سے پیشتر قارئین کرام کو بتا چکا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کا لگایا ہوا پودا تھا اور اس پودے کی نشو ونما کے لیے انہوں نے اپنی نوازشات کا رخ اس کی طرف موڑ رکھا تھا۔ ادھر مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے فرنگی آقاؤں کا حق نمک ادا کرنے کے لیے جہاد کو حرام قرار دے دیا۔ جیسا کہ مرزا شہادت القرآن ضمیمہ صفحہ ۱۱۱ اور ۱۲ پر لکھتا ہے:

حکومت برطانیہ حقیقت میں اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ یہ سلطنت مسلمانوں کے لئے برکت کا حکم رکھتی ہے۔ یہ حکومت خدا کی طرف سے مسلمانوں کے لئے باران رحمت کا درجہ رکھتی ہے۔ ایسی سلطنت سے بغاوت اور جہاد کرنا قطعی حرام ہے۔

اسی طرح اربعین کے صفحہ ۴ کے حاشیہ پر لکھتا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ جہاد کی شدت کو آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان نہ لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور دودھ پیتے بچوں کو بھی قتل کر دیا جاتا تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بوڑھوں بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا حرام قرار دیا گیا۔ پھر بعض قوموں کے لیے بجائے ایمان کے صرف جزیہ قبول کیا گیا۔ پھر مسیح موجود کے وقت جہاد کو قطعاً موقوف کر دیا گیا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

وَذُرْوَۃُ سَنَامِہِ الْجِہَادُ۔

اسلام کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔

جس طرح اونٹ خود بلند قامت حیوان ہے اور پھر اس کی کوہان سارے بدن سے بلند ہے۔اور پھر کوہان کا درمیانی حصہ وہ سارے بدن سے بلند تر ہے۔اسی طرح جہاد سارے دین اسلام کی بلند ترین چوٹی ہے۔یہ جب تک باقی رہے گا اور محفوظ رہے گا نماز اور دوسرے ارکان اور عقائد محفوظ رہیں گے۔اگر جہاد نہ رہا تو اسلام حقیقی اور کامل مشکل میں نہ رہے گا۔

قرآن کریم کی سب سے بڑی سورہ بقرہ ہے،جس میں عقائد،عبادات،معاملات،اخلاق سب کی تعلیم ارشاد فرمائی مگر اس کے خاتمہ پر دعا سکھائی۔

أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ۔

اور ہمیں کافر قوم پر غلبہ (مادی و روحانی) عطا فرما۔

اس لیے کہ دین کے تحفظ کے لئے اس کی بقا کے لئے ملک کا ہونا ضروری ہے۔اگر زمین مل گئی تو دین کی نشو نما ترقی اور حفاظت ہوگی۔

جہاد کا اندازہ حضور ﷺ کے اس ارشاد سے لگائیے اور پھر مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنے فرنگی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے عقیدہ جہاد سے انحراف ملاحظہ فرمائیے۔علامہ اقبال نے بھی کیا خوب فرمایا تھا:

وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگ حشیش

جس نبوت میں نہیں شوکت و حشمت کا پیام

یہاں پر میں نے صرف ان چند بنیادی عقائد کو ہی نمونہ کے طور پر قارئین کے سامنے پیش کیا ہے جن کی بنیاد پر پوری امت مسلمہ ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے چکی ہے۔لیکن اس کے باوجود قادیانی اپنے آپ کو راسخ العقیدہ سچا مسلمان کہتے ہیں۔اور دیگر مسلمانوں کو کافر

قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک مسلمان وہ ہے جو مرزا قادیانی پر ایمان لاتا ہے اور اس کو اللہ کا سچا نبی اور رسول مانتا ہے۔

اس لیے مرزا محمود بن مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ''انوار خلافت'' کے صفحہ ۹۳ پر لکھا ہے:

ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھیں کیوں کہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔

اسی لیے چوہدری ظفراللہ خان وزیر خارجہ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوا اور جب اسلامی اخبارات اور مسلمان اس چیز کو منظر عام پر لائے تو احمدیوں کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا جناب چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔تمام دنیا جانتی ہے کہ قائداعظم احمدی نہ تھے لہٰذا جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا ان کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔

محترم قارئین! قادیانیوں کا ڈائریکٹ ٹکراؤ ہماری آنکھوں کے نور اور دل کے سرور جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات اقدس سے ہے۔ان کا واحد مقصد نبی کریم ﷺ کی نبوت کو مٹا کر مرزا قادیانی کی نبوت کو چلانا ہے اور تاج ختم نبوت مرزا قادیانی کے سر پہ رکھنا ہے۔اور کوئی گناہ گار سے گناہگار مسلمان بھی اس ناپاک جسارت کو برداشت نہیں کرسکتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: دنیا میں جو شخص جس کے ساتھ محبت کرتا ہوگا قیامت کے روز اسی کے ساتھ ہوگا۔اس حدیث کو مدار نجات سمجھتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے پیارے آقا ﷺ سے محبت کا تعلق پیدا کرلیں تاکہ حشر کے روز آمنہ کے لال سرور کائنات ﷺ کے جھنڈے تلے ہوں آمین۔

ظلی اور بروزی نبی:

مرزا صاحب نے خاتم النبیین بننے کے لئے ایک اور چکر چلایا فرماتے ہیں: مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے۔اور اس خدا نے بار بار میرا نام نبی اور رسول اللہ رکھا

ہے۔مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں ہے بلکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔اس لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔پس نبوت و رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی ہے۔

نیز مرزا اپنی کتاب نزول المسیح میں لکھتا ہے:

میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی نبوت کا کامل عکس نظر آتا ہے۔

مرزا کی اس تحریر کو بار بار پڑھیں اور نبوت کے شائق کے پیچ و تاب دیکھئے اور ہیر پھیر کو ملاحظہ فرمائیے۔

جب کسی کو مقام فنافی الرسول کا درجہ حاصل ہو تو پھر میں اور میرا کی گنجائش کہاں باقی رہتی ہے۔

اور یہ دعویٰ کہ میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔

تو چہ نسبت خاک را با عالم پاک

کہاں آنحضرت کے معجزات و کمالات اور حسن لازوال اور کہاں مرزا غلام احمد قادیانی کا وجود ناپاک جو خود اپنے متعلق لکھتا ہے:

کرم خاکی ہوں پیارے نہ میں آدم زاد ہوں

ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

نیز دریافت طلب امر یہ ہے کہ آپ کی طرح ظل بروز ہونے اور فنافی الرسول ہونے کا دعویٰ تو ہزاروں کر سکتے ہیں اور آپ کی طرح دلیل بھی قائم کر سکتے ہیں تو پھر ہزاروں آدمی خاتم ہوئے۔پھر اس منصب کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا خصوصیت ہوئی اور آپ آخری نبی کیسے ہو گئے۔

اسی طرح تو کوئی آدمی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فنافی اللہ کے مرتبہ پر فائز ہیں اور وہ بھی ظل اللہ ہیں۔ان کا باطن ذات خداوندی ہے،اور ظاہر وہ ہیں،ان کے آئینہ میں مرتبہ الوہیت کا کامل

انعکاس ہے اور قرآن کریم سے یہ دلائل بھی پیش کردے۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ ان کا بولنا اپنی طرف سے نہیں ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے زبان ان کی ہے کلام اس کا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۔
بے شک جو لوگ تمہارے ساتھ بیعت کرتے ہیں وہ صرف اللہ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔
نہیں کنکریاں پھینکیں تھیں آپ نے جبکہ آپ نے پھینکی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔
رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

جب ان کا بولنا اللہ کا بولنا ہے۔ ان کا بیعت لینا اللہ کا بیعت لینا۔ ان کا مارنا اللہ تعالیٰ کا مارنا ہے۔ ان کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ لہٰذا یہ بھی ذات باری تعالیٰ میں فنا ہو کر اللہ تعالیٰ کا ظل و بروز ہو کر اور اللہ تعالیٰ کا نام پا کر خدا بن گئے۔

وہ احکم الحاکمین بھی ہیں۔ خالق و رازق بھی ہیں۔ معبود و مسجود بھی ہیں (نعوذ باللہ) تو پھر اس کا کیا جواب دیا جائے گا اور اس باطل عقیدہ کو کیسے رد کریں گے۔

دراصل مرزا غلام احمد قادیانی نے محض اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے شوق میں اس قانون کو سہارا بنانا چاہا اور اس قانون کے نقصان سے بالکل بے خبر رہے۔

فتنہ قادیانیت کے خلاف امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ کا فیصلہ:

معزز قارئین کرام: آخر میں ایک ایسی علمی اور روحانی شخصیت کا فیصلہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جنھیں عالم اسلام امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ عاشق رسول اور فنا فی

الرسول کے القابات سے یاد کرتا ہے۔وہ ہستی جنھیں ان القابات سے نوازا گیا ہے وہ **مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی** ہیں۔

آپ کا شمار ہندوستان کے بڑے بڑے مستند علماء میں ہوتا ہے۔

اپنی علمی تصانیف اور نعت گوئی کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

آپ کی ولادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق جون ۱۸۵۶ء کو بریلی میں ہوئی۔آپ کے والد کا نام نقی علی خان تھا جو اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد سے ہی حاصل کی۔آپ نے تقریباً پچپیس علوم وفنون میں کتب ورسائل تحریر فرمائے ہیں۔یہ کتابیں ورسائل آپ کی علمی استعداد کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

آپ کو بیت اللہ شریف کی حاضری کا شرف دو بار حاصل ہوا۔مکہ معظمہ کے قیام کے دوران **مشہور شافعی عالم شیخ حسین بن صالح مولانا احمد رضا خان بریلوی** کی قابلیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی تالیف کی عربی شرح لکھنے کی درخواست کی۔آپ نے ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے صرف دو دنوں میں اس کی عربی شرح تحریر فرمادی۔

آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔فتاویٰ نویسی میں آپ کو خصوصی دسترس اور کمال حاصل تھا۔علامہ اقبال آپکی فقیہانہ قابلیت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اجتہادی صلاحیتوں کے مالک تھے اور پاک وہند کے نابغہ روزگار فقیہہ تھے۔

آپ کا یہ فتویٰ بھی مسلمانوں کے لیے عموماً اور اہل علم کے لیے سنگ میل رکھتا ہے۔

زیر نظر سطور میں سائل نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں سے اس کے درج ذیل

کفریہ کلمات کو آپ کے سامنے پیش کرنے کے بعد یہ پوچھا تھا کہ اس قسم کے عقائد رکھنے والا شخص مسلمان کہلانے کا مستحق ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ کلمات:

کفر اول:

مرزا کی ایک تحریر رسالہ اوھام کے صفحہ ۶۷۳ پر درج ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔''میں احمد ہوں اور جو آیت ''مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ'' میں احمد کا لفظ آیا ہے وہ میرے لیے ہے۔

یہ آیت جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خشخبری سنا رہے ہیں۔اس قول کو اپنی طرف نسبت کر کے کہتا ہے کہ یہاں احمد سے مراد ''میں'' یعنی مرزا غلام احمد ہوں۔جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ مدعی نبوت ہے۔

کفر دوم:

توضیح المرام طبع ثانی صفحہ ۹ پر لکھتا ہے کہ:

میں محدث ہوں اور محدث بھی ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔

مرزا کی اس کفریہ عبارت کو نقل کرنے کے بعد آپ نے اپنے جواب میں لکھا:

لا الٰہ الا اللہ فقد کذب عدو اللہ ایھا المسلمون۔

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اے مسلمانوں اس اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے۔

سید المحدثین امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ انہی کے واسطے حدیثِ محدثین آئی۔

انہی کے صدقے میں ہم نے اس پر اطلاع پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيمَا مَضَى

قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ نَاسٌ يُحَدَّثُونَ، وَإِنَّهُ إِنْ كَانَ فِي أُمَّتِي هَذِهِ مِنْهُمْ أَحَدٌ، فَإِنَّهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔

اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی فراست صادقہ والہام حق والے اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر ہے۔(رواہ احمد و بخاری عن ابی ہریرہ واحمد ومسلم وترمذی ونسائی عن ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا)

فاروق اعظم میں نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف ارشاد آیا:

"لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ"

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

مگر پنجاب کا محدث حادث کہ حقیقت میں نہ محدث ہے یہ ضرور ایک معنی پر مبنی ہو گیا۔

کفر سوم:

دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھتا ہے:

سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا کہ:

قول دوم وسوم میں شاید وہ یا اس کے (پیرو) آج کل کے بعض شیاطین سے سیکھ کر تاویل کی آڑ لی۔کہ یہاں نبی و رسول سے لغوی معنی مراد ہیں یعنی خبر دار یا خبر دینے والا اور بھیجا ہوا۔مگر یہ سوائے ہوس کے کچھ نہیں۔اولاً صریح لفظ میں تاویل نہیں سنی جاتی۔فتاوی خلاصہ وفصول عمادیہ و جامع فصولین وفتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں ہے کہ: اگر کوئی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے یا کہے کہ میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں کافر ہو جائے گا۔

کفر چہارم:

خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی اس کفریہ عبارت کو نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت نے اپنے فتوے میں لکھا کہ اس کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنی گھڑی ہوئی کتاب براہین احمدیہ کو اللہ تعالی کا کلام ٹھہرایا ہے کہ خدا نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے:

"فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ۔"

ترجمہ: خرابی ہے ان کے لیے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھیں پھر کہہ دیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اس کے بدلے کچھ ذلیل قیمت حاصل کریں۔ سو خرابی ہے ان کے لیے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کے لیے اس کمائی سے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ ان کلمات ملعونہ میں صراحتاً اپنے لئے نبوت و رسالت کا ادعائے قبیح ہے اور وہ باجماع قطعی کفر صریح ہے۔

کفر پنجم:

دافع البلاء صفحہ ۱۰ پر حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی برتری کا اظہار کرتے ہوئے اسی رسالے کے صفحہ ۱۷ پر صاف لکھ دیا۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر ہے غلام احمد

کفر ششم:

اشتہار معیار الاحیار میں لکھا ہے کہ: میں بعض نبیوں سے افضل ہوں۔

مرزا کی ان تحریروں پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا:

یہ دعویٰ بھی بالاجماع قطعی کفر و ارتداد یقینی ہیں اور تمام محقق علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی ولی کوئی غوث کوئی صدیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا۔ جو ایسا کہے قطعاً اجماعاً کافر ملحد ہے۔

کفر ہفتم:

ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کو جن کا ذکر خداوند تعالیٰ بطور احسان فرماتا ہے۔ مسمریزم لکھ کر کہتا ہے اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا نے اس ضمن میں اپنے فتوی میں تحریر فرمایا کہ یہ کلمہ کفر متعدد کفروں کا مرکب ہے۔ معجزات کو مسمریزم کہنا ایک کفر کہ اس تقدیر پر وہ معجزہ نہ ہوئے بلکہ معاذ اللہ ایک کسبی کرشمے ٹھہرے، اگلے کافروں نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔

آیات کا ترجمہ: جب فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اے مریم کے بیٹے یاد کر میری نعمتیں اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تجھے قوت بخشی۔ لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھایا لکھنا اور علم کی تحقیق باتیں اور توریت و انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے پرندہ کی سی شکل میری اجازت سے پھر تو ان میں پھونکتا تو وہ پرندہ ہو جاتیں میرے حکم سے اور تو ٹھیک کرتا مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری اجازت سے اور جب تو قبروں سے جیتا نکالتا مردوں کو میرے اذن سے اور جب میں نے یہود کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس یہ روشن معجزے لے کر آیا تو ان میں سے کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

مسمریزم کہا یا جادو کہا بات ایک ہی ہوئی یعنی الٰہی معجزے نہیں۔ کسبی ڈھکوسلے ہیں۔ پھر ان معجزات کو مکرو جاننا دوسرا کفر۔

یہ کہ کراہت اگر اس بنا پر ہے کہ وہ فی نفسہ مذموم کام تھے جب تو کفر ظاہر ہے اور اگر اس بنا پر ہے کہ وہ کام اگرچہ فضیلت کے تھے مگر میرے منصب اعلیٰ کے لائق نہیں تو یہ نبی پر اپنی تفضیل ہے جو ہر طرح کے کفر و ارتداد قطعی سے دور نہیں۔

پھر ان کلمات شیطانیہ میں مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدہ و علیہ

وسلم کی تحقیر تیسرا کفر ہے۔

کفر ہشتم:

ازالہ صفحہ ۶۲۹ پر لکھتا ہے: ایک زمانے میں چارسو نبیوں کی پیش گوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے ہوئے فرمایا کہ یہ صراحتاً انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تکذیب ہے۔آپ نے فرمایا کہ شفا شریف میں ہے کہ: جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبوت کی حقانیت ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو۔

ان تمام باتوں کے باوجود انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر ان کی باتوں میں کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا دعوی کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔
ظالم نے چارسو کہہ کر گمان کیا کہ اس نے باقی تمام انبیاء کو تکذیب سے بچالیا۔حالانکہ ایک رسول کی تکذیب تمام مرسلین کی تکذیب ہے۔دیکھو قوم نوح، ہود و صالح ولوط وشعیب علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے ایک ہی نبی کی تکذیب کی تھی مگر قرآن نے فرمایا ثمود نے جمیع انبیاء کو کاذب کہا۔قوم لوط نے تمام رسل کو جھوٹا بتایا۔ایکہ والوں نے سارے نبیوں کو دروغ گو کہا۔اسی طرح واللہ اس قائل نے نہ صرف چارسو بلکہ جملہ انبیاء مرسلین کو کذاب مانا۔

اعلیٰ حضرت کے فتوی کی وہ عبارت جو اس قسم کے نظریات رکھنے والوں کے متعلق آخری فیصلہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

بے شک میں ذرہ خاک تمام دنیا کی برابر گواہیاں دیتا ہوں کہ مسیلمہ (جس نے زمانہ اقدس میں ادعائے نبوت کیا تھا) کذاب ہے۔وانا اشھد معک یا رسول اللہ اور محمد رسول ﷺ کی بارگاہ عالم پناہ کا یہ ادنیٰ کتا گواہی دیتا ہے اور میرے ساتھ تمام ملائکہ سموات والارض وحاملان عرش گواہ ہیں اور وہ خود بھی جو عرش عظیم کا مالک ہے۔وکفی باللہ شہیدا کہ ان اقوال مذکورہ کا قائل بے باک کافر، مرتد۔ناپاک ہے اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر

نہ کہے وہ بھی کافر اور ندوہ مخذولہ میں سے ہے۔

کیونکہ شفاء شریف میں ہے:

ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے۔ یا اسکی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے۔

مکمل علیحدگی:

قارئین محترم: آپ نے ختم نبوت کے سلسلہ میں قرآن حدیث مفسرین ومحدثین اور فقہائے امت وعلمائے ملت کے نقطہ نظر کا مطالعہ کرلیا ہے اور پھر فتنہ قادیانیت اور انکے عقائد باطلہ سے بھی آگاہی حاصل کرلی ہے۔

مزید برآں دنیائے علم کی اس عظیم شخصیت کے فتوے کی مختلف عبارات جو انہوں نے قادیانی کفریہ کلمات کے متعلق تحریر فرمائیں ان کا مطالعہ کرلیا ہوگا جس سے واضح طور پر ظاہر ہوگیا ہے کہ قادیانیت اور اسلام دونوں ایک دوسرے سے جدا اور مختلف ہیں۔ جو لوگ اب بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ قادیانی بھی مسلمانوں ہی کے اندر دوسرے مکاتب فکر کی طرح ایک مکتبہ فکر ہے جو اپنا علیحدہ فکر رکھتا ہے اور مسلمانوں کا ہی ایک مذہبی فرقہ ہے۔

وہ لوگ یا تو خود کسی فریب کا شکار ہیں یا پھر کسی دوسرے کو فریب کا شکار کرنا چاہتے ہیں۔ایک منصف مزاج انسان اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قادیانیت اسلام سے الگ ایک مستقل امت ہے۔اور قادیانی ایک بالکل جدا دین کے ماننے والے لوگ ہیں جو اسلام کے بنیادی عقائد سے منحرف ہوکر ملت اسلامیہ سے مکمل علیحدگی اختیار کرچکے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اکثر سادہ لوح مسلمانوں کی طرف سے عموماً یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی واقعی راہ ہدایت سے بھٹکا ہوا تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ سر ظفر اللہ، ایم ایم احمد، ایئر مارشل ریٹائرڈ ظفر چوہدری وغیرہ ایسے قابل لوگ اس کے حلقہ بیعت میں کیوں داخل ہوئے؟ اس کو نبی

اور رسول کیوں مانتے ہیں؟ اور اس کو اپنا رہبر کیوں تسلیم کرتے ہیں؟

جواباً عرض ہے کہ ایمان قدرت کا سب سے بڑا تحفہ ہے اور انسانوں کی ہدایت صرف خداوند قدوس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ چاہے تو امیر سے امیر آدمی کو نعمتِ ایمان سے محروم رکھے اور چاہے تو کسی خاک نشین کو دولتِ ایمان سے نواز دے۔ وہ چاہے تو بادشاہوں کو حالتِ کفر میں موت دے کر جہنم کا ابدی ایندھن بنا دے اور چاہے تو غربت و افلاس کی چکی میں پسنے والے کو ایمان کی دولت دے کر مرنے کے بعد جنت کی ابدی نعمتوں کا حقدار بنا دے۔

رئیس قریش ابو جہل ایمان کی دولت سے محروم رہا اور حبشہ کا غلام بلال دولتِ ایمان پا کر مؤذن رسول کا اعزاز پا گیا۔ دولت دنیا میں کھیلنے والا حضور ﷺ کا حقیقی چچا اگر دولتِ ایمان سے محروم رہا تو سلمان فارسی ایران سے آنے والا اور غربت کا مارا دولتِ ایمان و یقین حاصل کر کے رفیق رسول ہونے کی سعادت حاصل کر گیا۔ تاجدار ختم نبوت کا کلیوں کو شرماتا بچپن شبنم سے پاک لڑکپن اور رشک مہتاب و آفتاب جوانی اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے بہت سے بدقسمت کفر کی ظلمت میں دم توڑ گئے۔ اور روم سے آنے والے صہیب رومی آغوشِ نبوت میں آ بسے اور دامن مصطفیٰ ﷺ کی ٹھنڈی ہواؤں سے لطف اندوز ہونے لگے۔

اے سادہ لوح مسلمان کیا تو نے نہیں دیکھا کہ برنارڈ شاہ جیسا ادیب، ولیم ورڈز ورتھ اور جان کیٹس ایسے شاعر، ابراہیم لنکن جیسا مقرر، لوئی پاسچر اور ہائمن ایسے ڈاکٹر، سٹارک کیٹس اور اوپن ہائم ایسے قانون دان، چرچل اور گاندھی ایسے سیاست دان، آئن سٹائن اور نیوٹن ایسے ماہرین طبیعات، مارکس اور آدم سمتھ ایسے ماہرین اقتصادیات، نپولین اور منٹگمری جیسے جرنیل، ہٹلر اور اسٹالن ایسے منتظمین، برزنیف اور کینڈی جیسے حکمران، لین پول اور گبن ایسے مؤرخین، لارڈ میکالے ایسا ماہر تعلیم، اور گیلیو ایسا ماہر فلکیات، اس دنیا سے ناکام و نامراد چلے گئے۔ کیا یہ اپنے علم وفن کے دائرے میں بڑے لوگ نہ تھے۔ لیکن کیا ان کا علم ان کو گمراہی سے بچا سکا؟ تکمیل نبوت کے

بعد اس بزم ہستی میں ہر لمحہ فطرت کی یہ صدا گونجتی ہے کہ اب جو بھی منزل تک پہنچنا چاہتا ہے اس کا دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہونا ضروری ہے۔ جس کے ہاتھ میں دامن مصطفیٰ ﷺ نہیں اسے قدم قدم پر ٹھوکریں لگتی ہیں۔ اسکی عقل اسے کفر و ضلالت کے لق و دق ریگستان میں لئے گھومتی ہے اور منزل کی تلاش میں آبلہ پا سرگرداں مسافر ویرانوں میں سسک سسک کر دم توڑ دیتا ہے۔

اسی طرح اے سادہ لوح مسلمان اگر سر ظفر اللہ جیسا خود ساختہ عقلمند مرزا قادیانی کو نبی مانتا ہے تو اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔ بنی اسرائیل کے عقل مندوں نے بھی تو بچھڑے کو خدا مانا تھا۔ اگر ڈاکٹر عبدالسلام مرزا قادیانی کے خیالات کو وحی کا درجہ دیتا ہے تو اس میں فکر کی کیا بات ہے۔ بھارت کا سابقہ صدر مرارجی ڈیسائی بھی تو اپنے پیشاب کو آبِ حیات کہہ کر پیتا ہے۔ اگر ایم ایم احمد ختم نبوت کا انکار کرتا ہے تو اس میں پریشانی کی کیا وجہ ہے۔ روس کا صدر گورباچوک بھی خدا کے وجود کا انکار کرتا ہے۔

اگر مرزا طاہر خود کو مرزا قادیانی جیسی عجیب و غریب مخلوق کا خلیفہ کہلوانے میں فخر محسوس کرتا ہے تو اس میں کیسی حیرانی۔ ڈارون بھی تو خود کو بندر کا بیٹا کہلوانے میں فخر محسوس کرتا تھا۔

جس طرح مفکر احرار چودھری فضل حق نے فرمایا:

مرزائیت عیسائیت کی جڑواں بہن ہے یہ تحریک انگریزی حکمت عملی کی آغوش میں پل کر بڑھی، پھلی اور پھولی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزائیت کے بانی مرزا غلام قادیانی نے پلومر کی ٹانک وائن سے مست ہو کر ایک مکتوب میں اپنی نبوت کو انگریز کا خود کاشتہ پودا بیان کر کے برطانوی سرکار سے ناجائز تعلقات کی پوری کہانی بے خبری میں کہہ دی۔ اس دستاویزی ثبوت کے بعد کوئی عقل کا اندھا ہی مرزائیت کی راہ اختیار کرسکتا ہے۔ تاہم عقل کے پیچھے لٹھ لے کر پھرنے والوں کی کوئی کمی

نہیں۔ تکمیل دین کے بعد اجرائے نبوت کے قائل مرزائی گویا تاج محل پر مٹی کا بھدا گھروندا تیار کر کے ذوقِ سلیم کی توہین کرنا چاہتے ہیں۔ جس طرح فن تعمیر کے ماہر ایسے بد ذوق لوگوں کو برداشت نہیں کر سکتے، اسی طرح سچے مسلمان ایسے کور باطن مذہب کو قبول نہیں کر سکتے۔

غور طلب بات:

محترم قارئین: ہم سب کو بحیثیت مسلمان اور رسول ﷺ کے غلام اور امتی ہونے کی حیثیت سے ہمیشہ یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ کہیں ہماری حلال کی کمائی ہوئی دولت اسلام دشمن قوتوں کے ہاتھ تو مضبوط نہیں کر رہی۔ کیا ہمارے دشمن ہماری ہی دولت کو ہمارے خلاف بطور ہتھیار تو استعمال نہیں کر رہے۔

آہ افسوس!! آج مسلمان اپنے دینی نفع اور نقصان سے کس قدر غافل ہو چکا ہے۔ وہ دوست اور دشمن کی تمیز سے ناواقف ہے۔ علامہ اقبال نے قوم کی اسی بے حسی کو یوں بیان کیا ہے

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

آج ہمارے وطن اور دین کے دشمن مسلمان ممالک کو تجارتی منڈیوں کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ وہ ہم مسلمانوں کی کمزوری سے پوری طرح فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور دوسری طرف غیر مسلم ممالک میں مقیم بھائی اور بہنیں اور بچے اپنے دین اور وطن دشمن حکومتوں کی مصنوعات خرید کر مضبوط سے مضبوط تر کر رہے ہیں۔

مجھے جب ملک سے باہر مسلمان اور غیر مسلم ممالک میں جانے کا موقع ملا، یہ دیکھ کر انتہائی صدمہ ہوا کہ کس طرح غیر مسلم عیار قومیں سادہ لوح مسلمانوں کو بے وقوف بنا کر انہی کے وسائل کو ان کی تباہی کے لیے استعمال کر رہی ہیں۔ اگر آپ کو متحدہ عرب امارات میں جانے کا اتفاق ہوا ہے تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ مسلمانوں کی پوری تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے، اور

یہ ہندو بنیا عرب مسلمانوں کو عیش وعشرت کے سامان مہیا کر کے انکی تہذیب پر جہاں ضرب کاری لگاتا ہے وہاں ان کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہا ہے، اور ان کی اس لوٹی ہوئی دولت کو ان کی تباہی پر صرف کر رہا ہے۔

آج پورے عرب ممالک میں تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں اور ان کی افواج پر امریکیوں کا قبضہ ہے۔اسرائیل جو عربوں کا خصوصًا اور عام مسلمانوں کا عمومی دشمن ہے اس کی مصنوعات عرب کے بڑے بڑے سٹوروں میں موجود ہیں۔وہ اس بات سے قطعی نہ آشنا ہیں کہ وہ مسلمانوں سے کمائے ہوئے پیسے کو مسلمانوں کے خلاف ہی خرچ کر رہے ہیں۔

کاش!اگر مسلمان اس خواب غفلت سے بیدار ہو جاتا تو ہندوستان،افغانستان،ایران، عراق اور بوسنیا کے مسلمانوں پر جو ظلم وستم ڈھائے جا رہے ہیں اور ڈھائے جا چکے ہیں یہ منظر کبھی دیکھنے میں نہ آتا۔آخر میں بارگاہ ربوبیت میں بصد عجز وانکسار دعا کرتا ہوں کہ

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریک زمرہ لا یعزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

تمت بالخیر

رب ارحمهما كما ربياني صغيرا

قادیانیت کی گرتی ہوئی

دیوار کو

ایک دھکا اور

تصنیف

فاضل علوم اسلامیہ صاحب تصانیف کثیرہ

ڈاکٹر صاحبزادہ قاضی امجد حسین کاظمی سیفی اویسی

ڈینٹل اینڈ اورل سرجن

تفصیل ابواب

باب نمبر ۳: اُمت میں جھوٹے نبی کیوں؟ (مقاصد/تاویلات) 48

اُمتِ مسلمہ میں شہرت پانے والے جھوٹے انبیاء 52

باب نمبر ۸: مرزا کی تضاد بیانیاں اور مرزائیوں کے فرقے 132

مرزائیوں کے فرقے 139

باب نمبر ۹: مرزا کی گستاخیاں 142

عرضداشت

مسئلہ ختم نبوت اسلامی عقائد میں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے جس کا ثبوت قرآن وحدیث کی واضح نصوص سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلے پر شروع سے ہی اجماعِ امت رہا ہے۔ مسلمان کا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی تشریعی یا غیر تشریعی، ظلی، بروزی یا نیا نبی نہیں آئے گا۔ آپ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے، وہ کافر، مرتد، زندیق اور واجب القتل ہے۔ قرآن مجید کی ایک سو سے زائد آیاتِ مبارکہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی 210 احادیث مبارکہ میں اِس کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور جب بھی قصرِ نبوت پر نقب لگانے کے لیے اس بنیاد کو کمزور کرنے کی کوشش کی گئی تو ابتدا سے لے کر اب تک امت کے سوادِ اعظم نے تحفظ ختم نبوت کے لیے تحریروں، تقریروں، مناظروں، مباحثوں حتیٰ کہ جان کی قربانیاں دینے سے بھی گریز نہ کیا۔ اللہ کریم نے ان کی انہی مساعی جمیلہ کو ختم نبوت کا جھنڈا بلند و بالا رکھنے کا وسیلہ بنایا اور باطل کو منہ کی کھانی پڑی۔ سچ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا تھا نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

بیسویں صدی کی شروعات میں فتنۂ قادیانیت نے ایک دفعہ پھر امت کے اس ایمانی اساس پر ضرب لگائی نہ صرف ختم نبوت بلکہ حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور انبیائے کرام علیہم التسلیمات اور امت کے پیشواؤں کی عزتوں پر زبان درازیاں کیں اور ان کو جھوٹ، مکاری اور فریب کی قلعی میں بند کر کے امت مسلمہ کے اس گلشن کی تباہ کاری کا سامان کیا۔ لیکن الحمد اللہ علمائے حقہ نے ان کے گندے عقائد کی قلعی کھول کر اسلام کے اس پاک گلشن کی پاسبانی کا حق ادا کر دیا۔

قارئین کرام! یہی علمائے متقدمین ہی تھے جنھوں نے ان کے عقائد اور نظریات پر براہِ راست گرفت فرمائی جن کے شب و روز تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے وقف رہے۔ انھوں نے اس فتنے

کے جال کا کوئی بھی بخیہ ادھیڑنے سے اغماض نہ برتا اور ہر پہلو پر اتنا لکھا کہ مزید کسی تحقیق اور تحریر کی گنجائش ہی نہ چھوڑی۔ یہ انھی کی مبارک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ امت کی توجہ اس فتنہ کی طرف مبذول ہوئی اور قادیانیت کا فتنہ کافر قرار پا کر اپنے منطقی انجام کو پہنچا۔

قارئین کرام! ان مشائخ وعلمائے متقدمین کے (جنھوں نے فتنہ قادیانیت کے سدباب کے لیے کام کیا) اس قافلہ میں جہاں اور بھی بڑے بڑے نام ہیں۔ سرخیلوں میں ایک نامِ نامی میرے دادا محترم حضور قبلہ قاضی غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جنھوں نے بیسویں صدی کے اوائل میں ہی قادیانیت پر دلائل و براہین قاطع کی وہ بوچھاڑ کر دی کہ مجدد ملتہ مئۃ حاضرہ الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو محی الدین کے لقب سے نوازا اور ان کی کتب کو مکتبہ بریلی شریف سے حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی زیر نگرانی کئی بار شائع کروانے کی ہدایت فرمائی۔ تحریر وتقریر کے ساتھ قادیانیت کو مناظرہ کے میدان میں شکست دینے کا اعزاز بھی اللہ کریم نے انھیں بخشا۔

☆ حضرت علامہ قاضی غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس دور میں جب یہ مرزا غلام احمد قادیانی ختم نبوت کے محل پر تیر چلا رہا تھا۔ آپ نے اپنی تحریروں، تقریروں کے ذریعے ختم نبوت کا دفاع کیا۔

☆ ان کے ساتھ آپ کے برادرِ خورد حضرت علامہ قاضی غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ، جو حضور قبلہ پیر مہر علی شاہ کے خلفاء میں سے تھے، انھوں نے بھی قدم بہ قدم اُن کا دستِ بازو ہو کر آپ کا ساتھ دیا۔

☆ انھی کے ساتھ آپ کے سب سے چھوٹے بھائی عاشق رسول حضرت علامہ قاضی غلام سبحانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ختم نبوت کے موضوع پر ان کتابوں کے اوپر تقاریظ لکھیں اور اپنے بھائیوں کے ساتھ شانہ بہ شانہ ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے سپاہی ہونے کا حق ادا کر دیا۔

☆ الحمد اللہ! ہمارے دادا صاحب کے جتنے صاحبزادگان تھے، انھوں نے ختم نبوت پر کام کیا۔ میرے والد محترم حضرت علامہ قاضی انوار الحق ؒ کے بھی خاصے مقالات اور مضامین اس سلسلے میں شائع ہو چکے ہیں۔ پھر یہ کام صرف ان تک محدود نہ رہا بلکہ آئندہ نسلوں میں بھی ان شاء اللہ یہ کام چل رہا ہے۔

☆ صاحبزادگان کے اندر میرے بڑے بھائی حضرت پروفیسر قاضی محمد سلیم صاحب سے بھی ختم نبوت پر بہت پیاری کتاب یادگار ہے۔

اگرچہ علمائے امت نے ختم نبوت کے موضوع پر معمولی سے معمولی پیدا کی گئی غلط فہمی کو بھی دور کیا۔

☆ مگر آج پھر قادیانیت کی ریشہ دوانیاں یہود وہنود اور غیر مسلموں کی پشت پناہی سے عروج پر ہیں اور وہ وقت کے ساتھ ساتھ نئے ہتھکنڈوں سے اُمتِ مسلمہ کے ایمان کے در پے ہیں۔

☆ مرزائیت نواز ایجنٹ مسلمانوں کے اندر فرقہ واریت کو ہوا دے کر اِس بنیادی مسئلہ سے توجہ ہٹانا چاہتے ہیں۔

☆ حکومت کے اندر گھسے مرزائیوں کی شہ پر وہ کافر قرار دیے جانے کے باوجود اسلامی شعائر کو کھلم کھلا استعمال کر رہے ہیں۔ جو مسلمانوں کے دین میں دخل اندازی ہے اس دخل اندازی کی وجہ سے عام ذہن کے سادہ لوح مسلمان ان سے متاثر ہو کر مرزائیت کے چنگل میں پھنس رہے ہیں۔

☆ غیر ممالک میں اسلامک سنٹرز کے نام سے قادیانیت جوں کی توں مصروف عمل ہے۔ دین کی بنیادی تعلیم سے بے بہرہ نوجوان مسلمان طبقہ حصولِ روزگار کے سلسلہ میں باہر جاتا ہے اور وہاں جب نوکریوں میں مسئلہ بنتا ہے تو وہ مرزائی بن کر اُس ملک میں پناہ لے لیتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی مسلمانوں کا باقی فرقوں کی طرح ایک فرقہ ہے۔ اسی طرح وہ غیر مسلم جو مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ اس چنگل میں پھنس کر اسلام کے نام پر قادیانیت کا شکار ہو رہے ہیں۔

اس لیے جہاں علمائے متقدمین کی کوششوں کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے ان کے افکار کی زیادہ سے زیادہ ترویج واشاعت کی ضرورت ہے۔ وہیں دورِ حاضر میں مرزائیت کی ریشہ دوانیوں اور ان کی شعائر اسلامی میں مداخلت کو روکنے کے لیے ایک مربوط اور متحد لائحۂ عمل اختیار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ جس طرح ختمِ نبوت کے منکرین کو کافر قرار دلوایا گیا، اِسی طرح اِن پر شعائرِ اسلامیہ کے استعمال کی پابندی پر عمل کرایا جا سکے۔

مربوط اور متحد اِس لیے کہ سائنس کا ایک اصول ہے کہ جس وقت فوجی پُل سے گزرتے ہیں تو اُن کو قدم توڑنے کا حکم دیا جاتا ہے کیونکہ اگر وہ قدم ملا کر چلیں گے تو پُل ٹوٹ سکتا ہے۔ اسی طرح اُمت کو کفر کی طرف لے جانے والے اِس پُل کو توڑنے سے بچانے کے لیے اُمت کو متحد نہیں ہونے دیا جا رہا لہٰذا کفر کی طرف اِس پُل کو توڑنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ سب اُمت یک قدم، یک زبان، یک دل اور یک فکر ہو کر اِس جہت پر کام کرے۔

ختمِ نبوت کی اہمیت اس بات کی متقاضی ہے کہ نئی نسل کو آسان ترین الفاظ اور پیرائے میں اِن کے ہتھکنڈوں سے باخبر کیا جائے۔ اگرچہ علمائے امت کا اس مسئلے پر اتنا زیادہ کام ہو چکا ہے۔ پھر بھی مجھ گنہگار کو تھوڑی سی خامہ سرائی کی جرأت یہ سوچ کر ہوئی کہ جس طرح جنابِ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خریداروں میں ایک بڑھیا بھی سوت کی اَٹی لے کر نکلی تھی۔ جب اُس سے پوچھا گیا کہ وہاں تو بڑے بڑے امراء اور کبرا خریداری کے لیے موجود ہیں، یہ سوت کی اَٹی کیا حیثیت رکھتی ہے۔ تو اُسی بوڑھی خاتون کے اُسی قول کو سامنے رکھتے ہوئے کہ مانا، کہ میں یوسف علیہ السلام کو نہیں خرید سکتی، یہ سوچ کر جا رہی ہوں کہ کل بروزِ حشر جب رب فرمائے گا، آؤ! یوسفؑ کے خریدارو، تمھیں جنت لے جاؤں، تو درمیان میں میرا نام بھی آجائے گا۔

اس اُمید کے ساتھ یہ تحریر پڑھ کر شاید کسی دردمند کے دل میں ختمِ نبوت کے پاسبانوں کے اس قافلے میں شمولیت کی تڑپ پیدا ہو جائے۔

اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

عرض گزار

ڈاکٹر قاضی امجد حسین کاظمی سیفی اویسی عفی عنہٗ

باب نمبر ۱
مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب، آیت ۴۰)

یہ آیت اتنی مشہور ہے کہ ہمارے ہاں ہر ختم شریف کے اندر پڑھی جاتی ہے اور اہل سنت کے بچے بچے کو یہ آیت تقریباً یاد ہوتی ہے۔ اس آیت کے اندر ختم نبوت کی شان کے اتنے اسباق ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ میرے محبوب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں۔ اس آیہ کریمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لیا گیا تا کہ کسی کو کسی قسم کا ابہام یعنی شک وشبہ نہ رہے۔

قارئین کرام! اللہ کریم نے قرآن پاک میں چار دفعہ حضور کو اُن کے نام "محمد" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یاد کیا اور ایک مرتبہ "احمد" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے یاد کیا۔ یہ دونوں نام حضور کے ذاتی نام ہیں اور باقی صفاتی نام ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ننانوے نام تو تقریباً سبھی جانتے ہیں، اگلی کتابوں کے اندر بھی حضور کے نام ملتے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً آٹھ سو کی تعداد سے حضور کے اسمائے مبارکہ بتائے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے زیادہ نام جس ہستی نے تلاش کیے، وہ ہستی کشتۂ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، امامِ اہلِ سنت امام الشاہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ انھوں نے حضور کے ہزار نام تلاش کیے اور پھر فرمایا کہ "میری تلاش یہاں تک ہے، حضور کے نام تو اس سے بھی زیادہ ہیں۔"

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضور کے ذاتی نام ہیں۔ اور باقی نام صفاتی ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ جس کی بار بار یا ہر وقت تعریف کی جائے اور کائنات جانتی ہے کہ اس خدائی میں سب سے زیادہ جس ہستی کی تعریف کی گئی، وہ حضور کی ذات ہے۔ ابوجہل ایک دن پریشان ہوا اُس نے کہا جب میں حضور کی برائی کرتا ہوں تو ساتھ ہی محمد کہہ دیتا ہوں تو محمد تو نام ہی حضور کی نعت ہے۔ حضور کی

تعریف ہے۔اُس نے اپنی غلطی کا احساس کیا اور لفظ مذمم کہنا شروع کر دیا یعنی نعوذ باللہ من ذالک ''برائی کیا ہوا''۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات پیش ہوئی تو حضور نے فرمایا، کہ مذمم تو کوئی اور ہو گا میرا نام تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کریم سے بھی زیادہ حضور کی تعریف کی گئی ہے۔وجہ یہ ہے کہ اللہ کی تعریف مخلوق کرتی ہے اور حضور کی تعریف خود خدا کرتا ہے۔مخلوق کی تو ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔اور رب کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔وہ ہمیشہ اپنے محبوب کا ذکر کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا۔اس لیے حضور کا ذکر ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور کا دوسرا نام ''احمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے کہتے ہیں جس نے سب سے زیادہ اللہ کریم کی حمد و ثنا کی ہو۔اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ کی سب سے زیادہ حمد سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔سارے نبیوں سے زیادہ، لاتعداد فرشتوں سے بھی زیادہ۔حدیث شریف کے اندر آتا ہے کہ جناب جبریل امین علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ: یا جبریل کم عمرك؟ اے جبرائیل! تیری عمر کتنی ہے؟ تو جناب جبرائیل امینؑ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اللہ نے مجھے تخلیق کیا تو میں نے عرشِ الٰہی پر ایک تارہ دیکھا جو ستر ہزار سال تک چمکتا اور ستر ہزار سال تک غروب رہتا۔ آپ میری عمر کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اِس تارے کو میں نے چمکتے اور ڈوبتے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا۔نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا پڑے۔فرمایا جبرائیل تمھیں بتاؤں وہ ستارہ کون تھا؟ وعزۃ ربی اناذلك الکوکب۔کہ مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! وہ ستارہ میں تھا۔جنابِ جبریل امینؑ نے پوچھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نظر آنے کے بعد غائب کیوں ہو جاتے تھے؟ فرمایا جبریلؑ! جب میں حالتِ قیام میں ہوتا تھا، نظر آتا تھا اور جب حالتِ سجود میں ہوتا تھا، اس وقت نظروں سے غائب ہوتا تھا۔اسی طرح جس وقت جناب جابر رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ نے کائنات میں سب سے پہلی چیز کیا پیدا کی؟ تو حضور نے فرمایا: أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِي۔سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا۔تو ثابت ہوا کہ حضور سے بڑھ کر اللہ کی حمد کون بیان کر سکتا ہے۔

المختصر جب سرکارِ مدینہ اللہ کی تعریف کریں تو احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور جب خدا اپنے محبوب کی تعریف کرے تو پھر حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ میں آسمان والوں میں احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوں اور زمین والوں میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوں۔ آسمان والے حضور کا ذکر لفظِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کرتے ہیں اور زمین والے لفظِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرشیوں کے بھی رسول ہیں اور فرشیوں کے بھی۔ اس لیے اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی شانیں عطا فرمائی ہیں جن کا ذکر اللہ کے قرآن میں موجود ہے اور پورا قرآن ہی حضور کی نعت ہے۔ میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ عارفِ کھڑی شریف فرماتے ہیں:

شداں مداں زیراں زبراں
شان نبی وچ آئیاں
عاماں لوگاں خبر نہ کاہی
خاصاں رمزاں چائیاں

انھی شانوں میں حضور کی ایک شان **خاتم النبیین** ہے۔ یعنی سارے نبیوں میں آخری نبی۔ اللہ کریم نے ختم نبوت کا تاج اپنے محبوب کو عطا فرمایا۔ یہ اتنا عظیم منصب ہے کہ جس کے لیے دلیل خود قرآن کی آیت ہے۔ اس کی تفصیل اور شانِ نزول جب تک معلوم نہ ہو، تو غلطی کا امکان پیدا ہوسکتا ہے۔ اسی واسطے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ منبر توڑ دو جس پر جاہل بیٹھ کر وعظ کرتے ہیں۔ نہ ان کو شانِ نزول کا پتا ہے اور نہ ہی ناسخ و منسوخ کا پتہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا صحیح ترجمہ مرزا لعین اور اُس کی ذریت نہیں کرسکتی بلکہ اس کا ترجمہ اور تفسیر وہی کرسکتے ہیں جن کا کنکشن سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے ہو۔ اس کے متعلق تفصیل سے بات **"عقیدہ ختم نبوت پر مرزائیوں کے تاویلاتی ہتھکنڈے"** کے عنوان کے تحت بیان کی گئی ہے۔

بس اِس آیت سے حتمی و قطعی فیصلہ یہی نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اس میں اگر کوئی ذرا برابر بھی شک کرے گا تو مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ ۔اللہ نے مجھ پر نبیوں کو تمام کر دیا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

وَاِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ ۔کہ میری اُمت میں تیس کذاب ہوں گے۔**کذاب** اسم مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت بڑے جھوٹے اور **دجال**، بہت بڑے فریبی۔

بعض احباب کہتے ہیں کہ کسی کو کچھ نہ کہنا چاہیے۔ہمارا اُن کی خدمت میں یہی سوال ہے کہ حضور تو ختم نبوت کے ڈاکوؤں کو کذاب کہہ رہے ہیں تو کیا ہم ایسے دجالوں کی تعریف کے اندر خطبے پڑھیں۔ایسے احباب کو ہمارا مشورہ یہی ہے کہ وہ یہ بات نہ کہا کریں کہ کسی کو کچھ نہ کہیں۔اس سے قرآن کی آیات جو نہی عن المنکر کی طرف اشارہ کرتی ہیں، اُن کا انکار لازم آتا ہے۔صحیح فقرہ تو یہ ہے کہ **اچھے کو برا نہیں کہنا چاہیے۔**

عقیدۂ ختم نبوت: ضروریاتِ دین میں سے اور ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہوتا ہے۔اسی پر اجماعِ امت ہے۔

قارئین کرام! اسلام کسی نسل، ذات یا برادری کا نام نہیں۔کچھ خاص معاشرتی رسمیں یا عبادت کے طریقوں جن میں عقیدہ کی اہمیت نہ ہو، کا نام بھی اسلام نہیں۔کیونکہ مسلمان ہونے کے لیے کچھ متعین عقائد اور ہدایات کو قبول کرنا اور اِن کو برحق ماننا ضروری اور لازمی ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی لازمی ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کا منکر نہ ہو جو باتیں نصوصِ قطیعہ کے ساتھ ثابت ہوں۔یا امت کے اندر ایک تواتر سے چلی آرہی ہوں اور امت کے لوگوں کو یہ بات معلوم ہو کہ اِس بات کی تعلیم آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو عطا فرمائی تھی۔ایسی چیزوں کو علماء، فقہاء اور متکلمین **ضروریاتِ دین** کے نام سے پکارتے ہیں۔مثلاً:

☆ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔

☆ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کے رسول ہیں۔تمام انبیاء برحق ہیں۔

☆ قیامت و آخرت برحق ہے۔

☆ قرآن پاک اللہ کی نازل کی ہوئی کتابِ ہدایت ہے۔قرآن سے پہلے انبیائے کرام پر نازل کتب برحق ہیں۔

☆ پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔

☆ مسلمانوں کا قبلہ کعبہ ہے

☆ اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کا حکم دیا اور تواتر سے چلی آئیں، اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبوت کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا۔

☆ اسی طرح ایمان مجمل، ایمانِ مفصل اور یہ ساری باتیں ضروریاتِ دین میں سے ہیں۔ اگر کوئی آدمی ان کا انکار کرے یا تاویل کرے تو وہ اجماعِ امت کے نزدیک کفر کے زمرے میں چلا جاتا ہے۔

تاویل:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "**التفرقہ**" میں تاویل کی تفصیلاً بحث کی ہے اور بتلایا ہے کہ بعض تاویلیں ایسی ہوتی ہیں جن کی بناء پر تاویل کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی بلکہ اِس کو خطا کار قرار دیا جائے گا اور بعض تاویلیں جن کا تعلق اہم بنیادی عقائد سے ہوتا ہے، کرنے والے پر تکفیر واجب ہوگی۔ جو کسی قطعی دلیل کے بغیر نصوص کے ظاہری معنی میں تاویل کے ذریعے تبدیلی کریں۔ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

وأما ما يتعلق من هذا الجنس بأصول العقائد المهمة، فيجب تكفير من يغيّر الظاهر بغير برهان قاطع۔ **(فیصل التفرقہ ص، ۵۲، طبع دار البیروتی)**

کیونکہ ختم نبوت کا عقیدہ اتنا واضح ہے کہ جتنے جھوٹے نبوت کے دعویدار بنتے ہیں وہ قرآنی آیات اور احادیث کے اُن معانی اور تفاسیر پر جن پر اجماعِ امت ہے، تاویلات (یعنی اصل معنی کو توڑ کر اپنی من پسند کے معنی ثابت کرنے کے لیے دلائل قائم کرنا) کر کے سادہ لوح عوام کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں۔ ان کے اس تانے بانے کو علمائے امت نے بالکل ریزہ ریزہ کر دیا ہے لیکن چونکہ عام آدمی کی رسائی اِن علمی خزانوں تک نہیں ہوتی، اس لیے اس کتاب میں بھی مرزائیت کی چند مشہور تاویلات کا ذکر کرنا مناسب سمجھا ہے تاکہ کسی ایک مکاری کی وضاحت سے اِن کی دجالیت کا چہرہ واضح ہو سکے۔ اس جگہ قارئین کرام پر اتنا واضح کرنا چاہتا ہوں کہ:

ختم نبوت کا عقیدہ اُمت کا وہ متفقہ عقیدہ ہے کہ جب بھی اس عقیدے کے خلاف کسی نے قلم

اُٹھایا تو ساری امت اس کے خلاف سینہ سپر ہوگئی۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ سے اب تک دیکھیں کہ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی وغیرہ لوگوں نے جب اُس عہد میں دعویٰ نبوت کیا تو اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔تاریخ گواہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ کر فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ زندہ ہو اور اُس کے آقا ﷺ کی ختم نبوت پر کوئی حملہ کر دے۔یہ برداشت نہیں ہوسکتا، حالانکہ اس وقت مدینہ شریف کے اندر مجاہدین کی سخت ضرورت تھی کیونکہ باغیوں کے حملے کا خطرہ تھا۔لیکن ختمِ نبوت کی اہمیت اتنی زیادہ تھی کہ آپؓ نے ہر خطرہ مول لے کر ختمِ نبوت کی پہرہ داری کا حق ادا کر دیا۔پھر اسی قصرِ ختمِ نبوت کی حفاظت کے لیے جنگِ یمامہ میں ستر بدری صحابہ نے شہادت کا جام نوش کیا۔سات سو کے قریب حفاظ نے اپنے سروں کے نذرانے دے کر آقا کی آنے والی اُمت کو سبق دیا کہ اگر ناموسِ ختم نبوت پر مال، اولاد، عزت و آبرو حتیٰ کہ جان بھی قربان کرنی پڑے تو دریغ نہیں کریں گے۔یہی وہ جذبہ ہے جو اب تک امتِ رسول میں مسیلمہ کذاب سے لے کر مسیلمہ پنجاب تک کے خلاف اِن کے خون میں موجزن ہے اور اسی لیے ختمِ نبوت کے مسئلہ کو متقدمین علماء نے اتنا زیادہ کام کر کے اُجاگر کیا کہ حکومتِ وقت کو ختمِ نبوت کے خلاف ان سازشوں سے آگاہ کر کے متفقہ طور پر کافر قرار دلوایا گیا۔ان کی تاویلات کے بہروپ کے اندر ان کے اصل روپ کو ظاہر کیا گیا۔

میں پڑھے لکھے حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجھے بتائیں کہ کیا سیدنا صدیق اکبرؓ کے دور میں سجاح نامی عورت نے اپنی جھوٹی نبوت کے لیے تاویل نہیں کی تھی کہ حضور ﷺ نے تو مرد نبی کے بارے میں بتایا تھا، عورت نبی کے بارے میں نہیں کہا۔کیا اسود عنسی سے پوچھا گیا کہ اُس کی کیا تاویل ہے؟ کیا مسیلمہ سے پوچھا گیا کہ کیا تم ظلی نبی ہو، بروزی ہو، غیر تشریعی ہو یا کیا ہو؟ مجھے بتائیں کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ کوئی دین کو سمجھ سکتا ہے؟ کیا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، جن کے بارے میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: ما ثبب اللہ فی صدری ثببتۂ فی صدر ابابکر۔ اللہ کریم نے جو کچھ میرے سینے میں ڈالا، میں نے ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا۔اب مجھے بتاؤ کہ ابوبکرؓ سے بڑھ کر دین کو سمجھنے والا کون ہے؟ کیا وہ مرادِ مصطفیٰ ﷺ کہ جس کو نبی نے خود خدا سے مانگا ہو کہ اللھم

اید الاسلام بعُمر یا عُمَر ۔کہ اے اللہ! اسلام کی مدد فرما عمر کے ذریعے ۔اب سوچو کہ جنابِ عمرؓ نے اسلام کی مدد ایسے دجالوں سے دلیل مانگ کر کی یا اُن کی گردنیں اُڑا کر کی؟ پھر وہ مولا علی المرتضیٰؓ جن کے بارے میں آقائے کائنات ﷺ فرمائیں: انامدینۃ العلم و علی بابھا ۔میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اُس کا دروازہ ہے ۔تو اِن آیات کی تفاسیر کو علیؓ سے زیادہ کون جان سکتا ہے؟ وہ نہ فرماتے کہ اِن آیات کی یہ یہ تاویل ہوسکتی ہے؟ نہیں! بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس مسئلے پر اجماع اور اُس دور سے لے کر آج تک مسئلہ ختمِ نبوت پر اجماعِ امت ہے ۔

یہ اتنا حساس مسئلہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا تو ایک الگ بات ہے ،نبوت کی تمنا یا خواہش کرنا بھی کفر ہے ۔اس سلسلے میں بزرگانِ دین نے بہت وضاحت فرمائی ہے ۔ چنانچہ **اعلام بقواطع الاسلام** میں امام حلیمہ لکھتے ہیں:

قال الحلیمی مالو تمنی فی زمن نبینا أو بعدہ ان لو کان نبینا فیکفر فی جمیع ذلك والظاهر انه لافرق بین تمنی ذٰلك باللسان او القلب۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا سرکارِ مدینہ کے بعد کسی شخص کا تمنا کرنا کہ وہ کسی طرح نبی ہو جائے، کافر ہو جائے گا۔اور ظاہر ہے کہ تمنا زبان سے ہو یا دل سے، کچھ فرق نہیں۔

قارئین کرام! آپ خود اندازہ کریں کہ جب کسی شخص کے اس تمنا پر کہ وہ نبی ہو جائے، مشائخ نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے تو عملاً نبوت کا دعویٰ کرنا کس درجے کے کفر کی حیثیت رکھتا ہوگا۔پھر جو نبوت کا دعویٰ کرے، اُس پر ایمان لانا تو الگ بات ہے ،ایسے مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرنا بھی کفر ہے۔ اسی کتاب کے اندر امام فرماتے ہیں:

واضح تکفیر مدعی نبوت ویظھر کفر من طلب منه معجزۃ لأنه یطلبه لھا منه مجوز لصدقه مع استحالته المعلومۃ من الدین

بالضرورۃ۔

یعنی مدعی نبوت کی تکفیر تو خود ہی واضح ہے۔اب جو اِس سے معجزہ طلب کرتا ہے، وہ اس کی سچائی کا احتمال مان رہا ہے۔

گویا وہ قرآن وسنت کے واضح فرمان کہ محمد کریم ﷺ کے بعد دوسرا کوئی نبی نہیں پر شک کا اظہار کرتا ہے اور اس طرح کفر کی گود میں چلا جاتا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی تنبیہہ:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لیے اُس شخص کو جو جھوٹے نبی کے پاس صرف اس لیے جا رہا تھا کہ کوئی دلیل یا معجزہ طلب کرے گا، فرمایا، اِس طرح تیرا قدم اُٹھانا بھی کفر میں جانے کے مترادف ہے۔

اسی لیے ہمارے اکابرین نے اس مسئلہ پر سب سے زیادہ تشویش کا اظہار کیا ہے۔ جہاں تک مرزائیت کا تعلق ہے، وہ عام سادہ لوح مسلمانوں کو تاویلات کے پھندوں میں پھنسا کر شکار کرتے ہیں۔ جیسے کسی خطرناک دوا کے اوپر خطرہ لکھا ہوا ہوتا ہے یا جس جگہ بہت زیادہ کرنٹ ہو، وہاں بھی خطرے کی علامت ڈالی جاتی ہے، اِسی طرح علماء فرماتے ہیں کہ مسئلۂ ختم نبوت میں مرزائیت کی طرف سے انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔ پہلے خطرہ میں جان جاتی ہے، اس خطرہ میں ایمان چلا جاتا ہے۔ نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو نبی سمجھنا یا مجدد امام اور پیشوا سمجھنا تو دور کی بات ہے، اِس کو مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے۔ بلکہ اِس کے کفر میں شک کرنا بھی اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور تمام علمائے امت کا ایسے لوگوں کے بارے میں امت کے لیے واضح پیغام ہے:

من شك فی عذابه و کفره فقد کفر

جو اِن کے عذاب اور کفر کے اندر شک کرے، وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

نبی لفظ کی تاویل کرنا، خاتم النبیین کی تاویل کرنا، اہل علم کے لیے مرزائیت کی لمبی چوڑی کتابوں کے مطالعہ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ مرزا کے بیٹے اُس کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین

محمود کی کتاب ''حقیقۃ النبوۃ'' کا مطالعہ ہی کافی ہے۔ یہ کتاب اُس نے لاہوری پارٹی کے خلاف لکھی۔ اس کتاب سے کھل کر یہ وضاحت ہوتی ہے کہ اِس کے نزدیک **مرزا غلام احمد اِسی طرح اور اِسی معنیٰ میں نبی تھے جس طرح اور جن معنوں میں پہلے انبیائے کرام مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی تھے**

اور جس طرح ہر نبی کا منکر کافر ہوتا ہے اِسی طرح مرزا غلام احمد کی نبوت کا انکار کرنے والا اور نہ ماننے والا بھی کافر ہے۔

قارئین کرام! نبوت اسلام کے بنیادی عقائد سے ہے۔ مدعی نبوت پر ہر شخص کے لیے لازمی ہو جاتا ہے کہ جو اِس پر ایمان لائیں وہ مسلمان ہوں گے، ورنہ کافر۔ اس کے اقرار کرنے والے کے مقابل کو کافر کہا جاتا ہے اور وہ انھیں کافر سمجھتے ہیں۔ **اس لیے مرزائی، غلام احمد قادیانی کے نہ ماننے والے تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔**

معرکۂ حق و باطل:

قارئین کرام! معرکہ حق و باطل ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ اللہ کریم نے حق کو واضح کرنے اور باطل کی سرکوبی کے لئے ہر دور میں سامان پیدا کیے اور کرتا رہے گا تاریخ گواہ ہے اُمت کا ایک مخصوص طبقہ کسی خاص باطل سے نبرد آزما رہا لیکن ختم نبوت کے ڈاکو کے لیے سب سے بڑے باطل اور کذاب ہونے کا اعلان بارگاہِ نبوت سے کر کے اُمت کو خبردار کیا گیا کہ ان کے جھوٹے باطل اور دجال ہونے پر کوئی شک نہ کرنا بلکہ حق کا سپاہی بن کر اس رزم حق و باطل میں حق کی پشت پناہی کرنا تاکہ جس طرح ان ختم نبوت کے ڈاکوؤں اور منکرین کا نام رجسٹر نبوت میں کذاب اور دجال لکھا گیا اس کے مقابل تمہارا نام نگاہ نبوت میں حق کے علمبرداروں میں آجائے یہی وجہ ہے کہ منکرین خت نبوت کے جھوٹے فتنے کا سر کچلنے کے لئے امت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر طبقہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر آج تک متحرک رہا اور رہے گا بے شک باطل مکر و فریب کے پردوں میں اپنے آپ کو چھپاتا رہا لیکن حق کے علمبردار یہ پردے نوچ گراتے رہے اور باطل کی آکاس بیل کو کاٹنے کے لئے

میدان عمل میں آیا۔اگر خطباء نے ان کے باطل کو واضح کرنے کے لئے اپنے خطبات کا سہارا لیا تو شعراء نے باطل کے سینے کو اپنے اشعار کے تیروں سے چھلنی کئے رکھا۔جہاں مصنفین اور محققین نے تحاریر کے ذریعے احقاق الحق فرمایا وہاں مناظرین نے مناظرہ کے میدان میں ابطالِ باطل میں کسر نہ چھوڑی ۔جہاں اولیاء واصفیاء نے میدان مباہلہ میں ان کے منہ پر طمانچہ رسید کیا۔وہیں سیاسی میدان میں موجود اکابر علماء نے امت کو ایسے ناسوروں سے پاک کرنے کے لیے تحاریک چلائیں اور اسمبلیوں سے ان کے کفر پر قرار دادیں منظور کروائیں ۔یہ انہی اکابرین کی کاوشیں ہیں جنہوں نے امت کے بچے بچے کو ختم نبوت کی حقانیت کا وہ چوکیدار بنا دیا جو ختم نبوت کے محل میں کسی بھی نقب لگانے والے کی فورًا نشاندہی کرتے ہیں یا ایسے ڈاکوؤں کو اپنے انجام تک پہنچا کر خود بھی اس پہرا داری کے مشن پر قربان ہو کرامر ہو جاتے ہیں ۔

قارئین کرام! یوں تو اُمت کے ہر مکتبہ فکر سے ختم نبوت کے جانثار پیدا ہوتے رہے ہیں اور یہ جذبہ ہر ایک کو اپنے اکابرین سے ملتا رہتا ہے بلاشبہ یہ کاوشیں قابل صد ستائش ہیں لیکن راقم کو جس قافلہ عشق و مستی کے راہروں کے قدوم سے یہ جذبہ صادق عطا ہوا ہے ان میں میرے **والد محترم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ قاضی انوار الحق** رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تقاریر و تحاریر اور صحبت کا فیض ہے جس نے مجھے فکر رضا سے آشنائی بخشی ۔**پھر دادا محترم سراج العلماء حضرت علامہ مولانا قاضی غلام جیلانی قدس سرہ العزیز** مصنف کتب کثیرہ کی ختم نبوت پر کتاب" **تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی**" جسکو مکتبہ بریلی شریف سے شائع کر کے اعلیحضرت نے آپکو محی الدین کے لقب سے نوازا ۔یہیں سے دادا محترم رحمتہ اللہ علیہ کی اعلی حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ محبت و عقیدت کے سفر کی تاثیر مجھے وراثت میں ملی اسی طرح **میرے نانا جی حضور قبلہ علامہ قاضی غلام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ** جو حضور قبلہ عالم **سید پیر مہر علی شاہ** صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے ختم نبوت پر ان کی تحریر سے فیضِ مہروی کی خیرات عطا ہوئی اور خود انجمن طلبہ اسلام کے پلیٹ فارم سے اہلسنت کے **عظیم قائدین حضرت امام شاہ احمد نورانی صدیقی اور مرد مجاہد مولانا عبدالستار خان نیازی** کی قیادت کی برکات نے ان راہوں پر چلنے کا حوصلہ دیا۔

قارئین کرام! اب آئیے ذرا ان ہستیوں کی باب ختم نبوت میں کارہائے نمایاں پر ایک اجمالی

نگاہ دوڑائیں۔

امام اہل سنت مجدد دین وملت حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین کرام! یقین فرمائیں کہ برصغیر پاک وہند میں ختم نبوت کے دفاع اور رد قادیانیت میں جتنی ڈیوٹی اللہ کریم نے آپ رحمتہ اللہ علیہ آپ کے خانوادے آپ کی تلامذہ آپ کے مریدین ومتوسلین اور متعلقین سے لی وہ باب ختم نبوت میں ایک چمکتا ہوا نورانی سہرا ہے۔آپ نے نہ صرف ختم نبوت بلکہ قصر ناموسِ رسالت کی ہر جہت پر پہرا داری کا حق ادا کر دیا۔جہاں قافلہ عشق ومستی کے ان علماء خطباء شعراء ادباء نے ختم نبوت کی نوکری کی وہی انکے دیے گئے جذبوں نے غازی وشہیدوں کے رجسٹر کو بھی رعنائی بخشی ہے۔

قارئین کرام! امام اہلسنت کا سینہ عشق ومستی کا وہ خزینہ اور محبتِ رسول کا وہ مدینہ تھا جو اپنی ذات میں بھی انجمن تھا ان کی ذات میں علم فہم خطابت،شاعری،ادب،افتاء تحقیق تصوف کا ایک بحر بیکراں موجزن تھا۔اس بحر کی لہروں لو جذبہ عشقِ رسول کی وہ رعنائیاں حاصل تھیں کہ جو اس بحر کے قریب ہوا وہ محبتوں کے نگینوں سے جگمگا اٹھا۔کہیں اس بحر کی لہروں نے اسمبلی میں الشاہ احمد نورانی اور عبدالستار خان نیازی کی شکل میں باطل کو خس وخاشاک کی طرح بہایا تو کہیں عاشق رسول مولانا خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی شکل میں ختم نبوت کی پہرہ داری کے جوہر دکھائے۔

قارئین کرام! امام اہلسنت آپ کے خانوادے اور متعلقین کی ختم نبوت پر کتب کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ان پر خصوصاً کئی مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ہمارے ضلع اٹک سے حضرت علامہ پیر سید صابر حسین شاہ بخاری مدظلہ العالی کی اس مد میں علمی کاوشیں قابل صد ستائش ہیں جو اسلاف کے کارناموں کو نئی نسل تک پہچانے میں رات دن مصروف عمل رہتے ہیں اللہ تعالی آپ کو صحت کاملہ عاجلہ نافعہ نصیب فرمائے۔

قارئین کرام! جہاں اعلی حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی ختم نبوت کے سلسلہ میں تحقیق انیق اور علم وعرفان کی ایمانی ایقانی تحریر **جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوہ**

”(یعنی دشمن خدا کے ختم نبوت کا انکار کرنے پر خدائی جزاء) نے خرمن باطل کو آگ لگائی وہیں آپکی دیگر بے شمار کتب کی طرح ”**السوء العقاب علی المسیح الکذاب، قھر الدیان علی فرقہ بقادیان، الجزار الدیان علی المرتد القادیان** جیسی کتب اسم با مسمی ثابت ہوئیں اسی طرح آپ کا وہ سلام جو عرب وعجم میں پڑھا جاتا ہے ختم نبوت کے بارے میں یہ شعر زبان زد عام ہو کر ختم نبوت کے منکرین کے سینوں میں تیر کی طرح پیوست ہو جاتا ہے شعر

فتح باب نبوت پہ بے حد درود　　　ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

فتنۂ قادیانیت اور پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ:

قارئین کرام! قادیانیت کا مسئلہ اتنا حساس ہے کہ جب قبلۂ عالم حضرت سید پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۹۰ء مستقل طور پر مدینہ طیبہ سکونت پذیر ہونے کا ارادہ فرمایا تاکہ اب زندگی کی باقی بہاریں گنبدِ خضریٰ کی ٹھنڈی چھاؤں تلے گزاریں گے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ”مہر علی! ہندوستان میں مرزا قادیانی میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔ واپس جاؤ اور اس فتنے کا سدِ باب کرو۔“

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ جس جگہ نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہو، لیکن حضور نے قادیانی فتنہ کی سرکوبی کا حکم دے کر ہندوستان واپس بھیجا۔ پتہ چلتا ہے کہ تحفظ ختم نبوت کا کتنا اعلیٰ و ارفع مقام ہے۔ کیونکہ اس پر کام کرنے سے ایک مسلمان مرتد ہونے سے بچ جاتا ہے اور ایک گم کردہ راہ قادیانی واپس اسلام کی آغوش میں آجاتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ بھی پتہ چلتی ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے کام کی سرپرستی اور نگرانی براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرماتے ہیں اور اُن کی رہنمائی بھی حاصل رہتی ہے۔

اسی لیے حضور قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ جب قادیانیت کی تردید میں اپنی کتاب لکھی اور اِن کی سرکوبی کے لیے دن رات ایک کیا تو مرزا قادیانی حواس باختہ ہو گیا اور اس نے کہا کہ بادشاہی مسجد لاہور میں میرے ساتھ تفسیر نویسی کا تحریری مناظرہ کر لیں۔ حضور قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ نے جواباً فرمایا کہ

ممکن ہے کہ اِس طرح مناظرہ میں فیصلہ نہ ہو سکے۔ ایک کاغذ پر قلم تم رکھ دو، ایک پر قلم میں رکھ دیتا ہوں، جس کا قلم خود بخود لکھ دے وہ سچا اور جس کا قلم پڑا رہے، وہ جھوٹا۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ بھی منظور نہیں تو تم حسبِ وعدہ شاہی مسجد میں آؤ۔ ہم دونوں اس کے مینار پر چڑھ کر چھلانگ لگاتے ہیں، جو سچا ہوگا، وہ بچ جائے گا، جو کاذب ہوگا وہ مر جائے گا۔

قارئین کرام! تحفظ ختم نبوت کے لیے قبلہ عالم کی یہ رجز خوانی تیرا سو سال کے اولیاء ومشائخ کی روحانی قوتوں کا فیضان تھا اور نہ جانے کون کون سی ہستیاں آپ کی پشت پناہی پر تھیں۔

کچھ عرصہ بعد قادیانی جماعت کا ایک وفد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ ایک اندھے اور ایک اپاہج کے حق میں آپ دعا کریں، دوسرے اندھے اور اپاہج کے حق میں مرزا قادیانی دعا کرے گا، جس کی دعا سے اندھا اور اپاہج ٹھیک ہو جائیں، وہ سچا ہے۔ اس طرح حق وباطل کا فیصلہ ہو جائے گا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ یہ بھی منظور ہے۔ نیز مرزا قادیانی سے یہ بھی کہہ دو کہ اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آجائے، ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی کو پیر صاحب کے سامنے آنے کی ہمت نہ پڑی۔ اس پر پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ دعویٰ میں نے از خود نہیں کیا تھا، بلکہ عالم مکاشفہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ با کمال سے میرا دل اس قدر قوی اور مضبوط ہو گیا تھا کہ مجھے یقینِ کامل تھا کہ اگر اس سے بھی بڑا دعویٰ کرتا تو اللہ تعالیٰ ایک جھوٹے مدعی نبوت کے خلاف ضرور مجھے سچا ثابت کرتے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ جو شخص تحفظِ ختم نبوت کا کام کرتا ہے، اِس کی پشت پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ ہوتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیشن گوئی:

قارئین کرام: یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہِ ناز کا اثر ہے کہ ایک ولی کے سامنے آئندہ کے حالات بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے ''**سیف چشتیائی**'' میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے یہ پیشن گوئی فرمائی کہ:

مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنے اور جوابِ سلام سے مشرف

ہونے کی نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی"۔(سیف چشتیائی، مطبوعہ گولڑہ شریف اسلام آباد، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء)

زمانے نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پیشن گوئی پوری ہوئی اور مرزا قادیانی کو نہ اللہ کا گھر دیکھنا نصیب ہوا اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا در۔

ختمِ نبوت اور قائدِ اہل سنت الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ:

قارئین کرام! میں خود جس قافلۂ عشق و مستی کی گردِ راہ کا خوشہ چیں ہوں۔ اُس کے سالار قائدِ اہلِ سنت حضرت الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تقریر کے الفاظ میرے ذہن میں گونجتے رہتے ہیں کہ اے مصطفیٰ کے غلام! اُٹھ اور جاگ، تیرے ہوتے ہوئے تیرے نبی کے گستاخ کیسے جرأت اور جسارت کے ساتھ دندنا رہے ہیں۔ یہ قادیانی سیاہ بخت اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ختم کر کے ہندوستان کے جھوٹے نبی کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے میں ہر صاحبِ ایمان کا فرض ہے کہ وہ اُٹھ کھڑا ہو اور میدان میں کود پڑے۔ اس منحوس فتنہ کی سرکوبی ہر بڑے فریضے سے اہم فریضہ ہے۔ یہ ایسا زہر ہے جو گڑ کی شکل میں کھلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایسے حالات میں بہت ضروری ہے کہ ہر مسلمان فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے موثر قدم اُٹھائے۔

بہت بڑا انکشاف جو حقیقت بن کر سامنے آرہا ہے کہ قادیانیت کا مرکز اسرائیل کے اندر اب بھی موجود ہے۔

چناب نگر (ربوہ) ختم نبوت کانفرنس سے تاریخی خطاب کے وہ الفاظ یقیناً وہ حقیقت ہے جو وہ نورِ ایمانی سے اپنی ان آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا:

> **"قادیانی حکومت کے کلیدی عہدوں پر فائز ہو کر مالی و سیاسی فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ اقلیت میں ہیں۔ وہ پاکستان میں اپنی وہی پوزیشن بنانا چاہتے ہیں جو امریکہ میں یہودیوں نے بنالی ہے۔ اگر یہ فتنہ اِس طرح پروان چڑھتا رہا تو آئندہ اِس ملک پر اِن کا قبضہ ہوگا اور اِن کی مرضی کے بغیر کوئی حکومت نہ کر سکے**

گا۔ مرزائیت، یہودیت کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے اور پاکستان میں تل ابیب کا ایجنٹ "ربوا" ہے۔ وہ اِن کی معرفت جو چاہتے ہیں، کرواتے ہیں۔ قادیانیت صہونیت کی ایک ذیلی تنظیم ہے جو مسلمانوں کے اندر رہ کر اِن کی تباہی اور بربادی کا سامان پیدا کر رہی ہے۔"

۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قومی اسمبلی میں تاریخی قرارداد جو سب علماء نے تیار کی تھی، اِس کو پیش کرنے کی سعادت قائد اہل سنت کے حصے میں آئی اور اس پر وہ بہت فخر کیا کرتے تھے کہ:

مجھے کامل یقین ہے کہ بارگاہِ خاتم النبیین ﷺ میں میرا یہ عمل قبول و منظور ہوگا۔

قرارداد سے ایک دن پہلے لاہوری گروپ سے تعلق رکھنے والے بعض سرکردہ لوگ آئے اور جن کے ساتھ تین چار سرکاری افسر بھی موجود تھے۔ ایک صاحب نے کہا کہ جناب! آپ نے جو قرارداد پیش کی ہے، اُس میں سے لاہوری گروپ کو نکال دیں کیونکہ یہ قادیانی کو نبی نہیں مانتے بلکہ مجدد مانتے ہیں۔ اس کے عوض ہم آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں۔

قارئین کرام! یاد رہے، ۱۹۷۴ء میں پچاس لاکھ روپے کروڑوں نہیں بلکہ اربوں کے برابر تھے۔ قائد اہل سنت طیش میں آئے اور بلند آواز سے فرمایا کم نصیبو! ہمارا سودا تو دربارِ مصطفیٰ ﷺ میں ہو چکا ہے۔ ہم آپ کی پیشکش جوتوں کی نوک پر رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا جوتا بھی اس پیشکش سے زیادہ قیمتی ہے۔ مرزا قادیانی جھوٹا مدعی نبوت ہے۔ جو اسے مجدد یا مسلمان مانیں وہ بھی کافر ہے۔

ختمِ نبوت اور مجاہدِ ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ:

اسی طرح ہمارے قائد محترم، مجاہدِ ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازیؒ جو تحریکِ پاکستان کے رہنما، تحریکِ ختم نبوت کے ہیرو، تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کے روحِ رواں اور تحریکِ تحفظ ناموسِ رسالت کے سالار تھے۔ جب ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوت میں گرفتار ہوئے تو فوجی عدالت میں انھیں سزائے موت سنائی گئی۔ اگرچہ بعد ازاں حکومت نے سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیا۔ اور پھر دو سال

ایک ماہ بعد یہ سزا بھی ختم ہوگئی۔ پھانسی کی کوٹھڑی میں گزرے ہوئے اُن لمحات کے بارے میں میرے قائد فرماتے ہیں کہ:

''مجھے اپنی زندگی پر فخر ہے کہ جب تحریکِ ختم نبوت کے مقدمے کے بعد میری رہائی ہوئی تو پریس والوں نے میری عمر پوچھی۔اس پر میں نے کہا تھا کہ میری عمر وہ دن اور راتیں ہیں جو میں نے ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر پھانسی کی کوٹھڑی میں گزاری ہیں۔کیونکہ یہی میری زندگی ہے اور باقی شرمندگی۔مجھے اپنی اس جیل والی زندگی پر ناز ہے۔''

آپ کے ختم نبوت کے بارے میں کہے ہوئے الفاظ اِس کاروانِ عشق و مستی کے ہر سپاہی کے لیے جادۂ راہ ہیں۔جس میں آپ نے فرمایا:

''چودھویں صدی میں تمام عالم اسلام کے اندر ہر محب اسلام پر یہ فرض ہے کہ ختم نبوت کے مسئلہ کو تمام دوسرے مسائل پر ترجیح دے۔اگر ہم تحفظِ ختم نبوت کے ذریعے اپنی بقا کا اہتمام کر لیتے ہیں تو توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قرآن شریف، شریعت، الغرض کسی اصولِ دین کو ضعف نہیں پہنچ سکتا۔لیکن خدانخواستہ اگر قادیانی تحفظ ختم نبوت کو ہماری لوحِ قلب سے ذرا بھی اوجھل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پھر نہ ہمیں ناموسِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، ہمارا ایمان برقرار رکھنے میں مدد دے سکتا ہے، نہ ولائے اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین ہماری نجات کے لیے کافی ہو سکتی ہے۔نہ ہی قرآن کے اوراق میں ہمارے لیے ہدایت باقی رہ جاتی ہے۔نہ ہی مساجد کے محراب و منبر میں کوئی تقدیس باقی رہ جاتی ہے۔نہ ہی اولیاء اللہ اور مشائخ عظام کی نسبتیں جاری رہتی ہیں۔نہ ہی علمائے کرام کی تدریس و وعظ میں کوئی اثر باقی رہ جاتا ہے۔نہیں نہیں!! صرف یہی نہیں۔خاکم بدہن۔امتِ محمدیہ کے تسمیہ اور وجود دونوں پر زد پڑتی ہے۔

امتِ محمدیہ مکمل تقسیم ہو جاتی ہے۔ ملتیں حکومتوں میں بٹ جاتی ہیں۔ حکومتیں گروہوں کی سازش کا شکار ہو جاتی ہیں اور فقط اتنا نہیں خاندان، ملت سے خارج ہو جاتے ہیں۔ خود خاندان کے اندر صلہ رحمی، قطع رحمی سے مبدل ہو جاتی ہے"۔

دین میں ختمِ نبوت کیا ہے؟

بقول شخصے: ختم نبوت دین کی اساس ہے۔

- ختم نبوت دین کی روح ہے۔
- ختم نبوت کی آبرو ہے۔

جو شخص تحفظ ختم نبوت کا کام کرتا ہے:

- وہ کلمہ طیبہ کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ اللہ کی توحید کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ اللہ کے قرآن کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ ناموسِ رسالت کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ انبیائے سابقین کی صداقت کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ فرشتۂ وحی حضرت جبرائیل کے امین ہونے کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ احادیثِ رسول کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ مکہ مکرمہ کی حرمت کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ مدینہ منورہ کی عصمت کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ حج بیت اللہ کی عظمت کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزتوں کی حفاظت کرتا ہے۔
- وہ اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تقدس کی حفاظت کرتا ہے۔

❁ وہ ملتِ اسلامیہ کے ایمان کا چوکیدار ہے۔

❁ وہ وحدتِ امت کا نقیب ہے۔

❁ وہ اسلامی فکرِ جہاد کا علم بردار ہے۔

❁ وہ پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کا محافظ ہے۔

❁ وہ وطن عزیز کے خلاف سازشیں کرنے والے غداروں کے لیے مجاہدِ کبیر ہے۔

❁ وہ یہود و نصاریٰ کی خطرناک چالوں کا ناکام بنانے والا بیدار مغز سپاہی ہے۔

یہی وہ ستون ہے جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے۔اس عقیدہ سے ذراسی بھی روگردانی اپنے آپ کو ہلاکت اور تباہی میں ڈالنا ہے۔**اسلام میں عقیدۂ ختم نبوت کو وہی مقام حاصل ہے جو انسانی جسم میں سر کو حاصل ہوتا ہے۔**اگر سر کو جسم سے جدا کر دیا جائے تو سارا جسم، بے حس و حرکت اور بے جان ہو جاتا ہے۔اسی طرح ختم نبوت کی حفاظت نہ کرنے سے ایمان کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے گر جائے گی۔آج کل قادیانی پوری قوت کے ساتھ ختم نبوت پر حملہ آور ہیں۔آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بے شمار گستاخیاں، اہل بیت اطہار،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، انبیائے علیہم السلام،اولیاء رحمہم اللہ اجمعین کے خلاف دشنام طرازیوں پر مشتمل لٹریچر باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اور پوری آزادی کے ساتھ مسلمانوں میں تقسیم ہو رہا ہے۔قادیانی اپنی مذموم کارروائیوں کے ساتھ ملتِ اسلامیہ کو ختم اور شمعِ اسلام کو بجھانا چاہتے ہیں۔افسوس صد افسوس! کہ ہم خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں اور خوابِ غفلت کے مزے لوٹ رہے ہیں۔عقیدۂ ختم نبوت پر پے در پے حملوں سے بچاؤ کے لیے کب میدانِ کارزار میں اُتریں گے۔کب صحابہ کرام اور اہل بیت عظام اور اولیائے کرام کی عزتوں کو پامال کرنے والے بدبختوں کے خلاف ایک آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوں گے؟

معزز قارئین!اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں کہ ختم نبوت پر کام کرنے والے آقا کریم کی نگاہوں میں ہوتے ہیں اور جو کوئی اُن کی نگاہ میں آجائے تو بقول شاعر:

جس طرف چشمِ محمد ﷺ کے اشارے ہو گئے

جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہو گئے

اور جسے حضور ﷺ قبول کرلیں یعنی جتنے نیک کام کریں گے، میرے آقا ﷺ کی رضا ملے گی لیکن ختمِ نبوت کے کام کرنے والے کو خود آقا کریم ﷺ مل جائیں گے۔ کتابوں میں آتا ہے کہ ایک بار سلطان محمود غزنوی نے درباریوں کو حکم دیا کہ میرے محل میں جو جو قیمتی اشیاء پڑی ہیں، جو کوئی کسی چیز پر ہاتھ رکھے گا، وہ اُس کی ہو جائے گی۔ فوری طور پر سب لوگ اُٹھے، کسی نے کسی قیمتی چیز پر ہاتھ رکھا اور کسی نے کسی چیز پر ہاتھ رکھا۔ سلطان نے دیکھا کہ اُس کا خاص غلام ایاز نظر نہیں آرہا۔ کسی سے پوچھا کہ ایاز کدھر ہے۔ بتایا گیا کہ سلطان! وہ آپ کے پیچھے کھڑا ہے۔ جونہی محمود غزنوی نے پیچھے دیکھا تو ایاز نے اُس کے اوپر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ سلطان نے پوچھا تمھیں محل میں کوئی قیمتی چیز نظر نہیں آئی؟ تو اُس نے کہا کہ لوگوں نے ہیروں، جواہرات اور مال کو پسند کیا۔ میں نے اِن سب کے مالک کو پسند کیا۔ سلطان مچل اُٹھا اور اُس نے کہا کہ میں نے بھی تمھیں لے لیا۔ اب تم میرے ہو اور میں تمھارا ہوں۔

اِسی طرح **قارئین!** دعاؤں سے دنیا ملتی ہے مگر تحفظ ختم نبوت کے کام سے سرکارِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم ملتے ہیں۔ جب آپ مل گئے تو پھر کمی کس چیز کی ہے۔ دنیا میں بھی کامیابی اور آخرت میں بھی کامیابی۔ سچ کہا کسی نے:

فضل ربّ العلیٰ اور کیا چاہیے   **مل گئے مصطفیٰ (ﷺ) اور کیا چاہیے**

معزز قارئین! عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ کو تو کلمۂ طیبہ میں بھی ختمِ نبوت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ دیکھیں یوں تو ہم سب مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہیں اور کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے ہیں لیکن ایک عاشق اسی کلمے پر غور کرنے کے بعد کہتا ہے:

کلمہ طیبہ:

کلمہ طیبہ کا

پہلا جزو "لا الہ الا اللہ" ہے اور **دوسرا جزو "محمد رسول اللہ"** ﷺ ہے۔

پہلا جزو دعویٰ ہے۔ **دوسرا جزو** دلیل ہے۔

پہلے جزو میں اقرارِ ربوبیت ہے۔ دوسرے میں بیان رسالت ہے۔

پہلا جزو مقصدِ زندگی ہے۔ دوسرے میں طرزِ زندگی ہے۔

پہلے جزو میں مقامِ زندگی ہے۔ دوسرے میں نظامِ زندگی ہے۔

پہلے جزو کے بارہ حروف ہیں۔ دوسرے میں بھی بارہ حروف ہیں۔

پہلے جزو میں نقطہ کوئی نہیں۔ دوسرے میں بھی نقطہ نہیں۔

پہلے جزو میں اللہ ذاتی نام ہے۔ دوسرے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذاتی نام ہے۔

پہلے جزو میں اللہ مشدد ہے۔ دوسرے میں لفظ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشدد ہے۔

پہلے جزو میں اللہ کے چار حروف۔ دوسرے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار حروف۔

باقی سب پیغمبروں کے کلموں کو اُٹھا کر دیکھیں۔ **دوسرے جزو** میں نقطہ ہے۔ لیکن نبی آخر الزماں کے کلمہ میں پہلے کی طرح دوسرا بھی بے نقطہ ہے۔ یہ اشارہ اس طرف ہے کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی محبوب نہیں۔ اللہ پر ربوبیت ختم۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم۔ اللہ پر الوہیت ختم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت ختم۔ اللہ رب العالمین، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ اللعالمین۔ اللہ رب العلیٰ۔ محمد محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب اللہ بن کر عرش پر جا کوئی نہیں سکتا۔ اور نیا نبی بن کر فرش پر آ کوئی نہیں سکتا۔

باب نمبر ۲

عقیدۂ ختمِ نبوت کی قرآن وحدیث سے وضاحت

میرے نزدیک مسئلہ ختم نبوت پر دلائل قائم کرنا اور انھیں براہین کی بنیاد پر بیان کرنا ایک بدیہی مسئلہ کو نظری بنانے کے مترادف ہے۔جس طرح آسمان، آسمان، سورج سورج اور چاند چاند ہے۔ان پر دلائل قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کو خاتم النبیین بغیر دلائل کے آنکھیں بند کر کے یقین کرنا چاہیے۔جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے، خواہ وہ تشریعی ہو، یا غیر تشریعی، ظلی ہو یا بروزی، کافر ہوگا۔اسی طرح اس کے ماننے والے بھی کافر اور مرتد قرار دیے جائیں گے۔ذیل میں جتنے دلائل پیش کر رہے ہیں، ختم نبوت کو ثابت کرنے کے لیے نہیں بلکہ بطور تبرکات اور عام مسلمانوں کی جلائے ایمانی کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔

جن آیات و احادیث میں ختم نبوت کے منکرین تاویلات پیش کرتے ہیں، اُن کو ایک علیحدہ باب میں سامنے لایا گیا ہے۔تاکہ عام سادہ لوح مسلمان اُن کے دامِ تذویر میں نہ پھنس سکیں۔

معزز قارئین! ختم نبوت کا مسئلہ دین کا اساسی مسئلہ ہے۔اگرچہ مسلمانوں میں فروعی اختلافات چلتے رہتے ہیں اور غیر مسلموں کی سازشوں اور سادہ لوح مسلمانوں کی نادانی کے سبب یہ فروعی اختلافات بعض دفعہ بہت بڑے فتنوں کا بھی باعث بنتے ہیں اور عموماً قادیانیت نواز اور مغربیت زدہ لوگ یہ الزام لگا کر کہ مولوی تو ہر ایک پر کفر کے فتوے لگا دیتے ہیں۔اسی قسم کا ایک فتویٰ قادیانیت پر لگ جانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔**قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے والوں کے بارے میں اُن کے دلائل کے حوالے سے بھی علیحدہ باب بعنوان ''مرزائیوں کے بارے میں نرم گوشہ کیوں؟'' قائم کیا گیا ہے۔**

لیکن اکثریت مسلم امہ جانتی ہے کہ فروعی اختلافات چونکہ دین کی اساس نہیں ہیں اس لیے اُن پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا جبکہ اساسی اختلافات کے سبب بندہ دین سے یا دین کی حدود سے باہر نکل

جاتا ہے۔ کیونکہ ختم نبوت ایک اساسی مسئلہ ہے۔ جوکہ احادیثِ صحیحہ اور قرآن کی واضح آیات یعنی **نصوصِ قطعیہ** سے ثابت ہے۔ اس لیے اس کا انکار اجماعِ امت کے نزدیک کفر ہے۔

حضور ﷺ کے بعد اسلام میں ہی جھوٹے نبی کیوں:

نبی علیہ السلام نے اس کی پیشن گوئی اس انداز سے فرمادی تھی کہ میری امت سے تیس دجال ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے، وہ جھوٹے اور کذاب ہوں گے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی غیر مذہب میں کسی نے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ حالانکہ اس سے پہلے عیسائیوں اور یہودیوں کے اندر کئی جھوٹے نبی پیدا ہوئے۔ اور ان کی پہچان وہ بڑی مشکل سے کرتے تھے کیونکہ عموماً نبی پہلی شریعت کے پابند ہو کر آتے رہتے تھے۔ اور یہ اُن کے پرکھنے کے لیے مختلف قسم کے اصول اپناتے۔ لیکن اللہ کریم عزوجل کی امتِ مسلمہ کے اوپر ایک خاص عنایت ہے۔

کیونکہ حضور نے فرمایا کہ میری امت میں سے دعویٰ کریں گے۔ یعنی بظاہر میرا کلمہ پڑھیں گے اور پھر دعویٰ نبوت کریں گے۔ آپ تاریخ اُٹھا کر دیکھیں۔ پندرہ سو سال ہو گئے ہیں۔ کہ اسلام کے باہر سے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہاں اسلام سے پہلے جھوٹے نبی بھی آتے رہے۔ اور یہود و نصاریٰ کے لیے یہ بہت بڑی مشکل تھی کہ وہ کس معیار پر سچے اور جھوٹے نبی کی پہچان کریں۔ اِسی واسطے جب حجۃ الوداع کے موقع پر آیت نازل ہوئی کہ: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ۔ تو ایک یہودی عالم نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ اگر ایسی آیت ہمارے اوپر نازل ہوتی تو ہم اُس دن عید مناتے۔ کیونکہ کسی بھی پہلے نبی ﷺ نے اپنے دین کو مکمل نہیں کہا۔ گویا حضور ﷺ کے اوپر دین مکمل کر کے آپ کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجا دیا گیا تاکہ بعد میں آنے والے اِدھر اُدھر نہ جھانکتے رہیں کہ کوئی نبی آئے گا بلکہ اب اللہ کی دھرتی کے اوپر رب کے دیے ہوئے نظام کو نافذ کرنے کے لیے مصروفِ عمل ہو جائیں۔

آئیے قرآن واحادیث سے صرف دس دلائل **تلک عشرۃ کاملہ** سے نسبت دیتے ہوئے بطور تبرک پڑھ کر اپنے ایمان کو جلا بخشیں:

قرآنی آیات

ا۔دین کے مکمل ہونے کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں:

حجۃ الوداع کے موقع پر قرآن کی آیت اتری کہ:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا
(المائدہ، آیت ۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

آج تمھارا دین مکمل ہو گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی میں نے عرض کیا ہے کہ اِس موقع پر ایک یہودی عالم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر یہ آیت ہمارے اوپر نازل ہوتی تو ہم عید مناتے۔ اس طرح دین کی تکمیل کے ساتھ اللہ نے نبوت کے سلسلہ کو بھی ختم فرما دیا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ رو کیوں رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اس میں مجھے فراقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ کیونکہ جب نبی کا مشن ختم ہو جائے تو اللہ نبی کو اپنے پاس بلا لیتا ہے۔

یہاں سے پتہ چلا کہ اب اسلام اور دین مکمل ہے۔ اس کے اندر کسی قسم کی زیادتی کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی لیے کسی اور نبی کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر نبیؑ کے مصدِّق یعنی تصدیق کرنے والے ہیں:

سورہ ال عمران، آیت نمبر ۸۱:

وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیۡتُکُمۡ مِّنۡ کِتٰبٍ وَّحِکۡمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنۡصُرُنَّہٗ۔ **(آلِ عمران:۸۱)**

ترجمہ: جب اللہ کریم نے نبیوں سے عہد لیا کہ جس وقت تمھیں کتاب و حکمت عطا کی جائے اور پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہاری طرف اللہ کے دیے ہوئے پیغام کی تصدیق کرے تو تم سب اُس نبی پر

ایمان لاؤ۔اور اُن کی مدد کرو۔

حضراتِ گرامی!اللہ کریم نے عالم ارواح میں انبیائے کرام سلام اللہ علیہم اجمعین کا ایک اجلاس منعقد کیا۔اس اجلاس کی شان دیکھیے کہ اس میں کسی غیر نبی کو شریک ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ سبحان اللہ!!

☆ خطاب کرنے والا خود خدا ہو،

☆ اور سامعین انبیائے کرام سلام اللہ علیہم اجمعین ہوں

☆ اور نقشہ میرا پیارا قرآن کھینچ رہا ہو۔

اس آیت کریمہ میں واضح ہوا کہ یہ **عہد میثاق** صرف انبیائے کرام سلام اللہ علیہم اجمعین سے لیا گیا۔اور جو نبی نہیں،وہ اِس میثاق میں شامل نہیں۔اب ذرا دیکھو کہ اِس میں کون کون سے انبیاء شامل ہوئے۔جب تصورات کی دنیا میں میں نے دیکھا تو کہیں جنابِ آدم علیہ السلام۔کہیں نوح علیہ السلام۔کہیں شعیب علیہ السلام۔کہیں صالح علیہ السلام۔کہیں ابراہیم علیہ السلام۔کہیں لوط علیہ السلام۔کہیں ابراہیم علیہ السلام۔کہیں اسحاق علیہ السلام۔کہیں یعقوب و یوسف علیہم السلام۔کہیں موسیٰ وشعیب علیہم السلام۔کہیں داوٗد وسلیمان علیہم السلام۔کہیں یونس علیہ السلام۔

الغرض ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش پیغمبروں کے اندر کہیں جنابِ عیسیٰ علیہ السلام۔اب ذرا آنکھیں بند کر کے دیکھو کہ کہیں اس میں قادیانی دجال تو نہیں۔کیونکہ نبی کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس میثاق میں شامل ہو۔اور جب وہ میثاق میں شامل ہوگا تو خاتم الانبیاء ﷺ اُسی کی تصدیق کرے گا۔اُسی کے لیے وہ **مصدِّق** ہوگا۔ ثُمَّ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ۔بتا رہا ہے کہ جب سب نبی تشریف لے آئیں گے تو پھر خاتم الانبیاء آئے گا۔جیسے آپ کہیں کہ فلاں آیا۔اور پھر آپ آئے۔تو یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کے آنے کے بعد آپ آئے۔گویا تمام انبیاء علیہم السلام آنے کے بعد حضور خاتم الانبیاء ﷺ بنا کر بھیجے گئے۔اب ختم نبوت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضور سب انبیاء کے مصدق ہوں گے۔اور جس کی حضور ﷺ تصدیق کریں گے،وہی نبی ہوگا۔اور جس کی تصدیق کا سرٹیفکیٹ آپ ﷺ نے نہیں دیا،وہ دجال کذاب تو ہوسکتا ہے،نبی نہیں ہوسکتا۔

چیلنج:

تمام قادیانی ذریت سے میرا سوال ہے کہ حضور کی سب سے پہلے تصدیق لائیں، پھر آگے کی بات کریں۔ کیونکہ تمام انبیاء میں جس کو دیکھیں، مصطفیٰ ﷺ کی تصدیق شدہ نبوت کی مہر اُٹھائے ہوئے پھرتا ہے۔ کیونکہ یہ مسیلمہ پنجاب جھوٹا اور لعنتی ہے۔اس لیے اِس کی تصدیق کا منظر حضور ﷺ نے خود فرمادیا کہ میری امت سے تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔اے میرے امتیو! ہوشیار رہنا کہ میں خاتم النبیین ہوں یعنی نبوت کا ختم کرنے والا۔

۳۔قرآن، کعبہ اور مصطفیٰ ﷺ: سارے عالم کے لیے:

ا۔سورہ سبا آیت نمبر ۲۸:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔

ترجمہ: ہم نے تم کو تمام دنیا کے انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا:

سورہ اعراف، آیت ۱۵۸:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

”اے محبوب! فرما دیجیے کہ اے لوگو! مجھے اللہ نے تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اسی آیت کریمہ کی تشریح میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

أَنَا رَسُوْلُ مَنْ أَدْرَكْتُ حَيًّا وَمَنْ يُوْلَدُ بَعْدِيْ۔

(طبقات الکبریٰ: ج۱، رقم: ۴۴۷، دار صادر بیروت)

ترجمہ: میں اس کے لیے اللہ کا رسول ہوں جس نے زندگی میں مجھے پایا اور اُن کے لیے بھی جو میرے بعد پیدا ہوگا۔

گویا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کیا کہ میرا فیضانِ رسالت جس طرح میری ظاہری حیات

یں جاری ہے، بعد میں بھی جاری رہے گا۔ **اسی لیے امتِ مسلمہ حضور ﷺ کی ولادت پر خوشیاں مناتی ہے** کیونکہ عہد رسالت ختم نہیں ہے، باقی ہے۔سوگ اُس کا منایا جاتا ہے جو اپنا سکہ منوا کر چلا جائے لیکن جس کا سکہ اب قیامت تک نہیں بلکہ قبر حشر میں بھی انھی کے جلووں کی رونمائی ہوگی تو پھر سوگ کیسا!

قارئین کرام! یاد رکھیں کہ ہمارا رب وہ رب ہے جو کسی ایک فرقے ،قوم یا جماعت کا نہیں، بلکہ تمام انسانیت کا رب ہے۔اسی واسطے فرمایا:

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ **(الناس:۱)**

ترجمہ: اے میرے محبوب فرما دیجیے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ چاہتا ہوں۔

اسی طرح ہمارا کعبہ کسی ایک فرقے یا جماعت کے لیے نہیں بلکہ نسل انسانی کے لیے مرکز بنایا گیا ہے۔

اللہ کا قرآن فرماتا ہے:

وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ۔ **(البقرۃ:۱۲۵)**

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا۔

اسی طرح اللہ کریم قرآن پاک کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ھُدًی لِّلنَّاسِ۔

یہ قرآن بھی پوری انسانیت کے لیے ہدایت ہے۔اِسی طرح جب باری آئی پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ کے لیے بھی ارشاد فرمایا:

وَمَا أَرۡسَلۡنَاكَ إِلاَّ كَافَّةً لِّلنَّاسِ۔

کہ اے محبوب ﷺ! ہم نے آپ کو کسی فرقے، قوم یا جماعت کے لیے نہیں بلکہ نسل انسانی کے لیے رسول بنا کر بھیجا۔قرآن کے اِس فیصلے کے بعد اگر کوئی آدمی خدا کے ہوتے ہوئے کوئی اور خدا تسلیم کرے،کعبہ شریف کے ہوتے ہوئے کسی اور مقام کو کعبہ مانیں۔قرآن کے ہوتے ہوئے کسی اور کتاب کو قرآن تسلیم کرے اور نبی الآخر زماں ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی اور نبی کو مانیں تو وہ ان سب دلائل کی روشنی میں نسل انسانی میں سے نہیں ہے۔

۴۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے نبیوں پر ایمان لانے کا حکم:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (سورہ نساء، آیت ۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ، ساتھ اللہ کے اور اس کے رسول کے اور اُس کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول پر اُتاری اور اُن کتابوں پر جو اُن سے پہلے رسولوں پر نازل ہوئیں۔

اس آیت مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت، قرآن اور پہلے انبیاء پر ایمان کا حکم ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبوت ہوتی تو بعد والے کی بھی نبوت اور وحی پر بھی ایمان لانے کا حکم ہوتا۔

احادیث

۵۔عمارت کا آخری پتھر:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب، ص: ۵۰۱، ج۱، صحیح مسلم ص ۲۴۸، ج ۲ واللفظ لہ)

قارئین کرام!

مشکوٰۃ شریف، صفحہ نمبر ۵۱۱۔ ترمذی شریف، جلد ۲، صفحہ نمبر ۲۰۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور دوسری انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی ایک عمارت تعمیر کرے اور اس کو خوب صورت بنائے اور اُس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دے۔ اور جب تک وہ اینٹ نہ لگائے، وہ عمارت مکمل نہیں ہوئی۔ فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ۔ پس وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔

یہ حدیث شریف بخاری اور مسلم شریف میں بھی ہے ۔اہلِ عقل کے لیے ختمِ نبوت کی یہ دلیل ہی کافی ہے کہ نبوت کا وہ محل جس کے اندر انبیائے کرام سلام اللہ علیہم اجمعین کی اینٹیں لگیں کہیں جنابِ آدم علیہ السلام، کہیں جنابِ نوح علیہ السلام، کہیں جنابِ ابراہیم علیہ السلام، کہیں اسماعیل علیہ السلام ۔کہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور علی ہذا القیاس ۔ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء کے ساتھ جنابِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اینٹ لگی اور جو ایک اینٹ رہ گئی، اُس نبوت کے محل کی ۔آقا کریم فرماتے ہیں، وہ اینٹ میں ہوں اور میرے لگنے سے نبوت کا محل اور قصر مکمل ہو گیا۔

۶۔حضرت علیؓ سے نسبت:

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ -ﷺ- لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّى بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلاَّ أَنَّهُ لاَ نَبِىَّ بَعْدِى-

(صحیح مسلم: جز ۷، رقم: ۶۳۷۰، باب فضائل علی بن ابی طالب، دار جیل بیروت)

ترجمہ: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔

۷۔بنی اسرائیل میں نبی کے بعد نبی لیکن اب خلفاء:

سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِينَ فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ : كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِى وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ-

(صحیح بخاری ص ۴۹۱، ج ۱، واللفظ لہ صحیح مسلم ص ۱۲۶، ج ۲، مسند احمد ص ۲۹۷، ص ۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ رسول اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی قیادت خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اس کی جگہ دوسرا نبی آتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔

قارئین کرام! اس حدیث شریف سے یہ واضح ہو گیا کہ بنی اسرائیل میں جو نبی آتے، غیر

تشریعی ہوتے یعنی پہلی شریعت کے پابند ہوتے۔ جیسا کہ مرزا ملعون نے بعض جگہ دعویٰ کیا۔ اگرچہ بعد میں اُس نے تشریعی نبی ہونے کا بھی اعلان کیا۔ لیکن یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اِس حدیث شریف سے غیر تشریعی نبی کا آنا بھی بند ہے۔

۸۔تمام انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت:

مسلم شریف، ص ۱۹۹، جلد ۱۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۲۔ کے اندر حضور ﷺ کی حدیث شریف نقل ہے۔ سرکار ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے تمام انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دی گئی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ۔

- ☆ کہ ایک تو اللہ نے مجھے جامع کلام عطا فرمایا۔
- ☆ دوسرا رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی۔
- ☆ تیسرا مالِ غنیمت کو میرے لیے حلال کیا۔
- ☆ چوتھا تمام زمین کو میرے لیے نماز پڑھنے کی جگہ اور (بذریعہ تیمم) پاک کرنے والا بنایا۔
- ☆ پانچواں مجھے تمام خلقت کی طرف بھیجا گیا۔
- ☆ اور چھٹا میرے بعد سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا۔

۹۔نبوت اور رسالت ختم:

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلاَ رَسُولَ بَعْدِي وَلاَ نَبِيَّ۔

(ترمذی، ص ۵۱، ج ۲، ابواب الرؤیا، مسند احمد، ص ۲۶۷، ج ۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک نبوت اور رسالت اب ختم ہو چکی۔ بس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا، نہ کوئی نبی ہوگا۔

۱۰۔آخری نبی اور آخری امت:

قارئین! عشرہ کی مناسبت سے دسویں نمبر پر حضور ﷺ کا فرمانِ عالی شان سنیں کہ:

”نہ صرف میں آخری نبی ہوں بلکہ تم بھی آخری امت ہو۔نہ صرف اِس جہان میں بلکہ آخرت میں بھی شفاعت کا تاج میرے سر ہوگا۔“

ایک اور مقام پر سرکار نے ارشاد فرمایا۔ابن ماجہ کے اندر یہ حدیث شریف موجود ہے:

وَأَنَا آخِرُ الأَنْبِيَاءِ، وَأَنْتُمْ آخِرُ الأُمَمِ۔

(سنن ابن ماجہ: جز،۵،کتاب الفتن، رقم:۴۰۷۷، مکتبۃ المعاطی)

کہ میں انبیاء میں سب سے آخری ہوں۔اور تم امت میں سب سے آخری ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ ، وَلاَ فَخْرَ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ ، وَلاَ فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ ،وَلاَ فَخْرَ۔**(مسند الدارمی: جز،۱، رقم:۵۰، مکتبۃ دار المغنی)**

مشکوٰۃ شریف کے اندر اس حدیث کا ترجمہ ہے کہ:

میں تمام رسولوں کا قائد ہوں لیکن فخر نہیں کرتا۔اور میں تمام انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں لیکن فخر نہیں کرتا۔اور میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں جس کی شفاعت مقبول ہوگی اور کوئی فخر نہیں کرتا۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نہ صرف خاتم النبیین ہیں بلکہ قیامت کے دن شفاعت کا تاج بھی آپ کے سر پر ہی سجے گا۔اس لیے میرے خدا کی خدائی ہمارے لیے کافی ہے۔اور مصطفیٰ ﷺ کی پیشوائی ہی ہمارے لیے راہِ نجات ہے۔

قارئین کرام!

یہاں پر صرف ہم نے دس آیات واحادیث نقل کی ہیں۔حالانکہ قرآن پاک میں ایک سو آیات اور احادیث کی کتب میں 210 سے زیادہ احادیث عقیدۂ ختمِ نبوت کے مسئلہ پر وضاحت

فرما کر اسے نص قطعی کی حیثیت سے اساسِ دین بنا رہی ہیں۔

چونکہ ختم نبوت کا مسئلہ امت کے لیے اظہر من الشمس ہے لہٰذا عموماً جھوٹے انبیاء نے براہِ راست نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ بعض قرآنی آیات و احادیث کی تاویلات کر کے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اگلے باب میں ہم آج تک چند مشہور نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا ذکر کریں گے۔

باب نمبر ۳

اُمت میں جھوٹے نبی کیوں؟

(مقاصد/تاویلات)

قارئین کرام! آپ حیران ہوں گے کہ جب ختم نبوت کا عقیدہ اتنا واضح ہے تو پھر اُمت کے اندر اس طرح جھوٹے نبی کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ اس کی وضاحت میں، مَیں دو تین معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ا۔ پہلی وجہ: تیس دجالوں اور کذابوں کا ظاہر ہونا میرے آقا ﷺ کی پیشن گوئی ہے:

پہلی بات تو ہمارا ایمان ہے کہ آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو پیشن گوئی فرمائی، وہ ہر صورت میں پوری ہوگی۔

(مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۴۶۵) اسی طرح (ترمذی شریف، جلد ۲، ص ۴۵)، (ابوداؤد، ص ۱۲۷، ج ۲، کتاب الفقہ) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَیَکُونُ فِی أُمَّتِی کَذَّابُونَ ثَلاَثُونَ کُلُّھُمْ یَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِیٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّینَ لاَ نَبِیَّ بَعْدِی۔ **(سنن ابی داوٗد: جز، ۴، باب ذکر الفتن و دلائلھا، رقم: ۴۲۵۴، دارالکتاب العربی بیروت)**

کہ عنقریب میری امت میں تیس کذاب ظاہر ہوں گے اور ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ جبکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

قارئین کرام! اِس حدیث شریف سے تین باتیں بہت واضح ہیں۔

☆ **ایک یہ کہ** میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے میرے امتی ہونے کے بھی مدعی ہوں گے۔ جیسا کہ فی امتی کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔ یعنی وہ لوگوں کو میری نسبت سے دھوکہ دیں گے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو پھر کوئی بھی اُن کے دھوکے میں نہیں آئے گا۔

☆ **دوسرا** کہ وہ سب جھوٹے مدعیانِ نبوت ہوں گے۔ جبکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور یہ کہ نبوت مجھ پر ختم ہو چکی ہے۔

☆ **تیسرا** حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ گمان کرے گا کہ میں نبی ہوں یعنی دجال اور کذاب ہونے کے لیے فقط نبوت کا دعویٰ ہی کافی ہے۔ کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ سورج مشرق کی بجائے مغرب سے نکل سکتا ہے، لیکن حضور ﷺ کے منہ سے نکلی ہوئی بات غلط نہیں ہو سکتی۔

اس لیے ہمارا ایمان ہے کہ کچھ دجال اور کذاب آ چکے اور کچھ آئیں گے۔ اسی لیے علمائے امت اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے امت کے ایمانوں کا تحفظ کر رہے ہیں۔

۲۔ دوسری وجہ: اقتدار اور سرداری کی خواہش:

بعض لوگ اقتدار اور سرداری کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ جیسے مسیلمہ کذاب، اسود انسی اور سجاع وغیرہ۔ وہ چاہتے تھے کہ ہمیں بھی اس طرح رسول مانا جائے۔ اسی طرح بعد میں بھی کئی لوگ عوام کو شعبدے دکھا کر اپنا امتی بنانے کی کوشش کرتے رہے تا کہ زمامِ اقتدار حاصل کر سکیں۔

۳۔ تیسری وجہ: بھوک اور افلاس سے تنگی:

ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو بھوک اور افلاس کی وجہ سے نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے۔ جیسے مشہور ہے کہ ایک جعلی نبی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو بادشاہِ وقت نے درباریوں سے پوچھا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے تو انھوں نے جواب دیا کہ اِس کا دماغ شاید اپنی جگہ صحیح نہیں اور یہ مفلوک الحالی کا شکار ہے۔ اس لیے اِس کو شاہی باورچی خانے کے اندر کچھ دن رکھا جائے۔ دو تین مہینے کے بعد بادشاہ نے اُسے پھر بلایا اور ازراہِ مذاق پوچھا کہ جناب کوئی وحی تو نہیں نازل ہوئی؟ تو اُس نے کہا کہ جی ہوئی ہے۔ پوچھا کون سی؟ اُس نے کہا: یا ایھا النبی باورچی خانے میں رہیو۔ اسی لیے اکبر الہ آبادی نے صحیح کہا:

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے　　　خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

لطیفہ:

ایک بے روزگار شخص کے بارے میں مشہور ہے کہ کشتی پر سمندر میں سفر کر رہا ہے تھا کہ اچانک کشتی کو طوفان نے گھیر لیا۔ یہ بے روزگار اور مفلوک الحال اور اپنے حالات سے تنگ اچانک اِس کے دل میں شیطان نے خیال ڈالا اور اس نے دعویٰ نبوت کر دیا۔لوگوں نے کہا کہ اگر آپ دعا کریں کہ اس طوفان سے بچ جائیں تو پھر ہم آپ کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔ اس نے کہا آپ وعدہ کرو میری دعا سے اگر طوفان تھم گیا تو آپ میرے اوپر ایمان لے آؤ گے۔ اکثر لوگوں نے وعدہ کر لیا۔خدا کا کرنا یہ ہوا کہ طوفان رک گیا۔جب وہ کنارے پر پہنچا تو کئی ضعیف الاعتقاد لوگوں نے اس کا کلمہ پڑھ لیا۔اس کے ایک قریبی دوست نے جب اس بارے میں پوچھا تو اِس نے کہا کہ میں نے سوچ لیا تھا کہ اگر کشتی غرق ہو جائے گی تو نہ میں رہوں گا نہ یہ لوگ رہیں تو مجھ سے کون پوچھے گا۔اور اگر بچ گیا تو دانے پانی کے لیے کئی امتی میسر ہو جائیں گے۔

۴۔چوتھی وجہ: دماغی خرابی، مالیخولیا وغیرہ:

قارئین کرام اسی طرح کئی ایسے افراد بھی دیکھے گئے جو دماغی خلل کی وجہ سے دعویٰ کر بیٹھے۔ اسی طرح فرماتے ہیں۔

لطیفہ:

کہ کوئی دانشور پاگل خانے میں سیر کے لیے گیا۔ایک پاگل کو دیکھا جو نبی ہونے کا دعویٰ کیے ہوئے تھا۔دانشور نے از راہِ مذاق اُس سے بات چیت شروع کی تو اُس نے کہا کہ ہر نبی کو اذیتیں دی گئیں تو میرے اوپر بھی یہ امتحان آیا ہوا ہے۔ساتھ ہی ایک اور پاگل بیٹھا ہوا تھا۔اُس نے کہا یہ جھوٹا نبی ہے۔کیونکہ میں نے اُس پر کوئی وحی نازل نہیں کی۔ پتہ چلا کہ ایک نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہوا تھا اور دوسرے نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہوا تھا۔

اٹک میں مہدیت کا دعویٰ کرنے والا:

قارئین کرام! اٹک کی عوام بخوبی جانتے ہیں کہ یہاں پر ایک عین فاطمی نامی شخص وکیل ہوا

کرتا تھا۔لیکن وہ دماغی خرابی کا شکار تھا۔لیکن پھر بھی بڑی علمی گفتگو کرتا۔آخری وقت میں تو اُس کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ گلے میں تختی ڈال کر کچہریوں میں کھڑا رہتا تھا۔میرے والد محترم حضرت علامہ قاضی انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی وہ آیا اور آکر اپنی نبوت اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔تو والد صاحب نے اُس کی گفتگو سے ہی اندازہ لگالیا کہ یہ شخص مخبوط الحواس ہے۔عین فاطمی بحث ومباحثہ پر زور دیتا رہا اور اپنی نبوت اور مہدی ہونے کی دلیل یہ پیش کی کہ یہ بات آج تک کسی مفسر اور محقق نے نہیں لکھی کہ الف لام میم کا کیا مطلب ہے۔اللہ نے بذریعہ وحی مجھے اطلاع دی ہے کہ الف لام میم سے مراد تم ہو۔یعنی المہدی۔والد صاحب قبلہ مسکرائے اور فاطمی سے پوچھا کہ الف لام میم کیا ہیں؟ اُس نے کہا حروفِ مقطعات۔آپ نے فرمایا کہ مقطعات کو توڑ کر پڑھتے ہیں یا جوڑ کر پڑھتے ہیں؟ اُس نے کہا توڑ کر۔ تو آپ نے فرمایا کہ المہدی کہہ کر تم نے انھیں جوڑ دیا ہے۔مہربانی کرو اور جا کر اپنا کسی نفسیاتی ڈاکٹر سے علاج کراؤ۔کہنے لگا،میرے خیال میں جبرائیل امین سے غلطی ہوگئی ہے،دوبارہ پوچھ کر بتاؤں گا۔

اسی طرح مرزا کی بیماریوں میں آپ پڑھیں گے کہ وہ خود اقرار کرتا ہے کہ وہ مراق کا مریض ہے۔جو مالیخولیا کی ایک قسم ہے۔

ایک موتی:

ایک ختم نبوت کے منکر نے کہا کہ کافروں نے اللہ کے رسول کو دیوانہ کہا۔وہاں ایک عاشق بیٹھا تھا،اُس نے پھڑک کر کہا کہ وہ اُس سے بھی بڑا کافر ہے جس نے دیوانے کو رسول اللہ کہا۔

۵۔پانچویں وجہ:کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے:

قارئین کرام! جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ عمومی طور پر اوپر بیان کیے گئے یہی چند مقاصد ہوتے ہیں جن کے لیے آج تک لوگوں نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔لیکن سب سے خطرناک دعویدار وہ ہوتا ہے جو کسی خاص ایجنڈے پر کام کرتے ہوئے امتِ مسلمہ کی تباہی کا سبب بنے۔یقیناً ان میں سے ایک دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس ملعون نے ایک خاص مقصد کے لیے نبوت کا دعویٰ کیا۔جس کی تفصیل ہم نے اگلے باب بعنوان **"مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کی وجوہات اور مقاصد"** میں بیان کی

ہے۔

قارئین کرام! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث شریف کے مطابق اس امت میں تیس دجال اور کذاب نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ ان تیس سے مراد وہ نامراد ہیں جن کی نبوت کو شہرت ملی یا ملے گی۔ ویسے تو ہر دور میں جھوٹے نبی پیدا ہوتے رہے۔ اگر کوئی بے روزگاری سے تنگ آیا تو اُس نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ ہارون الرشید کے زمانے میں سب سے زیادہ جھوٹے نبیوں نے دعویٰ کیا لیکن وہ جلد ہی اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ اور لوگوں میں مقبولیت نہ پاسکے۔

ایسے لوگ جن کا نہ ایمان ہوتا ہے، نہ اللہ کے عذاب سے ڈر ہوتا ہے، دنیاوی نام ونمود کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دجال کہا۔ دجل کا مطلب دھوکہ کرنے والا اور دجال اسمِ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی وہ دھوکے بازی کی انتہا کو پہنچ چکا ہو اور کذاب، کذب سے یعنی جھوٹا اور کذاب جو بہت زیادہ جھوٹا ہو۔ گویا دنیا کے فریبی اور جھوٹے کم درجے کے ہوتے ہیں اور جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال اور کذاب کا لقب دیا۔

قارئین کرام کی معلومات کے لیے امت میں پیدا ہونے والے اُن چند اشخاص کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے جھوٹی نبوت کے دعوے، مسیح ہونے کے دعوے اور مہدی ہونے کے دعوے کیے۔ اگرچہ تاریخِ اسلام میں ہزار سے زیادہ ایسے اشخاص کا ذکر ملتا ہے مگر اِن میں سے اکثر کا پاگل پن اتنا واضح تھا کہ انھیں مقبولیت نہ ملی۔ جن افراد کو صحیح معنوں میں دجال اور کذاب یعنی جھوٹ بولنے اور مکر کا فن آتا تھا۔ ایسے دعویدار ابھی تک تیس کی تعداد کو نہیں پہنچے۔ اس لیے قیامت تک ایسے فتنے برپا ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ آخری دجال آئے گا جو کانا ہوگا اور جس کو جنابِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔

اُمتِ مسلمہ میں شہرت پانے والے جھوٹے انبیاء

ا۔ مسیلمہ کذاب:

اس نے اپنے قبیلہ بنو حنیفہ کے ساتھ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت اسلام کی۔ مگر ساتھ درخواست کی کہ مجھے اپنا جانشین یا خلیفہ مقرر کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک میں کھجور کی

ایک ٹہنی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کی شقاوتِ قلبی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تم امرِ خلافت میں یہ شاخ بھی مجھ سے مانگو تو نہ دوں گا۔اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد دعویٰ نبوت کیا اور پانچ ہفتوں میں اس کے ایک لاکھ سے زیادہ آدمی مرید ہوگئے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کے زمانے میں مارا گیا۔ ۱۰۵۳ ہجری تک مسیلمہ کذاب کے پیروکار موجود رہے۔ یہ لوگ اذان میں کلمہ شہادت بھی پڑھتے تھے۔ اور مسیلمہ کے بہت سے ناقابل یقین واقعات بیان کرتے ہیں جنھیں اس کے ماننے والے معجزات بتاتے ہیں۔اس کا ذکر اسلامی تاریخ میں بہت وضاحت کے ساتھ ملتا ہے۔

۲۔اسود عنسی:

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے سے چند دن قبل اس نے دعویٰ نبوت کیا اور شعبدہ بازی اور کہانت کے ذریعے بے شمار لوگوں کو گمراہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ مقدسہ میں ہی یہ شخص واصل جہنم ہوگیا۔اس کے بھی بہت سے پیروکار ہوگئے تھے اور اس کی جماعت نے یمن کے شہر صنعا پر قبضہ کرلیا تھا۔مسیلمہ اور اسود عنسی کا ذکر احادیث کی کتب میں موجود ہے۔

۳۔طلیحہ بن خویلد:

اس نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں مرتد ہوکر دعویٰ نبوت کردیا تھا۔

۴۔سجاح اور اس کی تاویل:

اس عورت نے بھی دعویٰ نبوت اس انداز سے کیا کہ حضور نے لا نبی بعدی فرمایا لیکن لا نبیۃ بعدی نہیں فرمایا۔یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد مرد نبی نہیں آئے گا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ نہیں کہا کہ میرے بعد کوئی عورت نبی نہیں ہے۔

۵۔صالح بن ظریف اور اس کی تاویل:

صالح نے ۱۳۸ ہجری میں نبوت اور مہدی اکبر ہونے کا دعویٰ کیا اور دعوی نبوت سے بادشاہ بن گیا۔تاریخ خلدون، جلد ۶،ص ۲۰۹۔میں لکھا ہے" کہ اس کے خاندان میں تین سو سال تک بادشاہت

رہی۔اس کی نبوت کے دعویٰ کی مدت ۲۷سال ہے۔جس کے بعد یہ اپنی موت مرا۔اس کے زمانے میں چانداور سورج کو گہن لگا اور اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ایسا گہن میری نبوت کی دلیل ہے۔"

۶۔ابو منصور عیسیٰ اور اس کی تاویل:

اس نے ۳۴۱ ہجری میں دعویٰ نبوت کیا اور رمضان ۳۴۶ ہجری میں گہنوں کا اجتماع ہوا۔نبوت کا دعویٰ کرنے کے ۲۳سال کے بعد مارا گیا۔

۷۔فارس بن یحییٰ اور اس کی نظر بندی:

اس نے مصر کے علاقہ میں نبوت اور عیسیٰ بن مریم ہونے کا دعویٰ کیا اور کتابوں میں لکھا ہے کہ جھوٹی موٹی نظر بندی سے مردوں کو زندہ کرنے کا بھی منظر دکھایا۔

لطیفہ:

قارئین کرام! ایسے دجالوں کی معاون شیطانی قوتیں بھی ہوتی ہیں۔کسی جھوٹے نبی کے بارے میں مشہور ہے کہ قوم پر قحط سالی آئی،لوگ اُس کے پاس دعا کی درخواست لے کر آئے۔اُس نے دعا کی تو جس شیطان کے ذریعے اُسے گمراہ کیا گیا تھا،رات کو انھوں نے بستی پر پیشاب کر دیا۔صبح اُٹھے تو لوگوں نے بدبو کو سونگھ کر اُسے گلہ دیا۔تو شیطان نے اُسے بتایا کہ جیسے تم نبی ہو ویسے ہم نے بارش برسائی ہے۔

۸۔اسحاق اخرص اور اس کا مکر:

یہ شخص قرآن،توریت اور انجیل کا ماہر اور حافظ تھا۔خوش آواز اور مقرر تھا۔اس نے کئی برس خود کو مادرزاد گونگا مشہور کیا۔اچانک ایک دن فصیح وبلیغ خطبہ دے کر کہا کہ آج کی رات فرشتے میرے او پر وحی لے کر آئے ہیں اور کہا ہے کہ خدا نے تمھیں رسول بنایا ہے۔جب میں نے کہا کہ مجھ سے یہ دعویٰ نہیں ہوتا۔میری تصدیق کون کرے گا تو مجھے قرآن،توریت اور انجیل حفظ کرا کر میری زبان کو کھول دیا گیا۔

۹۔لامتنبی اور اس کی تاویل:

ایک شخص نے لا اپنا نام مدتوں مشہور کیے رکھا اور پھر نبوت کا دعویدار اسی حدیثِ متواترہ کو سامنے لا کر کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ **لانبی بعدی**۔میرے بعد لانبی ہوگا۔

۱۰۔بہاؤاللہ: بہاؤاللہ، مرزا قادیانی کا ہم عصر تھا۔اس نے مرزا قادیانی سے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا۔اس نے بھی نبی ہونے کے ساتھ مسیح موعود ہونے کا ناٹک رچایا اور نبوت کے اعلان کے چالیس سال بعد مرا۔مرزائیوں کے سارے اصول تقریباً تقریباً اِسی سے لیے گئے ہیں۔اس نے بھی حضور کی حدیث شریف ''لانبی بعدی'' میں تحریف کی۔لیکن امت نے اس کو قبول نہیں کیا۔حالانکہ اگر اِن کی تحریفات کا مطالعہ کیا جائے تو مرزائیوں سے بھی مکاری میں بڑھ کر ہیں۔

۱۱۔سید محمد جون پوری: سید محمد جون پوری نے ۹۰۱ ہجری میں مہدیت کا دعویٰ کیا۔جس کے مرید آج تک حیدرآباد، گجرات وغیرہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

۱۲۔عبیداللہ مہدی: عبیداللہ مہدی نے افریقہ میں خروج کیا اور طرابلس اور مصر کو فتح کیا۔یہ چوبیس سال تک مہدی کا دعویٰ کرتا رہا اور اپنی طبعی موت مرا۔

۱۳۔محمد علی باب: محمد علی باب نے ایران میں مہدیت کا دعویٰ کیا۔اس کے زمانہ ۱۲۶۷ ہجری میں گھنوں کا اجتماع ہوا۔اس نے بھی اِن چیزوں کو اپنے لیے نشانی کے طور پر پیش کیا۔

۱۴۔فازازی: آٹھویں صدی ہجری میں اس شخص نے بھی تاویلات کے ساتھ دعویٰ کیا۔اس کے خارقِ عادات چیزوں کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ ہوئے لیکن علمائے وقت نے اس کی تاویلات اور دعویٰ کو کفر والحاد قرار دیا اور زمانے کے امامِ مقتدر حضرت ابوجعفر بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا اور پھر یہ کذاب اپنے انجام کو پہنچا۔

قارئین کرام!

اسی طرح باقی جھوٹے نبی بھی تاریخ کے اوراق میں نسیاً منسیا ہو گئے۔

۱۵۔مسیلمہ پنجاب یعنی مرزا قادیانی:

کیونکہ یہ کتاب پنجاب کے اس جھوٹے نبی مرزا قادیانی کے فتنے کے بارے میں لکھی گئی ہے۔جس کی تحریک کے کچھ خاص مقاصد ہیں اور جن کو عیسائیوں اور یہودیوں کی سرپرستی حاصل ہے۔انھوں نے سرکاری نوکریوں کے ساتھ زن،زراورزمین کے ذریعے اور تاویلات کا سہارا لے کر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالااورعقیدہ ختم نبوت جو بالکل متفقہ ہے،اُس میں اور دیگر متفقہ عقائد میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی۔اس لیے اگلے باب میں ہم اپنے قارئین کی معلومات کے لیے مرزا قادیانی کے مقاصد کے بارے میں ذکر کریں گے۔

قارئین کرام! المختصر۔آقا کریم علیہ السلام کی حدیث شریف کے مطابق اس طرح کے دجال اورکذاب پیدا ہوتے رہیں گے اورعلمائے امت ختم نبوت کے سپاہی اور پاسبان بن کرقصرِ ختم نبوت کاتحفظ کرتے رہیں گے اور افضل البشر بعدالانبیاء، سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی سنتِ کریمہ کو زندہ کرتے ہوئے اپنی جانوں، مالوں اورطاقتوں کوان ڈاکوؤں کی سرکوبی کرنے کے لیے استعمال کرتے رہیں گے۔

باب نمبر ۴

مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کی وجوہات اور مقاصد

قارئین کرام! مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹی نبوت کے منصب پر بٹھانے کا سارا ڈرامہ آپ اِس کی مختصراً حالاتِ زندگی کے ایک جائزے سے ہی سمجھ جائیں گے۔

یہ بدبخت ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا۔ ۱۸۵۶ء میں جب انگریزوں نے مسلمانوں کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا تختہ اُلٹا، اُس وقت یہ لعین سیالکوٹ کی کچہریوں میں منشی گیری کر کے وقت گزار رہا تھا۔ پندرہ روپے مہینہ اِس کی تنخواہ تھی۔ اُس وقت انگریزوں کو ایسے بندوں کی ضرورت تھی جو مسلمانوں کے اندر جذبہ جہاد ختم کرسکیں۔ بڑی بڑی جگہ انگریزوں نے ہاتھ مارے، لیکن یہ سیاہی اور بدبختی مرزا لعین کے مقدر میں آئی اور اِس نے اپنا ضمیر بیچ کر اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفاداری پر سودا کرلیا۔

☆ پھر یہ ۱۸۷۶ء میں مجدد بنا۔

☆ ۱۸۷۸ء کے اندر مہدی بنا

☆ ۱۸۸۵ء کے اندر مسیح بنا۔

☆ ۱۸۹۱ء کے اندر رسول بنا دیا گیا۔

انگریز کو ایسا غدار مل گیا کہ پھر اِس نے مسلمانوں کے اندر جہاد کو حرام قرار دے دیا۔ مرزا نے پوری زندگی جھوٹی پیشن گوئیاں اور جھوٹے دعووں میں گزار دی، لیکن کسی نے سچ کہا کہ **گھڑیال غلط بھی ہو لیکن دن میں ایک وقت ہوتا کہ وہ سچ بولتا ہے**۔ اسی طرح جہاں اُس کذاب نے سب جھوٹ بولے، ایک سچ یہ کہا کہ میں ملکۂ وکٹوریہ کی تلوار ہوں اور انگریز حکومت میری ڈھال ہے۔

اب آئیں اِس کے مقاصد، اِس کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

مقاصد

ا۔انگریزوں سے وفاداری:

مرزا غلام احمد قادیانی جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا، انگریزوں کا ایجنٹ تھا اور جب انگریزوں نے متحدہ ہندوستان پر اپنا تسلط جمایا تو مسلمانوں میں خاص کر جذبہ جہاد مٹانے کے لیے اس شخص کی خدمات حاصل کیں جس کا اعتراف خود مرزا لعین کی تحریروں سے ہوتا ہے۔

ا۔**کتاب البریہ**،ص ۳۵۰، روحانی خزائن،ص ۳۵۰، جلد ۱۳۔میں لکھتا ہے:

”سرکار دولت مدار (انگریز گورنمنٹ) ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار اور جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے، اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت جزم اور احتیاط اور تحقیق و توجہ سے کام لے۔ہمارے خاندان میں سرکارِ انگریز کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔“

۲۔**مجموعہ اشتہارات**،ص ۱۰،۹، جلد ۳۔کے اندر لکھتا ہے:

”کہ میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جس کی نسبت انگریزی گورنمنٹ نے ایک مدتِ دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ خاندان اول درجہ پر سرکارِ دولت مدار انگریز کا خیر خواہ ہے۔ان تمام تحریرات سے ثابت ہے کہ میرے والد صاحب، میرا خاندان ابتدا سے سرکارِ انگریزی کے بہ دل و جان خیر خواہ اور وفادار رہے۔“

۲۔مسلمانوں کو انگریزوں کا مطیع بنانا:

ا۔**مجموعہ اشتہارات**،ص ۱۱، جلد ۳۔کے اندر لکھتا ہے:

”کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں، اپنی زبان اور قلم سے اِس اہم کام میں مشغول ہوں تا کہ مسلمانوں کے دلوں

کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور اِن کے بعض کم فہموں کے دل سے غلط خیالِ جہاد وغیرہ کے دور کروں۔"

۲۔آگے یہ لکھتا ہے:

"اور میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا۔"

۳۔**مجموعہ اشتہارات**، ص ۱۰، ۹، جلد ۳۔ کے اندر لکھتا ہے:

"سو میں نے کسی بناوٹ اور ریاکاری سے بلکہ محض اس اعتقاد کی تحریک سے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل میں ہے، بڑے زور سے بار بار اس بات کو مسلمانوں میں پھیلایا ہے کہ ان کو گورنمنٹ برطانیہ کی، جو درحقیقت ان کی محسن ہے، سچی اطاعت اختیار کرنی چاہیے اور وفاداری کے ساتھ اس کی شکر گزاری کرنی چاہیے، ورنہ خدا تعالیٰ کے گناہ گار ہوں گے۔"

۴۔**شہادۃ القرآن**، ص "ج، د"، روحانی خزائن، ص ۳۸۰، ۳۸۱، ج ۶: میں لکھتا ہے:

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے، سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں۔ یہ ہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں، ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں، دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو، جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو، سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔ سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔"

تبلیغِ رسالت جلد ۱۰، ص ۱۲۳۔ ازالہ اوہام، ص ۵۰۹۔ لکھتا ہے:

"انگریزی سلطنت تمہارے لیے ایک رحمت ہے۔ ایک برکت اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔"

دوسری جگہ "اشتہار، مورخہ ۱۰؍دسمبر ۱۸۹۴ء میں لکھتا ہے:

"میں سولہ برس سے برابر اپنی تالیفات میں اِس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانانِ ہند پر اطاعتِ گورنمنٹ فرض ہے اور جہاد حرام ہے۔"

۳۔ جذبہ جہاد ختم کرنا:

قارئین کرام! چونکہ مسلمانوں کے اندر جذبہ جہاد کا وہ جوبن ہے جس سے مسلمانوں کی اس بے کسی اور بے بسی والے دور میں بھی غیر مسلم لرزہ براندام ہیں۔

قارئین کرام! جہاد کے بارے میں اللہ کے قرآن میں واضح الفاظ ہیں:

۱۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (البقرہ، ۲۱۶)

تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔ اگرچہ تمھیں اچھا نہ لگے۔

۲۔ إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (التوبہ، آیت ۱۱۱)

تحقیق اللہ نے مومنین سے اِن کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا۔ اس امر کے ساتھ کہ اِن کو جنت ملے اور وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔

قارئین کرام! اب جہاد کے بارے میں دو احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ (متفق علیہ، بخاری ۲، ص ۱۰۷۳)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے خدا کی، میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ ہوں۔ پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ ہوں۔ پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ ہوں۔ پھر قتل کیا جاؤں۔

۲۔ عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- أَنَّهُ قَالَ لَنْ يَبْرَحَ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ ۔(رواہ مسلم، ج ۲، ص ۱۴۳)

آقا کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا اور ایک جماعت مسلمانوں کی قیامت تک جہاد کرتی

رہے گی۔

یہی وہ تعلیماتِ اسلامیہ ہیں جن کی وجہ سے دلِ مسلم ہر وقت جذبۂ جہاد سے سرشار رہتا ہے۔ اسی جذبے کو ختم کرنے کے لیے انگریز نے جھوٹے نبی کے منصب کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔اور مسلمانوں کے لیے جہاد کو جھوٹے نبی کے ذریعے حرام قرار دیا گیا۔

جہاد کے جلوے:

آج کے اس بے سروسامانی کے دور میں دیکھیے۔افغانستان کی زمین میں ایک ایک امریکہ فوجی، اپنے سے چارگنا زیادہ حفاظتی شیلڈوں میں لپٹا ہوا، موت کے خوف سے کانپ رہا ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے غلام سادے لباس میں نکل کر شہادت کو گلے لگانے کے لیے بے تاب نظر آتے ہیں۔ دنیا میں کوئی انسان جب موت سامنے آتی ہے تو واویلا کرتا ہے اور ڈر جاتا ہے۔لیکن یہ نبی ﷺ کے غلاموں کی شان ہوتی ہے کہ جب موت سے گلے ملتے ہیں تو: فزتُ برب الکعبہ۔کی صدا بلند ہوتی ہے کہ کعبہ کے رب کی قسم! میں تو کامیاب ہو گیا۔

انگریزوں نے اس جذبے کو ختم کرنے کے لیے مسلمانوں کے اندر ایک ایسے نبی کے خودساختہ وجود کو لازم سمجھا جو اُن کے اِس جذبے کو ختم کر سکے۔وہ اس مشن کے لیے ایسے شخص کی تلاش میں تھے کہ اچانک انھیں مرزا لعین کی شکل میں یہ شخص میسر آ گیا۔

☆ تریاق القلوب، ص ۱۵، روحانی خزائن، ص ۱۵۵، ۱۵۶، ج ۱۵: میں مرزا خود لکھتا ہے:

”میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے

اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں“۔

☆ اس طرح اربعین نمبر ۴، ص ۱۳، حاشیہ روحانی خزائن، ص ۴۴۳، ج ۱۷: میں کہتا ہے:

”جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے، حضرت موسیٰ کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کیے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بچوں اور بڈھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لیے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا“۔

☆ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، ص ۴۱، ۴۲، روحانی خزائن، ص ۷۷، ۷۸، ج ۱۷: میں منظوم کلام ہے:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

☆ قادیانی جماعت کے ترجمان اخبار ”الفضل“ قادیان مورخہ ۴/ جولائی ۱۹۲۱ء میں ہمیں وائسرائے ہند لارڈ ریڈنگ کے نام ایک خط قادیانیوں کی طرف سے اس طرح ملتا ہے:

”جس وقت آپ (مرزا غلام احمد) نے دعویٰ کیا، اس وقت تمام عالم اسلام جہاد

کے خیالات سے گونج رہا تھا اور عالم اسلام کی ایسی حالت تھی کہ وہ پیٹرول کے پیپے کی طرح بھڑکنے کے لیے صرف ایک دِیاسلائی کا محتاج تھا مگر بانی سلسلہ نے اس خیال کی تقویت اور خلافِ اسلام اور خلافِ امن ہونے کے خلاف اس قدر زور سے تحریک شروع کی کہ ابھی چند سال ہی نہیں گزرے تھے کہ گورنمنٹ کو اپنے دل سے اقرار کرنا پڑا کہ وہ سلسلہ جسے وہ امن کے لیے خطرہ کا موجب خیال کررہی تھی، اِس کے لیے غیر معمولی اعانت کا موجب تھا۔"

۴۔مکہ و مدینہ کا وقار مسلمانوں کی نظر میں کم کرنا:

مرزا کو سکون مکہ مدینہ میں نہیں بلکہ انگریز کے سایہ میں ملتا ہے: غلام احمد قادیانی "تریاق القلوب"، ص ۲۸، مندرجہ "روحانی خزائن"، ۱۵:۱۵۶۔ میں لکھتا ہے:

"خدا نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنایا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیرِ سایہ ہمیں حاصل رہا، نہ ہی یہ امن مکہ میں مل سکتا ہے اور نہ مدینہ میں اور نہ سلطانِ روم کے پایہ تخت میں۔"

اسی طرح دوسری جگہ "تبلیغِ رسالت" مولفہ میر قاسم علی قادیانی، ۶:۶۵۔ لکھتا ہے:

"میں اپنے کام کو نہ مکہ میں، نہ مدینہ میں، نہ روم و شام میں، نہ ایران و کابل میں چلا سکتا ہوں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کی میں دعا کرتا ہوں۔"

اسی طرح "الفضل"، ۱۳ ستمبر ۱۹۱۴ء میں لکھتا ہے کہ:

"برٹش گورنمنٹ فضل ایزدی اور سایہ رحمت ہے۔ اس کی ہستی احمدیت کی ہستی ہے۔"

قارئین کرام! گنہگار سے گنہگار مسلمان بھی جب حالات سے پریشان ہوتا ہے تو یہی دعا کرتا ہے کہ یااللہ! ہمیں مدینہ شریف لے چل۔ بغداد شریف لے چل اور دیگر مقدس جگہوں کا نام لیتا ہے۔ کیونکہ عربی کا مقولہ ہے: کل شئی یرجع الی اصلہٖ کہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ جن کا اصل خدا

اور مصطفیٰ ﷺ ہو، جن کا اصل اہل بیت، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم ہوں، وہ انھی کی طرف لوٹتے ہیں اور جن کا اصل انگریز ہو، ان پر جب مصیبت آتی ہے تو پھر لندن ہی اُن کو پناہ دیتا ہے۔ آج مرزائیت کا وہ خود ساختہ پودا لندن میں ہی اپنے پر پرزے نکال کر بتارہا ہے کہ میں اپنے اصل پہنچ چکا ہوں۔

۵۔ تمام دنیا کے مسلمانوں پر انگریزوں کی حکمرانی کی راہ ہموار کرنا:

مرزا غلام احمد قادیانی نہ صرف ہندوستان کے مسلمان بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ ''الفضل'' ۱۹؍نومبر ۱۹۱۸ء میں لکھتا ہے:

''اب غور کا مقام ہے کہ پھر احمدیوں کو اس (برطانوی تلوار) کی فتح سے کیوں خوشی نہ ہو؟ عراق وعرب ہو، شام وفلسطین (یعنی اسلامی مملکتیں) ہر جگہ اپنی (یعنی برطانیہ کی) تلوار کو چمکتا دیکھنا چاہتے ہیں۔''

اسی طرح ''الفضل'' ۷ ۲؍مئی ۱۹۱۸ء میں لکھتا ہے:

''برٹش گورنمنٹ کی خاطر جنگ نہ صرف مذہبی فریضہ ہے بلکہ اسلامی ممالک پر برطانیہ کا قبضہ تحریکِ احمدیت کے پھیلانے کا واحد ذریعہ ہے۔''

۶۔ بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جانے پر خوشیاں منانا اور یہودیت کے عزائم کے لیے کام کرنا:

قارئین کرام! آپ جانتے ہیں کہ عیسائیوں کے اندر یہودیوں کا وہ اثر ونفوذ ہے کہ یہودی ہی اُن کے نفع نقصان کے سارے فیصلے کرتے نظر آتے ہیں اور اُن کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہودیوں اور قادیانیوں کے طریقۂ واردات کا اشتراک اور نظریات کا ایک جیسا ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انھی حقائق کو دیکھ کر ''حرفِ اقبال'' ص ۱۱۵ کے اوپر لکھا تھا:

''مرزائیت اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے کہ گویا یہ تحریک ہی

یہودیت کی طرف رجوع ہے۔"

کیا وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے اس انکشاف کے بعد بھی کسی اور ثبوت کی ضرورت ہے کہ جب وہ حیرانی سے پوچھتے ہیں کہ:

"پاکستان میں عام انتخابات ۱۹۷۰ء میں اسرائیلی روپیہ پاکستان آیا اور انتخابی مہم میں اِس کا استعمال کیا گیا۔"

اس سازش کا انکشاف بھٹو صاحب نے "الاحرام" کے ایڈیٹر کو انٹرویو دیتے ہوئے کیا اور یہ حقیقت ہے کہ اگر قادیانی، یہودی ایجنٹ نہ ہوتے تو اسرائیل کیسے اُن پر اپنے دروازے کھولتا۔ کیا اسرائیل کے اندر مرزائی یہ تبلیغ یہودیوں پر کر رہے ہیں؟

نہیں! بلکہ ایک مشہور یہودی پروفیسر ہرٹر کا بیان نوائے وقت، ۲۲ مئی ۱۹۷۲ء کے اندر اِس انداز سے چھپا:

"پاکستانی فوج اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر معمولی عشق رکھتی ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس نے پاکستان اور عربوں کے باہمی رشتے مستحکم کر رکھے ہیں۔ یہ صورتِ حال عالمی یہودیت کے لیے شدید خطرہ رکھتی ہے اور اسرائیل کی توسیع میں حائل ہو رہی ہے۔ لہٰذا یہودیوں کو چاہیے کہ وہ ہر ممکن طریقے سے پاکستانیوں کے اندر سے حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتمہ کریں۔"

قارئین کرام! عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تو وہ متاع ہے کہ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

تحریکِ ختمِ نبوت کے اندر عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ جلوے یہودیت اور نصرانیت کے تھنک ٹینک کو نظر آئے کہ ان کے نزدیک سب سے بڑا خطرہ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے۔

ایک عاشق کا نعرہ:

جب وہ تحریک کے درمیان ایک عاشق کی ران پر گولی لگتے دیکھتے ہیں تو پھر اُس کی للکار اُن کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر دیتی ہے کہ گولی میرے سینے میں مارو، جس کے اندر عشقِ مصطفیٰ ﷺ موجود ہے۔

ایک اور عاشق کا واقعہ:

قارئین کرام! اگر اِن عشاق کے واقعات کو لکھیں تو صفحات کے دامن کم ہو سکتے ہیں لیکن یہ داستانیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ صرف ایک واقعہ برکت کے لیے لکھتا ہوں کہ جب ۱۹۵۳ء کی تحریک میں وزیرِ خارجہ ظفر اللہ کی وجہ سے فوجی عدالتیں ختمِ نبوت کے دیوانوں کو کچلنے کے لیے بنوائی گئیں تو ایک پروانے کو ایک سال کی سزا دی گئی۔ اُس نے سزا سنتے ہی سرکارِ مدینہ ﷺ کے نام کا نعرہ لگایا۔ سزا دو سال کر دی گئی۔ اُس نے پھر نعرہ بلند کیا۔ چلتے چلتے بیس سال تک سزا جا پہنچی۔ آخر فوجی عدالت نے کہا کہ اسے باہر لے جا کر گولی مار دی جائے۔ اُس نے جونہی گولی کا نام سنا تو دیوانہ وار رقص شروع کر دیا۔ اور مجھے ایک عاشق کا وہ شعر یاد آیا:

مومن جان دیتا ہے وعدۂ دیدار پر
اور عاشق رقص کرتا ہے تلوار کی جھنکار پر

آخر عدالت نے اُس کی یہ حالت دیکھی تو کہا کہ یہ دیوانہ ہے، اِس کو رہا کر دو۔ رہائی کا نعرہ سن کر سب نے سرکار ﷺ کے نام کے نعرے بلند کرنا شروع کر دیے۔

تو یہاں ضمناً یہ بات آ گئی۔ ہم صرف یہ حقیقت قارئین تک پہنچانا چاہتے ہیں کہ آج بھی مرزائیوں کا ایک سنٹر اسرائیل میں **"حیفہ" (ماؤنٹ کرمل)** مقام پر واقع ہے۔ وہاں اُن کا مشن مسجد، مشن ہاؤس، لائبریری موجود ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اِس مشن کو کھلی آزادی کے ساتھ یہودی کام کرنے دے رہے ہیں۔

انگریزی حکومت نے قادیانیوں کو غیر قادیانیوں پر ترجیح، سرکاری ملازمتوں میں خویش

پروری اس لیے کی کہ انھوں نے انگریز کی وفاداری کو جزوِ ایمان بنایا۔ جو بالواسطہ یہودیت کے لیے پشت بانی کا سبب تھے۔ کیونکہ مرزے کی شان ایک غیر مسلم حکومت سے وابستہ تھی۔ اس لیے وفاداری، عدم جہاد وغیرہ پر زور دیا اور انگریز نے اسے معتمد عنصر سمجھ کر ہندوستانی اور بیرونی مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا۔

پہلی جنگِ عظیم میں جب بغداد، بیت المقدس اور قسطنطنیہ پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو مسلمان رو رہے تھے اور یہ چراغاں کر رہے تھے اور خوشیاں منا رہے تھے۔ مرزا نے صاف طور پر لکھا کہ انگریز کی حکومت سے ہماری ترقی وابستہ ہے۔ جہاں یہ پھلے گی، تبلیغ کا میدان نکلے گا۔

۷۔ پاکستان دشمنی:

یہ بات سب پڑھے لکھے لوگوں پر عیاں ہے کہ قادیانی شروع سے ہی پاکستان بننے کے مخالف رہے ہیں اور پاکستان کو دوبارہ اکھنڈ بھارت بنانے کے لیے مرزا بشیر الدین محمود نے کئی سال کوششیں کیں۔ اسرائیل، بھارت اور قادیانیوں کا گٹھ جوڑ اظہر من الشمس ہے۔

☆ ۱۹۵۱ء میں انھوں نے پاکستان کو جو ختم کرنے کے منصوبے بنائے، ہر اہلِ علم اس سے واقف ہے۔

☆ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں جب ملک میں بلیک آؤٹ کا حکم دیا جاتا تھا تو ربوہ کے اندر بلیک آؤٹ نہیں ہوتا تھا۔

☆ اسی طریقہ سے ڈاکٹر عبد السلام قادیانی نے پاکستان کے ایٹمی پلان کا نقشہ اور ایٹم بم کا نمونہ امریکہ کو پہنچایا تھا جس پر اس کو نوبل انعام بھی ملا تھا۔ یہ نوبل انعام اُس کی تعلیمی کارکردگی پر نہیں بلکہ مسلم اُمہ سے غداری کی وجہ سے دیا گیا۔

☆ اسی طرح ظفر اللہ قادیانی نے پاکستان کو تباہ کرنے میں کون سی کسر چھوڑی۔

☆ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کو ہندوستان کے حوالے کرنے کا پلان کس کا تھا؟

☆ ایم ایم احمد قادیانی نے یہ منصوبہ کس طرح بنایا کہ مشرقی پاکستان میں نوے ہزار پاکستانی فوج

کے جری جوان مصطفیٰ کریم ﷺ کے عشاق کو ہتھیار ڈالنے کا حکم دیا گیا۔ جس طرح پاکستان پوری ملتِ کفر کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے، اسی طرح پاکستان کا وجود مرزائیوں کو اپنے سینے میں بم کی طرح معلوم ہوتا ہے۔

۸۔ مسلمانوں کے عقائد خراب کرنا:

قارئین کرام! مرزائیوں کے عقائد مسلمانوں سے بالکل جدا ہیں۔ کیونکہ یہ لمبا مضمون ہے۔ اس لیے اِس کے لیے علیحدہ باب نمبر ۶ بعنوان **"مرزائیوں کے عقائد"** میں ملاحظہ فرمائیں۔

۹۔ مرزا کی گستاخیاں:

مرزا نے اللہ کی شان سے لے کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو گستاخیاں کیں، آپ تصور نہیں کر سکتے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیائے کرام رحمہم اللہ جیسے پاکیزہ لوگ بھی اس کی گستاخیوں کی زد میں آئے۔ عام مسلمانوں کے لیے اس انداز سے اِس نے گالیاں نکالیں، وہ کسی گماشتے کی زبان لگتی ہے۔ جس کے لیے ہم نے ایک علیحدہ باب نمبر ۹ بعنوان **"مرزا کی گستاخیاں"** میں چند گستاخیاں نقل کفر، کفر نہ باشد کے مصداق درج کر دی ہیں۔ تاکہ غیرتِ مسلم صحیح طریقے سے بیدار ہو سکے۔

۱۰۔ سب مسلم اُمہ کو کافر قرار دے کر اُمت میں بے چینی پھیلائے رکھنا:

قارئین کرام! کوئی قادیانی اور مرزائی میرے نبی کا وفادار نہیں ہے۔ جو شخص نام محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لیتا ہو اور غلامی مرزے کی کرتا ہو۔ اسے اسلام کا وفادار کیسے کہا جا سکتا ہے۔

یاد رکھیں مسیلمہ کذاب اور اُس کے ساتھی اتنے مجرم نہیں تھے جتنا مرزا قادیانی اور اِس کی ذریت ہے۔ کیونکہ مسیلمہ کذاب کو کسی بیرونی طاقت نے نبی بنانے کے لیے نہیں اکسایا تھا۔ وہ شیطان کے ورغلانے پر نبوت کا دعویدار ہوا۔ لیکن مرزا قادیانی ملعون ملکہ وکٹوریہ کا خود کاشتہ پودا ہے۔ جس کا اُس نے اپنی کتابوں کے اندر سرِعام اعتراف کیا ہے۔ یہ اپنی نبوت کے سکے کو چلانے کے لیے انگریزی حکومت کا سہارا لیتا ہے اور لکھتا ہے کہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔ اب جب انگریز اس

ملک سے چلا گیا تو چاہیے تھا کہ اِس پودے کو بھی کاٹ کر انھی کے ساتھ اسی وقت بھیج دیا جاتا۔لیکن اِن کو پاکستان میں سازشوں کے جال پھیلانے کے لیے رہنے دیا گیا۔انھی کی وجہ سے مسلمانوں میں کتنی پھوٹ پڑیں، طلاقیں ہوئیں، بستیوں میں لڑائیاں ہوئیں، قتل وغارت ہوئی ۔پھر معاشی جتھہ بندی ہوئی۔جنھوں نے اس ملک کے اندر سازشوں کے وہ جال پھیلائے کہ پاکستان ترقی کی وہ منازل نہ حاصل کر سکا جس کے لیے یہ مستحق تھا۔

تلکہ عشرۃ کاملۃ

اس لیے ذرا سوچیں کہ کیا ہم نے اپنے ملک اپنے دین اپنے آقا کریم ﷺ کے ساتھ وفاؤں کا حق ادا کیا۔کیا ختمِ نبوت کے محل کی پہرہ داری میں دامے درمے سخنے قدمے حصہ لیا کیا ایسا تو نہیں بقولِ شاعر

ع

کسی غم گسار کی محنتوں کا یہ خوب میں نے صلہ دیا
کہ جو میرے غم میں گھلا رہا اُسے میں نے دل سے بھلا دیا
میں تیرے مزار کی جالیوں ہی کی مدحتوں میں مگن رہا
تیرے دشمنوں نے تیرے چمن میں خزاں کا جال بچھا دیا
اور ایک نئے جذبے کے ساتھ خوابِ غفلت سے بیدار ہوں

کہ صدا آرہی ہے!!!

عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزیٔ فرنگ
معمارِ حرم بعض بہ تعمیر جہاں خیز
از خوابِ گراں خیز
از خوابِ گراں خیز
از خوابِ گراں خیز

غیر مسلم ممالک کے سربراہوں سے مل کر حکومتِ پاکستان کی کردار کُشی اور اپنے آپ کو مظلوم ثابت کرنا:

اب جب سے پاکستان میں قادیانیوں کو حکومتی سطح پر غیر مسلم قرار دیا گیا تو کل مرزائی ذریت میں کہرام مچ گیا۔ اور پوری دنیا کے سربراہوں سے مل کر وہ مقدمہ جو پاکستان کی اسمبلی میں ہار چکے، وہاں سے مدد لینے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کے اوپر ہر قسم کی معاشی پابندی لگے اور اس اسلامی ریاست کو کمزور کیا جاسکے۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا دن تو ہمارے لیے تاریخ ساز دن ہے۔ جس میں اُن لوگوں کو بھی پتہ چل گیا جو قادیانیت کو سمجھے بغیر اس سے وابستہ ہو گئے تھے۔ قادیانی قرآن مجید کی آیات کی تفاسیر میں تاویلات کر کے اور اپنی طرف سے نبوت کی قسمیں بنا کر اُمت کو یہ سمجھاتے رہے کہ اِس طرح ختم نبوت کا عقیدہ خراب نہیں ہوتا۔ الحمد اللہ! قادیانیوں کو کافر قرار دینے کے بعد اُن لوگوں کو جو مرزائیت کی طرف مائل ہو گئے تھے، اکثر کو یہ سوچنے کا موقع ملا کہ صرف چند لاکھ قادیانیوں کے مقابلے میں کروڑوں مسلمان جھوٹے نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ قرآن پاک نے مسلمانوں کی اکثریت کے مسلک کو ہی سچا قرار دیا ہے۔

بات اگر ان کے کفر کی حد تک رہتی تو اِن کو کافر سمجھ کر اتنی بے چینی نہ رہتی۔ لیکن یہ لوگ پاکستان کو مٹانے کے لیے ہر قسم کی یہود و ہنود کی سازشوں میں برابر کے شریک ہیں اور ہم نے کتاب میں جگہ جگہ واضح کیا کہ اِن کا سب سے بڑا مشن یہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر سر کٹانے کا جذبہ ختم کیا جاسکے۔ وہ شمع عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بجھانے کے لیے سرگرمِ عمل رہے ہیں اور رہیں گے۔ لیکن غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دلوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع جلا کر ایسی قربانیاں دیں کہ ان کی ان سازشوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور انشاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

پاکستان بننے کے بعد مسلمانوں کو اپنی حکومت سے بجا طور پر اُمید تھی کہ اِن کو کافر قرار دیا جائے گا۔ مگر افسوس، بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کی سازش کی گئی۔ تاکہ پورے پاکستان پر قبضہ کے لیے بنیاد ثابت ہو۔ اگر معاملہ ان بانکوں اور مسلمان نما کرسچین کے ہاتھوں میں ہوتا تو اسلام کب کا مٹ

گیا ہوتا۔ یہ غریب اور اَن پڑھ لوگ ہی تھے جنھوں نے مسجدوں کے تالے نہ لگنے دیے اور ختم نبوت کے علم کو بلند کیے رکھا۔

قارئین کرام! ہماری فوج جس کا موٹو ہی **جہادِ فی سبیل اللہ** ہے، تو اس فوج میں مرزائیوں کا کسی بھی کلیدی عہدے پر فائز ہونے کا جواز ہی پیدا نہیں ہوتا۔

قارئین کرام! مرزائیوں کی اُن تاویلات کا ذکر کرنے سے پہلے ہم عاشقانِ مصطفیٰ کو سب سے پہلے سچے اور جھوٹے نبی کی پہچان کا ایک معیار بتانا چاہتے ہیں تاکہ وہ اس معیار کو سامنے رکھ کر ہر جھوٹے نبی کو رد کرسکیں۔ اس کے لیے ہم نے اگلا باب **"سچے اور جھوٹے نبی کی پہچان پر ایک نظر"** ترتیب دیا ہے۔

باب نمبر ۵

سچے نبی کے خصوصیات والی کسوٹی پر مرزے کی پرکھ

سچا نبی اپنی صورت اور سیرت سے پہچانا جاتا ہے۔انبیاء علیہم السلام تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ پسندیدہ صفات کے حامل ہوتے ہیں اور فضائل و کمالات کے لحاظ سے دنیا میں کوئی اُن کا ہم سر نہیں ہوتا۔وہ اپنے زمانے کے تمام لوگوں میں جسمانیت اور عقل کے لحاظ سے کامل ہوتے ہیں۔علم و فضل میں تمام لوگوں سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔اُن کی سیرت پاکیزہ اور اخلاق حمیدہ ہوتے ہیں۔

۱۔نام و نسب

A **قارئین کرام!** غور طلب امر یہ ہے کہ **سچے نبی** حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی کا نام مفرد رہا ہے۔مرکب نہیں۔یا مضاف اور مضاف الیہ نہیں۔ مثلاً آدم علیہ السلام۔نوح علیہ السلام۔ابراہیم علیہ السلام۔یعقوب و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام۔

لیکن **جھوٹے نبی** مرزا جس کا نام غلام احمد تھا۔یہ نام مرکب ہے اور مضاف اور مضاف الیہ ہے۔یعنی احمد کا غلام۔یہ علیحدہ بات ہے کہ بعد میں غلامی کا طوق اتار کر احمد بن بیٹھا۔اِس سے بڑھ کر اُس کی کذاب ہونے کی کیا دلیل ہوگی۔

B **سچے نبی** کا نام تاریخ میں ایک ہی دفعہ ہوتا ہے۔ایک نام کے کبھی دو پیغمبر نہیں ہوئے۔ اور اُس نبی سے پہلے اُس کا نام کائنات میں نہیں رکھا گیا ہوتا۔کیونکہ اللہ کریم کے پاس محفوظ ہوتا ہے۔مثلاً جناب یوسف، جناب موسیٰ، جناب عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ وغیرہ۔یہ سارے نام تاریخ انسانیت میں پہلی دفعہ رکھے گئے۔

جبکہ **جھوٹے نبی**، مرزا غلام احمد قادیانی کا ''غلام احمد'' نام سے تاریخ بھری پڑی ہے۔

C **سچا نبی**، کبھی غلام نہیں ہوتا بلکہ وہ تو کائنات کا آقا ہوتا ہے۔کسی نبی کے نام میں غلام لفظ نہیں آتا۔

جھوٹے نبی، غلام احمد کا نام ہی اُس کے جھوٹ پر گواہی ہے۔

D **سچا نبی** خاندان، حسب نسب کے لحاظ سے قوم میں برتر و بالا ہوتا ہے۔

جبکہ **جھوٹے نبی** کی خاندانی کوئی حیثیت نہیں ہوتی بلکہ حکومت وقت کا ٹاؤٹ ہوتا ہے۔

E **سچے نبی** کی روح پاک صلبوں اور پاک رحموں سے ہوتی ہوئی آتی ہے۔جس طرح ناپاک چیز پلید برتن میں نہیں ڈالتے ،اِسی طرح نورِ نبوت کو بھی کسی ناپاک رحم یا پشت میں نہیں گزارا جاتا ہے۔

جبکہ **جھوٹا نبی**، مرزا ہلاکو خان کی اولاد میں سے ہے۔

۲۔نبی کی خاصیت

A ہر **سچا نبی** امت کے چالیس سال گزرنے کے بعد بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کرتا ہے اور انی رسول اللہ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔کیونکہ نبی جو ہوتا ہے، وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔صرف عیسیٰ علیہ السلام تھے جنھوں نے پیدا ہوتے ہی اپنا اعلان فرمایا تا کہ اپنی والدہ جنابِ مریم سلمہ اللہ علیہ کی پاکی کے پرچم کو بلند کریں۔

یاد رکھیں !نبوت کسبی نہیں ہوتی ،یہ وہبی ہوتی ہے ۔نبی شروع سے نبی ہوتا ہے۔یہ نہیں کہ آہستہ آہستہ مدارج طے کر کے وہ نبوت کے مقام پر پہنچ جائے۔

جبکہ **جھوٹے نبی**، کا بتدریجاً مختلف درجات طے کر کے نبی بننا اُس کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے

طبقات ابن سعد حصہ دوم میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲۵ سال تھی ۔مرزا کہتا ہے کہ میری اُن سے نصف یعنی ساڑھے باسٹھ سال ہے۔

☆ حالانکہ مرزا ۲۳/ستمبر ۱۸۴۲ءکو قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا۔

☆ مشہور براہین احمدیہ سے ہوا۔جو آریوں اور عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب تھا۔

☆ ۱۸۸۰ءمیں مصنف ہونے کا دعویٰ براہین احمدیہ میں اِس طرح کیا کہ”اُس خداوند کا شکر ہے کہ جس نے اپنی عنایت سے تصنیف وتالیف کی توفیق بخشی۔“

☆ پھر ۱۸۸۴ء میں احقر کو اس بات علم دیا گیا کہ وہ مجدد ہے۔ مجموعہ اشتہارات مرزا، جلد اول، ص ۱۵۴۔

☆ پھر بیعت لینے کے لیے ماموریت کا دعویٰ ۱۸۸۸ء میں ہوا۔ اور لکھا کہ حق کے طالب کا ہلانہ زندگی چھوڑ کر مجھ سے بیعت کریں۔

☆ ۱۸۹۱ء میں مسیح الموعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور مجموعہ اشتہارات جلد اول، ص ۱۵۹۔ ۱۱رفروری ۱۸۹۱ء۔ لکھتا ہے کہ اللہ کے الہام و وحی سے میں نے مسیح الموعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

☆ ۱۸۹۱ء ہی میں جزوی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور توضیح المرام، ص ۱۸۔ میں کہا کہ یہ عاجز امت کی طرف محدث ہو کر آیا ہے۔ اور محدث بھی ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔

☆ پھر ۱۸۹۱ء ہی میں نبوت کے دعوے سے اس طرح انکار کرتا ہے کہ ازالہ اوہام، حصہ اول، طبع ثالث، ۱۸۹۱ء۔ کہ میری نسبت یہ کہنا کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، سراسر الزام اور افترا ہے۔ میں نبوت کا مدعی نہیں ہوں۔ مدعی نبوت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔

☆ ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء ایک عاجز کے اشتہار کے نام سے مسیح الموعود ہونے سے انکار کرتا ہے۔ کہ اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے، کم فہم لوگ اِسے مسیح موعود خیال کر بیٹھے۔

☆ ازالہ، حصہ اول ص ۱۷۰۔ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیح کی رو سے ضروری قرار پاچکا ہے، وہ تو اپنے وقت پر آ گیا۔

☆ ۱۸۹۱ء۔ ازالہ اوہام۔ ص ۶۸۹۔ مسیح سے فضیلت کا دعویٰ کیا۔ اور لکھتا ہے کہ ظاہر ہے کہ اِس مسیح کو اسرائیلی مسیح پر ایک جزوی فضیلت حاصل ہے۔

☆ ۱۸۹۲ء۔ مجموعہ اشتہارات، جلد دوم، ص ۹۴۔ میں دعویٰ نبوت سے انکار کرتا ہے کہ نبوت کا لفظ میری کتابوں میں حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ اس لفظ سے ناراض نہ ہوں۔ اس کی جگہ محدث سمجھیں۔

☆ ۱۹۰۱ء۔ ایک غلطی کا ازالہ میں محدث ہونے سے انکار اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اگر غیب کی خبریں پانے والا نبی نہیں تو پھر کس نام سے پکارا جائے۔ محدث تو غیب دان نہیں ہوتا۔

☆ ۱۹۰۱ء میں اربعین کے اندر صاحبِ شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ پھر یہ بھی سمجھو کہ شریعت کیا او امر و نواہی نہیں ہے۔ میری وحی میں او امر و نواہی ہیں بھی اور نہیں بھی۔

قارئین کرام! گویا مرزا کا دعویٰ مصنف، پھر مجدد، پھر مثیل مسیح، پھر خود مسیح، پھر جزوی نبی، پھر نبوت کا انکار، پھر کہا میں نبی ہوں۔ پھر کہا صاحبِ شریعت ہوں۔

B **سچے نبی** کی صفات میں سب سے بڑی صفت اُس کی **معصومیت** ہونا ہوتی ہے یعنی کہ وہ معصوم ہوتا ہے۔

جبکہ **جھوٹے نبی** کے بارے میں خطبہ مرزا محمود، مندرجہ اخبار الفضل، ۳۱/اگست ۱۹۳۸ء لکھتا ہے کہ وہ کبھی کبھی زنا کر لیا کرتا تھا۔ اسی طرح سیرت المہدی ص ۲۱۰، جلد ۳، روایت نمبر ۷۸۰ لکھا ہے کہ مرزا قادیانی غیر محرم عورتوں سے پاؤں دبواتا تھا۔

مرزا غیر محرم عورتوں سے میل جول اور قریب ہونے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ قادیانی اخبار، الحکم، جلد ۱۱، ص ۱۳ سے ۱۷ اپریل ۱۹۰۷ء۔ جب سوال کیا گیا کہ حضرتِ اقدس یعنی مرزا قادیانی غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے تھے تو جواب ملتا ہے کہ وہ نبی معصوم ہیں۔ ان سے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجبِ رحمت و برکات ہے۔"

اسی طرح متعدد غیر محرم عورتیں مرزا کی ذاتی خدمات پر مامور تھیں۔ جو خلوت کے لمحات میں اُن کے احکامات بجالاتی تھیں۔

ماہنامہ "الفضل"، قادیان، دارالامان، مورخہ ۳۱/اگست ۱۹۳۸ء کی ایک اور رپورٹ ملاحظہ فرمائیں:

"حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ولی اللہ تھے۔ اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انھوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا تو اِس میں حرج کیا ہوا؟"

پھر لکھا ہے:

"ہمیں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر اعتراض نہیں۔ کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے

تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔"

C سچے نبی کی کوئی پیش گوئی جھوٹی نہیں ہوتی بلکہ وہ وحی خدا کے مطابق بات کرتا ہے۔

جبکہ جھوٹے نبی، مرزا لعین کی بے شمار **پیشن گوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں**۔ جن میں سے صرف **دس جھوٹی پیشن گوئیاں** تلک عشرتا کاملۃً کی نسبت اس کے جھوٹا ہونے کے ثبوت کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

مرزا کی جھوٹی پیشنگوئیاں:

ا۔مکہ مدینہ میں مرنا:

مرزا قادیانی "تذکرہ"، ص ۵۹۱ طبع سوم میں لکھتا ہے:

"ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں"

قارئین کرام! اس جھوٹے کذاب کے کذب کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ مکہ مدینہ میں مرنا تو کجا، اِسے وہ رب کا گھر اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا در، دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوا۔ حالانکہ صاحب استطاعت پر حج فرض ہے جبکہ یہ اس نعمت سے بھی محروم رہا اور واصل جہنم ہوا اور جھوٹا قرار پایا۔

۲۔ریل کی پیشن گوئی جو سو سال تک ثابت نہ ہو سکی:

امام مہدی اور مسیح موعود کی جو نشانیاں ہیں، اُن کی تاویل کرتے ہوئے کہتا ہے:

"مکہ اور مدینہ کے اندر تین سال کے اندر ریل گاڑی چل جائے گی۔"

کہتا ہے:

"یہ پیشن گوئی اب خاص طور پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ریل تیار ہونے سے پوری ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ ریل جو دمشق سے شروع ہو کر مدینہ آئے گی، وہی مکہ معظمہ آئے گی اور امید ہے کہ بہت جلد اور صرف چند سالوں تک یہ کام مکمل ہو جائے گا۔ تب وہ اونٹ ۱۳۰۰ سو برس سے حاجیوں کو لے کر جاتے تھے، بیکار ہو جائیں گے۔"

یہ کتاب ۱۹۰۲ء کی تصنیف ہے لیکن تین سال تو کجا سو سے زائد کا عرصہ گزر گیا لیکن اس کی پیش گوئی پوری نہ ہوئی۔

۳۔ لڑکے کے بجائے لڑکی

۸/اپریل ۱۸۸۶ء۔ اشتہار از مرزا غلام احمد قادیانی۔ (مجموعہ اشتہارات ا: ۱۱۶، ۱۱۷۔ مندرجہ تبلیغِ رسالت، ا: ۷۵، ۷۶، میر قاسم علی۔ مرزا نے اپنی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہونے کی پیش گوئی کی، جو جھوٹی ثابت ہوئی۔ مرزا لکھتا ہے:

"آج ۸/اپریل ۱۸۸۶ء اللہ جل شانہ کی طرف سے اِس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے۔ جو ایک حمل مدت سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے۔"

قارئین! یہ پیش گوئی بالکل جھوٹی ثابت ہوئی اور مرزا کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

مجموعۂ اشتہارات، ا: ۱۲۵، ۱۲۶۔ مندرجہ تبلیغِ رسالت، ا: ۸۴، ۸۵۔ مولہ میر قاسم علی قادیانی۔

۴۔ بیٹے کی تندرستی والی پیش گوئی کا غلط ثابت ہونا:

مرزے کی اپنے بیٹے کے تندرست ہونے کی پیش گوئی کی جبکہ وہ فوت ہوگیا۔

غلام احمد قادیانی کا اعلان۔ مندرجہ اخبار بدر، مورخہ ۲۹/اگست ۱۹۰۷ء۔ ۲۔ تذکرہ مجموعۂ الہامات، مرزا، طبع سوم، ص ۲۲۷، ۲۲۸۔

۵۔ دوبارہ بیٹے کی خوشخبری جبکہ اولاد ہی بند:

پھر مرزے نے اس بیٹے کے مرنے کے بعد دوبارہ لن ترانیاں الاپنا شروع کردیں اور اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی، تبصرہ، ۵/نومبر ۱۹۰۷ء۔ میں لکھتا ہے:

"خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد (اس کا بیٹا) فوت ہوا، ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کیا کہ: ان نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک۔ یعنی ایک حلیم لڑکے کی تجھے خوش خبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے

ہوگا اور اس کا قائمقام اور شبیہ ہوگا۔"

قارئین کرام! آپ اس کی کذابیت پر اس انداز سے مہر ثبت کریں کہ مرزا کے گھر اس کے بعد کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔

۶۔ آتھم کی موت کی غلط پیشن گوئی:

مرزا نے مسٹر عبداللہ آتھم عیسائی سے ۵/جون ۱۸۹۳ء میں مباحثہ کرنے کے بعد پیشن گوئی کی۔ جس کے الفاظ یہ تھے:

"آتھم پندرہ مہینے میں ہلاک ہوجائے گا۔" (غلام احمد قادیانی "حقیقۃ الوحی" ۱۸۵، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲: ۱۹۲)

دوسری جگہ اُس نے کہا:

"میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشن گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے، وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے اور روسیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے اور پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہٗ کی قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ زمین اور آسمان ٹل جائیں گے لیکن اس کی بات نہیں ٹلے گی۔ اب ناحق ہنسنے کی جگہ نہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لیے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں، بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔" (حوالہ غلام احمد قادیانی، جنگِ مقدس، ۲۱۰، ۲۱۱۔ مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۶، ص ۲۹۲، ۲۹۳)

قارئین کرام! اس پیشن گوئی کے مطابق تو آتھم کو ۵، ۶ ستمبر کی رات ۱۸۹۴ء میں مرجانا تھا مگر وہ نہ مرا۔ اب قادیانی ذرّیت خود جواب دے کہ اُس کی اپنی تجویز کردہ سزاؤں کے مطابق اُس

کو لعنتی اور جھوٹا کذاب اور مکار نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔ جبکہ تاریخ گواہ ہے کہ کل مرزائی ذرّیت نے آتھم کی موت کے لیے رو رو کر دعائیں مانگیں اور اُن کے اندر صفِ ماتم بچھی رہی۔

۷۔ مرید کو بیٹے کی خوشخبری جبکہ اُس کی بیٹی ہوئی:

قارئین کرام! پیر منظور محمد مرزا قادیانی کا ایک خاص مرید تھا۔ مرزا کو معلوم ہوا کہ اُس کی بیوی حاملہ ہے تو اس نے ایک پیشن گوئی کی کہ اِس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ حقیقة الوحی، حاشیہ، در روحانی خزائن، ص ۱۰۳، جلد ۲۲۔ میں اس طرح الفاظ درج ہیں کہ:

"پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا، وہ جلد آنے والا ہے اور اس کے لیے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمد بیگم کا بیٹا پیدا ہوگا اور وہ اس زلزلہ کے لیے ایک نشان ہوگا۔ اس لیے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا۔"

قارئین کرام! اس کی اِس کذابیت کا اندازہ لگائیں کہ رب نے اس کے منہ پر اس طرح لعنتیں برسانی تھیں کہ بجائے لڑکے کے، لڑکی پیدا ہوئی۔

۸۔ آئندہ کے لیے پھر پیشن گوئی جبکہ اُس کی عورت ہی مرگئی:

اپنی شرمندگی کو بچانے کے لیے اس نے پینترا بدلا اور کہا "اس سے یہ تھوڑی مراد ہے کہ اِسی حمل سے لڑکا پیدا ہوگا۔ آئندہ کبھی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔" لیکن اتفاق سے وہ عورت ہی مرگئی اور دوسری پیشن گوئیوں کی طرح یہ پیشن گوئی بھی صاف جھوٹی نکلی۔ نہ زلزلہ آیا۔ نہ عورت سے لڑکا پیدا ہوا اور مرزا ذلیل و رسوا ہوا۔

۹۔ محمدی بیگم سے نکاح نہ ہونا اور بقول اِس کے خود کذاب ہونے کی دلیل:

مرزا قادیانی صرف جھوٹ ہی نہیں بولتا تھا بلکہ ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ جھوٹوں کا دادا تھا۔ مرزا کی ہر بات جھوٹی ثابت ہوئی۔ مرزا کہتا ہے کہ میرا محمدی بیگم کے ساتھ نکاح ہوگا، یہ میرے نبی ہونے کی نشانی ہے۔ اگر محمدی بیگم سے میری شادی نہ ہوئی تو سمجھ لینا کہ میں جھوٹا ہوں۔

اب قارئین کرام مرزا نے بڑی کوشش کی رابطے پیدا کرنے کی، پیغام بھیجے، بڑے جتن

کیسے کہ کسی طرح محمدی بیگم سے نکاح ہو جائے۔لیکن وہ بھی اللہ کی بندی قائم رہی کہ میں تیرے جیسے نکھٹو، بے ایمان اور پلید کے ساتھ شادی نہیں کرسکتی۔حالانکہ یہ دونوں قریبی رشتہ دار تھے اور مرزا کہتا ہے کہ سچا نبی وہ کہتا ہی نہیں جو دیکھ نہیں لیتا اور سچا نبی جو کہہ دے،سورج راستہ بدل سکتا ہے لیکن نبی کی بات نہیں ٹل سکتی ۔اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ مرزے کا نکاح محمدی بیگم سے نہیں ہوا۔ وہ مرزا سے نکاح پر انکار کر کے جنتوں میں اعلیٰ درجہ پا گئی اور مرزا حضور کی ختمِ نبوت کا انکار کر کے جہنم کے بدترین گڑھے میں جا گرا۔

۱۰۔ثناء اللہ امرتسری کی موت کے بارے میں جھوٹی پیشن گوئی:

مرزا نے مورخہ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خلاف ایک اشتہار شائع کیا اور اُس میں انھیں خطاب کر کے لکھا کہ!

”اگر میں ایسا کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر پرچے میں یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں میں نہیں،بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون ،ہیضہ وغیرہ،مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوسکیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں“۔(اشتہار بنام تبصرہ،۱۹۰۷ء،ملخصاً)

قارئین کرام اس اشتہار میں مرزا نے ہیضہ کو خدا کی سزا قرار دیا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری،مرزا کی وفات کے بعد تقریباً چالیس سال بخیر و عافیت زندہ رہے اور مرزا خود ہیضہ کی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا۔مرزا کا خسر میر ناصر،مرزا کی سوانح میں لکھتے ہیں:

”جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا۔جب میں حضرت مرزا صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال پوچھا تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: میر صاحب! مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی ۔یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے

مرزا کا انتقال ہو گیا۔" (حیاتِ ناصر، ص ۱۴)

قارئین کرام! اب مرزا کی پیشن گوئی کے غلط ہونے سے آپ خود اندازہ لگائیں کہ وہ اپنے ہی بقول کذاب، مفتری اور خدا کی سزا کا حقدار بن گیا۔

تلک عشرۃ کاملہ

۳۔ وحی کی خاصیت:

A **سچا نبی** جس قوم کی طرف مبعوث ہو، اُسی کی زبان جاننے والا ہوتا ہے اور اسی قوم کی زبان میں وحی نازل ہوتی ہے۔

قارئین کرام! ہر نبی کو اُس زبان میں اللہ اپنی تعلیمات اور احکامات سے نوازتا ہے جو اُس کی قوم کی زبان ہوتی ہے۔ تاکہ قوم اپنی نبی کے وسیلے سے ان تعلیمات سے مستفید ہو سکے۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ قوم کی زبان علیحدہ ہو اور نبی کو آ کر علیحدہ زبان میں وحی اور الہام نازل کیا جائے۔ اسی لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا ۔ کہ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا۔

کیونکہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک عربی تھی۔ جبکہ!!!

جھوٹا نبی، مرزا قادیانی کے جھوٹ کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو کہ خود وہ پنجابی ہے اور وحی انگریزی زبان میں نازل ہوتی ہے۔ لیکن اِس انگریزی نبی مرزا ملعون کے اوپر شیطانی وحی اور الہام کی حقیقت کو سمجھنے میں کیا دشواری ہو سکتی ہے کہ **حقیقۃ الوحی، ص ۳۰۳**۔ میں لکھتا ہے کہ میں انگریزی سے بالکل بے بہرہ ہوں تاہم خدا نے بعض پیشن گوئیوں کو بطور موہبت انگریزی میں میرے اوپر نازل فرمایا ہے۔ جیسا کہ خدا نے ایک دفعہ مجھ پر وحی کی:

I Love You. I am with You. I am Happy. Life is Pain. God is Comming by his Army. He is with you to kill enemy. The

days shall come when god Shall help you.

God maker of earth and heaven.

"کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ میں خوش ہوں۔ زندگی دکھ ہے۔ خدا تمھارے طرف ایک لشکر کے ساتھ چلا آتا ہے۔ وہ دشمن کو ہلاک کرنے کے لیے تمھارے ساتھ ہے۔ وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمھاری مدد کرے گا۔ خدا تعالیٰ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔"

اب بقول مرزا لعین پنجابی نبی کو جو انگریزی الہام ہوا، اور چونکہ وہ خود انگریزی نہیں جانتا تھا، جوکہ اِس الہام کی گرائمر سے ہی ظاہر ہے۔ آخر کسی سے ترجمہ کرایا ہوگا۔ تو گویا ترجمہ کرنے والا مرزا کا اُستاد بن گیا ہوگا۔ حالانکہ نبی کی یہ شان ہوتی ہے کہ نبی کا اِس دنیا میں کوئی اُستاد نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ لعین انگریزی الہام یافتہ تھا، تو خود مرزا انگریزوں کی تعریف میں رطب اللساں رہتا ہے تو مجھے تو یہی لگتا ہے کہ یہ الہام آسمان سے نہیں بلکہ کسی انگریز گماشتے سے ہوا ہوگا۔

B **سچے نبی** کے کلام میں تضاد نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات کو لکھ لیا کرتے۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُن کو منع کیا کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلال کی حالت میں ہوتے ہیں، کبھی جمال کی حالت میں ہوتے ہیں تو ہر بات مت لکھا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ سنا تو آپ نے حکم دیا کہ: اکتب یا عبد اللہ۔ اے عبداللہ! ہر وہ بات لکھو جو میرے منہ سے نکلے۔ کیونکہ میرے منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ اور نکلے بھی کیوں کہ جس کے متعلق خود خدا فرماتا ہے کہ:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى () اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ()

کہ میرا محبوب اپنی خواہشات سے نہیں بولتا، وہ بولتے تب ہیں جب انھیں وحی کی تار ملتی ہے۔

جبکہ **جھوٹے نبی**، مرزے کے کلام کے اندر بے شمار تضادات پائے جاتے

ہیں جس کو ہم نے علیحدہ باب نمبر ۸ بعنوان ''**مرزا کی تضاد بیانیاں اور مرزائیوں کے فرقے**'' میں بمعہ حوالہ جات بیان کیا ہے۔

C **سچے نبی** سب کے سب ایک قوم ہیں۔ اور اُن کا خاتم، اُن کا آخر ہوگا۔ انبیاء علیہم السلام میں نسخ عقائد نہیں ہوتا۔ یعنی جو عقیدہ ہوتا ہے، وہ منسوخ نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اعمال میں بعض دفعہ نسخ ہوتا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نبوت سے قبل بھی کفر سے پاک ہوتے ہیں۔ کوئی بدعقل اور بدفہم نبی نہیں ہوسکتا۔

جبکہ **جھوٹے نبی** مرزا کا یہ کہنا کہ ۱۹۰۱ء کے آگے والے عقائد منسوخ۔ یہ سراسر کذاب ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ مرزا کا جو عقیدۂ ختم نبوت ہے، اُس میں اِس نے بعد میں تبدیلی کی۔

D **سچے نبی** کی یہ پہچان ہوتی ہے کہ دنیا میں اُس کا کوئی اُستاد نہیں ہوتا۔ اسے خود رحمن تعلیم دیتا ہے۔ الرحمن علم القرآن۔ اور

جھوٹے نبی، مرزا غلام احمد کی کذابیت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ انگریزی میں نازل ہونے والی نام نہاد وحی کا ترجمہ ایک ہندو لڑکے سے کرواتا ہے۔ پھر جتنی اُس نے تعلیم دنیاوی حاصل کی، اس کے اساتذہ موجود تھے۔

۱۔ انگریزی: سیرت المہدی، حصہ اول، ص ۱۳۷، روایت نمبر ۱۵۰۔ درج ہے کہ:

''مرزا قادیانی نے سیالکوٹ کچہری میں ملازمت کے زمانہ میں ڈاکٹر امیر شاہ سے انگریزی کی ایک دو کتابیں پڑھیں۔''

اسی سیرت المہدی، ص ۱۳۸، میں درج ہے:

''چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے، اس واسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اور اس امتحان میں کامیاب نہ ہوئے۔''

۲۔ دینی تعلیم: کتاب البریہ، ص ۱۴۸ تا ۱۵۰، خزائن جلد نمبر ۱۳، ص ۱۷۹ تا ۱۸۱۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ:

"بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طور پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا، تو ایک فارسی خوان معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا۔ جنھوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اِن کا نام فضل الٰہی تھا۔ جب میری عمر قریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خوان مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کیے گئے۔ اُن کا نام فضل احمد تھا۔ مولوی صاحب موصوف مجھے بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صَرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعدِ نحو اِن سے پڑھے اور جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد نے قادیان میں نوکر رکھ کر میرے پڑھانے کے لیے مقرر کیا اور آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو حاصل کیا۔ بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد سے پڑھیں۔"

E **سچے نبی** پر ہمیشہ جبرائیل امین وحی لے کر آئے۔

قارئین کرام! اللہ کریم کا یہ قانون ہے کہ جناب آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی پر وحی لانے والا فرشتہ سید الملائکہ **جناب جبریل امین** علیہ السلام تھے۔

لیکن **جھوٹے نبی** پر کون آتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

انگریزی نبی مرزا ملعون کے پاس جو فرشتہ وحی لے کر آتا، اُس کا نام **"ٹیچی ٹیچی"** تھا۔ حالانکہ "ٹ" کا لفظ عربی زبان میں موجود ہی نہیں ہے۔ اس بات کو مرزا لعین اپنی کتاب "حقیقۃ الوحی" کے صفحہ نمبر ۳۳۲ میں لکھتا ہے کہ ایک دفعہ مارچ ۱۹۰۵ء کے مہینے میں بوجہ قلت آمدنی لنگر خانہ کے مصارف میں بہت دقت ہوئی۔ کیونکہ کثرت سے مہمانوں کی آمد تھی اور اِس کے مقابلہ روپے کی آمدنی کم تھی۔

اِس لیے دعا کی گئی اور پانچ مارچ ۱۹۰۶ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا، میرے پاس آیا اور اُس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اُس کا نام پوچھا، اُس نے کہا نام کچھ نہیں۔ میں نے کہا کچھ تو نام ہوگا تو اس نے کہا میرا نام ٹیچی ٹیچی ہے۔

مرزے کو گدھے سے نسبت دینا گدھے کی توہین ہے:

قارئین! ایک دفعہ پنڈ سلطانی ختم النبوۃ کانفرنس کے موقع پر جب میں یہ بات کر رہا تھا تو حضور کی ختم النبوۃ کے اِس محل کے ڈاکو کے لیے میں نے فرطِ جذبات میں ایک بات کہی، کہ یہ ٹیچی ٹیچی نہیں تھا بلکہ ڈھیچو ڈھیچو تھا۔ یعنی گدھا تھا۔ لیکن اچانک خیال آیا کہ کہیں روزِ قیامت گدھا بھی اِس ملعون کے ساتھ نسبت کی وجہ سے مجھ پر دعویٰ نہ کر دے۔ کیونکہ انھی گدھوں میں ایک گدھا "**یعفور**" وہ بھی تھا جو مصطفیٰ کریم کا عاشق صادق تھا۔ میں نے فوراً اپنے خیال سے توبہ کی کہ کسی گدھے کو بھی اِس کے ساتھ نسبت دینا اِس گدھے کی توہین ہے۔

F **سچے نبی** کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ اُسے اپنی ساری امت کی زبانیں آتی ہیں لیکن جو اُس پر وحی نازل ہوتی ہے وہ نبی کی اپنی زبان میں نازل ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساری کائنات کی زبانیں آتی ہیں لیکن آپ ﷺ کی اپنی زبان عربی ہے۔ وحی بھی عربی زبان میں نازل ہوئی اور وحی لانے والا فرشتہ جبرائیل امین ہے جو ہر نبی، رسول پر وحی لے کر آیا۔

اب جھوٹے نبی، مرزے کی دجالیت اور کذابیت کو دیکھیں کہ مرزے سے کسی نے پوچھا کہ آپ پر جو فرشتہ آتا ہے اُس کا تعارف تو مرزا کہتا ہے "**ٹیچی ٹیچی**" اللہ نے اس مردود کے منہ سے ایسا لفظ نکلوا دیا جو اس کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے۔ کسی فرشتے کے نام میں نہ "ٹ" آتی ہے نہ "**چ**"۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ فرشتہ چینی معلوم ہوتا ہے اور مرزا پنجابی ہے۔ لیکن وحی انگریزی، فرشتہ چینی اور نبی پنجابی۔

G **سچے نبی** امام الانبیاء ﷺ کا ظل یعنی سایہ نہیں۔

جبکہ **جھوٹے نبی** مرزا نے نبوت کے دو طرح کے دعوے کیے: ظلی۔ جب حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کا ظل ہی نہیں تھا تو غیر سایہ کا سایہ کیسے؟ پھر نبوت غیر حسی چیز ہوتی ہے۔ اس کے سائے کا کیا مطلب؟

H **سچے نبی** کی خواب وحی کا درجہ رکھتی ہے۔

جبکہ **جھوٹے نبی**، کے خواب اُس کے دماغ کی لاشعوری حالت کے عکاس ہوتے ہیں

قارئین کرام! عام طور پر شریعت میں خوابوں کی، خاص کر عقائد کے باب میں، کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ جبکہ نبیوں کے خواب وحی کا درجہ رکھتی ہے اور چونکہ مرزا لعین نبوت کا دعویدار تھا، اس لیے اس کے خوابوں کو حجت کے طور پر اس کی نبوت کے خلاف پیش کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ نبی کی اخلاقی صفات

A **سچا نبی** ہمیشہ کامل العقل بلکہ اکمل العقل ہوتا ہے تا کہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے پیغام کو سمجھنے میں غلطی نہ ہو سکے۔ کسی بھی نبی کی عقل اُس کے اپنی امتیوں کی عقل سے بلند و بالا ہوتی ہے۔ جہاں سب کی عقلوں کی انتہا ہوتی ہے، نبی کی عقل کی ابتدا ہوتی ہے۔

جھوٹے نبی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ سیرت المہدی، جلد ۱، ص ۶۷۔ روایت نمبر ۸۳۔ لکھا ہے کہ **مرزا قادیانی دائیں اور بائیں جوتے کی تمیز نہیں کر سکتا تھا۔**

B **سچا نبی** صادق اور امین ہوتا ہے۔

جبکہ **جھوٹا نبی** براہین احمدیہ، حصہ ۵ ص ۷، روحانی خزائن ص ۹، جلد ۲۱۔ مرزا نے پچاس کتابیں لکھنے کا وعدہ کیا۔ پچاس کی رقم لی۔ پانچ کتابیں لکھ کر اعلان کیا کہ **پانچ سے پچاس کا وعدہ پورا ہوا۔ اس لیے کہ پچاس میں اور پانچ میں ایک نقطے کا فرق ہے۔**

C **سچے نبی** کا حافظہ صحیح اور درست ہوتا ہے۔

جبکہ **جھوٹا نبی** ملفوظات، جلد ۸، ص ۵۴۵۔ میں لکھتا ہے کہ **میرا حافظہ بہت خراب ہے۔ اگر کئی دفعہ کسی سے ملاقات ہو، تو بھی بھول جاتا ہوں۔ حافظہ کی یہ ابتری ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔**

۵۔ نقائصِ جسمانی سے پاک ہونا

A **سچا نبی**، جسمانی طور پر نقص سے پاک ہوتا ہے۔کیونکہ نقص ایک عیب ہے اور اللہ کریم اپنے نبیوں کو عیوب سے پاک رکھتا ہے۔بعض انبیاء جن کی نظر چلی گئی یا جسم کے اندر بیماری پیدا کی گئی، یہ اُن کے اوپر ایک آزمائش تھی جسے بعد میں صحت سے تبدیل کیا گیا۔سچا نبی تو جسمانی نقائص والوں کے ایک نگاہ سے نقائص دور کر دیتا ہے۔کوڑیوں کو صحیح کرنا، نابینا کو بینا کرنا یہ تو سچے انبیاء کے معجزات میں سے ہے۔نبی کے جسم پر کوئی عیب نہیں ہوتا۔کوئی نقص نہیں ہوتا۔اور جس میں عیب ہو، وہ نبی نہیں ہوتا۔سچے نبی کے تمام اعضا سالم ہوتے ہیں۔رب تعالیٰ برداشت ہی نہیں کرتا کہ نبی میرا ہو اور کوئی عیب تلاش کرے۔سچا نبی معذور نہیں ہوتا بلکہ جس معذور پر نبی کی نظر پڑ جائے،تو وہ صحیح الاعضا ہو جاتا ہے۔حضرت یعقوب علیہ السلام پیدائشی نابینا نہیں تھے،رو رو کر اُن کی بصارت زائل ہوئی اور وقتی طور پر نابینا ہوئے۔اللہ نے اُن کی بصارت انھیں واپس کی۔

جبکہ **جھوٹے نبی** مرزا غلام احمد بے ایمان میں ہزاروں عیب تھے۔اس کے اندر بے شمار بیماریاں تھیں۔اس کی آنکھیں ٹیڑھی تھیں۔ذیابیطس کا مریض تھا۔مرگی کے دورے پڑتے تھے اور دماغی طور پر مالیخولیا کا شکار تھا۔مرزا قادیانی کی آنکھوں کے نقص کے علاوہ بے شمار بیماریوں میں مبتلا ہونا بتاتا ہے یہ انتہائی جسمانی نقائص کے اندر مبتلا تھا۔جس کا وہ خود بھی اعتراف کرتا ہے اور یہی اِس کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔

B **سچا نبی**، کبھی جنون کے اندر مبتلا نہیں ہوتا بلکہ اُس کی فہم وفراست اور عقل پوری کائنات سے بڑھ کر ہوتی ہے۔کیونکہ اگر وہ اس درجہ سے اُتر جائے تو وہ نبوت کے عہدے پر رہنے کے قابل نہیں ہوتا۔

جبکہ **جھوٹے نبی**، مرزا قادیانی کی عقل وفراست کا جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔تاکہ اُس کی ذہنی درستگی کا اندازہ طب اور ایلوپیتھک کی روشنی میں کرسکیں۔

مرزا کی ذہنی درستگی کا جائزہ:

مرزا کو مراق کی بیماری تھی۔ اس خبیث کی خباثت دیکھیے کہ اپنی بیماری کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشن گوئی قرار دیا۔ قولِ مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ رسالہ ''تشحیذ الاذہان قادیان'' میں درج ہے:

''دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیشن گوئی کی تھی۔ جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر ہے، جب اُترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں، ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔ یعنی مراق اور کثرتِ بول۔''

اسی طرح ڈاکٹر بشارت قادیانی لکھتا ہے:

''علمِ تعبیر کی کتابوں میں زرد چادروں سے مراد بیماریاں ہوتی ہیں۔ پس یہی وہ مسیح موعود کی دو قسم کی بیماریاں تھیں جو آنحضرت ﷺ کو کشف میں زرد چادروں کی شکل میں دکھائی گئیں۔''

مرزا بشیر احمد، سیرت المہدی، جلد ۳ ص ۳۰۴، میں لکھتا ہے کہ:

''سیٹھی غلام نبی صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے حضرت مسیح موعود سے فرمایا: کہ حضور غلام نبی کو مراق ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک رنگ میں سب نبیوں کو مراق ہوتا ہے اور مجھ کو بھی ہے۔''

مراق کیا ہے؟

اس کو انگریزی میں Hypochondriosis (ہائپوکانڈریواوسس) کہتے ہیں۔ یہ دراصل شیزوفرینیا (Schizoehrenia) کی ایک قسم ہے اور یہی چیز یونانی طب بھی بیان کرتی ہے۔ چونکہ میں خود ڈاکٹر ہوں۔ اس لیے ذیل میں طبِ یونانی اور ایلوپیتھی کے اندر اس کی علامات کے

بارے میں بیان کیا جائے گا۔

ایلو پیتھک کے مطابق جس آدمی کو یہ بیماری ہوتی ہے، اُس کے اندر (illogical Thoughts) یعنی جاہلانہ سوچیں جن کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا، عام ہوتی ہیں اور یہ چیزیں مرزا کے کردار سے کھلے طور پر واضح ہیں۔

دوسری سب سے بڑی اس کی علامت Delusion ہوتی ہے۔ یعنی وہم۔ آپ خود سوچ لیں کہ مرزا جتنی بھی پیشن گوئیاں کرتا ہے، وہ اُس کے وہموں کا اظہار ہوتا ہے۔

اور تیسری چیز Hellucination ہے یعنی فریب نظری ہوتی ہے۔ یعنی کسی کالے کپڑے کو دیکھ کر سمجھ لینا کہ بہت بڑا کالا بادل ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مرزا کی سیرت کے اندر فریب نظری جگہ جگہ نظر آتی ہے۔

پھر اس کے اندر Extremly Disorder of thinking یعنی اُس کی سوچ کے اندر بہت بڑی خرابی ہوتی ہے اور اس کی اِسی سوچ کی خرابی نے اِسے مہدیت، مسیح موعود اور نبیوں تک کے دعوے کرنے پر مجبور کر دیا۔ پھر ایسے مریضوں میں Extrem reaction to Criticism ہوتا ہے۔ یعنی یہ اپنے اوپر تنقید پر بہت ردِ عمل کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اس کی زندگی میں بھری پڑی ہے کہ جب **حضور قبلۂ عالم سید مہر علی شاہ** صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے اوپر تنقید کی تو اس کی توپوں کا رُخ آپ کی طرف پھر گیا۔ اسی طرح جس عالم نے بھی اس کذاب کی مخالفت کی، تو اس نے انتہائی درجے کی سوقیانہ زبان استعمال کی۔

میڈیکل سائنس کہتی ہے کہ اس بیماری کی وجہ صحیح طور پر معلوم نہیں۔ لیکن زندگی کے اندر بچپنے کے کئی ایسے واقعات ہوتے ہیں جو اس بیماری کی طرف مریض کو لے جاتے ہیں۔ اب اللہ ہی جانتا ہے کہ مرزا کے ساتھ بچپن میں تنہائی کے اندر کیا کیا ہوتا رہا کہ اس کا دماغ اس بیماری کا شکار ہو گیا۔

قارئین کرام! آج کل میڈیا کا دور ہے۔ آپ اِس بیماری کے متعلق بہت زیادہ معلومات نیٹ سے لے سکتے ہیں اور کوئی بھی پڑھا لکھا بندہ اس بیماری کے شکار فرد کی باتوں کو اہمیت نہیں دیتا۔

طبِ یونانی بھی لکھتی ہے کہ مراق، مالیخولیا کی ایک قسم ہے۔ برہان الدین نفیسی، شرح اسباب وعلامات میں لکھتے ہیں کہ:

"اس مرض میں تیز سودا سے جو معدہ میں جمع ہوتا ہے، سیاہ بخارات اُٹھ کر دماغ کی طرف چڑھتے ہیں۔"

حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی، مخزنِ حکمت میں لکھتے ہیں کہ:

"مراق ایک قسم کا مالیخولیا ہے جس میں مریض کے افکار و خیالات حالتِ طبعی سے بدل جاتے ہیں اور بالعموم اس میں انانیت یعنی خودی اور تکبر اور تعلی یعنی اپنی بڑائی کے فاسد خیالات سما جاتے ہیں۔ بس وہ ہر بات میں مبالغہ کرتا ہے۔"

محمد رفیق حجازی، کنز العلاج ص ۱۳۹، طبع چہارم میں لکھتے ہیں کہ:

"اس مرض میں مریض کے دماغی حالات درست نہیں رہتے۔ ہر وقت سست، متفکر اور خودی کے خیالات میں مست رہتا ہے۔"

حکیم محمد اعظم خان، اپنی کتاب اکسیرِ اعظم ص ۱۰۹ میں لکھتے ہیں کہ:

"اگر مریض دانشمند ہو تو پیغمبری اور معجزات و کرامات کا دعویٰ کرتا ہے۔ خدائی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کو اِس کی ترغیب دیتا ہے۔"

محمد رفیق حجازی، کنز الاعلاج ص ۱۳۴ میں لکھتے ہیں کہ:

"اس بیماری میں مریض اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کبھی بادشاہ اور کبھی پیغمبر۔"

قارئین کرام! اس بیماری کے بارے میں طبِ یونانی، اور ایلوپیتھک کے اندر بے شمار تشریحات پڑھیے اور پھر اُن علامات کی روشنی میں آپ مرزا کی زندگی کا مطالعہ کریں کہ کس طرح اس کی بیماری نے نہ صرف اس کی جان اور ایمان کو برباد کیا بلکہ بے شمار لوگوں کے خرمن ایمان کو بھی جلا کر رکھ دیا۔

C **سچے نبی** پر کبھی شیطانی اثرات نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ احتلام وغیرہ کی کیفیات سے محفوظ رہتے ہیں۔

جبکہ **جھوٹا نبی** شروع سے لے کر آخر تک شیطان کا چیلہ بنا رہتا ہے۔

۶۔ اخلاقِ حسنہ کی بلندیاں

A **سچا نبی** اخلاق کے عظیم منصب پر فائز ہوتا ہے۔

جبکہ **جھوٹا نبی** انتہائی پست اخلاق اور گالیاں دینے سے بھی پرہیز نہیں کرتا۔

انوار اسلام، ص ۳۰۔ روحانی خزائن، ص ۳۱۔ جلد ۹۔ کے اندر لکھتا ہے کہ:

"جو میری فتح کا قائل نہیں، تو صاف سمجھا جائے گا کہ اِس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔

پھر نجم الہدیٰ ص ۸۳۔ روحانی خزائن، ص ۵۳، جلد ۱۴ کے اندر لکھتا ہے کہ:

ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہوگئے، اُن کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔

B **سچا نبی** کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اسی وجہ سے قوم کا ہر بندہ اس کو صادق سمجھتا ہے۔

جبکہ **جھوٹے نبی** مرزا قادیانی کے بے شمار جھوٹوں میں صرف **دس جھوٹ** بطور مثال پیش کرتے ہیں۔

مرزا کے جھوٹ:

خود مرزا لکھتا ہے کہ:

☆ **"نبی کے کلام میں جھوٹ جائز نہیں۔" (مسیح ہندوستان میں ص ۲۱، خزائن نمبر ۱۵، ص ۲۱)**

☆ **جب ایک بات میں جھوٹ ثابت ہو جائے تو دوسری باتوں میں اس پر اعتبار نہیں۔ (چشمہ معرفت، ص ۲۲۲، خزائن نمبر ۲۳، ص ۲۳۱)**

☆ **قارئین کرام!** مرزا قادیانی کے اپنے بقول اس پر اپنے ہی سارے فتوے صادق آتے ہیں۔ اب اس کا جھوٹ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ قادیانی کہتا ہے کہ سو سال تک قیامت آجائے گی۔

(**تبصرہ**: آج سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔قادیانی کا جھوٹ واضح ہے۔)

۲۔ میں وہ نبی ہوں جس کا ساری نبیوں کی زبان پر وعدہ ہوا۔(فتویٰ احمدیہ، جلد اول، ص ۵۱)

(**تبصرہ**: کسی نبی کی زبان سے غلام احمد کا ذکر ثابت نہیں۔)

۳۔ قرآن شریف بلکہ توریت کے بعد صحیفوں میں یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔(کشتیِ نوح، ص ۵، خزائن نمبر ۱۹، ص ۵)

(**تبصرہ**: اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے)

۴۔ قرآن مجید میں تین شہروں کے ناموں کے اعزاز کے ساتھ درج ہے: مکہ مدینہ اور قادیان۔(ازالہ اوہام، ص ۷۷)

(**تبصرہ**: تمام قرآن پاک، پڑھے لکھے جانتے ہیں کہ قادیان نام قرآن میں موجود نہیں)

۵۔ ہمارا حج اس وقت ہو گا جب دجال بھی دجل سے باز آ کر طوافِ بیت اللہ کرے گا۔

(**تبصرہ**: ایسی کوئی روایت موجود نہ ہے)

۶۔ احادیثِ صحیحہ میں آیا کہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا۔

(**تبصرہ**: ایسی کوئی حدیث نہیں ہے)

۷۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نبیوں کی طرح ظاہری علم کسی استاد سے نہیں پڑھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی مکتبوں سے پڑھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک یہودی عالم سے تورات پڑھی۔سو آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا، اس میں اشارہ ہے کہ آنے والا علم دین خدا سے حاصل کرے گا اور قرآن وحدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہو گا۔سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کسی انسان سے قرآن وحدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہو یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی اختیار کیا۔(ایام الصلح، ص ۱۲۷، خزائن، ص ۳۹۴، جلد ۱۴)

(**تبصرہ**: کسی نبی کا کوئی استاد نہیں جبکہ مرزا کے اساتذہ ثابت ہیں)

۸۔ **مجھ کو گالی دی گئی اور میں نے گالی کا جواب نہیں دیا۔(خزائن،ص ۲۳۶، جلد ۱۹)**

(**تبصرہ**: اس کی کتب کے اندر بے شمار گالیاں درج ہیں)

۹۔ **حضرت مسیح اپنے ملک سے نکل گئے اور کشمیر جا کر فوت ہوئے اور اب تک کشمیر میں اُن کی قبر موجود ہے۔**

(**تبصرہ**: قرآن کہتا ہے کہ اللہ کریم نے جناب مسیح کو اوپر اُٹھایا۔اس لیے مرزا کا عقیدہ سراسر قرآن کے خلاف اور جھوٹ ہے)

۱۰۔ **اسی طرح مرزا خود ہی مہدی بن بیٹھا اور خود ہی مسیح موعود۔**

(**تبصرہ**: حالانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی واضح حدیث کے مطابق مہدی علیحدہ شخصیت کا نام ہے اور جنابِ عیسیٰ علیحدہ۔اور جنابِ عیسیٰ علیہ السلام، جناب مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے)

مرزا کے بے شمار جھوٹوں میں سے درج بالا دس جھوٹ قارئین کی معلومات کے لیے عرض کیے گئے۔

تلک عشرۃ کاملہ

۷۔ دنیاوی لذات سے بے رغبتی

A **سچے نبی** کی ایک شرط دنیا کی شہوات ولذات سے بے تعلقی ہوتا ہے۔

جبکہ **جھوٹا نبی** سیرت المہدی، ص ۲۶۱۔جلد ۱۔روایت ۲۷۲۔ **میں مرزا قادیانی کے کنجریوں کے مال پر بھی ہاتھ صاف کرنے کے ثبوت ملتے ہیں**۔اور اسے استعمال میں لانے کے لیے دلیل بھی بیان کرتا ہے۔اسی طرح **بہشتی مقبرہ کے نام پر تجارت کو پروان چڑھاتا ہے۔**

B **سچا نبی** کبھی بھی پیٹ کی پرواہ نہیں کرتا۔کئی کئی وقتوں کی جسمانی غذا سے اللہ کریم اُن کو بے نیاز فرماتے ہیں اور: ابیت عند ربی ھو یطعمنی ویسقینی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صومِ وصال رکھے۔کہ بغیر کھائے پیے اکیس اکیس دن تک روزہ رکھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پوچھنے پر فرمایا کہ میں تو اپنے رب کے پاس رہتا ہوں جو مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

جبکہ **جھوٹا نبی**، مرزا قادیانی کھاؤ پیو کے اصول پر کاربند تھا۔ سیرت المہدی، حصہ اول، ص ۱۸۲، ۱۸۳۔ **سالم مرغ کا کباب، گوشت مونگرے، گوشت کی بھنی ہوئی بوٹیاں، سوپ اور میٹھے چاول اور پتہ نہیں کیا کیا کھاتا ہے۔**

C **سچے نبی** کا کوئی ترکہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

نحن معاشر الانبیاء لا نورِث ولا نورَث۔

جبکہ جھوٹے نبی، مرزا نے کمائی کا پورا سلسلہ بنایا ہوا تھا۔ جس پر بعد میں اُس کی اولاد نے قبضہ کیا اور ان کے اندر دو گروہ پیدا ہو گئے۔ بہشتی مقبرہ کے نام پر اولاد کے لیے آمدن کا ذریعہ بنایا گیا۔ جو اگلے باب **"مرزائیوں کے فرقے"** میں ملاحظہ فرمائیں۔

D **سچا نبی** کسی اُستاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم علمِ لدنی ہوتا ہے اور وہ اس کی تعلیم بلا واسطہ خداوندِ قدوس سے حاصل کرتا ہے۔

جبکہ **جھوٹے نبی**، **کا شاگرد ہونا ہی اس کے جھوٹے پن کی دلیل ہے۔**

۸۔ حوصلہ مندی

A **سچا نبی**، اپنی قوم کا سب سے بہادر انسان ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مظلوموں کے حق میں بات کرتا ہے۔ وہ نیکیوں اور خیر کا پیغام بدی کی قوتوں سے لڑ کر علی الاعلان پہنچاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام حوصلہ مند اور جری ایسے ہوتے ہیں کہ بڑے سے بڑے فرعون کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔

جبکہ **جھوٹا نبی**، مرزا قادیانی کی جرأت اور حوصلہ ملاحظہ فرمائیں کہ ڈاکٹر مارٹن کلارک نے اگست ۱۸۹۷ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ وہ ایسے الہامات شائع کرتے ہیں جس سے لوگوں کی عزت پر حرف آتا ہے۔ اور ان کی تذلیل ہوتی ہے۔ چنانچہ گورداس پور کے ایک عیسائی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے انھیں حکم دیا کہ وہ ایسے الہامات شائع نہ کریں۔ لہٰذا مرزا نے عدالت کے روبرو اقرار کیا کہ:

میں مرزا غلام احمد قادیانی بحضورِ خداوند تعالیٰ اقرارِ صالح کرتا ہوں کہ میں آئندہ ایسی پیشن گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا۔ جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کیے جاسکیں کہ کسی شخص کو یعنی مسلمان ہو، خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ، ذلت پہنچے گی۔ یا وہ بطورعتابِ الٰہی ہوگا۔(تریاق القلوب، ص ۱۲۳)

۹۔ نبی کا مدفن اور جسم

A **سچے نبی** کا مدفن حدیث شریف کے مطابق: مَا قَبَضَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلاَّ فِی الْمَوْضِعِ الَّذِیْ یُحِبُّ اَنْ یُّدْفَنَ فِیْہِ۔ جس جگہ نبی کی روح قبض ہوتی ہے، اُسے اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے۔

جبکہ **جھوٹا نبی** مرزے کو آخری وقت ہیضہ ہو گیا۔ وہ کبھی لیٹرین جاتا اور کبھی باہر آتا۔ آخر ملک الموت نے مہلت نہ دی اور لیٹرین میں جان قبض کرلی۔ مرزائیوں کی اپنی کتابوں میں یہ بات لکھی ہے۔ اس واسطے وہ انکار نہیں کر سکتے کہ مرزا جب مرا تو اُس کے منہ سے بھی گندگی نکل رہی تھی اور نیچے سے بھی۔ جیسا نبی تھا، ویسے اُس کے مرنے کی جگہ اور یہ تاریخی بات ہے کہ جب مرزے کا جنازہ قادیانی لاہور سے لے کر بھاگے تو ساتھ مسلح انگریز پہرے دار تھے۔ جب حضور کی امت کی کنیزوں کو پتہ چلا تو انھوں نے جنازے پر گندگی پھینکی۔ گویا نیچے بھی گندگی، اوپر بھی گندگی۔ اب مجھے کہنے دیجیے کہ نبی تو جس جگہ فوت ہوتا ہے، اُس جگہ دفن کیا جاتا ہے تو انھیں چاہیے کہ مرزا کو سچا نبی مانتے تو بیت الخلاء میں مرا تھا، پھر اُسے وہی دفن کیا جاتا۔

اب جب مرزا لاہور میں روح قبض ہوا تو چاہیے تھا کہ اِدھر ہی اِسے دفن کیا جاتا اور جس جگہ دم نکلا یعنی بیت الخلاء میں تو اُسی جگہ اُس کا مدفن بنایا جاتا۔ لیکن اِس کو یہاں سے اُٹھا کر قادیان لے جایا گیا۔

B **سچے نبی** کے جسم کو زمین نہیں کھا سکتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث شریف ہے:

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔ کہ تحقیق اللہ نے حرام

کر دیا زمین کے اوپر جو نبیوں کے جسم کو کھائے۔

جبکہ **جھوٹے نبی** کا جسم ہمارا **چیلنج** ہے اگر آج بھی اُس کی قبر کو اکھیڑ کر دیکھا جائے تو سانپ اور بچھوؤں کا مسکن اُس کے ہڈیوں کے ڈھانچے میں موجود ہوگا۔

۱۰۔نبی کے معجزات

A **سچے نبی** کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنی صداقت پر معجزہ پیش کرے۔ کیونکہ بغیر معجزہ نبوتِ صادقہ اور نبوتِ کاذبہ میں امتیاز نہیں ہوسکتا۔ صحیح بخاری شریف میں موجود ہے کہ انبیاء میں کوئی نبی ایسا نہ تھا جسے ایسی نشانیاں نہ دی گئی ہوں جو ایک بشر کے ایمان لانے کے لیے کافی تھیں۔

جبکہ **جھوٹے نبی**، مرزا قادیانی کے نام نہاد معجزات ایک لطیفے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اگر مرزا نبی تھا۔ تو زمانے کے مطابق اُسے معجزات دیے جاتے۔ آج کل سائنس کا دور ہے، اُسے اُس میں زور دیا جاتا۔

مرزا بشیر اِس کا بیٹا، اِس نے سیرت المہدی کے اندر لکھا ہے کہ میرا باپ ساری عمر افیم کھاتا رہا ہے۔ اِس ایلچی کی موجودگی میں اِس کا قصیدہ پڑھا کہ:

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

اس بد بخت نے خود لکھا کہ سارے نبیوں کے معجزے تین لاکھ ہیں اور میرے اکیلے کے دس لاکھ ہیں۔

مرزا کا انوکھا معجزہ:

قارئین کرام! اگرچہ بعض چیزوں میں اخلاقیات کا خیال رکھنا پڑتا ہے لیکن اس بدبخت نے جب خود ہی اِس کا دامن چھوڑ دیا تو مجھے اِس کے معجزے کا ذکر کرنے دیں کہ اُس نے کہا جب میری آخری شادی ہوئی تو مجھے تپ دق کا مرض تھا۔ آنکھوں میں پانی اُترا ہوا تھا۔ دایاں ہاتھ خراب تھا۔ دانتوں میں کیڑا پڑا ہوا تھا۔ رات کو سو دفعہ پیشاب آتا تھا۔ مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ ساری بیماریاں تھیں اور قوتِ مردانی نہیں تھی۔ پھر لکھتا ہے کہ شادی کا ارادہ کیا تو مولوی نوردین نے مجھے کہا کہ شادی نہ کرو، فتنے کا ڈر ہے۔ لیکن میرا معجزہ دیکھو کہ باوجود کہ مجھ میں قوت نہیں تھی، نو مہینے کے بعد میرے گھر بچہ پیدا ہوگیا۔ اب ہمارے علماء نے اِس کا جواب دیا کہ مرزا ملعون یہ معجزہ تیرا نہیں، تیری بیوی کا ہے۔ جس نے بغیر مرد کے بچہ پیدا کر دیا۔ او بدبخت! تجھے حیا اور شرم نہیں آتی کہ جیسا بے غیرت، ایسا ہی غیرت کا جنازہ نکالنے والا معجزہ۔

تلک عشرۃ کاملہ

قارئین کرام! نبی مجنون نہیں ہوتا۔ یہ جادوگر نہیں ہوتا۔ نبی کو جمائی نہیں آتی۔ نبی کو انگڑائی نہیں آتی۔ امتی مر جائے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور نبی پردہ فرما جائیں تو نکاح نہیں ٹوٹتا۔ اس جگہ ہم نے ایک مختصراً چند خصوصیات نبی کی بیان کی ہیں، ورنہ ان کو احاطۂ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔ خود اندازہ لگائیں کہ ایک معیار جو کہ قرآن وحدیث نے ایک نبی کے لیے مقرر کیا۔ یقیناً مرزا ملعون ایک نبی کے جوتوں پہ لگی خاک کے ذروں سے بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اب اگر وہ اُٹھ کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مماثلت یا افضلیت کا دعویٰ کرے اور غیروں کا ایجنٹ بن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت پر حملہ آور ہو تو غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بحرِ ایمان کے اندر کیوں نہ تلاطم برپا ہو۔ وہ نبی

☆ جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہو

☆ جو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہو

اگر کوئی قادیان کا مسیلمہ پنجاب آپ کی ختم نبوت کے قصر میں نقب لگانے کے بعد آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وحرمت اور افضیلت کے درپے ہو جائے تو پھر:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وحرمت پہ مرمٹنا ہی عین ایماں ہے
سرِ مقتل بھی اِن کا ذکر کرنا عین ایماں ہے
جو فتنہ ملتِ بیضا کی دیواروں سے ٹکرائے
ایسے فتنے کا سر کچلنا عین ایماں ہے

اسی طرح کسی عاشق نے کہا:

شاتمِ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون جائز ہے
آج بھی یہی جذبہ ہے مسلمانوں میں
دوستو! آؤ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نچھاور کردیں
تار جتنے بھی بقایا ہیں گریبانوں میں

وہ نبی جس کی حقیقت اُس رب کے سوا کوئی نہ جانے اور خود آقا کریم فرمائیں: لم یعرفنی حقیقتہٖ سوا ربی۔ میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابانیاں

۱ وہ جسے کائنات میں سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔ جب حضرت جابرؓ پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہ کائنات میں اللہ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِی۔ اللہ کریم نے سب سے پہلے مجھ مصطفیٰ کے نور کو پیدا کیا۔

۲ جب کائنات میں کچھ نہ تھا، یا خدا تھا یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔

۳ جس کی خاطر پوری کائنات کو سجایا گیا۔

۴ عالم ارواح میں جس پر ایمان لانے کے وعدے تمام انبیاء سے لیے گئے۔

۵ جس کا نامِ مبارک عرش عظیم کے پایوں پر۔ بہشت کے درختوں اور محلات پر۔ فرشتوں کی آنکھوں اور حوروں کی جبینوں پر لکھا گیا۔

۶ جس کی بشارت ہر آسمانی کتاب اور صحائف کے اندر دی گئی۔

۷ جس نے پاک صلبوں اور پاک رحموں سے منتقل ہوتے ہوئے اپنے ماں کے بطن سے اس دنیا میں ظہور فرمایا۔

۸ جس کا نامِ مبارک احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جنابِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر بحیثیت مبشر جاری فرمایا گیا۔

۹ جس پر تمام انبیائے کرام کے سلسلہ کو ختم فرمایا گیا اور **ختم نبوت** کا تاج آپ کے سرِ اقدس پر رکھا گیا۔

۱۰ جس کی شریعت سے پچھلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا گیا اور قیامت تک اس شریعت کا ڈنکا بجا دیا گیا۔

۱۱ جن کا نام سن کر درود پڑھنا واجب ہو جائے۔

۱۲ جن کے سینۂ مبارک کو چار دفعہ شق کیا گیا۔

۱۳ جن کے ہر پہلو کا ذکر رب نے قرآن میں ایسے فرمایا کہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کَانَ خُلُقُهُ الْقُرآنَ بن گیا۔

۱۴ جن کو وہ کتاب عطا کی گئی، جس کی حفاظت کا خود رب العالمین نے ذمہ لے لیا ہے۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔

۱۵ جن کو آسمان اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئیں اور آپ کو **قاسم** بنا کر تمام تقسیم کا اختیار عطا فرمایا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر رب کی نعمتوں کو تقسیم کرنے والے بن گئے۔ اگرچہ بظاہر ہاتھ خالی ہیں، لیکن:

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اِن کے خالی ہاتھ میں

۱۶ جن کو اللہ کریم نے فصاحت و بلاغت کا وہ ملکہ عطا فرما کر **جوامع الکلم** بنایا۔

۱۷ جن کو رب نے کائنات کی ہر شے کا علم دیا۔

۱۸ جن کو نہ صرف انسانوں کے لیے بلکہ سب جہانوں کے لیے جن وملائک کے لیے بھی نبی بنا کر بھیجا گیا۔

۱۹ جن کو صرف اپنی امت کے لیے نہیں بلکہ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

۲۰ جن کو قرآن میں اُس کا نام لے کر نہ پکارا گیا۔ بلکہ آپ کی آپ کے القابات سے آپ کو ندا دی گئی جبکہ باقی انبیاء کو اُن کے نام کے ساتھ پکارا گیا۔

۲۱ جن کے ساتھ میرا رب کا اتنا پیار کہ جدھر اپنا نام رکھا، اُدھر اپنے محبوب کا نام رکھا۔ کیا اذان۔ کیا کلمہ۔ کیا نماز۔ جدھر دیکھو اللہ کے نام کے ساتھ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام جڑا ہوا ہے۔

۲۲ جن کو اُس کی قیامت تک آنے والی ساری امت اس طرح دکھا دی گئی جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتا دیے گئے۔

۲۳ جن کو رب نے ہمیشہ بن مانگے عطا فرمایا۔ زبان ہلانے کی ضرورت نہ پڑی۔ نظر اُٹھتے ہی قبلہ کو تبدیل فرما دیا۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۔

۲۴ جن کی رضا کو میرے رب نے پسند کیا اور وعدہ کیا کہ اے محبوب! تجھے اتنا عطا کروں گا کہ تُو راضی ہو جائے گا۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

۲۵ جن کی اداؤں کی قسمیں رب کھائے۔ جن کے ساتھ جڑی ہوئی چیزوں کی قسم میرا رب عرشِ بریں پر بیٹھ کر یاد کرے۔ جنکے لیے اُس کی امت کو بخش دیا گیا۔ واستغفر لك ذنبك۔

۲۶ جن کو رب نے معصومیت کا مقام عطا فرمایا۔

میلاد شریف:

۲۷ جن کی پیدائش پر تمام بت اوندھے گر پڑے اور کعبہ بھی بیت الرسول کی طرف جھکا۔

۲۸ جو پیدا ہوتے ہی ناف بریدہ اور آلودگی سے پاک وصاف تھے۔

۲۹ جنھوں نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا۔

۳۰ جن کے پیدا ہوتے ہی ایسا نور نکلا کہ اماں جان بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مکہ شریف بیٹھے بیٹھے ملکِ شام کے محلات دیکھ لیے۔

۳۱ جن کے جھولے کو فرشتے جھلایا کرتے تھے۔

۳۲ چاند جن کے لیے کھلونا بن کر آپ کی انگلی پر رقص کرتا تھا۔

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لیے
وہ سراپا نور تھے اور یہ تھا کھلونا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

۳۳ جن کے جبین اقدس کا صدقہ اللہ کریم نے ساری زمین کو پاک فرما دیا اور اس زمین کی مٹی کو فضیلت دی کہ تیمم کے ذریعے پاکی حاصل کی جاسکے۔

معراج النبی:

۳۴ جن کو تمام انبیاء علیہم السلام سے اس طرح بھی ممتاز فرمایا کہ سب کو زمینی معراج ہوئی اور رب نے اپنا ذاتی دیدار نہ کرایا لیکن اِن کو ذاتی دیدار کے لیے عرشِ بریں سے بھی وراء الورا بلایا۔

۳۵ جن کو براق کی سواری پیش کی گئی۔ جس کی رفتار بجلی کی رفتار سے لاکھوں گنا زیادہ ہے۔

۳۶ جن کی امت کے لیے بھی روزِ حشر قبور پر براق بھیجے جائیں گے۔

۳۷ جنھوں نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت کرائی۔

زندگی:

۳۸ جن کے سرِ اقدس پر گرمیوں میں ہمیشہ بادل سایہ فگن رہتا۔

۳۹ جن کے کھانے کا اہتمام پروردگار بہشتِ بریں سے کرتا اور اکیس اکیس دن سرکار بظاہر نہ کچھ کھاتے نہ پیتے۔

۴۰ جن کی بصارت کا یہ عالم ہو کہ وہ پیچھے بھی ایسے دیکھیں جیسے آگے دیکھتے ہوں۔ جن کی نظر اُٹھے تو عرشِ اعلیٰ پر پہنچے اور جھکے تو تختِ سریٰ کو چیر کر چلی جائے۔

۴۱ جن کو اللہ نے وہ سماعت عطا فرمائی کہ لوحِ محفوظ پر چلتی قلم کی آواز کو اپنے کانوں سے سنیں۔

۴۲ جن کے لعابِ مبارک کڑوے پانیوں کو شیرینی عطا فرما دے۔

۴۳ جن کے پاؤں مبارک کسی سخت پتھر پر پڑیں تو وہ بھی نرم ہو جائے۔

۴۴ جن کے پسینے میں رب نے وہ خوشبو رکھی کہ صحابہ کرام اُن کے پسینے کو عطر کی جگہ استعمال کریں اور اُن کی نسلوں تک یہ خوشبو جاری ہو۔

۴۵ جن کے بدنِ مبارک سے وہ خوشبو آئے کہ آپ جن گلیوں سے گزر جائیں تو صحابہ پوچھتے نہیں تھے کہ سرکار کدھر گئے، بلکہ اُنھیں خوشبو بتا دیتی تھی کہ آقا اِن راستوں سے ابھی گزرے ہیں۔

۴۶ جن کی بظاہر آنکھیں تو سو جاتی ہوں مگر دل جاگتا رہتا ہو۔ تنام عیناى ولاینام قلبى۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل جاگتا رہتا ہے۔

۴۷ جن کا قدِ مبارک نہ پست، نہ بہت لمبا لیکن جس جگہ کھڑے ہو جائیں سب سے ممتاز دکھائی دیں

۴۸ جن کے بدنِ مبارک کا سایہ نہ ہو۔

۴۹ جن کے بدنِ مبارک پر کبھی مکھی نہ بیٹھی ہو۔

۵۰ جن کا خون اور فضلات پاک ہوں۔

۵۱ جن کے براز کو زمین نگل جائے اور وہاں سے کستوری کی خوشبو آئے۔

۵۲ جو کسی گنجے پر ہاتھ پھیر دیں تو بال اُگ آئیں اور پوری عمر کالے رہیں۔

۵۳ جو اندھیرے میں مسکرائیں تو ہر طرف روشنی پھیل جائے۔

۵۴ جو جس سواری پر سوار ہو جائیں، وہ اُس وقت تک بول و براز نہ کریں جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس پر سوار رہیں۔

۵۵ غزوات میں فرشتے جس کے لشکری سپاہی بن کر دشمنوں سے لڑیں۔

۵۶ جن کی رعب دشمنوں پر ایک ماہ کی مسافت والی دوری پر بھی پڑ جائے۔

۵۷ جن کی انگشتِ شہادت اُٹھنے سے چاند اپنا سینہ چیر کر پیش کر دے۔

۵۸ جن کے بارے میں قبر کے اندر بھی سوال ہوں۔

۵۹ جن کے چہرے پر ایمان کی حالت میں ایک نگاہ ڈالنے سے صحابیت کا مقام مل جائے۔ وہ مقام جس کی گردِ راہ کے مقام پر بڑے سے بڑا غوث، قطب ابدال نہ پہنچ سکے۔

۶۰ جس کے بلاوے پر عین نماز کے اندر لبیک کہنا بھی عین نماز ہو۔

۶۱ جس کے سامنے اونچی آواز میں بولنا اعمال غارت ہونے کا سبب بنے۔

۶۲ جن کو عام بندوں کی طرح باہر سے بلانے پر پابندی ہو۔

۶۳ جن کے گستاخ کا خون جائز ہے۔

۶۴ جن کے دروازے پر جنابِ عزرائیل علیہ السلام بھی اجازت لینے کے لیے انتظار فرمائیں۔

۶۵ جن پر پڑھے جانے والا درود فرشتے تحفے کی صورت میں پیش کریں۔

۶۶ جن کی ہستی اہلِ محبت کے درود کو بلاواسطہ سنے۔

۶۷ جن پر ہر جمعرات احوالِ امت پیش کیے جائیں۔

۶۸ جن کے قدموں کے لمس سے گھر اور منبر تک کے درمیان والا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جائے۔

۷۰ جن کو قیامت کے دن مقامِ محمود عطا کیا جائے۔

۷۱ جن کو حشر کی گرمی میں ساقیِ کوثر کا مقام عطا ہو۔

۷۲ جن کو روزِ حشر لوائے حمد عطا ہو۔

۷۳ جن کو سب سے پہلے پل صراط سے گزارا جائے گا۔

۷۴ جن کے لیے سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

۷۵ جن کے نام کی نسبت سے جنابِ آدم علیہ السلام کو قیامت کے دن پکارا جائے گا۔ (قیامت

میں ہر شخص کو اُس کی ماں کے ساتھ پکارا جائے گا لیکن جنابِ آدم علیہ السلام کو ابو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہہ کر پکارا جائے گا یعنی حضور کے نام کی نسبت کی کنیت عطا ہو گی۔

۷۶ جن سے جانور بھی باتیں کریں۔

۷۷ جن کے سامنے قربانی کے جانور ایک دوسرے سے سبقت کرکے گردنیں کٹانے کے لیے پیش کریں۔

۷۸ جن پر درود پڑھ کر شہد کی مکھی کڑوے کسیلے رس کو شہد میں تبدیل کرے۔

۷۹ جن کے ہجر میں درخت کا سوکھا تنا بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روئے۔

۸۰ جن پر شجر و حجر صلوٰۃ و سلام کے نذرانے پڑھیں۔

۸۱ جن کے قدم لگنے سے پہاڑ بھی محبت سے جھومنے لگیں۔

۸۲ جن کے لعابِ دہن لگنے سے بیماروں کو شفا ملے۔

۸۳ جن کے نعلین شریفین کے ساتھ لگے خاک کے ذرّوں سے آنکھوں کی بینائی واپس آجائے۔

۸۴ جن کے لعاب لگنے سے تھوڑا سا کھانا بھی سب کو پورا ہو جائے۔

۸۵ جن کی انگلی کے اشارے سے سورج بھی لوٹ آئے۔

۸۶ جن کی چادر سر پر کرنے سے غیبی اسرار سامنے آنکھوں سے نظر آنے لگیں۔

۸۷ جن کی پکار پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ، کے ذبح شدہ بچے زندہ ہو کر حاضر ہو جائیں۔

۸۸ جن کی کملی میں آنے کے بعد حبشی بھی رشکِ قمر بن جائے۔

۸۹ جن کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جائیں۔

۹۰ جن کے قدم لگنے سے مکے کا قبرستان جنت المعلیٰ اور مدینے کا قبرستان جنت البقیع بن جائے۔

۹۱ جن سے محبت ایمان کی بنیاد ہو۔

۹۲ جن کے فیصلوں پر دل میں تنگی محسوس کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے۔

۹۳ جن کے نام پر مرنے والوں کو حیاتِ جاودانی نصیب ہو جائے۔

۹۴ جن کے دروازے پر دشمن بھی آجائے تو پناہ پا جائے۔

۹۵ جو جنگ سے پہلے ہی مقتولین کے ناموں کو بیان فرما دے۔

۹۶ جن کا امتی بننے کی آرزوئیں نبی کریں۔

۹۷ جن کی امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے نبیوں کا درجہ دیا جائے۔

۹۸ جن کے درِاقدس پر رات بسر کرنے والوں کو سب زبانوں کی شناسائی دے دی جائے۔

۹۹ جن پر درود شریف پڑھنے سے دس نیکیاں ملیں، دس گناہ جھڑیں اور دس رحمتوں کے نزول ہوں۔

۱۰۰ اور جن پر درود پڑھنے کا حکم نہ صرف ایمان والوں کو ہو بلکہ جس پر پڑھنے والے ملائکہ بھی ہوں اور !!!!!

خود ربِ ذوالجلال بھی ہو۔

باب نمبر ۶

مرزائیوں کے عقائد

مرزا اور اس کی ذریت نے نہ صرف تاویلات کے ذریعے عقیدۂ ختمِ نبوت میں نقب لگائی بلکہ حیاتِ مسیح علیہ السلام، اُن کے نزول کے متعلق اور امام مہدی کے ظہور جیسی امت کے متفقہ مسائل کو مشکوک بنا کر سب چیزوں کا خود ہی مدعی بن بیٹھا۔ اِس طرح ذیل میں آپ اِن کے عقائد ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ا۔ ختمِ نبوت:

مسلمانوں کا عقیدہ:

ختمِ نبوت کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔

اِسی طرح آپ کی تعلیمات پر عمل ہی قیامت تک باعثِ نجات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی مدعی نبوت کافر ہوگا اور اب معجزات کا دروازہ بند ہے۔ اسی طرح سلسلۂ وحی کے جاری رہنے پر ایمان اللہ پر افتراء ہے اور اللہ پر افتراء باندھنے والا کافر اور زندیق ہے۔

مرزائی عقیدہ:

قارئین کرام! مرزائیوں کے عقیدے کے مطابق سلسلۂ نبوت جاری ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی پر بہت دفعہ وحی نازل ہوئی اور اب قیامت تک مرزا غلام احمد قادیانی کی وحی کی تعلیم ہی تمام انسانوں کے لیے مدارِ نجات ہے۔

اسی طرح مرزا غلام احمد کو تمام انبیاء سے زیادہ معجزات عطا کیے گئے۔ گویا مرزائیوں نے اللہ کے اوپر جھوٹ باندھ کر کفر کا ارتکاب کیا ہے۔

(۲) عقیدۂ حیاتِ مسیح اور امام مہدی کے ظہور کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ وہ حضرتِ مریم سلام اللہ علیہا کے بطن سے جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پھونک مارنے سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور بنی اسرائیل کے آخری نبی بن کر دنیا میں آئے۔ یہودیوں نے آپ کو ماننے سے انکار کیا اور آپ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ اللہ کریم نے اُن کی قتل کے سازش کو ناکام بنایا اور بحکمِ خداوندی اللہ نے اُن کو زندہ سلامت آسمان پر اُٹھالیا۔ چوتھے آسمان سے جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کو قربِ قیامت میں جب فتنۂ دجال ظاہر ہوگا تو دوبارہ نازل کیا جائے گا اور یہ قیامت کی بڑی علامات میں سے ایک علامت ہوگی۔ جس پر قرآن کریم کی نصوصِ قطیعہ، احادیثِ متواترہ اور امت کا اجماع وضاحت کرتا ہے اور علمائے امت نے اپنی کتابوں میں مکمل توضیحات اور تشریحات بیان کی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آکر دجال کو قتل کریں گے اور نبی کریم ﷺ کے امتی کے طور پر خلیفہ ہوں گے اور قرآن وحدیث پر خود بھی عمل کریں گے اور لوگوں کو بھی اِس پر چلائیں گے۔

اسی طرح وہ دوبارہ نکاح بھی فرمائیں گے، ان کی اولاد بھی ہوگی اور جب وفات کا وقت ہوگا تو یہ روضۂ مصطفیٰ کے پاس ہوں گے اور مسلمان آپ کی نمازِ جنازہ پڑھ کر نبی کریم ﷺ کے روضۂ اقدس میں دفن کریں گے۔ ان تمام باتوں پر ایک سو سے زیادہ احادیثِ صحیح ومتواترہ موجود ہیں۔ گویا عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا، آسمان پر اُٹھنا اور قیامت کے نزدیک اُن کا دوبارہ نزول ہونا اور دجال کو قتل کرنا یہ اسلامی عقائد میں شامل ہے۔

عیسائی عقیدہ:

عیسائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو عقیدہ رکھتے ہیں، وہ اِس طرح ہیں کہ یہودیوں نے آپ کو قتل کر کے سولی چڑھایا۔ پھر اللہ نے اُن کو زندہ کر کے آسمان پر اُٹھایا۔ جنابِ عیسیٰ

کا سولی پر چڑھ کر قتل ہو جانا عیسائیوں کے نزدیک اُنھوں نے اپنی پوری امت کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ اسی لیے عیسائی لوگ صلیب کی پوجا کرتے ہیں۔ عیسائیوں کے اندر ایک فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر مقتول اور مصلوب ہونے کے، جنابِ عیسیٰ کو آسماں پر اٹھایا۔

یہودی عقیدہ:

یہودیوں کے مطابق مسیحِ ہدایت ابھی نہیں آیا اور نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جھوٹے تھے۔ اس لیے انھوں نے اِن کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا۔ اس واسطے قتل کے دعویٰ میں تمام یہودی متفق ہیں۔

بہرحال عیسائی اور یہودی دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ مسیحِ ہدایت قیامت سے پہلے خدا بن کر آئیں گے اور مخلوق کا حساب لیں گے۔

قادیانی عقیدہ:

مرزا قادیانی نے حیاتِ مسیح ،کے متعلق بھی اسلامی عقائد کو جن پر اجماعِ امت ہے، سخت نقصان پہنچایا۔ سب سے پہلے اس کی اِس ڈکیتی کو سمجھنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے بارے میں اسلامی عقیدے کو سمجھنا چاہیے۔ ہم نے اسمبلیوں میں ملک کے وزارتِ عظمیٰ پر بیٹھنے والوں سے بھی حیاتِ مسیح کے بارے میں اسلامی عقائد سے ناشناسائی دیکھی ہے۔

مرزا قادیانی اپنی کتابوں ازالہ اوہام، تحفظہ گولڑویہ، نزولِ مسیح اور حقیقۃ الوحی وغیرہ میں جو کچھ لکھا اس کا خلاصہ مرزا البشیر نے، جو اس کا خلیفہ ہے، کتاب ''حقیقی اسلام'' میں تحریر کرتا ہے:

''حضرت مسیح دوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان تھے۔ جو دشمن کی شرارت سے صلیب پر ضرور چڑھائے گئے مگر اللہ تعالیٰ اِن کو اس لعنتی موت سے بچا لیا اور اس کے بعد وہ خفیہ خفیہ اپنے ملک سے ہجرت کر گئے۔ اپنے ملک سے نکل کر کشمیر پہنچے اور وہاں اِن کی وفات ہوئی اور وہیں سری نگر کے محلہ

خانیار میں اِن کی قبر موجود ہے۔ مرزائی عقیدہ کے مطابق اس جسم کے ساتھ کوئی آدمی آسمان پر نہیں جاسکتا۔ جس مسیح کے آنے کا وعدہ تھا، اس سے مراد ایک مثیل مسیح ہے۔ یعنی مسیح کی طرح ایک آدمی ہوگا نہ کہ خود مسیح آئیں گے۔ اب مثیل مسیح کی حیثیت سے مرزا قادیانی تشریف لے آئے ہیں اور وہ مسیح موعود ہیں۔"

حقیقی اسلام، ص ۲۹، ۳۰ کے اندر خود مرزا قادیانی قسم کھا کر لکھتا ہے کہ:

"میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی رسول اللہ ﷺ نے احادیثِ صحیحہ میں خبر دی ہے اور جو صحیح بخاری، مسلم اور دوسری صحاح میں درج ہیں۔"

اب مرزا کی مکاری اور جھوٹے پن کا مظاہرہ دیکھیں کہ کہتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں۔ اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عیسیٰ تشریف لائیں گے، پیدا نہیں ہوں گے۔ وہ نازل ہوں گے اور نزولِ عیسیٰؑ پر تمام امت کا اجماع ہے۔ جو پیدا ہو کر کہے کہ میں عیسیٰ ہوں تو وہ مکار اور جھوٹا ہے۔

جنابِ عیسیٰ علیہ السلام، جنابِ مریم سلام اللہ علیہا کے بیٹے ہیں اور مرزا کی ماں کا نام "گھسیٹی" تھا۔ اب گھسیٹی کا پترا گر دعویٰ جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کی مثلیت کا کرے تو اس سے بڑا دجل و فریب کیا ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک اور پہچان یہ ہے کہ:

☆ اُن کا باپ نہیں تھا۔

☆ اُن کی ماں کا نام جنابِ مریم علیہ السلام تھا۔

☆ جن کی پیدائش بیت المقدس میں ہوئی۔

☆ جن کے لیے جنت کے باغوں سے پھل لائے گئے۔

☆ اور پھر: بل رفع اللہ علیہ۔ اُن کو آسمانوں پر اُٹھالیا گیا۔

اور حضور فرماتے ہیں کہ قربِ قیامت میں جنابِ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اُن کے نزول کی جگہ جامع مسجد دمشق کے شرقی مینار ہوگا۔

آقا کریم ﷺ کی نگاہِ ناز:

قارئین کرام! یہاں غور طلب نکتہ یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے یہ پیشن گوئی فرمائی، اُس وقت وہاں کوئی مسجد نہیں تھی اور نہ کوئی مینار تھا۔ وہاں تو عیسائیت تھی، گرجے ہی گرجے تھے۔ دمشق تو حضرت عثمانِ غنیؓ کے عہد میں فتح ہوا اور اس کے بعد بنو امیہ کے دور میں حضرت امیر معاویہؓ نے یہ مسجد بنوائی۔ جس مسجد کا حضور ذکر فرما رہے ہیں، حضور کی نگاہ دیکھ رہی تھی کہ یہاں مسجد بنے گی۔ اندازہ کریں کہ مسجد کا وجود نہیں، مسجد بنانے والے اور مینار بنانے والے ابھی پیدا نہیں ہوئے لیکن میرے آقا کریم مسجد بھی دیکھ رہے ہیں، مینار بھی دیکھ رہے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اترتے بھی دیکھ رہے ہیں۔ سچ ہے:

سرِ عرش پر ہے تری گزر، دلِ فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

اب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو حضور ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے۔ دین کے اندر تبدیلی نہیں لائیں گے کیونکہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ: اَلْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ۔ کہ میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کر دیا۔ اس واسطے حضرت عیسیٰؑ اس شان سے نہیں آئیں گے جو اُن کی پہلی شان تھی بلکہ حضرت عیسیٰ نے جو دعا مانگی تھی کہ یالیتنی من امتِ محمد ﷺ۔ کہ کاش! میں حضور کا امتی ہوتا۔

میلادِ مصطفیٰ ﷺ، دعا کی قبولیت کا اہم ذریعہ ہے:

معزز قارئین! آپ کے علم میں ہوگا کہ ہر نبی نے یہ آرزو کی کہ وہ حضور ﷺ کے اُمتی ہوتے لیکن یہ دعا صرف جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کی قبول ہوئی۔ اس میں اکابرین فرماتے ہیں کہ چونکہ جنابِ عیسیٰ علیہ السلام، حضور ﷺ کے مبشر بن کر آئے یعنی آپ ﷺ کے آنے کی بشارت خوشی سے خبر دی۔ جس کو میلاد کہتے ہیں۔ اس میلاد کے صدقے اللہ نے اُن کی اِس دعا کو قبول فرمایا۔ وہ انجیل کی تلاوت نہیں کریں گے بلکہ قرآن کی تلاوت کریں گے۔ اپنا کلمہ نہیں پڑھیں گے بلکہ حضور کا کلمہ پڑھیں گے اور

اولوالعزم رسول ہونے کے باوجود حضور ﷺ کے امتی کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں گے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ ۔اُس وقت تمھارا کیا حال ہوگا جب عیسیٰ علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہوگا۔(صحیح مسلم: جز:۱، باب نزول عیسیٰ ابن مریم، رقم:۴۰۹، دارالجیل بیروت)

یعنی تمھاری خوشیوں کا کیا حال ہوگا۔ اب مرزا کا خبثِ باطن دیکھیے کہ وہ کہتا ہے کہ میں امام مہدی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اور امام مہدی دو علیحدہ شخصیتیں ہیں اور مرزا دونوں کو اپنا آپ ثابت کر رہا ہے۔ یہ اتنا بڑا بے وقوف، مکار اور جھوٹا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام، امام مہدی نہیں ہو سکتے اور امام مہدی علیہ السلام، عیسیٰؑ نہیں ہو سکتے۔ حضرت امام مہدیؑ تو حضور کے خاندان کے شہزادے ہوں گے۔ سید ہوں گے۔ اور مرزا تو ہلاکو کی اولاد ہے۔

جنابِ عیسیٰ علیہ السلام جب قربِ قیامت تشریف لائیں گے۔

❁ ثم يتزوج۔ پھر آپ کی شادی ہوگی۔

❁ ثم يتولد۔ پھر آپ کی اولاد ہوگی۔

❁ ثم يدفن في قبري في روضتي۔ پھر میرے ساتھ میرے روضے میں دفن ہوں گے۔

یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ جنابِ عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کے روضے کی زیارت کے لیے اندر جائیں گے تو وقتِ آخر آجائے گا۔ اُن کا آخری سانس حضور کے قریب ہوگا۔ اور وہیں آپ دفن ہوں گے۔ کیونکہ سچا نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے، اُس جگہ دفن ہوتا ہے۔ اور جھوٹا نبی مرتا کہیں ہے اور جاتا کہیں ہے۔ مرزا کذاب لاہور میں مرا، اور قادیان میں سکھوں کے پاس دفن ہوا۔

قارئین کرام اگرچہ زیرِ مطالعہ کتاب عقیدۂ ختم نبوت اور اُس کے مسیحِ موعود اور مہدی ہونے کے دعوے کے متعلق ہے، لیکن ذیل میں اُن کے تمام عقائد میں سے **موٹے موٹے دس عقائد کا ذکر تلک عشرۃ کاملہ** کے تحت مسلمانوں کے عقائد سے تقابلی جائزہ کے ساتھ، اختصاراً پیش کر رہا ہوں۔

(۳) مسلمانوں اور مرزائیوں کے دیگر عقائد کا تقابلی جائزہ:

(۱) **مسلمانوں** کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوق سے افضل اور کامل ہیں۔

جبکہ **مرزائیوں** کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا تمام انبیاء، صحابہ، عیسیٰ علیہ السلام حتیٰ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی افضل ہے۔

(۲) **مسلمانوں** کے نزدیک تمام قرآنی آیات کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

مرزائی عقیدہ کے مطابق تمام قرآنی آیات کا مصداق مرزا لعین ہے۔

(۳) **مسلمانوں** کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کو اللہ کریم نے عزت کا بلند مقام عطا فرمایا اور وہ معصوم ہیں۔

جبکہ **مرزائی** عقیدہ کے مطابق انبیاء سے بہت گناہ ہوتے ہیں۔

(۴) **مسلمانوں** کے نزدیک انبیائے کرام کی تمام پیشن گوئیاں صحیح ثابت ہوتی ہیں کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہیں بولتے بلکہ وحی خدا کے تحت بولتے ہیں۔

جبکہ **مرزائی** عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشن گوئیاں غلط تھیں۔

(۵) **مسلمانوں** کے نزدیک جہاد جاری ہے۔

جبکہ **مرزائیوں** کے نزدیک جہاد حرام ہے۔

(۶) **مسلمانوں** کے نزدیک جناب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات برحق ہیں۔

جبکہ **مرزائیوں** کے نزدیک یہ شعبدہ بازیاں اور نظر بندیاں تھیں۔

(۷) **مسلمانوں** کے نزدیک کئی مُردوں کو زندہ اُٹھایا گیا۔

جبکہ **مرزائی** اس نص کے منکر ہیں۔ ان کے نزدیک کوئی مرنے والا شخص اِس دنیا میں دوبارہ زندہ نہیں کیا جاسکتا۔

(۸) **مسلمانوں** کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراجِ جسمانی نصیب ہوئی۔

جبکہ **مرزائیوں** کے نزدیک یہ کشف ہے اور ایسی کشفی معراج مرزا لعین کو بھی ہوئی۔

(۹) **مسلمانوں** کے نزدیک قیامت کے دن مردے قبر سے نکل کر میدانِ حشر میں اکٹھے ہوں گے۔

جبکہ **مرزائی** میدانِ محشر کے منکر ہیں۔ اُن کے نزدیک مرنے کے بعد ہی آدمی جنت دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور حشر کے دن بدن اکٹھے نہیں ہوں گے بلکہ روح اکٹھے ہوں گے۔

(۱۰) **مسلمانوں** کا عقیدہ ہے کہ فرشتے اللہ کی نورانی مخلوق ہیں۔ اور خدا کے فرماں بردار مخلوق ہیں اور یہ مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔

جبکہ **مرزائیوں** کے نزدیک فرشتے زمین پر نہیں آسکتے، صرف اِن کی تاثیر کا نام وحی ہے۔

تلك عشرة كاملة

مرزائیوں کا کلمہ:

قارئین کرام! مسلمانوں کے ان تمام بنیادی عقائد سے متصادم یہ ملعون فرقہ بظاہر کلمہ بھی پڑھتا ہے، لیکن اس میں محمد ﷺ سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی کو لیتا ہے۔ جس کے حوالہ جات آپ باب نمبر ۹ بعنوان ''مرزا کی گستاخیاں'' میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

باب نمبر ۷

عقیدہ ختم نبوت پر مرزائیوں کے تاویلاتی ہتھکنڈے

قارئین کرام! پچھلے ابواب کے مطالعہ سے آپ کو ختمِ نبوت کی اہمیت کا احساس ہو گیا ہو گا کہ سچے نبی کے اوصاف والے آئینے میں کذاب نبیوں کی حقیقت خود بخود کس طرح واضح ہو جاتی ہے اور پھر اگر کوئی ملعون کذاب اور دجال یہ دعویٰ کرے کہ آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے زیادہ مجھ میں ہیں۔اور یہ کہ نعوذ باللہ میں محمد ﷺ سے بھی بڑھ کر ہوں تو عظمتِ مصطفیٰ ﷺ اور ناموسِ مصطفیٰ ﷺ پر حملے کی اس ناپاک جسارت پر غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے اتنا ہی کہوں گا:

کہ توہینِ رسالت پہ اے مسلم تری خاموشی
کیا محبتِ شہِ لولاک کا معیار یہی ہے ؟

اور

اے غیرتِ ایمان جاگ ذرا
میرے آقا ﷺ کی توہین ہوئی ہے

کیونکہ:

رشتہ جو نہ ہو قائم، محمد ﷺ سے وفا کا
جینا بھی برباد ہے مرنا بھی اکارت

آئیں! عقیدۂ ختمِ نبوت کے نعروں سے ہر قدم پر مسلم اُمت کو بیدار کریں اور شیطانیت کے تاویلاتی ہتھکنڈوں سے نہ صرف خود شناسا ہوں بلکہ جو اُن کے جال میں پھنس چکے ہیں، اُن کی بھی رہائی کا سامان کریں۔

قارئین کرام! قادیانیوں سے عامی لوگ بحث مباحثے میں الجھ جاتے ہیں۔ اور وہ انھیں تاویلات اور حیات و وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام جیسے مسائل میں الجھا دیتے ہیں۔ چونکہ عام لوگوں کو اس

کے بارے میں مکمل علم نہیں ہوتا، لہٰذا کافی لوگ متزلزل ہو جاتے ہیں۔تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی نبی نے نبوت کا دعویٰ کیا، تو سب سے پہلے اپنے کردار کو بطور دلیل سامنے رکھا۔اسی لیے قوم نے اُن کی بات کو سنا۔نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صفا پہاڑی پر سب سے پہلے اپنے چالیس سالہ سیرت و کردار کو پیش کیا۔ لہٰذا عام مسلمانوں کو چاہیے کہ مرزائیوں سے مباحثے کے لیے اُس کی سیرت و کردار پر بات ہونی چاہیے۔ کیونکہ اگر اس کی کوئی بات جھوٹی ثابت ہو جائے گی تو بقول اِس کے، اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں رہے گا۔کیونکہ خود اس نے چشمِ معرفت، ص ۲۲۲، جلد ۲۔اسی طرح ،خزائن ۲۳ ص ۲۳۱۔میں لکھتا ہے کہ:

”ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو دوسری باتوں میں اس کا اعتبار نہیں رہتا۔“

قارئین کرام! ہم نے اپنے مسلمان بھائیوں کے سامنے اس کے جھوٹ، کیریکٹر اور پیشن گوئیوں اور گستاخیوں کے بارے میں ایک نہیں، سینکڑوں حوالہ جات رکھ دیے ہیں۔جس کا ان شاء اللہ مرزائی ذریت، قیامت تک جواب نہیں دے سکتی۔

اب آئیں! مرزائیوں کے اُن مشہور و معروف ہتھکنڈوں کی طرف، جن کی تاویلات کر کے وہ سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں۔اگرچہ اِن کی شیطانیت کی چالیں بے شمار ہیں، لیکن یہاں میں تلک عشرۃ کاملہ کی مناسبت سے اُن کی مشہور دس تاویلات کا ذکر کروں گا۔جو اُن کے بچے بچے کی زبان پر ہوتا ہے۔

(۱) لفظ خاتم النبیّٖن:

قارئین کرام! قرآن پاک کی جس آیت یا آقا کریم ﷺ کی جس حدیث میں خاتم النبیین کا لفظ جیسے:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ **(الاحزاب، آیت ۴۰)**

ترجمہ: نہیں ہے محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے۔

یا احادیث میں الفاظ: مشکوٰۃ شریف۔ صفحہ نمبر ۵۱۳:

إِنِّي عِنْدَ اللهِ مَكْتُوبٌ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ ، وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ ۔ کہ مجھ پر اُس وقت ہی ختم النبوت کی مہر لگ چکی تھی جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی میں گوندھے جا رہے تھے۔

جہاں جہاں خاتم النبیین کا لفظ آیا، مرزا نے اس کی تاویل اس طرح کی:

خاتَم۔ ت پر زبر کے ساتھ۔ مہر لگانے والا۔ اور **خاتِم**۔ ت پر زیر کے ساتھ۔ ختم کرنے والا۔ معنی کے ساتھ مراد ہے۔ **خاتَم۔ خاتِم** کے معنی کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ جیسے مہر بند۔ **ختم اللّٰہ علی قلوبھم**۔ کہ اللہ نے مہر لگا دی اُن کے دلوں پر۔ یعنی اب کوئی چیز اندر اور باہر نہیں آسکتی۔

قارئین کرام! عموماً مرزائی اِس کی تاویل یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ خاتم کا مطلب مہر لگانے والا ہے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس پر مہر لگا ئیں، وہ نبی بن جاتا ہے۔ حالانکہ اُن بدبختوں کو یہ نہیں پتا کہ کسی بھی قرآنی آیت کی تفسیر کو سب سے پہلے تفسیر بالقرآن سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد اُس کی تفسیر کو تفسیر بالحدیث سے دیکھا جائے گا اور قرآن کی سو سے زیادہ آیات حضور ﷺ کی ختم نبوت پر واضح دلیل دے رہی ہیں کہ حضور کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اسی طرح دو سو دس (۲۱۰) کے قریب احادیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِس فرمان کو واضح کر رہی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ گویا اِن تمام آیات و احادیث کے معنی تواترِ امت اور اجماع و تعامل کے ساتھ ثابت ہیں۔ اب اس دینی حقیقت کا باقی دینی حقیقتوں کی طرح ثبوت کتنا یقینی اور بدیہی ہے کہ نہ ماننے والا ضروریاتِ دین کے منکرین میں شمار ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ تاویل کے ساتھ بھی انکار کرنے والے کے کفر پر اجماعِ امت ہے۔

خاتَم اور **خاتِم** دونوں عربی لفظ ہیں۔ ختم سے "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ"۔ کہ نہ باہر سے بات اندر جائے اور نہ ہی اندر سے بات باہر آسکے۔ پھر من الرحیق المختوم، ختامہ مسک شراب المختوم۔ یعنی سربمہر شراب۔

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي ۔میں ’’لا‘‘ نفی جنس کا ہے ۔جونکرہ پر داخل ہوا ہے ۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ میرے بعد یہ جنس ہی ختم ہے ۔جیسے لاالہ ۔کے نہیں کوئی معبود مگر اللہ ۔اگر کوئی کہے کہ اب یہ بروزی ہے، یہ ظلی معبود ہے تو یہ سب کچھ کفر میں چلا جائے گا۔کیونکہ لاجنس کی نفی کر رہی ہے ۔اسی طرح لانبی بعدی میں مطلق نبی کی نفی ہے ۔کہ آپ کے بعد کوئی نبی خواہ تشریعی ،خواہ غیر تشریعی ،یا جتنی خودساختہ قسمیں خواہ ظلی ،خواہ بروزی ،جتنی بھی مطلق نبی کی قسمیں ہیں، جب نبی ہی نہ رہا تو قسمیں کہاں رہ سکتی ہیں ۔اب یہاں وہ لوگ تاویلات اور تلبیس سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا:

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ ۔میں نبیوں کی مہر ہوں ۔یعنی میری مہر سے نبی بنیں گے ۔

اسمبلی کی حالیہ قرارداد:

قارئین کرام! یہی وہ باتیں جہاں عوام تو کیا، بعض دین کے دعویدار بھی دھوکا کھا جاتے ہیں ۔ابھی حال ہی میں اسمبلی کے اندر قرارداد پیش کی گئی کہ حضور ﷺ کے نام کے ساتھ خاتم النبیین لکھا جائے ۔اگرچہ یہ اُن کی عشق ومحبت کا اظہار ہے لیکن اُن کے علم میں شاید یہ بات نہیں کہ مرزائی بھی حضور کو خاتم النبیین مانتے ہیں ۔لیکن وہ اس کا ترجمہ یہی کرتے ہیں کہ حضور نبیوں کی مہر ہیں اور جس پر وہ مہر لگائیں وہ نبی بن جاتا ہے ۔

خاتم النبیین ،کے بعد لانبی بعدی خود تشریح ہے:

قارئین کرام! یہ لوگ اتنے بے وقوف ہیں کہ اگر حدیث کا یہ مطلب لیا جائے تو پھر خاتم النبیین کے بعد لانبی بعدی آنا فضول ہوگا۔کیونکہ جب اِس کا مطلب مہر لے لیا گیا کہ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور ﷺ نبیوں پر مہر لگانے والے ہیں اور جس پر سرکار مہر لگائیں، وہ نبی بن جائے گا تو پھر اِس فقرے ’’اور میرے بعد کوئی نبی نہیں!‘‘ کی کیا تُک بنتی ہے ۔اس طرح یہ لوگ حدیث شریف کے معانی بگاڑنے کے موجب ہوتے ہیں ۔

حرفِ عطف:

اسی طرح اگر آپ دیکھیں کہ جس طرح **لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ** میں کوئی

حرفِ عطف نہیں لایا گیا۔ یعنی ''نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں''۔ یہ نہیں کہا گیا کہ ''نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور محمد اللہ کے رسول ہیں''۔ کہ **لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ**۔ اسی طرح: أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ و لا نَبِيَّ بَعْدِی نہیں کہا۔ یہاں ''**و**'' بھی نہیں آئی۔ جو حروفِ عطف ہے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ جب دوسرا جملہ پہلے جملے کے درمیان عطف ہو تو **عطف غیریت اور فرق چاہتا ہے**۔ وہاں اتحاد اور وحدت نہیں رہتی۔ گویا یہاں پر یہ عطف نہ لا کر امت کو سمجھا دیا گیا کہ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔ مہر لگانے والا نہیں۔ اسی لیے ''**و**'' کا لفظ بھی استعمال نہ ہوا اور فوراً وضاحت کی گئی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اس طرح حضور نے فرمایا لا نبی بعدی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ''**لا**'' نافیہ عمومی جنس کے لیے ہوتا ہے اور عربی دان حضرات جانتے ہیں کہ **لا رسول بعدی** نہیں فرمایا۔ کیونکہ رسول صاحبِ شریعت ہوتا ہے۔ نبی صاحبِ شریعت نہیں ہوتا۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ نبی اور رسول میں فرق عموم اور مخصوص کا ہے۔ جب عام کی نفی کر دی جائے تو عام کی نفی مستلزم ہے خاص کی نفی کو۔ کیونکہ ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ جبکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے۔ اس واسطے **لا رسول بعدی** نہیں فرمایا **لا نبی بعدی** فرمایا۔ لا نبی فرما کر پوری جنس کی نفی کر دی کہ کسی نبی نے نہیں آنا اور اگر کوئی دجال اور کذاب، کبھی ظلی، کبھی بروزی، کبھی تشریعی، کبھی غیر تشریعی کر کے ختم نبوت کے محل پہ ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرے تو حضور کے غلاموں کا یہ فرض ہے کہ ختم نبوت کے محل کے دفاع کے لیے سینہ سپر ہو جائیں اور دفاع کریں۔

قارئین کرام! ان تاویلات کو سمجھنا بہت اہم ہے کہ ہماری نوجوان نسل مرزائیوں کی تاویلات اور ان کی باتیں سن سن کر ان کی طرف مائل ہو رہی ہیں۔

(۲) خاتم المہاجرین سے تاویل:

قارئین کرام! مرزالعین کی تمام مرزائی ذریت اُس کو سچا ثابت کرنے کے لیے مسلمانوں کے اندر مختلف اشکال پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ مثلاً ایک جگہ وہ لکھتے ہیں کہ:

خاتم النبیین کا اطلاق ایسے ہے جیسے کوئی کسی کو خاتم المحدثین یا خاتم المفسرین لکھ دے۔ یعنی یہ شخص ایسا محدث اور مفسر ہے کہ اب ایسا کوئی نہیں آئے گا۔ اسی طرح حضور نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا: اِطْمَئِنَّ يَا عَمِّ، فَإِنَّكَ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِيْنَ، كَمَا أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ فِي النُّبُوَّةِ۔ کہ اے چچا آپ مطمئن رہیں کہ آپ ہجرت کے حوالے سے خاتم المہاجرین ہیں۔ جیسا کہ میں نبوت کے بارے میں خاتم النبیین ہوں۔

مرزائی یہ کہہ کر تاویل کرتے ہیں کہ ہجرت تو قیامت تک ہوگی، لہٰذا اس خاتم النبیین کے بعد نبی بھی آتے رہیں گے۔

قارئین کرام! خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں کسی کی افضیلت ثابت کرنی ہوتی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ افضیلت تب ہی ثابت ہوتی ہے کہ جب کمال اور افضیلت کا انتہائی اور آخری درجہ ثابت کیا جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث کا مطلب بھی بمعنی آخر ہی ہے۔ اور وجہ اِس کی یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت فرض تھی۔ مکہ فتح ہونے کے بعد ہجرت فرض نہ رہی اور بخاری شریف میں ہے:

لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ۔ کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں۔

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے پہلے ہی ہجرت فرمائی تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو صدمہ اور غم تھا کہ میں ہجرت میں سابقین اور اولین میں سے نہ ہوا۔ اور سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں کو جو فضیلتیں نصیب ہوئیں، وہ حاصل نہ کرسکا۔ تو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چچا جان کو تسلی دی کہ اگرچہ آپ ہجرت میں سابقین واولین کی فضیلت نہ حاصل کر سکے لیکن آپ کو خاتمیت سے فضیلت تو مل گئی۔ جس طرح میں خاتم النبیین ہوں، اِسی طرح آپ خاتم المہاجرین ہیں۔

(۳) خاتم المساجد سے تاویل:

مرزائیت کا مذہب عمومی طور پر تاویلات پر قائم ہے۔ مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک

حدیث شریف ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان:

مَسْجِدِی آخِرُ الْمَسَاجِدِ ۔**میری مسجد آخری مسجد ہے ۔(صحیح مسلم: جز، ۴، رقم: ۲۴۷۱، دار الجیل بیروت)**

میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری مسجد کے بعد کوئی مسجد نہیں۔ اب مرزائی ذریت اپنے قادیانی نبی کی سچائی کی یہ دلیل دیتے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کے ایمانوں پر ڈاکہ مارتے ہیں کہ حضور کی مسجدوں کے بعد مسجدیں تو روزانہ بن رہی ہیں۔ جب آخری مسجد بننے کے بعد مسجد بننے سے اُس کی آخری مسجد بننے پر فرق نہیں آتا تو حضور کے بعد کوئی نبی آجائے تو حضور کے آخری نبی ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔

قارئین کرام! ہم صرف اتنا بتانا چاہتے ہیں کہ بے شک یہ حدیث صحیح ہے لیکن قرآن وحدیث سمجھنے کے لیے ابوجہل کا ذہن نہیں چاہیے بلکہ صدیق اکبرؓ کا ذہن چاہیے۔ جنابِ سیدنا صدیق اکبرؓ کی فراست کے فیوض و برکات سے علمائے کرام لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ:

میں آخری نبی ﷺ ہوں، یہ میری مسجد آخری مسجد ہے۔

کیا معنی؟ کہ نبی کی بنائی ہوئی یہ آخری مسجد ہے۔ اب قیامت تک لوگ مسجدیں بناتے رہیں، وہ مسجد تو ہو سکتی ہے، **نبی والی مسجد نہیں** ہو سکتی۔ اسی واسطے جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو حضور ﷺ کے جنازے کے قریب کھڑے ہو کر جناب سیدنا صدیق اکبرؓ نے جو خطبہ دیا، فرمایا: تم النبوہ۔ **نبوت تمام ہوگئی**۔ انقطعۃ الوحی۔ وحی منقطع ہوگئی۔ یعنی اب قیامت تک نہ نبی آئے گا، نہ وحی آئے گی۔

(۴) لفظ "لو" سے غلط تاویل:

عموماً مرزائی اس حدیث کے جو ترمذی شریف، ص ۲۰۹، ج ۲، ابوب المناقب میں درج ہے:

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ-صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ کَانَ بَعْدِی نَبِیٌّ لَکَانَ

عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ۔ **یعنی حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو جنابِ عمرؓ ہوتے۔**

مرزائی کہتا ہے کہ اس لفظ "**اگر**" کا مطلب یہ ہے کہ حضور کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے۔ حالانکہ "**لو**" عربی میں محلات پر آتا ہے اور امورِ ممکنہ پر "**ان**" اور "**اذا**" آتا ہے۔ اس لیے کہ یہ حدیث کہ لَوْ كَانَ بَعْدِی نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرَ کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ ہوتے۔ تو "لو" کا مطلب ہے کہ یہ چیز ناممکن ہے۔

جیسے قرآن پاک میں آتا ہے: سورہ الانبیاء، آیت ۲۲، پارہ ۱۷:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

یعنی اگر زمین اور آسمان کا معبود اللہ کے بغیر اور کوئی خدا ہوتے تو یہ دونوں برباد ہوجاتے۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ کسی اور معبود کی گنجائش ہے بلکہ جہاں لو آتا ہے، وہاں اس کا مطلب آنے یا ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

(۵) اطاعت رسول ﷺ سے نبی بن جانے کی تاویل:

مرزائی عموماً اپنی ملت کو یہ دلیل دیتے ہیں کہ قرآن پاک کے اندر اللہ فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء، آیت ۶۹)

اس آیت کا صاف اور صریح مطلب یہی ہے کہ **جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے، وہ آخرت میں اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا۔ جو انبیاء، شہداء اور صالحین ہیں اور ان کی رفاقت بہت اچھی ہے۔**

"**مع**" عربی لغت میں ساتھ ہونے کو کہتے ہیں۔ حسن اولئك رفیقا۔ میں رفاقت کے مفہوم نے

اور زیادہ وضاحت کر دی۔ لیکن مرزا کے متبعین کہتے ہیں کہ مع کا مطلب بنتا ہے۔ **اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے لوگ نبی بن جاتے ہیں**۔ وہ کہتے ہیں کہ جب اطاعتِ الٰہی و رسول سے صدیق، شہید اور صالح بن سکتے ہیں تو نبی کیوں نہیں بن سکتے؟ علمائے کرام اِس کا جواب اِسی طریقے سے دیتے ہیں کہ ان اللہ مع الصابرین۔ بے شک اللہ عزوجل صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اگر ''**مع**'' کا یہی مطلب لیا جائے۔

☆ تو **اوّل** پھر آپ یہ بھی دعویٰ کریں کہ صبر کرنے والے خدا بن جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا کہنا باطل ہے اور کفر ہے۔

☆ **دوسرا** اگر اللہ کی اطاعت سے لوگ نبی بن جاتے تو چودہ سو سال کے عرصہ میں اللہ اور رسول کا اطاعت گزار کوئی نہ تھا؟ کیا سبب ہے کہ اِس عرصہ میں صدیق، شہید اور صالحین تو آتے رہے، نبی کوئی نہ آیا۔

☆ **تیسرا** اگر اطاعتِ رسول سے نبوت ملتی تو ان سب لوگوں کو نبی ہونا چاہیے تھا۔ جو اطاعت میں سب سے کامل تھے۔ جنھوں نے رسول کی نگاہ سے تربیت پائی۔ جن کے اعمال کی قبولیت کی سند خود قرآن دے رہا ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوعنہ۔ اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ جب ایسے کامل حضرات اطاعت سے نبی نہ بن سکے تو وہ شخص کیسے نبی بن سکتا ہے جس کے نہ ایمان کی ضمانت نہ اعمال کی گارنٹی۔

(۲) قرآن کی آیت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نامِ نامی بروزی طور پر اپنے اوپر چسپاں کرنا:

مرزا غلام احمد قادیانی ملعون ''ایک غلطی کا ازالہ'' کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا۔ جو آج بھی ہر قادیانی کے پاس موجود ہوتا ہے۔ اُس کے صفحہ ۴ پر لکھتا ہے کہ آیت:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (سورہ فتح، آیت ۲۹) اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا اور رسول بھی۔"

صفحہ نمبر ۵ پر لکھتا ہے کہ:

"غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے۔ نہ میرے نفس کی رو سے۔ اور یہ نام بحیثیت فنا فی الرسول مجھے ملا ہے۔ لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔"

اسی کتابچے کے آخری صفحہ ۱۶ پر لکھتا ہے کہ:

"اِسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں ہے بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔ اس لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)"

اِن آیاتِ قرآنی کا غلط ترجمہ اور کلمۂ طیبہ کا غلط مصداق کیا اسلامی تعلیمات کا مذاق نہیں ہے؟ اسی طرح مرزا نے اپنی ذات کے حوالے سے کئی بے سر و پا اور گستاخانہ توہین آمیز باتیں کی ہیں۔ الفضل قادیان ۱۸ر فروری کے اندر لکھتا ہے:

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ ، کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
منم مسیح الزماں ، منم کلیمِ خدا
منم محمد اور احمد کہ مجتبیٰ باشد

یعنی میں ہی زمانے کا مسیح ہوں۔ کلیم خدا ہوں اور محمد اور احمد ہوں۔

(۷) نبوت جاری رہنی چاہیے، کی تاویل:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبوت کا ختم ہونا کوئی اچھی بات نہیں کیونکہ نبوت ایک نعمت ہے جسے جاری رہنا چاہیے۔ اس طرح کے بہانوں سے مرزا قادیانی کے لیے نبوت کا جواز پیدا کر کے عام امت کے لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم کہتے ہیں، ہمارا یہ ایمان ہے کہ حضور ﷺ کے بعد نئے نبی آنے ختم ہوئے لیکن حضور ﷺ کی نبوت کا فیضان قیامت تک جاری رہے گا۔ ختم نبوت کے معنی تکمیل نبوت کے ہیں۔ کسی عاشق رسول نے بڑے پیارے انداز میں یہ بات لکھی:

”کہ ختم نبوت کے حقیقی معنی تکمیل نبوت کے ہیں کہ نبوت اپنی انتہا کو پہنچ کر حدِ کمال کو پہنچ گئی ہے۔ اگر کوئی درجہ نبوت کا ایسا باقی نہیں رہا کہ بعد میں کوئی نبی لایا جائے اور اس درجہ کو پورا کیا جائے۔ ایک ہی ذاتِ اقدس نے ساری نبوت کو حدِ کمال تک پہنچا دیا کہ نبوت کامل ہوگئی۔ ختم نبوت کے معنی تکمیل نبوت کے ہیں۔ قطعِ نبوت کے نہیں۔ گویا کہ ایک ہی نبوت قیامت تک کام دے گی۔ کسی اور کے آنے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ نبوت کے جتنے کمالات تھے، وہ سب ایک ہی ذاتِ بابرکات میں جمع کر دیے گئے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے آسمان پر رات کے وقت ستارے چمکتے ہیں۔ ایک نکلا، دوسرا، تیسرا، پھر لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ستارے جگمگاتے ہیں۔ آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور روشنی بھی پوری ہوتی ہے لیکن رات رات ہی رہتی ہے، دن نہیں ہوتا۔ کروڑوں ستارے جمع ہیں مگر رات ہی ہے۔ روشنی کتنی بھی ہو جائے، لیکن جونہی آفتاب کے نکلنے کا وقت آتا ہے تو ایک ایک کر کے ستارہ غائب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب آفتاب نکل آتا ہے تو کوئی بھی ستارہ نظر نہیں پڑتا۔ چاند بھی نظر نہیں پڑتا تو یہ مطلب نہیں کہ ستارے دنیا سے غائب ہو گئے بلکہ ان کا نور مدغم ہو گیا آفتاب کے نور میں۔ اب اس کے نور کے بعد سب کے نور دھیمے پڑ گئے اور وہ آفتاب کے نور میں جذب ہو گئے۔ اب آفتاب کا نور ہی کافی ہے، کسی اور ستارے کی ضرورت نہیں۔ اور نکلے گا تو اس کا چمکنا نظر ہی نہیں

آئے گا۔آفتاب کے نور میں مغلوب ہو جائے گا۔تو یوں نہیں کہیں گے کہ آفتاب نے نکلنے کے بعد دنیا میں ظلمت پیدا کر دی ،نور کو ختم کر دیا بلکہ یوں کہا جائے گا کہ نور کو اتنا مکمل کر دیا کہ اب چھوٹے موٹے ستاروں کی ضرورت نہیں ۔آفتاب کافی ہے۔غروب تک پورا دن اسی کی روشنی میں چلے گا۔اسی طرح اورانبیاء بمنزلہ ستاروں کے ہیں ۔تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ آفتاب کے ہیں ۔اب جب آفتاب طلوع ہو گیا اور ستارے غائب ہو گئے تو یہ مطلب نہیں کہ نبوت ختم ہو گئی بلکہ اتنی مکمل ہو گئی کہ اب قیامت تک کسی نبوت کی ضرورت نہیں ۔ گویا نبوت کی فہرست تھی ،جس پر مہر لگ گئی ۔جس پر مہر حضور نے آ کر لگا دی ،اب کوئی نبی زائد ہو گا نہ کم ہو گا۔ یہ ممکن ہے کہ بیچ میں سے کسی نبی کو بعد میں لے آیا جائے جیسے حضرت عیسی علیہ السلام بعد میں نازل ہوں گے لیکن وہ بھی اسی فہرست میں داخل ہوں گے اور ان کی حیثیت متبع کی ہو گی ۔ یہ نہیں کہ کوئی جدید نبی داخل ہو۔ پچھلے نبی کو اللہ تعالیٰ لانا چاہیں گے تو لائیں گے۔حضور نے فہرست مکمل کر دی کہ اب نہ کوئی نبی زائد ہو سکتا ہے نہ کم ہو سکتا ہے۔"

نبی کے چار فرائض:

قارئین کرام! نبی علیہ الصلوٰہ والسلام کی نبوت کے چار فرائض قرآن پاک نے متعدد جگہ بیان کیے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ **(الجمعہ،آیت ۲)**

کہ وہ ان پر آیتیں تلاوت کرتے ہیں، ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ ظاہری میں ان چاروں فرائضِ منصبی کو پوری طرح ادا فرمایا۔آپ کے بعد یہ منصب امت میں بانٹ دیے گئے۔

☆ تلاوتِ آیات کا منصب، حفاظ وقراء کو سونپا گیا۔

☆ یزکیھم کا فریضہ اولیاء وصوفیاء نے ادا کیا۔

☆ تعلیم کتاب کی ذمہ داری علماء نے نبھائی۔

☆ تعلیم حکمت کی ڈیوٹی مجددین اور حکماء نے سرانجام دی۔

یہ چاروں گروہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء ہیں۔ ایک ہی دریا سے نکلنے والی چار نہریں ہیں۔ جو پورے جہاں کو سیراب کر رہی ہیں۔ ان کے سروں پر میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت کا ہاتھ ہے۔ اُن پر اُدھر سے کرم ہوتا ہے اور یہ اِدھر کرم کرتے رہتے ہیں۔ جو فیضانِ نبوت اِس قدر زندہ و تابندہ ہے تو کسی اور نبی کی کیا ضرورت ہے؟ مرزائیوں کا یہ کہنا کہ نبوت نعمت ہے۔ اس کو ختم نہیں ہونا چاہیے۔ اب جب اللہ نے نعمت مکمل فرمادی تو اب اس میں اضافہ ایسے ہوگا جیسے بارش ضرورت سے زیادہ برسے تو سیلاب بن جاتی ہے۔ اگر ایک ہاتھ میں پانچ پانچ انگلیوں کے بجائے چھ چھ آٹھ آٹھ ہوجائیں تو آپریشن ہی کرانا پڑتا ہے۔ اسی طرح جب نبوت مکمل ہوگئی تو پھر اِس کو جاری کرنے والے جھوٹے کا بھی آپریشن کرنا ہی پڑتا ہے۔

(۸) صوفیاء کی عبارت کہ "فیضانِ نبوت ختم نہیں ہوا" سے تاویل:

عموماً مرزائی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارات سے غیر تشریعی نبی ہونے کے دعویٰ کو ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ جن **صوفیائے کرام کو مرزا ملعون نے ملحد اور زندیق قرار دیا،** اُن ہی کے اقوال کو مرزا کی نبوت کے لیے دلیل پیش کرنا انتہائی بے شرمی کا مقام ہے۔ مرزا نے اپنی کتاب میں ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ **کو وحدت الوجود کا حامی بتایا اور وحدت الوجود کے قائلین کو ملحد اور زندیق کہا۔**

قارئین کرام! صوفیائے کرام کی جماعت وہ مقدس گروہ ہے جو تزکیۂ باطن اور صفائی قلب کے لیے ریاضت میں مشغول رہتے ہیں۔ انھوں نے اِس بات کا جواب کہ جب نبوت حضور پر ختم ہوگئی اور نبوت کا دروازہ بند ہوگیا تو شاید وہ تمام فیوض و برکات بھی بند ہوگئے جو نبوت سے وابستہ تھے۔ صوفیائے

کرام کا ریاضت ومجاہدات کرنا صفائی باطن اور تزکیۂ نفس کر کے مقامِ نبوت کے فیوض و برکات اور آفتابِ رسالت کے انوار سے مستفید اور روشن ہونے پر بھی اعتراض وارد کیا جاتا۔صوفیائے کرام کا یہ فرض تھا کہ وہ واضح کریں کہ ختم نبوت کے یہ معنیٰ نہیں کہ مقامِ نبوت اِس طرح ختم ہو گیا کہ اب کسی کو نبوت کا فیضان اس دروازے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ وسوسۂ شیطانی ہے اور فیضانِ نبوت جاری وساری ہے۔

ختم نبوت کے معنیٰ صرف یہ ہیں کہ کسی کو امر و نہی کے ساتھ مخاطب نہیں کیا جائے گا۔یعنی کوئی ایسے احکامات اور منع کرنے والی چیزوں کا حکم نہیں دیا جائے گا اور شریعت نہیں دی جائے گی۔کیونکہ امر و نہی کے ساتھ مخاطب کرنا ہی تشریعی ہے اور نبوت شریعت ہے اور شریعت نبوت ہے۔اللہ کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ۔ ہر نبی خوشی کی خبریں دینے اور عذاب سے ڈرانے پر مامور ہوتا ہے۔تاکہ جو لوگ احکامات پر عمل کریں، وہ خوش ہوں اور جو نبی کے احکامات سے منہ موڑیں انھیں ڈرایا جائے۔ یہ شریعت ہے۔حضور کے بعد نبی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ نبوت کے فیوض و برکات ختم ہو گئے۔اور نہ یہ مطلب ہے کہ فیضانِ نبوت سے کوئی نبی بن سکتا ہے۔

کیا بارگاہِ خدا سے ہر قسم کے فیوض و برکات بندوں کو حاصل نہیں ہو رہے؟ اب اگر فیضانِ الوہیت سے کوئی کہے کہ بندہ بھی الٰہ بن سکتا ہے تو یہ کتنی بڑی گمراہی کی بات ہے۔صوفیائے کرام نے اپنی عبارات میں واضح طور پر بتایا ہے کہ: **فیضانِ نبوت سے ہماری مراد یہ نہیں کہ نبوت اور شریعت جاری ہے بلکہ امر و نہی کا دروازہ قطعاً بند ہو چکا ہے۔یعنی اب کوئی کسی چیز کو کہے کہ اللہ نے مجھے اِس بات کا حکم دیا یا نہی کرنے کا حکم دیا تو ایسا شخص مدعی نبوت وشریعت ہے۔اور اگر وہ احکامِ شرع کا مکلف ہے یعنی وہ پاگل نہیں اور بالغ ہے تو ایسے شخص کی گردن ماردی جائے گی۔(ملاحظہ فرمائیں الیواقیت والجواہر، جلد دوم، ص ۳۴۔)**

فان قال ان اللہ امرنی بفعل المباح قلنا لہٗ لایغلون یرجع ذالك المباح واجبانی حقك اومندوباً وذالك عین نسخ الشرع الذی انت علیہ حیث سیرت بالوحی الذی

زعمته المباح الذی قد۔

شیخ اکبر محی الدین رحمہ اللہ "فتوحاتِ مکیہ" کی اکیسویں فصل میں فرماتے ہیں کہ:

جو شخص اس بات کا دعویٰ کہ اللہ کریم نے اُسے کوئی حکم فرمایا تو یہ ہرگز صحیح نہیں۔ یہ تلبیس ابلیس ہے۔ یہ حکم کلام کی قسم سے ہے اور یہ دروازہ لوگوں پر بند ہے۔

(۹) استخارہ کی دعوت: گمراہ کرنے کا انوکھا ہتھکنڈہ:

مرزا قادیانی ملعون اور اُس کے حواری مسلمانوں کی دولتِ ایمانی کو لوٹنے کے لیے ایک عجیب سی دعوت دیتے ہیں کہ آپ چالیس دن استخارہ کریں۔ حالانکہ ایسی بے وقوفی اور حماقت والی بات پر استخارہ کرنا یہ اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ اب اگر کوئی آدمی کہے کہ اللہ دو ہیں، تم استخارہ کر کے دیکھو۔ تو ایسا استخارہ کرنے سے بھی آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس واسطے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی کسی مدعی نبوت سے نبوت کی دلیل مانگے گا تو بھی اسلام سے خارج ہے۔ چہ جائیکہ ہم بیٹھ کر استخارہ کریں۔ اسی طریقہ سے دعا بھی اُسی چیز کی مانگی جاتی ہے جو جائز ہو۔ استخارہ کرنے سے بعض دفعہ شیطان اُس کو گمراہ کرسکتا ہے۔ کیا اُمت کے سامنے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت واضح نہیں؟ کہ جس وقت اُن کے سامنے دعویٔ نبوت کیا گیا تو کیا کسی صحابی نے اُس سے دلائل پوچھے یا استخارہ کیا؟ نہیں بلکہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی تلوار کو بے نیام کیا کہ یہ جھوٹا نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ جب تک اِس کا سر قلم کر کے میرے سامنے پیش نہیں کیا جاتا، میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔

(۱۰) ظلی، بروزی اور دیگر اصطلاحات کے ساتھ تاویلات:

ا۔ غیر تشریعی نبی:

مرزا غلام احمد لعین نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے کہیں غیر تشریع نبی کا لفظ استعمال کیا۔

یعنی وہ نبی جو کوئی نئی شریعت نہیں لاتا بلکہ پہلے نبی کی شریعت پر ہی عمل کرتا ہے۔تشریعی کا مطلب ہوتا ہے جو نبی شریعت کے ساتھ آئے۔ دین میں کسی غیر تشریعی نبی کا تصور نہیں ہے۔کیونکہ تشریع سے مراد اوامر ونواہی ہیں۔یعنی جسے اللہ وحی کرے،کسی کام کے کرنے کا یا کسی کام کے منع ہونے کا۔اس طرح یہ بھی ایک غیر اسلامی اصطلاح نکال کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی۔

۲۔ظلی و بروزی نبی:

اِسی طرح کہیں اُس نے ظلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔کہ گویا مجھے نبی علیہ السلام کے سائے کے نیچے نبوت ملی ہے۔اِسی طرح کہیں بروزی نبی۔حالانکہ ایسے کوئی الفاظ نہ حدیث شریف میں ہیں۔اور نہ کسی محدث اور مفکر نے ایسی بات کی ہے۔یہ محض مرزا لعین کی اپنی ذہنی اختراع ہے۔اب اپنے آپ کو ظلی نبی ثابت کرنے کے لیے اِسی کتاب ضمیمہ حقیقت الوحی کے ص نمبر ۶۴ پر ہی لکھتا ہے:

”النبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان ولا شریعۃ المحمدیہ انی سمیت نبیناً وذالك امر ظلی۔“

اب مرزا لعین کا دجل وفریب ملاحظہ فرمائیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت منقطع ہو چکی اور اِس قرآن کے بعد اب کوئی کتاب نہیں اور حضور کی شریعت کے بعد کوئی شریعت نہیں۔ اور مجھے جو خدا نے نبی کہا ہے،وہ صرف ظلی طور پر ہے۔اِس سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹتی۔

قارئین کرام! دنیا میں آپ نے منڈیوں،بازاروں میں دھوکہ بازوں اور فراڈیوں کو دیکھا ہوگا۔لیکن یہ ایسا دین کا ڈاکو ہے،جس نے کئی لوگوں کی دولتِ ایمان کو لوٹ لیا ہے۔چونکہ ختم النبوت کا مسئلہ قرآن و حدیث اور اجماعِ امت سے ثابت ہے،اس لیے اِس نے نصوصِ قطعیہ کی بظاہراً مخالفت سے بچنے کے لیے یہ راہ نکالی۔اور ایسی اصطلاح ایجاد کی کہ جس کا نہ کتاب وسنت،نہ اقوالِ صحابہ اور علمائے امت میں کوئی نشان ہی نہیں ملتا۔آپ خود سوچ لیں کہ اگر کسی عورت کا خاوند موجود ہو اور دوسرا آدمی کہے کہ میں تیرا بروزی خاوند ہوں،یا میں تیرا ظلی خاوند ہوں تو وہ عورت اُسے جوتے مارے گی۔لیکن یہ امت کے وہ کتنے نادان لوگ ہیں جو اپنے اُس نبی کے ہوتے ہوئے جس کی غلامی

کا دم تمام انبیاء بھرتے ہوں، اُس کی موجودگی میں مرزے کو بھی اپنا نبی مان لیں۔

قارئین کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ قادیانی ذریت اپنے مرزا کے لیے ظلی اور بروزی نبوت کی جو اصطلاحات استعمال کرتی ہے اور اس سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس سے مراد نبوت کا ایک سایہ ہے، جس سے عقیدۂ ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حالانکہ ظلی اور بروزی نبوت کا عقیدہ مستقل اور ذاتی نبوت سے بھی زیادہ سخت خطرناک اور کافرانہ ہے۔

ظل اور بروز کا تصور ہندوانہ ہے:

قارئین! تقابل ادیان کا ایک معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ ظل اور بروز کا تصور خالصتاً ہندوانہ ہے۔ اسلام میں اِس کا کوئی بھی تصور نہیں ہے۔ مرزا نے ظلی، بروزی کا جو تصور خود بیان کیا، اس کی رو سے ایسا نبی پچھلے تمام انبیاء سے زیادہ افضل اور بلند مرتبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا بروز، آپ ﷺ کا نعوذ باللہ دوسرا جنم یا دوسرا روپ ہے۔ اس طرح مرزا نے متعدد مرتبہ اپنے آپ کو سرکارِ مدینہ ﷺ کی ذات قرار دیا اور اس کی مثال صرف ایک حوالے سے آشکارا ہو جائے گی۔ حاشیہ حقیقۃ الوحی، ص ۷۲۔ اسی طرح روحانی خزائن، جلد ۲۲، ص ۷۴۔ میں مرزا لکھتا ہے کہ:

وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا مظہر اتم ہے۔ یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہے

مرزا قادیانی کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' ص ۱۰۔ مندرجہ روحانی خزائن، ۱۸: ۲۱۲۔ میں لکھتا ہے:

''میں بار بار بتا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت: وآخرین منھم لما یلحقوبھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ اور اس طرح آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔''

مقامِ فکر:

قارئین کرام! درج بالا عمومی ہتھکنڈوں اور اس کے تجزیے کو دیکھ آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ

مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو نبی بنانے کے لیے کتنے ہاتھ پاؤں مارے۔ دراصل وہ خود ذہنی مریض تھا۔ جس کا اقرار اس نے خود اپنی کتابوں میں کیا۔ اور ہسٹیریا کے علاوہ مراق جسے انگریزی میں (Hypochondrioses) کہتے ہیں اور یہ مالیخولیا کی ایک قسم ہے۔ جس میں مرزا مبتلا تھا۔ اس کی تفصیل ہم نے جھوٹے اور سچے نبی کی پہچان میں لکھ دی ہے۔

قارئین کرام! یہ تو دیگ کے چند چاول ہیں جس سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا۔ آپ مرزا کے بیانات میں بہت زیادہ تضادات پائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے ماننے والے خود فیصلہ نہیں کرسکتے کہ مرزا کیا ہے۔ کوئی اس کو مجدد مانتا ہے، کوئی نبی اور کوئی کیا۔ گویا یہ ایک چیستاں ہے۔ اگلے باب میں آپ اس کی جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں گے۔

باب نمبر ۸

مرزا کی تضاد بیانیاں اور مرزائیوں کے فرقے

قارئین کرام! دنیا میں بے شمار گمراہ فرقے پیدا ہوئے اور آئے دن ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے لیکن مرزائی فرقہ ایک عجب ملغوبہ ہے۔ بلکہ عجیب چیستان ہے جس کے دعوے اور عقیدے کا خود مرزائیوں کو بھی پتہ نہیں لگ سکتا۔ مرزا نے ایسے ایسے دعوے کیے کہ خود اُس کی امت بھی شک وشکوک میں مبتلا ہوگئی کہ:

☆ وہ اپنے مرزا کو گرو کہیں

☆ یا مصنف کہیں

☆ مجدد کہیں

☆ یا محدث کہیں

☆ مسیح موعود کہیں

☆ یا مثیل مسیح

☆ مستقل نبی کہیں

☆ یا غیر مستقل نبی

☆ لغوی نبی کہیں

☆ یا مجازی نبی کہیں

☆ صاحب شریعت نبی کہیں

☆ یا غیر تشریعی نبی کہیں

☆ ظلی نبی کہیں یا بروزی نبی

☆ جزوی نبی کہیں یا مکمل

☆ یا مہدی کہیں

مرزا نے جو کچھ اپنے بارے میں لکھا، آپ یہ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ مرزا انسان ہے یا پتھر۔ مرد ہے یا عورت۔ مسلمان ہے یا ہندو۔ نبی ہے ولی۔ فرشتہ ہے یا دیو۔ یوں تو اس کی کتب کے اور دعاوی کے اندر بے شمار تضادات ہیں۔ یہاں تلک عشرۃ کاملہ سے نسبت دیتے ہوئے اُس کے دس تضادات کا ذکر کرتے ہیں تا کہ اس ملعون کی حقیقت واضح ہو سکے۔

ا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی کے دعویٰ کرنے والے پر لعنت بھیج کر خود نبی کا دعویٰ کر بیٹھنا:

انجامِ آتھم، ص ۲۷۔ میں مرزا کہتا ہے:

"کہ میں علی رؤس الشہاد، گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی پرانا، نہ کوئی نیا۔"

پھر لکھتا ہے:

"ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبیاً ورسولاً علی وجه الحقیقة فهو کافراً کذاباً۔ **کہ جس نے ہمارے رسول کے بعد یہ کہا کہ میں حقیقی طور پر نبی یا رسول ہوں تو وہ کافر اور کذاب ہے۔**

اسی طرح کتابِ مذکور، ص ۲۶، ۲۷۔ کے اندر لکھتا ہے کہ:

میں مسلمان ہوں۔ قرآن پاک کو مانتا ہوں۔

کیا ایسا بد بخت، مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی یا رسول ہوں؟

اسی طرح ضمیمۂ حقیقت، حقیقۃ الوحی، ص ۶۴۔ کے اندر لکھتا ہے:

وانا رسولنا خاتم النبیین وعلیه انقطعت سلسلة المرسلین فلیس حتیٰ احدان یدعی النبوة بعد رسولنا المصطفیٰ علی طریقه مستقله۔

اب پہلے اُس نے خاتم النبیین پر ایمان کا اظہار کیا اور نبی بننے والوں پر لعنت کی۔ اب یہاں اِس نے

غیر مستقل نبی کی ایک اصطلاح جنم دینے کے لیے کہا کہ:

''ہمارے رسول ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ پر نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ پس اب کسی کو یہ حق نہیں کہ اِن کے بعد مستقل طور پر نبوت کا دعویٰ کرے''۔

مرزا نبوت کا دعویٰ کرنے والے پر خود لعنت بھیجتا ہے اور پھر خود ہی دعویٰ کرتا ہے۔ ذیل میں اس کی وہ عبارات ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں اُس نے اپنے آپ کو نبی اور رسول کہا۔ اسی حقیقۃ النبوہ سے نقل کر رہے ہیں۔ تا کہ آپ کو مزید کتابوں کی طرف دیکھنے کی زحمت نہ اُٹھانی پڑے۔

۱۔ ''میں اُس خدا کی قسم اُٹھا کر کہتا ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اُس نے مجھے بھیجا ہے۔ اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص ۶۸)

۲۔ ''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔'' (مرزا صاحب کا آخری خط، مندرجہ اخبارِ عام، ص ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

۳۔ ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں۔'' (بدھ ۵، مارچ ۱۹۰۸ء)

۴۔ ''اس میں کیا شک ہے کہ میری پیشن گوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور دوسری آفات کا سلسلہ شروع ہو جانا میری سچائی کے لیے نشانی ہے۔ یاد رہے کہ خدا کے رسول کی خواہ کسی حصۂ زمین میں تکذیب ہو مگر اس کی تکذیب کے وقت دوسرے مجرم بھی پکڑے جاتے ہیں۔'' (حقیقۃ الوحی، ص ۱۶۱)

۵۔ ''کانگڑا اور بھاگسو کے پہاڑ کے صدہا آدمی زلزلہ سے ہلاک ہو گئے ان کا کیا قصور تھا۔ انھوں نے کون سی تکذیب کی تھی۔ سو یاد رہے کہ جب خدا کے کسی مرسل کی تکذیب کی جاتی ہے۔ خواہ وہ تکذیب کوئی خاص قوم کرے یا کسی خاص حصۂ زمین میں ہو مگر خدا تعالیٰ کی غیرت عام عذاب نازل کرتی ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۱۶۲)

۶۔ ''پس خدا نے اپنی سنت کے موافق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا اور جب وہ نبی مبعوث ہو گیا۔۔ تب وہ وقت آیا کہ ان کو ان کے جرائم کی سزا دی جائے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص ۵۲)

۷۔ سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے غافلو! تلاش کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو۔" (تجلیاتِ الٰہیہ، ص ۸، ۹)

۸۔ "خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے۔" (دافع البلاء، ص ۸)

۹۔ "خدا تعالیٰ۔۔۔قادیان کو اس طاعون کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔" (دافع البلاء، ص ۱۰)

۱۰۔ "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔" (دافع البلاء، ص ۱۱)، (حقیقۃ النبوۃ، مرزا محمود، ص ۲۱، ۱۳، ۱۴)

تلک عشرۃ کاملۃ

ان کے عقائد جاننے کے لیے مرزائیوں کی مشہور کتاب "الفضل"، جلد نمبر ۳، صفحہ ۴۔ میں ان کے عقائد ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا قادیانی ملعون سے مسیلمہ کذاب، طلیحہ اسعدی، اسود عنسی زیادہ سمجھ دار تھا کہ انھوں نے کبھی اپنے اوپر لعنت نہیں کی۔ اور یہ ایسا ملعون ہے کہ خود اپنے اوپر لعنت بھی کرتا ہے اور پھر بھی اِس کے پیروکار اِس کی نبوت کے بارے میں دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

یہ غلام احمد ملعون نے خود لکھا ہے کہ: **نبی پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا لعنتی ہے۔**

۱۸۷۸ء سے ہی اُس نے اُلٹی سیدھی باتیں شروع کر دی تھیں اور علماء کو احساس ہو گیا تھا کہ یہ شخص اسلام کی عمارت میں نقب لگانا چاہتا ہے۔ پھر اِس نے جواب میں لکھا کہ لوگ میرے بارے میں شک وشبہ کے اظہار کرتے ہیں کہ میں نبوت کا دعویٰ کرنا چاہتا ہوں۔ نبی کے بعد دعویٰ کرنے والا تو لعنتی ہوتا ہے اور پھر اِسی لعنتی نے ۱۸۹۱ء میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ گویا یہ **خود اپنی زبان سے لعنتی**

ثابت ہوا۔

۲۔مرزا کبھی کہتا ہے کہ میرا منکر کافر نہیں، کبھی کہتا ہے کافر ہے:

اب رسالہ ''معیار الاخیار'' صفحہ ۸ کے اندر مرزا کی بے شمار باتیں ہیں۔صرف ایک بات کو سمجھنا عقل مند کے لیے کافی ہے کہ مرزا کہتا ہے کہ:

اللہ نے فرمایا کہ جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور بیعت میں داخل نہ ہوگا، وہ خدا اور رسول کا انکار کرنے والا اور جہنمی ہے۔

تو دوسری جگہ کہتا ہے کہ:

خدا تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لیے اِس (میری وحی) کو مدارِ نجات ٹھہرایا۔''

اب مرزا اتنا جھوٹا ہے کہ دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔کہ جھوٹے کو اپنی بات یاد نہیں رہتی۔اب تریاق القلوب ،حاشیہ صفحہ نمبر ۲۲۵۔طبع دوم میں لکھتا ہے:

''اب اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکامِ جدیدہ لاتے ہیں۔لیکن صاحبِ شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث گزرے ہیں وہ کیسی ہی جناب میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں ،اور خلعتِ مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں، اِن کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔''

گویا مرزا کا کلام چوں چوں کا مربہ ہے۔

۳۔اسی طرح کبھی عیسیٰ، کبھی مہدی، حالانکہ یہ دو علیحدہ شخصیات ہیں:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی واضح احادیث کے مطابق حضرت امام مہدی علیحدہ شخصیت کا نام ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہوں گے۔جبکہ جنابِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جنھیں آسمانوں پر زندہ اُٹھالیا گیا تھا، دوبارہ حضور ﷺ کا امتی بنا کر بھیجا جائے گا۔گویا یہ دونوں علیحدہ علیحدہ شخصیات ہیں۔جبکہ مرزا نے اپنی کتاب میں اِن دونوں کو اکٹھا کر دیا۔

مرزا کی زندگی کے تین حصے کرکے اِن کے تضادات ملاحظہ فرمائیں:

۴۔زندگی کے پہلے کا حصے کا آخری سے تضاد: (پہلا حصہ)

اس میں مرزا عام مسلمانوں کی طرح مسلمان تھا اور امت کے اجماعی عقائد ونظریات کو کسی قسم کی تاویل اور تحریف کے بغیر تسلیم کرتا تھا۔اس میں اِس نے آریہ اور عیسائی مذاہب کے خلاف کتب لکھ کر مسلمانوں کے دلوں میں اپنے لیے احترام اور عقیدت پیدا کرنے کی کوشش کی۔گویا اس حصے کا باقی دوحصوں سے کھلم کھلا تضاد ہے۔

۵۔زندگی کے دوسرے حصے میں تضادات کی ابتدا: (دوسرا حصہ)

زندگی کے اس حصے میں یہ تضادات کا وہ معجون بنا کہ الامان والحفیظ۔اس حصے میں اُس نے آہستہ آہستہ دعوے کرنے شروع کیے۔ پہلے مجدد بنا۔پھر مہدی۔پھر مسیح موعود۔ پھر اولوالعزم رسول۔نبی اور صاحب وحی۔پھر اس نے ختم نبوت کے معنوں میں تحاریف اور تاویلات شروع کردیں۔اور نبوت کی چند خودساختہ قسمیں جن کا آج تک اسلامی شریعت میں کوئی تصور نہ تھا، جیسے ظلی، بروزی، لغوی، مجازی وغیرہ بتلا کر ختم نبوت کے اجماعی معنیٰ کو مشکوک کرنا چاہا۔اور اس طرح اِن میں تاویلات کرکے نبوت کا مدعی بن گیا۔

۶۔زندگی کے تیسرے حصے میں پہلے دوادوار سے تضاد: (تیسرا حصہ)

تیسرے حصے میں اِس نے تاویل وتحریف کا دامن بھی چھوڑ دیا اور کھلے بندوں ہر قسم کی نبوت کے بلاتفریق تشریعی وغیر تشریعی سلسلے جاری کرادیے اور خود کو صاحب شریعت نبی بنالیا۔اس طرح تیسرا حصہ پہلے دوحصوں سے بالکل متضاد ہوگیا۔

۷۔حجرِ اسود ہونے کا دعویٰ:

مرزا کو الہام ہوا کہ ''یکے پائے من می بوسیدہ ومن گفتم کہ حجرہ اسود منم۔(حاشیہ اربعین نمبر ۴،ص ۱۵)

۸۔بیت اللہ ہونے کا دعویٰ:

حاشیہ اربعین نمبر ۴،ص ۱۵،اور ریو آف ریلیجنز، جلد ۵ نمبر ۶، بابت اپریل ۱۹۰۲ء

"خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ ہی رکھا۔"

۹۔کرشن اور آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ:

حقیقۃ الوحی،ص ۸۵،"آریہ لوگ کرشن کے ظہور کا اِن دنوں میں انتظار کرتے ہیں۔وہ کرشن میں ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا تھا،وہ تُو ہی ہے۔آریوں کا بادشاہ۔"

پھر مرزا کا تضاد دیکھیے کہتا ہے کہ

"بادشاہت سے مراد صرف آسمانی بادشاہت ہے۔"

۱۰۔کشف میں کبھی خدا، کبھی اس کی مثل، کبھی اس کا بیٹا بننے کا دعویٰ:

حاشیہ اربعین نمبر ۴،ص ۱۹ لکھتا ہے کہ:

"مجھے الہام ہوا: انت منی بمنزلۃ اولادی **۔تُو میری اولاد کی طرح ہے۔"**

پھر کہتا ہے کہ میں نے کشف میں دیکھا کہ:

"میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے اور اس حالت میں یوں کہہ رہا ہوں کہ ہمیں ایک نیا نظام اور آسمان اور نئی زمین چاہیے۔"

قارئین کرام! کتاب البریہ،ص ۷۸، ۷۹، آئینہ کمالات اسلام، ۳،ص ۵۶۴۔ اخبار الحکم قادیان، مورخہ ۲۴/جنوری ۱۹۰۵ء، اس کے بے شمار خرافات اور بکواسات سے بھرپور تضادات موجود ہیں۔

تلك عشرة كاملة

منصبِ نبوت کی توہین:

قارئین کرام! اِس کی یہ ساری دعاوی اور باتیں دیکھ کر ایک عام آدمی بھی سمجھ جاتا ہے کہ اِس کا عقل کس لیول کا تھا۔ اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ انگریزوں نے ایسے شخص کو جھوٹی نبوت کے دعوے کے لیے منتخب کیا تاکہ نبوت کے منصب کی توہین کی جائے۔ جس طرح آپ منبر پر کسی پلید چیز کو بٹھادیں تو یہ منبر کی توہین ہوتی ہے۔ اِسی طرح بڑی شخصیات کے کارٹون بنانے سے اُن شخصیات کی توہین ہوتی ہے۔ اِسی طرح انگریز نے ایسے شخص کو جھوٹی نبوت کے منصب پر صرف اِس لیے بٹھایا کہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی جائے اور دوسرا نبوت کی بھی تذلیل کی جائے۔ لیکن انھیں سمجھ لینا چاہیے کہ نبی وہ نبی ہے جس کی عزت و حرمت کا پاسباں وہ ربِ لم یزل ہے۔

مرزائیوں کے فرقے

مرزا قادیانی کے اِن متضاد دعووں کی وجہ سے بجائے اس کے کہ لوگ اِس کی حقیقت کو سمجھ جاتے، اور اس کی اتباع میں گمراہ ہوجاتے۔ لیکن جن کے مقدر میں گمراہی ہو، اور جن کی آنکھوں پر دنیاوی اغراض و مقاصد کی پٹی باندھ دی گئی ہو، انھیں قرآن و حدیث کی واضح باتیں نظر نہیں آتیں۔ کسی نے اس حقیقت کو بڑے پیارے انداز میں بیان کیا ہے کہ:

بارِ خاطر ہو تو قرآن کا بھی ارشاد برا
دل کو بھا جائے تو مرزا کی خرافات اچھی

ختم نبوت کے مسئلہ پر سب سے پہلے باب بہاء کی جماعت فرقہ بہائیہ نے اختلاف کیا۔ لیکن وہ علمی رنگ میں بحث و مباحثہ نہ کرسکے۔ اس کے بعد مرزا قادیانی نے اس کے اندر اختلاف کیا اور مختلف قسم کی نبوتوں کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے اس کے متبعین میں بھی کافی فرقے پیدا ہو گئے۔

☆ ظہیر الدین اروپی کا فرقہ:

ایک فرقہ اس کو صاحبِ شریعت اور تشریعی نبی و رسول مانتا ہے۔ یہ ظہیر الدین اروپی کا فرقہ

ہے

☆ قادیانی پارٹی:

دوسرا فرقہ اِن کو بااصطلاحِ خود غیر تشریعی نبی کہتا ہے۔ یہ قادیانی پارٹی ہے۔ جو مرزا محمود کی پیروکار ہے

☆ لاہوری پارٹی:

تیسرا فرقہ اس کو نبی یا رسول نہیں، بلکہ مسیحِ موعود اور مہدی موعود قرار دیتا ہے۔ یہ مسٹر محمد علی لاہوری کے متبعین ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ لاہوری گروپ مرزا قادیانی اور نور الدین کے زمانہ تک عقائد میں نہ صرف قادیانی گروپ کا ہمنوا تھا بلکہ اب بھی یہ مرزا قادیانی کے تمام دعاوی کو سچا سمجھتے ہیں یعنی امام ''مامور من اللہ''، مجدد، مہدی، مسیح، ظلی و بروزی نبی وغیرہ اور مرزا کے تمام کفریہ باتوں کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اس کے عقائد کی ترویج و توسیع اور کتب کی اشاعت کرتے ہیں۔

ان کا اصل اختلاف قادیانیوں سے عقائد پر نہیں تھا بلکہ قادیانی جماعت کے اوپر قیادت کا تھا۔ جب قیادت مرزا محمود کے ہاتھ میں آئی تو پھر محمد علی لاہوری نے لاہور آ کر ایک نیا فرقہ پیدا کیا۔

اسی لیے علماء نے عدالتوں اور اسمبلی کے ذریعے دونوں کو کافر قرار دلوایا ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا فی الاجماع کافر ہے اور اس کو جو لوگ اپنا امام، مجدد، مامور من اللہ، مہدی، مسیح ظلی نبی، تسلیم کریں، وہ بھی کافر ہیں۔

موتی:

کسی نے ختمِ نبوت کے پروانے سے پوچھا کہ لاہوریوں (لاہوری مرزائیوں) اور قادیانیوں (قادیانی مرزائیوں) میں کیا فرق ہے؟ تو انھوں نے فی البدیہہ فرمایا کہ:

''خنزیر، خنزیر ہوتا ہے، خواہ وہ گورے رنگ کا ہو یا کالے رنگ کا۔ اسی طرح کفر کفر ہوتا ہے چاہے لاہوری مرزائی ہو یا قادیانی مرزائی۔''

لاہوری مرزائی پارٹی، مرزا کی اُن عبارات کو پیش کرتی ہے جس میں اُس نے دعویٔ نبوت سے کبھی انکار کیا، کبھی جزوی نبوت، کبھی ناقص نبوت اور کبھی محدثیت کا دعویٰ کیا۔ مرزا کے بیٹے محمود نے طویل بحث کے بعد کہا کہ بے شک ۱۹۰۱ء تک مرزا کو خیال تھا کہ اُس کی نبوت جزئی اور ناقص ہے۔ لیکن ۱۹۰۱ء میں خدا کی وحی نے اِسے متوجہ کیا کہ اس کی نبوت جزئی نہیں بلکہ وہی نبوت ہے جیسے اگلے نبیوں کی تھی۔

مسلمانوں اور قادیانیوں کے کھلے اختلافات بیسویں صدی کے شروع سے واضح ہوئے۔ جب مرزا نے مختلف دعوے کیے۔ مگر ۱۹۰۲ء میں نبوت کا قطعی دعویٰ کیا تو ان کے ماننے والے اور نہ ماننے والوں میں ایک مستقل نزاع شروع ہوگیا اور مرزائیت نہ صرف کذابیت اور دجالیت کی علم بردار بنی بلکہ مرزا کی گستاخانہ عبارات پر ایمان لاکر اور اس کی نشر و اشاعت سے مسلمانوں کی غیرتِ ایمانی میں قیامت خیز طلاطم برپا کر دیا۔

قارئین کرام! اگر اب بھی مرزائیت کے خلاف آپ کے بحرِ ایمانی میں لہریں نہیں اُٹھ رہیں تو پھر یہی دعا ہے کہ:

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں وہ اضطراب نہیں

آئیں! گستاخیوں کے اس پلندہ میں سے چند خرافات ملاحظہ فرمائیں جنھیں ”نقلِ کفر، کفر نہ باشد“ کے تحت آپ کے غیرتِ ایمانی والے سمندر میں اضطراب پیدا کرنے کے لیے پیش کیے جارہے ہیں۔

باب نمبر ۹

مرزا کی گستاخیاں

خدا، رسول ﷺ، انبیاء علیہم السلام، صحابہ، اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ، کی شان میں گستاخیاں اور قرآن وحدیث کی توہین

قارئین کرام! یوں تو مرزا کی پوری پوری کتابیں گستاخیوں سے بھرتی پڑی ہیں جنھیں آپ دیگر کتب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں لیکن یہاں پر ہم صرف ایک ایک دو دو مثالیں دے کر کہ **نقلِ کفر کفر نہ باشد**۔ صرف اس لیے نقل کر رہے ہیں تا کہ عوام کو اس گستاخ کی گستاخیوں کا علم ہو سکے۔

۱۔ اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی:

غلام احمد قادیانی، تجلیاتِ الٰہیہ ص ۴، اور مندرجہ روحانی خزائن، میں لکھتا ہے کہ:

"وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے، اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔"

تبصرہ: اس میں اُس نے اللہ کو چوروں سے تشبیہ دی۔

ایک جگہ یہ انسانیت کی اور اخلاقیات کی تمام حدود کو پار کر جاتا ہے اور قاضی یار محمد قادیانی ،اسلامی قربانی ،ٹریکٹ نمبر ۳۴ ص ۱۳ لکھتا ہے کہ:

"حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا۔"

نعوذ باللہ نعوذ باللہ۔ قارئین کرام! اس کے علاوہ ہماری قلم میں طاقت نہیں ہے کہ ہم اس کی مزید گستاخیوں کو بیان کر سکیں۔ کبھی اس نے خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔ کبھی ثابت کیا کہ خدا غلطی بھی

کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کی توہین:

غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی، ص ۶۷۔ مندرجہ روحانی خزائن ۲۲: ۵۰۲۔ میں لکھتا ہے کہ:

”خدا تعالیٰ نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے اور آنحضرت ﷺ کا بروز مجھے قرار دیا ہے۔“

اسی طرح بشیر احمد قادیانی، کلمۃ الفصل، مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز، قادیان، ص ۱۵۸، نمبر ۴، جلد ۱۴۔ لکھتا ہے کہ:

”اگر ہم بفرضِ محال یہ بات بھی مان لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریم ﷺ کا اسمِ مبارک اس لیے رکھا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ کیونکہ مسیح موعود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی الگ چیز نہیں۔ جیسا کہ وہ (یعنی مرزا) خود فرماتا ہے:

صار وجودی وجودہ نیز من فرق بینی و بین المصطفیٰ ﷺ فما عرفنی ومارائنی۔ **(عربی سے نابلد قارئین کے لیے اس کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔ کہ مرزا کہہ رہا ہے، میرا وجود اس کا وجود ہو گیا اور جس کسی نے مجھ میں اور مصطفیٰ ﷺ میں فرق کیا، تو اس نے نہ مجھے دیکھا اور نہ مجھے پہچانا۔) اور یہ اس لیے ہے کہ یہ اللہ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا۔ جیسا کہ آیت:** آخرین ومنھم۔ **سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعود (یعنی مرزا) خود محمد رسول اللہ ﷺ ہے جو اشاعتِ اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے اس لیے ہم کو کسی نئے کلمے کی ضرورت نہیں۔ ہاں! اگر محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔“**

اسی طرح الحکم، قادیان، نمبر ۳۰۔ نومبر ۱۹۰۱ء میں درج ہے:

''ہمارے نزدیک تو دوسرا آیا ہی نہیں۔ نہ نیا نبی۔ نہ پرانا نبی۔ بلکہ خود محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی چادر دوسرے کو پہنائی گئی ہے۔ اور وہ خود ہی آئے ہیں۔''

اس طرح مرزائیوں کا یہ شعر اُن کے بچے بچے کے زبانِ زدِ عام ہے:

محمد پھر اُتر آئیں ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

اس شعر میں قادیانی کی شان کو سرکارِ مدینہ ﷺ کی شان سے بڑھا کر صریحاً گستاخی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

خبردار! مرزائی کلمہ کے کیا معنی لیتے ہیں:

قارئین کرام! اس سے زیادہ اور کیا لکھوں کہ لوگ مرزائیوں کے ظاہری کلمے کو دیکھتے ہیں لیکن وہ اسم محمد ﷺ، آمنہ کے لعل کو مراد نہیں لیتے۔ بلکہ گھسیٹی کے بیٹے مرزا کو مراد لیتے ہیں۔ (یاد رہے کہ مرزا کی ماں کا نام گھسیٹی تھا)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلام بارگاہِ خیر الانام کی طرز پر ایک مرزائی شاعر اپنے لعنتی نبی پر اس طرح سلام بھیجتا ہے:

مہدی عہد و عیسیٰ موعود
احمد مجتبیٰ سلام علیک
مطلع قادیاں پہ تو چمکا
ہو کے شمس الہدیٰ سلام علیک
تیرے ملنے سے مل گیا مولیٰ
احمدِ حق نما سلام علیک

اسی طرح مرزا نے نبی کریم ﷺ کی شان میں نازل ہونے والی تمام آیات کو اپنی شان میں قرار دیا۔ مثلاً مرزا بشیر احمد، سیرت المہدی، جلد ۲ ص ۳۰ پر لکھتا ہے کہ:

حافظ محمد ابراہیم نے بیان کیا کہ مولوی عبدالکریم اور مولوی محمد احسن، آپس میں ایک دوسرے سے مسجد میں باتیں کرتے ہوئے آواز اونچی ہوئی تو ''حضرتِ اقدس نے فرمایا: لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی **(یعنی اے مومنو! اپنی آواز کو نبی کی آواز کے سامنے بلند نہ کرو)''**

قارئین کرام! سورہ حجرات کی یہ آیت، تفاسیر کی کتب اُٹھا کر دیکھیں کہ اِس کی شانِ نزول کس طرح آقائے کائنات، تمھارے اور میرے رسول کی شان میں مدح سرا ہے لیکن مرزا لعین اس کو اپنی شان میں استعمال کر رہا ہے۔

۳۔ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین:

قارئین کرام! انبیائے کرام مخلوق کے اندر سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ ان کا سیرت و کردار انسانیت کے لیے نمونہ ہوتا ہے کہ یہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جناب آدم علیہ السلام سے لے کر جتنے انبیاء گزرے، کسی بھی نبی کی توہین کفر ہے۔ اسی لیے مسلمان کے لیے اساسِ دین میں تمام نبیوں پر ایمان لانا لازمی ہے۔ لیکن مرزا کی دریدہ دہنی دیکھیے کہ لکھتا ہے:

''خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ میں آدمؑ ہوں، میں شیثؑ ہوں، میں نوحؑ ہو، میں ابراہیمؑ ہوں، میں اسحاقؑ ہوں، میں داؤدؑ ہوں۔ میں یعقوبؑ ہوں، میں یوسفؑ ہوں۔ میں موسیٰؑ ہوں۔ میں داؤدؑ ہوں۔ میں عیسیٰؑ ہوں۔ اور آنحضرت ﷺ کے نام میں میں مظہرِ اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد ﷺ اور احمد ﷺ ہوں۔'' (حقیقۃ الوحی، حاشیہ ص ۷۳، مندرجہ روحانی خزائن، ۲۲:۷۶)

اسی طرح اپنے شعر میں لکھتا ہے:

میں کبھی آدمؑ کبھی موسیٰؑ کبھی یعقوبؑ ہوں
نیز ابراہیمؑ ہوں ،نسلیں ہیں میری بے شمار

پھر ایک جگہ لکھتا ہے:

زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیرا ھنم کم نیم زاں

ہر نبی میری آمد سے زندہ ہوگیا اور ہر رسول میری قمیص میں چھپا ہوا ہے۔

اسی طریقے سے اس نے جنابِ موسیٰ علیہ السلام، جنابِ نوح علیہ السلام۔ جنابِ آدم علیہ السلام۔ یوسف علیہ السلام۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی توہین کی۔ جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کی توہین میں تو ہم نے نزولِ عیسیٰ، مرزائیت کے عقائد والے باب میں بیان کر دیا ہے۔ یہاں اس کی ایک اور گستاخی ملاحظہ فرمائیں:

جنابِ مریم سلام اللہ علیہا کی شان میں ناپاک گستاخی:

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے کہ:

حضرت عیسیٰ کی تین دادیاں اور تین نانیاں، زنا کارہ عورتیں تھیں۔

(نعوذ باللہ من ذالک کروڑ مرتبہ نعوذ باللہ من ذالک) غور کریں کہ قرآن پاک میں کسی نبی علیہ السلام کا نام اُن کے باپ کے ساتھ نہیں لیا گیا۔لیکن حضرت عیسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے بار بار فرمایا: عیسیٰ بن مریم ۔اِس کی ایک وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی ماں ہے باپ ہے ہی نہیں اور مرزا بے ایمان کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین دادیاں۔(نعوذ باللہ من ذالک) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد ہی نہیں تو دادیاں کہاں سے آ گئیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ یعنی حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی شان قرآن بیان کرے۔آلِ عمران کی شان قرآن ذکر کرے اور مرزا لعین ایسی باتیں لکھے تو اگر اُس کو قرآن کا دشمن، نبیوں اور رسولوں کا دشمن اور خدا کا دشمن نہ کہا جائے تو پھر اور کیا کہا جائے۔ دافع البلاء ص ۲۰ پر

لکھتا ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلامِ احمد ہے

۴۔ قرآن مجید کی توہین:

تذکرہ۔ مجموعہ الہاماتِ مرزا ص ۶۳۵۔ میں لکھتا ہے کہ:

"قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔"

دوسری جگہ مرزا بشیر احمد قادیانی، کلمۃ الفصل، ص ۱۷۳۔ میں لکھتا ہے کہ:

"ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے۔ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اُٹھ گیا ہے۔ اسی لیے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ (مرزا قادیانی) کو بروزی طور پر دوبارہ دنیا میں مبعوث کر کے آپ پر قرآن اُتارا جائے۔"

۵۔ توہینِ احادیث:

اعجازِ محمدی، ص ۳۰۔ مندرجہ روحانی خزائن ۱۹: ۱۴۰۔ لکھتا ہے کہ:

"میرے اس دعویٰ کی بنیاد نہ ہی قرآن و وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔"

نعوذ باللہ من ذالک۔ قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ پہلا قرآن اُٹھ گیا اور مرزا پر دوسرا نازل ہوا اور احادیث کی یہ عزت کہ جو اس کے مطلب پر نہ اُترے، اُس کو ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کا حکم دے یہ تمام عبارات مرزا العین اس کے ماننے والوں اور ذریت کے واضح گستاخی اور کفریہ عقائد پر گواہی دیتی ہے۔

۶۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین:

غلام احمد قادیانی، خطبہ الہامیہ، ص ۲۵۸ طبع ربوا میں لکھتا ہے کہ:

”جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا، دراصل سردارِ خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ میں داخل ہوا۔“

☆ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضوان اللہ علیہما کی توہین:

ماہنامہ المہدی، بابت جنوری، فروری ۱۹۱۵ء۔ ۲/ ۳۔ص ۵۷۔مولفہ حکیم محمد حسین قادیانی۔ لکھتا ہے کہ:

”پھر انھوں نے ایک اور بھی ایسا ہی دکھ دینے والا فقرہ بولا کہ ابو بکر و عمر کیا تھے؟ وہ تو حضرت غلام احمد (قادیانی) کی جوتیوں کے تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہ تھے۔“

(نعوذ باللہ)

☆ بدری صحابہ رضوان اللہ علیہم کی توہین:

مرزا غلام احمد قادیانی نے بدری صحابہ کے مقابلے میں اپنے تین سو تیرہ چیلوں کی فہرست جاری کی اور ان کو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابل قرار دیا۔

۷۔ اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم کی توہین:

غلام احمد قادیانی ملفوظاتِ احمدیہ، ۱: ۱۳۱۔لکھتا ہے کہ:

”ایک زندہ علیؓ تم میں موجود ہے۔ اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔“

☆ سیدہ کائنات رضی اللہ عنھا کی توہین:

روحانی خزائن، ۱۸: ۱۳ میں لکھتا ہے کہ:

''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اِس سے ہوں۔''

☆حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی:

روحانی خزائن، ۱۹: ۱۹۳ میں لکھتا ہے کہ:

''میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمھارا حسینؓ دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔''

پھر ایک توہین آمیز شعر لکھتا ہے کہ:

کربلائے است سیرِ ہر آنم
صد حسینؓ است در گریبانم

کہ میرے گریبان میں سو حسین ہیں۔

☆پنجتن پاک کی توہین:

اس کا شعر درِ ثمین، اُردو صفحہ ۴۵ پر درج ہے کہ:

میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر ایک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے
یہیں ہیں پنجتن جس پر بنا ہے

☆امہات المومنین رضوان اللہ علیہن کی توہین:

مرزا اپنی بیوی کی نسبت ام المومنین کہتا تھا جب لوگوں نے اعتراض کیا گیا تو ملفوظاتِ احمدیہ، جلد ا کے اندر ہے کہ:

''حضرتِ اقدس نے سن کر فرمایا کہ اعتراض کرنے والے بہت ہی کم غور کرتے ہیں اور اس قسم کے اعتراض صاف بتاتے ہیں کہ وہ محض کینہ اور حسد کی

بنیاد پر کیسے جاتے ہیں ورنہ نبیوں یا ان کے اظلال کی بیویاں اگر امہات المومنین نہیں ہوتی تو کیا ہوتی ہیں؟"

۸۔ اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ اجمعین کی توہین:

مرزا تذکرہ الشہادتین، ص ۲۹ پر لکھتا ہے کہ:

"اسلام میں اگرچہ ہزارہا ولی اور اہل اللہ گزرے ہیں۔ مگر اِن میں کوئی موعود نہ تھا۔ لیکن وہ جو مسیح کے نام پر آنے والا تھا۔ وہ موعود تھا۔"

گویا مرزا نے اپنے آپ کو تمام اولیاء سے افضل قرار دیا۔ پھر خطبہ الہامیہ، ص ۳۵، روحانی خزائن ۱۶: ۶۹، ۷۰۔ میں کہتا ہے کہ:

"میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں۔ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ مگر وہ جو مجھ سے ہوگا، اور میرے عہد پر ہوگا۔"

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ خاتم الانبیاء کے ساتھ ساتھ چھلانگ لگا کر خاتم الاولیاء بن بیٹھا اور باقی امت میں اولیاء کو ختم کر کے صرف مرزائیوں کے لیے ولایت کا سلسلہ باقی رکھا۔

۹۔ عام مسلمانوں کی توہین:

قادیانیوں سے محبت اور نرمی کا درس دینے والے سادہ لوح مسلمان خاص طور پر غور کریں کہ مرزائی مسلمانوں کو صرف کافر نہیں، پکے کافر، جہنمی، خنزیر اور بدکار عورتوں کی اولاد قرار دیتے ہیں۔ اور ان کے لیے انتہائی فحش بازاری زبان استعمال کی ہے۔ آپ اُن سے معاشرتی تعلقات استوار کرنے کو کہتے ہیں جبکہ اُس نے:

☆ مسلمانوں سے معاشرتی تعلقات قطع کرنے کا درس دیا۔

☆ مسلمانوں کے پیچھے نماز کو قطعی حرام قرار دیا۔

☆ اپنی لڑکیوں کا رشتہ غیر احمدیوں کو دینے سے منع کیا۔

☆ مسلمانوں کا جنازہ پڑھنے کو ناجائز قرار دیا۔ اپنے بیٹے ''فضل احمدؒ، جس نے اپنے باپ کے دعویٰ نبوت کو تسلیم نہ کیا تھا، اُس کا بھی جنازہ نہ پڑھا۔

آئینہ کمالات، ص نمبر ۵۴۷ میں لکھتا ہے:

کل مسلمانوں نے مجھے قبول کیا اور میری دعوت کی تصدیق کی۔ مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہ مانا۔

نجم الہدیٰ، ص ۱۰، دُرثمین، ص ۲۹۴ لکھتا ہے:

بلاشبہ ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور اُن کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔

احمدیوں پر یہ فرض ہے کہ:

☆ وہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں۔

☆ ان کے پیچھے نماز پڑھنا حرام ہے۔

☆ غیر احمدی کو لڑکی دینا حرام ہے۔

☆ مرزا کے نہ ماننے مسلمان ابوجہل سے بڑھ کر کافر ہیں۔

☆ مرزا کا منکر کافر تحریر ہے۔

مسلمانوں کے لیے یہ جتنے بھی توہین آمیز فقرات استعمال ہوئے، آپ کسی بھی کتاب سے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

۱۰۔شعائرِ اسلامی کی توہین:

آئین کمالاتِ اسلام، ۳۵۲ لکھتا ہے کہ:

''لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو جاتے ہیں۔ مگر اس جگہ قادیان میں نفلی حج سے ثواب زیادہ ہے اور غافل رہنے میں نقصان اور خطرہ۔ کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربانی ہے۔''

اسی طرح دُرِثمین، ص ۵۲ میں قادیان کی زمین کو ارضِ حرم قرار دیتا ہے۔

زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

قارئین! قادیان کے سالانہ جلسہ میں میاں محمود قادیانی کہتا ہے کہ:

"وہ روضۂ مطہر جس میں اِس خدا کے برگزیدہ کا جسم مبارک موجود ہے، جسے افضل الرسل ﷺ نے اپنا سلام بھیجا اور جس کی نسبت حضرت خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: یدفن معی فی قبری۔ اس اعتبار سے مدینہ منورہ کے گنبدِ خضریٰ کے انوار کا پورا پورا پرتو اُس گنبدِ بیضا پر پڑ رہا ہے اور آپ گویا اِن برکات سے حصہ لے سکتے ہیں جو رسولِ کریم ﷺ کے مرقدِ منور سے مخصوص ہے۔"

قارئین محترم! لعنت ہو ان افکار پر کہ وہ قبر مبارکہ جس کے لیے حضور نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اشارہ دیا، جس پر ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار فرشتے شام، سلامی کے لیے حاضر ہوں اور جو فرشتہ ایک جگہ آجائے، قیامت تک اُس کی باری نہ آئے، اسے قادیان میں واقع قرار دیا جائے اور گنبدِ خضریٰ کا مثل قرار دیں۔ اسی لیے تو میرے آقا کریم ﷺ مرزا قادیانی اور اس کی ذریت کو اپنے گنبدِ خضریٰ کے نزدیک آنے سے روک دیا ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ

مرزا اور اُس کی ذریت کو مکین گنبدِ خضریٰ ﷺ نے اپنے پاس آنے سے دھتکارا ہوا ہے:

قارئین کرام! مرزا لعین نے نہ صرف حضور کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا اور اپنے آپ کو نبی اور رسول قرار دیا بلکہ اُس نے تمام اسلامی شعائر کی سرِعام توہین کی۔ اُس نے اپنی بیگم کو ام المومنین کہا۔ بیٹی کو سیدۃ النساء کہا۔ بیٹے کو خلیفۃ المسلمین کہا۔ فرشتے کا نام ٹیچی ٹیچی رکھا۔ اپنے مرید کو صحابی اور قادیان کو ارضِ حرم۔ وہاں کے جلسے کو حج بیت اللہ سے تشبیہ دی۔ اِس طرح اُس نے اسلام کی ایک ایک مقدس شعائر کا مذاق اُڑایا اور نبی کے غلاموں کے جذبات کو بھڑکانے کی کوشش کی۔

قارئین کرام! اسی نظیر کو سامنے رکھتے ہوئے تمام امت کے علماء اِس چیز کو سخت ناجائز قرار دیتے ہیں کہ قادیانی ملعون اپنے ناپاک سینوں پر کلمۂ طیبہ کا بیج لٹکاتے ہوئے پھریں۔ کیا اگر بیت الخلاء یا شراب خانے یا چکلے کے اوپر کلمہ طیبہ کی تختی کو آویزاں کیا جائے تو کیا کوئی غیرت مند مسلمان اسے برداشت کرسکے گا؟ یہ سراسر شعائر اسلامیہ کی توہین اور تضحیک ہے۔

وفاقی شرعی عدالت نے ۲۹/اکتوبر ۱۹۸۴ء کو قادیانیوں کی بابت فیصلے میں حکومت کو تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۸ کے مطابق عمل درآمد کرانے کا حکم دیا تھا۔ جس کی رُو سے کوئی قادیانی اسلام کی مقدس اصطلاحات استعمال نہیں کرسکتا ہے۔ لیکن قادیانی یہ فیصلہ ہونے کے باوجود تمام اسلامی اصطلاحات ببانگِ دھل استعمال کر کے مسلمانوں کی اِن اصطلاحات کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کے لیڈر، انھیں لندن سے ایسی ہدایات بھیجتے ہیں جو سرِعام پاکستان کے قوانین کے اندر دخل اندازی ہے۔

شعاراللہ کا مقام:

قارئین کرام! ہمارے بچے بچے کو سورۃ الفیل یاد ہے۔ جس کے شانِ نزول سے بھی تقریباً ہر مسلمان واقف ہے۔ کہ جب خانہ کعبہ کے مقابلے میں ایک کعبہ بنایا تو اللہ کریم کو اپنے گھر کے مقابلے میں وہ گھر پسند نہ آیا۔ اور پھر جب وہ اِس کعبے کو گرانے کے لیے آگے بڑھے تو پھر ابابیل پرندوں سے وہ کام لیا گیا کہ اُن کی چونچوں سے گرتے ہوئے کنکروں نے بھی بموں کا سماں پیدا کردیا۔ اِسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ اگر آج ہم نے اسلامی شعائر کی قدر نہ کی، اُن کی عظمتوں کی پاسبانی نہ کرسکے تو میرا رب ابابیل جیسے پرندوں سے کام لینے پر قادر ہے۔

اللہ کا قرآن کہتا ہے: سورہ حج، آیت ۳۲:

وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ

جو شخص بھی اللہ کے شعائر اور اُن کی نشانیوں کی تعظیم و تکریم کرتا ہے، وہ سمجھ لے، اللہ نے اُس کو دل کا تقویٰ عطا کیا ہے۔

اب تمام نبی کے کلمہ پڑھنے والے اِن شعائر کی سرِ عام بے حرمتی کو دیکھ کر اپنے دلوں میں بے چینی محسوس نہیں کرتے تو سمجھ لیں کہ وہ تقویٰ کی دولت سے محروم ہیں۔ اور جب تقویٰ کی دولت نہ رہی، تو پھر سمجھیں، قرآن کی ہدایت سے بھی محروم ہیں۔ کیونکہ قرآن **ھدی اللمتقین** ہے۔ یعنی تقویٰ والوں کے لیے ہدایت ہے۔ اور جو اپنے دل میں تقویٰ نہ رکھ سکا تو پھر وہ قرآن سے کبھی بھی ہدایت نہیں پا سکتا۔

باب نمبر ۱۰

مرزائیوں کے بارے نرم گوشہ کیوں؟

بنیادی طور پر ہر کلمہ گو کا دل کلمہ کی برکت سے نرم ہوتا ہے۔ مرزائیوں کی اصل حقیقت سے بے خبری کی وجہ سے وہ اُن پر سختی کے قائل نہیں ہوتے۔ جس طرح جسم پر کوئی پھوڑا نکل آئے تو عموماً لوگ آپریشن سے کتراتے ہیں لیکن اگر اُن کو یہ حقیقت پتہ چل جائے کہ یہ کینسر ہے تو فوراً سولی تو کیا، پورا عضو ہی کٹوانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اُمت کے ایسے افراد کی آگاہی کے لیے مرزائیت کے بارے میں سختی کی وجوہات سے اِس لیے آگاہ کیا جا رہا ہے تاکہ وہ جان سکیں کہ یہ اُمتِ مسلمہ کے لیے ایک ناسور ہے۔ جس کو کاٹ دینے سے ہی اسلام کی سلامتی ہے۔ اسی حقیقت کو جان کر مصورِ پاکستان، مفکرِ اسلام بنا اور انگریز گورنمنٹ سے اِن کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ جن کی حقیقت کو سمجھ کر اسمبلی میں سب سیاست دانوں اور ذوالفقار علی بھٹو جیسے لبرل دماغ آدمی کی بھی نیندیں اُڑ گئیں اور اسمبلی نے متفقہ طور پر انھیں کافر قرار دے کر اِس فتنے کو کچلنے کے قوانین بنائے۔ اس کی تفصیل آپ باب نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

آئیں اصل حقیقت نہ جاننے والوں کے دل میں ناسمجھی کی وجہ سے جو نرمی ہے، اُس کا تجزیہ کریں۔

(۱) اساسِ دین کو نہ سمجھنا:

قارئین کرام! عموماً لوگ دین کے بنیادی عقائد سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے انھیں ختم نبوت کے عقیدہ کی حساسیت کا پتہ نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے وہ اس مسئلے میں الجھنا وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں اور مرزائیوں کے بارے میں سختی اختیار نہیں کرنا چاہتے۔ خاص کر مغربیت زدہ پڑھے لکھے لوگ اِس بات کا بالکل احساس نہیں کرتے اور بغیر ضروری علم اور واقفیت کے، اتنے بڑے مسئلے پر بے اصولی اور غیر ذمہ دارانہ باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔

قارئین کرام! سب مسلمانوں کو پتہ ہونا چاہیے کہ ختمِ نبوت کا عقیدہ اساسِ دین میں سے ہے اور اساسِ دین کا منکر یا تاویل کرنے والا، کافر اور مرتد ہوتا ہے، لہٰذا اساسِ دین کو سمجھنے کے لیے پہلے باب ''عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت'' کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

(۲) علماء کا ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانا:

عموماً ایسے لوگ بعض علماء کے عمومی رویے سے نالاں ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس طرح یہ لوگ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں، کچھ یہی حال مرزائیوں کے ساتھ بھی ہے۔ ذیل میں ہم اس مسئلے پر اُن کی تسکین طبع کے لیے کچھ تفصیل پیش کرنا چاہتے ہیں۔

عموماً قادیانی اپنے کفر سے توجہ ہٹانے کے لیے عوام الناس کے سامنے یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مولوی تو ہر ایک پر فتوے لگا دیتے ہیں۔ کون سا فرقہ ہے جو دوسرے کے فتووں سے بچا ہوا ہے۔ اس طرح اُن کا فتویٰ ہمارے اوپر لگنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

قارئین کرام! عامی مسلمان اُن کی اِن باتوں میں آجاتا ہے حالانکہ مسلمانوں کے اندر جو اختلافات ہوتے ہیں، وہ اساسِ دین پر نہیں ہوتے۔ جب تک کوئی آدمی اساسِ دین کا انکار نہ کرے تو اسے کافر نہیں کہا جاسکتا۔ مسلمانوں کا اختلاف واقعات اور عبارات پر رہا ہے۔ ان کی بعض عبارات پر علماء گرفت کرتے ہیں کہ اس سے کفر کا شائبہ ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ علماء پھر خود جواب دیتے ہیں کہ ہماری اس سے یہ مراد نہیں تھی۔ **گویا یہ لزومِ کفر ہوتا ہے۔ التزامِ کفر نہیں ہوتا۔** جیسے ایک مکتبۂ فکر کے معتبر عالم دین نے ایک جگہ دوسرے مکتبِ فکر کے معتبر عالم دین کا نام لے کر فرمایا کہ اگر انھوں نے ہماری عبارات کا جو مفہوم اخذ کیا ہے، اس کے بعد اگر وہ ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو وہ خود کافر ہو جاتے۔ جبکہ ہماری عبارات سے وہ مطلب نہیں جو انھوں نے نکالا تھا۔

علمائے کرام کا اختلاف اُمت میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے ہے:

اس لیے ہمارے علماء بعض عبارات پر، بعض چیزوں پر اس لیے گرفت کرتے ہیں تاکہ امت کے اندر اعتدال کی راہ قائم رہے۔ اگر ناموسِ صحابہ کو واضح طور پر بیان نہ کیا جائے تو صحابہ کی

گستاخیوں ، رافضیت کو کوئی شمار نہ کر سکے۔ اسی طریقے سے اگر مزارات اور جعلی پیروں کے غیر شرعی کاموں کو اجاگر نہ کیا جاتا تو آج ایک عجیب وغریب حالت نظر آتی۔ اسی طرح اگر تحاریر کی بے لگامی کو نہ روکا جاتا تو آج پتہ نہیں تحریریں انھیں کس درجے پر پہنچا دیتیں۔ تو یہ امت کا آپس میں ایک چیک اینڈ بیلنس ہے۔ ان کے اندر اساسِ دین کا اختلاف نہیں۔ اسی لیے جب بھی کوئی ایسا مسئلہ، جو اساسِ دین کے خلاف ہو، (جیسے ختم نبوت، ناموسِ رسالت یا نظامِ مصطفیٰ وغیرہ) پیدا ہوتا ہے تو مسلمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح اکٹھے ہو جاتے ہیں اگرچہ بعض متشدد علماء غیر ملکی سازشوں کے تحت یا اخلاص کے تحت واقعات کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے لیکن اُن کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ آپ خود ملاحظہ فرمائیں کیا:

☆ ۱۹۵۱ء کے اندر پاکستان کی دستوری بنیاد بنانے کے لیے کیا تمام مکاتبِ فکر اکٹھے نہ ہوئے؟ جن کو آج 22 نکات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

☆ ۱۹۵۲ء میں پاکستان کے مجوزہ دستور میں تمام مکاتبِ فکر نے اکٹھے ہو کر اسلامی ترجیحات کی سفارشات پیش کیں۔

☆ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوت میں کیا اِن تمام مکاتبِ فکر کو تسبیح کے دانوں کی طرح پرویا پایا گیا۔

☆ کیا ۱۹۷۳ء کے قانون میں اسلامی شقوں کا شامل ہونے کا سہرا تمام مکاتبِ فکر کے علماء کے سر نہیں ہے؟

☆ کیا ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختم نبوت کے جھنڈے کو اٹھانے والے مسلمانوں کے یہی سب مکاتبِ فکر نہ تھے؟ کہ جن کے اتحاد و اتفاق سے حکومت نے مرزائیوں کو کافر قرار دے دیا۔ یہاں تک کہ اِن علماء کے اکٹھے ہونے کی برکت سے بھٹو جیسے آزاد خیال آدمی کے ذہن سے یہ تاریخی دستور سازی کرائی گئی۔

☆ ۱۹۷۷ء کی تحریکِ نظامِ مصطفیٰ میں کیا یہ تمام مکاتبِ فکر ایک جان اور ایک زبان ہو کر اکٹھے نہ ہوئے؟

حال ہی میں ہونے والی تحفظ ناموسِ رسالت کی تحاریک میں تمام مسلمانوں کا اکٹھا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمان سب کے سب ایک ہی گلدستے کے پھول ہیں۔علمائے امت کے ایک دوسرے پر تکفیری فتوؤں کو دیکھ کر پڑھے لکھے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسا ہی فتویٰ مرزائیوں پر لگا ہوا ہے۔جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔کیونکہ ایسے لوگ دین کی اصطلاحات سے بے خبر ہوتے ہیں، اِس لیے اُن کو کفریہ فتوؤں میں **لزوم اور التزام** کا پتہ نہیں ہوتا۔

☆ لزوم:

اگر ایک آدمی کوئی کفریہ کلمہ کہہ دے یا تحریر کر دے اور اُس کو اُس کے کفر کا ادراک نہ ہو، اور بتانے پر اُسے احساس ہو جائے اور وہ اپنا موقف بیان کرے جو اُس کے عقیدۂ کفر پر دلالت نہ کرے تو اِسے **لزوم** کہتے ہیں۔

امت کے اندر زیادہ تر جو کفریہ فتوے لگائے گئے، وہ لزومِ کفر کے ہیں۔جن میں اکثر نے اپنی عبارات سے رجوع کیا یا اپنا صحیح مفہوم واضح کیا۔اسی لیے کئی علماء جن پر دوسروں نے فتوے لگائے، اُنھوں نے واضح طور پر اعتراف کیا کہ اگر ہماری عبارات کا وہ مطلب جو انھوں نے سمجھا، فتویٰ کفر نہ لگاتے تو وہ خود کافر ہو جاتے۔

☆ التزام:

لیکن جب ایک عبارت ایسی ہو، اور اُس عبارت کے لکھنے اور کہنے والے سے اُس کی تشریح مانی جائے اور وہ اُس کا پھر بھی قائل ہو، تو یہ کیفیت التزامی ہوتی ہے اور یہ لوگ حقیقی معنوں میں کافر ہوتے ہیں۔اب مرزا نے اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں تاویلات کے ذریعے نبوت کے دعوے کو چھپائے رکھا۔جس کی وجہ سے اِس پر لزومِ کفر کے فتاوے لگے اور اس کی غلطیوں کو ظاہر کرنے کے لیے مباحثے اور مناظرے کیے گئے۔لیکن جب اُس کے دعویٰ نبوت وضاحتاً بھی ثابت ہو گئے تو پھر التزامِ کفر کی وجہ سے تمام مکاتبِ فکر نے مرزائی کافر کا نعرہ بلند کیا۔کیونکہ زندگی کے آخری حصے میں مرزے نے نبوت کے دعوے کا کھلم کھلا اظہار کیا۔نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر دیگر انبیاء وعلماء کی توہین کی۔مسیح موعود، مثیلِ مسیح کا دعویٰ اور کھلم کھلا سینکڑوں عبارات لکھ کر التزامی کفر کا شکار ہوا۔

آج کل کے مصروف دور میں آپ لمبی چوڑی کتابیں پڑھنے کے بجائے مرزا قادیانی کے بیٹے بشیر الدین محمود کی ''حقیقۃ الوحی'' کا ہی مطالعہ کر لیں تو یہ آپ کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہوگا۔

عموماً علمائے کرام فرقہ واریت کے خلاف ہوتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ فرقہ واریت کے بتوں کو پاش پاش کر دیں۔ فرقہ واریت کے موضوع پر میرا مضمون ''**زوالِ اُمت کی بیماری کے اسباب اور نسخہ مصطفیٰ ﷺ**'' میں بہت تفصیل سے درج ہے اور فرقہ واریت پر میری ایک مستقل کتاب بھی ان شاء اللہ جلد ہی زیورِ طباعت سے آراستہ ہوگی۔ امت میں فرقہ واریت کو ایک خاص ایجنڈہ کے تحت فروغ دیا جاتا ہے لیکن اتحادِ امت کے داعی علماء اُمت کو ایک بنانے کی سعی میں مصروف رہتے ہیں۔

(۳) اہلِ قبلہ کی تکفیر منع ہے جبکہ قادیانی اہلِ قبلہ ہیں:

بعض پڑھے لکھے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے۔ ایسے لوگ شریعت کی تعلیم سے نابلد ہوتے ہیں۔ اہلِ قبلہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو لوگ ضروریاتِ دین کے منکر ہوں، مثلاً ختم نبوت، آخرت اور حضور کے بعد کسی مدعی نبوت کو سچا سمجھتے ہوں، وہ شریعت میں اہلِ قبلہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز تو مسیلمہ کذاب بھی پڑھتا تھا لہٰذا وہ بھی اہلِ قبلہ کہلائے گا۔

دوسرے مذاہب کے کفر اور مرزائیوں کے کفر میں فرق:

جو لوگ دین اسلام کے منکر ہیں، وہ کافر ہیں۔ جیسے عیسائی، یہودی، ہندو وغیرہ لیکن اِن کے کفر اور قادیانیوں کے کفر میں بہت بڑا فرق ہے۔ دوسرے مذاہب والے اپنے مذہب کو اسلام نہیں کہتے، اس لیے اسلام ایسے تمام دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بطور ذمی تسلیم کرتا ہے لیکن جھوٹے نبی اور اس کے پیروکار کفر میں جا کر بھی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جا سکے۔ جبکہ دین ان کو کافر قرار دیتا ہے۔ اسی لیے اُن کے خلاف حضور کے بعد جو اجماعِ امت

ہے، وہ جناب سیدنا صدیق اکبرؓ نے یمامہ کے میدان میں مسیلمہ کذاب اور اس کے پیروکاروں کے لیے جہاد کے ذریعے تھا۔

بے شک علماء ومشائخ اہلِ قبلہ کی تکفیر سے منع فرماتے ہیں اور عوام یہ سمجھتے ہیں کہ جو بھی خانہ کعبہ کو قبلہ سمجھے، وہ اہلِ قبلہ کہلائے گا۔ اس طرح بعض لوگ اکابرین کی عبارات کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

اما الوصية فان تكف لسانك عن اهل القبلة مع املتك ما دامو قائلين لااله الا الله محمد رسول الله غيرمناقضين لها والمناقضة تجويزهم الكذب على رسول الله ﷺ بعذر اولغيرعذر فان التكفيرفيه خطروالسكوت لاخطره فيه (التفرقة بين الاسلام والزندقة ص ۵۶)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کتاب فیصل التفرقہ میں فرماتے ہیں کہ:

"میری وصیت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، اہلِ قبلہ کی تکفیر سے زبان بند رکھو۔ جب تک وہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہوں۔ بشرطیکہ وہ اِس کلمہ کی مخالفت نہ کریں اور مخالفت کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی عذر یا بغیر عذر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائیں۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی تکفیر خطرہ سے خالی نہیں۔ اگر سکوت اختیار کرلیا جائے تو پھر کوئی خطرہ نہیں۔"

ایسی ہی عبارت حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہٗ سے بھی منقول ہے۔ شرع فقہ اکبر میں حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا:

عن ابی حنیفه لانکفر احدا من اهل القبلة وعليه اكثرالفقهاء (ص ۱۸۷)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کرتے اور یہی مسلک اکثر فقہا کا ہے۔ اسی طرح جمہور متکلمین اور

فقہا کا یہی مسلک ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہ کی جائے۔

اہلِ قبلہ کا لغوی اور لفظی معنیٰ:

قارئین کرام! کاش کہ اہل قبلہ کی اِن عبارات سے لغوی اور لفظی معنیٰ سے بھی عام لوگ باخبر ہوں۔ اگر ہر وہ شخص اہلِ قبلہ ہے جو کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ مانتا ہو تو پھر تو ابو جہل اور سارے مشرکین عرب اہلِ قبلہ تھے۔ عربوں کی تاریخ اور اِن کے حالات سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ سارے مشرکین کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ مانتے تھے۔ اور اسی بناء پر اِس کی عظمت کے قائل تھے۔ اس کا طواف کرتے تھے اور اپنے طریقے پر حج اور عمرہ بھی کرتے تھے۔ اگر اسی مطلب کو معیار رکھا جائے تو پھر تو اِن لوگوں کو بھی کافر ماننے کی گنجائش نہیں ہوگی۔

اہل قبلہ ایک خالص **دینی اور علمی اصطلاح** ہے اور عقائد اور فقہ کی کتابوں میں تکفیر کی بحث میں جو لفظ اہل قبلہ استعمال ہوتا ہے، ان ہی کتابوں میں یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو توحید و رسالت، قیامت، ایمانیات وغیرہ پر یقین رکھتے ہوں اور کسی ایسی دینی اساس کے منکر نہ ہوں جو دلائل قطعیہ اور رسول اللہ ﷺ سے یقینی طریقہ پر ثابت ہو اور جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ اگر کوئی شخص ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک بات کا بھی منکر ہے:

- ☆ **مثلاً قرآن پاک کے کتاب اللہ ہونے پر اُسے شک ہے**
- ☆ **یا قیامت اور حشر نشر کا منکر ہے**
- ☆ **یا نماز کی فرضیت کا انکار کرتا ہے**
- ☆ **یا ایسی کسی دینی اساس کا منکر ہے**

تو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔ اور اگر وہ انکار کر کے تاویل کرتا ہے لیکن اُس کی تاویل لغت اور زبان کے لحاظ سے چلنے والی نہیں ہوتی، نہ بعید نہ قریب تو اُس شخص کا یہ رویہ کفر ہے اور وہ آدمی دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے والا ہے۔ اگر چہ اُس شخص کا یہی خیال ہو کہ میں منکر نہیں ہوں بلکہ تاویل کرنے والا ہوں۔

حضور الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کئی ایسے لوگ جو اسلام قبول کر چکے تھے، مسلمانوں میں شامل تھے، قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، جب اُنھوں نے کوئی کافرانہ بات کہی تو اُس بناء پر انھیں دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ سورہ توبہ، آیت نمبر ۷۳:

وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ ۔

ترجمہ: اور البتہ تحقیق کہی انھوں نے کفر کی بات اور کفر کیا اپنے اسلام کے بعد

لہٰذا قرآن کی آیات گواہ ہیں کہ بے شک کوئی کلمہ پڑھے، کعبہ کو قبلہ مانیں، لیکن اگر وہ کوئی کافرانہ بات یا کافرانہ عقیدے کا اظہار کرے گا تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہو گا۔ ہاں! جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اور کلمہ گو ہو، ہم اسے مسلمان مانیں گے، جب تک اُس کی کوئی کافرانہ بات یا کافرانہ عقیدہ علم میں نہ آئے۔

قرآن مجید میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ حضور کے زمانے میں کچھ ایسے لوگ جو ایمان لا چکے تھے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز بھی پڑھتے تھے، کافرانہ بات کہی۔ جب حضور کو اطلاع پہنچی تو انھوں نے تاویل اور معذرت کی کہ ہم نے یہ بات سنجیدگی سے نہیں بلکہ مذاقاً کہی تھی۔ اِن کے بارے میں قرآن مجید کے اندر سورۂ توبہ، آیت نمبر ۶۶ نازل ہوئی۔ جس میں حکم دیا گیا کہ اِن بدبختوں سے صاف فرما دیجیے کہ حیلے بہانے مت کرو۔ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے: لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۔

(۴) سوشل بائیکاٹ تو انسانیت کے خلاف ہے:

قارئین کرام! جب علمائے کرام، اسلام کے قصر میں زبردستی گھسنے والے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بائیکاٹ کا حکم دیتے ہیں تو بعض لوگ اس سوشل بائیکاٹ کو انسانیت کے خلاف سمجھتے ہیں حالانکہ کسی فتنے کو کچلنے کے لیے یہ سب سے پُر امن حل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب معاشرے میں کچھ ایسے افراد جو دین کے اندر فتنہ پیدا کرنے کا سبب بن رہے ہوں، سے قطع تعلق کرنا، ان کے ساتھ میل جول، لین دین ترک کر دینا، ان سے رشتہ ناطہ نہ کرنا، اِن کی تقریبات، شادی غمی میں شریک نہ ہونا، نہایت ہی

پُرامن، بے ضرر اور موثر طرزِ عمل ہے۔

شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اِن کے بعد والے ہر زمانہ کے ایمان والے لوگوں کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ بائیکاٹ کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ بعض دفعہ ایسے اشخاص کی ضرورت بھی پڑتی تھی۔ (شرح مشکوٰۃ، جلد ۱۰، ص ۲۹۰)

☆ جو لوگ دین کے ساتھ دشمنی کریں اور اساسِ دین پر واضح طور پر حملے کریں، اِن کے بارے میں قرآن پاک فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورہ توبہ، آیت ۲۳)

اے ایمان والو! اگر تمھارے باپ، دادا اور تمھارے بھائی ایمان پر کفر کو ترجیح دیں تو اِن سے محبت اور دوستی نہ کرو۔ جو تم میں سے اِن کے ساتھ دوستی کرے گا، تو انھی ظالموں میں سے ہوگا۔

سچ کہا کسی عاشق نے:

مناسب ہے کہ مسلم دین پر ہر چیز کو وارے
پدر، مادر، برادر، جان و مال، اولاد کر سارے
اصولِ ملتِ اسلام توڑا جا نہیں سکتا
کوئی رشتہ عدوِ حق سے جوڑا جا نہیں سکتا

☆ جب قانون پر عملدرآمد نہ ہو تو سوشل بائیکاٹ کی شرعی حیثیت:

کسی بھی حکومت کی موجودگی میں قانون توڑنے والے کو سزا دینا رعایا کا کام نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس طرح معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ یہ گورنمنٹ کا فرضِ اولین ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں فوراً حرکت میں آئے اور عوام کے اندر پائی جانے والی بے چینی کو ختم کرے۔ گورنمنٹ کی طرف سے

برتنے والی نااہلی سے ہی تنگ آ کر لوگ خود جزا و سزا کے فیصلے کرتے ہیں۔ جس سے انارکی کی بے شمار کیفیات سے ہماری تاریخ بھری پڑی ہے۔ مذہبی جذبات سے تعلق رکھنے والے مسائل کے لیے اگر شرعی کورٹس کو ایکٹو کیا جائے اور اختیارات دیے جائیں تو ایسی صورت کبھی پیش نہ آئے۔

مذہبی غیرت:

میرا بھائی! انگریزی قانون میں مذہبی غیرت کدھر سے آئے گی؟ وہ کسی نے بھکاری سے پوچھا کہ ہاتھ پھیلاتے وقت تمھیں کچھ محسوس نہیں ہوتا؟ اس نے کہا، کیا ہوگا، خالی ہاتھ ہی تو آگے کرنا ہے۔ ایسے ہی کسی پہاڑیے نے کہا تھا کہ "منگی پنی کھائی چھڑنے آں، اللہ بھیڑا ویلا کدے نئیں وکھایا۔" یعنی مانگ تانگ کر گزارا کر لیتے ہیں، اللہ نے برا وقت کبھی نہیں دکھایا۔ اب اُس اللہ کے بندے کو کون سمجھائے کہ مانگنا کتنی بڑی لعنت ہے۔

لطیفہ:

از رائے تفنن طبع مجھے وہ واقعہ یاد آ گیا کہ کسی جھوٹے گواہ کو جب کہا گیا کہ قرآن اُٹھا لو گے؟ تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اُس نے کہا، قرآن لاؤ میں دیکھوں گا۔ جب قرآن سامنے لایا گیا تو کہتا ہے ایسے تو میں پانچ سو قرآن بھی اُٹھا لوں گا۔

اسی طرح ہاتھ پھیلانے میں جذبات کا کس طرح گھاؤ ہوتا ہے کسی سفید پوش سے پوچھو۔ بعینہٖ کسی شعائر اسلامی کی توہین کا صدمہ اُس سے پوچھو جس کے گلے کا ڈورا مصطفیٰ کریم ﷺ کے دروازے سے بندھا ہوا ہے۔

لطیفہ:

وہ لطیفہ مشہور ہے کہ کسی دیہاتی نے کسی بزرگ کو مارا، اِس بزرگ کا ایک بیٹا وکیل تھا اور دوسرا ڈاکٹر تھا۔ بزرگ زخمی تھا، وکیل بیٹا پوچھتا ہے کہ آپ اُس کی کھیت کی حدود کے اندر تھے یا اپنے کھیت کے اندر تھے؟ بزرگوں نے جواب دیا کہ میں اُس کے کھیت کے اندر تھا۔ اُس نے کہا آپ نے مقدمہ کمزور کر دیا۔ جب آپ زخمی ہو کر گر رہے تھے تو اپنے کھیت میں گرتے۔ ڈاکٹر بیٹا بولا، کہ ابا جی! آپ

کو جو زخم لگے ہیں، اگر ہڈی ٹوٹ جاتی تو ایسے دفعات لگاتا کہ اُن کی ضمانت ہی نہ ہوتی۔ وہ بزرگ مکان کی چھت پر چڑھ کر کہنے لگے کہ یہ میرے دو بیٹے ہیں۔ یہ دونوں لے لو اور مجھے ایک غیرتی بیٹا دے دو جو میرے دشمن کو سبق سکھا دے۔

آج وہ صلاح الدین ایوبی جیسے غیرت مند حکمران کدھر گئے کہ جب اُس نے ایک مسلمان قافلے کو روک کر ظلم کیا تھا اور طعنہ دیا تھا کہ کہاں ہے تمہارے محمد ﷺ! اُس کو آواز دو۔ یہ آواز صلاح الدین ایوبی نے سنی تو کھانا کھاتے ہوئے لقمہ رکھ لیا اور عہد کیا کہ جب تک میں اُن مسلمانوں کی مدد کر کے اُس طعنہ دینے والے کو کیفرِ کردار تک نہ پہنچاؤں گا، تو یہ ثابت ہی نہیں ہو سکتا کہ محمد ﷺ کے غلام زندہ ہیں۔

نظامِ مصطفیٰ ﷺ:

یقین کرو، یہ عدالتیں جن میں زندگیاں انصاف کے حصول کے لیے گزر جاتی ہیں۔ بے شک ہماری تاریخ اور موجودہ تاریخ میں ایسے منصفین موجود ہیں جنھیں دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے لیکن منصفین بھی کیا کریں، قانون کی موشگافیاں ان کے ہاتھوں کو باندھ دیتی ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ یہ شخص بے گناہ ہے، سزا دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اسی لیے تو علمائے حقہ ہر جگہ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی بات کرتے ہیں کیونکہ ہمارا دین وہ مکمل دین ہے کہ کوئی شعبۂ حیات ایسا نہیں ہے جس میں مصطفیٰ ﷺ کا دیا ہوا قانون موجود نہ ہو۔

جب تک تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ اپنے منطقی انجام تک نہیں پہنچتی، تب تک اِسی قانون کے تحت جس میں مرزائیوں کو کافر قرار دیا گیا اور شعائرِ اسلامیہ کا استعمال ان کے لیے جرم قرار دیا گیا، اور دیگر مذہبی جرائم کے لیے کم از کم شرعی عدالتوں کو متحرک کیا جائے۔

لیکن اگر انھیں بھی متحرک نہیں کیا جاتا تو شروع سے قرآن و حدیث کے اندر ایسے لوگوں کا شرعی بائیکاٹ کا سبق ملتا ہے۔ اس سلسلے میں تمام مکاتبِ فکر کے علماء کے فتاویٰ ملتے ہیں۔ ذیل میں الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، کا فتویٰ مرزائیوں کے متعلق ملاحظہ فرمائیں:

''قادیانی مرتد اور منافق ہیں۔ مرتد منافق اِس لیے کہ کلمہ اسلام بھی پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریاتِ دین میں سے کسی شے کا منکر ہے، اس کا ذبیح محض نجس، مردار اور حرام قطعی ہے، مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب کسی قادیانی کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم و ناحق سمجھنے والا نام نہاد مسلمان اسلام سے خارج ہے اور جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔'' (احکامِ شریعت، ص ۱۱۲، ۱۲۲، ۱۷۷،)

مزید فرمایا کہ:

''اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت و حیات کے سب تعلق ان سے قطع کر دیں۔ بیمار پڑے تو پوچھنے کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا بھی حرام۔'' (فتاویٰ رضویہ، ص ۵۱، ج ۲)

قارئین کرام! یہ تو دین اسلام کے باغی ہیں۔ کافر ہیں۔ جبکہ اسلام میں اُن تین صحابہ کرام، ہلال ابن امیہ، مرارہ ابن ربیع اور کعب ابن مالک رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق سورۂ توبہ میں مطالعہ فرمائیں کہ غزوۂ تبوک میں نہ شامل ہونے پر اُن کے ساتھ اللہ کے حکم کے مطابق کیا سلوک کیا گیا اور بعد میں اِن کی توبہ قبول ہوئی۔ تو پھر ان گستاخوں اور ختمِ نبوت کے منکرین سے کس درجہ کا بائیکاٹ ہونا چاہیے کہ جن کو توبہ کی توفیق بھی نہ ملے۔

(۵) کیا ہم عیسائیوں، یہودیوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے اگر اِن کے ساتھ تعلق ہو سکتا ہے تو مرزائیوں کے ساتھ کیوں نہ رکھیں؟

بعض نرم دل رکھنے والے لوگ عموماً یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا ہم یہودیوں اور عیسائیوں سے

تعلق نہیں رکھتے۔ اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ لوگ واضح طور پر اپنے آپ کو اُس مذہب کا پیروکار کہتے ہیں۔ اِسی طرح ہندو، پارسی، بدھ مت، سکھ، سب اپنے اپنے مذہب کے پیروکار ہیں۔ اسی طرح ختمِ نبوت کے بعض منکرین جن کو کافر قرار دیا گیا، **جیسے فرقہ بہائیہ**۔ وہ اپنے آپ کو اقلیت سمجھتے ہیں۔ اس لیے اُن سے حسنِ سلوک کی خود اسلام حکم دیتا ہے۔ اور وہ اسلامی حکومت میں ہوں تو انھیں ذمیوں کے حقوق عطا کرتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کے اندر اُن کو کافر قرار دینے کے بعد بھی اگر وہ شعائرِ اسلامیہ کے استعمال اور اسلام کے نام پر اپنے غلط عقائد کی تبلیغ سے باز نہ آئیں تو پھر اُن کے ساتھ سوشل بائیکاٹ کا واضح حکم ہوتا ہے۔

ہاں بائیکاٹ کا غلط استعمال یعنی کسی مسلمان کو مرزائی ظاہر کر کے کافر قرار دینا خود کفر ہے:

قارئین کرام! بعض لوگ خیر کو بھی شر کے واسطے استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے دیکھا کہ کسی بندے کو بدنام کرنا ہو یا کسی کا کوئی دور دراز کا رشتے دار مرزائی ہو، تو فوری طور پر اُس کے طعنے دے کر اُس کے ایمان کی عزت کی چادر کو تار تار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے آپس میں مخالفانہ کمپنیاں صرف دنیا کمانے کی غرض سے اپنی مخالف کمپنیوں پر مرزائیت اور دیگر الزامات لگاتے نظر آتے ہیں۔ شرعی قوانین نہ ہونے کی وجہ سے انھیں وہ سزا جو اسلام میں جھوٹا الزام لگانے پر ہے، کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ اُن کی نظر میں یہ حدیث نہیں ہوتی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ، وَلَا يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَلِكَ۔ **یعنی جب کوئی شخص ایک صحیح العقیدہ مسلمان کی بغیر حق کے تکفیر کرے تو وہ تکفیر کرنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری: جز، ۸، رقم: ۶۰۴۵ طبع دار طوق النجاۃ)**

اس لیے نادان مسلمانوں کو ایسے کام کرنے سے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

(۶) جب عام آدمی کو مرزائیوں کی کتب پڑھنا اوراِن سے بحث کرنا منع ہے تو علماء کیوں کرتے ہیں؟

بعض دفعہ عوام الناس میں سے لوگ بعض علماء کے مرزائیوں کے ساتھ بحث و مباحثے اور ملاقات سے اُن پر الزام تراشیاں شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ علماءِ حقہ وہ طبقہ ہوتا ہے جو اِن کے دامِ فریب میں نہیں آتا۔ عام آدمی کو اِن کے ساتھ میل جول سے منع کیا جاتا ہے۔ جس طرح چلتی ہوئی ٹرین پر عام آدمی کا چڑھنا خلافِ قانون ہوتا ہے۔ لیکن گارڈ ہمیشہ چلتی ہوئی ٹرین پر ہی چڑھتا ہے۔ علمائے حقہ جدھر بیٹھتے ہیں، بے شمار لوگوں کو فیضِ نبوت سے مستفید کراتے ہوئے اُن کے کفر و زنار کو توڑتے نظر آتے ہیں۔

اسی طرح جادو کے بارے میں کتابیں پڑھنا عامی لوگوں کے لیے سخت منع ہیں۔ لیکن علماء کے لیے ان کتابوں کو جاننا فرائض میں شامل ہوتا ہے۔

(۷) دین میں جبر نہیں۔ اس لیے مسجد بنانا مرزائیوں کا حق ہے۔

بعض نام نہاد مسلمان بہت جلدی ترس کھا کر کہتے ہیں کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ ہم اُن سے یہی کہتے ہیں کہ آپ کو آیت کا مفہوم صحیح طریقے سے نہیں سمجھ آیا۔ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہے، اُس کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کا حق ہے۔ لیکن جو اسلام کے محل میں نقب لگائے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ڈاکہ ڈالے گا، ایسے لوگوں کو رعایت دینے کی دین کبھی اجازت نہیں دیتا۔

مسجدِ ضرار کو کیوں گرایا گیا:

کیا قرآن پاک کے اندر مسجد ضرار کو گرانے والا واقعہ اور حکم موجود نہیں ہے؟ کہ جب منافقین نے مسجد بنائی تو پھر رب نے کہا کہ اس مسجد کو مسمار کر دو۔ ان جیسے لوگ وہاں بھی ہوتے تو اعتراضات کی

بوچھاڑ کر دیتے۔لیکن رب نے واضح کیا کہ یہ مسجد، مسجد نہیں ضرار ہے جو کہ مسلمانوں کے دین کو خراب کرنے اور اِن کے اندر یکجہتی کو ٹکڑوں میں تبدیل کرنے کے لیے دھوکہ بازی کر رہے ہیں۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفادار نہیں، بلکہ اسلام کے غدار ہیں۔

اس لیے یہ کہنا کہ مرزائیوں کو مسجد بنانے کا حق حاصل ہے۔ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بنائے گئے ملک میں مرزائیوں جیسے ڈاکوؤں کو مسجد بنانے کا تو کیا، رہنے کا بھی حق نہیں ہے۔ یہ عقیدہ میرا نہیں یہ ہمارے علماء کا نہیں بلکہ یہ عقیدہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کا ہے۔جب لڑائی ہوتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سپاہیوں کو فرماتے کہ جاؤ کفار سے ٹکرا جاؤ۔لیکن بوڑھوں پر تلوار نہیں اُٹھانی۔ بچوں کو کچھ نہیں کہنا۔ زمینوں کو برباد نہیں کرنا۔ فصلوں کو نہیں اجاڑنا۔ اُن کی عبادت گاہوں کو نہیں گرانا۔ اگر اسلام قبول کریں تو ٹھیک، ورنہ انھیں کہیں کہ ٹیکس دیں، آرام سے رہیں، ہماری بالادستی کو تسلیم کریں۔لیکن جب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہٗ کی قیادت کے اندر مسیلمہ کذاب کے خلاف لشکر بھیجا گیا۔تو فرمایا کہ جس نے میری آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت والی چادر پر ہاتھ ڈالا، اِس کے بچوں کو تہِ تیغ کر دو، ان کے بوڑھوں کو قتل کر دو، ان کی فصلوں کو جلا دو، درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ دو، ان کی عبادت گاہوں کو گرا دو۔ کیونکہ رب اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغیوں کو برداشت نہیں کرتا۔

اس ملک کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمِ نبوت اور ڈاکہ ڈالنے والے ڈاکو اور گستاخی کرنے والے کو توبہ کا حق بھی نہیں دیا جانا چاہیے۔

☆ **جس آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑوں کی لگاموں کو جبریل امین تھامیں**

☆ **جسے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر سلام اللہ علیہم اجمعین اپنا امام مانیں۔**

اُن کی عزتوں کو تار تار کرنے کی کوشش کی جائے۔پھر آج کے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اُسوۂ حسنہ ہے۔ یہ لوگ مسجدیں بنا کر مسلمان امت کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔

فیصلہ:

ہاں! یہ دوسرے اقلیتی فرقوں کی طرح اسلام میں ڈاکہ زنی چھوڑ دیں، ہمارے شعائرِ دینیہ سے الگ ہو جائیں تو جس طرح اور اقلیتیں موجود ہیں، بے شک رہیں۔

(۸) اگر مرزائیت بے وقوفانہ عقیدہ ہے تو بڑے بڑے سکالر مرزائی کیوں ہیں؟

لوگ کہتے ہیں کہ بڑے بڑے سکالر، تاجر، آفیسرز، جج، مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں۔ بڑے بڑے عقلوں والے پروفیسر اور ڈاکٹر اسے نبی مانتے ہیں۔ کیا یہ سارے بے وقوف ہیں؟ ہم نے اپنے اکابر کی زبانوں سے یہی سنا کہ ایمان کتابوں سے نہیں ملتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ۔ ایمان تو اللہ کے فضل سے ملتا ہے۔ جسے چاہے عطا کر دے۔ ابو جہل کو **ابو الحکم** کہا جاتا تھا کہ **دانائی کا باپ** ہے لیکن حضور ﷺ کو نہ مان کر ابو جہل بن گیا۔ اور حضرت بلال حبشی کو بے وقوف سمجھتا تھا لیکن جب ایمان کی بارش ہوئی تو بلالِ حبشی سب سے نمبر لے گئے۔ اسی واسطے فرمایا:

عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفیٰ ﷺ
عشقِ تمام مصطفیٰ ﷺ، عقلِ تمام بولہب

اگر عہدہ اور علم ہونا ہی سچائی کی دلیل ہوتا تو علم کی وجہ سے ہی تو شیطان معلم الملکوت تھا۔ عہدوں پر تو شداد، نمرود اور فرعون بھی تھا۔ اگر عہدے اور تعلیم والے کے عقائد اور طریقے کو صحیح سمجھتے ہو تو پھر ہندوستان کا وزیر اعظم مرار جے ڈیسائی گائے کا پیشاب پیتا تھا، تم بھی پینا شروع کر دو۔ لیکن نہیں!

عقل اچھی چیز ہے لیکن دل کو کبھی کبھی عقل سے آزاد بھی کر دینا چاہیے۔

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

مرزائی بہت پڑھ لکھ کر بھی فیل ہو گئے اور اہلِ سنت و جماعت کے ریڑھی لگانے والے بھی پاس ہو گئے۔ غازی علم الدین شہید نے جب گستاخِ رسول کو واصل جہنم کیا تو پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا: کہ آج ترکھان کا بیٹا ہم سیدوں پر بازی لے گیا ہے۔

(۹) اگر مرزائی اپنے آپ کو مسلمان کہنا چاہتے ہیں یا اسلامی نام رکھنا چاہتے ہیں تو یہ تو اسلام کی عزت ہے۔اس کو منع کیوں کیا جائے؟

عموماً لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اسلامی نام اور اُس کی اصطلاحات استعمال کرنا تو اسلام کی برتری کو ظاہر کرتا ہے۔علماء اِس سے کیوں منع کرتے ہیں۔

قارئین کرام! ہم آپ کے سامنے اِس حقیقت کو ظاہر کرنے کے بعد سوال کرنا چاہتے ہیں کہ ہر محکمے کی اپنی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں اور اُن پر اُن کے نشانات اور عہدے بھی متعین ہوتے ہیں۔کیا فوج کے کسی عہدے یا وردی کو کسی عام بندے کو استعمال کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟ کیا پولیس کی وردی یا عہدے کو کوئی عام آدمی استعمال کرسکتا ہے؟ یقیناً فوج کی وردی کا کپڑا بھی عام دکانوں پر بیچنا ممنوع ہے۔ چہ جائیکہ کوئی آدمی بریگیڈیر یا جنرل بنتا پھرے۔اسی طرح پولیس کی وردی یا کوئی آدمی اپنے آپ کو ایس پی یا ڈی ایس پی کہلواتا پھرے تو قانون حرکت میں آتا ہے۔لیکن کتنی بڑی نادانی اور بے حسی ہے کہ اسلامی شعائر کو وہ لوگ جن کو خود قانون کافر قرار دے چکا ہے اور اسلام سے خارج ہونا تسلیم کرچکا ہے۔اور شعائرِ اسلام استعمال کرنے کی پابندی ہونے کے باوجود وہ اُن اسلامی شعائر کو کھلے عام استعمال کریں اور کوئی پکڑ نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ، اقلیتوں اور غیر مسلموں سے یہ عہد لیتے تھے کہ ہم آپ کے حقوق کا تحفظ کریں گے لیکن آپ ہماری اسلامی اصطلاحات استعمال نہ کریں۔کیونکہ اس طرح اُن غیر مسلموں کو جو اسلام سے متاثر ہو کر اس کے دامن میں آنا چاہتے ہیں، اُن کے نام نہاد اسلامک سنٹر کے اندر آ کر ان کے عقیدے میں شامل ہو جاتے ہیں۔گویا اُس نو مسلم کو ایک مذہبی دھوکہ دیا جاتا ہے۔مرزائیوں کو اگر اپنے عقیدے پر اتنا ناز ہے تو انھیں بھی بہائیوں کی طرح اپنے آپ کو اسلامک سنٹر کے بجائے مرزائی سنٹر تک محدود رکھنا چاہیے کیونکہ پلید قوتوں کو اسلام کی پاکیزگی میں داخلے کا کوئی حق نہیں۔کیا کلمہ گو اس حقیقت سے بے خبر ہیں؟ کہ اللہ کا قرآن فرماتا ہے:

سورہ توبہ، آیت ۲۸:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔ **اے ایمان والو! یہ مشرکین سراپا نجاست اور پلید ہیں۔ ان کو آئندہ مسجدِ حرام کے قریب بھی نہ چھوڑا جائے۔**

ممنوعہ علاقے:

حدودِ حرم شریف میں مشرکوں اور غیر مسلموں کا داخلہ ۹ ہجری سے ممنوع قرار پایا تھا۔ جبکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے موسمِ حج میں اس کا باقاعدہ اعلان کرایا تھا۔ اب اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ یہ تو جناب رواداری کے خلاف ہے کہ آپ آزادی اور نقل وحرکت پر پابندی لگا رہے ہیں۔ تو اُن کو صرف یہ حقیقت دکھانا چاہتے ہیں کہ کیا مختلف فوجی علاقوں، چھاؤنیوں، ریڈیو ٹیلی ویژن، ایٹمی تنصیبات وغیرہ کے علاقے ممنوعہ نہیں قرار دیے جاتے؟ بلکہ وہاں پر تو پہرے لگائے جاتے ہیں اور یہ قانون پوری دنیا کے اندر لاگو ہے۔ تو وہاں پر اس آزادی کا رونا کیوں نہیں رویا جاتا؟ چونکہ مرزائی بھی کافر اور غیر مسلم ہیں، اور غیر مسلم ظاہری اور باطنی دونوں اعتبار سے نجس اور پلید ہیں۔ لہٰذا کسی بھی پاک صاف اور مقدس چیز کے پاس نجاست کا وجود برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

(۱۰) جب مرزائی کافر قرار دیے گئے تو اُن کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتے:

تھک ہار کر مرزائیت نواز لوگوں کا آخری سوال یہ ہوتا ہے کہ جب انھیں کافر قرار دے دیا گیا تو اُن کا پیچھا چھوڑ دیں۔ تو اُن کی خدمت میں یہ حقائق پیش کرنا چاہتے ہیں کہ اگر وہ اِس فیصلے کو تسلیم کرلیں تو ہم اُن کی جان یقیناً چھوڑ دیں گے۔ لیکن آپ اِس حقیقت سے بے خبر نہیں ہوں گے کہ قادیانیوں کو جب غیر مسلم قرار دیا گیا، وہ اس کو تسلیم نہیں کر رہے۔ اسی طرح قانوناً اِن کو اسلام کی مقدس اصطلاحات استعمال کرنے سے منع کیا گیا۔ لیکن قادیانیوں نے اس قانون کو بھی جوتوں کی نوک پر رکھا

اوران کے بڑے لندن میں پناہ لے کر وہاں سے پاکستان اور مسلم اُمہ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہو گئے۔سب الیکشنز میں اقلیتوں نشستوں پر اِن کی نشتیں مختص کی گئیں لیکن انھوں نے الیکشن کا بائیکاٹ کیا۔گویا قادیانی پاکستان کے مسلّمہ آئین سے بغاوت کر رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے قوانین توڑنے والوں کو تو حکومت پابندِ سلاسل کرے اور اُن قوانین پر جس سے ملت کی دین اور دنیا جڑی ہو، اِس کی پرواہ نہ کرنا ایک سوالیہ نشان ہے کہ وہ کون سے قادیانی ایجنٹ ہیں جو اِن قوانین پر عمل درآمد نہیں ہونے دیتے اور آئے دن کبھی کسی فارم اور کبھی کسی نصاب میں تبدیلی کی کوشش جاری رہتی ہے۔ حال ہی میں جب تحریکِ لبیک نے کچھ فارموں میں ختم نبوت سے متعلقہ شق میں تبدیلی پر دھرنا دیا تو سازشوں کے ذریعے سربراہانِ تحریک کی سختی اور باقی جماعتوں کی ہٹ دھرمی اور اَناؤں نے تحریک کو منطقی انجام پر پہنچنے سے روک دیا اور ابھی تک مسلم اُمہ کے اندر مختلف قسم کے فرقہ واریت کے موضوعات کو ہوا دے کر اِن کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا نہیں ہونے دیا جا رہا۔

قارئین کرام! ہماری گزارش ہے کہ اول تو حکومت کو چاہیے کہ:

۱۔ قانون کے تحفظ کی پاسداری کرے اور قانون کے باغیوں کے ساتھ سختی کے ساتھ نبٹا جائے۔

۲۔ دوسرا ان کی بیرونی فنڈنگ کے اوپر سخت چیکنگ رکھی جائے۔

۳۔ تیسرا اِن کی نیم فوجی تنظیموں کے اوپر جیسے **"فرقان بٹالین"**، **"خدام الاحمدیہ"** اور **"الجنہ اماء اللہ"** پر پابندی لگائی جائے۔

ذرا غور کریں وہ ملعون فرقہ جو جہاد کو حرام قرار دیتا ہے، خود کس لیے مسلح ہونا چاہتا ہے؟

۴۔ چوتھا اِن کو کلیدی عہدوں سے فارغ کیا جائے۔

۵۔ پانچواں ریاست کے اندر "ربوہ" ریاست کو دوبارہ منظم کیا جا رہا ہے۔ پورے ملک میں کسی بھی عقیدہ اور مسلک پر مشتمل کوئی شہر نہیں ہے۔ پھر قادیانیوں پر مہربانی کیسی؟

۶۔ ریکارڈ میں انھیں غیر مسلم لکھا جائے۔ ان کے نام کے ساتھ احمد یا محمد حذف کیا جائے اور آئندہ رکھنے پر پابندی لگائی جائے۔

۷۔ ان کے اپنے عقیدے کے پرچار پر پابندی عائد کی جائے۔

۸۔ میڈیا، فیس بک، انسٹراگرام، یوٹیوب پر اِن کی تبلیغی سرگرمیوں پیمبرا کو کڑی نظر رکھنی چاہیے تاکہ آئین پاکستان کے تحفظ کو یقینی بنایا جاسکے۔

۹۔ شعائر اسلامی کا مکمل تحفظ کیا جائے۔

۱۰۔ غیر ممالک میں اپنے سفیروں کو قادیانیت کے متعلق ٹریننگ دی جائے تاکہ وہاں پر اِن کے مضموم پروپگنڈے اور مظلومیت کے پرچار کو روکا جاسکے۔جس کی وجہ سے پاکستان پر ناجائز عالمی دباؤ بڑھ سکتا ہے۔

تلک عشرة كاملہ

قانون شکن اور فتنہ پرداز اصل میں مرزائی ہی ہیں:

عزیزانِ گرامی! دوسرے غیر مسلم تو اپنے آپ کو اقلیت سمجھتے ہوئے ذمیوں کی حیثیت سے تمام حقوق کے حقدار ہیں اور اِن پر ہونے والی کسی قسم کی زیادتی یقیناً کل مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچہری میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔لیکن قومی اسمبلی کے اندر قانون پاس ہونے کے بعد بھی قادیانیوں کا اپنے آپ کو اقلیت تسلیم نہ کرنا، اُن کو محارب کے درجے پر لا کھڑا کر رہا ہے۔

قانون پر عمل داری کرانا حکومتِ وقت کا کام ہوتا ہے۔لیکن جوں جوں نئے حکمران آتے ہیں، دین کی بنیادی معلومات سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے وہ اِس کی اہمیت کا ادراک نہیں کرسکتے۔کوئی وزیرِ اعظم سرِعام یہ کہہ کر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لاش کو سولی پر لٹکایا گیا۔ **رفعِ عیسیٰ** یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اُٹھائے جانے والے عقیدہ کی بے خبری اور بے علمی سے نفی کرتا ہے اور کوئی وزیرِ اعظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کو ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اساسِ دین سے بے خبری میں دور ہوتا دکھائی دیتا ہے۔اگرچہ ہمیں اِن کی نیتوں پر شک نہیں ہوسکتا ہے۔ہوسکتا ہے کہ دین کے بارے میں ان کا اخلاص بہت زیادہ ہوگا لیکن صحیح معلومات نہ ہونے یا اپنے اردگرد مرزائیت نواز لوگوں کی باتوں سے یہ متاثر ہوتے ہیں۔اس طرح اِن قوانین پر عمل داری

کو صحیح نہیں سمجھتے۔

قارئین کرام! پوری پوری زندگیاں ختم نبوت کی پاسبانی کرنے والے علماء اور ختمِ نبوت کی تحاریک کے اندر خون کے نذرانے پیش کرنے والے شہدا اور دستورِ پاکستان کے وقار کے احیاء کے لیے پوری قوم کو دوبارہ سے متحد و متفق ہو کر ایک لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے تا کہ **قادیانیت کی اِس دیوار کو جو گر رہی ہے، اس کو ایک دھکا اور دے کر** اِس کے نیچے اِس کو سہارا دینے والوں کو بھی خس و خاشاک میں ملا دیں اور ثابت کر دیں کہ:

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کے لیے
وقت کی تُند ہواؤں سے بغاوت کی ہے
چھوڑ کے سیاستِ دوراں کے فسوں
فقط ایک نامِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت کی ہے

باب نمبر ۱۱

عقیدہ ختم نبوت اور مصورِ پاکستان، مفکرِ اسلام

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ اقبال کی شخصیت کی عظمت کے سب پاکستانی قائل ہیں۔ انھوں نے ہی سب سے پہلے پاکستان کا تصور پیش کیا اور مصورِ پاکستان کہلائے۔ مصورِ پاکستان کے تصور کی تعبیر پاکستان کی صورت میں سامنے آئی لیکن مفکرِ اسلام تب بنے جب انھوں نے دین کی بنیادوں پر نقب لگانے والوں کی سازشوں کا ادراک کیا اور اسی طرح اسلام کی صحیح روح کو انھوں نے سمجھا کہ آج سب مکاتبِ فکر حضرت علامہ اقبالؒ کو مفکرِ اسلام کہتے ہیں۔

انھوں نے اس قادیانی فتنے کی حقیقت اور اس کے مضر اثرات کو اُسی وقت بھانپ لیا تھا۔ اور فرنگی حکومت سے انھوں نے سنگین حالات میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ آپ ''حرفِ اقبال'' میں لکھتے ہیں:

''جب میں نے تحریک کے رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا تو درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے۔''

اس سے آگے صفحہ نمبر ۱۳۷۔ پر لکھتے ہیں:

''بانی تحریک نے ملتِ اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے۔ اپنے مقلدین کو ملتِ اسلامیہ سے میل جول سے اجتناب کا حکم دیا۔ علاوہ ازیں اِن کا بنیادی اصولوں سے انکار اپنی جماعت کا مسلمانوں کی قیامِ نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے علیحدگی۔ ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ تمام دنیائے اسلام کافر ہے۔ یہ تمام

امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے اِس سے کہیں دور ہیں، جتنے سکھ ہندوؤں سے۔“

قادیانیت کے متعلق تقاریر، خطبات اور بیانات پر مشتمل ”حرفِ اقبال“ اور اُن کے مکتوبات کو ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

ظل، بروز، حلول، مسیح موعود کی اصطلاحات غیر اسلامی ہیں:

”اسلامی ایران میں موبدانہ اثر کے ماتحت ملحدانہ تحریکیں اُٹھیں اور انھوں نے بروز، حلول یا ظل وغیرہ اصطلاحات وضع کیں تاکہ تناسخ کے اس تصور کو چھپا سکیں۔ ان اصطلاحات کا وضع کرنا اس لیے لازم تھا کہ وہ مسلم کے قلوب کو ناگوار نہ گزریں۔ حتیٰ کہ مسیح موعود کی اصطلاح بھی اسلامی نہیں بلکہ اجنبی ہے اور اس کا آغاز بھی اسی موبدانہ تصور میں ملتا ہے۔ یہ اصطلاح ہمیں اسلام کے دورِ اول کی تاریخ کی اور مذہبی ادب میں نہیں ملتی۔“ (حرفِ اقبال، ص ۱۲۳، ۱۲۴)

قادیانی گروہ وحدتِ اسلامی کا دشمن ہے:

”مسلمان اِن تحریکوں کے مقابلے میں زیادہ حساس ہیں جو اِس کی وحدت کے لیے خطرناک ہیں۔ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو، لیکن اپنی بناء نئی نبوت پر رکھے، اور بزعمِ خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، مسلمان اِسے اسلام کی وحدت کے لیے ایک خطرہ تصور کرے گا اور اسی لیے کہ اسلامی وحدت ختمِ نبوت سے ہی استوار ہوتی ہے۔“

(حرفِ اقبال، ص ۱۲۲)

اسلام کے بنیادی اصول:

”اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے، جس کی حدود مقرر ہے۔ یعنی وحدتِ الوہیت پر ایمان۔ انبیائے علیہم السلام پر ایمان اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمِ

رسالت پر ایمان۔ دراصل یہ آخری یقین ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہِ امتیاز ہے اور اس امر کے لیے فیصلہ کُن ہے کہ کوئی فرد یا گروہ ملتِ اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں۔ مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں لیکن انھیں ملتِ اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ختمِ نبوت کو نہیں مانتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، کوئی اسلامی فرقہ اس حدِ فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہ کرسکا۔ ایران میں بہائیوں نے ختمِ نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا لیکن ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں۔ یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں یا پھر ختمِ نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اِس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کرلیں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقۂ اسلام میں رہے تاکہ انھیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔" (حرفِ اقبال، ص ۱۳۶، ۱۳۷)

قارئین کرام! یہ خالی مولویوں کی باتیں نہیں، مرزا کی اِنھی باتوں کو دیکھ کر مفکرِ اسلام، مصورِ پاکستان حضرت علامہ اقبال قلندرِ لاہوری بے چین ہوگئے۔ جن کی عقلی فراست پر انھیں انگریزوں نے سر کا خطاب دیا تھا۔ اب وہ کیا لکھتے ہیں:

حکومت قادیانیوں کو اقلیت تسلیم کرے:

علامہ اقبال نے مرزائیت کے خطرے کو بھانپتے ہوئے اُس وقت انگریز حکومت سے یہ مطالبہ کیا تھا:

"میں نے سابقہ بیان میں اس امر کی وضاحت کردی تھی کہ مذہب میں عدم مداخلت کی پالیسی ہی ایک ایسا طریقہ ہے جسے ہندوستان کی موجودہ حکمران قوم

اختیار کرسکتی ہے۔اس کے علاوہ کوئی پالیسی ممکن ہی نہیں۔البتہ مجھے یہ احساس ضرور ہے کہ یہ پالیسی مذہبی جماعتوں کے فوائد کے خلاف ہے۔اگرچہ اس سے بچنے کی کوئی راہ نہیں۔جنھیں خطرہ محسوس ہو،انھیں خود اپنی حفاظت کرنا پڑے گی۔ میری رائے میں گورنمنٹ کے لیے بہترین طریقہ کار یہ ہے کہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرلے۔یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان اُن سے ویسی ہی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتا ہے۔"(حرفِ اقبال،ص ۱۲۸،۱۲۹)

اِنگریزی حکومت کو مشورہ:

جب مسلمانوں کو انگریز حکومت نے مرزائیت کے ساتھ رواداری کا مشورہ دیا، جیسے آج کل مغربیت زدہ لوگ عشاقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیتے ہیں تو علامہ اقبالؒ کی روح تڑپ اُٹھی اور انھوں نے جواب دیا:

"حکومت کو موجودہ حالات پر غور کرنا چاہیے اور اس معاملہ میں جو قومی وحدت کے لیے اشد اہم ہے، عام مسلمانوں کی ذہنیت کا اندازہ لگانا چاہیے۔اگر کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو، تو اس کے لیے اِس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف مدافعت کرے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدافعت کا کیا طریقہ ہے؟ وہ طریقہ یہی ہے کہ اصل جماعت جس شخص کو: تلعب بالدین کرتے پائے، اس کے دعاوی کو تحریر و تقریر کے ذریعہ سے جھٹلایا جائے۔پھر یہ کیا مناسبت ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے۔حالانکہ اس کی وحدت خطرے میں ہو اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو۔اگرچہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔"(حرفِ اقبال،ص ۱۳۶)

قارئین کرام! یہاں سے آپ حضرت علامہ اقبال کی فکر اور سوچ کو کیا مولویانہ کہیں گے؟ جو عالمی

سیاست پر بھی نظر رکھتے تھے اور دین کی اصل روح سے بھی واقف تھے۔اُن کے نزدیک بھی قادیانیت ہی وہ شرارتی فرقہ ہے جو اب مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے وجود میں لایا گیا ہے۔

مرزائیوں کی انھی شرارتوں کو دیکھ کر علامہ اقبال کہنے پر مجبور ہوئے کہ:

"میرے نزدیک بہائیت ،قادیانیت سے زیادہ مخلص ہے ۔کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے۔لیکن موخرالذکر(قادیانیت) اسلام کے چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے ۔لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لیے مہلک ہے۔"(علامہ اقبال)

ختمِ نبوت کے ضمن میں علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے اشعار:

(حرفِ اقبال،بحوالہ اقبال اور قادیانیت از پروفیسر خالد شبیر احمد،احرار فاؤنڈیشن لاہور،صفحہ نمبر ۶۰،۶۲)

علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے اپنے اشعار میں بھی قادیانیت پر تنقید کرتے ہوئے اُسے یورپ سے برامدہ فتنہ ملت بیضاء اور برگِ حشیش (بھنگ) قرار دیا۔فرماتے ہیں ع

وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام
(ضربِ کلیم)

علامہ اقبال نے فارسی اشعار میں مرزا قادیانی کا تفصیلی تعاقب کیا ہے۔

عصرِ من پیغمبرے ہم آفرید
آنکہ در قرآن بغیر از خود ندید

تن پرست و جاہ مست وکم نگہ
اندرونش بے نصیب از لاالہٰ

در حرم زاد و کلیسا را مرید
پردۂ ناموس ما را پر درید

دامن اورا گرفتن ابلہی است
سینہ او از دلِ روشن تہی است

الحذر! از گرمِ گفتارِ او
الحذر! ازحرف پہلو دار او

شیخ او کرد فرنگی را مرید
گرچہ گوید از مقامِ بایزید

گفت دین را رونق از محکومی است
زندگانی از خودی محرومی است

دولت اغیار را رحمت شمرد
رقصہا گرد کلیسا کرد و مرد

(مثنوی پس چہ باید کرد)

ترجمہ

❁ میرے زمانے نے ایک نبی (مرزا قادیانی) بھی پیدا کیا، جس کو اپنے سوا قرآن میں کچھ نظر نہ آیا۔

❁ خود پسند عزت چاہنے والا کوتاہ نظر، اس کا دل لا الہٰ سے خالی ہے۔

❁ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا اور عیسائیوں کا غلام بنا۔اس نے ہماری ناموس کے پردے کو چاک کرایا۔
❁ اس سے عقیدت رکھنا حماقت ہے۔اس کا سینہ دل کی روشنی سے خالی ہے۔
❁ اس کی چرب زبانی سے بچو،اس کی چالبازانہ باتوں سے بچو۔
❁ اس کا پیر شیطان اور فرنگی کا غلام ہے۔اگرچہ وہ کہتا ہے کہ میں بایزید کے مقام سے بول رہا ہوں۔
❁ وہ کہتا ہے غلامی میں ہی دین کی رونق ہے۔اس کی زندگی خودی سے محروم ہے۔
❁ غیروں کی دولت کو وہ رحمت جانتا ہے۔اس نے گرجا کے گرد رقص کیا اور مر گیا۔

(ماخذ:تحریکِ ختم نبوت از شورش کشمیری،۲،علامہ اقبال اور فتنۂ قادیانیت از متین خالد)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی قادیانیت پر ضربِ کاری نے مسلمانوں کو قادیانیت کے خلاف بیدار کیا۔اور قصرِ قادیان میں زلزلہ بپا کیا۔یہی وجہ ہے کہ قادیانیوں نے ہمیشہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی یا دھوکہ سے ان کا نام استعمال کیا۔علامہ محمد اقبال کے صاحبزادے جسٹس جاوید اقبال لکھتے ہیں!

”مگر جب اقبال نے احمدی تاریخ سے بیزاری کا اظہار کھل کر کیا،احمدیوں کے عقائد کو اسلام کے منافی ثابت کر کے انھیں ملت اسلامیہ سے خارج گردانا اور انگریزی حکومت سے مطالبہ کیا کہ انھیں ایک علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے تو وہ ان کے دشمن ہو گئے تو انھوں نے اقبال کی کردار کشی کو اپنا شعار بنا لیا۔“

قارئین کرام! حضرت علامہ اقبالؒ نے ڈنکے کی چوٹ پر مرزائیوں کو اسلام کا باغی قرار دیا لیکن افسوس صد افسوس کہ سازشوں کے ایسے جال بُنے گئے کہ ملک کو پھر اِن باغیوں کی سازشیں پنپنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا گیا۔

☆ جب حکمران تاج وتخت کی سلامتی کے لیے پریشان تھے۔
علماء دولتِ ایمانی بچانے کے لیے بے چین تھے۔

☆ وہ اقتدار کے نشے میں چُور تھے اور
علماء دین کے وقار کے لیے مغموم تھے۔

☆ لوگ اقتدار کے ایوانوں میں براجمان تھے اور

علماء ٹوٹی پھوٹی صفوں اور چٹائیوں پر بیٹھے قوم کے اندر روح کو پھر سے بیدار کرنے میں مصروف تھے۔

☆ صیہونی سازشوں کے تحت اُمتِ مسلمہ میں فرقہ واریت والے منصوبے کے سامنے وہ بند باندھا کہ ساری اُمت: وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا ۔کے تحت ایک مضبوط رسی کے ساتھ بندھ گئی۔

آخر قربانیوں کی وہ لازوال داستان رقم کی گئی کہ لوگوں نے اِن علماء کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بننے والے ملک کے ایوانوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حفاظت کے لیے بھیجا اور پھر:

قارئین! مسلم اُمہ کی آواز قومی اسمبلی میں ایک تحریک کے ذریعے اِس انداز سے اُٹھی کے مرزائیت کے چہرے سے نقاب اُتر گیا اور اس کے اصلی روپ کو سامنے لایا گیا۔ ۲۳ دن تک بحث مباحثے میں مرزائیوں کو اپنے دفاع میں کھل کر بات کرنے دی گئی اور حقیقتوں کے سامنے آنے پر تمام اسمبلی کے ممبران جو اپنے اپنے علاقوں سے عوام کی آواز بن کر آئے تھے، نے بھی اپنی آواز کو عوام کی آواز میں ملا لیا اور الحمد اللہ! اسلام کے خلاف مرزائیت کی یہ سازش اپنے منطقی انجام کو پہنچی۔

اگلے باب میں قادیانیت کے خلاف پیش کی جانے والی تحریک جس کو قائدِ اہلِ سنت امام الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علماء کی نمائندگی کرتے ہوئے پیش کیا، کو منصہ شہود پر لایا گیا ہے اور پھر اس تحریک سے جو قرارداد متفقہ طور پر پاس کی گئی، اُس کا اجمالی نقشہ بھی پیش کیا گیا۔ اسی کے ساتھ ہی مرزائیت کے اصل خدو خال سامنے آنے پر اُس وقت کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے جذبات کے عالم کو اُنھی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں تاکہ مرزائیت کے بارے میں ''مولویت کے مسائل'' کا راگ الاپنے والوں کو یقین ہو جائے کہ یہ مسئلہ صرف اربابِ منبر و محراب کا نہیں، ہر صاحب ایمان کا ہے۔

باب نمبر ۱۲

مرزائیت بارے اسمبلی میں پیش ہونے والی تحاریک

قارئین کرام! جہاں ملک گیر ختم نبوت کی تحاریک میں علماء اور عوام نے گلیوں اور چوراہوں سڑکوں اور مسجدوں میں صدا بلند کی وہیں شہداء کے خون نے تحریک میں پیٹرول کا کام کیا اور علماء نے اسمبلیوں میں بھی ختمِ نبوت کے لیے آواز کو بلند کیا۔ ذیل میں اس تحریک کا متن جسے تمام مکاتب فکر کے علماء کی نمائندگی اور قیادت کرتے ہوئے قائد اہلِ سنت الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایوان میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اور اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے فخر سے فرمایا کرتے تھے:

"مجھے کامل یقین ہے کہ بارگاہِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں میرا یہ عمل قبول و منظور ہوگا"۔

اسی تحریک کو رکوانے کے لیے بڑی بڑی رقوم کی پیشکش کی گئی۔ جس کے جواب میں آپ نے تاریخی فقرہ فرمایا:

"کہ ہمارا سودا تو بازارِ مصطفیٰ میں ہو چکا ہے"

ملاحظہ فرمائیں اسمبلی میں تحریک کا متن

جنابِ اسپیکر!

قومی اسمبلی پاکستان۔۔۔محترمی!

ہم حسب ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں:۔

ہرگاہ کہ یہ ایک مکمل مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا، نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان، بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غداری تھیں۔

نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اُس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام

کو جھٹلانا تھا۔

نیز ہر گاہ کہ پوری امتِ مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، چاہے وہ مرزا غلام احمد مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اُسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں، دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

نیز ہر گاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو مکۃ المکرمہ کے مقدس شہر میں رابطۃ العالم الاسلامی کے زیر انتظام ۶ ر اور ۱۰ ر اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے ۱۴۰ مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی، متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے، جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہیے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار انھیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو موثر بنانے کے لیے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔

ختم نبوت پر پاکستان قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ

اسلام آباد، ۷ ر ستمبر ۱۹۷۴ء

قارئین کرام! اس تحریک کے بعد ایوان میں کھلبلی مچ گئی اور مرزائیت کی اصلیت سے بے خبر ممبران کی اِس کی حقیقت سمجھنے کی کوشش میں مصروف ہو گئے اور بقول ذوالفقار علی بھٹو ہر ممبرِ اسمبلی سے خفیہ طور پر بھی رائے لی گئی تاکہ اُن کی دلی آواز کے سامنے کوئی رکاوٹ نہ رہ سکے اور جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ۔ کہ حق آیا اور باطل گیا۔ کا سماں بندھ گیا۔

ان صفحات پر خصوصی کمیٹی کی قرارداد کا متن، آئین میں ترمیم کا بل، اور وزیر اعظم پاکستان جناب

ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر کا متن دیا جا رہا ہے جو انھوں نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اس وقت کی جبکہ پارلیمنٹ نے ختم نبوت کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے قانون پاس کیا۔

قرارداد

قومی اسمبلی کے کل ارکان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسبِ ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لیے بھیجی جائیں۔

کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنا رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش کرنے یا قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہے:۔

(الف) کہ پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے:۔

(اول) دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

(دوم) دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعے غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے، مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لیے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

(ب) کہ مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجبِ سزا ہوگا۔

(ج) کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں منتخبہ قانونی اور ضابطے کی ترمیمات کی جائیں۔

(د) کہ پاکستان کے تمام شہریوں، خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

(قومی اسمبلی میں پیش کیے جانے کے لیے)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کرنے کے لیے ایک بل:

ہر گاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازاں درج اغراض کے لیے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہٰذا بذریعہ ہذا حسبِ ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے:۔

(۱) مختصر عنوان اور آغازِ نفاذ۔ (۱) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔

(۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

(۲) آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا، دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین (اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں)'' درج کیے جائیں گے۔

(۳) آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں شق (۲) کے بعد حسبِ ذیل نئی شق درج کی جائے گی، یعنی:۔

''(۳) جو شخص محمد ﷺ، جو آخری نبی ہیں، کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا یا جو محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔''

بیانِ اغراض وجوہ:

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے، اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ (وزیر انچارج)

قارئین کرام! اس تاریخی قرارداد کے منظور ہونے کے بعد اُس وقت کے وزیر اعظم جناب

ذوالفقار علی بھٹو نے ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو تقریر کی جس کا متن پیش کیا جاتا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد آپ کو اندازہ ہوگا کہ ذوالفقار علی بھٹو کو مرزائیت کے بارے میں یہ احساس ہوگیا تھا کہ اِس فیصلے سے معیشت پر بھی اثرات پڑیں گے اور یہ کہ اس فتنے نے گھر گھر کے اندر بے چینی پھیلائی ہوئی ہے اور پھر اُس نے آزادانہ طور پر ہر بندے سے رائے لے کر اپنے دل کی باتوں کو اِس انداز سے کیا جس کے ایک ایک لفظ سے اُس کی غیرتِ ایمانی کا اظہار ہو رہا تھا۔ اسی کو دیکھ کر علمائے کرام فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اگر ذوالفقار علی بھٹو کے نامۂ اعمال میں کوئی اور نیکی نہ بھی ہو، تو پھر بھی اللہ کی رحمت سے وہی اُمید کرتے ہیں کہ ختمِ نبوت کا صدقہ اُسے شفاعتِ رسول ﷺ نصیب ہوگی۔

سابق وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کا ایوان سے خطاب:

جنابِ اسپیکر! میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لیے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم نے اس مسئلے پر ایوان کے تمام ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلۂ خیال کیا ہے، جن میں تمام پارٹیوں کے اور ہر طبقۂ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے، یہ ایک قومی فیصلہ ہے، یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلے کی تحسین کی مستحق قرار پائے اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلے کی تعریف و تحسین کا حق دار بنے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ یہ مشکل فیصلہ، بلکہ میری ناچیز رائے میں کئی پہلوؤں سے بہت ہی مشکل فیصلہ، جمہوری اداروں اور جمہوری حکومت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا تھا۔

یہ ایک پرانا مسئلہ ہے، نوے سال پرانا مسئلہ ہے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا، اس سے ہمارے معاشرے میں تلخیاں اور تفرقے پیدا ہوئے لیکن آج کے دن تک اس مسئلے کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جاسکا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ماضی میں بھی پیدا ہوا تھا، ایک بار نہیں بلکہ کئی بار ہمیں بتایا گیا کہ ماضی میں اس مسئلے پر جس طرح قابو پایا گیا تھا، اسی طرح اب کی بار بھی ویسے ہی

اقدامات سے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے اس سے پہلے کیا کچھ کیا گیا لیکن مجھے معلوم ہے کہ ۱۹۵۳ء میں کیا کیا گیا تھا، ۱۹۵۳ء میں اس مسئلے کے حل کے لیے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا جو اس مسئلے کے حل کے لیے نہیں بلکہ اس مسئلے کو دبا دینے کے لیے تھا کسی مسئلے کو دبا دینے سے اس کا حل نہیں نکلتا۔ اگر کچھ صاحبانِ عقل وفہم حکومت کو یہ مشورہ دیتے کہ عوام پر تشدد کر کے اس مسئلے کو حل کیا جائے اور عوام کے جذبات اور ان کی خواہشات کو کچل دیا جائے تو شاید اس صورت میں ایک عارضی حل نکل آتا لیکن یہ مسئلے کا صحیح اور درست حل نہ ہوتا۔ مسئلہ دَب تو جاتا اور پس منظر میں چلا جاتا لیکن یہ مسئلہ ختم نہ ہوتا۔

ہماری موجودہ مساعی کا مقصد یہ رہا ہے کہ اس مسئلے کا مستقل حل تلاش کیا جائے اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ہم نے صحیح اور درست حل تلاش کرنے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ درست ہے کہ لوگوں کے جذبات مشتعل ہوئے، غیر معمولی احساسات اُبھرے، قانون اور امن کا مسئلہ بھی پیدا ہوا، جائیداد اور جانوں کا اتلاف ہوا، پریشانی کے لمحات بھی آئے، تمام قوم گزشتہ تین ماہ سے تشویش کے عالم میں رہی اور اس پر کشمکش و بیم ورجا کے عالم میں رہی، طرح طرح کی افواہیں کثرت سے پھیلائی گئیں اور تقریریں کی گئیں، مسجدوں اور گلیوں میں بھی تقریروں کا سلسلہ جاری رہا، میں یہاں اور اس وقت یہ دہرانا نہیں چاہتا کہ ۲۲، اور ۲۹ مئی کو کیا ہوا تھا۔ میں موجودہ مسئلے کی وجوہات کے بارے میں بھی کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ یہ مسئلہ کس طرح رونما ہوا اور کس طرح اس نے جنگل کی آگ کی طرح تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرے لیے اس وقت یہ مناسب نہیں کہ میں موجودہ معاملات کی تہ تک جاؤں لیکن میں اجازت چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کی توجہ اس تقریر کی طرح دلاؤں جو میں نے قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے ۱۳ جون کو کی تھی۔

اس تقریر میں، میں نے پاکستان کے عوام سے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسئلہ بنیادی اور اصولی طور پر مذہبی مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے، پاکستان مسلمانوں کے لیے وجود میں آیا تھا، اگر کوئی ایسا فیصلہ کر لیا جاتا جسے اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت اسلام کی تعلیمات اور اعتقادات کے

خلاف سمجھتی تو اس سے پاکستان کی علتِ غائی اور اس کے تصور کو بھی ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی مسئلہ تھا، اس لیے میری حکومت کے لیے یا ایک فرد کی حیثیت میں میرے لیے مناسب نہ تھا کہ اس پر ۱۳ جون کو کوئی فیصلہ دیا جاتا۔

لاہور میں مجھے کئی ایک ایسے لوگ ملے جو اس مسئلے کے باعث مشتعل تھے، وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ آج ہی، ابھی ابھی اور یہیں اور وہ اعلان کیوں نہیں کر دیتے جو کہ پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت چاہتی ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ یہ اعلان کر دیں تو اس سے آپ کی حکومت کو بڑی داد و تحسین ملے گی اور آپ کو ایک فرد کے طور پر نہایت شاندار شہرت اور ناموری حاصل ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ اگر آپ نے عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کا یہ موقع گنوا دیا تو آپ اپنی زندگی کے ایک سنہری موقع سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ میں نے اپنے ان احباب سے کہا کہ یہ ایک انتہائی پیچیدہ اور بسیط مسئلہ ہے۔ جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو نوے سال سے پریشان کر رہا ہے اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی یہ پاکستان کے مسلمانوں کے لیے بھی پریشانی کا باعث بنا ہے۔ میرے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور کوئی فیصلہ کر دیتا۔ میں نے ان اصحاب سے کہا کہ ہم نے پاکستان میں جمہوریت کو بحال اور قائم کیا ہے، پاکستان کی ایک قومی اسمبلی موجود ہے جو ملکی مسائل پر بحث کرنے کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ میری ناچیز رائے میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے قومی اسمبلی ہی مناسب جگہ ہے اور اکثریتی پارٹی کے رہنما ہونے کی حیثیت میں، میں قومی اسمبلی کے ممبروں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ میں اس مسئلے میں حل کو قومی اسمبلی کے ممبروں کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں اور ان میں میری پارٹی کے ممبر بھی شامل ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ممبر میری اس بات کی تصدیق کریں گے کہ جہاں میں نے کئی ایک مواقع پر انھیں بلا کر اپنی پارٹی کے موقف سے آگاہ کیا، وہاں اس مسئلے پر میں نے اپنی پارٹی کے ایک ممبر پر بھی اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی، سوائے ایک موقع کے جبکہ اس مسئلے پر کھلی بحث ہوئی تھی۔

جنابِ اسپیکر! میں آپ کو یہ بتانا مناسب نہیں سمجھتا کہ اس مسئلے کے باعث اکثر

میں پریشان رہا اور راتوں کو مجھے نیند نہیں آئی۔اس مسئلے پر جو فیصلہ ہوا ہے، میں اس کے نتائج سے بخوبی واقف ہوں۔ مجھے اس فیصلے کے سیاسی اور معاشی ردِعمل اور اس کی پیچیدگیوں کا علم ہے، جس کا اثر مملکت کے تحفظ پر ہوسکتا ہے۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا، پاکستان وہ ملک ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لیے ایک علیحدہ مملکت چاہتے تھے۔اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔میں اس فیصلے کو جمہوری طریقے سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لیے اولین اہمیت رکھتی ہے۔ہمارا دوسرا اصول یہ ہے کہ جمہوریت ہماری پالیسی ہے، چنانچہ ہمارے لیے فقط یہی درست راستہ تھا کہ ہم اس مسئلے کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کرتے۔اس کے ساتھ ہی میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اپنی پارٹی کے اس اصول کی بھی پوری طرح سے پابندی کریں گے کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہو۔ہم سوشلسٹ اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ جو کیا گیا ہے، اس فیصلے میں ہم نے اپنے کسی بھی اصول سے انحراف نہیں کیا۔ ہم اپنی پارٹی کے تین اصولوں پر مکمل طور پر پابند رہے ہیں۔میں نے کئی بار کہا ہے کہ اسلام کے بنیادی اور اعلیٰ ترین اصول، سماجی انصاف کے خلاف نہیں، اور سوشلزم کے ذریعے معاشی استحصال کو ختم کرنے کے بھی خلاف نہیں ہیں۔

یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور غیر مذہبی بھی۔مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور غیر مذہبی اس لحاظ سے کہ ہم دورِ جدید میں رہتے بستے ہیں، ہمارا آئین کسی مذہب وملت کے خلاف نہیں بلکہ ہم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ فخر واعتماد سے بغیر کسی خوف کے اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کرسکے۔ پاکستان کے آئین میں پاکستانی شہریوں کو اس امر کی ضمانت دی گئی ہے۔میری حکومت کے لیے اب یہ بات بہت اہم ہوگئی ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ یہ نہایت ضروری ہے اور میں اس بات میں کوئی ابہام کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا۔ پاکستان کے

شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہمارا اخلاقی اور مقدس اسلامی فرض ہے۔

جنابِ اسپیکر! میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں اور اس ایوان کے باہر کے ہر شخص کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ فرض پوری طرح اور مکمل طور پر ادا کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں کسی شخص کے ذہن میں شبہ نہیں رہنا چاہیے۔ ہم کسی قسم کی غارت گری اور تہذیب سوزی یا کسی پاکستان طبقے یا شہری کی توہین اور بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔

جناب اسپیکر! گزشتہ تین مہینوں کے دوران اور اس بڑے بحران کے عرصے میں کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں، کئی لوگوں کو جیل میں بھیجا گیا اور چند اور اقدامات کیے گئے۔ یہ بھی ہمارے فرائض تھا۔ ہم اس ملک پر بدنظمی کا اور نراجی عناصر کا غلبہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ جو ہمارے فرائض تھے، ان کے تحت ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا لیکن اس موقع پر جبکہ تمام ایوان نے متفقہ طور سے ایک اہم فیصلہ کر لیا ہے، آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم ہر معاملے پر فوری اور جلد از جلد غور کریں گے اور جبکہ اس مسئلے کا باب بند ہو چکا ہے، ہمارے لیے یہ ممکن ہو گا کہ ان سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ مناسب وقت کے اندر اندر کچھ ایسے افراد سے نرمی برتی جائے گی اور انھیں رہا کر دیا جائے گا جنھوں نے اس عرصے میں اشتعال انگیزی سے کام لیا یا کوئی اور مسئلہ پیدا کیا۔

جنابِ اسپیکر! جیسا کہ میں نے کہا ہمیں امید کرنی چاہیے کہ ہم نے اس مسئلے کا باب بند کر دیا ہے۔ یہ میری کامیابی نہیں، یہ حکومت کی بھی کامیابی نہیں، یہ کامیابی پاکستان کے عوام کی کامیابی ہے جس میں ہم بھی شریک ہیں۔ میں سارے ایوان کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں، مجھے احساس ہے کہ یہ فیصلہ متفقہ طور پر نہ کیا جا سکتا۔ اگر تمام ایوان کی جانب سے اور اس میں تمام پارٹیوں کی جانب سے تعاون اور مفاہمت کا جذبہ نہ ہوتا۔ آئین سازی کے موقع کے وقت بھی ہم میں تعاون اور سمجھوتے کا یہ جذبہ موجود تھا۔ آئین ہمارے ملک کا بنیادی قانون ہے۔ اس آئین کے بنانے میں ۲۷ برس صَرف ہوئے اور وہ وقت پاکستان کی تاریخ میں تاریخی اور یادگار وقت تھا جب اس آئین کو تمام پارٹیوں نے قبول کیا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے اس متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ اسی جذبے کے تحت، ہم نے یہ مشکل فیصلہ بھی

کرلیا ہے۔

جنابِ اسپیکر! کیا معلوم کہ مستقبل میں ہمیں زیادہ مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑے لیکن میری ناچیز رائے میں جب سے پاکستان وجود میں آیا، یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ کل کو اس سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل مسائل ہمارے سامنے آسکتے ہیں جن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن ماضی کو دیکھتے ہوئے اس مسئلے کے تاریخی پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرتے ہوئے میں پھر کہوں گا کہ یہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا، گھر گھر میں اس کا اثر تھا، ہر دیہات میں اس کا اثر تھا، اور ہر فرد پر اس کا اثر تھا۔ یہ مسئلہ سنگین تر ہوتا چلا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ ایک خوفناک شکل اختیار کرگیا۔ ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہی تھا، ہمیں تلخ حقائق کا سامنا کرنا ہی تھا۔ ہم اس مسئلے کو ہائی کورٹ یا اسلامی نظریاتی کونسل کے سپرد کرسکتے تھے، یا اسلامی سیکرٹریٹ کے سامنے پیش کیا جاسکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت اور حتیٰ کہ افراد بھی مسائل کو ٹالنا جانتے ہیں اور انھیں جوں کا توں رکھ سکتے ہیں اور حاضرہ صورتِ حال سے نبٹنے کے لیے معمولی اقدامات کرسکتے ہیں لیکن ہم نے اس انداز سے نبٹانے کی کوشش نہیں کی۔ ہم اس مسئلے کو ہمیشہ کے لیے حل کرنے کا جذبہ رکھتے تھے۔ اس جذبے کے تحت قومی اسمبلی ایک کمیٹی کی صورت میں خفیہ اجلاس کرتی رہی، خفیہ اجلاس کرنے کے لیے کئی ایک وجوہات تھیں۔ اگر قومی اسمبلی خفیہ اجلاس نہ کرتی تو جناب! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام سچی باتیں اور حقائق ہمارے سامنے آسکتے؟ اور لوگ اس طرح آزادی اور بغیر کسی جھجک کے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرسکتے؟ اگر ان کو معلوم ہوتا کہ یہاں اخبارات کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگوں تک ان کی باتیں پہنچ رہی ہیں، اور ان کی تقاریر اور بیانات کو اخبارات کے ذریعے شائع کرکے ان کا ریکارڈ رکھا جاتا رہا ہے تو اسمبلی کے ممبر اس اعتماد اور کھلے دل سے اپنے خیالات کا اظہار نہ کرسکتے، جیسا کہ انھوں نے خفیہ اجلاسوں میں کیا۔ ہمیں ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کا کافی عرصے تک احترام کرنا چاہیے۔ بتاریخ بتاتی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ کوئی بات بھی خفیہ نہیں رہتی لیکن ان باتوں کے اظہار کا ایک موزوں وقت ہے۔ چونکہ اسمبلی کی کارروائی خفیہ رہی ہے اور ہم نے اسمبلی کے ہر ممبر کو اور ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی جو ہمارے سامنے پیش ہوئے، یہ یقین

دلایا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اُن کو سیاسی یا کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے بیانات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے گا۔ میرے خیال میں یہ ایوان کے لیے ضروری اور مناسب ہے کہ وہ ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو ایک خاص وقت تک ظاہر نہ کریں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہمارے لیے ممکن ہوگا کہ ہم ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو آشکارا کردیں کیونکہ اس کے ریکارڈ کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اُن خفیہ اجلاسوں کے ریکارڈ کو دفن ہی کردیا جائے گا، ہرگز نہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو یہ ایک غیر حقیقت پسندانہ بات ہوگی۔ میں فقط یہ کہتا ہوں کہ اگر اس مسئلے کے باب کو ختم کرنے کے لیے اور ایک نیا باب کھولنے کے لیے، نئی بلندیوں تک پہنچنے کے لیے، آگے بڑھنے کے لیے اور قومی مفاد کو محفوظ رکھنے کے لیے اور پاکستان کے حالات کو معمول پر رکھنے کے لیے اس مسئلے کی بابت ہی نہیں بلکہ دوسرے مسائل کی بابت بھی، ہمیں ان امور کو خفیہ رکھنا ہوگا۔ میں ایوان پر یہ بات عیاں کردینا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کے حل کو دوسرے کئی مسائل پر تبادلۂ خیال اور بات چیت اور مفاہمت کے لیے نیک شگون سمجھنا چاہیے۔ ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ یہ حل ہمارے لیے خوشی کا باعث ہے اور اب ہم آگے بڑھیں گے اور تمام نئے قومی مسائل کو مفاہمت اور سمجھوتے کے جذبے کے تحت طے کریں گے

جنابِ اسپیکر! میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اس معاملے کے بارے میں میرے جو احساسات تھے، میں انھیں بیان کرچکا ہوں۔ میں ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے، یہ ایک فیصلہ ہے جو ہمارے عقائد سے متعلق ہے اور یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔ میرے خیال میں یہ انسانی طاقت سے باہر تھا کہ یہ ایوان اس سے بہتر کچھ فیصلہ کرسکتا، اور میرے خیال میں یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اس مسئلے کو دوامی طور پر حل کرنے کے لیے موجودہ فیصلے سے کم کوئی اور فیصلہ ہوسکتا تھا۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہوسکتے ہیں جو اس فیصلے سے خوش نہ ہوں، ہم یہ توقع بھی نہیں کرسکتے کہ اس مسئلے کے فیصلے سے تمام لوگ خوش ہوسکیں گے جو گزشتہ نوّے سال سے حل نہیں ہوسکا۔ اگر یہ مسئلہ آسان ہوتا اور ہر ایک کو خوش رکھنا ممکن ہوتا تو یہ مسئلہ بہت پہلے حل ہوگیا ہوتا۔ لیکن یہ نہیں ہوسکا۔ ۱۹۵۳ء میں بھی یہ ممکن نہیں ہوسکا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ۱۹۵۳ء میں حل ہوچکا تھا، وہ لوگ اصل صورتِ

حال کا صحیح تجزیہ نہیں کرسکے۔میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فیصلے پر نہایت ناخوش ہوں گے۔اب میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کروں لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ ان لوگوں کے طویل المیعاد مفاد کے حق میں ہے کہ یہ مسئلہ حل کرلیا گیا ہے۔آج یہ لوگ ناخوش ہوں گے، ان کو یہ فیصلہ پسند نہ ہوگا، ان کو یہ فیصلہ ناگوار ہوگا لیکن حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اور مفروضے کے طور پر اپنے آپ کو ان لوگوں میں شمار کرتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ ان کو بھی اس بات پر خوش ہونا چاہیے کہ اس فیصلے سے یہ مسئلہ حل ہوا اور ان کی آئینی حقوق کی ضمانت حاصل ہوگئی۔ مجھے یاد ہے جبکہ حزبِ مخالف سے **مولانا شاہ احمد نورانی** نے یہ تحریک پیش کی تو انھوں نے ان لوگوں کو مکمل تحفظ دینے کا ذکر کیا تھا جو اس فیصلے سے متاثر ہوں گے۔ایوان اس یقین دہانی پر قائم ہے۔ یہ ہر پارٹی کا فرض ہے، یہ حکومت کا فرض ہے، حزبِ مخالف کا فرض ہے اور ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کی یکساں طور پر حفاظت کریں۔اسلام کی تعلیم رواداری ہے، مسلمان رواداری پر عمل کرتے رہے ہیں، اسلام نے فقط رواداری کی تبلیغ ہی نہیں کی، بلکہ تمام تاریخ میں اسلامی معاشرے نے رواداری سے کام لیا ہے۔اسلامی معاشرے نے اس تیرہ و تاریک زمانے میں یہودیوں کے ساتھ بہترین سلوک کیا جبکہ عیسائیت ان پر یورپ میں ظلم کررہی تھی اور یہودیوں نے سلطنتِ عثمانیہ میں آکر پناہ لی تھی۔اگر یہودی دوسرے حکمران معاشرے سے بچ کر عربوں اور ترکوں کے اسلامی معاشرے میں پناہ لے سکتے تھے تو پھر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری مملکت اسلامی مملکت ہے، ہم مسلمان ہیں، ہم پاکستانی ہیں اور یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم تمام فرقوں، تمام لوگوں اور پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں طور پر تحفظ دیں۔

جناب اسپیکر صاحب! ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں آپ کا شکریہ

قادیانیوں کا اپنی آئینی حیثیت نہ ماننے پر اسمبلی میں ہلچل:

قارئین کرام! قانونی طور پر قادیانیوں نے غیر مسلم ٹھہرائے جانے کے بعد اپنی آئینی حیثیت کو تسلیم نہ کیا اور اِن کی سرگرمیوں سے یہی ظاہر ہونے لگا کہ اسمبلی کی یہ قرارداد محض ایک رسمی کارروائی ہے

۔اس بے چینی کو دور کرنے کے لیے حکومتِ پاکستان کو یقین دھانی کرانی پڑی کہ سیاسی حلقوں میں یہ باتیں جو سرگرم ہیں کہ مرزائیت کے بارے میں چند قانونی موشگافیوں کی وجہ سے اس کی عمل داری بے اثر ہو رہی ہے۔گورنمنٹ کو باقاعدہ طور پر وضاحت کرنی پڑے گی۔

قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں۔حکومتِ پاکستان کی توثیق (۱۹۸۲ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قادیانی فرقے سے تعلق رکھنے والے افراد کی آئینی حیثیت کے متعلق مختلف حلقوں میں کچھ عرصے سے شبہات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ان شبہات کا دور کرنے کی غرض سے صدرِ مملکت نے گزشتہ ماہ کی بارہویں تاریخ کو ترمیمِ دستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء (صدارتی فرمان نمبر ۸، مجریہ سال ۱۹۸۲) جاری کیا تھا۔جس کی رو سے اعلان کیا گیا ہے اور مزید توثیق کی گئی ہے کہ وفاقی قوانین (نظریاتی واستقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء) نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) کے جدولِ اول میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹، بابت سال ۱۹۷۴ء) کی شمولیت سے ان ترامیم کا جو اس کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء میں قادیانیوں کی حیثیت کے بارے میں عمل میں لائی گئی ہیں، تسلسل متاثر ہوا ہے اور نہ ہوگا اور وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء کے جزو کی حیثیت سے برقرار رہیں گے۔نیز قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں) ''غیر مسلم'' کے طور پر حیثیت تبدیل ہوئی ہے اور نہ ہوگی، اور وہ بدستور ''غیر مسلم'' ہیں۔وضاحتی فرمان کے بعد عام حالات میں اس مسئلے کی نسبت چہ میگوئیوں کا سلسلہ بند ہو جانا چاہیے تھا مگر بایں ہمہ چند مفاد پرست عناصر حقائق کا رخ موڑ کر اس ضمن میں بے چینی اور بے اطمینانی کی فضا پیدا کرنے میں بدستور کوشاں نظر آتے ہیں۔ان عناصر کی ریشہ دوانیوں کا موثر طریقے سے سدباب کرنے کی خاطر اس مسئلے کی مزید صراحت اور وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

مجلسِ شوریٰ کے گزشتہ اجلاس میں راجہ محمد ظفر الحق، قائم مقام وزیر قانون و پارلیمانی امور، نے قاری سعید الرحمن اور مولانا سمیع الحق، ممبران وفاقی کونسل کی جانب سے قادیانی کی قانونی حیثیت کے بارے میں پیش کردہ تحاریکِ التوا کے متعلق مورخہ ۱۲/اپریل ۱۹۸۲ء کو ایک مفصل بیان دیا تھا۔

وزیرِ موصوف نے اس مسئلے کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل ۲۶۰ میں شق (۳) کا اضافہ کیا گیا اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ اس ضمن میں آرٹیکل ۱۰۶ کی شق (۳) میں صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم نشستوں کی تقسیم کی وضاحت کرتے ہوئے قادیانی فرقے کے افراد کو غیر مسلم اقلیت کے زمرے میں شامل کیا گیا۔ متذکرہ بالا آئینی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے موجودہ حکومت نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد عوام کی نمائندگی کے ایکٹ مجریہ سال ۱۹۷۶ء میں دفعہ ۴۷۔الف میں بھی قادیانی گروپ سے متعلق افراد کو 'غیر مسلموں' کے زمرے میں شامل کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ تبدیلی بھی قادیانیوں کی آئینی حیثیت بطور ''غیر مسلم'' اقلیت متعین ہو جانے کی بنا پر معرضِ وجود میں آئی۔ اسی طرح ایوان ہائے پارلیمان و صوبائی اسمبلیوں کے (انتخابات) کے فرمان مجریہ سال ۱۹۷۷ء (فرمانِ صدر بعد از اعلان نمبر ۵ مجریہ سال ۱۹۷۷ء) میں بھی بذریعہ صدارتی فرمان نمبر ۱۷ مجریہ سال ۱۹۷۸ء ترمیم کر کے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے سلسلے میں اہلیت اور نااہلیت کے متعلق مسلم اور غیر مسلم کے الگ الگ زمرے طے کر دیے گئے جس کے نتیجے میں کوئی شخص اس وقت تک کسی اسمبلی کے انتخابات کے لیے اہل قرار نہیں پا سکتا۔ جب تک کہ اس کا نام مسلمانوں یا غیر مسلموں کی نشستوں سے متعلق جداگانہ انتخابی فہرستوں میں سے کسی ایک میں درج نہ ہو۔

بعد از اں فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء جاری کرتے وقت بھی قادیانیوں کی متذکرہ بالا حیثیت بطور غیر مسلم برقرار رکھی گئی۔ چنانچہ فرمان عارضی دستور کے آرٹیکل ۲ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء جو فی الحال معطل ہے، کے کچھ آرٹیکل کو فرمان عارضی دستور کا حصہ بناتے وقت آرٹیکل ۲۶۰ کو بھی شامل کیا گیا۔ اس واضح قانونی پوزیشن کے باوجود کچھ حلقوں میں قادیانیوں کی آئینی و قانونی حیثیت کے متعلق شک کا اظہار کیا گیا، جسے دور کرنے کے لیے فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء میں آرٹیکل نمبر ۱۔الف کا اضافہ کیا گیا جس کی رُو سے یہ قرار پایا کہ ۱۹۷۳ء کے دستور اور مذکورہ فرمان نیز تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں مسلم اور غیر مسلم سے مراد وہی لی جائے گی جس کا ذکر فرمانِ عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے حوالے سے ترمیم دستور (استقرار) کے فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء میں ہے۔ فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے آرٹیکل ۱۔الف میں مسلم اور غیر مسلم کی

تعریف کرتے ہوئے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کو (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں) غیر مسلموں کے زمرے میں شامل کیا گیا۔

وزیر موصوف نے وفاقی قوانین (نظر ثانی واستقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے جدوَل میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ عام طے شدہ مروجہ طریقۂ کار کے مطابق وزارتِ قانون وقتاً فوقتاً ایک تنسیخی اور ترمیمی قانون کا نفاذ کرواتی ہے۔ جس کے ذریعے ان قوانین کو، جن سے مروجہ قوانین میں ترمیم کی گئی ہو اور جو اپنا مقصد حاصل کر چکے ہوں، منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی مروجہ طریقۂ کار کے پیش نظر متذکرہ بالا وفاقی قوانین (نظر ثانی واستقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء جاری کیا گیا۔ اس ضمن میں وزیر موصوف نے قانون عبارات عامہ بابت سال ۱۸۹۷ء کی دفعہ ۶۔الف کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ ہر وہ ترمیم جو کسی ترمیمی قانون کے ذریعے کسی دیگر قانون میں عمل میں لائی گئی ہو، ترمیمی قانون کی تنسیخ کے باوجود موثر رہتی ہے، بشرطیکہ ترمیمی قانون کی تنسیخ کے وقت وہ باقاعدہ طور پر نافذ العمل ہو۔ اس سے یہ بات واضح اور عیاں ہے کہ ترمیم کرنے والے قانون کی تنسیخ کے باوجود اس کے ذریعے معرضِ وجود میں آنے والی ترمیم زندہ اور موثر رہتی ہے اور ترمیمی قانون کا عدم اور وجود ایسی ترمیم کی بقا کے لیے یکساں ہے۔ اس لیے یہ کہنا قطعاً بجا نہ ہوگا کہ ترمیم اسی صورت میں باقی رہے گی جبکہ متعلقہ ترمیمی قانون کا وجود باقی رہے گا۔ ترمیمی قانون منسوخ کر دیا جائے یا موجود رہے، ترمیم بہر حال نافذ العمل رہتی ہے۔ چنانچہ دستور (ترمیم ثانی، ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی وفاقی قوانین (نظر ثانی واستقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء کی جدوَل اول میں شمولیت سے مذکورہ ترمیمی قانون کے ذریعے سے کی جانے والی ترامیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور وہ بدستور قائم اور رائج ہیں۔ ان سب اُمور کے باوصف اس مسئلے کو پھر سیاسی رنگ دینے اور ابہام پیدا کرنے کی ناجائز کوشش جاری رہی لہٰذا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے ''ان مقامات سے بھی بچنا چاہیے جہاں تہمت لگنے کا اندیشہ پایا جائے۔'' مذکورہ بالا شک وابہام کو دور کرنے کے لیے حکومت نے ایک مزید قدم اٹھایا اور صدرِ مملکت نے ایک انتہائی واضح اور مکمل فرمان جاری کیا جو کہ صدارتی فرمان نمبر ۸، مجریہ سال ۱۹۸۲ء کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا متن حسب ذیل ہے:۔

چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کے

ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء میں ترامیم کی گئی تھیں تا کہ صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی کی غرض سے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں) کو غیر مسلموں میں شامل کیا جائے اور تا کہ یہ قرار دیا جائے کہ کوئی شخص جو خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان نہ رکھتا ہو، یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعوے دار ہو، یا ایسے دعوے دار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو، دستور یا قانون کے اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔

اور چونکہ فرمانِ صدر نمبر ۱۷، مجریہ سال ۱۹۷۸ء کے ذریعے من جملہ اور چیزوں کے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم بشمول قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں) مناسب نمائندگی کے لیے حکم وضع کیا گیا تھا۔

اور چونکہ فرمان عارضی دستور ۱۹۸۱ء (فرمان سی۔ایم۔ایل۔اے نمبر ۱ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) نے مذکورہ بالا دستور کے ایسے احکام کو جو متعلقہ تھے، اپنا جزو قرار دیا تھا۔

اور چونکہ مذکورہ بالا فرمان میں واضح طور پر لفظ ''مسلم'' کی تعریف کی گئی ہے جس سے ایسا شخص مراد ہے جو وحدت و توحیدِ قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو، نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو، یا جو دعویٰ کرے اور لفظ ''غیر مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو، جس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔

اور چونکہ وفاقی قوانین (نظرثانی واستقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) مسلمہ طریقہ کار کے مطابق اور مجموعہ قوانین سے ایسے قوانین کو بشمول مذکورہ بالا ایکٹ نکال دینے کے مقصد سے جاری کیا گیا تھا، جو اپنا مقصد حاصل کر چکے تھے۔

اور چونکہ جیسا کہ مذکورہ بالا آرڈیننس میں واضح طور پر قرار دیا گیا ہے، مذکورہ بالا دستور

یا دیگر قوانین کے متن میں جو ترامیم مذکورہ بالا ایکٹ یا دیگر ترمیمی قوانین کے ذریعے کی گئی ہیں مذکورہ بالا آرڈیننس کے اجراء سے متاثر نہیں ہوئی ہیں۔

لہٰذا اب ۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بموجب اور اس سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے قانونی صورتِ حال کے استقرار اور اس کی مزید توثیق کے لیے حسبِ ذیل فرمان جاری کیا ہے:۔

(ا) **مختصر عنوان اور آغازِ نفاذ:** (ا) یہ فرمان ترمیم دستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء کے نام سے موسوم ہوگا۔ (۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

(۲) **استقرار:** بذریعہ ہذا اعلان کیا جاتا ہے اور مزید توثیق کی جاتی ہے کہ وفاقی قوانین (نظرثانی واستقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) کی جدولِ اول میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی شمولیت سے، جس کی رُو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء میں مذکورہ بالا ترامیم شامل کی گئی تھیں۔

(الف) مذکورہ بالا ترامیم کا تسلسل متاثر نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا جو مذکورہ بالا دستور کے جزو کی حیثیت سے برقرار ہیں یا

(ب) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں) غیر مسلم کے طور پر حیثیت تبدیل نہیں ہوئی ہے اور نہ ہوگی اور وہ بدستور غیر مسلم ہیں۔

متذکرہ بالا متن سے ظاہر ہے کہ قادیانیوں کی آئینی وقانونی حیثیت بطور غیر مسلم قطعی طور پر مسلمہ اور قائم ہے۔ کچھ حلقوں نے اس اندیشے کا اظہار کیا ہے کہ متذکرہ بالا صدارتی فرمان اور فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء چونکہ عارضی قانونی اقدامات ہیں، لہٰذا ان کے منسوخ ہو جانے پر مسلم اور غیر مسلم کی تعریف جو فرمانِ عارضی دستور کے آرٹیکل نمبر ا۔الف میں بیان کی گئی ہے، بھی ختم ہو جائے گی اور چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ (نمبر ۹، بابت سال ۱۹۷۴ء) جس کی رُو سے ۱۹۷۳ء کے دستور میں ترامیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، وفاقی قوانین (نظرثانی واستقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے ذریعے منسوخ ہو چکا ہے، اس لیے دستور کے بحال ہونے پر قادیانیوں کی قانونی وآئینی حیثیت اسی طرح ہوگی جیسی کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کے نفاذ

سے پیشتر تھی۔

جیسا کہ مفصل بیان کیا جا چکا ہے، دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کی رُو سے جو ترامیم ۱۹۷۳ء کے دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ و آرٹیکل ۱۰۶ میں عمل میں لائی گئی تھیں، وہ بدستور قائم اور نافذ ہیں۔

شائع شدہ

وزارتِ اطلاعات ونشریات

محکمہ فلم ومطبوعات اسلام آباد

۱۸ رمئی ۱۹۸۲ء

قارئین کرام! مرزائیوں کی فتنہ گری کو دیکھیں کہ اِس آرڈیننس کے باوجود مرزائیوں نے قانون کو ذرا برابر بھی اہمیت نہ دی اور مسلسل اسلامی شعائر کو استعمال میں لا کر اِس قصرِ اسلام میں نقب لگانے کے لیے مصروفِ عمل رہے اور بالآخر قصرِ نبوت کے پہرہ داری کرنے والے علماء نے شعائرِ اسلامیہ کے تحفظ کے لیے بھی ایک آرڈیننس جاری کروایا جس کے مطالعہ سے عشاقانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل باغ باغ ہو جائیں گے۔ ختمِ نبوت کے ہر سپاہی کو کسی جگہ بھی قانون کی خلاف ورزی پر قادیانیوں کی گرفت کا سامان میسر ہو گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نئے آرڈیننس کا اجراء (۱۹۸۴ء)

شعار اسلامیہ کے استعمال اور

قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کو روکنے کے لیے

صدرِ مملکت نے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیوں کو روکنے کے لیے اور قانون میں ترمیم کے لیے ایک آرڈیننس بنام قادیانی گروپ، لاہوری گروپ، اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع وتعزیر) ۱۹۸۴ء نافذ کیا ہے۔ یہ آرڈیننس ۲۶ راپریل

۱۹۸۴ء کو نافذ کیا گیا ہے۔

تعزیراتِ پاکستان میں دفعہ ۲۹۸۔ بی کا اضافہ کیا گیا ہے، جس کی رُو سے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ کے کسی بھی ایسے شخص کو جو زبانی یا تحریری طور پر یا کسی فعل کے ذریعے مرزا غلام احمد کے جانشینوں یا ساتھیوں کو "**امیر المومنین**"، یا "**صحابہ**" یا اس کی بیوی کو "**ام المومنین**" یا اس کے خاندان کے افراد کو "**اہل بیت**" کے الفاظ سے پکارے یا اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کہے، تین سال کی سزا اور جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔

اس دفعہ کی رُو سے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ یا احمدیوں کے ہر اس شخص کی بھی یہی سزا ہوگی جو اپنے ہم مذہب افراد کو عبادت کے لیے جمع کرنے یا بلانے کے لیے اس طرح کی اذان کہے یا اس طرح کی اذان دے جس طرح کہ مسلمان دیتے ہیں۔

ایک نئی دفعہ ۲۹۸۔سی کا تعزیراتِ پاکستان میں اضافہ کیا گیا ہے، جس کی رو سے متذکرہ گروپوں میں سے ہر ایسا شخص جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدے کو اسلام کہے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی انداز میں مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرے، اس سزا کا مستحق ہوگا۔

اس آرڈیننس نے قانونِ فوجداری ۱۹۹۸ء کی دفعہ ۹۹۔اے میں بھی ترمیم کر دی ہے جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے اخبار، کتاب اور دیگر دستاویز کو جو کہ تعزیراتِ پاکستان میں اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شائع کی گئی، کو ضبط کر سکتی ہے۔

اس آرڈیننس کے تحت سب پاکستان پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ میں بھی ترمیم کر دی گئی ہے جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پریس کو بند کر دے جو تعزیراتِ پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپتا ہے۔ اس اخبار کو ڈکلریشن منسوخ کر دے جو متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس کتاب یا اخبار پر قبضہ کر لے جس کی چھپائی یا اشاعت پر اس دفعہ کی رُو سے پابندی ہے۔

آرڈیننس فوری طور پر نافذ ہو گیا ہے، آرڈیننس کا متن مندرجہ ذیل ہے:

آرڈیننس نمبر ۲۰ (مجریہ ۱۹۸۴ء)

قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلافِ اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کرنے کا آرڈیننس۔

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلافِ اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کی جائے۔

اور چونکہ صدر کو اطمینان ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بنا پر فوری کارروائی کرنا ضروری ہوگیا ہے۔ لہٰذا اب ۵ رجولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بموجب اور سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسبِ ذیل آرڈیننس وضع اور جاری کیا ہے۔

حصۂ اول ابتدائیہ (مختصر عنوان اور آغازِ نفاذ)

(۱) یہ آرڈیننس قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیاں (امتناع وتعزیر) آرڈیننس ۱۹۸۴ء کے نام موسوم ہوگا۔

(۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۲۔ آرڈیننس عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر غالب ہوگا۔

اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود موثر ہوں گے۔

حصۂ دوم

مجموعہ تعزیراتِ پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵، بابت ۱۸۶۰ء) کی ترمیم

۳۔ ایکٹ نمبر ۴۵، بابت ۱۸۶۰ء میں نئی دفعات:

۲۹۸۔ب اور ۲۹۸۔ج کا اضافہ۔

مجموعہ تعزیراتِ پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵، ۱۸۶۰ء میں باب ۱۵ میں، دفعہ ۲۹۸۔الف کے بعد حسب ذیل نئی دفعات کا اضافہ کیا جائے گا۔ یعنی۔۔۔

۲۹۸۔ب۔ بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لیے:

مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال۔

(۱) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے:

(الف) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المومنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجۂ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ج) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان (اہل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(د) اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

(۲) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لیے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲۹۸۔ج۔قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے

یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم

کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے۔کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

قارئین کرام! ذیل میں وہ دفعات درج ہیں جو کسی بھی قادیانی کو اسلام کے اندر نقب لگانے پر مختلف سزائیں دلوانے کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔

حصۂ سوم

مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۹۸۹ء

(ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء) کی ترمیم

۴۔ایکٹ نمبر ۵،بابت ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹۔الف کی ترمیم

مجموعۂ ضابطۂ فوجداری ۱۸۹۸ء (ایکٹ نمبر ۵، بابت ۱۸۹۸ء) میں جس کا حوالہ بعد ازیں مذکورہ مجموعہ کے طور پر دیا گیا ہے، دفعہ ۹۹۔الف میں، ذیلی دفعہ (۱) میں:

(الف) الفاظ اور سکتہ ''اس طبقہ کے'' کے بعد الفاظ، ہندسے قوسین، حرف اور سکتے ''اس نوعیت کا کوئی مواد جس کا حوالہ مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ کی ذیلی دفعہ (۱) کی شق (ی ی) میں دیا گیا ہے'' شامل کر دیے جائیں گے، اور

(ب) ہندسہ اور حرف ''۲۹۸۔الف کے بعد الفاظ، ہندسے اور حرف یا دفعہ ۲۹۸۔ب یا دفعہ ۲۹۸۔ج شامل کر دیے جائیں گے۔

ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی جدولِ دوم کی ترمیم

مذکورہ مجموعہ میں جدولِ دوم میں دفعہ ۲۹۸۔الف سے متعلق اندراجات کے بعد حسبِ ذیل اندراجات شامل کر دیے جائیں گے، یعنی:۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۲۹۸۔ب	بعض مقدس شخصیات کے لیے مخصوص القاب، اوصاف اور خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ناقابل ضمانت	تین سال کے لیے کسی ایک قسم کی سزائے قید اور جرمانہ	ایضاً
۲۹۸۔ج	قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً

حصۂ چہارم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء
(مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر ۳۰ مجریہ ۱۹۶۳ء کی ترمیم)

۶۔مغربی پاکستان آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ کی ترمیم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء (مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر ۳۰ مجریہ ۱۹۶۳ء) میں دفعہ ۲۴ میں ذیلی دفعہ (ا) میں شق (ی) کے بعد حسبِ ذیل نئی شق شامل کر دی جائے گی یعنی:۔

’’(ی ی) ایسی نوعیت کی ہوں جن کا حوالہ مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی دفعات ۲۹۸۔الف، ۲۹۸۔ب یا ۲۹۸۔ج میں دیا گیا ہے‘‘ یا‘‘۔

شائع کردہ

محکمہ فلم و مطبوعات، وزارتِ اطلاعات و نشریات اسلام آباد، پاکستان ۱۹۸۴ء

باب نمبر ۱۳

دعوتِ فکر

ختمِ نبوت اساسِ دین ہے:

قارئین کرام! پچھلے سب ابواب کے مطالعہ سے آپ جان گئے ہوں گے کہ ختم نبوت کا عقیدہ کوئی فروعی مسئلہ نہیں بلکہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور جس طرح ارکانِ اسلام کے کسی رکن کا بھی انکار کفر ہے، اسی طریقہ سے سرکارِ مدینہ ﷺ کی ختم نبوت کا انکار بھی کفر ہے۔ کیونکہ ختم نبوت نصوصِ قطعیہ اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرامین کا واضح مطلب ہے کہ اب قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ نہ حقیقی، نہ مجازی، نہ تشریعی، نہ غیر تشریعی، نہ ظلی اور نہ بروزی۔ خاتم الانبیاء امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا مدعی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اسی پر اجماعِ امت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نَحْنُ الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ۔ حضور اس درختِ آفرینش کے بیج بھی ہیں اور پھل بھی۔ بقیہ انبیائے علیہم السلام اِس درخت کے پتے، پھول اور شاخیں ہیں۔ پھل ہمیشہ پتوں اور شاخوں کے بعد نکلتا ہے اور جب وہ نکلتا ہے تو پتے، پھول اور شاخیں نکلنا بند ہو جاتی ہیں۔ پھر سب سے آخر میں آتا ہے اور اِس کا آنا پتوں اور شاخوں کے اختتام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

قیامت کے دن جب لوگ تمام انبیاء کا دروازہ کھٹکھٹانے کے لیے شفاعت کی غرض سے حضور کے پاس آئیں گے تو یہی کہیں گے کہ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ۔ مشکوٰۃ شریف میں حضور ﷺ فرماتے ہیں:

أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ، وَلَا فَخْرَ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَلَا فَخْرَ۔

نئے نئے قادیانیت کی طرف مائل ہونے والے لوگوں سے ہماری درخواست ہے کہ:

ذرا سوچیئے

(۱) مکمل دین میں کون سی کمی ہے جس کے لیے نئے نبی کو آنا ضروری سمجھا جائے:

اگر حضور کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت ہوتی تو قرآن میں اُس کا بھی ذکر ہوتا۔ آخر جن چیزوں کے ماننے سے صحابہ کرام خیر القرون کے لوگ مومن ہوئے، اِن چیزوں کا ماننا آج کیسے ناکافی ہوگا؟ کیا اُن کا اسلام اور تھا اور ہمارا اور ہے؟ اگر ہم قرآن کو ناقص اور اسلام کو نامکمل دین مانتے ہیں تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ قرآن میں جن چیزوں پر ایمان لانے کا حکم دیا، اِن کے سوا کسی پر ایمان لانا جائز ہے۔ مرزا قادیانی کی نبوت چونکہ قرآن کا معمول نہیں، اِس لیے اس کو نبی ماننا، قرآن، ایمان اور اسلام سب کی مخالفت ہے۔ جب: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ : کہ آپ کے لیے آپ کا دین مکمل کر دیا گیا ،میرے رب کا ارشاد ہے تو پھر اِس میں کمی کی گنجائش کو تسلیم کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ آخر سوچا جائے کہ اسلامی تعلیمات میں وہ کون سی کمی رہ گئی ہے جس کو پورا کرنے کے لیے جھوٹے نبی کو ماننا ضروری ہے؟

کائنات ایک درس گاہ ہے اور انبیاء علیہم السلام اس میں معلمین ہیں اور معلمِ اعلیٰ کی تعلیم سب سے آخر میں ہوتی ہے۔ اسی طرح نبی کے بعد نبی کی ضرورت تب ہوتی ہے کہ کوئی صیغہ تعلیم نامکمل رہ جائے۔ یا کوئی تحریف ہو جائے۔ اور اسے صحیح کرنا مقصود ہو۔ مگر: إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ ہمارا ایمان ہے کہ یہ دونوں چیزیں کبھی نہیں ہوسکتیں۔ نہ تعلیم میں کوئی کمی اور نہ اِس میں کوئی تحریف ممکن ہے۔

(۲) نبی غیر نبی سے افضل ہوتا ہے کیا اس جھوٹے نبی کو صحابہ سے افضل جانو گے؟

یاد رکھیے! نبی، غیر نبی سے افضل ہوتا ہے۔ اگر مرزا نبی مان لیا جائے تو پھر یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے افضل ہو گیا کیونکہ وہ نبی نہ تھے۔ حالانکہ صحابہ کے بعد آنے والے لوگ اِن سے افضل تو کجا ان کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً۔

جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے صدقہ دیا اور قتال کیا۔ کیا تم لوگ اُن کے برابر نہیں ہو سکتے۔ ان کے درجات بہت بلند ہیں۔

امت کے اندر صحابہ کرام، اجماع کے ساتھ سب امت پر افضل ہیں۔ اب اگر غیر صحابی نبی ہے

تو امت کا صحابہ پر افضل آنا لازم آتا ہے جو کہ محال ہے۔

(۳) کیا خاتم النبیین کا مطلب صحابہ کرام اور اسلافِ اُمت نے نہ سمجھا جو جھوٹے نبیوں کے خلاف جہاد کیا:

عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ۔ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں، جب پندرہ سو سال تک امت کا اِس پر اجماع رہا اور ہر مدعی نبوت کو کافر سمجھ کر قتل کیا گیا تو پھر پندرہ سو سال بعد کے مرزا دجال کو کیسے جگہ دی جا سکتی ہے۔

اگر اتباع سے نبی ہو سکتا تو صحابہ کرام سے کم از کم ایک آدھ نبی ہوتا۔ کیونکہ وہ حضور کے کامل متبع تھے۔

پس خدا برما شریعت ختم کرد
بر رسولِ ما رسالت ختم کرد
لا نبی بعدہٖ ز احسانِ خدا است
پردۂ ناموس دین مصطفیٰ است

کیا آج تک جتنے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ دین، محدثین، اولیائے کاملین، جن سے اسلام کے چمن کی بہاریں ہیں، کوئی بھی خاتم النبیین کی تاویلات کو نہ سمجھ سکا؟ جیسا کہ مرزے لعین نے سمجھا ہے اور ختمِ نبوت کے قصر میں نقب لگانے کی کوشش کی۔

دراصل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جو شخص نبی کے آنے کا امکان سمجھتا ہے، وہ اسلام اور مسلمانوں کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے کیونکہ ہر نئے نبی کے آنے پر اسلام میں ایک نئی تفریق پیدا ہوگی۔ اسلام میں نبوت کا دروازہ بند کر دیا ہے اور اس نے مسلمانوں کو ایک مضبوط وحدت اور پائیدار قوت میں پرو دیا۔

مرزا قادیانی اور اس کی ذریت نے مسئلہ ختم نبوت کے خلاف ابہام اور شکوک پیدا کر کے عوام کی جہالت اور مغربی تعلیم سے متاثر دینی تعلیم سے بے بہرہ افراد کی ناواقفیت سے مکمل فائدہ اُٹھایا

اور ختم نبوت کا وہ مسئلہ جو ایک بدیہی تھا، اُس کو نظری بنا دیا۔

(۴) کیا صحابہ اتباع رسول ﷺ میں کامل نہ تھے کہ اس خوبی کی وجہ سے مرزا کو نبوت ملی

عموماً نبی کی اولاد، نبی ہوتی ہے۔ اگر حضور کے صاجزادگان زندہ رہتے تو وہ بھی نبی ہوتے۔ لیکن چونکہ آپ ﷺ پر نبوت کو ختم کرنا تھا، اس لیے اِن صاجزادگان کو ظاہری زندگی نہیں دی گئی اور بچپن میں فوت کر دیا گیا۔ کفار نے آپ کو لاولد اور ابتر کے طعنے دیے۔ لیکن رب نے بتا دیا کہ سب کچھ برداشت کیا جا سکتا ہے لیکن ختم نبوت میں رخنہ گوارہ نہیں ہو سکتا۔

اگر اتباع اور محبتِ رسول ﷺ سے نبوت مل جاتی تو کیا آج تک اُمتِ محمدی ﷺ کے اندر چودہ سو سال تک کوئی ایسا متبع اور محبِ رسول نہ گزرا کہ مرزا جس کے اخلاق باختہ، جھوٹے اور دغاباز ہونے کے ثبوت ہم نے بمعہ حوالہ جات پیش کر دیے ہیں، اُسی کو آ کر نبوت مل گئی؟

(۵) مرزا کو کون سا مشن دے کر بھیجا گیا؟

ہر نبی کو کوئی مشن دے کر بھیجا جاتا ہے۔ آخر مرزے نے مسلمانوں کے اندر کون سے خیر کے بیج بوئے؟

☆ کیا اِسے مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑانے کا مشن سونپا گیا؟

☆ کیا اِسے انبیائے کرام اور ختمِ الرسل ﷺ اور صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ اطہار، اولیائے کرام کی توہین کا مشن دیا گیا؟

☆ کیا اِسے انگریزوں کی وفاداری کا مشن دیا گیا؟ نعوذ باللہ من ذالک۔

یہ سب اللہ کریم پر بہتان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وقتِ آخر میرے رب نے اِسے اُس جگہ موت دی جس کی گندگی نے اِس کے گندے عقیدے پر ثبوت کی مہر لگا دی۔

(۶) قرآنی آیات اور احادیث متواترہ کے برعکس ذہنی مالیخولیا کے مریض والے بیان کو ترجیح کیوں؟

کیا آج تک قرآن پاک کی اتنی واضح آیات اور اتنی متواتر احادیث کے بیان اور اُن پر

مفسرین اور محدثین کی وضاحت کے باوجود مرزا قادیانی جو ذہنی مالیخولیا کا مریض تھا، اُس کے بیان کو ترجیح دی جائے؟ وہ آیات جو مدِ تاجدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں اُتریں، اس خبیث نے اِن کو اپنے اوپر چسپاں کیا۔ کیا غیرتِ مسلم اتنی سوگئی ہے کہ تحفظِ ناموسِ رسالت کے لیے وہ آواز ہی نہ بلند کرسکے۔ اُلٹا اُس کی بے عقل و دلیل باتوں پر غور کیا جائے۔

(۷) مرزا کے اتنے جھوٹ ثابت ہونے کے باوجود اس کو کیوں سچا مانا جائے

کیا مرزا کے اتنے واضح جھوٹ سامنے آنے پر بھی اُس کذاب کی عقیدت آپ کے دل میں باقی ہے؟ اُس کی پیشن گوئیوں کے غلط ثابت ہونے پر کیا اُس کے ڈرامہ باز ہونے پر اب بھی آپ کو شبہ ہے؟ کیا اِس بیمار ذہن کی بیماریوں اور کیفیات کے بارے میں پڑھ کر بھی ایسے فاتر العقل کی باتوں پر یقین کرنا آپ عقل مندی سمجھتے ہیں؟

(۸) انگریزوں کی وفاداری اور اسلامی ممالک سے دشمنی کے باوجود اسے اسلام کا حمایتی سمجھنا کیسا؟

کیا انگریزوں کے بارے میں اس کے بیانات اور اس کی کاسہ لیسی دیکھ کر انگریزوں کا ایجنٹ کہنے میں آپ ہچکچا رہے ہیں؟ کیا اِس کے اخلاقی حالات کے مطالعے کے بعد سے لے کر اِس کے خلیفہ کی اخلاق باختہ زندگی کے بعد بھی آپ اِن کے عقائد کا احترام کرتے ہیں؟ کیا اس کے یہودیت کے بارے میں سب حقائق پڑھ کر اور اسرائیل میں ان کے مرکز کو دیکھ کر اب بھی اِن کی اسلام دشمنی پر کوئی شک ہے؟ اسلام دشمنی اور مسلمان دشمنی کے بارے میں یہ حقائق پڑھ کر اب بھی آپ انھیں مسلمان سمجھتے ہیں؟ کیا پاکستان جو اسلام کا قلعہ ہے، اس کی مخالفت تاریخ کے ابواب میں آپ کو نظر نہیں آتی؟ کہ جب بھارت اور پاکستان کی حد بندی کے لیے کمیشن کام کر رہا تھا تو جماعتِ احمدیہ نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنا الگ محضر نامہ پیش نہ کیا؟ اور اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ قرار دیا۔ جس کی وجہ سے گرداس پور کو اقلیت کا ضلع قرار دے کر اہم ضلع کو بھارت کے حوالے کیا گیا اور اس طرح بھارت کو کشمیر ہڑپ کرلینے کی راہ مل گئی اور آج تک کشمیر کے مسلمان مرزائیت کی سازشوں کی وجہ سے

تڑپتے نظر آتے ہیں۔ کیا اِن مظلوم مسلمانوں کا خون آپ کو اب بھی مرزائیت کے لیے نرمی پر آمادہ کرسکتا ہے؟

(۹) مرزا کی اتنی گستاخیوں کے باوجود آپ کی غیرتِ ایمانی میں اضطراب کیوں نہیں؟

کیا اللہ، اُس کے رسول ﷺ صحابہ کرام، اہلِ بیت اطہار اور شعائر اللہ کی توہین اور گستاخیوں کا علم ہونے کے باوجود مرزائیوں کے لیے نرم گوشہ اِن ہستیوں کے دشمنوں کی صف میں آپ کو نہیں کھڑا کر رہا؟

(۱۰) ملک کے قوانین پر عمل نہ کرنا بغاوت نہیں تو کیا ہے؟

کیا اسمبلی میں مرزا طاہر کی شکست کھا جانے پر انھیں کافر قرار دیا جانا ہمارے قانون کا حصہ نہیں ہے؟ کیا اسلامی شعائر کے استعمال پر پابندی کے باوجود اِن کا قانون سے بغاوت کس زمرے میں آئے گی؟ کیا مسلمانوں کے متفقہ فیصلہ کے باوجود اِن کا اسلام میں دراندازی اِن کی شرارت اور فتنہ بازی کو نظر انداز کیا جائے؟

تلک عشرۃ کاملہ

خدارا!

اس حقیقت کو سمجھئے اور ختمِ نبوت کی اہمیت دوسروں کو بھی سمجھائیے۔

☆ کیونکہ عوام کو اصولِ دین کا نہیں پتہ ہوتا اس لیے وہ ان کی طرف مائل ہوتے ہیں

☆ اور دوسرا بیروزگاری اس ملک کے اندر زیادہ ہے لوگ باہر چلے جاتے ہیں اور وہاں اپنے آپ کو مرزائی ظاہر کر کے پناہ حاصل کرتے ہیں اور اس طرح خرمن ایمان کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

☆ اسی طریقہ سے وہاں مرزائیوں نے اسلامک سنٹر بنائے ہوئے ہیں اور مکمل طور پر شعائر اسلامی استعمال کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور جو نومسلم ہوتے ہیں وہ ان کے اس پھندے میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

☆ **ہم اِن پھندوں میں شکار لوگوں سے یہی گزارش کریں گے کہ اگر:**

دنیا کے مفادات اور نفس کی لذات نے آپ کی آنکھوں پر پٹی نہ باندھ رکھی ہو تو سوچیے:

ایک ایسا شخص جس کے کلام میں جگہ جگہ تضاد بیانیاں ہو۔ جس کی ہر پیشن گوئی غلط اور جھوٹی ہو۔ جس کی زندگی کفار کی چاپلوسی، بزدلی اور جھوٹ کا مرقع ہو۔ جس کی موت عذابِ الٰہی کی بھیانک صورت ہو۔ ایسے شخص کے لیے اس آمنہ کے لعل (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ دینا۔ جس کی باتیں جوامع الکلام ہوں۔ جن کی پیشن گوئیاں حق وصداقت کا معیار ہوں۔ جن کی زندگی رسولوں کا افتخار ہو۔ جن کا وصال اللہ کا اشتیاق ہو۔ اُن کو چھوڑ دینا اور اُس ایمان کو ایک ایسے شخص پر لٹا دینا جس کی نبوت تو کجا، ایمان بھی ثابت نہ ہو۔ آؤ جعلی اور وضعی نبوت کو چھوڑ کر خاتم النبیین، جو نبی کوثر کا مالک، لواءِ حمد کا مالک اور انبیاء کا خاتم ہے۔

خدارا! قادیان کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف لوٹ آؤ

مسلمانوں سے اپیل:

اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے یہی کہوں گا کہ ہمارا ملک جو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمہ پر وجود میں آیا، آج کتنی زیادہ ہماری بدبختی ہے کہ آئے دن لوگ کسی نہ کسی جھوٹے کذاب اور دجال کے لیے محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو عدالتوں کے اندر چیلنج کرتے پھرتے ہیں۔ کتنی بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔

☆ کیا مسیلمہ کی نبوت کے بارے میں دلائل پیش کیے جائیں گے؟

☆ کیا اسود عنسی اور اسدی کے ماننے والے آئیں یا وہ جھوٹی عورت جس نے نبوت کا دعویٰ کیا، میری مراد سجاح سے ہے، جس نے کہا تھا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تو کہا تھا لا نبی بعدہٗ کہ میرے بعد مرد نبی نہیں ہوگا۔ کس جگہ فرمایا کہ میرے بعد عورت نبی نہیں ہوگی؟

تو ایسے کئی لوگ جھوٹے دعووں اور جھوٹی دلیلوں کے ساتھ آئے لیکن میرے نبی کے غلاموں نے اُن کے خلاف صرف زبانوں کو حرکت نہیں دی بلکہ اپنی تلواروں کو بھی حرکت میں لائے۔ کیونکہ ان کے نزدیک:

رُخِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا کوئی اور آئینہ
نہ ہماری چشمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

بعض لوگ مسلمانوں کو معاشی مسائل میں الجھا کر سمجھتے ہیں کہ اب یہ لوگ دین سے بے بہرہ ہو گئے ہیں۔ یہ صبح وشام روٹی کے چکر میں مصروف رہیں گے۔لیکن انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ اب بھی آقا کریم ﷺ کے در کے وہ نوکر موجود ہیں جو اُسی در کی لکیر کے فقیر ہیں۔اور وہ اِسی کو اپنی بادشاہی سمجھتے ہیں اور اِسی عہد پر اپنی جان دینے کو فلاح سمجھتے ہیں۔وہ عہد جو وہ اپنے پیارے نبی ﷺ سے باندھ چکے ہیں۔

اگرچہ خرمن عمرم غمِ تو داد بباد
بخاک پائے عزیزت کہ عہد نہ شکست

قارئین کرام! اگرچہ اس مشن سے ہٹانے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں۔لیکن:

عشق بڑھتا رہا سوئے دار و رسن
روکتے روکتے تھک گئے راستے

فرقہ پرستی سے نجات حاصل کرو:

کئی نامعلوم قوتیں مسلمانوں کے اندر فرقہ پرستی کا بیج بو کر انھیں جادۂ منزل سے بھٹکاتی ہیں۔ لیکن علمائے حقہ نے سب مکاتبِ فکر کو یہی پیغام دیا ہے کہ بے شک فروعات میں ہمارے اندر اختلافات ہیں مگر کم از کم اساسِ دین پر تو متفق ہیں۔کیونکہ دین کے درخت کے تنے سے سب شاخوں کی زندگی ہے۔**لِلّٰہ!!** اس تنے پر چلنے والے کلہاڑوں کو روکنے کے لیے متحد رہیں۔ٹھیک ہے،آپ سب ایک دوسرے کے طرزِ فکر سے اختلاف رکھیں،صحیح نہ سمجھیں لیکن اگر کسی جگہ آگ لگ جائے تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ پانی صحیح ہے کہ نہیں ہے۔گدلا ہے یا صاف۔آگ کو بجھانا چاہیے۔آج مسلمانوں کے خرمن ایمان کو آگ لگائی جا رہی ہے اور ہم لوگ اپنی اپنی جماعتوں،اپنے اپنے ناموں کی نمود و نمائش کے چکروں میں پڑے ہوئے ہے۔

عزیزانِ گرامی! آج اسلام کے اُس تنے کو گرانے کی کوشش کی جا رہی ہے جس کی آبیاری

کی پاداش میں حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے پھانسی کے تختے پر چڑھنا گوارا کرلیا۔ حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ کے دھکتے انگاروں پر لیٹنا قبول کرلیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ظلم وستم کے پہاڑوں کو برداشت کیا۔ خود میرے رسول کے دندان مبارک سے بہنے والا خون اس درخت کی آبیاری میں شامل ہوا اور پھر آپ کی آل نے میدانِ کربلا میں وہ کون سی قربانی ہے، جو اِس درخت کے تنے کو بچانے کے لیے نہ دی گئی۔

اُٹھو! وہ سانپ جسے تم مار چکے تھے۔ اسے اسلام دشمن دوبارہ زندہ کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔

آئیں! کہ مسلم اُمہ کو ڈسنے سے پہلے ہی اِس موذی کے سر کو کچل کر رکھ دیں۔

آئیں آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناموس کے لیے آپ نام ونموش اور جماعتی جھنڈوں کو چھوڑ کر گنبدِ خضریٰ کے جھنڈے تلے متحد ہو جائیں اور اس درسے خلوص کی دولت رکھتے ہوئے کامیابی کی منزلوں کی طرف قدم بڑھائیں۔

جماعتی جھنڈوں کو چھوڑ کر ختمِ نبوت کے جھنڈے تلے متحد ہو جاؤ

قارئین کرام! خلوص ہی وہ دولت ہوتی ہے جو اللہ کریم کی بارگاہ میں کسی عمل کو قبولیت کا درجہ عطا فرماتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن علماء کی ایک جماعت پیش کی جائے گی۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کیا کیا۔ وہ بتائے گی کہ ہم نے علم کو پھیلایا۔ علم سیکھا۔ اللہ فرمائے گا کہ تم نے اس لیے علم کو سیکھا کہ لوگ تمھیں عالم کہیں۔ تو یہ اجر تو تمھیں دنیا میں دے دیا گیا۔ اب آخرت میں تمھارا کوئی حصہ نہیں۔ اسی طرح شہداء کی جماعت آئے گی، اُن سے پوچھا جائے گا، وہ بھی بتائیں گے کہ ہم نے اپنی جانیں قربان کیں۔ رب فرمائے گا تم اس لیے دشمن سے لڑے تا کہ لوگ تمھیں بہادر سمجھیں۔ دنیا میں تمھیں اجر دے دیا گیا۔ اب آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اسی طرح سخیوں کی جماعت کو بلایا جائے گا۔ پوچھا جائے گا کہ کیا عمل کیا۔ وہ بتائیں گے کہ ہم نے غربا کی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمھاری نیت یہ تھی کہ لوگ تمھیں سخی سمجھیں۔ وہ مقصد تمھیں حاصل ہو گیا۔ اب آخرت میں تمھارے لیے کوئی حصہ

نہیں ۔ یہ تمام احادیث ہمیں خبردار کرتی ہیں کہ دین کے اندر اخلاص پیدا کرنا چاہیے اور اساسِ دین کا محافظ جس مکتبہ فکر سے ہو، اس کی کوششوں کو سراہا جانا چاہیے ۔ اور اچھی کوششوں میں ان کا دست و بازو بننا چاہیے ۔ اور بجائے اس کے کہ جناب والا! ہمارے آباؤ اجداد نے یہ کام کیا اور خود سائیڈ پر بیٹھ جائیں ۔

تھے تو آباء وہ تمھارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

حرفِ آخر

قارئین کرام! الحمدللہ اپنے اسلاف کی پیروی کرتے ہوئے خلوص کی روشنائی سے یہ چند سطریں تحریر کر دی ہیں ۔ ہماری تحریر کا بنیادی مقصد ایسے مسلمان جو دین کی ناسمجھی کی وجہ سے اُن کی تلبیس اور مکاری کا شکار ہو کر اپنی ملت سے بچھڑ گئے ہیں، اُن کو دوبارہ دعوتِ حق دینے کا ہے اور ہمارے وہ جوان جو باہر جا کر صرف دنیا کے چند ٹکے کمانے کے لیے اپنے اوپر مرزائیت کا لیبل لگا کر پناہ حاصل کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ مرزائیت بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے اور مرزائیت کے کفر اور دجل و فریب سے ناآگاہ ہیں، سے آگاہی کی کوشش ہے ۔ اس سے ہمارا اور کسی قسم کا کوئی مقصد نہیں ۔ بس یہی ہے:

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیق الا باللہ العلی العظیم ۔

☆ اس ملک میں جو قادیانیوں کی اولادیں ہیں، یا نئے نئے قادیانی ہونے والے ہیں یا دین کی بنیادی معلومات نہ ہونے کی وجہ سے قادیانیوں سے ہمدردی رکھنے والے ہیں، ہم اُن کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہماری سختی آپ سے ہمدردی کے لیے ہے ۔ جس طرح کسی بچے نے تیز دھار آلہ پکڑ لیا ہو یا سامنے آگ دہک رہی ہو اور وہ اُس کی طرف جا رہا ہو تو ماں باپ سخت رویہ اختیار کرتے ہیں ۔ اسی طرح اگر بچہ پڑھنے کے بجائے عیاشیوں میں مبتلا ہو جائے تو ماں باپ تادیباً سزا دیتے ہیں ۔ یہ سختی اُن کی محبت

کا اظہار ہوتا ہے۔اسی طرح ختم نبوت کا مسئلہ وہ اساسی مسئلہ ہے کہ اس میں ذرا سی نرمی غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کے کفر کی کھائیوں میں گرنے کی وجہ بنتی ہے۔یہ اُن کے ایمان کا مسئلہ ہے۔

☆ یہ علماء وصلحاء کی آپ سے محبت ہے کہ احقاق الحق کر رہے ہیں۔ورنہ آپ مرزالعین سے بھی گئے گزرے کسی انسان کو نبی مان لیں بلکہ خدا ہی تسلیم کرلیں اور تمام نصوصِ قرآنی ،حدیثِ صحابہ اور سلف کو ٹھکرادیں تو اِس دنیا میں تو کروڑوں افراد شریعت اسلام کی توہین کرنے والے موجود ہیں۔ چند ہزار اور ہو گئے تو کیا فرق پڑ جائے گا۔قبر میں ہر شخص کو اپنے کیے کا بھگتنا ہو گا۔لیکن جس طرح میرے رسول کو اپنی امت سے پیار ہے،کہ وہ ان کو جہنم کے گڑھوں سے کھینچ کھینچ کر بچا رہے ہیں۔اِسی طرح العلماء ورثۃ الانبیاء۔نبیوں کی وراثت کا حق ادا کرتے ہوئے آپ کو دوزخ کا ایندھن بننے سے بچانا چاہتے ہیں۔

☆ خدا کے لیے قرآن وحدیث، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل اور براہین قاطع کے بعد ذرا کھلے دل سے تعصب کی عینک اُتار کر سوچو۔کہ کیا یہ تاویلات، تحریفات، انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام واہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیائے کرام رحمہم اللہ کی توہین اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کے اندر گستاخیاں، اس کی جھوٹی پیشن گوئیاں اور جس کی باتوں کو اِس کے قریبی لوگ نہ سمجھ سکے، اور کئی فرقوں میں بٹ گئے۔تم آمنہ کے لعل (ﷺ) کو چھوڑ کر مرزے دجال کی طرف کیوں بھاگ رہے ہو۔

☆ میری اِس کتاب کے آخر میں یہی دعا ہے کہ:

اللھم انا نعوذبك من مضلات الفتن ماظھر منھا وما البطن۔

اے میرے مولا! میں ظاہر ہونے والے فتنوں اور چھپے ہوئے فتنوں کی گمراہی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہٗ وارنا الباطل باطلاً وررزقنا اجتنابہٗ

اے اللہ! ہمیں سچ کو سچ دکھا اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرما۔اور جھوٹ کو جھوٹ دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق نصیب فرما۔

اللھم انصر من نصر دین محمدﷺ وجعلنا منھم۔

اے اللہ! تو اُس کی مدد کر جس نے تیرے محبوب کے دین کی مدد کی اور ہمیں اُن لوگوں میں شامل فرما۔

واخذل من خذل دین محمدﷺ ولا تجعلنا منھم۔

اور اُن لوگوں کو ذلیل کر جنھوں نے تیرے محبوب کے دین کی عزت کو پامال کرنے کی کوشش کی اور ہمیں اُس گروہ میں شامل نہ فرما۔

باب نمبر ۱۴

ختم نبوت پر مصنف کا منظوم کلام

وہ صل علیٰ ۔ خاتم الانبیاء ﷺ
کہ اُن پر ہوئی ۔ ختم وحیِ خدا
جو رتبہ ملا ۔ واہ میرے مصطفیٰ ﷺ
ہے عقل و فہم سے ۔ وراءُ وراء

ہوا دین اکمل ۔ بفضل خدا
حیاتی کے مسئلوں ۔ کا سب حل ہوا
نبوت نئی کی ۔ نہیں کوئی جا
کہ واضح ہے فرماں ۔ لفظ لا کے لا[ا]

مسئلہ ختم نبوت ۔ کا جو معاملہ
ہے اجماعِ امت ۔ امتِ کاملہ
جو اِس میں کرے گا ۔ ذرا شک شبہ
جلا قصرِ ایماں ۔ لُٹی سب متاع

[ا] یہاں لانبی بعدی مراد ہے۔اس کی تشریح باب نمبر ۷ "تاویلاتی ہتھکنڈوں میں موجود ہے۔

سو آیات قرآں ۔ ہیں کلامِ خدا
دو سو دس حدیثیں ۔ نطق مصطفیٰ ﷺ
یہ ختمِ نبوت ۔ کی ہیں سب گواہ
کہ شک و شبہ کی ۔ نہیں کوئی راہ

قیامت تلک ۔ جس نے کلمہ پڑھا
یہ کلمہ دکھائے ۔ راہ درِ مصطفیٰ ﷺ
اتقیا بن کے امت ۔ رہے اولیاء
کسی نے نبی کا ۔ نہ دعویٰ کیا

خاتم الانبیاء ۔ بس مرا مصطفیٰ ﷺ
نہ تشکیک و تنکیر ۔ کی ہے کوئی جا
جو جھوٹے نبی کی ۔ کرے اقتدا
ہے کافر صریحاً ۔ نہیں شک شبہ

وہ کذاب و دجال ۔ جو آئیں بھلا
کہ پھسلے یہ اُمت ۔ گمے سیدھی راہ
مگر جس کا ڈورا ۔ درِ نبی ﷺ سے بندھا
حدیثِ نبی ﷺ سے ۔ ہٹے نہ نگاہ

یہ مرزا لعیں ۔ کیا بلا تھی بھلا
یہ تحریر واضح ۔ کرے سب کتھا
امتی جو بھی جھوٹے ۔ نبی کا بنا
طوقِ لعنت ملی ۔ دین و ایماں لٹا

دریدہ دہن ۔ بے ادب پُر خطا
نشانہ بنایا ۔ انبیاء ، اولیاء
لعنت ہو اُس پر ۔ کہوں برملا

کیا اُس نے مسلم ۔ سے مسلم جدا

جو کہیں اس نے باتیں ۔ وہ سب تھیں خطا
مرکب تھا معجون ۔ کذب و دغا
لگی اِس بلا کو ۔ پھر ایسی وبا
جانکنی وقت پایا ۔ وہ بیت الخلاء

دنیا پہ جس نے ۔ دیا دیں لٹا
اُسی کا یہ کاذب ۔ بنا مقتدا
امتی جو بھی مرزے ۔ لعیں کا بنا
ٹھکانہ اُسی کا ہی ۔ دوزخ ہوا

جو بھٹکے ہیں مسلم ۔ ہے رب سے دعا
کہ مولا! انھیں راہ ۔ سیدھی تو ہی دکھا
جو سوئی ہے غیرت ۔ وہ دینی، جگا
انھیں پھر سے ۔ شیدائے آقا ﷺ بنا

رہے لب پہ امجدؔ ۔ یہی بس دعا
کہ جعلی نبیوں سے ۔ سب کو بچا
کہ ایماں کے ڈاکو ۔ ہیں سب برملا
نہیں بچنا ممکن ۔ خدا دے پناہ

عقیدۂ ختم نبوت
اور فتنۂ قادیانیت کی ریشہ دوانیاں

از قلم

دختر نیک اختر حضرت علامہ قاضی انوار الحق قدس سرہ العزیز

محترمہ ناہید سلیم صاحبہ (عرف چاند بی بی)

(کینیڈا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتنہ ایک ایسا لفظ ہے جو ہماری عام زبان میں رات دن استعمال ہوتا ہے مگر اس کا متعین مفہوم بہت کم لوگ جانتے ہیں۔جس کی وجہ اس لفظ کا لاتعداد معنوں میں استعمال ہونا بھی ہے۔قرآن وحدیث میں جا بجا فتنوں کا ذکر ہے۔ان سے بچنے کی تدبیریں بھی بیان ہوئی ہیں۔

فتنہ عربی زبان کا لفظ ہے اور لغت میں اس کے معنی یہ ہیں کہ سونے کو آگ پر تپا کر دیکھا جائے کہ وہ کھرا ہے یا کھوٹا کیونکہ اس عمل کا مقدر سونے کی آزمائش ہوتا ہے۔اس لیے آزمائش کو فتنہ کہہ دیا جاتا ہے۔

سرورِ دو جہاں، خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنے کے تمام حالات واقسام کو کھول کھول کر بیان فرمایا ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ ان حالات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ان احادیث کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ آپ کو اس وقت کے فتنوں کی بڑی فکر تھی۔آپ نے بار بار مسلمانوں کو ان سے خبردار کیا اور یہاں تک ارشاد فرمایا: کہ میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ فتنے تمہارے گھروں میں اس طرح آ کر گریں گے جیسے بارش کے قطرے۔(صحیح بخاری، باب ۴)

یہ احادیث جن میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف معنوں کے عمومی حالات بیان فرمائے ہیں، ان کو پڑھنے سے ایسا لگتا ہے ہ جیسے آپ آج کے ماحول کو واقعی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تصویر کشی کر رہے ہوں۔تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور میں فتنے سر اٹھاتے رہے اور راسخ الایمان اُن سروں کو کچلتے رہے۔مدعیانِ نبوت کا فتنہ اٹھتا رہا اور یہ سلسلہ وقتاً فوقتاً اب بھی جاری ہے۔آپ کے وصال کے بعد طلیحہ، سجاع، مسیلمہ اور اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔مسیلمہ اور اسود عنسی نے تو حیاتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی دعویٰ نبوت کر ڈالا تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ کس طرح ایسے پُرفتن دور میں اہلِ ایمان نے کمزور ایمان والوں کی

تطہیرِ قلب ونظر کی۔ان کے دلوں میں ایمان راسخ کیااور اسلام کی رفیع الشان عمارت کو غیر متزلزل چٹان پر استعمار کیا۔

الحمدللہ! ہمارے خاندان کے علمائے کرام نے ختمِ نبوت کے سلسلے اور مرزائیت کی جڑوں کو کاٹنے کی بیش بہا کاوشوں میں اپنی علمی، دینی وجسمانی صلاحیتوں کو استعمال کرکے اپنے حصے کی ذمہ داری کو باحسن طریقے سے انجام دیا۔اللہ تعالیٰ ان کی تمام کاوشوں کو اپنے دربارِ رحمت میں قبول ومنظور فرما کر دنیاوآخرت میں بہترین اجر سے نوازے۔آمین یارب العالمین۔

ان کوششوں میں سرِفہرست میرے داداجان قبلہ حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کتب کثیرہ کانام نامی ہے جن کو ان کی کاوشوں کے عوض حضرت مولانا عبد الاول جونپوری علیہ الرحمہ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے محی الدین کے لقب سے نوازا۔

آپ کے برادران حضرت علامہ قاضی غلام ربانی اور حضرت علامہ الحافظ قاضی غلام سبحانی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی آپ کے شانہ بشانہ اس مشن میں اپنی علمی صلاحیتوں کے ساتھ بھرپور طریقے سے اپنے بھائی کاساتھ دیا۔اللہ تعالیٰ کا کروڑھا احسان کہ ہمارے داداجان علیہ الرحمہ کے تمام صاحبزادوں نے مسلسل اس عقیدۂ ختمِ نبوت کے علم کو بلند رکھا۔

ہمارے والدِ محترم حضرت علامہ قاضی انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے والد علیہ الرحمہ کے اس اعلیٰ مشن کو مقدور بھر اپنی علمی صلاحیتوں سے جلا بخشی اور اب بھی یہ سلسلہ اسی طرح جاری وساری ہے۔چراغ سے چراغ جل رہاہے اور جلتارہے گا۔

میرے برادرِ مکرم علامہ پروفیسر قاضی محمد سلیم صاحب نے بھی ختمِ نبوت پر کتاب ''قرآن ختم نبوت اور قادیانیت'' اور برادرم ڈاکٹر قاضی محمد امجد صاحب نے بھی ''قادیانیت کی گرتی دیوار کو ایک دھکا اور'' کے نام سے کتاب مرتب فرما کر آقائے نامدار، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اپنی محبت وعقیدت کے چراغ فروزاں کیے۔

میں نے بھی اس لڑی کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے، باوجود اپنی ناقص علمی کے، آقائے نامدار، راحتِ جان ﷺ کی محبت والفت میں قلم تھامنے کی ہمت تو کرلی ہے۔ میری اس کاوش کو ان جلتے چراغوں میں اک ٹمٹماتا دیا ہی سمجھ لیں۔ بس اپنے آقا سے اپنی محبت وعقیدت کا اک نذرانہ ہے۔

معزز قارئین! کرۂ ارض پر انسانی تخلیق کی تاریخ جتنی قدیم ہے، اتنی ہی انسانی اصلاح اور تعمیرِ معاشرہ کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کی تاریخ بھی پرانی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تخلیق انسان کا سلسلہ جاری ہے اور تاقیامت جاری وساری رہے گا۔ جبکہ بعثتِ انبیاء کا سلسلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر ختم ہو چکا ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے۔ جنھوں نے اپنی اپنی قوم اور امت کو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائی۔ اس کے بعد اللہ وحدہٗ لاشریک نے ہدایتِ انسانی کے لیے اکمل ترین مرقع ہدایت، تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانے کے ساتھ ہی نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند فرمادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کامل عطا کیا گیا، چنانچہ قیامت تک صرف اور صرف شریعتِ محمدیہ یعنی قرآن وحدیث اور اس سے ماخوذ علوم ہی تمام انسانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔

اسلام کی بنیاد توحید ورسالت کے علاوہ جس بنیادی عقیدے پر ہے، وہ یہ ہے کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت اور رسالت کے مقدس سلسلے کی تکمیل ہوگئی ہے اور آپ کے بعد کوئی بھی شخص کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اور آپ کے بعد کسی پر وحی آسکتی ہے اور نہ ایسا الہام جو دین میں حجت ہو۔ اسلام کا یہی عقیدہ ختم نبوت کے نام سے معروف ہے اور سرکارِ مدینہ کے وقت سے لے کر آج تک پوری امت مسلمہ بلا اختلاف اس عقیدے کو جزوِ ایمان قرار دیتی آئی ہے

قرآن وحدیث میں اس بات کے شواہد اظہر من الشمس ہیں اور یہ بات قطعی طور پر مسلم اور طے شدہ ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے متعدد مرتبہ قرآن پاک میں نبی کائنات ﷺ کی رسالت کو بیان فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سورہ سبا:۲۸)

اے پیغمبر ہم نے تمھیں سارے انسانوں کے لیے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو خوش خبری بھی سنائے اور خبردار بھی کرے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورہ الاعراف ۱۵۸)

اے رسول ان سے کہو، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ جس کے قبضے میں تمام آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا: وما ارسلنك الا رحمة اللعالمين: اے پیغمبر ہم نے تمھیں سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (سورہ الانبیا:۱۰۸)

ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک پوری امتِ مسلمہ قرآں وحدیث کی روشنی میں اس بات پر متفق ہے کہ نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہوگیا ہے اور چودہ سو برس سے زیادہ کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی کروڑہا مسلمان اس عقیدہ پر قائم ہیں۔ لاکھوں مفسرین قرآن، محدثین اور فقہاء وعلماء نے قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے واضح فرمادیا ہے کہ نبوت و رسالت کا سلسلہ آپ کے بعد ختم ہوگیا ہے اور اب قیامت تک شریعت محمدی ہی نافذ رہے گی۔ غرضیکہ مسلمانوں کے تمام

مکاتبِ فکر، عام و خاص بلکہ غیر مسلم بھی جانتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔ قرآن میں آپ کے نبی آخرالزمان ہونے کا ذکر واضح موجود ہے بلکہ علماء اکرام نے تو قرآن کی ہر سورت سے ختمِ نبوت کو ثابت کیا ہے۔ سورہ الاحزاب، آیت ۴۰ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝

مسلمانو! محمد (ﷺ) تم مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) کو حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا۔ اس آیت کے شروع میں اس کی تردید کی کہ متبنیٰ حقیقی بیٹے کے حکم میں نہیں ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن ثابتؓ کے باپ نہیں ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝

آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔

اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ دین اسلام اور نعمتِ نبوت و رسالت سرکارِ دوعالم پر تمام ہو چکی ہے۔ آپ کے بعد کسی نبی کی گنجائش یا ضرورت نہیں۔ جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝ (المائدہ ۳)

ترجمہ: کہ میں نے تم پر اپنا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔

اللہ رب العالمین تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ جس میں انس و جن کے علاوہ بھی تمام مخلوقات شامل ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت کے عربوں یا انسانوں کے

لیے نہیں بلکہ تمام مخلوقات کے لیے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور اپنے دین کو کامل کر دیا ہے۔ اب قیامت تک کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ کلام الٰہی کے ساتھ ساتھ ارشاداتِ نبوی ﷺ بھی دین اسلام کا ایک اہم جزو ہیں بلکہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے بغیر کلام الٰہی کو سمجھنا آسان نہیں۔

قرآن مجید، فرقانِ حمید میں بڑے واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ اپنے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہے۔ غرضیکہ قرآن کریم کے ساتھ حدیث نبوی شریعت اسلامیہ کا اہم مآخذ ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے سینکڑوں ارشادات میں وضاحت موجود ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔

آپ نے ارشاد فرمایا: میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت بہترین طریقے سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کو دیکھنے آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک اینٹ ابھی تک کیوں نہ رکھ دی گئی تا کہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی۔ چنانچہ میں نے اس جگہ کو پُر کیا اور مجھ سے ہی قصرِ نبوت مکمل ہوا اور میں ہی خاتم النبین ہوں اور مجھ پر رسالت کو ختم کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم، ترمذی، نسائی)

سلسلۂ نبوت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا۔ آپ ایک طرف ابوالبشر ہیں اور دوسری طرف سلسلہ نبوت کے پہلے نبی۔ بقول سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے، عمارت نبوت کی پہلی اینٹ جناب آدم علیہ السلام ہیں اور یہ تسلسل جاری رہا۔

سرورِ دو جہاں ﷺ نے ایک اور مثال (بخاری و مسلم) میں دے کر ختمِ نبوت کے مسئلہ کو روزِ روشن کی طرح واضح فرما دیا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے کہ بنی اسرائیل کی سیاست خود اُن کے انبیاء علیہ السلام کرتے تھے۔ جب کسی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ

بنا دیتا تھا۔لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے۔حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ ختم الرسل محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا خاتم النبین لانبی بعدی۔
میں خاتم النبین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام،ابن مریم بنا باپ کے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک کرشمہ بن کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے یہاں پیدا ہوئے۔اللہ تعالیٰ اور تمام پیغمبروں کے ساتھ ایک آواز وعدہ فرمانے والے۔اپنا وعدہ نبھاتے ہوئے۔اپنی قوم سے فرمایا:

''اے بنی اسرائیل!میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ان کا صفاتی نام''احمد''ہے۔

گو کہ حضرت عیسیٰ پیدا ہوتے ہی فرما رہے ہیں اُس امت سے جو ان کے سامنے تھی کہ اے بنی اسرائیل!میں تمھاری طرف رسول مبعوث ہوا ہوں۔یہ نہیں فرمایا کہ میں تمام انسانوں کا رسول مبعوث ہوا ہوں اور ساتھ ہی فرمایا کہ میرے بعد ایک رسول آنے والے ہیں جن کا آسمانوں پر بہت شہرہ ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی بہت حمد کرتے ہیں جس کی وجہ سے دنیا میں آنے سے پہلے آسمان والوں کے درمیان احمد کہلاتے ہیں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات،فخرِ موجودات کی نبوتِ عامہ کا کئی مقام پر ذکر فرمایا:

''اے محبوب!ہم نے تمھیں نہیں بھیجا مگر ایسی رسالتِ عامہ کے ساتھ جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی

ہے۔(سورہ سبا)

ایک اور مقام پر سورۃ اعراف میں فرمایا: فرمائیے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔

دونوں آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالتِ عامہ اور تمام انسانوں کی طرف بھیجے جانے کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے کوئی قید نہیں رکھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری حیات طیبہ تک ہی سب کے نبی اور رسول ہیں بلکہ آیت صاف ظاہر کر رہی ہے کہ آپ ہی کی رسالت و نبوت قیامت تک قائم ہے۔ اور اس کا فیصلہ بھی اللہ عزوجل نے سورہ الاحزاب میں فرما دیا کہ:

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّۦنَ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا ()

"محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہاں وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

یہ کلمات سیدنا عیسیٰ کے کلمات سے قریب تر ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا نام احمد ہے۔ یہاں اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام "**محمد**" فرمایا کہ وہ اب نبوت کے سب سے آخری نبی ہیں اور جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ یہ اعلان فرما رہے ہیں تو اب اس کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔

یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ ختم نبوت کا عقیدہ ان اجماعی عقائد میں سے ہے جو اسلام کے بنیادی اصولوں اور ضروریاتِ دین میں شمار کیے گئے ہیں کہ حضرت نبی ﷺ بغیر کسی تاویل و تخصیص کے خاتم الانبیاء ہیں۔ قرآن مجید میں ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے رب العالمین، سرورِ دو جہاں ﷺ کے لیے رحمۃ اللعالمین، فرقانِ حمید، قرآن مجید کے لیے ذکر العالمین اور بیت اللہ شریف کے لیے ھدی اللعالمین فرمایا گیا ہے۔ اس سے جہاں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی

نبوت و رسالت کی آفاقیت و عالمگیریت ثابت ہوتی ہے، وہیں آپ کے وصفِ ختمِ نبوت کا اختصاص بھی آپ کی ذاتِ اقدس کے لیے ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے کہ پہلے انبیاء علیہ السلام اپنے اپنے علاقے اور مخصوص وقت کے لیے تشریف لائے مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حق تعالیٰ نے ساری کائنات کو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے لیے ایک اکائی (One unit) بنا دیا۔ جس طرح ساری کائنات کا رب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہیں۔ اس طرح آپ بھی ساری کائنات کے لیے نبی ہیں۔

یہ صرف اور صرف نبی ﷺ کا اعزاز و اختصاص ہے۔ آپ نے اپنے لیے چھ خصوصیات کا ذکر فرمایا۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں تمام مخلوق کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آخری امت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ آخری قبلہ، بیت اللہ شریف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب آخری آسمانی کتاب ہے اور یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتِ گرامی کے ساتھ منصب ختم النبوت کے اختصاص کے تقاضے ہیں جو باری تعالیٰ نے پورے کیے۔

عزیز قارئین! عقیدۂ ختم نبوت دین کی اساس ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت رب کے قرآن اور حدیث مصطفیٰ ﷺ کی اصل روح محفوظ ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت ہے تو دین کی تعلیمات محفوظ ہیں۔ اگر یہ عقیدہ باقی نہیں رہتا تو پھر نہ دین باقی رہے گا، نہ اس کی تعلیمات اور نہ قرآن باقی رہے گا۔ کیونکہ بعد میں آنے والے ہر نبی کو دین میں تبدیلی و تنسیخ کا حق ہوگا۔ لہٰذا اس عقیدے پر پورے دین کی عمارت قائم ہے اور اسی میں وحدتِ امت کا راز پوشیدہ ہے۔ سرکارِ مدینہ ﷺ کے زمانۂ حیات میں اسلام کے تحفظ و دفاع کے لیے جتنی جنگیں لڑی گئیں، ان میں شہید ہونے والے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کل تعداد دو سو انسٹھ (۲۵۹) ہے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ

و دفاع کے لیے اسلام کی تاریخ میں پہلی جنگ جو سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ یمامہ کے میدان میں لڑی گئی، اس ایک جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعداد بارہ سو (۱۲۰۰) ہے جن میں سے سات سو حفاظِ قرآن اور عالم دین تھے۔ رحمتِ عالم کی زندگی کی کل کمائی اور اثاثہ یہ صحابہ کرام رحمۃ اللہ اجمعین تھے جن کی بڑی تعداد اس عقیدے کے تحفظ کے لیے جامِ شہادت نوش کر گئی۔

وقتاً فوقتاً نبوت کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہوتے رہے لیکن پوری امتِ مسلمہ نے ایک ساتھ ہر جھوٹے مدعی نبوت سے بھرپور مقابلہ کر کے اپنے نبی ﷺ کی ختم نبوت کا دفاع کیا۔ خود آنحضرت ﷺ نے اپنے آخری دور میں، سب سے پہلے جھوٹے مدعیان نبوت کا خاتمہ کر کے، امت کے لیے اس کام کا عملی نمونہ پیش کیا۔

آج ملت اسلامیہ کو درپیش عالمی چیلنجوں میں جہاں دیگر، معاشی اور اقتصادی مسائل درپیش ہیں۔ وہاں مذہبی انتشار و افتراق، فرقہ وارانہ تعصبات، لادینی، علاقائی، لسانی منافرت کے ساتھ قادیانیت بھی سرِفہرست ہے جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ۱۹۷۴ء میں جب آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ تو اس کے بعد قادیانی نوجوان اور ان کے مبلغین نے امریکہ، برطانیہ اور دوسرے یورپی اور افریقی بشمول نارتھ امریکہ، کینیڈا میں سیاسی پناہ لینا شروع کر دی اور پھر انھوں نے پاکستان اور اسلام کے بارے میں امریکی حکام اور نیویارک میں موجود دنیا بھر کے نمائندوں کو غلط فہمیوں کا شکار بنائے ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہاں نارتھ امریکہ میں مسلمان اور بالخصوص پاکستانی مسلمانوں نے اس بات کی ضرورت کو اشد محسوس کیا ہے کہ وہ خصوصاً نوجوان طبقہ کو ان سے پوری طرح آگاہی کرا سکیں۔

یورپی اور امریکی ممالک میں مقیم پاکستانی مسلمانوں میں جذبات و احساسات کی

حد تک بیداری پائی جاتی ہے لیکن ان امور کے مثبت اور منفی پہلوؤں سے واقفیت کا فقدان ہے اس لیے ان احساسات و جذبات کو مربوط کرنے کے لیے کسی منظم راہنمائی کی ضرورت ناگزیر ہے۔

قادیانیوں کی سرگرمیاں بہت منظم اور مربوط ہیں۔ ان کا پروپیگنڈہ بہت وسیع ہے اور اس کے علاوہ وہ نوجوانوں کے ساتھ ہمدردی، معاونت اور تحریص کے مخصوص حربوں کو پوری کامیابی اور مہارت کے ساتھ استعمال کر رہے ہیں۔

امریکہ میں مختلف طریقوں سے بالخصوص غیر قانونی ذرائع سے آنے والے نوجوان بے سہارا ہوتے ہیں اور قدم قدم پر مدد کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس لیے جب قادیانیوں کی طرف سے انھیں تعاون اور پشت پناہی ملتی ہے تو بہت سے لوگ ان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بہر حال قادیانیوں کی سرگرمیاں بہت زیادہ موثر ہیں اور یہ ان کی منظم مہم کا نتیجہ ہے۔

کینیڈین ویب سائیڈ کے مطابق قادیانی جماعتوں کی چودہ برانچیں ہیں۔ بشمول ان کے ہیڈکوارٹر جو ''میبل اونٹیریو'' (Mable Ontario) میں ہے۔

نومبر ۲۰۰۶ء کے اعداد و شمار کے مطابق قادیانی کمیونٹی (Community) کی تشکیل ۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء میں احمدیہ موومنٹ (Ahmadiyya Movment) کے طور پر ہوئی۔ قادیانیوں کی جماعت کی برانچیں (Branches) ایک سو اسی (۱۸۰) ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔

موجودہ دور میں سب سے خطرناک فتنہ **''فتنۂ قادیانیت''** ہے۔ قادیانی مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کر رہے ہیں جن کا تدارک بہت ضروری ہے۔

قادیانیوں نے ایک بہت بڑی سازش کے تحت جھوٹی نبوت کا ڈرامہ رچا کر ملتِ اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ ۲۰۰۳ء میں وادیٔ کشمیر کے عظیم شاعر

پروفیسر نذیر انجم نے انکشاف کیا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قادیان کے بعد قادیانیوں کا بڑا مرکز چناب نگر (ربوہ) ہے حالانکہ جب قادیانیت پنپنے لگی تو قادیونیوں نے سب سے پہلے کشمیر کے صوبہ جموں کو اپنا مرکز بنایا اور پھر وہاں پر قادیانیوں اور عیسائیوں کا ایک معاہدہ بھی ہوا۔ **جس میں لکھا گیا کہ جن علاقوں میں عیسائی پادری مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کریں۔ وہاں قادیانی اپنی ارتدادی سرگرمیاں نہیں رکھیں گے اور جن جن علاقوں میں قادیانی مربی ہوں گے۔ وہاں پر عیسائی پادری نہیں آئیں گے۔**

قادیانیوں کی سب سے بڑی مسجد کالگری (Calgary) البرٹا (Alberta) میں بیت النور کے نام سے موجود ہے۔ قادیانیوں نے اپنی مساجد اور ہسپتال مختلف ملکوں میں بنائے ہوئے ہیں جن سے ان کی پھیلتی ہوئی آبادی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ چندایک کے نام ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ فضل عمر ہسپتال پاکستان (ربوہ) (Pakistan, Rabwah)

۲۔ احمدیہ ہسپتال (گانا یا غانا، ٹیچمان) (Chana, Techimon)

۳۔ دبوس ہاسپٹل (نحانا، دبوس) (Chana, Dabaase)

۴۔ احمدیہ ہاسٹل (نحانا، اگناسوڑو (Chana, Agona, Swedra)

۵۔ احمدیہ جنرل ہاسپٹل (نائیجریا، اپاپا) (Nigeria, Apapa)

۶۔ نور ہسپتال (یوگانڈا امیبل) (Uganda, Mbale)

UK یونائیڈڈ کنگڈم کے اندر قادیانیوں نے اپنی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے بڑی بڑی مساجد اور ادارے بنا رکھے ہیں۔ کینیڈا میں قادیانی اپنے مخصوص نیٹ ورک سے پیسہ پانی کی طرح بہا کر قادیانیت کے فروغ میں جُتے ہوئے ہیں۔ قادیانیت کو شکست دینے کے لیے، اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے سب سے موثر طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے دین سے آگاہی

حاصل کریں۔ اپنے بچوں کو، اپنے جوانوں کو، اپنی خواتین کو دین سے آگاہی کے ساتھ ساتھ ان کی دینی بنیادوں کو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سیمنٹ سے ایسا مضبوط کر دیں تاکہ دین اسلام کے خلاف کسی قسم کی سازش اُن کو متزلزل نہ کر سکے۔

ہمیں ہماری جنریشن (Generations) کو دینی اور دنیاوی دونوں علوم کے ہتھیاروں سے لیس کرنا ہوگا۔ تاکہ ان اسلام دشمن عناصر کو جڑ سے ختم کر سکیں۔ ہمیں اس قادیانیت کے وائرس (Virus) کو جو قادیان اور ربوہ سے بہت آگے نکل چکا ہے۔ (Covid-19) کے (Pandemic) عالمی وبائی مرض کی طرح سنجیدہ (Serious) لینا ہوگا تاکہ اس کو مزید بڑھنے کی بجائے اسی جگہ پر بیخ کنی کر دیں۔ چونکہ ہم آگے بھی کافی دیر کر چکے ہیں۔

ان شاء اللہ ہمیں اسی طرح اپنے حصے کا فرض ادا کرتے رہنا ہوگا۔ معاشرے میں اس ناسور کی آگاہی دینا ہوگی اور اس کے نتائج سے باخبر کرتے رہنا ہوگا۔ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ہر مسلمان کی ذمہ داری اور تقاضۂ ایمان ہے۔

یارسول اللہ نبوت ختم ہے تجھ پر
یاحبیب اللہ رسالت ختم ہے تجھ پر
یا شافع محشر ترا دین ارفع واعلیٰ
اے ساقیِ کوثر شریعت ختم ہے تجھ پر

قطعات تاریخ اشاعت ووصال

ازقلم

صاجنرادہ محمد نجم الامین عروس فاروقی

موئیاں شریف گجرات

قطعہ تاریخ اشاعت

نگارشاتِ ختم نبوت

عقیدے کی سرحد پہ پہرہ دیا
بڑا کام علمائے دیں نے کیا

رسائل لکھے اور کتابیں لکھیں
مقالے لکھے اور کیا کیا لکھا

وہ کام اور اقدام بھی کم نہیں
جو ختم نبوت کی مد میں ہوا

کیا آپ نے کچھ رسائل کو جمع
بہت خوب اے صابر ذی علیٰ

تحاریر ہیں ساری تسکین بخش
مقالات ہیں سارے ایماں فزا

تصانیف ختم نبوت میں یہ
اضافہ ہے بھرپور اچھا بھلا

یقیناً کسی عام انسان کو
نہیں ایسی توفیق دیتا خدا

وہی کرتے ہیں ایسے ذیشان کام
کہ ہوتی ہے جن پر خدا کی عطا

جو سال اس کا پوچھا کسی نے عروس
"احادیث ختم نبوت" کہا

2022ء

قطعہ تاریخ اشاعت

احادیث ختم نبوت

2022ء

نگارشاتِ ختم نبوت

کیوں نہ ایسی نگارشات کو ہم
کیف آور نگارشات کہیں

اور پوچھو جو سال اشاعت کا
"دین پرور نگارشات" کہیں

1444ء

قطعہ تاریخ رحلت

گلشنِ مہرووفا غلامِ گیلانی

1930ء

شمس آباد، اٹک

ہے سزا وار داد و تحسیں کا
ہر کمالِ غلام گیلانی

یاد رکھنا کہ کام آئے گی
قیل و قالِ غلام گیلانی

الفتِ آلِ مصطفیٰ ہی تو ہے
زر و مالِ غلامِ گیلانی

دی صدا غیب نے "مؤقر بخت" 1348ء
بہرِ سالِ غلامِ گیلانی

ازقلم: صاحبزادہ محمد نجم الامین عروس فاروقی مونیاں شریف گجرات

قطعہ تاریخ اشاعت

جمع عبارات در فضائل سادات

رفعتوں والا ہے وہ شمس آباد
جس میں مدفون ہیں گیلانی غلام
شانِ سادات پہ اُن کی تصنیف
فائدہ بخش پئے خاص و عام
دوسری بار اشاعت ہوگی
اور پہلی سے کہیں بڑھ کر تام
کہتے ہیں ڈاکٹر امجد شاباش
اے ظفر خوب کیا آپ نے کام
سال گوئی پہ کمر بستہ ہوا
از پئے صابرِ ذی شان و مقام
بندہ نے مصرعِ ہذا لکھا
''بندۂ خانۂ ساداتِ کرام''

1444ھ

از قلم: صاحبزادہ محمد نجم الامین عروس فاروقی مونیاں شریف گجرات

نوٹ: درج ذیل قطعہ تاریخ اشاعت کتابِ مستطاب ''جمع عبارات در فضائل حضراتِ سادات'' میں شائع ہونے سے رہ گیا تھا۔لہذا اس کو درج ذیل کتاب ''نگارشاتِ ختم نبوت'' میں شائع کیا جارہا ہے۔جمع عبارات کے اگلے ایڈیشن میں وہاں پر بھی شائع کر دیا جائے گا۔(ظفر قریشی)